جـــلـــد اول

ایک ہفتہ وار مصوّر رسالہ

میر مسئول و محرر خصوصی

احمد المکنیٰ بابی الکلام الدہلوی

و جاهدوا في الله حق جهاده ' هو اجتباكم ' و ما جعل عليكم في الدين من حرج ' ملة ابيكم ابراهيم ' هو سماكم المسلمين من قبل و في هذا ' ليكون الرسول شهيدا عليكم ' و تكونوا شهداء على الناس ' فاقيموا الصلوة و اتوا الزكوة ' و اعتصموا بالله ' هو مولاكم ' فنعم المولى و نعم النصير! (۲۲ : ۷۸)

اور الله كي راه ميں جهاد كرو ' جو حق جهاد كرنے كا هے - اس نے تم كو تمام دنيا كي قوموں ميں سے برگزيدگي اور امتياز كيلئے چن ليا - پهر جو دين تم كو ديا گيا هے ' وه ايک ايسي شريعت فطري هے جسميں تمهارے ليے كوئي ركاوٹ نهيں - يهي ملت تمهارے مورث اعلى ابراهيم خليل كي هے ' اور اس نے تمهارا نام " مسلمان " ركها هے ' گذشته زمانوں ميں بهي اور اب بهي - تا كه رسول تمهارے ليے ' اور تم تمام عالم كي هدايت اور نجات كے ليے شاهد هو - پس الله كي رشتے كو مضبوط پكڑو ' جان اور مال دونوں كو اسكي عبادت ميں لٹاو ' وهي تمهارا ايک آقا اور مالک هے اور پهر جسكا خدا مالک و حاكم هو ' اسكا كيا اچها مالک هے اور كيسا قوي مددگار!

قیمت في جلد مجلد آٹهه روپیه

جلد اول

الہلال

---:○(*)○:---

فهرست مضامین نثر

بترتیب حروف تہجی

حصۂ نظم

— * —

فہرست تصاویر

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان كنتم مؤمنين — القرآن الحکیم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مقام اشاعت
۱ - ۷ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت سالانہ
۸ - روپیہ - ششماہی
۴ - روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۱ — ۱۳ جولائی ۱۹۱۲ ع — جلد ۱

الهلال

۱۳ جولائی ۱۹۱۲

بسم اللہ الرحمن الرحیم

نحمدك اللهم . و نستغفرك . و نستعين بك . و نستهديك . و نتوكل عليك . و نسألك العفو و العافية . و التوفيق للعمل بما يرضيك . و نصلي و نسلم على نبيك المصطفى و حبيبك المجتبى الذي ارسلته (كافة للناس بشيرا و نذيرا ٣٤ : ٢٨) . (و داعيا الى الله باذنه و سراجا منيرا ٣٣ : ٤٦) . و آتيته كتابا (يهدي للتي هي اقوم . و يبشر المؤمنين الذين يعملون الصالحات ان لهم اجرا كبيرا ١٧ : ٨) فيا (رب ادخلني مدخل صدقا . و اخرجني مخرج صدقا . و اجعل لي من لدنك سلطانا نصيرا ١٧ : ٨)

* * *

چگونه می بمیان آورم درین مجلس
که باده حوصله سوزست و جام بدمستند

سنہ ۱۹۰۶ کے موسم سرما کی آخری راتیں تھیں جب امرتسر میں میری چشم بیداری نے ایک خواب دیکھا انسان کے ارادوں اور منصوبوں کو جب تک ذہن و تخیل میں ہیں ۔ عالم بیداری کا ایک خواب ہی سمجھنا چاہئے ۔ کامل چھ برس اسکی تعبیر کی عشق آمیز جستجو میں صرف ہوگئے ۔ امیدوں کی خلش ۔ اور ولولوں کی شورش نے ہمیشہ مضطرب رکھا اور یاس و قنوط کا ہجوم بارہا حوصلہ و عزم پر غالب آگیا لیکن الحمد للہ کہ ارادے کا استحکام ، اور توفیق الٰہی کا اعتماد ہر حال میں طمانیت بخش تھا ۔ یہاں تک کہ آج اس خواب عزیز کی تعبیر عالم وجود میں پیش نظر ہے : ھذا تاویل رؤیای من قبل قد جعلها ربی حقا (۱۲ : ۱۰۲)

* * *

اگرچہ ایک ہفتہ وار اخبار کی اشاعت اُردو پریس کی موجودہ حالت کے لحاظ سے اسقدر ارزاں اور سہل کام ہے جسکے لئے چھ ہفتے کا انتظار بھی شاید ضرورت سے زائد فرصت ہو ۔ ایک زود نویس کاتب کا ارزاں وقت ۔ چار پتھر اور ایک کاٹھ کا دستی پریس ۔ یہ تین ضروری اجزا ہیں ۔ جنکے جمع کرلینے کے بعد اردو اخبار کا دفتر بالکل مکمل ہو جاتا ہے لیکن ابتدائی خیال سے جو اعلی پیمانہ پیش نظر تھا ، وہ بہت ہی گوارا نہیں کیا ۔ کہ مشکلات سے شکست کھا کر اُسے بھلادیا جائے ۔ اگر پریس کی مشکلات کے علاوہ دیگر موانع پیش نہ آتے تو غالباً پچھلے سال سے اخبار جاری ہوجاتا ۔ اور اس وقت اپنی موجودہ جگہ سے بارہ مہینے کی راہ آگے ہوتا ۔ لیکن مشیت الٰہی ہمارے مصالح کا ہم سے بہتر

فیصلہ کرتی ہے ۔ اور معرفت الٰہی کا ایک بڑا سبق انسانی عزائم کی شکست ہے ۔ عرفت ربی بفسخ العزائم ۔ یہ پورے چھہ سال کا زمانہ جن واقعات و حوادث کے ساتھہ گذرا ۔ اسکی تفصیل ایک داستان طویل ہے جسکا دہرانا شاید بے نتیجہ نہو لیکن بے لطف تو ضرور ہے ۔ اس الم کدۂ حیات میں ہر لمحہ جو گذرتا ہے ۔ نہیں معلوم کتنی زندگیوں کے الام و مصائب کی داستانیں اسمیں ختم ہوتی ہیں ۔ اور کتنی شروع ہوتی ہیں ۔ کارخانۂ عالم کی محنت پسندی کا یہی قانون ہے ۔ اور انسانی شکایتوں کی اُسے پروا نہیں ۔ پھر ان لاتعد و لاتحصی زندگیوں میں سے صرف ایک بے اثر زندگی کی ناکامیوں کی کہانی سننے والوں کیلئے کیا دلچسپ ہوسکتی ہے ؟

* * *

زندگی کے مشکلات اور مصائب کا سلسلہ ہمیشہ غیر منقطع رہا ۔ ناگہانی حوادث کے پیہم حملوں نے کبھی دم لینے کی مہلت نہ دی ۔ علائق کی زنجیریں ۔ جو پیشتر بھی کچھہ کم وزنی نہ تھیں ۔ شاید دل کی وارفتگی کو بڑھتا دیکھکر اور زیادہ بھاری کردی گئیں ۔ جن افکار و ترددات کا تصور بھی طبیعت پر شاق تھا ۔ زمانے کے حکم سے برسوں اسمیں کاٹنے پڑے ۔ صحت و تندرستی ۔ جسکو امیر حیات جاوید کو بھی کوئی قبول نہ کرے ۔ وہ روز اول ہی سے ایک لب مرگ اور سریع الفنا زندگی کے ساتھہ دی گئی تھی ۔ اور جتنی کچھہ بھی تھی اس نے بھی دائم المرضی سے غالباً ہمیشہ کیلئے جگہ بدل لی ۔ پھر ان سب سے زیادہ اُمید و انتظار کے دو متضاد عنصروں کی آمیزش تھی ۔ جنمیں سے ہر ایک کا تقاضا دوسرے کا مخالف تھا ۔ انسان کی ساری مصیبتیں اُسکی اُمید پرستی کا نتیجہ ہیں ۔ اور فی الحقیقت یاس میں کامیابی سے بڑھکر سکون ہے ۔ مشکل یہ تھی کہ اُمید کی روشنی بجھنے کی جگہہ دھیمی کردی جاتی تھی ۔ اور یاس و بیم کے دامن کو ہوا دینے کی اجازت نہ تھی ۔ منزل مقصود گو ہمیشہ دور رہا ۔ مگر نظروں سے کبھی غائب نہوا ۔ اور قافلہ گو نظر نہیں آیا ۔ مگر صدائے جرس نے ہمیشہ اسکے وجود پر شہادت دی ۔ میں اگر قافلہ و منزل کا ذکر کرتا تھا تو غلط نہ تھا ۔ لیکن رفیقان بے خبر ہنستے تھے کہ منزل کا نشان اور قافلے کا پیش خیمہ کہاں ہے ۔

من گنگ خواب دیدہ و عالم تمام کر
من عاجزم ز گفتن و خلق از شنیدنش

ومن آیاتہ یریکم البرق خوفاً و طمعاً ، وینزل من السماء ماءً فیحی بہ الارض بعد موتہا ۔ ان فی ذالک لآیات لقوم یعقلون (۳۰ : ۲۴)

اگرچہ وہ تمام موانع ۔ جنکا تعلق خود میری زندگی سے تھا ۔ اب بھی بدستور قائم ہیں ۔ اور شاید مشیت الٰہی یہی ہے کہ آخر تک قائم رہیں ۔ لیکن الحمد للہ کہ کام کی مشکلات ایک حد تک ختم ہوچکی ہیں ۔ اور اگر راہ کانٹوں سے خالی نہیں ۔ تو پانوں بھی اب زخموں اور آبلوں کے عادی ہوگئے ہیں ۔ فرصت و جمعیت کا انتظار کب تک ۔ اور عنقا کی جستجو میں صحرا نوردی تابکے ۔ برسوں اس تلاش محال میں صرف کردیئے ۔ اور ہمیشہ ناکامی کے ہاتھہ کامیابی کو پیغام بھیجا ۔

این رسم و راہ تازہ ز حرمان عہد ماست
عنقا بروزگار کسے نامہ بر نبود

ہمارے وہ احباب ۔ جنکو اس ارادے کا علم تھا مگر ہمارے حالات کا علم نہ تھا ۔ ان گذشتہ سالوں کے اندر طرح طرح کے خیالات و ظنون سے طعنہ زن رہے ۔ بعضوں نے اس مسلسل تاخیر کو طبیعت کی بے استقلالی و تلون مزاجی کا نتیجہ سمجھا ۔ بہتوں نے قوت ارادی کے ضعف سے اسے منسوب کیا ۔ اور بعض نے تو فیصلہ ہی کردیا کہ فکر و تصور سے زیادہ اس ارادے کی قسمت میں اور کچھہ نہیں ہے لیکن : وما لہم بہ من علم ، ان یتبعون الا الظن ۔ و ان الظن لا یغنی من الحق شیئاً ۵۳ : ۲ ولو انہم صبروا حتی تخرج الیہم لکان خیراً لہم ۴۹ : ۶ و لکن اکثر الناس لا یعلمون (۴۸ : ۵۸)

گردیر برآئیم ز گرداب میندیش
کاندر طلب گوہر نایاب نشستیم

* * *

« الہلال » کی اشاعت ہمارے قدیمی ارادوں کے سر کا آغاز ہے ۔ اور فضل الٰہی سے امید ہے کہ اب بہت جلد اپنے ارادے کے اعمال مہمہ میں مصروف ہو سکیں گے ۔ ایک اردو ہفتہ وار رسالے کی اشاعت کیلئے برقی طاقت سے چلنے والی مشینوں کی ضرورت نہ تھی ۔ اور نہ کسی وسیع پریس کے متعلقات و آلات کی ۔ اور نہ ایک اردو کا ہفتہ وار اخبار ملک کی موجودہ حالت کے لحاظ سے اتنی حیثیت پیدا کرسکتا ہے کہ کسی بڑے پریس کو اپنے اعتماد پر قائم رکھہ سکے ۔

پھر وہ خواہ کتنے ہی وسیع پیمانے پر جاری کیا جائے، لیکن کوئی ایسا مقصد زندگی نہیں ہوسکتا جسکا انتظار، شب ہائے امید کی بے چینیوں، اور روز ہائے تلاش کے اضطراب کا حقدار ہو، خدا کے بخشے ہوے دل و دماغ کی یہ ناقدری و تحقیر ہے، اگر اسکے مقاصد کا سدرۃ المنتہی اس سے زیادہ بلند نہوسکے - پس یہ جو کچھہ کیا جا رہا ہے، درحقیقت چند عزائم عظیمہ ہیں، جنکی طرف بتدریج متوجہ ہونا ہے: اور میں نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا؟ وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ، ان اللہ کان علیماً حکیماً

اس وقت بھی، جبکہ یہ سطور لکھہ رہا ہوں، وہ عالم الاسرار و دانندۂ خفایاے قلوب دیکھہ رہا ہے کہ طرح طرح کی جانفرسا پریشانیوں کا محاصرہ میرے گرد و پیش ہے - اور آلام و مصائب کے ہجوم سے کاروبار حواس بالکل درہم و برہم، اور ایک لمحہ کیلیے بھی جمعیۃ خاطر میسر نہیں: لیکن جو شاید ملنے والی نہیں، اسکے انتظار میں کب تک زندگی کو معطل رکھا جائے؟ انسان کی سب سے بڑی کمزوری یہی ہے کہ وہ خود بخود ایک بے وجہ توقع قائم کرلے، پھر ناکامی کی شکایت میں عمر بسر کردیتا ہے: حالانکہ یہ کیوں ضروری سمجھہ لیا گیا ہے کہ زندگی کو سکون و طمانیت کے ساتھہ کٹنا چاہئے، اور اسکے لیے بڑا امر مانع ہے کہ آلام و مصائب بھی ہمیشہ نہیں رہ سکتے؟ ڈوبنے والے دریا میں رہکر دریا کے پار چلے جاتے ہیں - مگر دریا سے ڈرنے والوں کو کشتی کے اندر بھی چین نصیب نہیں ہوتا - مصائب جناب زندگی کے ساتھہ ہیں، اور ساتھہ ہی ختم بھی ہونگے، پس کام کرنے والوں کو ان پر ماتم کرنے کی جگہہ، کوشش کرنی چاہئے کہ انکی دائمی رفاقت کو گوارا کرلیں، اور دریا سے نکلنے کی سعی کے بجاے تیرنے کی کوشش کریں، ورنہ ساری عمر ہاتھہ پاؤں مارنے میں ختم ہوجاے گی، اور کنارے تک رسائی نصیب نہوگی -

ہزار جہد بدام وفا رسیدہ دلی
تمام عمر در اندیشۂ رہائی رفت

الحمد للہ کہ خداے حی و قیوم سے، جسکے کان فریادوں کے سننے کیلیے ہر وقت طیار، اور نعمۂ " امن یجیب المضطر اذا دعاہ " سے عشق و پیار عرفان سے مشتاق ہیں، اور جسکی آنکھیں اسکی جمال میں کے سوا نہیں، اور ہر آن " ان ربک لبالمرصاد " کی منتظر لگاے ہوے ہیں کہ ادنی التفات ہے، کہ اگر وہ مجھہ میں سچائی اور خلوص کی کوئی سرگرمی دیکھتا ہے، اگر اسکی ملت مرحومہ اور اسکے کلمۂ حق کی خدمت کی کوئی سچی تپش میرے دل میں موجود ہے، اور اگر واقعی اسکی راہ میں مصیبت اور خود فروشی کی ایک آگ ہے، جسمیں برسوں سے بغیر دھوئیں کے جل رہا ہوں، تو اپنے فضل و لطف سے مجھے اتنی مہلت عطا فرمائے کہ اپنے بعض مقاصد کے نتائج اپنے سامنے دیکھہ سکوں - لیکن اگر یہ میرے تمام کام محض ایک مجازی کاروبار، اور ایک فاسدانہ شغل ہیں جسمیں دنیوی خدمت و ملت پرستی کے نام سے گرم بازاری پیدا کرنا چاہتا ہوں، تو قبل اسکے کہ میں اپنی جگہہ پر سنبھل سکوں، تو میری عمر کا خاتمہ کردے - اور میرے تمام کاموں کو ایک دن بلکہ ایک لمحہ کیلیے بھی کامیابی کی لذت چکھنے نہ دے - باغوں کے سرسبز و بارآور درختوں کی حفاظت کی جاتی ہے، مگر جنگل کے خشک درختوں کو جلانا ہی چاہئے - جس دل میں خلوص اور صداقت کو جگہہ نہیں ملی، اسکو کامیابی کیلیے کیوں باقی رکھا جائے؟ ام حسب الذین اجترحوا السیئات ان نجعلہم کالذین آمنوا وعملوا الصالحات سواء محیاہم ومماتہم ساء ما یحکمون ۴۵۰ ۲۶

اعتذار

اس ہفتے پریس کے ابتدائی انتظامات کی مشکلات کے بعد کثرت نقص آئی رہیں ہماری تمام مشکلات ہمارے پیش نظر ثبات کے پیدا کردی ہیں، نہ اسکو چھوڑ سکتے ہیں اور نہ مشکلات کا انکے معمولی وقت سے پہلے خاتمہ کرسکتے ہیں - بہتر ہوتا اگر ہم تفصیل کے ساتھہ انکو بیان کرتے، مگر مشکل یہ ہے کہ اردو پریس کی موجودہ سہولتوں کے خوگر ناظرین سے امید نہیں کہ انکا اندازہ کرسکیں، سب سے بڑی مشکل [ترکی ٹائپ] کی وجہ سے پیش آئی، اردو کے عام رواج " روف ٹائپ " سے یہ اپنے خانوں کی ترتیب اور تعداد میں بالکل مختلف ہے، [اردو ٹائپ] کے دو کیس درکار ہوتے ہیں مگر اس کے حروفات کی تعداد کی وجہ سے چار ہیں، پھر خانوں کی ترتیب بھی بالکل مختلف ہے اور جب تک ٹھیک عرصے تک مشق نہ کرلیں یہاں کے عام کمپوزیٹر کام کر نہیں سکتے - پریس کے معاملات کو ہم سمجھتے کہ ہم نے الہلال کا اعلان کردیا تھا، عین وقت پر کمپوزیٹر کام کرنے سے عاجز ثابت ہوے اور جسقدر کمپوز کیا وہ بالکل غلط اور بے قاعدہ تھا، مجبوراً دوسرے ٹائپ میں از سرنو کمپوز کرانا پڑا جسمیں ابتدا پورا پرچہ اپنے ساتھہ ہے البتہ چونکہ ترکی ٹائپ کا اعلان ہوچکا تھا اسلیے ابتدا میں دو صفحے بمشکل اس ٹائپ میں کمپوز کرائے گئے ہیں *

ترکی روش کے ٹائپ میں ایک اور دقت یہ پیش آئی کہ چونکہ ترکی طرف سے چلنے والی مشین کا امپریشن [دباؤ] بہت ہلکا ہوتا ہے اسلیے بالکل نئے ٹائپ جب تک چند ہزار کاپیاں اسمیں سے نہ نکل جائیں، چھپائی اپنے سواد کو ٹھیک طور پر نہیں لاتا، یہی وجہ ہے کہ اس نمبر میں ترکی ٹائپ اپنی خوشنمائی کو پوری طرح ظاہر نہ کرسکا *

ان دقتوں کی وجہ سے یہ نمبر اس نمبر کو اچھی طرح ایڈٹ نہ ہوسکا، اور نہ مضامین بہ تقسیم و ترتیب کے اختصار کے ساتھہ اسکے، البتہ ایک سرسری اندازہ اسکی نسبت کیا جاسکتا ہے - ہم جو کچھہ کر رہے ہیں اسکے لیے نہ تو قدردانی کے متوقع ہیں اور نہ خریداروں کے ہجوم کے، لوگ اگر خریدیں اور پڑھیں تو شکریہ، نہیں تو شکایت بھی نہیں *

دل مستمند نہ بستم ہمہ جز عزمی و عزم
سبب حسن جہانم و دردانۂ جواب اندازم

المصلح العظیم ، و المرشد الحکیم

— * —

السید محمد رشید رضا الحسینی الطرابلسی

۱

(ندوة العلماء) کی صحبت اگرچہ اپنے کامل تین برس کے بعد جمع ہوئی ، مگر جس امر اور کیفیت کے ساتھہ اسکا آغاز و انجام ہوا ، وہ اپنے عرصے کی خاموشی کی کامل تلافی تھی *

لیکن سچ یہ ہے کہ دریاے (گومتی) کے کنارے جو کچھہ ہوا ، وہ دراصل (وادی نیل) سے آئی ہوئی جوش و سرگرمی کی ایک لہر تھی -

سرزمین هند ابتدا سے نو واردوں اور اجنبیوں کی سیر و سیاحت کی جولانگاہ رہی ہے - اسکے زرخیز موسموں اور طلائی مندروں نے بڑے بڑے کشورستانوں کو اپنی طرف کھینچا ہے اور ہمیشہ اسکے بحری و بری دروازوں پر ملک گیر سیاحوں کی تلواریں چمکتی رہی ہیں : تاریخ میں ہم نے مقدونیہ کے سکندر ، اور چین کے سیاحوں کو یہاں دیکھا اور پھر اسکے شمالی دروازے سے فتحمند علموں اور نیزوں کی قطاریں صدیوں تک یہیں ٹوٹتی رہیں *

اسی پُر کشش ، ہوس انگیز - اور اپنے سیاحوں کیلئے تاج بخش سر زمین هند میں پچھلے دنوں (مصر) سے ایک سیاح آیا - اور چلا گیا ؛ لیکن تاریخ هند اپنے شبکوں تاجداروں اور کشورستان سیاحوں کے هجوم میں ایک درویشانہ سیاحت کو کیا امیدوار ہوسکتی ہے ؟

ہاں - سچ ہے کہ (محمد رشید رضا) کے کاندھے پر ملک گیری کا علم - اور ہاتھہ میں فتحمندی کی تلوار نہ تھی - لیکن اسکی آنکھوں میں آنسو - اور دل میں درد ضرور تھا - اسکے پاس تیز کیے ہوے لوہے کے آلات نہ تھے - جس سے انسان کی لاشیں تڑپائی جاسکتی ہیں - لیکن نور صداقت کا ایک حربہ ضرور تھا - جس سے انسانی قلوب کی صفیں الٹ دی جاسکتی ہیں ، اور اقلیم دل کی فتوحات اجسام و زمین کی فتوحات سے زیادہ مشکل ہیں *

تو نخل خوش ثمرے کیستی ؟ کہ باغ و چمن
ہمہ ز خویش بریدند و در تو پیوستند

اولین موسس اساس حریت و آزادی ، شہید راہ اصلاح و ملت پرستی ، شیخ الاحرار ، آیۃ من آیات اللہ
السید جمال الدین الافغانی اعلی اللہ مقامہ

معمورہ دلے اگرت هست باز جوے
کین جا سخن بہ ملک فریدون نمی رود

بیشک هندوستان اپنے دروازے پر بڑے بڑے تاجداروں کو دیکھہ چکا ہے ، جو اسکے عروج و اقبال کی بہار دیکھنے آئے تھے ، لیکن شاید (سید محمد رشید رضا) پہلا سیاح تھا ، جو عروج و اقبال کی بہار لوٹنے کیلئے نہیں ، بلکہ ادبار و تنزل کی خزاں پر ماتم کرنے کیلئے آیا تھا ، جس سرزمین پر سکندر اور تیمور قدم رکھہ چکے ہوں ، وہاں اس فقیر بےنوا کا کیا ذکر ؟ لیکن انکے ہاتھوں میں تلواریں تھیں ، اور اسکے پہلو میں دل تھا ؛ وہ انسانوں کو زخمی کرتے تھے ، مگر اسکا دل خود درد ملت سے زخمی تھا ؛ آٹھہ سو برس ہوے ، کہ اسلامی شوکت و عظمت کا قافلہ دجلہ و فرات کے کنارے سے چلا ، مگر سرزمین هند کی رشک عالم ہوا اسے راس نہ آئی اور گنگا اور جمنا کے کنارے لوٹا گیا ، وادی نیل کا یہ سیاح آیا تھا کہ اس برباد شدہ قافلے کی مٹی ہوئی نشانیوں پر دو چار آنسو بہائے اور اسے پوچھے کہ لوٹ وہ گنجہاے گرانمایہ کیا کیے ؟

تاریخی واقعات کا نشانہ اکثر اوقات عہد ماضی یاد دلا دیتا ہے

ایک زمانہ تھا جب چوتھی صدی هجری کا سیاح (ابو ریحان بیرونی) اسی سرزمین هند میں فلسفہ و هیئت کا درس لیتا تھا ، مگر جب سبق لیکر اٹھتا تھا تو زمین بار بار دھوئی جاتی تھی کہ اجنبی کے بیٹھنے سے ناپاک ہوگئی ہے ؛ پھر آٹھویں صدی کی تاریخ هند کا ایک صفحہ ہے جسمیں مغرب اقصی کا جہانگرد سیاح (ابن بطوطہ) تغلق آباد کی دیواروں کے نیچے سے گذرا اور یہ وہ زمانہ تھا ، کہ اسلامی تہذیب و تمدن اس سرزمین کے چپے چپے پر قبضہ کر چکا تھا - یا آج ایک تیسرا زمانہ ہے کہ (سید رشید رضا) نے هندوستان کی سیاحت کی مگر بیرونی کی طرح علوم و فنون کی تلاش میں نہیں ، کیونکہ مسلمانوں کا علمی دور اب تاریخ کی خاک میں مدفون ہوچکا ہے ، اور ابن بطوطہ کی طرح اسلامی جاہ و جلال کے

دیکھنے کیلئے بھی نہیں ' کیونکہ جہاں (تغلق آباد) کے ایوانہاے عظمت و شوکت تھے ' وہاں اب زاغ و زغن کا آشیانہ ہے :—

و تلک الایام نداولہا بین الناس - اب ہندوستان کے عہد اسلامی کے مناظر یہ ہیں کہ (دہلی مرحوم) میں ہماری گذشتہ زندگی کے قبرستان کا ایک شہر آباد ہے ' سیاحان عالم اس میں چل پھرکر خاک کے ڈھیر دیکھہ لیں ' اور اگر چشم عبرت اور دل درد آشنا رکھتے ہوں تو انقلاب عالم کا ایک سبق لے لیں ' ایسا موثر سبق ' جو شاید دنیا کی کوئی اور قوم نہیں دیسکتی *

تلک آثارنا تدل علینا فانظروا بعدنا الی الآثار

● ● ●

[سید رشید رضا] آئے بھی ' اور چلے بھی گئے ' مگر شاید ہندوستان میں بہت کم لوگ ہونگے ' جو انکی اصلی حیثیت اور حالت سے واقف ہونگے - لیکن اگر ہمکو آفتاب کی روشنی کی خبر نہو تو یہ ہماری آنکھوں ہی کا قصور ہے ' بد قسمتی سے مسلمانان ہند کے پاس کوئی ایسا ذریعہ نہیں ' جو انکو دنیا کے دوسرے حصوں کے مسلمانوں سے باخبر رکھہ سکے ' عربی زبان ہی مسلمانوں کی ایک ایسی بین الملی زبان تھی ' جو مذہبی ضروریات کے اشتراک کی وجہہ سے تمام دنیا کے مسلمانوں کیلئے (اسپرنٹو) کا کام دیتی تھی ' مگر عربی زبان اب ہندوستان کے مسلمانوں میں گجرات کے پارسیوں کی فارسی سے زیادہ زندہ نہیں ہے ' شاید بہت جلد وہ زمانہ آنے والا ہے ' جب (اللہ) اور (قرآن) کا تلفظ انگریزی مخارج کے آہنگ و صوت میں کیا جاے گا *

(سید رشید رضا) کو آج تمام اسلامی دنیا جانتی ہے ' انگلستان و فرانس کے وہ تمام علمی اور سیاسی حلقے جنکو مشرقی معاملات سے دلچسپی ہے ' اس سے بے خبر نہیں ہیں ' (جاوا) اور (سینگا پور) سے انکے پاس فتوے اور سوالات آتے ہیں ' مگر ہندوستان کے مسلمانوں میں نہ صرف عوام اور انگریزی تعلیم یافتہ ' بلکہ علماء فضلا تک بے خبر ہیں !

* * *

یہ عجیب بات ہے کہ پچھلی صدی کے آخری نصف حصے میں تقریباً تمام ممالک اسلامیہ میں اصلاح و تعمیر کیلئے یکساں تحریکیں پیدا ہوئیں ' مگر اس سے بھی عجیب تر واقعہ یہ ہے کہ مختلف اسلامی ملکوں کی اصلاح و تجدید کی تاریخیں ایک ہی شخص (سید جمال الدین افغانی) کے ظہور سے شروع ہوئی ہیں ' حقیقت یہ ہے کہ تاریخ اسلام کے سنین اخیرہ کا سب سے بڑا شخص تھا - خیالات و افکار کا پیدا کرنا آسان ہے ' مگر خیالات و افکار کے نفاذ و قیام کیلئے اشخاص کا پیدا کرنا مشکل ہے ' اور مصلح کیلئے جن پیغمبرانہ اوصاف کی ضرورت ہے ' ان میں اولین وصف یہی ہے ' (سید جمال الدین) کا اصلی کارنامۂ عمرانی یہ تھا کہ زمانے نے خود اسکو کام کرنے کی مہلت نہ دی ' لیکن وہ اپنے اندر ایک ایسی قوت تخلیق رکھتا تھا کہ جہاں جاتا تھا اپنی تحریک کو زندہ رکھنے کیلئے نئے (جمال الدین) پیدا کر دیتا تھا ' ایران میں وہ چند مہینوں سے زیادہ نہ ٹھہر سکا ' لیکن جو آگ سلگادی تھی ' اسکو پندرہ برس تک برابر ہوا ملتی رہی ' اور بالآخر بھڑک کر شعلہ زن ہوئی ' مصر میں اسکا قیام سال دو سال سے زیادہ نہ رہا ' مگر اتنے عرصے کے اندر ہی (شیخ محمد عبدہ) کو طیار کردیا ' یہ اس وقت (جامع ازہر) کا ایک ذہین طالب العلم تھا ' لیکن آگے چلکر تمام عربی بولنے اور سمجھنے والی دنیا کا مصلح عظیم ثابت ہوا *

الاستاد الامام ' حجۃ الاسلام ' رئیس المصلحین حضرۃ الشیخ محمد عبدہ ' رضي اللہ تعالی عنہ

(شیخ محمد عبدہ) جب سید جمال الدین کے حلقۂ درس میں شامل ہوے ' تو یہ مصر کا ایک نہایت نازک وقت تھا '

(توفیق پاشا) خدیو مصر کے استبداد و مظالم سے تمام ملک برباد و ہلاک ہو رہا تھا ؛ وہ تمام اصلاح و تعمیر کے وعدے جو انہوں نے اپنی ولی عہدی کے زمانے میں (سید جمال الدین) سے کیے تھے، تخت حکومت پر قدم رکھتے ہی فراموش کردیے تھے ؛ اور ملک ایک سخت سیاسی بحران کیلئے پوری طرح طیار تھا ؛ تھوڑے ہی عرصے کے بعد (عرابی پاشا) کی فوجی تحریک کا ظہور ہوا، اور جمال الدین کی (الحکمۃ) پر مقیم تھا کہ (تل الکبیر) کے معرکے میں مصر کی قسمت کا فیصلہ جو کچھ ہونا تھا ہوگیا *

(عرابی پاشا) کے ساتھ جو لوگ باسم بغاوت قید کیے گئے ان میں ایک شیخ (محمد عبدہ) بھی تھے، بالآخر جلاوطنی کی سزا تجویز کی گئی، اور یہ مصر سے چلے بیروت، اور وہاں سے (سید جمال الدین) کی طلبی پر (فرانس) چلے گئے *

(پیرس) پہنچکر انہوں نے بمعیت سید جمال الدین مشہور عربی اخبار (العروۃ الوثقی) نکالا، جسکے اگرچہ صرف چودہ ہی پرچے نکلے تھے مگر تمام یورپ کے سیاسی حلقوں میں کھلبلی مچ گئی، انگلستان نے ہندوستان و مصر میں اسکی اشاعت روک دی، فرانس نے الجزائر و تیونس میں بند کی، اور (مصر بلدر) کو ابتدا میں خوش ہوا لیکن پھر اسکی صدا ئے اصلاح و حریت سے ڈر کر ممنوع الاشاعت قرار دیدیا، پانچ سال کے بعد (محمد عبدہ) مصر واپس آئے اور اپنی مذہبی اور تعلیمی اصلاح کا سلسلہ شروع کردیا، انہوں نے دیکھا کہ مسلمانان عالم در آج کل اسقدر جو ادبار و تنزل چھایا ہوا ہے وہ قومی زندگی کی ہر شاخ میں نمایاں ہو، مگر اسکا سبب وحید مذہبی جہل کے سوا اور کچھ نہیں ہے، تعلیم قرآنی ہی جس روح القدس کے نفخہ سے ہر مرے ہوئے مردہ لاشوں کو زندہ کردیتا تھا، وہ آج بھی ہم جانوں کو طاقت و توانائی بخش سکتی ہے۔ یا ایہا الناس قد جاء تکم موعظۃ من ربکم و شفاء لما فی الصدور و ھدی و رحمۃ للمومنین [١٠ | ٥٩]

اسلیے انہوں نے اپنی اصلاحی تحریک کی بنیاد دعوۃ قرآنی قرار دی، اور قرآن مجید کے حقائق و معارف پر مقتضیات حالیہ کے مطابق درس دینا شروع کردیا دس بارہ سال کے اندر ہی انکی تحریک کا اثر تمام مصر و شام اور الجزائر و مراکو تک پھیل گیا۔

درس قرآن کا حلقہ روز بروز وسیع ہونے لگا - اکناف عالم سے ارادت و عقیدت کی صدائیں آنے لگیں سلسلۂ تعلیم کی اصلاح اور تقلید وجمود کی مخالفت کی وجہ سے گو علما نے مخالفت کی و ہذا لیست اول قارورۃ کسرت فی الاسلام) لیکن ممالک اسلامیہ کا تمام روشن خیال طبقہ انکے ہمراہ ہوگیا، علم و فضل کے ساتھ انکا ایک بہت بڑا وصف (جو انہیں ہندوستان و ترکی کے نئے رفارمروں سے ممتاز کرتا ہے) مذہبی تقدس اور کمال درجہ ورع و اتقا تھا: وہ اپنی ارمکم عند اللہ اتقاکم، قدیم علما کی اصلاح کرنا چاہتے تھے، لیکن نئے گروہ کے الحاد اور فرنگی مآبی سے بھی سخت بیزار تھے

علم و فضل، خلوص و صداقت، صبر و استقلال، اور ان تمام اوصاف ملکوتیہ کے لحاظ سے، جنسے ایک کامل انسان کے فضائل ترتیب پاسکتے ہیں، انکا وجود ایک آیۃ الہی تھا، بڑے بڑے امرائے مصر اور ارکان حکومت انکے مرید اور انکی (حزب الاصلاح) میں داخل تھے، سالہا فرانس میں رہے، اور تمام یورپ کا سفر کیا، خود بھی حکومت مصر کے اونچے درجے کے عہدوں پر ممتاز رہے، لیکن با وجود اسکے تمام عمر درویشانہ اور زاہدانہ زندگی بسر کی، (ڈیوک آف کناٹ) نے جب دریائے نیل کے بند کا افتتاح کیا، تو شیخ محمد عبدہ کو بھی ایک اہم انٹرویو کا پیغام کرتا تھا، لیکن جب دروازے پر پہنچے تو پہرہ پر سولجر نے انہیں کوئی (ازہر) کا ملا سمجھکر سختی سے جھڑکدیا، اور جانے کی اجازت نہیں دی، جب ڈیوک آف کناٹ کو معلوم ہوا تو انہوں نے معذرت کی اور اس سولجر کو برطرف کردیا، حالانکہ اس غریب کا کوئی قصور نہ تھا، خدیو مصر اور شہنشاہ انگلستان کے بھائی کی صحبت میں وہ ایک ایسے شخص کو دیکھکر جانے دیتا جسکے بالوں میں انگریزی جوتا تک نہ تھا ؟

محی السنۃ و ممیت البدعۃ حضرۃ الفاضل المصلح السید محمد رشید رضا

آخری مرتبہ جب وہ (خدیو حال) کے ہمراہ انگلستان گئے، تو (ہربرٹ اسپنسر) زندہ تھا، یہ ملاقات کیلئے گئے، تو ایک گھنٹہ تک گفتگو کرتا رہا، حالانکہ وقت کے بارے میں اسکا اقتصاد بخل کی حد تک پہنچ گیا تھا، اور (مسٹر بالفور) کو بھی باوجود سخت کوشش کے دس منٹ سے زیادہ وقت میسر نہ آسکا تھا *

نامورانِ غزوۂ طرابلس

امیر علی پاشا بن عبد القادر الجزائری

امیر عبد القادر الجزائری

مراکش میں عربی حکومت کا خاتمہ ہوگیا اور طرابلس معرض خطر میں ہے ' ایسی حالت میں قدرتی طور پر افریقہ کے عہد اسلامی کا ماضی قریب یاد آجاتا ہے *

طرابلس سے آج جو دیار قریب تر ہے "الجزائر" پوری ایک صدی تک اسپین مبتلا رہا جو سب ہی افریقہ میں سب سے بڑی اسلامی مملکت تھی اور جسکے لئے پہلی صدی ہجری میں عہد نبوت کا مقدس نامہ خون بہایا گیا تھا - مسلسل خونریزیاں ' بدبخت عہد شکنانہ سفاکیاں ' قتل عورات و اطفال ' احراق منازل و بلدان ' ہتک مساجد و اوقاف ' اور تمام وحشیانہ اور بربری مظالم ' جو مسیحی علم و مدنیت کے ازمنہ اخیرہ میں ' فرانس کے ہاتھوں ایک ایک کرکے الجزائر کی اصلی اور تازہ آبادی پر گذرے اور ناقابل بیان ہو سکا ' لیکن سنہ ۱۸۳۰ میں جب ملک لوئیس کے قبضے میں ہوچکا تھا الحاق الجزائر کا اعلان کیا تو بجھنے والے چراغ کے ایک آخری شعلہ کی طرح امیر عبد القادر الجزائری کی ایک جانفروش وطن پرست کا ظہور تھا جسکی غیور و شجاعت ' عزم و استقلال ' اور فوجی و دینی زندگی کے بہترین اعلے اوصاف نے ایک سال کے اندر تمام یورپ اور ایشیا کو متوجہ کرلیا *

الجزائر کے بدوی قبائل میں اسکا خاندان دینی ریاست کے لحاظ سے ممتاز تھا : اور تمام قبائل پر اثر رکھتا تھا ' گورنر الجزائر اسکی طرف رجوع خلائق دیکھکر مخالف ہوگیا اور جلاوطن کردیا گیا اس وقت اسکی عمر بہت چھوٹی تھی - چودہ برس کی عمر میں جب وطن واپس آیا ' تو ملک کی حالت بدل چکی تھی ' ہر طرف خونریزی اور سفاکی کا بازار گرم تھا ' اور فرانسیسی درندے تمام الجزائر میں پھیل گئے تھے - یہ حالت دیکھکر اسکا جی بھر آیا - آزادی اور خود مختاری کی روح ابھی الجزائری خون میں باقی تھی - تمام قبائل کو جمع کرکے حرب دلائی ' اور حفظ وطن کیلئے جہاد دوام پر بیعت لی ' اس وقت الجزائر میں فرانس کے ہاتھ پاؤں نہایت توانا تھے ' چالیس ہزار سے زیادہ تو صرف پیادہ فوج تمام ملک میں پھیلی ہوئی تھی اور چار ہزار سواروں کی تلواریں انکے علاوہ تھیں ' ساحل پر جنگی جہازوں کا ایک مہیب بیڑہ لنگر انداز تھا جس میں ۵۵ جنگی دخانی اور ۲۴۰ چہار تھے اور یہ سب کئی سو قلعہ شکن توپوں اور ہر قسم کے سامان جنگ سے لدے ہوئے تھے *

اسکے مقابلے میں امیر عبد القادر گویا بالکل تہا تھا ' بدوی قبائل کی ایک بے قاعدہ بھیڑ اسکے ارد گرد تھی ' آلات جنگ کا کوئی ذخیرہ نہ تھا ' اور جو تھے ' وہ جدید آلات کے مقابلے میں بیکار تھے ' سب سے زیادہ یہ کہ کوئی عمدہ اور مضبوط مقام بھی قبضے میں نہ تھا ' اور دشمن قریباً تمام اطراف ملک میں پھیلا ہوا تھا ' لیکن کوئی قوم جو اپنے اندر حقیقی جذبۂ زندگی رکھتی ہو ' اگر آزادی اور حکومت کے جواب کو بھلا نہیں سکتی ہے ' تو ایک ضعیف سی آواز بھی اسکے جگانے کے لیے کافی ہے ' اسلام نے حفظ وطن کی روح جہاد دوامی کے نام سے اپنے پیروؤں میں ودیعت کی ہے اور اگر وہ ہمیں سو رہی ہو تو اسکا ہمیشہ کیلئے بیدار رہنا نہیں جاسکتا : امیر عبد القادر کی صدائے رعد آسائے حریت نے تمام الجزائر میں تکایک آگ لگادی ' سرداران قبائل چاروں طرف سے آ آکر جمع ہوگئے ' اور شوق شہادت و قربانی کی محویت میں آتش ہی قوموں سے ابلنے لگی : خود امیر عبد القادر شجاعت و بسالت کی ایک آہنی دیوار تھا جس سے فرانس کی جوفناک طاقت سر ٹکراتی تھی ' اور دفع ہوتی تھی ' بہوت ہی عرصے کے اندر حملہ اور اسکی تمام فیمتی اور مہیب فوج - جہاد کی خون آشام تلواروں کی نذر ہوکے مبہوت و سراسیمہ رہگئے *

یورپ میں جب فرانس کی ہزیمتوں کی خبریں شائع ہوئیں ' تو فوراً اب ولنگٹن تک کو الجزائری کی عظمت کا اقرار کرنا پڑا - آٹھ نو سال کے اندر اس نے قریباً کل الجزائر پر قبضہ کرلیا تھا - تمام ساحلی اور اندرونی قلعے فرانسیسی فوج کی لعنت سے پاک ہوگئے تھے - سنہ ۱۸۳۵ سے سنہ ۱۸۳۸ تک فرانس نے ہزیمت و شکست ' ذلت و رسوائی ' اور ہلاکت و بربادی کے سوا کچھ نہیں دیکھا - سنہ ۱۸۳۷ کے حملے میں نصیب ہوا کہ ہزار ہا قسطنطنیہ کے میدان میں اسطرح فنا ہوگئیں ' گویا امیر عبد القادر کے طلسم نے انکے دست و پا شل کردئے تھے -

یہ سب کچھ ہوا ' لیکن چراغ میں جب تیل نہو ' تو شعلے کی تنہا فنا پذیر ہستی ' اب ایک وقت زندگی ہے ؟ فی الحقیقت الجزائر کا ہزار سالہ ایوان عظمت گرچکا تھا ' ناکامی بالانتقام ' اور ظلم اور بد اعمالیوں کے جرائم نے اسکے ستونوں کو کھوکھلا کردیا تھا - یہ جو کچھ ہوا ' گویا سہارا دے دے کر گرتی ہوئی دیواروں کو سنبھالنا تھا - سب سے بڑی چیز مرکز کی

طاقت ہے ' ان تمام چھوٹی بڑی حکومتوں کا قلب باب عالی تھا ' لیکن خود اسکی دیواریں ' گو گری نہیں تھیں ' لیکن پلاسٹر الگ ہو ہو کر گر رہا تھا ! اسے اپنی گرفتاریوں سے کب مہلت تھی کہ الجزائر کی طرف گردن پھیرتا ؟ پس ضرور تھا کہ قانون الہی صدیوں کی بد اعمالیوں اور غفلت کی آخری سزا کے لئے اس وقت کو مقرر کر دے ' واذا اردنا ان نہلک قریۃ امرنا مترفیہا ' ففسقوا فیہا ' فحق علیہا القول ' فدمرناہا تدمیرا ۱۷ : ۱۲ *

سنہ ۱۸۴۰ میں مارشل بوگدا ۸۰ ہزار یورپ کے انسانی صورت درندوں کا غول لیکر روانہ ہوا ' اور ساحل پر قدم رکھتے ہی خونخوار بھیڑیوں کی طرح ظلم و سفاکی شروع کر دی - قتل و غارت کے سوا اور کوئی لفظ اسکی زبان پر نہیں دوڑتا تھا - ایک دو ماہ کے اندر اس زرخیز مملکت کا یہ حال ہوا کہ تمام شہر جل کے خاکستر کا ڈھیر تھے ! ایک آدمی کو غارت کرچکتا تھا ' تو ناتوان عورتوں اور معصوم بچوں کی خون چکاں لاشوں کو روندتا ہوا ' دوسری کی طرف رخ کرتا تھا ! فاذا جاء وعد اولا ہما ' بعثنا علیکم عبادا لنا اولی باس شدید ' فجاسوا خلال الدیار ' و کان وعدا مفعولا ۱۷ : ۹

اطاعت و انقیاد کے سوا اب چارہ کار کیا تھا ؟ تمام قبایل و شیوخ کو اپنی بد بختی کے آگے سر جھکا نا پڑا ' لیکن جو تلوار اعداے ملت کے دلوں میں اترنے کے لئے بلند ہوئی تھی ' مشکل تھا کہ آزادی وطن کی امیدوں کو قطع کرکے آسانی سے جھکادی جاتی ' امیر عبد القادر نے اطاعت سے انکار کر دیا ' اور مراکش چلا گیا ' وہاں کچھ دنوں تک اپنی جمعیت بہم پہنچاتا رہا - پھر سنہ ۴۳ اور سنہ ۴۴ میں متواتر فرانسیسی فوج پر دو حملے کئے ' مگر اب قدرت کا فتوا اسکے خلاف صادر ہو چکا تھا - دونوں مرتبہ حریف کو شدید نقصان پہنچانے کے بعد شکست ہی ہوئی - بالآخر جب ہر طرف سے مجبور ہوگیا ' تو قطعی آمل سے صلح کرنے کے سوا اور کوئی راہ نظر نہیں آئی - صلح کی پہلی شرط تھی کہ امیر سے بالکل تعرض نہیں کیا جائیگا ' اور اسکندریہ یا عکہ جانے کی اجازت دی جائیگی ' لیکن مسیحی تہذیب میں عہد کی پابندی کوئی چیز نہیں ' انگلستان نے نپولین کے ساتھ واٹرلو میں جو معاہدہ کیا تھا ' ویسا ہی معاہدہ تقدمہ کے میدان میں الجزائری سے بھی کیا گیا - جوں ہی امیر عبد القادر نے تلوار نیام میں رکھی ' معاً قید کرکے فرانس بھیجدیا گیا ' اور اسکے خاندان اور حرم کی عورتوں کی بے حرمتی کرکے ' آتش انتقام بجھائی گئی - اس منظر کی تصویریں ابتک پیرس کے ایوانوں کی آرایش ہیں - پانچ سال تک سخت سے سخت اذیتیں جو کسی قیدی کو یورپ کے قید خانوں میں دیجاسکتی ہیں ' وہ سب اس وطن پرست کو نصیب ہوئیں ' جب الجزائر کی تمام ملکی طاقت فنا کردی گئی ' اور خوف و ہراس کا کانٹا دل سے نکل گیا ' تو لوئیس نپولین کی رحم دلی نے اسے آزاد کرادیا ' پہلے برسہ گیا ' پھر کچھ دنوں اور ملکوں کی خاک چھانی - دل کی سراسیمگی اور وارستگی نے ہر جگہ برانشفتہ رکھا - بالآخر دمشق میں گوشہ نشینی اختیار کی - اور سنہ ۱۸۸۳ میں الجزائر کی ہزار سالہ عظمت اور اسلامی جبروت کی طرح ' اپنے وجود کو سپرد خاک کر دیا *

* * *

اسلامی عروج و زوال کے ہزاروں افسانہاے حسرت میں سے یہ ایک چھوٹی سی کہانی تھی ' جو اس طرح ختم ہوگئی ' اپنی سرگذشت ادبار کی اسکو گویا ایک سطر سمجھئے ' ہم نے کتنے سکندر اور نپولین پیدا کئے ' جنکے اعجوبہ کارناموں کے نشان دنیا کے چپے چپے پر نمایاں ہیں ' ہماری سرزمین اقبال پر جب شجاعت و کمال کا ابر گرجتا تھا ' تو اسکے ہر قطرے سے سینکڑوں امیر عبد القادر پیدا ہوتے تھے ' لیکن سچ یہ ہے کہ ادبار و ہلاکت کے چہرے پر ذکر اقبال کا غازہ زیب نہیں دیتا و بلوناہم بالحسنات والسیئات ' لعلہم یرجعون ۷ : ۱۶۸ و ان فی ذلک لآیات ' و ما کان اکثرہم مومنین ۲۶ - ۶۸ *

حیات بعد الممات

امیر عبد القادر کے ان کارناموں کو ستر سال گذر گئے ' اور الجزائر کی جدوجہد کی سرگذشت افسانۂ کہن ہوگئی ' لیکن تاریخ ہمیشہ اپنے صفحات دہراتی ہے ' اور بہت سی زندگیاں ہیں جو ایک بار مرکر پھر بار بار جی اٹھتی ہیں ' تقریباً ایک صدی کے بعد اسی شمالی افریقہ کے دوسرے حصے میں اٹلی فرانس کی جانشینی کیلئے مستعد ہوئی ' تو الجزائر کی وطنی جدوجہد کی ابتدائی تاریخ جلد جلد اپنے صفحے دہرانے لگی *

امیر علی پاشا الجزائری

امیر عبد القادر آج طرابلس کے عثمانی کیمپ میں پھر زندہ ہوگیا ہے وہ اپنے تمام محیر العقول اوصاف - عمدیہ کے ساتھ اپنے خلف الصدق ' امیر علی پاشا الجزائری کی صورت میں موجود ہے ' جنکی جانفروشیوں اور شجاعانہ حملوں سے الجزائر کی تاریخ گویا پھر عود کر آئی ہے *

جنگ طرابلس کا جب اعلان ہوا ' تو امیر موصوف شام میں مقیم تھے ' انہوں نے اسی وقت ایک عرضداشت سلطان المعظم کی خدمت میں بھیجی ' اور طرابلس جانے کی اجازت طلب کی ' عرضداشت کے آخری الفاظ یہہ تھے کہ *

" میرے والد مرحوم امیر عبد القادر نے فرانس کا تیس سال تک مقابلہ کیا تھا ' یقین فرمائیے کہ کم از کم پندرہ سال تک تو میں بھی طرابلس کی خاک کو ہاتھہ سے نہیں دیسکتا " *

انکے پہنچتے ہی مجاہدین میں ہمت و شجاعت کی حیات تازہ پیدا ہوگئی ' اور تمام قبائل طرابلس نے جوش و خروش کے ساتھ خیر مقدم کیا ' انکے جوش جہاد ' اور حب ملۃ و وطن کا یہ حال ہے ' کہ جس دن اپنے قافلے کو لیکر پہنچے ' بغیر کسی آرام و توقف کے مصروف کار زار ہوگئے ' صبح کاذب کی تاریکی میں نعرہ ہاے اللہ اکبر کی ایک نئی گرج نخلستان بنغازی سے پیہم اٹھی ' اور طوفان ہلاکت بنکر اٹالین کیمپ کے اوپر نمودار ہوئی ' یہ گویا

ایک جلیل القدر مجاهد کے پہنچنے کی سلامی تھی ' جس نے حریف کی چھاؤنیوں میں اسکا اعلان کردیا - هو الذي انزل السكينة في قلوب المؤمنين ليزدادوا ايماناً مع ايمانهم ' و لله جنود السموات و الارض ' و كان الله عليما حكيما ۴۸ - ۲۶ *

۲۰ مئی سے ۱۰ جون تک قسطنطنیه میں جو خبریں پہنچی هیں' ان میں خاص طور پر امیر موصوف کی فتحیابیوں کا ذکر هے' لیونس کے فرنیم ' اور ترکی و مصر کے عربی و ترکی اخبارات میں خود انکے بھیجے هوے مراسلات بھی چھپ رهے هیں' اخبار اقدام کی چٹھی' میں اپنی تمام معرکه آرائیوں کا نهایت دلچسپ حال لکھا هے ' هم انکے مراسلات کا اقتباس همیشه دیا کرینگے *

* * *

پہلی مئی تک وہ علاوہ چھوٹی چھوٹی لڑائیوں اور مقابلے کے آٹھه عظیم الشان معرکوں میں شریک ' اور ان میں سے اکثر کے امیر اعلی رہ چکے تھے - یه کتنے تعجب کی بات هے که روما کا جو تقسیم کرنیوالا دفتر اپنے شریفانه روایات میں بظاهر اسے بالکل بے خبر هے !

" بنغازی " میں انکا اولین معرکه نهایت حیرت انگیز ' اور اس نصرة الهي کی ایک پر عظمت مثال هے ' جسکی نظیر گو طرابلس کے میدان میں کمی نہو ' مگر دنیا کی تاریخ میں نایاب هیں ' وه صبح کی مقدس تاریکی میں اپنے ساتھیوں اور مجاهدین طرابلس کی ٹکڑی لیکر چل کھڑے هوے ' مجموعی تعداد تین سو سے زیاده نه تھی ' اور منزل مقصود غیر معین ' کیونکه اسی شب کو یهه قافله طرابلس پہنچا تھا ' اور دشمن کی نقل و حرکت کے متعلق کوئی عمده خبر عثمانی کیمپ میں موجود نه تھی' شوق شهادت و ولوله شجاعت نے اتنی مهلت نه دی ' که کسی مناسب حملے یا اتفاقی مقابلے کا انتظار کیا جاے بغیر کسی علم و انتظام کے دشمن کی تلاش میں روانه هوگئے *

طلوع آفتاب کے ساتھه هی دشمن کی موجودگی کے نشانات رهنمائی کرنے لگے ' معاً پوری جماعت تین ٹکڑوں میں منقسم هوگئی ' اور سو مجاهدین کا صرف ایک ٹکڑا متجسس و متلاشی آگے بڑھا ' تھوڑی هی مسافت ابھی طے کی تھی ' که گھوڑوںکی ٹاپوں اور هتھیاروںکی جھنکار نے بتلادیا که انھیں اب کیا کرنا هوگا ' قرائن سے معلوم هوا که نمودار هونے والا گروه دو تین هزار سے کسی طرح کم نهیں ' اتنے بڑے مقابلےکی یہاں کسی کو امید نه تھی ' ایسی حالت میں محفوظ طریقه تو یه تھا ' که کمینگاه میں چھپ کر بیٹھه جاتے ' اور جب دشمن بے خبر آگے بڑھجاتا ' تو عقب سے حمله آور هوکر ایک مقابلے کے بعد نکل جاتے ' لیکن " امیر عبد القادر " کے جانشین نے سر زمین جهاد کے مقدس میدان میں اپنی اولین ضرب شمشیر کو بزدلانه کام میں لانا پسند نهیں کیا ' پوری جماعت راسته روک کر وهیں کھڑی هوگئی ' اور صبح کی خوشنما فضائے روشن میں جاندادگان راه شهادت ، نصرة الهی کا انتظار کرنے لگے ' و کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله ' و الله مع الصابرين ۳ ۹۶ *

دشمن کے انتظار کی گھڑیوں کا تذبذب و اضطراب نهایت خود انسانی جذبات کے ظهور کی انتهائی نمائش هے ' جسکی نظیر مومنوں کے دعائی جدوجهد میں ڈھونڈھے نهیں ملسکتی ' لیکن اس سے بھی بڑھکر ایک پر اثر واقعه اس موقع پر ظاهر هوا ' جسے شاید صرف اسلام هی کی تاریخ پیش کرسکتی هے ' اگر طرابلس سے اسکی تمام عظیم الشان فتح یابیاں چھین بھی لی جائیں جب بھی یهه واقعه اسکی لازوال اور مقدس عظمت کی شهادت کے لئے کافی هے *

مومنوں اور مسجدوں کی عزت اگر زیاده هوں تو بجا هے ' اور انسانی کلوں کے هاتھه بانوں یا انکے هاتھه میں هوئی ' تو دیندوںکے بهت ' انسان کی عبادتگاهوں سے زیاده مقدس هوئے ' مگر اسکے شرف و تقدس کا معیار ' الهی اوصاف و ملکوتی اخلاق هیں ' اگر جسد انسانی بھی اپنے اندر آجائیں ' تو وه خونخوارانه معبدوں کے هزار سالوں سے زیاده افضل هیں ' لقد خلقنا الانسان في احسن تقويم ' ثم رددناه اسفل سافلين ۳۰ ۹۶ *

دوهزار مسلح دشمنوں کا گروه چند لمحوں کے اندر نمودار هونے والا تھا ' گھوڑوںکی ٹاپوں کی آواز ' اور هتھیاروںکی جھنکار اب صاف صاف سنائی دینے لگی تھی ' مجاهدین کی تعداد سو سے زیاده نه تھی ' کسی طرح کی حفاظت اور پوشیدگی کا موقع نه تھا ' بے نیام تلوارین سروں پر چمکنے کیلئے آرهی تھیں ' دو هزار گولیوں کی جگر شگاف بارش ایک لمحه کے اندر سو انسانی ڈھانچوں کو ڈھا سکتی تھی ' گویا حیات و ممات کی تمام باهمی مسافت لپٹ کر ایک لمحه کے نقطے میں سمٹ گئی تھی ' لیکن نه سخت و نازک وقت ' نه یکسر خوف و هراس ' نه مناظر وحشت و اضطراب ' نه معائنۂ موت و هلاکت ' کوئی بھی چیز اس مومن مخلص کو فاطر السماوات والارض کی عبادت سے باز نه رکھه سکی ' اور اپنے قافلے کی تمام جماعت کے ساتھه نماز میں مصروف هوگیا ! خدا نے ان بندوںکی تعریف کی تھی ' جنکو تجارت و کار و بار دنیوی کا انهماک ذکر الهی سے مانع نهیں ' رجال لا تلهيهم تجارة و لا بيع عن ذكر الله ' مگر یه وه بندے هیں جو دشمن کی تلواروں کے سائے میں بھی اسکی بندگی سے غافل نهیں هوسکتے ! یه اسلام کے دور اول کی خصوصیات تھیں' جنکو خاک طرابلس نے آج پھر زنده کردیا هے

* * *

الله اکبر ! یه بھی کیا منظر تھا ' که ایک طرف تو بے نیام تلوارین اور بندوقوں کی کرچیں فضا میں چمک چمک کر ظلم و یزدان فراموشی کا اعلان کر رهی تھیں' دوسری طرف وه گردنیں ' جو اعلاے کلمة الحق ' اور حفظ ناموس الهی کی راه میں کٹنے کیلئے بلند کی گئیں تھیں' ماسوی الله سے بے خبر و غافل هوکر' بیخودانه درگاه الهی میں جھکادی گئی تھیں !

امیر علی مع اپنے ساتھیوں کے نماز میں مصروف تھے اور پچاس مجاہد نگرانی و حفاظت میں، و اذا کنت فیہم فاقمت لہم الصلوٰۃ فلتقم طائفۃ منہم معک و لیأخذوا اسلحتہم فاذا سجدوا فلیکونوا من ورائکم ۱۰۲ : ۴ - صفیں دونوں کی تھیں لیکن ایک خدا کی بندگی میں مصروف تھی اور دوسری خدا کیلئے اسکے دشمنوں کی نگرانی میں، یکایک دشمنوں کا گروہ عظیم نہایت قریب سے نمودار ہوا ، اسکی کثرت تعداد ، ضروریات جنگ سے تکمیل، ہر طرح کی آمادگی و مستعدی سے معلوم ہوتا تھا ، کہ محض موجی نقل و حرکت نہیں ہے، بلکہ ایک سخت حملے کا ارادہ کیا گیا ہے جو عثمانی کیمپ کے قرب و جوار میں دن صرف کرکے رات کی تاریکی میں کیا جاتا ، نماز ابھی ختم نہیں ہوئی تھی اور صرف پچاس آدمی حملے کا جواب دیسکتے تھے ، دشمن نے اپنی قلیل جماعت کو سامنے دیکھکر اور ان میں سے بھی نصف کو بیکار پاکر اس زور سے نعرۂ شادمانی بلند کیا ، گویا روما کا خزانہ مع اوسکے نئے قرضوں کے جو فرمان الحاق طرابلس کی قیمت میں دیا گیا ہے چند لمحوں میں واپس ملنے والا ہے !

لیکن مجاہدین کے بیباکانہ نعرۂ اللہ اکبر کی گونج نے انکو خوش ہونے کی زیادہ مہلت نہ دی ، وہ ابھی کسی قدر فاصلے پر رک کر کھڑے ہوے تھے کہ معاً وسط پچاس آدمیوں نے برق کی سرعت سے اونپر حملہ کردیا ، اور گویا چھوٹی چھوٹی پچاس کشتیاں دو ہزار سپاہیوں کے سیلاب میں تیرنے لگیں، انکی اس جسارت اور تیزی نے تھوڑی دیر کیلئے تمام لشکر کو مبہوت کردیا اور حیرت و تعجب نے سب کے ہاتھ پاؤں شل کر دیے، لیکن اس عرصے میں پچاس مردوں نے اپنے سے دگنی تعداد کا خاتمہ کردیا تھا *

* * *

ہنگامۂ رستخیز بلند ، اور شور دار و گیر سے صحرا گونج رہا تھا ، مگر نماز پڑھنے والوں نے پوری جمعیت خاطر سے نماز ختم کی ، اور امیر علی مع اپنے پچاس ساتھیوں کے اس ولولۂ شہادت اور جوش جہاد کے ساتھ ، جسکے اضطراب نے انہیں رات بھر انتظار کرنے کی بھی مہلت نہ دی تھی ، دوسری مرتبہ تکبیر جہاد بلند کرتے ہوے، صاعقۂ ہلاکت بنکر صف اعدا پر ٹوٹ پڑے *

دشمن کے محسوس ہوتے ہی سو سو مجاہدین کی دو جماعتیں جو مختلف جہات میں بصورت طاقت محفوظ رکھدی گئی تھیں، تھوڑی دیر کے بعد آگئیں اور ان میں سے پہلا گروہ بھی نعرۂ تکبیر سے دلوں کو لرزاتا ہوا آموجود ہوا ، اور اب دو سو مجاہدین مصروف پیکار ہوگئے ، علی نظمی بک ، جو قسطنطنیہ سے مرکزی ہلال احمر کے پہلے وفد میں روانہ ہوے تھے ، اپنی چٹھی میں لکھتے ہیں

" اگر شجاعت و جاں فروشی، عزم و استقلال ، وطن پرستی اور حفظ ناموس ملت کا خون قیمتی ہے ، تو دنیا میں کون حساب کرسکتا ہے کہ طرابلس کی خاک کے ذروں کی کیا قیمت ہوگی ؟ تاریخ دنیاے قدیم کے جن تعجب انگیز واقعات کی تقدیس کرتی ہے ، انسانی فضائل و جذبات کے جن کارناموں کے احترام میں اپنے قیمتی سے قیمتی صفحے دیدیتی ہے ، اور پھر کبھی کبھی گذری ہوئی دنیا کے جن محاسن و کمال کی یاد میں حسرت کے آنسو بہاتی ہے، آج طرابلس کی زندگی کے ہر ساعت بلکہ ہر لمحہ میں ہم اپنی آنکھوں سے اپنے سامنے دیکھہ رہے ہیں، امیر علی جزائری کے پہلے معرکے میں دو سو انسان ان دو ہزار تربیت یافتہ سواروں سے ، (جنکی طاقت کے مقابلے میں بزدلی - اور ضعف و بے بسی کے مقابلے میں درندگی - فطرۃ اصلی ہے) بے خوف و ہراس لڑ رہے تھے، یہ کیا شیشے کا پہاڑ کی چٹان سے سر ٹکرانا نہ تھا ؟ لیکن حیران ہوں کہ جو کچھہ میں دیکھتا ہوں بیسویں صدی کی مادی فضا میں پرورش پانے والی دنیا کو کیونکر اسکا یقین دلاؤں ؟ اگر میں کہوں کہ شیشہ و سنگ کے تصادم میں اخر الذکر کے ٹکڑے ٹکڑے ہوگئے، تو یقیناً میں پاگل ہوں، مگر میں کہتا ہوں کہ دو سو صحرا نشین بدوؤں نے یورپ کے دو ہزار تربیت یافتہ سپاہیوں سے ، کامل چار گھنٹے تک آگے بڑھنے کی طاقت سلب کردی اور بالاخر شکست دی ، ایسی ذلت بخش اور رسواکن شکست، کہ سیکڑوں سپاہی سراسیمگی کے فرار میں ایک دوسرے پر گر کے اپنے ہی سواروں سے روندے گئے، اور جس قہر الہی سے بچکر بھاگنا چاہتے تھے، وہ بالاخر صورت بدلکر دامنگیر ہوگئی " *

دنیا ان واقعات پر شک کرے، یا تعجب، لیکن ہمارے لیے یہ سرگذشتیں کچھہ بھی مستبعد نہیں *

اگر وہ خدا زندہ ہے جس نے یوم بدر و حنین میں اپنی نصرۃ کی نشانیاں دکھلائی تھیں لیزدادوا ایماناً مع ایمانہم و للہ جنود السموات و الارض اور اس ناصری خدا کی طرح فنا پذیر نہیں، جسکو پلاطوس کی رومی عدالت کے فتوے نے مصلوب کردیا تھا ، و اللہ لا الہ الا ہو الحی القیوم، تو وہ آج بھی طرابلس کے میدانوں میں اپنی جنود نصرۃ کے ارسال سے عاجز نہیں ہے، بلی ! ان تصبروا و تتقوا و یاتوکم من فورہم ہذا یمددکم ربکم بخمسۃ الاف من الملائکۃ مسومین ۳ : ۱۲۲ *

علی بک اسکے بعد لکھتے ہیں :

اس گروہ میں ابتداے جنگ سے ہر فرد کی شجاعت و بے جگری یکساں و قدر مشترک اور اسکی سرگذشت میں بالتخصیص کیا لکھا جاسکتا ہے ؟ لیکن اس معرکے میں امیر عبد القادر کا خلف الرشید اول سے اخر تک ایک وجود طلسم تھا انسان خواہ کچھہ ہو - لیکن فولاد یا پتھر کی چٹان نہیں - اور اگر پتھر کے دس دس ٹن بھی ہوں تو بھی دو ہزار گولیوں کی مسلسل بارش انکو تھوڑی دیر میں جالی کی چادر بنادے، لیکن یہ صرف امیر جزائری کی بے جگری اور کاردانی تھی - جس نے دو سو دلوں کو اپنی مٹھی میں لیکر اسطرح داد شجاعت دی کہ ان میں کا ہر متنفس - اسکی طرف سے ہر دم پہنچنے والی روح شجاعت کی ایک مسلح صف اپنے یمین و شمال دیکھتا تھا - اور دشمنوں کے سمندر میں مچھلی کے طرح بے خوف تیرتا تھا - خود امیر علی کا یہ حال تھا کہ میدان جنگ میں چند لمحوں کیلئے

بھی اسکی جگہہ کی طرف کوئی اشارہ نہیں کیا جاسکتا تھا - رعد کی گرج کی طرح پیہم نعرہ ھاے تکبیر بلند کرتا اور پھر برق کی سرعت سے چمک کر دوسری جگہہ نمودار ہو جاتا - گویا ھمت و شجاعت نے اسکے دونوں طرف پر لگا دیے تھے - جسکی مدد سے اس فضائے خونین میں ھر طرف کے خوف و ھراس اورتا تھا اور بندوقوں اور رائفلوں کے نشانے اسکی سرعت پرواز کا ساتھہ دینے سے عاجز تھے ! ایک مرتبہ پندرہ بیس منٹ گذر گئے - اور وہ کسی طرف نظر نہیں آیا ! ساتھیوں کو یقین ہو گیا کہ اب کبھی واپس نہ آئیگا - افسر کی موت کا یقین ہمیشہ سپاھیوں کی ھمت پست کردیتا ھے - اور اکثر موقعوں میں تو بڑی بڑی فوجوں کو صرف ایسے ھی اتفاقات سے ھزیمت ھوئی - تاریخ کی قدیمی روایات میں امیر اعلی کے کام آجانے پر اسکے کپڑے لڑائی کے ڈھانچوں کو پہنا دیے گئے ھیں - مگر مسلمان مجاھدوں کا حاسہ ' انکی اور خصوصیات کی طرح اس بارے میں بالکل برعکس ھے - شدر کی شکست ' اسکی فتحیابی سے زیادہ خوفناک ہوتی ھے ' اسی طرح مسلمان مجاھد کو شکست کا یقین ' اور زیادہ تازہ دم اور بے پروا کر دیتا ھے - جوں ھی مجاھدین کو اپنے امیر جماعت کی شہادت کا یقین ہوا ' وہ نعرہ جنگ ' جسکی ھر تکرار اپنے اندر شجاعت و دلیری کی ایک حیات تازہ رکھتی ھے ' بلند کر کے ' ایک آخری جاں گسل حملہ کردیا کہ امیر اشکر کے بعد حیات زندگی اور کم ضروری ہوگئی ھے - یہ گویا بدر شجاعت کی دوسری موجوں کا طوفانی ھیجان تھا ' جس نے دو ھزار تن کے اس اطالی جہاز کو غرق کردینے کے لئے ' تہ و بالا کر دیا ' لیکن تھوڑی دیر کے بعد ایک جماعت صفیں درہم و برہم کرتی ھوئی دور تک نکل گئی تو دیکھا کہ امیر زندہ و سلامت ایک تودہ ریگ کی آڑ میں موجود ھیں ' البتہ دو گولیاں دولت شہادت کی سینے میں اماںت ھیں اور گو زخمی ھو چکے ھیں ' مگر قبضۂ شمشیر کے دولت کی دری سرعت کسی انسانی ھستی کو قریب سے گذرنے نہیں دیتی ---"

* * *

جو لڑائی کسی انسانی زندگی کے ماتحت ھے ' اسکی فتح و شکست کو بھی اس زندگی کے بقا و فنا پر موقوف ہونا چاھئے لیکن مسلمان مجاھدین کا دماغی قتال کسی انسانی ارادت کے ماتحت نہیں ہوتا ' بلکہ اس نصرت فرما حی و قیوم کی راہ میں ھے ' جسکے لئے کبھی زوال و فنا نہیں ! انکا دل دست الہی میں ایک آلۂ معطل ھے : یقلبها کیف یشاء - وہ کسی انسانی افسر کی نہیں ' بلکہ خدا کی فوج ھیں ' جسکو دشمن کا کوئی حربہ ' اور حربے کا کوئی نشانہ زخمی نہیں کرسکتا :

وان جندنا لهم الغالبون ۳۷ : ۱۷۳ - یہ وہ حزب الہی ھے ' کہ انسانوں کی تعداد قلیل پر حکم چلانے والے افسر بجاے خود رھے ' (جبل احد) کے دامن میں انہیں خود خدا کے بھیجے ھوے سپہ سالار اسلام (صلعم) کی خبر وفات سے آزماکر کہا گیا تھا

وما محمد الا رسول ' قد خلت من قبله الرسل - افان مات او قتل ' انقلبتم على اعقابكم ؟ و من ينقلب على عقبيه ' فلن يضر الله شيئا ' و سيجزى الله الشاكرين ۱۴۴ : ۱۳ *

یہ عظیم الخطر فتح ثابت کی الحقیقت حق اور صداقت کی بخشی ہوئی ما فوق العادۃ طاقتوں کا نتیجہ تھی جو اصطلاح قرآنی میں نصرۃ الہی کی جنود مخفی ھے و انزل جنودا لم تروها و عذب الذين كفروا ۹ - ۲۷ لیکن بظاہر امیر موصوف کی کاردانی اور دشمنوں کی اس بزدلی نے ' جو ھمیشہ ھزیمت اٹھانے کیلئے مستعد رھتی ھے ' اسکی تکمیل کردی - سب سے پہلے پچاس آدمیوں کا نظر آنا ' پھر تمام سے فارغ ہوکر امیر علی کا مع پچاس ساتھیوں کے حملہ آور ہونا ' ابھی سو تلواریں چمک ھی رھی تھیں کہ تازہ دم سواروں کی تیسری جماعت کا ناگہانی آپڑنا ' اور ایک لمحہ بھلا نے فرصت نہ دینا ! یکے بعد دیگرے یہ واقعات اس طرح پیش آئے ' کہ حیرت و تعجب نے رعب و دہشت سے ملکر دشمنوں کے حواس گم کردے - دو سو آدمیوں کو اس بے پروائی سے لڑتے اور بتدریج ظاهر ھوتے دیکھکر انہوں نے سمجھا کہ کوئی بہت بڑی کمک انکے پیچھے مخفی موجود ھے ' جو اسی طرح یکے بعد دیگرے ظاهر ہوکر قیامت برپا کردے گی - وہ اسی خوف وھراس کے تذبذب میں تھے کہ شمالی جانب کی تیسری سو آدمیوں کی جماعت کا نعرہ تکبیر دور سے سنائی دیا : وزلزلوا زلزالا شديدا رعب و اضطراب نے انکو یقین دلادیا کہ وہ غیر معلوم مخفی کمک سر پر آگئی ھے و زاغت الابصار وبلغت القلوب الحناجر - معاً تمام فوج میں گھبراہٹ پھیل گئی ' اور سب کے قدم اس طرح اکھڑے کہ باتیں دائیں بائیں تک اپنے دشمنوں کی صفوں سے گرتے چلے جاتے تھے مگر دم لیکر مقابلہ کرنے کی ھمت نہیں پڑتی تھی : فالله يؤيد بنصره من يشاء ' و ان في ذلك لعبرة لاولى الابصار ۳ : ۱۲

آئندہ نمبر میں امیر علی پاشا جزائری کی تصویر مع انکے بعض مشہور معرکوں کی تصویروں کے درج کی جائیگی اور پھر کبھی " احرار اسلام " کے کالم میں (امیر عبد القادر) مرحوم کے حالات مع تصویر شائع کر دے جائینگے *

عثمانی مجاھد طرابلس

یوز باشی جاوید بک

— • —

دنیا میں تلوار اور قلم ایک ھاتھہ میں کم جمع ھوتے ھیں ' تلوار کا آھنی قبضہ شاید اسقدر سخت ھے کہ اسکی گرفت کے بعد انگلیوں میں قلم کی گرفت کی صلاحیت باقی نہیں رھتی ! لیکن سرزمین اسلام کے اعجوبہ زار میں کونسی شے تعجب انگیز نہیں ؟ تخت حکومت ' اور بوریاے درویشی ! کلاہ فقر ' اور خلعت شاھنشاھی ! محراب عبادت ' اور ایوان سلطانی ! دبدبہ وسطوت اور عدل و مساوات ' دولت و تجارت ' اور توکل و قناعت ! اشتغال

دنیوی' اور زهد و عبادت؛ ترقیات مادی' اور تصفیهٔ روحانی؛ اعتماد نفس و تدبیر' اور تفویض و اعتقاد تقدیر؛ غرضکه سیکڑوں جذبات و اعمال همیشه باهم مخالف چلے آتے تھے' جنھوں نے سب سے اول اسکے جامع اضداد' دور خصوصیت میں ایک دوسرے سے معانقه کیا

منجمله انکے ایک بہت بڑی خصوصیت یه هے که تیغ و قلم کی مذهبی مخالفت مٹاکر دونوں کو ایک جگه جمع کردیا؛ ممکن هے که دیگر اقوام میں اسکی خال خال مثال ملے' لیکن اسلام کی تاریخ اسکی سیکڑوں مثالوں سے لبریز هے - اسکے دور عروج میں هزاروں تصنیفات جہاں مدرسوں کے سنگی حجروں اور مسجدوں کے گرد آلود صحنوں میں ترتیب دی گئی هیں' وهاں شاهی تخت و ایوان کے طلائی فرش' اور سپه سالار کے دفتر جنگ میں بھی خیام کے ساتھه قلمدان نے جگه پائی هے *

اسلام کی تاریخ میں فتنهٔ تاتار سے بڑھکر اور کوئی آفت نہیں آئی' سنه ۷۰۲ هجری میں جب (قتاو خان) نوے هزار فوج کے ساتھه شام پر حمله آور هوا' تو علامهٔ ابن (تیمیه) اپنے درس و تدریس کے حجرے میں مصروف تصنیف و تالیف تھے' لیکن حملے کی خبر جوں هی شائع هوئی قلم کی نوک دوز دو آنسو گراتے هوے' اسکو شمشیر جہاد کے قبضے سے بدل لیا' سلطان ناصر سے ملکر تمام ملک میں حفظ وطن و دفاع کی تحریک پھیلائی' اور ایک تجربه کار افسر فوج کی طرح مرج الصفر کے میدان میں داد شجاعت دیکر دشمنوں کو شکست دی *

(صقلیه) میں قاضی اسد کے جنگی کارنامے اس خصوصیت کی ایک مشهور مثال هیں *

یه سچ هے که اب صدیوں سے ان اسلامی خصوصیات کی مثالیں ناپید هیں' مگر اسکا سبب زمین کا نقص نہیں' بلکه نشو و نما پذیر تخم کی نا قابلی هے؛ انسان اپنے تمام جذبات و قوی کے ظهور کیلئے خارجی محرکات و موثرات کا محتاج هے' اور یہی طبعی احتیاج اسلام کی اصطلاح میں تقدیر اور اذن الهی هے' جسکے بغیر دنیا کا ایک ذره بھی هل نہیں سکتا؛ اسلام پر آٹھه سو صدیوں سے جو عالمگیر تنزل چھایا هوا هے' اسکا اصلی سبب یه هے که قوتوں کے ظهور و تحریک کیلئے سعی اولی کے جو حالات و اسباب میسر نہیں' ورنه اج بھی اسلام کی خاک وه لعل و جواهر اگل سکتی هے جنکی درخشندگی نے چشم عالم کو خیره کردیا تھا *

مگر خیالات سلسلهٔ سخن قائم رکھنے نہیں دیتا' جنگ طرابلس نے گذری هوئی باتوں کو پھر زنده کردیا هے' یه اسی کا نتیجه هے که اعلان جنگ کے ساتھه هی سیکڑوں اهل علم اور صاحبان درس و تدریس ترکوں نے قلم کی جگه شمشیر کا دست دیکھاتو

عثمانی دفتر جنگ کی میز کو عرضداشتوں سے بھر دیا؛ (مصر) سے والنٹیرونکی جو جماعتیں گئیں هیں' ان میں ایک بڑی جماعت مدرسوں کے طلبا' اور ارباب قلم کی بھی هے جو آج (درنه) اور (عزیزیه) کے میدان میں تربیت یافته سپاهیوں کی طرح لڑ رهی هے' العلم قاهره کا نامه نگار لکھتا هے که " ان مصری والنٹیروں نے اپنی شجاعت و کاردانی سے تمام عثمانی سپاه کو متحیر کردیا هے "

ایسے هی وطن پرست اور جاں نثار اسلام نوجوانوں میں (معارف) اور (درنه) کا مشهور معرکه آرا جاوید بک هے' جسکی (تصویر) آج اس کالم میں درج کی جاتی هے' جب اٹلی کے حملے کی خبر مشهور هوئی' تو یه فرانس میں مختلف علوم و فنون کی تکمیل میں مصروف تھا' لیکن جنگ کے اعلان کی

خبر سنتے هی اضطراب دلی سے بیقرار هوگیا: تمام اشغال چھوڑ کر فوراً فرانس سے تیونس آیا' اور وهاں سے سیکڑوں ترک و عرب افسروں کی طرح بھیس بدل کر حدود (طرابلس) میں صحیح و سالم داخل هوگیا *

اجکل کے ترک اهل علم میں اسکی خاص ممتاز هے' اکثر بلند پایه رسائل میں اسکے علمی مضامین شائع هوے اور تمام علمی حلقوں میں وقعت کی نظر سے دیکھے گئے' (انقلاب عثمانی) کے بعد جب اس نے اپنی مشهور تصنیف " تاریخ انقلاب سیاسی یورپ خصوصاً فرانس " دو ضخیم جلدوں میں شائع کی تو اسقدر مقبول هوئی' که تین سال کے اندر دو مرتبه هزاروں کی تعداد میں چھپ کر فروخت هوگئی: لیکن آج اسکی تصویر دیکھئے' تو فرانس کے کسی دار العلوم کی جگه مدرسه حربیه کا تربیت یافته جنرل معلوم هوتا هے *

(طرابلس) کے مختلف حصص کے اکثر معرکوں میں یه ابتدا سے شریک کارزار رها اور هر میدان سے ناموارانه و سر بلندانه پلٹا' اکثر موقعوں میں جب نہایت پر خطر اور مخدوش جنگی خدمات کی ضرورت هوئی تو سب سے پہلے اسی نے اپنی جگه سے حرکت کی' بارها ایسا هوا که بھیس بدلکر تن تنها نکل گیا هے' اور گھنٹوں اٹالین کیمپ کی سیر کرتا رها هے' ایک مرتبه کسی ایسے هی مخدوش موقع میں دشمنوں کے سخت محاصره میں آگیا تھا' لیکن اپنی بے جگری اور بے باکانه شجاعت کی وجه سے صاف بچکر نکل گیا *

درنه کے دو سخت معرکے تو اسی کی شہامت و دلیری سے سر هوے (انور بک) نے اپنی مراسلات میں چند بہادروں کے کارناموں کی خصوصیت کے ساتھه داد دی هے' ان میں دوسرا نام اسی صاحب تصویر کا هے متع الله الاسلام و المسلمین بحفظ وجوده و طول حیاته

کارزار طرابلس

شیخ سلیمان باروني [خلد اللہ] عرب مجاہدین کے ساتھ دشمن کا انتظار کر رہے ہیں *

مصر کی ڈاک

— . —

طرابلس کا پیغام

شیخ (سلیمان الباروني) عثماني پارلیمنٹ میں جبل غربي کی طرف سے ممبر ہیں ' اور منجملہ ان ملت پرستان غیور کے ہیں ' جنھوں نے آغاز جنگ سے اپنی زندگی غزوۂ طرابلس کے نذر کردي گذشتہ دسمبر میں جب وہ طرابلس پہنچے ' تو قبائل عرب میں جہاد کي تحریک ابھی نئی نئی شروع ہوئی تھی ' اور (انور بک) کسي رفیق و معین کے لئے نہایت مضطر تھے ' انہوں نے پہنچتے ہی ابتدائي ایک ماہ دورے میں صرف کیا ' اور جب واپس آئے تو مجاہدین عرب کے گروہ گروہ انکے یمین و شمال تھے ' آئندہ نمبر میں انکے متعدد معرکونکي تصاویر (الہلال) میں درج کي جائینگي *

۶ جون کو انہوں نے مقام دهیبات سے مندرجۂ ذیل تار ترکی کے تمام اخبارات کے نام روانہ کیا ہے جو در اصل طرابلس کا تمام عالم اسلامي کے نام پیغام ہے :—

" میں کامل وثوق ' اور پورے یقین کے ساتھ کہتا ہوں ' کہ ہمارے دشمنوں نے ناکامي کے سوا اور کچھہ نہیں دیکھا ' انکو ایک دن کیلئے بھي فتح و نصرۃ نصیب نہیں ہوئي ' اور نہ کبھي آیندہ ہو سکتی ہے ' وہ خداے بزرگ و توانا کی مدد سے ہمیشہ مقہور و مخذول رہیں گے *

دشمن چھہ مرتبہ اسے نہایت مہلک و مہیب قواے جنگ کے ساتھہ نکلا - اور خشکي و تری - دونوں جانبوں سے ہم پر مسلسل آگ برسائي گئي - لیکن الحمد للہ کہ ہر مرتبہ ناکام و خجل ہوکر واپس گیا *

۲۰ مئی کے معرکے میں - میں خود شریک تھا - میری آنکھوں نے مجاہدین کے عزم و ثبات کا جو مرقع دیکھا - اسکو مدۃ العمر فراموش نہ کرسکونگا - وہ عقلوں کو متحیر کرنے والا - اور عثماني مفاخر کیلئے ایک نقا بخش منظر تھا *

جب میں (مرزا) اور (جنزور) کی خندقوں کو دیکھنے کیلئے نکلا تو گویا انساني فضائل کے مجسمے میرے سامنے ابھرتے تھے - جب لوٹا تو مجاہدین کی حمیت و حماسہ - اور وطن پرستي و جان نثاري کے مناظر نے میری آنکھوں میں فخر و مباہات کی ٹھنڈک پیدا کردي تھی - اور دل مسرت و سعودي سے قابو میں نہ تھا -

عثمانی شان کی عظمت - اور خلافۂ عظمی کے شرف کے تحفظ کیلئے - مجاہدین کے خود فروشانہ اعمال تاریخ عالم میں ہمیشہ یادگار رہیں گے *

اے غیرت مند عزیز بھائیو ! تم آج ایک ایسے فیصلہ کن دن کي صبح میں ہو - جسکی شام کے بعد پھر کچھہ نہیں ہے - انساني قلوب کي قسمت آج تمہارے ہاتھوں میں ہے - تم چاہو تو انہیں مسرت و انبساط کے بہشت میں پہنچادو - اور چاہو تو ہمیشہ کیلئے حسرت و الم کا ماتم کدہ بنادو - یہی دن ہے - کہ تو ملت اسلامی اوج عظمت و علا پر چمک سکتی ہے - یا ہمیشہ موت و فنا میں قیامت تک کیلئے گمنام ہو جاسکتي ہے - ہاں - یہي آخري یوم الفصل ہے - جسکو دونوں حالتوں کیلئے حد فاصل یقین کرو - یا جنگ طرابلس کا خاتمہ یا خلافت عثمانیہ کے تقسیم کا فاتحہ *

میرے عزیز بھائیو - ہم کو مت چھوڑو - اور نہ یہ بھولو کہ ملت کی سلامتي کے لئے اپنی زندگي کو فدا کرنا حکم الہي ہے - اور اُسنے اسکے باعث قدم بندونکی نصرت کا وعدہ فرمایا ہے - اگر اطالي اپنے ظلم و اعتدا سے باز نہیں آئے تو ساحل کی پاسباني اب تک کرینگے ؟ یہ نا گزیر ہے کہ انہیں اپنے ذخائر رسد اور سامان جنگ کو داخلی حصے میں منتقل کرنا پڑیگا - اور پھر اوس کے بعد ہماري ایک ہی فیصلہ کن اور محکم ضرب ان کے لئے فیصلۂ قضا کا کام دیگي

لیکن اگر خدا نخواستہ تم صلح پر راضی ہوگئے ' تو ہمارا وثوق و اعتماد تم پر سے جاتا رہیگا اور اپنے شرف و وقار کے ساتھہ ہمارے دلوں کو بھی زخمی کروگے فرض کرو کہ تمہاري غیرت نے اسے گوارا بھی کرلیا ' لیکن بتلاؤ کہ اسکے بعد دنیا کي آزاد قوموں ' اور تمام مشرقی ممالک کے آگے کیونکر اپنے چہرے کو بے نقاب کرسکوگے ؟ علی الخصوص تمام عالم اسلامي کی اُن نگران آنکھوں کو

کو کیا جواب دوگے جو تم سے تمہاری حکومت اور پارلیمنٹ نہیں بلکہ اسلام کے شرف و عظمت کا مطالبہ کریگی ؟

ہم عثمانی پارلیمینٹ کی موجودہ شکست سے کچھ نہیں مانگتے ۔ مگر یہ کہ وہ (طرابلس الغرب) کو ہاتھ سے نکلنے اور اگر تم نے مجبور چھوڑ دیا تو اس اوار کو صدائے تقدیر کی طرح بلند رکھو کہ ہم سب اپنے تمام سرفروشان جاں‌دادگان شہادت کے اس لوائے مقدس شرف کے نیچے ثابت قدم رہیں گے جسکو (عثمان اول) نے اپنے کاندھے پر رکھا تھا اور پھر (محمد) فاتح نے قسطنطنیہ عالم میں بلند کیا تھا *

تلوار اب ہمارے ہاتھ میں ہے اس وقت تک جدا نہیں ہو سکتی جب تک ان دو چیزوں میں سے ایک ہمارے ہاتھ میں نہ ہو - یا دائمی شرف کا جام شہادت تلوار ہم پر اٹھائی گئی ہے اور اب تلوار ہی آخری فیصلہ کرے گی ہم نے سب کچھ اس خدائے لایزال کے اعتماد پر ترک کا دعوا کیا ہے جو اپنے بندوں کی طرح مظلوموں کو نہیں چھوڑتا *

طرابلس باوجود ہر لحاظ سے مفلس ترین ولایت عثمانی ہونے کے اتنی مہینے تک میدان مدافعت میں مستقل اور ثابت قدم رہا اور اسی طرح انشاء اللہ آخر تک رہے گا - دشمنوں کو صحیح بر مہر ہے اور اس میدان قتال کے تمام احیاء و اموات اسکے اثبات و تائید میں متفق ہیں *

اطالی اس کوشش میں ہیں کہ ... عرب بدوؤں کی ایک جماعت کو رام کریں اور انسے ایک ملکی رسالہ ترتیب دیکر کسی طرح عربوں کے حملوں سے بچ سکیں ! اب ایک جماعت اس طرح کی طیار ہوگئی ہے ان میں سے ہر شخص کو چھ گنی ماہوار تنخواہ دی جاے گی *

پہلی مرتبہ یہ رسالہ نکلا - دو پیادہ اطالی رجمنٹیں بھی اسکے ساتھ تھیں - اطالیوں نے بہت جلد فتح کی خبر سنی تھی - عثمانی چھاؤنی میں ہر طرف خوشی پھیل گئی - عربوں کے بعد شکار کے ہاتھ آنے سے کون شکاری ہے جو خوش نہوگا ؟ لیکن افسوس کہ یہ خوشی زیادہ عرصہ تک قائم نہیں رہی *

اطالی دستہ عرب رسالے اور پیادہ اطالی رجمنٹ سے مرتب ہو کر نکلا ، لیکن ابھی راہ ہی میں تھا کہ مجاہدین کی ایک دورہ کرنے والی ٹکڑی سے مڈبھیڑ ہوگئی - یہ گشت لگانے والی جماعتیں عموماً چھوٹے چھوٹے گروہ ہوتے ہیں اور جب موقعہ ملتا ہے دشمن کی تلاش میں نکل جاتے ہیں - یہ لوگ بھی کوئی ترپ تعداد میں نہ تھے لیکن انکا ہر فرد جنگجو باو اور ناممکن مسخر

(عزیزیہ) میں عثمانی کیمپ

تھا - انہوں نے جب دیکھا کہ دشمن اپنی پوری قوت اور سامان کے ساتھ آرہا ہے - تو فوراً زمین کے نشیب و فراز اور ریگستانی ٹیلوں میں گوشہ گیر ہوگئے - اور ایک ساتھ بندوقوں سے آگ برسانی شروع کردی - چند لمحے ابھی پورے نہیں گذرے تھے کہ اطالیوں کے ہوش پراگندہ ہوگئے اور تمام فوج نصف دائرے کی صورت میں ہو کر اس تیزی کے ساتھ - جو انسانی طاقت میں ہے - اپنے کیمپ کی طرف روانہ ہوگئی *

یہ گویا ایک مختصر تماشا تھا مگر اس تماشے میں بھی ۷ اطالی - اور ۷۰ وطن فروش عرب - جو انکے ہمراہ تھے مقتول ہوے *

طرابلس الغرب میں مہینوں سے جنگ و قتال کی جو چکی چل رہی ہے - اسکے ایک دور جزئی کا یہ نمونہ تھا جس سے اٹلی کے قبضۂ طرابلس کی امیدوں کا اندازہ کیا جا سکتا ہے - یہ ان متمدن حلقوں کی سیر کیلئے ایک نہایت دلچسپ تماشاگاہ ہے جو طرابلس میں اٹلی کو محض تہذیب و تمدن کی تعلیم کیلئے حملہ آور دیکھ رہے ہیں ؛ حالانکہ وہ آج صحرا نشین بدوؤں کو درس شجاعت دینے سے بھی عاجز ہے !

اس نے ہر میدان میں شکست کھائی اور اپنے دوربین آلات نارہ کی شب و روز مسلسل بارش اور کھلے ہوے معرکے سر کیے - وہ باوجود اپنے اس جنگی سامان کے ساحل چھوڑ کر ایک قدم آگے بڑھنے کی ہمت نہیں کرسکے اور اپنے مظلوم حریف کے رعب و داب سے اپنے قلعہ نما خندقوں کے اندر لرزتے رہتے ہیں

یہ (طرابلس) کا پیغام ہے جو میں حکومت دارالسلطنت اور تمام ملت عثمانی کے نام روانہ کرتا ہوں (سلیمان الباروني) *

میدان جنگ سے موسیو کولیدرا کی چٹھی

قاہرہ کے فرانسیسی اخبار (مالپول) کا ہیرو برادر موسیو (اولدرا) میدان جنگ سے لکھتا ہے :-

"جنگ کے میدانوں میں حوادث و واقعات کب اور کس دن نہیں ہوئے ؟ لیکن کل (...) میں ایک ایسا واقعہ گذرا ہے جس نے طرابلس میں لڑنے والے اطالیوں کے خصائل و عادات اور حقیقت واقعہ کو بالکل بے نقاب کردیا - یہ ایک ایسی کھلی حقیقت ہے جسکی اسی طرح تکذیب نہیں ہوسکتی ، کیونکہ اپنے بات کی صحت و صداقت کو اپنی ضمانت پر پیش کرتا ہوں ، موجودہ حالات و حوادث کی صادق زبان بجاے خود انکی

طرف ایک نظر ڈال لی ہے اور کبھی کبھی ایک دو سپاہی خیمہ سے باہر بھی آکر نظر آتے ہوگئے ہیں *

(انور بک) بدستور جنگ کی مرحلوں کا پورا وقت سپاہیوں کی تعلیم اور شہر کی فوجی اور ملکی حالت کی اصلاح حال میں صرف کرتے رہتے ہیں - کلدانی مصطفی بک بھی انکے همراہ همیشہ غیر معلوم اعمال و اعمال میں شب و روز مصروف رہتے ہیں - تمام کاموں میں رازداری انتہا درجہ کی ہے - سوا انکے اور انکے خاص و مخصوص کے ممکن نہیں کہ عثمانی کیمپ کے عام لوگ بھی واقف ہوسکیں

اچھے دو مشقت کاموں سے فارغ ہوکر عثمانی کیمپ کے تمام لوگ آلات موسیقی کے گرد جمع ہو جایا کرتے ہیں - تا کہ نغمات جذبات انگیز و ملعب زیبا سے ایک ہی وقت میں جوش اور سرور دونوں حاصل کریں - انکا موسیقی کیا کہ بھی عبادت ہوا ' اور دل و دماغ کو بے قابو کردینے والا ہے ' وہ ہمارے ہندی گیتوں کی طرح محض قومی و ملکی مفاخر کی موسیقی ہی نہیں ہے ' بلکہ حریت و وطن پرستی کی ایک دل میں اتر جانے والی صدا ہے ' جسکی تاثیر میں قوم و ملک کی تعریف خارج نہیں ہوسکتی - عثمانی کیمپ میں کوئی شخص ایسا نہیں ہے جس نے کہ بعض کہ سیکھنے لئے ہوں حتی کہ جرمن افسر بھی تعلیم پاکر اس سے همیشہ ذوق و لذت حاصل کرتے رہتے ہیں *

الشیخ الشریف احمد السنوسی

هدیۂ سلطانی کے جواب میں خط انور بک کے نام

پچھلے دنوں اعلی حضرت (سلطان المعظم) نے شیخ احمد السنوسی کیلئے ایک مرصع شمشیر بطور هدیۂ سلطانی کے بھیجی تھی - یہ شمشیر خاندان آل عثمان میں اعلی سے اعلی جلالت و منزلت کا نشان سمجھی جاتی ہے اور (سیف سرف) کے لقب سے موسوم ہے ' اسکے عطیہ سے بڑھکر اور کوئی عزت نہیں جو کہ خلافت عثمانی کی جانب سے کسی کو ملسکتی ہے

اس ہفتے کی مصری ڈاک میں شیخ موصوف کے اس خط کی نقل آگئی ہے جو انہوں نے اس هدیۂ سلطانی کے جواب میں (انور بک) کے نام بھیجا ہے اور شیخ کی غیرت اسلامی اور حمیت دینی کو اسکے ہر لفظ سے ظاہر کرتا ہے - وہ لکھتے ہیں :

" من کا تبه عبد ربه و خادم استاذہ السید المهدي احمد الشریف السنوسی الخطابی الحسنی - الی حضرت شمس المعالی والذي اضاءت به نواحیها - و البدر الذي تهتدي به ساریها - الفر میدان العلم انور بک نورہ اللہ و نور به الاسلام *

بعد حمد و صلواۃ - اپکا مکتوب گرامی پہنچا جو محبت و داد کے دُرا ہیں ساطعہ ' اور حضرت ذات شاہانہ کے اس التفات واحسان کے دلائل واضحہ پر مشتمل تھا جو میرے حال پر مبذول ہے خدا تعالی اپنی نصرۃ سے همیشه خلیفۂ اعظم کی تائید فرمائے آمین *

همیشہ اسکے ظل عاطفت میں رعایا امن اور راحت حاصل کرے اور اسکے فضل و احسان سے همیشه ممتع ہوتی رہے شریعۃ محمدیہ اسکی حمایت سے ایک ایسا تختۂ گلستان رہے جسکی بہار کو خزاں کے حملے سے خوف نہو - اور ملۃ بیضاء اسکی جلال و قوت سے اس طرح محفوظ رہے کہ اعداء و اجانب کے طمع و استیلا سے هراس نہو گمراہی و فساد اور فتنہ و نفاق اسکی سر زمین اقبال سے همیشه دور رہیں بقولہ تعالی : یا ایہاالذین امنوا اتقوا اللہ حق تقاتہ ولاتموتن الا و انتم مسلمون و اعتصموا بحبل اللہ جمیعا و لا تفرقوا - خداتعالی ہم کو اور آپکو اتباع کتاب وسنت کی توفیق دے اور اپنی نصرۃ موعودہ کا امیدوار رکھے - بقولہ تعالی - ان اللہ مع الصابرین -

ہم کو سید المرسلین (صلعم) کے اس فرمان پر یقین کامل ہے کہ " میری امت میں سے همیشہ ایک گروہ حق پر قائم و ظاہر رہیگا مخالفین اسکو کوئی ضرر نہیں پہنچا سکینگے یہاں تک کہ امر الہی کا وقت ظاہر ہو " خداتعالی نے ہم کو همیشہ اعلاء کلمۃ اللہ کیلئے مستعد رہنے کا حکم دیا ہے ' جیسا کہ فرمایا . ظلم کرنے والے کفار کو قتل کرو ' خدا تمہارے ہاتھوں سے انکو عذاب دلائیگا اور رسوا کریگا ' تم کو انپر فتح و نصرت دیگا ' اور مومنوں کے قلوب کو خوف و تزلزل کے عوارض سے شفا بخشیگا وہ خدا کے بھی دشمن ہیں ' اور تمہارے بھی دشمن ہیں " اور مع ذلک اعتماد جو کچھہ ہے وہ محض اللہ ہی کی نصرت بخشی پر ہے ' بقولہ تعالی " تم کفار پر تیر نہیں چلاتے تھے ' بلکہ خود خدا چلارہا تھا ' اور تم نے انہیں قتل نہیں کیا بلکہ خدا نے انہیں قتل کیا "

ان گذشتہ مسلمانوں کی حالت پر نظر رکھنی چاہئے جنہوں نے اعداء اسلام کے مقابلے میں مدتہائے مدید اور سالہائے دراز ایک ایک مقام پر بسر کردئے اور انکے صبر و ثبات میں فرق نہیں آیا ' مقابل خواہ کیسی ہی طاقت رکھتا ہو لیکن جنگ کی صبر و استقلال سے طوالت ' اسکو اپنی جگہہ پر قائم نہیں رہنے دیسکتی - اللہ تعالی ہم سب کو نہج قویم اور صراط مستقیم پر استقامت بخشے ' همیشہ اسلام کیلئے مسا عدو معاون ' ملت کیلئے دست قوي ' وطن کیلئے مونس و جان نثار اور اعدا کیلئے شمشیر برهنہ ثابت ہوں *

میری جانب سے اعلی حضرت کی جناب میں تحیۃ و سلام پہنچا دیجئے اور یقین کیجئے کہ میں خلوت و جلوت اور اوقات اجابت میں همیشہ آپ کے لئے دست بدعا ہوں *

(تحریر شب جمعہ ۸ - جمادی الاولی سنہ ۱۳۳۰ - المفتقر الی ربه الغنی احمد بن السید الشریف السنوسی) *

طلائی بخششیں بھی بیکار ثابت ہولیں ؟ وہ جسقدر سازشیں اور پر فریب کوششیں انکے ملانے کی کرتی ہے ' اتناہی انکی استقامت بڑھتی جاتی ہے : جسقدر اطالی جاسوس غداری کے پیغامات لیکر گئے انکو عربوں نے پکڑ کر (انور بک) کے پاس (درنہ) میں بھیجدیا اور جو کچھہ رشوت اپنے ساتھہ لائے تھے وہ بھی عثمانی کیمپ کے سپرد کردی - اس طرح کے واقعات سے انکو کوئی دن خالی نہیں جاتا ' یہ عثمانی کیمپ کی فتوحات بالائی کا ایک نہایت مفید ذریعہ ہوگیا ہے ' اگر کسی دن نقد روپیہ ہاتھہ نہیں آتا ' تو مضائقہ نہیں ؛ کیونکہ اسکی جگہ بکثرت ذخیرۂ رسد اور طرح طرح کی کھانے پینے کی قیمتی اشیا انکے پاس پہنچ جاتی ہیں اور عثمانی رسد خانے میں داخل ہوجاتی ہیں - تھوڑا عرصہ گذرا ہے کہ خود ہمیں اطالی کیمپ سے بھیجی ہوئی ' نہ اشیاء پر تکلف کھانی ہیں جو ایک دن بیشتر وہاں پہنچی تھیں - میں نے جنرل کمانڈر سے جب کہا کہ اطالی کیمپ کے ذرائع رسد کو کسی طرح مسدود کرنا چاہئے اور کہ اٹلی سے انہیں بغیر کسی روک کے بکثرت ذخائر پہنچتے رہتے ہیں ؛ تو اس نے کہا : ہرگز نہیں ' یہ تو خود اپنے ہاتہوں اپنا دستر خوان اولٹ دینا ہوگا *

ہر روز ہمارے لشکر میں اطالی جہازوں سے چھپی اور اوڑائی ہوئی طرح طرح کی قیمتی چیزیں اور جدید آلات و ادوات الاکثر ڈھیر کی جاتی ہیں - پچھلے آخری دنوں میں عثمانی کیمپ نے (طبرق) سے (درنہ) تک ٹیلیفون لگا کر دو ترے فوجی مرکزوں کو باہم متصل کردیا ہے ' آپ تعجب کریں گے کہ اسکے آلے جسقدر تھمبے گاڑے گئے ' وہ سب کے سب اطالی کیمپ کی فتوحات سے ہیں !

عثمانی ابھی ایک گولی بھی بیکار صائع کرنا نہیں چاہتے ' اور دشمن کی بزدلی سے انکو ضرورت بھی پیش نہیں آتی ؛ کیونکہ وہ ہمیشہ اپنے قلعوں میں متحصن رہتے ہیں اور خواہ عرب کتنا ہی چھیڑ چھیڑ کر نکالنا چاہیں مگر قدم باہر نہیں نکالتے *

عرب مجاہدین کی آجکل اسکے سوا اور کوئی آرزو نہیں کہ کسی طرح اطالی قلعوں سے نکلیں اور تھوڑی دیر کیلئے بھی جم کر مقابلہ کریں ؛ وہ امیدیں اور کوششیں کرتے کرتے تھک گئے ہیں زیر کوئی نہ کوئی چھوٹی سی جماعت نکلکر اطالین کیمپ کی طرف چلی جاتی ہے اور انکے قلعوں سے چند گز کے فاصلے پر پہنچکر اپنی تمام طاقت صرف کردیتی ہے کہ کسی طرح دشمن آمادۂ مقابلہ ہوکر باہر نکلے ' لیکن انہیں اسکے سوا اور کچھہ نہیں آتا کہ عربوں کو دیکھتے ہی توپوں کو شعلہ لگادیں ' اور یہی ایک کام رہگیا ہے جسمیں اب تقریباً لاکھہ اٹالین فوج مصروف رہکر ' اپنے ورود طرابلس کی قیمت وصول کررہی ہے *

لیکن اگر انکا خیال ہے کہ توپوں کی گھڑگھڑاہٹ سے انکا دشمن بھاگ جائیگا تو وہ سخت غلطی میں ہیں : کیونکہ عرب مجاہد ایک شدید جنگی طبیعت ہے جسکو بارود کی بو سے بڑھکر اور کسی چیز سے تفریح نہیں ہوتی - وہ جب دیکھہ لیتا ہے کہ گولہ باری اسکو نقصان نہیں پہنچا سکتی تو اسکی آواز کا شوق و کیفیت کے ساتھہ عادی ہوجاتا ہے ' یہاں تک کہ اگر کوئی دن اسکی صداؤں کے نغمات سے خالی جاتا ہے تو افسردہ خاطر ہوجاتا ہے *

اسکے جنگی خصائل میں یہ داخل ہے کہ اگر وہ زخمی ہوتا ہے تو زخموںکی مرہم پٹی کرکے معاً پھر میدان جنگ میں آکر مصروف کارزار ہوجاتا ہے : اور اگر زخم شدید ہوتے ہیں ' تو بھی صرف اتنی دیر کیلئے میدان جنگ سے غیر حاضر رہتا ہے جو معالجہ کا کم سے کم وقت ہوسکتا ہے اور پھر ہر حال میں جانبازی کا ولولہ اسکی پیشانی پر چمکتا رہتا ہے -

خلاصۂ احوال یہ ہے کہ عرب اور عثمانی ہمیشہ دشمن پر حملہ و ہجوم ' اور اٹالین ہر حال میں قلعوں کے اندر سے اپنا ذخائر جنگ خالی کرتے رہتے ہیں *

اٹالین خبر رسانی کی کمپنی کی بے تکان کذب بیانیوں پر حیران ہوں ' معلوم ہوتا ہے کہ عثمانی مقتولین و مجروحین کی تعداد لکھتے ہوئے ہمیشہ اعداد کی دہنی جانب کو نقطوں کے خط سے خوشنما بناتی رہتی ہے - میرے لئے اس امر کا ثبوت واعلان بالکل آسان ہے کہ وہ ہمیشہ دنیا کو دھوکا دیتی ہے اور اسکا کوئی میزان کذب و فریب سے خالی نہیں - میں جب سے پہنچی ہوں' عثمانی شفا خانوں میں شب و روز وقت بسر کرتی ہوں ہر لڑائی کے بعد جسقدر زخمی سپاہ واپس آتی ہے ' وہ مجھسے پوشیدہ نہیں رہسکتی ' میں عنقریب تفصیلی اعداد و شمار سے آپکو اطلاع دونگی اس وقت آپ اٹالین ایجنسی کی کذب بیانیوں کا اندازہ کر سکیں گے *

قسطنطنیہ کی ڈاک

صبح کے تار

نصرۃ الہی کا ایک معجزہ ' اطالیوں کی بے شمار ہلاکت

۳۱ - مئی کے معرکے کی تفصیل

از سیدی سعید ۱۰ - جون

۳۱ مئی کو (بوکماش) اور (فروہ) کے قریب سخت لڑائی ہوئی اطالی فوج کے تین حصے تین مختلف سمتوں پر نکلے تھے - ایک گروہ (سیدی سعید) کی طرف جا رہا تھا جسپر وہاں کے عربی کیمپ کے مجاہدین ٹوٹ پڑے' دوسرا گروہ (بوکماش) کی جانب نکلا ہی تھا کہ (صلیلہ) کے عربوں سے مڈبھیڑ ہوگئی ' تیسرا گروہ مغربی حصے کی طرف جو (تیونس) کی سرحد کی جانب واقع ہے جارہا تھا مگر (طویلۃ عزالہ) کے مجاہدین نے حملہ کردیا *

دشمن کی ان افواج کے ساتھہ پانچ موٹر توپیں تھیں اور پندرہ گاڑیاں' تینوں جانب سخت و شدید معرکہ ہوا وہ اپنی طبیعۃ ثانیہ کے مطابق تین گھنٹے سے زیادہ نہ ٹھہرسکے اور ایک یادگار و ذلیل کن شکست کے ساتھہ بھاگ گئے : لیکن مجاہدین کا ہیجان و غضب اب اس حد تک پہنچ گیا تھا جسکو روکنا انسانی طاقت سے

ظاہر تھا - وہ جاں باز جو اپنی موت کو اپنے دشمنوں کے وجود سے کم تحقیر نہیں سمجھتے ' محال تھا کہ مدت کے بعد ایک موقعہ پاکر دشمن کو میدان قتال میں سے چھوڑ دیتے - بھوکے شیر کی طرح مجاہدین کے گروہ بلا تحاشہ ایک ایک اطالی کے تعاقب میں دوڑتے چلے گئے اور خون کے فواروں اور لاشوں سے تمام راہ پٹ گئی یہاں تک کہ اطالیوں کو اپنے استحکامات میں پہنچکر بھی امن نہیں ملا ' متعاقبین انکے حدود کو طے کرکے ساحل تک بڑھتے چلے گئے ' بقیۃ السیف جب اپنے جہازوں اور (بوکماش) کے برج میں جاکر چھپ گئے ' تو فتحیاب لشکر اسلام واپس آیا *

قیمتی اسلحہ ' ذخائر جنگ ' سامان رسد اور سینکڑوں اشیا مال غنیمت میں اسقدر کثرت سے ہاتھہ آے کہ پہلے کبھی نہیں آے تھے یہ شکست بھی یادگار اور منجملہ طرابلس کے مخصوص واقعات کے ہے - انکا نقصان بے شمار ہوا - صحیح تعداد کا اندازہ محال ہے ؛ کیونکہ میدان جنگ سے زیادہ مقتول و مجروح ' بھاگتے ہوے مجاہدین کے ہاتھہ سے ہوے اور وہ شمار میں نہیں آسکتے میدان میں سینکڑوں لاشیں تو آسی وقت انہوں نے گاڑیوں میں لادلی تھیں - ہمارا نقصان اتنا ہوا : ۳ مجاہد شہید اور ۶ - مجروح ہوے *

یہ فی الحقیقت ایک الہی معجزہ اور محض نصرۃ الہی تھی - جن آنکھوں نے میری طرح اس خارق عادت واقعہ کو نہیں دیکھا ' مشکل ہے کہ میں انکو اپنی صداقت کا یقین دلا سکوں لیکن خداے عظیم و برتر کی قسم کھاکر اپنے ایک ایک لفظ کا یقین دلاتا ہوں ' میں عین میدان قتال میں موجود تھا ' اور جو کچھہ لکھہ رہا ہوں اسپر وہ علیم و رقیب شاہد ہے *

۲

شیخ سنوسی کا استقبال

(شیخ سنوسی) کی تشریف آوری کی خبر سنکر (انور بک) نے جو جماعت استقبال (جغبوب) روانہ کی تھی - اسمیں علاوہ عام افسروں اور سپاہیوں کے مندرجہ ذیل اشخاص تھے - نوری بک ڈاکٹر عبد الغنی بک زاہد ڈاکٹر عبد الکریم بک - حسن جاہد بک - شیخ نے کمال احترام اور عزت سے اس جماعت کی پذیرائی کی اور عنقریب (جغبوب) سے روانہ ہونے والے ہیں *

انگلش میل

* * *

اگر اس ہفتے کی خبروں کو پہلی جون سے شروع کیا جاے تو ۲۸ جون کو (ابوکماش) میں ایک سخت لڑائی ہوئی ' چھہ ہزار ترکوں پر اٹالین فوج نے حملہ کیا ' ترکوں کا کیمپ بالکل تباہ ہوگیا اور ۵ سو شہید و مجروح ہوے (روما ۲۹) اس عدیم النظیر فتح یابی سے اٹلی کے قومی مفاخر اور ملکی عزو شرف [illegible] بات متحرک ہوگئے پارلیمنٹ میں قومی گرمجوشی [illegible] پارہا - (۲۹ جون) لیکن پھر بھی ضعیف و معطل ترک جنگی ۶ ہزار کی جمعیت کل چند گھنٹوں کے اندر اٹالین سنگینوں کی نوکوں سے زخمی ہوے ہوے بھاگ گئے تھے ' آج یکایک زندگی کی ایک کروٹ لیتے ہیں ' اور ایک خندق کی پناہ کے حاصل کرنے میں کامیاب ہو جاتے ہیں ' اور گو دن جنگی جہاز مسلسل آگ برساتے رہے ' اور اٹلی کی پوری ڈویژن مقابل ہوی لیکن پھر بھی ۱۰۵ اطالیوں کو مقتول اور ۶۸ کو زخمی کرکے میدان جنگ سے منہہ موڑتے ہیں - لیکن اسکا سبب یہ تھا کہ انہیں رات بھر میں مزید کمک پہنچ گئی تھی ' اور خواہ کچھہ ہو ' پھر بھی انکے مقتول اٹلی کے مقتولین سے ۹۵ زیادہ ہوے ' گو زخمی ۶۸ کے مقابلے میں صرف ۲۶ - (۳۰ جون)

اسکے بعد ایک ہفتہ تک بالکل خاموشی رہتی ہے ' لیکن ۹ - جولائی کو روما کی خبر رسانی کے صادق البیان دفتر کی لبین ہلدی ہیں اور ایک عظیم الشان نصرت کا ایک بے پروا اور عادی قسم بات کی طرح ' نہایت مختصر ' مگر جامع لفظوں میں اعلان کرتا ہے - ایک شدید معرکے کے بعد اٹالین فوج نے (مصراتہ) پر قبضہ کر لیا ' ترکوں اور عربوں کی طرف سے گو سخت مقاومت ہوی مگر حملہ آوروں کی سنگینوں کے آگے کچھہ نہ چل سکی ' انکے صرف ۹ آدمی مقتول مگر ۱۲۱ زخمی ہوے -

یہ (روما) کی روایات ہیں جو اس ہفتے دنیا کو سنائی گئیں (ابوکماش) کی فتح پر اٹلی کی پارلیمنٹ میں قومی مسرت و شادمانی کا طوفان اٹھا ہو تو کوئی تعجب کی بات نہیں ' کیونکہ طرابلس کے اٹالین کیمپ میں نصرت و کامیابی کی جو دائمی خشک سالی ہے اسکی کچھہ نہ کچھہ تلافی ہونی ہی چاہئے

بہرحال اب یہ کہنا ضروری نہیں رہا کہ یہ خبریں کہاں تک ہمکو صحیح تازہ حالات کی خبر دیسکتی ہیں ؟ (مصراتہ) اسمیں شک نہیں کہ طرابلس کا ایک قدیمی جنگی مقام تھا ' مگر صحیح حالات کیلئے مصر اور ترکی کی ڈاک کا انتظار کرنا چاہئے -

عالم اسلامی

اسلامی ممالک کی عام خبروں میں (مصر) کی (حزب الوطنی] کے تازہ مصائب قابل ذکر ہیں ' (لارڈ کچنر) اُن انتظامات سے فارغ ہوگئے ' جنکی مصر میں جنگ طرابلس کے لحاظ سے ضرورت تھی ' اب انکی دلچسپی اور اثبات وجود کیلئے آور کوئی نہ کوئی مشغلہ ہونا چاہئے *

سب سے پہلے یہ نیا سلسلہ (فرید بک) سے شروع ہوا جو (مصطفی کامل) کا جانشین ' اور (حزب الوطنی) کا پریسیڈنٹ ہے ' اور اُسکے بعد (عبد العزیز چاوش) پر نظر انتخاب پڑی ' جو اکسفورڈ یونیورسٹی کا سابق عربی پروفیسر اور (العلم) کا اڈیٹر تھا ! ان دونوں پر مقدمات قائم کئے گئے لیکن فیصلے سے پہلے ہی

پوشیدہ قسطنطنیہ نکل گئے ' وہاں سے (الهلال العثمانی) نیا روزانہ اخبار انہیں دو شخصوں نے جاری کیا ہے *

۳ - اور ۴ - کی تاربرقیوں سے معلوم ہوتا ہے کہ کچھہ اور لوگ بھی گرفتار ہوے ہیں ' جنہوں نے (لارڈ کچنر) [خدیو] اور [وزیر اعظم] مصر کے خلاف کوئی " سخت اندیشہ ناک " سازش کی تھی " اور ان میں دو مشہور وطنی ہیں - غالباً انہیں سے ایک تو (اسماعیل رضا) ہوگا ' جس نے حال میں (سعد پاشا زغلول) کے مستعفی ہوجانے پر مسلسل مضامین شائع کیے تھے اور پھر جب (شاہین الکوم) کے جلسے میں عربی قصائد (لارڈ کچنر) کی مدح میں پڑھے گئے ' تو انکے جواب میں نظمیں لکھیں تھیں *

لارڈ کنچنر کے تقرر کے وقت ہاوس اف کامنز کے نکتہ چین ممبر متعجب تھے کہ ایک ملکی عہدے سے ایک ارسر تاپا فوجی طبیعت کو کیا تعلق ؟ مگر بقول مسٹر [بلنٹ] کے : انکو اسکی علت دریافت کرنے کیلیے زیادہ دیر تک انتظار کرنا نہیں پڑا اور جنگ طرابلس سے معاً خفیہ منصوبے اور قرار دار بے نقاب ہوگئے ' بعض موقعوں میں ملکی عہدوں کیلیے بھی فوجی طبیعت کی خشونت اور سختی مطلوب ہوتی ہے اور شاید برطانیہ کو مصر میں اپنی جدید پالیسی کیلیے اسی کی ضرورت تھی : لیکن تا ہم پولٹکل امیدوں کی جڑ جب کسی زمین میں اپنی جگھہ پیدا کرلے تو پھر اسکے زیر زمین ریشوں کا شمار آسان نہیں ' مصر کی وطنی امیدونکی خواہ کتنی ہی تحقیر کی جائے ' لیکن وہ اب اپنی ابتدائی منزل سے گذر چکی ہے *

اب قسطنطنیہ جولائی سنہ ۱۸۹۸ سے پہلے کا قسطنطنیہ نہیں رہا ' جب مصر کے پولیٹکل مفروروں کو حریت حوا ہونیکے قدیمی ملجا [جنیوا] میں پناہ ڈھونڈھنی پڑتی تھی ' اب مصری وطن پرستوں کی جمعیت وہاں روز بروز بڑھتی جاتی ہے ' [الهلال العثمانی] کی تازہ ڈاک سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب باقاعدہ طور پر [حزب الوطن] کا مرکز قاہرہ سے قسطنطنیہ میں منتقل کردیا جائیگا *

شوکت پاشا کا استعفا

لیکن اس ہفتے کی تار برقیوں میں سب سے زیادہ اہم خبر ' ترکی کے نئے فوجی دور کے روح و رواں [محمود شوکت پاشا] کا وزارت جنگ سے استعفا ہے ' اور اسکی وجہ جو بتلائی گئی ہے وہ بالکل عدم تشفی بخش ہے ' یعنی [البانیا] میں ظہور فساد سے انکی شان میں فرق آگیا تھا ' اسلیے مستعفی ہوگئے *

محمود شوکت پاشا کا استعفا کوئی معمولی واقعہ نہیں ہے ' تعجب یہ ہے کہ گذشتہ چار سال کے اندر سخت سے سخت نازک موقع پیش آئے اور [کرنل صادق بے] کے واقعہ میں تو پارٹیوں کے نزاعات اور فوجی جماعتوں کے سیاسی اشتغال کے مسئلہ کی پیچیدگی نے انکے عہدۂ وزارت کو ایک زلزلۂ عظیم میں ڈالدیا - لیکن پھر بھی انکو جنبش نہ ہوئی ' اور زور کے ساتھہ اپنی جگھہ پر قائم رہے ' اب ایک ایسے نازک وقت میں کہ عثمانی شرف و عزت کا فیصلہ کرنے والا ہے ' انکا علحدہ ہوجانا بغیر کسی شدید تغیر کے ممکن نہیں *

فوجی بغاوت کی جو خبریں گذشتہ ہفتے شائع ہوئی تھیں ' ۵ جولائی کا تار اسکے متعلق اطمینان انگیز لفظوں میں خبر دیتا ہے کہ " امید افزا حدثات رونما ہونے لگے ہیں اور یقین کیا جاتا ہے کہ فوجی بے وفائی کی شہرت یافتہ خبرونکا غالب حصہ مبالغہ آمیز ہے "

(البانیا) کے فساد کی خبریں بھی یقیناً مبالغہ سے خالی نہیں ' اور جسقدر بھی ہے ' اسکو طرابلس کے حالات جنگ کے ساتھہ رکھکر دیکھنا چاہئے ' عثمانی گورنمنٹ پورے استحکام سے سرگرم انتظام ہے ' کئی طاقتور فوجی گروہ مقدونیہ اور سالونیکا روانہ کئے جا چکے ہیں ' ہم آئندہ نمبر میں ان حالات کے متعلق کامل تفصیل سے بحث کرینگے *

ترکی اور اٹلی کی صلح

دول یورپ اپنی سعی صلح کو بظاہر ابتدائی حالت میں چھوڑ چکے تھے ' مگر ۱۱ - جولائی کو (رویٹر) قسطنطنیہ سے خبر دیتا ہے کہ :

" قابل اعتماد ذرائع سے معلوم ہوتا ہے کہ عنقریب جنگ کا خاتمہ ہو جائیگا ' آثار و علائم نمودار ہوچکے ہیں ! (سعید پاشا) ۳ جولائی کو (والنا) روانہ ہو گئے ' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ فریقین میں بلا واسطہ باہم قرار داد ممکن الوقوع ہے ——— "

یہ یقینی ہے کہ (اٹلی) کیلئے اب صلح کے سوا اور کوئی راہ نجات نہیں ' مگر (ترکی) کے سامنے بھی صرف ایک ہی راستہ کشادہ ہے ' گو اٹلی نے ترکی کے ایک افریقی علاقے پر ڈاکہ مارنا چاہا ہو لیکن اب وہ ایک عربی قبائل کی جنگ ' اور اسلامی شرف و بقا کے مسئلہ کے سامنے آکر پھنس گئی ہے ' اور اگر ترکی اپنی عزت کی پروا بھی نہ کرے تو بھی طرابلس اسلامی و عربی شرف کو ہاتھہ سے نہیں دیسکتا - اسی نمبر میں ناظرین شیخ (سلیمان بارونی) کی زبانی طرابلس کے عربی کیمپ کا پیغام پڑھچکے ہونگے ' اور (انور بک) اس سے پہلے بعینہ یہی پیغام پہنچا چکے ہیں ' پس اگر [صلح] کے آثار صحیح اور قابل اعتماد ہیں ' تو اسکے یہ معنے ہونے چاہئیں کہ اٹلی ترک طرابلس پر راضی ہوجانے کا اقرار کرلینے تک آگئی ہے ' ورنہ بظاہر حال کوئی دوسری صورت ممکن الوقوع نہیں ' [صلح] کے امکان و عدم امکان کے گرد و پیش متعدد اہم مسائل ہیں ' اس بارے میں ہم آئندہ نمبر میں [طنین] اور [اقدام] اور [محمود شوکت پاشا] کے آخری اظہارات کا ترجمہ کرینگے -

[الہلال] الیکٹریکل پرنٹنگ ورکس نمبر ۷ - ۱ - مکلاوڈ اسٹریٹ - کلکتہ سے [مظہر الحق] نے چھاپکر شائع کیا

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحکیم)

الهلال

مقام اشاعت
۷/۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکته

قیمت
سالانه ۸ روپیه
ششماهی ۴ روپیه ۱۲ آنه

ایک هفته وار مصور رساله

نمبر ۲ | کلکته : شنبه ۲۰ جولائی ۱۹۱۲ ع | جلد ۱

الهلال

۲۰ جولائی ۱۹۱۲

دشواری سفر

همارے اکثر احباب منتظر هیں که اپنے مقاصد کی داستان شروع کردیں' مگر هم سمجھتے هیں که وہ بهتوں کے لئے تلخ ' اور بهتوں کے لئے بے مزا هوگی' برسوں سے جو آگ اندر هی اندر سلگ رهی هے' عجب نهیں که اب موقع پاکر بھڑک اٹھے' اور شاید بهت سے قیمتی گوٹوں کے دامنوں' اور مقدس دستاروں کے شملوں کو اسکی چنگاریوں سے خطرہ هو' پس بهتر هے که آج اظهار مقاصد سے پہلے (الهلال) کی نوعیت اور اسکی تشریح طلب خصوصیات کے متعلق چند کلمے عرض کردیں کیونکه بغیر اسکے ناظرین اسکی حیثیت کا اندازہ نهیں کرسکتے -

(۱) جرنل

یورپ میں اخبارات و رسائل اپنی نوعیت اور مقاصد کے لحاظ سے ایک عام تقسیم کے ماتحت هیں' اور هر نوعیت کا رساله اپنے دائرے میں محدود رهکر تقسیم عمل کے اصول پر کاربند رهتا هے' پهلی قسم عام روزانه اخبارات کی هے ' یه روزانه خبروں اور سیاسی مباحث و افکار کا مجموعه هوتے هیں' اور تمام دنیا کی خبریں تاربرقیوں کے ذریعه جمع کرکے شائع کرتے هیں' بعض اوقات اسطرح کے اخبارات هفته وار یا هفتے میں دو بار بھی نکلتے هیں ' لیکن در اصل وہ بھی اسی قسم کے ذیل میں داخل هیں' دوسری قسم هفته وار رسائل کی هے' جنکو (جرنل) کهتے هیں' اور تیسری قسم سه ماهه' ماهوار یا مهینے میں دو بار نکلنے والے بشکل کتاب رسائل کی - (جرنل) گویا روزانه اخبارات اور ماهوار رسائل میں ایک بین بین برزخی قسم هے' جو اخبارات کے سیاسی مباحث اور ماهوار رسائل کے علمی مقالات کا مجموعه هوتا هے' لیکن روزانه اخبارات کی طرح تار برقیوں کی مسلسل خبریں' اور نامه نگاروںکے بھیجے هوے اخباری حالات کی اشاعت اسکا فرض نهیں هوتا' بلکه یه فرض کرکے که اسکے ناظرین روزانه اخبارات کی خبروں اور سیاسی افکار سے واقف هیں' صرف اپنے مقاصد کے لحاظ سے انکا اهم حصه کسی مرتب شکل و بحث میں پیش کردیتا هے -

(ترکی) اور (مصر) کے پریس کا بھی بلحاظ تقسیم تقریباً یهی حال هے -

مگر (اردو پریس) میں ابتدا سے عجیب طرح کی طوائف الملوکی رهی ' پریس کی مشکلات کے سبب سے (جسکی علت حقیقی ٹائپ کا رائج نهونا تھا) روزانه اخبارات بلکل نهیں نکلے ' صرف هفته وار رسائل نکلتے رهے ' لیکن انکے مضامین کی ترتیب ابتدا سے روزانه اخبارات کی سی رهی اور سات سات دن کی پرانی خبروں سے کالم کے کالم سیاہ هوتے رهے ' پبلک بھی قلت قیمت کے سبب سے اسکی عادی هوگئی ' اور هر اخبار سے دو دو سطروں کی خبروںسے لبریز صفحات کا مطالعه کرتی رهی ' بهت سے اخبارات نے ماهوار رسائل کی طرح علمی مضامین بھی شائع کرنا شروع کردیے اور اس میدان مسابقت کا گوئے مضمر اسکے هاتھه رها' جسنے کسی ناول یا ضخیم کتاب کا ترجمه بھی شائع کرنا شروع کردیا - جن لوگوں سے هفته وار اخبار کی دقتیں برداشت نهوسکیں' انهوں نے ماهوار رسائل نکالے لیکن (جرنل) کا مفهوم پیش نظر رکھکر ایک هفته وار رساله بھی آجتک شائع نهوا -

سب سے پهلی بات جو همیں اپنے احباب سے عرض کرنی هے وہ یه هے که وہ (الهلال) سے اسکے مراسلے کا مطالعه کرتے هوے یه پیش نظر رکھیں که وہ اخبار نهیں ' بلکه ایک هفته وار رساله هے -

[illegible] کوئی وجہ نہ تھی [illegible] نسخ اور نستعلیق [illegible] اور ناظرین کی تلاش بھی [illegible] قائم ہے۔ نہ یہ عملی مشکلات ہرگز اس درجہ اہم [illegible] اصلی وجہ ہے ایک زبان کے پریس پر (کہ آغاز [illegible] صعوبات تھے) ترقی کی راہیں مسدود کردی [illegible] جاسکتا ہے کہ آپکی تمام ہمسایہ اور [illegible] (ٹائپ) کا سہارا پاکر ہوسکتی وہ آگے بڑھنے کیلئے [illegible] رہی ہیں -

[illegible] ہے کہ یہ تفصیل و خصوصیات یکسر جالب - [illegible] ٹائپ کو (لیتھو کے پریس) پر ترجیح حاصل ہے - [illegible] اسی زبان کا پریس اپنے ابتدائی عہد طفولیت سے آگے [illegible] پا سکتا -

---

اکثر احباب کی رای ہے کہ جب تک ترکی ٹائپ کے اصول ترتیب سے کمپوزیٹر واقف ہوجائیں' اُس وقت تک پورا پرچہ اردو ٹائپ ہی میں نکالا جائے' کیونکہ پرچے کے اشکال صفحات کا باہم مختلف ہونا کسی طرح پسندیدہ نہیں - ہمارا ارادہ تھا کہ جسقدر کمپوزیٹر سیکھتے جائینگے' اُسی کے مطابق رفتہ رفتہ ہر نمبر میں ترکی ٹائپ کے صفحات بڑھاتے [illegible] گے' اور اس طرح چند نمبروں کے بعد پورا رسالہ اُسی میں چھپنے لگیگا' لیکن اکثر ناظرین کا رجحان اسکے مخالف پاکر سردست پورا رسالہ اردو ٹائپ ہی میں کمپوز کراتے ہیں' کم از کم اتنا فائدہ تو ضرور ہوگا کہ ایک دو ہفتے کی مہلت پاکر کمپوزیٹر بآسانی اپنا وقت صرف کرسکیں گے' نیز ایک کتاب بھی اس ٹائپ میں شروع کرادی ہے اسکے چھپنے کے بعد ٹائپ کسی قدر مستعمل ہو جائےگا اور اُسکی پوری خوشنمائی ظاہر ہو سکےگی -

ہم نے ترکی کے (کارخانۂ احمد احسان) کو بھی تین مختلف نمونے ٹائپ کا آرڈر دیدیا ہے' جسکا ٹائپ اس ٹائپ سے بدرجہا زیادہ خوشنما اور دخانی فونڈری میں ڈھلنے کی وجہ سے چھپنے میں بالکل بے جوڑ اور خوشخط لکھے ہوے حروف سے اشبہ ہے -

غالباً چند دنوں کے اندر بیروت کے کارخانۂ (خلیل سرکیس) کے حروف کے لیے بھی آرڈر دیدیا جایگا' جو ایک مشہور شامی ادیب اور ماہر فن (خلیل یازجی) کا اصلاح کردہ ٹائپ اور ایک دوسرا سواد رکھتا ہے -

لیکن اس موقعہ پر یہ ظاہر کردینا بھی ضروری سمجھتے ہیں کہ جس اردو ٹائپ میں (الہلال) چھپ رہا ہے' اگر غور اور مقابلے سے دیکھا جائےگا تو معلوم ہوجائےگا کہ (کلکتہ) اور (الہ آباد) کے تمام اردو ٹائپوں سے مجموعی طور پر بدرجہا زیادہ خوشنما اور بہتر ہے' تمام ہندوستان میں عربی' فارسی اور اردو ٹائپ کی سب سے [illegible] (بیپٹسٹ مشن پریس) کلکتہ کی ہے' جو قریب قریب ایک [illegible] ہے' لیکن ہمارے اکثر ناظرین نے [illegible] ہونگی

[illegible] کتابوں میں دیکھا ہوگا اور مقابلے کے بعد اندازہ کرسکیں گے کہ الہلال کا ٹائپ سواد خط کے لحاظ سے گو چنداں مختلف نہو' مگر اپنی ترکیب اور جوڑوں کے اتصال' اور مجموعی زیبائی میں نسبتاً اس سے بدرجہا بہتر ہے -

---

(الہلال) نے پہلے ہی نمبر میں ارادہ تھا کہ (نامورانِ غزوۂ طرابلس) کے باب کو شیخ المجاہدین (غازی انور بک) کی تصویر و حالات سے شروع کرینگے' لیکن ایک مانع سخت پیش آگیا' اور مجبوراً دوسری تصویر دیدینی پڑی' اس نمبر کیلئے تو قطعی ارادہ تھا مگر افسوس کہ باوجود گذشتہ پرچے میں اعلان کردینے کے اس ہفتے بھی درج نہ ہوسکی *

بات یہ ہے کہ عمدہ (ہاف ٹون) تصاویر کیلئے نہایت ضروری ہے کہ نقل اصلی فوٹو سے لی جائے نہ کہ کسی چھپے ہوے ہاف ٹون سے' ورنہ نقل در نقل ہوجانے کی وجہ سے عمدہ تصویر نہیں آئےگی - ہماری کوشش یہ ہوتی ہے کہ حتی الامکان اصلی فوٹو حاصل کرکے انکے بلاک طیار کرائیں - لیکن ہر موقعہ پر اسکا کامیاب ہونا دشوار ہے - (غازی انور بک) کی بہتر سے بہتر اور مختلف اوقات و لباس کی چھپی ہوئی تصویریں کم از کم بیس پچیس موجود ہیں' (غازی بک) نے اپنے روز نامچے میں نہایت عمدہ تصویر دی ہے جو ہمارے پاس موجود ہے : مگر ہم اصلی فوٹو کی نقل چھاپنا چاہتے ہیں ؛ اسکی ایک نہایت عمدہ کاپی کیبنٹ سائز کی (جسپر غازی موصوف کا دستخط بھی تھا) ہمارے پاس موجود تھی اور وہ بلاک بنانے کیلئے دیدی گئی - لیکن جس کارخانے کو دی گئی اُس سے غالباً ضائع ہوگئی گو وہ خود اسکا اقرار نہیں کرتا - مجبوراً ایک دوسری کاپی حاصل کی گئی ہے' مگر آئندہ نمبر تک ناظرین انتظار کریں -

* قسطنطنیہ میں ہجوم مشکلات *

اور تصادم احزاب

بالآخر نئی وزارت قائم ہوگئی

(رویٹر) نے اس ہفتے جو تار برقیاں بھیجی ہیں' ان سے معلوم ہوتا ہے کہ ترکی کی *اندرونی سیاست کا مطلع پھر غبار آلود ہے'* اور بظاہر وہ خطرناک پارٹی فیلنگ' جسکو جنگ طرابلس کی توجہ نے بھلادیا تھا' اب پرانے مسئلوں کی تجدید کے ساتھہ پھر از سر نو زندہ ہوگیا ہے -

لیکن ترکی کے اندر جو کچھہ ہو رہا ہے اسپر نظر ڈالنے سے پہلے اُس سے باہر کے حالات کو بھی سامنے رکھنا چاہئے -

یہ انقلاب در حقیقت اندرونی [illegible] کی پیچیدگیوں پر مشتمل ہے [illegible] امور میں دخل [illegible] جنگ طرابلس [illegible] [illegible]

ہوتا ہے، تو قدرتی طور پر فوجی عنصر کا احاطہ بڑھجاتا ہے۔ انگلستان میں کہا گیا تھا کہ "کرامویل ہی نے پارلیمنٹ قائم کی ہے اور کرامویل ہی پارلیمنٹ ہے" ترکی میں پچھلے دنوں جو سیاسی انقلاب ہوا وہ ایک خالص فوجی کاز زمانہ تھا نوجوان ترک جب ہرطرف سے مایوس ہوگئے تو مقدونیہ کے جدید تربیت یافتہ ترکی (جندرمہ) پر پوشیدہ اثر ڈالنا شروع کیا۔ یہ لوگ دول یورپ کے ہاں کمشنروں کے ماتحت ہونے کی وجہ سے جدید تعلیم یافتہ اور ملکی قوانین جبر و استبداد سے آزاد تھے۔ ایک دو سال کے اندر ہی یہ تمام فوج (سالونیکا کی مرکزی (اتحاد و ترقی) کے ہاتھ آگئی اور پھر آہستہ آہستہ تمام یورپین ترکی کے اصلاح کی فوج انکا ساتھ دینے لگی، یہاں تک کہ سنہ ۱۹۰۶ میں دس ہزار ترکی کی دیوان فوج نے اتحاد وترقی کی پیروی کی قسم کھائی اور (فصیلدار) کو دس سال کی مطلق العنانی کے بعد نئی خواہشوں کے آگے سر جھکا دینا پڑا -

اس کامیابی نے ایک طرف تو فوج کو اپنی طاقت کا تجربہ کرادیا - دوسری طرف (اتحاد و ترقی) پر ثابت ہوگیا کہ جو کچھ کیا جا سکتا ہے، وہ صرف فوج ہی کے اعتماد پر ممکن ہے - ممکن ہے کہ (اتحاد ترقی) اب چنداں ضرورت فوج کو ہاتھ میں رکھنے کی نہ سمجھتی مگر مشکل یہ تھی کہ گو انقلاب ہوگیا تھا، لیکن وہ محض ایک زبان و قلم کا انقلاب اور شاہی وعدہ و مواعید سے زیادہ نہ تھا، اور ان میں سے ہرچیز کو عمل میں لانے کیلئے اور ہرقاعدہ پر دستخط سلطانی کے ثبت ہونے کیلئے فوجی قوت کی نمائش مطلوب ہوتی تھی، پھر اس سے بھی بڑھکر ۱۴ اپریل کا حادثہ تھا، اور اتحاد و ترقی کا سخت سے سخت مخالف بھی اسکو تسلیم کریگا کہ اگر (محمود شوکت پاشا) اپنی دس ہزار فوج لیکر (سان اسٹی فانو) میں نمودار نہ ہوتا، تو نہیں معلوم تب تک کیلئے دور دستوری گورنمنٹ حال (یلدیز) میں مدفون ہوجاتی !

ادھر فوج کے ہرسپاہی نے سمجھا کہ یہ عجیب کامیابی محض ہماری ضرب شمشیر کا نتیجہ ہے دوسری طرف (اتحاد ترقی) کو بھی یہاں ملگیا کہ اگر فوج ہمارے ہاتھ میں ہو، تو کا وجود انقلاب کے بھی ہماری جانیں اور تحریکیں معرض خطر میں ہیں، نتیجہ یہ نکلا کہ ترکی میں ایک خالص فوجی گورنمنٹ قائم ہوگئی، اور جسطرح ترکی کی قدیمی اور نیا شدہ فوج (ینگچری) قصر سلطانی کو اپنے قبضے میں رکھتی تھی اسی طرح موجودہ عثمانی فوج، ایوان وزارت اور پارلیمنٹ ہال پر اپنی حکومت قائم کرنے لگی -

جون ہے نئی نئی دستوری گورنمنٹ کے جوش و خروش کا نشہ اترا اور ملک کی حالت اپنی اصلی صورت میں نظر آئی، ملک کے سچے اور بے طرف خیر خواہوں نے دیکھا کہ پہلی مصیبت سے بھی زیادہ سخت مصیبت چاروں طرف پھیلی ہوئی ہے، اور عجب نہیں کہ ملک عنقریب ایک سخت خطرے میں مبتلا ہوجائے، لیکن اب انجمن اتحاد و ترقی کی شخصیت (عبد الحمید) کی شخصیت سے بھی بڑھکر قوی پنجہ تھی، اور اسکو شکست دینا کوئی آسان کام نہ تھا، تاہم جس خالص عربی شجاعت کے مقدس خون نے دستوری گورنمنٹ کی آزادی ملک کو دلائی تھی وہی اس موقعہ پر بھی حرارت میں آیا اور (محمود شوکت) پاشا (میر آلائی صادق بے) کے ساتھ ملکر اس سخت خطرے کے اندفاع پر آمادہ ہوگئے۔ (میر آلائی صادق) نے منجملہ اُن ملت پرستان بے غرض کے ایک خرقہ فروش فوجی افسر تھے جنکو انقلاب عثمانی کا حقیقی بانی سمجھنا چاہئے، وہ سالونیکا کی عجیب و غریب طلسمی سوسائٹی، جو انقلاب عثمانی کے بعد بھی انظار عالم سے اُسی طرح مخفی رہی، جیسے کہ پیشتر تھی ؛ اور جس سے باوجود سخت بیقرارانہ تلاش و جستجو کے بھی (نیازی بے) واقف نہو سکا تھا، اور جو انقلابی شورش کے پورے ایام میں ایک تہ خانے کے اندر بیٹھی ہوئی احکام جاری کرتی تھی، مگر اسکے احکام و اوامر پر چلنے والے تک نہیں جانتے تھے کہ ہمارے حکام کون لوگ ہیں ؟ درحقیقت (صادق بے) اور اسکے چند ساتھیوں کی ایک مختصر جماعت تھی، اور چونکہ ان سے غرض خدام ملک کو خدمت ملت کے سوا اور کوئی شئے مطلوب نہ تھی اسلئے گو انقلاب وجود میں آگیا اور (اتحاد و ترقی) کی حکومت بھی قائم ہوگئی مگر انمیں سے کسی مرد نے اپنے تئیں دنیا پر ظاہر نہیں، (انور بے) اور (نیازی) جنکی شہرت اس انقلاب کے ساتھ ہی تمام عالم میں غلغلہ انداز ہوئی، در اصل اس سوسائٹی کے احکام پر کاربند ہونے والے فوجی افسر تھے، ورنہ اصلیت سے انقلاب سے انکو بھی کوئی تعلق نہ تھا، (میر آلائی صادق بے) نے عرصے تک اپنے تئیں [illegible] میں رکھا، لیکن جب دیکھا کہ (اتحاد و ترقی) کی خدمات نے ملک کو غلامی کے طوق سے نجات دلائی تھی مگراب وہ خود اسی غلامی کی بیڑیاں حکومت کے پاؤں میں ڈال رہی ہے، اور فوجی تسلط نے دستوری حکومت کی تمام برکات سے ملک کو محروم کر رکھا ہے، تو مجبوراً گوشۂ گمنامی سے نکلنا پڑا۔ قسطنطنیہ آکر (محمود شوکت) پاشا سے اس فتنہ کے انسداد کی تدابیر پر گفتگو کی اور پھر (محمود شوکت) کا مشہور (فوجی منشور) مع ایک نئی اصلاحی پارٹی کے اعلان کے شائع ہوا، جسکا منشا یہ تھا کہ آج کی تاریخ سے جو سپاہی کسی سیاسی بحث میں دخل دیگا یا سیاسی مباحث کے اخبار و رسائل کو اپنے ہاں رکھے گا اسپر فوجی عدالت میں مقدمہ قائم کیا جایگا -

نئی پارٹی جو قائم ہوئی اسکے مقاصد کی اہم دفعات یہ تھیں

(۱) انجمن اتحاد و ترقی کے کسی ممبرکو کوئی عہدہ قبول نہیں کرنا چاہئے، اور اگر ایسا ہو، تو پہلے انجمن کی ممبری سے مستعفی ہو جانا چاہئے۔

(۲) کوئی سپاہی یا فوجی افسر انجمن کا ممبر نہیں ہو سکتا -

(۳) انجمن کے اخبار و رسائل کی فوجی حلقوں اور بارکوں میں اشاعت جرم قرار دی جائے -

(۴) اگر کوئی فوجی شخص کسی دوسری سیاسی انجمن میں شریک ثابت ہو تو اس حالت میں بھی مستوجب سزا و عقوبت ہے

(باقی آئندہ)

ا[illegible]ار اسلام

الحریت فی الاسلام

(۱)

یا صاحبی السجن ! ارباب متفرقون خیر ام الله الواحد القہار ؟ ماتعبدون من دونه الا اسماء سمیتموها انتم و اباؤکم ما انزل الله بہا من سلطان ان الحکم الا لله امر الا تعبدوا الا ایاہ ذالک الدین القیم و لکن اکثر الناس لا یعلمون (۱۲ ۴۱)

انسان کے تمام نوعی فضائل و محاسن اور علو و شرف کا اصلی منبع (توحید) ہے ' اس کا اعتقاد انسان کو خدا کے آگے جسقدر تذلل و تعبد کے ساتھہ جھکاتا ہے ' اتنا ہی خدا کی پیدا کی ہوئی تمام کائنات کے آگے سر بلند و مغرور کردیتا ہے ؛ دنیا کی کوئی طاقت اور خدا کے سوا کوئی ہستی ' اسکے دل کو مرعوب و محکوم نہیں کرسکتی ' وہ ایک چوکھٹ پر سر جھکا کر ' اور تمام بندگیوں اور فرمان برداریوں سے آزاد ہو جاتا ہے ؛ (اسلام) اسی اعتقاد کی دعوت لیکر آیا ' اور (ان الحکم الا لله) کی صدا کے ساتھہ حکومت خاندان ' نسب ' رسم و رواج ' اور مخدوم و مرزبوم کی وہ تمام بیڑیاں ' جنکے بوجھہ سے نوع انسانی کے پاؤں شل ہو گئے ہیں ' کٹ کٹ کر گرگئیں ؛ لیکن یہ کتنے تعجب کی بات ہے کہ آج صدیوں سے اسکے پیرو اپنے اندر اس حریت بخش تعلیم کا کوئی ثبوت نہیں رکھتے ' اور جن بیڑیوں کو کاٹنے آئے ہے ' اُس سے زیادہ بوجھل بیڑیاں آج خود انکے پانو کا زیور ہیں ؟

پھر کیا ایک ہی علت دو متضاد نتائج پیدا کرسکتی ہے ؟ کیا تاریخ اسلام کے آغاز کے صفحے اسکے وسط و آخر کے مقابل میں غلط اور پر فریب تو نہیں ہیں ؟ اور اگر سچ ہیں تو کیا اسلام کے مشن کی گھڑی ' چند ابتدائی سالوں ہی تک کیلئے کوک کی گئی تھی ؟

یہ سوالات ہیں ' جو قدرتی طور پر اس موقعہ میں پیدا ہوتے ہیں -

پچھلے پانچ سالوں کے اندر تمام اسلامی ممالک میں جمہوریت اور ازادی کی تحریکیں سرسبز ہوئیں ' ایران اور ترکی میں پارلیمنٹیں قائم ہوگئیں ' اور بار بار یہ ظاہر کیا گیا کہ اسلام خود اپنے اندر جمہوریت اور مساوات کے اصول رکھتا ہے اور یہ جو کچھہ ہوا ' اسکی تعلیم کا اصلی منشاء اور اقتضا تھا ' مگر (انقلاب عثمانی) پر یورپ کے اخباروں ' نامہ نگاروں ' اور عام اہل قلم نے جسقدر تحریریں لکھیں ' ہم کو یاد ہے کہ اُن میں کوئی قلم ایسا نہ تھا ' جس نے شک و شبہہ کے ساتھہ بھی اسے قبول کرنے میں تامل نہ کیا ہو ' مسٹر (ای ایف نائٹ) جو عرصے تک یورپین ترکی کے متعدد مقامات میں رہ چکا ہے اور بقول خود سینکڑوں مسلمانوں کا دوست اور اسلامی معلومات کو ایک مسلمان سے بہتر جاننے والا ہے ' (سلطان عبدالعزیز) کے واقعۂ عزل کا ذکر کرتے ہوے لکھتا ہے :—

" — یہ یاد رکھنا چاہیئے کہ گو بعض لوگوں کا ایسا خیال ہے کہ سلطان عبدالعزیز کو اسکی نا اہلی اور ناقابل حکمرانی ہونے کی وجہہ سے معزول کرنا قران کی تعلیم کے عین مطابق تھا ' مگر فی الحقیقت ایسا نہیں ہے اور پکے مسلمانوں کے عقیدے میں دستوری گورنمنٹ مذہباً قبول نہیں کی جاسکتی ؛ البتہ نوجوان ترکوں کا یہ بیان ہے کہ اسلام ظلم و تعدی کو پسند نہیں کرتا اور اُس نے مومنوں اور ملکوں کو اپنے اوپر آپ حکومت کرنے کا حوصلہ دلایا ہے ؛ چنانچہ وہ اب کچھہ مدت سے قران کی چند آیتیں بتلاتے رہتے ہیں جنکا خلاصہ یہ ہے کہ خدا ظلم کرنے والوں سے محبت نہیں کرتا اور جب لوگ اپنے کاموں کا باہمی مشورے سے انتظام کرتے ہیں تو خدا انکو اجر دیتا ہے " (اویکننگ آف ترکی صفحہ ۱۸) -

مسٹر (نائٹ) اسلامی معلومات کی واقفیت پر نازاں ہیں مگر ہم کو معلوم ہے کہ مشرقی علوم کے تبحر کا یورپ کی اصطلاح میں کتنا ظرف ہے ' اسلئے انکا بیان چنداں قابل اعتنا نہیں ' لیکن پروفسر (و یمبرے) جس نے ترکی کے جاب میں رہکر نشوو نما پائی ہے ' جو برسوں مسلمانوں کے دائروں میں ایک مسلمان سیاح یقین کیا گیا ہے ' جو قران کی سورتوں کی عربی لب و لہجے میں تلاوت کرتا ہے ؛ اُس فتوے کا ذکر کرتے ہوے جو شیخ الاسلام نے سلطان عبدالعزیز کے عزل پر لکھا تھا ' رقم طراز ہے —

" چونکہ تمام مذہبی کتابوں میں کچھہ نہ کچھہ تاویل کی جاسکتی ہیں ' قران کی آیتیں کاسٹیٹیوشنل گورنمنٹ اور حریت و مساوات کی تائید میں بآسانی ملگئیں ' لیکن یہ تمام بدعتیں در اصل یورپ سے حاصل کی گئیں تھیں گو انکا منبع اسلام قرار دیا گیا اور پیغمبر اسلام کے اس قول سے کہ شاوروا فی الامر (اپنے معاملات کیلئے باہم مشورہ کر لیا کرو) پارلیمنٹ قائم کرنے کی تاکید ثابت کی گئی "

پھر ایک دوسرے موقعہ پر اسلام کو عام انسانی حقوق العامہ سے ناقابل اتحاد قرار دیتے ہوے لکھتا ہے .

" کہا جاتا ہے کہ خلافت راشدہ کے دور کے حکمران ' عدل و انصاف سے متصف تھے ' (خلیفۂ اول) نے منصب خلافت قبول کرتے ہوے مسلمانوں سے کہا کہ " جب تک انصاف پر چلوں میرا ساتھہ دو ' اور اگر اسکے خلاف کروں تو ملامت کرو ' * * * جب تک میں احکام شریعت کی تعمیل کروں ' تم کو میری اطاعت کرنی چاہئے '

مقالات

لیکن اگر تم دیکھو کہ میں بال برابر بھی راہ شریعت سے ہٹ گیا ہوں تو میرا کہنا ہرگز نہ مانو" (خلیفۂ دوم) کی نسبت بھی ایسا ہی کہا جاتا ہے * * * جو مسلمان آجکل کی آزادانہ طرز حکومت پر شیفتہ ہیں وہ اس طرح کی بہت سی نظیریں پیدا کرکے مسلمان بادشاہوں کے عدل و انصاف کو ثابت کرنا چاہتے ہیں ' اگر یہ مان بھی لیا جائے کہ اسلام کے دور اول میں فرمانرواؤں کا یہی حال تھا ' تو بھی یہ حالت دیر تک قائم نہیں رہی" (ویسٹرن لائٹ ان ایسٹرن لینڈس جلد ۳ - صفحہ ۳۲) .

اسکے بعد تاریخ اسلام کی اس عام شخصیت اور استبداد پسندی میں بعض فرمانرواؤں کا عدل وانصاف سے انصاف تسلیم کرتا ہے' لیکن مثال میں بابر' حسین مرزا' اور ہمایوں و اکبر کے سوا تاریخ اسلام نے اس ماہر کو اور کوئی نام نہیں ملتا !

یہ یورپ کے سب سے بڑے مستشرق کا خیال ہے' اور گو "وشاورهم في الامر" ہم کو پیغمبر اسلام کے اقوال میں نہ ملے' مگر قرآن سے ڈھونڈھکر نکال سکتے ہیں' اور اسکی اتنی واقفیت کو بھی غنیمت سمجھتے ہیں -

اسلام کے ماضی و حال کا جب مقابلہ کیا جاتا ہے تو اس طرح کے خیالات کا پیدا ہونا قدرتی ہے ' ایک ضعیف و ناکارہ بیمار اگر اپنی صحت و توانائی کے عہد کی طاقت آزمائیوں کو بیان کرے تو تعجب نہیں کہ سننے والے اسکے نحیف و زار چہرے کو دیکھکر تسلیم کرنے میں متامل ہوں ' مسلمان آج قومی بڑھاپے کے انحطاط و اضمحلال میں مبتلا ہیں' انکے "ذکر جوانی در عہد پیری" کو اب کون بغیر شک و شبہ کے تسلیم کرسکتا ہے ؟

نہادم دام در کنجشک و شادم داد ان همه
که گر سیمرغ می آمد بدام آزاد می کردم

* * *

تاہم جستجو کرنی چاہئے کہ اسلام کی جمہوریت اور آزادانہ روح کی نسبت آج جو کچھ کہا جاتا ہے ' وہ یورپ کے اثر سے پیدا کی ہوئیں یا ویلین' اور انقلاب فرانس کی بخشی ہوئی حریت کا عکس مستعار ہیں ' یا خود (اسلام) ابتدائے روز پیدائش ہی سے اس روح کو اپنے اندر رکھتا تھا ؟

حدود مصر میں اٹالین فوج کا ورود

بنام المؤید مصر

(بقبول ۲۶ جون) اٹالین فوج (شماس) میں پانی لینے کیلئے اتاری گئی ہے ' باشندے سخت اضطراب و پریشانی میں مبتلا ' اور مقابلہ کیلئے قوت مطلوب' نتیجہ سے اطلاع دونگا - [شماس (مرسی مطروح) اور (سیدی برانی) کے درمیان ایک ساحلی آبادی ہے اور حدود مصر میں داخل ہے] .

السید محمد رشید رضا الحسینی

(۲)

سنہ ۱۹۰۴ میں [شیخ محمد عبدہ] نے ایک وسیع سفر کا ارادہ کیا تاکہ تمام عالم اسلامی کا بہ نیت اصلاح و ارشاد دورہ کریں ' پہلے مراکو پھر تونس گئے ' اور وہاں سے واپس آکر بقیہ سفر ہند اسکندریہ میں مقیم تھے کہ امر الہی نے "انکے نفس مطمئنہ کو : ارجعي الى ربك راضية مرضية (۸۹ : ۲۹) کا پیغام پہنچایا ' اور یہ دو شعر پڑھتے ہوئے ' جو انکی زندگی اور امید و آرزو کا خلاصہ تھے' رہگرائے عالم جاودانی ہوئے :

ولست ابالی ان یقال محمد ابل او اکتظت علیه المآتم
ولکن دیناً قد اردت صلاحه احاذر ان تقضی علیه العمائم

اس مصلح عظیم کو اپنے آخری وقت میں بھی سب سے زیادہ خوف اسی مصیبت کا تھا جو طربوش اور ہیٹ کی طرف سے نہیں ' بلکہ عمامہ و دستار کے پیچوں سے نکلکر تمام عالم اسلامی پر چھائی ہوئی ہے !

شیخ کا انتقال تمام اسلامی دنیا کیلئے ایک مصیبت عظمی تھا ' چین کے مسلمانوں نے اپنی مسجدوں میں نماز غائب پڑھی ' اور مالابار اور سماٹرا سے تعزیت کے خطوط پہنچے ' یورپ کے تمام نامور اخبارات نے جسقدر مضامین لکھے اور مصر و شام میں جسقدر ماتم کیا گیا وہ انکی تاریخ کا پورا ایک حصہ ہے ' لیکن مشہور شامی شاعر [حافظ آفندی ابراہیم] نے اپنے مرثیے کے دو شعروں میں اس حیات مقدس کی پوری سرگذشت لکھدی :—

سلام على الاسلام بعد محمد سلام على ايامه النضرات
على الدين والدنيا على العلم والحجى على البر والتقوى على الحسنات

سید رشید رضا

یہ تمہید طویل اسلئے تھی ' کہ (سید رشید رضا) اسی مصلح عظم کے جانشین ' اور اس ماہوار رسالے کے ایڈیٹر اور مالک ہیں ' جو انکی اصلاحی تحریک ' اور انکی پارٹی (حزب الاصلاح) کا آرگن ہے -

سید موصوف کا اصلی وطن طرابلس الشام ہے ' انکے والد (سید علی رضا) ایک مقدس اور صاحب طریقت بزرگ تھے ' جنکے مریدین کی بہت بڑی جماعت شام کے اطراف میں موجود ہے ' خود (سید رشید رضا) نے بھی اوائل عمر میں نقشبندی طریقہ میں بیعت کی اور زمانۂ طالب علمی اسکے اذکار و اشغال میں بسر کیا' طرابلس میں کچھ دنوں ابتدائی کتب درسیہ کی تحصیل کے بعد (شیخ حسین الجسر) مصنف (رسالۃ الحمیدیہ)

کے حلقۂ درس میں شامل ہوگئے ' اور غالباً سب سے اول انکے مذاق سے وہیں آشنا ہوئے۔

سنہ ۱۸۹۰ء یا اس سے کچھ پیشتر تکمیل علوم کے شوق نے انہیں جب (قاہرہ) پہونچایا ' تو شیخ محمد عبدہ انکے اچھے اصلاحی کاموں میں آگے تھے ' اور مستعد اور صاحب صبغۂ حمیت نوجوانوں کے متلاشی تھے ' پہلی ہی ملاقات میں پرجوش یا مستحکم رشتۂ وداد قائم ہوگیا ' اور اُس وقت سے وہ برابر اُنکے تمام کاموں میں شریک ' اور اُنکے لئے ایک قوی مساعد رہے -

سنہ ۱۸۹۷ میں انہوں نے اپنا مشہور رسالہ (المنار) جاری کیا تاکہ اصلاح و دعوۃ کا کام ایک باقاعدہ مشن کی صورت میں انجام پاسکے ' اسی زمانے سے انکی مصلحانہ زندگی کا اصلی دور شروع ہوتا ہے ۔

(المنار)

المنار کی اشاعت کو کامل پندرہ برس گذر گئے ' اس تمام عرصے میں خاص عزم راسخ ' قوت غیر متغیر ' اور ارادۂ حازمانہ کے ساتھہ اپنی خدمت اصلاح میں مصروف رہا وہ انکو یقیناً ایک مصلح کی شان میں رو نما کرتا ہے ' مذہبی اصلاح کی دعوۃ کا پہلا نتیجہ استبداد و شخصیت کی مخالفت تھی ' لیکن (عہد حمیدی) میں (مصر) میں بھی رہکر ایسا کرنا طرح طرح کے آفات و آلام سے خالی نہ تھا ' بلکہ سرے سے اصلاح و تغیر کی دعوت ہی جرم نا قابل معافی تھی - جو نوجوان ترک یورپ یا مصر میں علانیہ سلطان کی مخالفت میں قلم کو استعمال کرتے تھے ' وہ سب کے سب تقریباً ٹرکی گورنمنٹ سے بالکل بے تعلق اور آزاد ہوگئے تھے ' انکا کوئی عزیز و قریب وہاں نہ تھا جس سے اپنے جرائم کے انتقام لیے کا خوف ہو ' اور جنکے ایسے تعلقات تھے ' وہ ہمیشہ اپنے عزیزوں کی مفقود الخبری یا قید و ہلاکت کی خبروں پر ماتم کرنے کیلئے طیار رہتے تھے ' اور سمجھتے تھے کہ ازادی و ظلم کی اس جنگ میں ہمارا مال و متاع اور عزیز و قریب دشمن کے پاس یر غمال میں قید ہیں (ثریا تک مناسٹری) نے اسکندریہ سے اخبار نکالا ' لیکن ابھی دو نمبر ہی نکلے تھے ' کہ اُس کا خالہ زاد بھائی اور باپ قید کرلئے گئے اور اُس وقت تک (یلدز) کے پر اسرار مظالم میں گرفتار رہے جب تک اخبار بند نہیں ہوا (سید رشید رضا) کی حالت اِس لحاظ سے نہایت نازک تھی ' انکا وطن عثمانی حکومت میں داخل تھا ' تمام اعزا و اقارب اور خاندانی جائداد وہاں موجود تھی ' اور وہ گو خود مصر میں تھے لیکن انکی روح کے بہت سے اجزا (سلطان عبدالحمید) کے قدموں کے نیچے دبے ہوے تھے - وہ جب چاہتا انکو کچل سکتا تھا -

لیکن قوم و ملت کی خدمت کی راہ پھولونکی سیج نہیں ہے جہاں آرام و راحت کی کروٹیں نصیب ہوں ' اس راہ کی پہلی شرط قتل نفس اور جسمانی خواہشوں اور امیدونکی قربانی ہے ' یہاں عیش و لذائذ کا سہرا باندھکر نہیں بلکہ کفن کی چادر لپیٹ کر جانا چاہئے -

ترک جان و ترک مال و ترک سر
در طریق عشق اول منزلست

یا ایہاالذین ہادوا ان زعمتم انکم اولیاء للہ من دون الناس ' فتمنوا الموت ان کنتم صادقین (۶۱ : ۷)

(المنار) کی اشاعت کے ساتھہ ہی (المدبر) کے جاسوسوں نے اپنی فہرست میں ایک نئے سیاسی مجرم کا نام بڑھا دیا ' اور اسکی اشاعت ممالک عثمانیہ میں روک دی گئی ' اسکے بعد [قاہرہ] کے سلطانی کارندوں نے اپنی ریشہ دوانیاں شروع کیں ابتدا میں (یلدز) کے محبت آمیز پیغامات پہنچائے گئے اور طرح طرح کے فوائد و انعامات کی رشوت پیش کی گئی ' جب یہ جادو کارگر نہوا ' تو پہر قہر سلطانی کا خوف دلایا گیا ' لیکن (سید رشید رضا) کیلئے دونوں چیزیں بے اثر تہیں ' ظلم و استبداد اور جبر و شخصیت کے خلاف انکا علمی جہاد اور زیادہ مستحکم ہوتا گیا ' انہوں نے ہر موقعہ پر سلطانی حکام کی رشوت ستانیوں اور ظلم و ستم کے پردے چاک کئے اور ہمیشہ زور کے ساتھہ شخصی حکومت کو قران و اسلام کے عقیدے میں سب سے بڑا انسانی گناہ اور سخت سے سخت فسق و معصیت ثابت کیا ' جسقدر سلطان کی طرف سے تخویف و ترہیب بڑھتی جاتی تہی اتنی ہی انکا جوش اصلاح اور اعلان حق کا جہاد بھی بڑھتا جاتا تھا -

نعرہ بر حرم عشق ہے کے صرفہ محتسب
بڑھتا ہے آور ذوق گنہ یاں سزا کے بعد

موسیو کولیرا کی مفقود الخبری

قاہرہ کے فرانسیسی اخبار (الدبل) کے مالک (موسیو کولیرا) حالات جنگ کے مشاہدے کیلئے طرابلس گئے ہوے ہیں - انکی خلوص اور رحم دل بیوی تھی انکے بعد (ہلال احمر مصر) کے دوسرے وفد کے ساتھہ (درنہ) چلی گئی تھیں ' وہاں پہنچکر یہ برابر عثمانی کیمپ کے ساتھہ رہے اور اپنے اخبار کے نام تار برقیاں بھیجتے رہے ' چنانچہ گذشتہ نمبر میں انکی دو چٹھیاں ہم درج کرچکے ہیں اور ایک تار برقی اس نمبر میں بھی کسی دوسری جگہ درج کی گئی ہے -

لیکن ۲۹ جون کو اخبار (الدبل) کے نام جو تار برقی (درنہ) سے آئی ہے اس سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۵ جون سے وہ بالکل مفقود الخبر ہیں ' تاریخ مذکور کی شام کو ایک دورہ کرنے والی جماعت کے ساتھہ (درنہ) کے عثمانی کیمپ سے نکلے تھے مگر پھر ۲۷ کی شام تک واپس نہیں ہوے ' عثمانی کیمپ میں نہایت تشویش پھیلی ہوئی ہے اور خیال کیا جاتا ہے کہ شاید قید ہوگئے تفتیش و تجسس کیلیے وسائل ضروری عمل میں لائے جارہے ہیں -

مصری ہلال احمر کی واپسی

(ہلال احمر مصر) نے جو پہلا طبی وفد طرابلس روانہ کیا تھا وہ ۲۷ جون کو اپنی یادگار خدمات انجام دیکے واپس آگیا - ۲۹ کو انجمن نے ایک عام جلسہ کرکے رئیس و اعضاے وفد کو انکی ان مقدس خدمات پر مبارکبادی -

ناموران غزوۂ طرابلس

عثمانی مجاہد طرابلس

فرہاد بک

[فرہاد بک] جنکی تصویر آج شائع کی جاتی ہے عثمانی پارلیمنٹ میں [طرابلس الغرب] کی طرف سے ممبر ہیں ' تمنشدہ امور کے ارا خر میں جب جنگ طرابلس کا آغاز ہوا تو یہ قسطنطنیہ سے فوراً طرابلس آئے اور اٹلی کے ابتدا میں اہل عرب کی اطاعت کی جو خبریں شائع کی تہیں انکی ہاتی تحقیق کرکے واپس گئے

قسطنطنیہ پہنچکر انہوں نے پارلیمنٹ کے آگے تمام حالات پیش کئے اور باشندگان طرابلس اور قبائل صحرا کی طرف سے اطمینان دلا دیا کہ وہ کسی حالت میں کفار و عہدہ الصلیب حکام کے آگے سر نہیں جھکا سکتے ' پارلیمنٹ میں انکی تقریروں نے ہمیشہ نہایت جوش و سرگرمی پیدا کی اور تمام مجلس کو اجراے جنگ پر آمادہ کرلیا -

آغاز جنگ کا وقت بہت نازک تھا ' چودس گہنٹے کے اندر اٹالین فتوحات کی خبریں دنیامیں پہیل گئیں ' اور تمام ترکی میں ایک سناٹا چھا گیا ساحل کا راستہ مسدود ' مصر کا ذریعہ زیر بحث ' اور ہوائی بحری ناقابل مقابلہ : ان حالات کے ساتھہ مایوسی کا پیدا ہونا قدرتی تھا اور اگر ملت کی طرف سے خوف نہ ہوتا تو عجب نہیں کہ عثمانی وزارت ' اٹلی کے مطالبات کو مجبوراً منظور کرلیتی ' لیکن (فرہاد بک) منجملہ ان چند عثمانی اسلام پرستوں کے ہیں جنہوں نے پوری قوت کے ساتھہ اس ابتدائی عالم یاس میں بھی جنگ کے جاری رکھنے پر زور دیا اور اپنی موثر اور جگر دوز تقریروں سے تمام پارلیمنٹ کی رایوں پر حکومت قائم کرلی -

[حقی پاشا] کے جبانت کارانہ تساہل اور غفلت پر بھی سب سے پہلے انہوں ہی نے نکتہ چینی کی تھی -

اسکے بعد پھر طرابلس چلے گئے اور اپنی مجاہدانہ خدمات سے مختلف عربی کیمپوں کو مدد پہنچاتے رہے - اس تصویر میں یہ عثمانی کیمپ کے شفاخانے کے سامنے کہڑے ہیں ' بائیں جانب (شیخ عمران بن احمد بریسی) قبیلۂ (البراعصہ) کا شیخ کہڑا ہے اس کا دہنا ہاتھہ گولی کی ضرب سے زخمی ہوگیا ہے ' پٹی باندھدی گئی ہے ' اور خود اپنے ہاتھہ سے اسپر کوئی کپڑا لپیٹا رہا ہے فرہاد بک شاید اسکے مقدار ضرورت کا اندازہ کر رہے ہیں کہ مبادا مزاج عرب کہیں پوری رومال ہی خالی نہ کردے -

سرگروہ فدائیان جہاد

ڈاکٹر کریم ثباتی بک

(قسطنطنیہ) کی سوسائٹی (ہلال احمر) نے جو پہلا طبی وفد طرابلس کیا تھا ' یہہ اسکے رئیس تہے : لیکن میدان قتال میں جاکر جب حفظ وطن و جہاد دینی کی تلواریں چمکتی نظر آئیں ' تو اپنے جوش فداکاری سے مجبور ہوگئے اور ایک ہاتھہ زخموں کی مرہم پٹی کیلئے تو دوسرا تیغ جہاد کے قبضے کیلئے وقف کردیا - انکے کارنامے ابتدا سے نہایت حیرت انگیز اور تاریخ جنگ طرابلس کے صفحات زریں ہیں جو ہمیشہ یادگار اور زندہ جاوید رہیں گے : انکے اخلاق نے اہل عرب کو اسقدر گرویدہ کرلیا ہے کہ ہمیشہ ایک جماعت انکے ہمراہ رہتی ہے اور جب ذوق جہاد بے چین کرتا ہے اسکو اپنے ساتھہ لیکر روانہ ہوجاتے ہیں - اس وقت بھی (درنہ) کے کیمپ سے چند میلوں کے فاصلے پر دشمن کی موجودگی کی خبر سنکر نکلے ہیں ' ساتھی پیچھے رہگئے ہیں ' اسلئے کورنٹ کی ناک تھیلی کردی ہے ' اور جو بندوق ہاتھ سے تکیہ لگائے ہوئی ہے ' وہ عنقریب اپنے بزدل دشمنوں کا خون پینے کیلئے جوکنے والی ہے -

ڈاکٹر کریم ثباتی بک

هوں' اسپر اطالي کمانڈر بہت خوش ہوا' اور سمجھا کہ ایک پورا قبیلہ ترکوں کے هاتهہ سے نکل گیا ! اسي طرح رفتہ رفتہ اور بهي هاتهہ آجائیں گے' خوشي کے جوش میں فورا ۲۵ گني مع ایک اٹالین وردي کے منگوا کر انعام میں دلائي' اور ایک تحریر تمام قبائل عرب میں تقسیم کرنے کیلئے دي جونہایت خوشخط لکھي هوئي تهي' اور اسمیں اطالیوں کے عدل و انصاف اور رحم و همدردي کي تعریف و تمجید کي تهي' اسکا ایک نسخہ [ابوجبریل] سے میں نے بهي لے لیا هے تمہید کے بعد اسمیں لکھا تها :

" اے برادران دیني' عاقل وہ هے جو دوسروں سے عبرت پکڑے اور مسلمان وہ هے جو هر حال میں قران مجید پر عمل کرے جو کہتا هے کہ " اپنے هاتهوں اپنے تئیں هلاکت میں مت ڈالو " نیز فرمان رسول هے کہ " تم میں اچها شخص وہ هے کہ جب وہ اپني خطا کو معلوم کرلے تو آدهے راستے سے لوٹ جاے "

تم نے همارے اطالي بهائیوں سے مقابلہ کیا حالانکہ وہ همارے لئے ظالم اور جابر ترکوں سے هزار درجہ زیادہ بہتر هیں ' تم نے ترکوں کے بہکانے سے اپنے تئیں مفت میں مبتلائے هلاکت کیا اور دوستوں کو دشمن سمجها - کیا تم نہیں جانتے کہ کل کو جب لڑائي ختم هوجاے گي تو وہ تمهیں چهوڑ کر چلدیں گے ' اور تم کو بهي اسي طرح ذبح ڈالیں گے جسطرح [الجزائر] اور [تونس] کو ذبح چکے هیں - بس اب بهي سنبهل جاؤ ' اور رسول اللہ صلعم کے اس قول کے مصداق بنو کہ " آدهے راستے سے لوٹ جانا بهي داخل نیکي و عقلمندي هے "

اسکے آخر میں اِن پانچ شخصوں کے دستخط هیں - اسماعیل دبراني - سلیمان - محمد دلال - یوسف دري - رمضان ترہم - احمد الدنابي - سالم العلتي - خلیل فاطش قاضي درنہ -

سونے اور چاندي کي اس طاقت کو دیکهو ! کہ قران و حدیث کو اس مقصد ملعون کیلئے استعمال کرتے هوے اِن بے آبرو وطن فروشوں کو کچهہ شرم نہ آئي !

[ابو جبریل] جب مع ایلچي اطالي مدوحات کے [غاري انوربک] سے ملا تو وہ بہت خوش هوے اور ۲۰ عثماني گني دیکر اُس سے وہ اٹالین کپڑے خرید لیے کہ اس جنگ کے آثار عتیقہ میں یادگار رهیں گے -

اس سرگذشت سے اندازہ کیا جاسکتا هے کہ اب طرابلس میں اطالي کن وسائل پر امیدیں لگائے بیٹهے هیں -

———*———

(نامہ نگار العلم قاهرہ)

درنہ کا عثماني شفاخانہ

میدان جہاد سے تار

الموید کے نام

———*———

(خمس میں ایک فتح عظیم)

۲۲۵۰ اطالي مقتول ' اور ۳۰۰۰ مجروح

(درنہ ۲۵ جون - بقیق ۲۲) رات کي تاریکي اور سکوت میں عثماني کیمپ سے ایک جماعت نکلکر دشمن پر ٹوٹ پڑي ' دشمن کي تعداد بے شمار اور گویا ایک فوجي شہر آباد تها ' مگر عثماني مجاهدین کے ناگہاني حملے اور دلوں پر بیٹهے هوے رعب نے ساري فوج کے هاتهہ پانوں شل کردیے ' ۲۲۵۰ مقتول اور ۳۰۰۰ زخمي هوے' اور گو عثماني فوج واپس آگئي مگر خوف و هراس نے بهتوں کو پاگل کردیا اور دریا کے طرف بهاگ گئے - مقتولین میں ۹ بڑے بڑے افسر هیں اور ۱۹ چهوٹے - آلات جنگ ' ذخائر رسد ' اور طرح طرح کي اشیا بے شمار هاتهہ آئیں - نامور کمانڈر (خلیل بک) نے اس حملے میں معجزانہ شجاعت دکهلائي - اسلامي کیمپوں میں جوش مسرت عام هے - اس واقعہ سے فتح و نصرت کا ایک نیا دور شروع هوگیا هے ' اور آخري سدرمق جو دشمنوں کي زندگي میں باقي رهگیا تها ' یقین کیجئے کہ اب اسکا بهي خاتمہ هوگیا -

(اطالي عثماني کیمپ میں آ آ کر اطاعت کر رهے هیں)

(درنہ ۲۹ جون - بقیق ۳۰) همارے کیمپ میں اطالیوں کي ایک اور جماعت نے آکر اطاعت کرلي هے' جنکا لیڈر (دو مینیکو و رجینا) نامي ایک افسر هے' یہ اٹالین فوج کي دوسري پلٹن اور ۸ ویں رجمنٹ سے تعلق رکهتا تها اس سے معلوم هوا کہ مثل اپنے ساتهیوں کے یہہ جماعت بهي (سوشیلسٹ) هے اور آنکي طرح تمام

اطالی سپاہی عام طور پر اس بد بخت جنگ کے مخالف ہوگئے ہیں جس نے ابتدا سے آجتک انکو سوا ذلت و خواری اور ہلاکت و بربادی کے اور کچھہ نہ دکھایا - وہ کہتے ہیں کہ آجکل تمام اطالی کیمپ میں مصیبت و شقاوت کے سوا کچھہ نہیں ہے تمام لوگ شب و روز پتھر ڈھونے اور حصار چننے میں جبراً لگائے جاتے ہیں اور بالاخر اکر بغاوت اور سرکشی پر مستعد ہوگئے ہیں -

(نوز میپرہکو و رجینا) قسم کھاکر کہتا ہے کہ برقہ اور طرابلس کے ساحل کے نو مہینے کے قیام میں انہوں نے سوائے متواتر نقصانات کے ایک لمحہ کے لیے بھی کوئی فائدہ حاصل نہیں کیا ' تمام کیمپ ہر روز صلح کی امید لیکر اٹھتا ہے ' اور جانتا ہے کہ اب اسکے سوا اور کوئی راہ نجات نہیں ہے - وہ کہتا ہے کہ صرف درنہ میں ایک ہزار سے زائد اچھے آدمی ہم گنوا چکے ہیں -

اس سے یہ بھی معلوم ہوا کہ " فوجی افسروں نے جنگ کے حالات و نتائج پر گفتگو کرنا جرم قرار دیدیا ہے اور لوگوں کو سزائیں ملچکی ہیں ' جو سلوک دشمنوں کے ساتھہ یہاں کیا جاتا ہے اگر

بنغازی کے (یہودیوں) نے اب پھر طربوش اوڑھنا شروع کردیا ہے (پچھلے دنوں اطالین قتل و غارت کے خوف سے تمام یہودیوں نے ہیٹ کا استعمال شروع کردیا تھا)

الذیل قاہرہ کے تار

بنغازی میں معرکہ

(درنہ ۲۴ جون بمعنی ۲۵) ۱۹ - جون کی شب کو (بنغازی) میں سو مجاہدوں کا ایک گروہ عثمانی کیمپ سے شہر کے مغربی حصے کی طرف نکلا ' صبح جب نمودار ہوئی تو اطالین ہوائی جہاز سامنے نظر آئے' جنہوں نے دشمن کو دیکھتے ہی پانچ گولے چھوڑدیے تا کہ اطالین کیمپ ہشیار ہوجائے ' چنانچہ معاً دو اطالین کمپنیاں مکمل استعداد کے ساتھہ نکلنے پر مجبور ہوئیں اور ایک شدید معرکہ شروع ہوگیا - مجاہدین نے کمک کیلئے اطلاع دیدی تھی' لیکن قبل اسکے کہ عثمانی کیمپ سے امدادی فوج پہنچے' تمام اطالین فوج اپنے ۱۰۰ مقتولوں کی لاشیں اور بمقدار کثیر اسلحۂ جنگ ' چھوڑکر بغیر کسی ترتیب و انتظام کے بدحواس بھاگ گئے - مجاہدین کو

شیخ سلیمان باروني بنغازي کے معرکے میں مع مجاہدین عرب

تمام اطالیوں کو معلوم ہوجائے تو ایک فرد بھی ایسا نہو جو بے اختیار اپنے جہنم کدے سے عثمانی کیمپ کے اس دارالامن کی طرف نہ دوڑے "

[اطالین فوج کی موجودہ حالت]

(ایضا) ہمارے چھاونی میں بنغازی سے کچھہ اور لوگ آکر داخل ہوگئے ہیں ' انسے معلوم ہوا کہ ۲۰۰۰ اطالین سپاہیوں نے اپنے افسروں کے احکام ماننے سے انکار کردیا ہے اور علانیہ باغی ہوگئے ہیں' یہ ان پلٹنوں کے علاوہ ہیں' جنکے تمرد کی خبر پہلے دیچکا ہوں ' افسروں نے جب انپر احکام جاری کرنے چاہے تو گرجے میں چلے گئے ' اور تلوارین کھولکر رکھدیں ' جنرل کماندر بد حواس ہو رہا ہے اور اس فکر میں ہے کہ بہت جلد انہیں اٹلی واپس کردے -

[اطالین کیمپ میں آثار جنون اور خود کشی]

(ایضاً) بنغازی میں اطالین کیمپ عربوں کی تلواروں سے بچکر بھی قتل ہورہا ہے ' نئی خبر ہے کہ تین افسر نکایک پاگل ہوگئے اور دو افسروں نے خود کشی کرلی ' افسر طرح طرح کی جھوٹی خبریں شائع کرکے فوج کو تسلی دے رہے ہیں مگر کارگر نہیں ہوتیں -

اتنے اطالین افسر کا نہایت قیمتی گھوڑا اور ایک مقیاس الحرارت بھی ہاتھہ آیا - ادھر کا نقصان تین زخمیوں سے زیادہ نہیں (کولدرا)

(طرابلس کے عثمانی کیمپوں کا اتصال)

(ایضاً) بنغازی' درنہ' طبروق اور سلوم کے عثمانی کیمپوں کے اتصال کیلئے جو (ٹیلیفون) اور (مارکونی ٹیلیگرافک) تار لگائے جارہے تھے' انکا کام ختم ہوگیا ' علاوہ ان مقامات کے اور بھی تمام چھوٹی چھوٹی چوکیوں اور ان مقامات میں انکا سلسلہ مکمل ہوگیا ہے جو اطالین کیمپ سے قریب' اور اسلیے ضروری خبروں کا ذریعہ ہیں - کوشش کی جارہی ہے کہ (جبل اخضر) اور (صحرا) کے اہم مقامات کو بھی اسی طرح متصل کردیا جائے

الاہرام کے تار

[درنہ ۲۶ جون - بقبض ۲۷] عثمانی کیمپ یہاں رسد اور ضروریات و متعلقات جنگ کے رکھنے کیلئے جو عمارت تعمیر کررہا تھا - وہ ختم ہوگئی -

ڈاک کا انتظام بھی نہایت مکمل اور باقاعدہ ہوگیا [طرابلس] اور (برقہ) کی تمام چھاؤنیاں باہم ایک دوسرے سے بالکل متصل ہوگئی ہیں (تیلی فون) کے علاوہ (ہیلوگراف) (خبررسانی بذریعہ انعکاس آئینہ) کا انتظام بھی ہر طرح کامل ہے -

طرابلس اور (خمس) کی اسلامی فتحمندیوں کی خبروں نے یہاں بڑی گرمجوشی پیدا کردی ہے ' تمام عرب اور ترک جذبات جہاد سے مضطرب ہورہے ہیں اور بے حد نئی کے ساتھہ کسی نئے معرکے کے منتظر ہیں -

جن عرب مجاہدوں کو جدید قواعد جنگ کی تعلیم دیجا رہی تھی - انہوں نے تھوڑے عرصے میں حیرت انگیز ترقی کی ہے - جن لوگوں کو صحرائی اور وحشی سمجھا جاتا تھا آج انکو کوئی (درنہ) میں آکر دیکھے کہ یورپین قواعد جنگ کی تحصیل میں کیسی عجیب استعداد اور صلاحیت ظاہر کررہے ہیں ' جو یورپین ہمارے کیمپ میں موجود ہیں ' اہل عرب کی اس قابلیت کو دیکھہ دیکھہ کر دنگ ہو رہے ہیں- خود قبائل عرب بھی اس جنگ کے نہایت ممنون ہیں جسکی بدولت انکو ایسے مفید فنون جدیدہ حربیہ کے حاصل کرنے کا موقع ملا -

قسطنطنیہ کی ڈاک

(واقعۂ خمس کی سرکاری تفصیل)

(خمس) کے جس واقعہ کا ذکر تار برقیوں میں گذرچکا ہے ' اسکی تفصیل وزارت جنگ کے دفتر نے حسب ذیل شائع کی ہے :

۱۳ جون کی صبح سے جنگ شروع ہوئی ' عثمانی فوج دو عمودی شکلوں میں (لبدہ) کے ٹیلوں سے بڑھی اور دشمن کی گولہ باری کی پروا نکرکے حملہ شروع کردیا ۷ گھنٹے تک جنگ جاری رہی ' مگر بالآخر فتح و نصرت ہمارے فوج ہی کو نصیب ہوئی -

(لبدہ) کے قریب دو مستحکم قلعے ہیں جنکو لوہے کی تاروں سے دشمن نے گھیردیا تھا اور اسکے گرد چند میدانی توپیں نصب کردی تھیں ہماری فوج کی پہلی عمودی جمعیت نے حملہ کرکے تلوار سے تمام تاریں کاٹ ڈالیں ' اور تھوڑے ہی عرصے کے اندر قلعہ پر قبضہ کرلیا اور جس کسی نے مقابلہ کیا ' تہ تیغ ہوا اٹالینوں نے بھاگتے ہوے دیکھا کہ توپیں ساتھہ نہیں لیجا سکتے تو میخیں ٹھونک کر بیکار کردیں ' البتہ ذخائر رسد وغیرہ کثیر مقدار میں ہاتھہ آئے -

ہماری دوسری جمعیت بھی اس عرصے میں بیکار نہیں رہی اس نے دشمن کے افسر کے خیموں پر حملہ کردیا ' اور جتنی فوج ان میں موجود تھی ' اسکو نکال بھگا دیا ' قلعہ اور خیموں کے بھاگے ہوے دوسرے قلعہ میں پناہگیر ہوے ' اور کمک کیلئے ہر طرف آدمی دوڑاے ' انکی ایک کافی جماعت قریب ہی (تل مراقب) میں موجود تھی ' وہ فوراً روانہ ہوگئی ' لیکن ہماری فوج کو خبر ملچکی تھی ' انہوں نے اسی قلعہ سے حملہ کے جواب دینے کا کام لیا اور سات مرتبہ حملہ آوروں کو پسپا کردیا ' بالآخر جب عثمانیوں کو اپنے مرکز کی طرف جانے کی ضرورت پیش آئی تو قلعہ کے تمام رسد خانوں میں آگ لگا کر روانہ ہوگئے - دشمن کے ۱۰۰۰ مقتول ہوئے جنمیں ۱۷ - افسر تھے اور ہمارے ۱۰۰ شہید اور اتنے ہی زخمی -

معرکۂ خمس کی مزید تفصیل

صباح کے تار

(المؤید) کی تار برقیوں کے قریب قریب العلم ' اہرام ' البصیر وغیرہ اخبارات مصر ' اور اقدام ' طنین ' صباح ' الہلال العثمانی ' وغیرہ آستانے کے اخبارات کے نامہ نگاروں کی بھی اطلاعات ہیں ' البتہ (صباح) کی خبروں میں ایک دو تار برقیاں قابل اقتباس تفصیل رکھتی ہیں ' ۱۲ -جون کے (معرکۂ خمس) کی نسبت لکھا ہے :

" دو گھنٹے سے زیادہ دشمن جم نہ سکا ' باوجودیکہ جمعیت وافر ' توپخانہ گولہ بار ' قلعہ مستحکم ' آہنی سلاخوں کا سخت حصار ' اور بلندی سے جواب دینے کا عمدہ موقع حاصل تھا ' لیکن مجاہدین کے قدم ایک لمحے کیلئے بھی نہیں رکے ' تلواریں مارتے ہوے اسطرح بڑھتے گئے ' گویا سامنے کوئی رکاوٹ ہی نہیں ہے اور قلعہ انکی آمد کا منتظر ہے ' قلعہ میں ذخائر رسد کا اسقدر انبار تھا کہ اسکو ہم کسی طرح نہیں لیجا سکتے تھے ' میگزین کے گودام بھی بالکل لبریز تھے ' اور بلندی پر دو توپیں چل رہی تھیں ' یہ حالت ایک چھوٹے سے قلعہ کی تھی ' جو انکا کوئی مرکزی کیمپ نہ تھا ' اس سے اندازہ کرلینا چاہئے کہ انکے بڑے بڑے کیمپوں میں کسقدر سامان ہوگا ؟ کیسے تعجب کی بات ہے کہ زندگی اور جنگ کے اسباب کا اسقدر وافر ذخیرہ رکھکر ' جسکا عشر عشیر بھی بے سروسامان مجاہدین کو میسر نہیں ' وہ ہر جگہ شکست خوردہ ' ذلیل و مخذول ' اور مبتلائے مصائب و آلام ہیں !

قلعہ میں جب ہم داخل ہوے تو ابتدا میں ہر جگہ دشمنوں کے انبوہ مستعد و مسلح نظر آئے ' لیکن جوں ہی ہماری آمد کا علم ہوا ' اسطرح بھاگنے لگے ' گویا وہ اسکے لئے ہماری آمد کا انتظار کررہے تھے ' سچ یہ ہے کہ اٹالین فوج کی بے بسی کی اب حد ہوگئی ' جرأت و عزم آخری جواب دیچکے ہیں ' طبیعت افسردہ اور قلوب سہمے ہوے اور مرعوب ہیں ' مجاہدین کا مقابلہ تو بجاے خود رہا ' انکی آواز سے انکا جسم لرز جاتا ہے ' لیکن ظالم اور بے حیا اٹلی انکو اپنی حکومت کی لعنت میں پھنساے ہوے ہے ' اور جبراً میدان جنگ میں ذبح کراتی ہے "

اسکے بعد وہی حالات بتلاے ہیں ' جو نامہ نگار (المؤید) سنا چکا ہے ' البتہ (صباح) کے بیان میں توپوں کو اطالیوں نے بھاگتے ہوے معطل نہیں کیا ' بلکہ خود مجاہدین نے بیکار کردیا تھا -

غازی انور بک

حال میں ایک خاص فرمان سلطانی کے ذریعہ اعلان کیا گیا ہے کہ (غازی انور بک) سپہ سالار طرابلس کو انکے اصلی فوجی عہدے (لفٹننٹ کرنیل) سے ترقی دیکر (کرنیل) کے عہدے پر ممتاز کیا گیا ہے -

(مشائخ سنوسی طرابلس میں)

(بقبق ۲۵ جون) سید شریف ابن مملود اور سیدی عمران جو طریقۂ سنوسیہ کے مشاہیر مشائخ میں سے ہیں مع صحرا کے بعض شیوخ قبائل کے (بقبق) کی مرکزی قیامگاہ (ہلال احمر) میں تشریف لئے اور انجمن کے رئیس اور ممبروں کی اسلامی خدمات کی نہایت تعریف و ثنا کی

(مصراطہ میں عربی فتح)

(بنغازی ۲۴ جون - بقبق سے روانہ ہوا ۲۵) اطالیوں کی ۹ رجیمنٹیں ضلع (مصراطہ) کے ساحل پر اتریں اور (قصر احمد) پر شدید حملہ کرنا چاہا ' لیکن عرب باشندوں کے مقابل ہوکر پسپا کردیا ' اور سخت و شدید نقصان پہنچانے کے بعد بھگاتے ہوئے ساحل تک لے گئے *

(ساحل سوسہ پر گولہ باری)

(ایضاً) اطالیوں نے دریا سے (سوسہ) پر گولے پھینکے (یہ ایک چھوٹا سا گاؤں ہے جسمیں زیادہ تر کرنٹ کے مہاجرین آباد ہیں) لیکن ایک شخص کو بھی نقصان نہ پہنچ سکا ' صرف ایک پن چکی کو خراب کرکے ناکام واپس گئے - (درنہ) کے کمانڈر مصطفی حال بک (سوسہ) گئے ہیں تا کہ وہاں کے باشندوں کو ساحل سے کسی قدر فاصلے پر ہٹادیں *

جزائر بحر ایجین

کے متعلق صباح کا بیان

صباح کا بیان ہے کہ مصر کی یونانی نو آبادیوں اور دیگر ممالک نے جزائر ایجین کی آزاد و خودمختارانہ حکومت کے لئے جو آرزو ممدانہ نہ دانشمندی دول عظام کو بھیجی تھیں ان پر مطلق توجہ نہیں ہوئی - ہمارا ہمعصر آور اضافہ کرتا ہے کہ عثمانی سفرا کو اس بات میں پیام جا چکا ہے -

اخبار مذکور کواتھنس (دارالخلافہ یونان) سے خبر ملی ہے کہ سیاسی جماعتوں نے یونانی گورنمنٹ کو تحریک کی ہے کہ دول یورپ کو راضی کرکے جزائر کا الحاق یونان سے کردیا جائے ' لیکن گورنمنٹ یونانی نے صاف جواب دیدیا کہ جب کریٹ میں بیشمار جانیں تلف ہوکر بھی الحاق کی صورت ممکن نہوئی تو ان جزائر کا ملحق ہونا معلوم -

اطلاع ضروری

جن حضرات نے خاص (ایڈیٹر) کے نام خطوط روانہ کیے ہیں ' وہ جواب نہ ملنے کی وجہ سے شاکی ہونگے ' مگر انہیں معلوم نہیں کہ (ایڈیٹر) کئی دن سے ایک سخت اور شدید بخار (ڈنگو فیور) میں مبتلا ہے ' جسمیں کئی بار ہذیان تک نوبت پہنچ چکی ہے ' اور چند لمحے جوکبھی کبھی ہوش و حواس کے میسر آگئے ہیں انہی میں یہ رسالہ مرتب ہوا ہے ' پس امید ہے کہ وہ ان مجبوریوں پر نظر رکھکے چند دنوں اور جواب کی تاخیر کو گوارا فرما لیں گے - (منیجر)

مسئلۂ صلح

(جون ترک) کا لندنی نامہ نگار تار دیتا ہے - ڈپلومٹک ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ دول یورپ بطانیہ جنگ روم و اٹلی کے عقدے کے حل کی تیاری میں مصروف ہے اور کچھ تجویزیں مرتب کرکے دیگر دول کے سامنے پیش کی ہیں - ان تجاویز کا خلاصہ حسب ذیل ہے -

(۱) طرابلس اٹلی سے ملحق تو ہوجائیگا لیکن اسپر عثمانی خلافت و مذہبی اثر مسلم رہنا چاہئے -

(۲) سلطنت عثمانیہ صوبوں میں رہیگا اور اٹلی ان بندرگاہوں سے اپنا تسلط اٹھا لے -

(۳) اٹلی نے جن جزائر پر قبضہ کیا ہے خالی کردے - اور اس تخلیہ کے معاوضے میں ترکی تاوان ادا کرے - اور یہ رقم اسقدر ہو جسقدر کہ اٹلی کو جزائر کے انتظام میں صرف کرنی پڑتی ہے -

(۴) طرابلس کے اوقاف اور خاص سلطانی علاوہ جات کا اٹلی بھی تاوان ادا کرے -

ہلال احمر مصر

کے پہلے طبی وفد کی میدان جہاد سے واپسی

مصر کی (انجمن ہلال احمر) نے جو پہلا وفد طرابلس روانہ کیا تھا ' وہ ۲۷ جون کو اپنی خدمات انجام دیکے واپس آگیا ' استقبال کا انتظام نہایت شاندار تھا ' اور ہر طبقے اور گروہ کے بے شمار لوگ موجود تھے ۲۸ کو انجمن کے ادارے میں ایک عظیم الشان مجلس منعقد ہوئی ' تاکہ ڈاکٹر عزت بک ' احمد بک حلمی ' منیر بک ' جودت افندی وغیرہ رئیس و اعضائے وفد کی خدمات کا ملت کی طرف سے شکریہ ادا کیا جائے -

طرابلس کے مختلف لشکروں اور مقامات میں انکا قیام رہا ' اور ہر جگہ انکی خدمات زریں اور ناقابل فراموش رہیں ' علی الخصوص (ڈاکٹر عزت بک) جنہوں نے اپنی خدمات کو طبی امداد ہی تک محدود نہ رکھا بلکہ انکی معرکوں میں شریک و شامل ہوکر جہاد مقدس کا فرض بھی ادا کیا ' انکے پاس تمام عثمانی کیمپوں کے افسروں کی جو تحریریں بطور سند و اعتراف خدمات موجود ہیں ' انکا فوٹو لیکر انجمن نے شائع کردیا ہے -

۱۹ - مارچ کو (غازی انور بک) جنکہ (عین المنصورہ) کی کی چھاؤنی میں مقیم تھے ' وفد کے رئیس کو لکھتے ہیں :

" آپکی جماعت نے (طبروق) اور (درنہ) کے کیمپوں میں آغاز جنگ سے جو خدمات انجام دی ہیں ' انکا شکریہ ادا نہیں ہوسکتا ' آپ لوگ اس ابتدائی زمانے میں آئے ' جب موجودہ حالت سے بھی زیادہ ہم محتاج تھے ' اور زخمیوں کی مرہم پٹی کیلئے کوئی ہاتھ نہ تھا ' لیکن آپ لوگوں نے ہی اپنی جان سوز اور لیل و نہار کی خدمات سے گویا شفاخانوں میں زندگی پیدا کردی "

پھر ایک موقع پر جب (طبروق) سے (درنہ) روانہ ہوئے ہیں تو (غازی انور بک) نے وہاں کے کمانڈر کے نام خط لکھتے ہوئے لکھا :

" حامل رقعہ ہمارے وہ برادران محبوب ہیں، جو میدان قتال میں ہماری اعانت کیلئے سب سے پہلے پہنچے' اور اُس وقت ہماری مدد کی' جب کہ ہمارے زخموں پر مرہم لگانے والا کوئی نہ تھا' اور ہم اسقدر مفلس اور کنگال تھے کہ زخموں کے علاج پر ایک کوڑی بھی خرچ نہیں کر سکتے تھے * * * * سب سے بڑی بات یہ ہے کہ مصر اپنے آپکو پورے معنوں میں عثمانی یقین کرتا ہے' اور جو نشتر خلافت اسلامی کے سر پر لگتا ہے' اسکے درد کو ایک عضو ملحق کی طرح محسوس کرتا ہے' اسی کا نتیجہ ہے کہ ان لوگوں نے سب سے پہلے ہماری مدد کی اور طرابلس کے نقصان اپنا نقصان سمجھا " -

اسی طرح (مصطفی کمال بک) کمانڈر درنہ (احمد فواد) کمانڈر (شرقی درنہ) اور عثمانی کیمپ (بنغازی) کے ڈاکٹر (ابراہیم طلیع کی تحریرات ہیں جنمیں ہر طرح انکی خدمات کا اعتراف کیا گیا ہے -

ولایت کی ڈاک

ریوٹر کی تار برقیاں

(سیدی علی پر قبضہ)

(لندن ۱۶ - جولائی) اٹلی نے سیدی علی پر قبضہ کرلیا - یہ مقام طرابلس اور تیونس کے درمیان واقع ہے - کمک آنے ہی دشمنوں نے شدید حملہ کیا لیکن آخر کثیر نقصان اُٹھا کر پسپا ہوجانا پڑا - لڑائی کہیں ۶ گھنٹے میں موقوف ہوئی تھی -

(روما ۱۶ - جولائی) سرکاری طور پر بیان کیا جاتا ہے کہ معرکۂ سیدی علی میں ۱۶ - اٹالین مارے گئے اور ۷۳ زخمی ہوئے یہ بھی بیان کیا جاتا ہے کہ معرکے کے بعد ترک ایک گنج قتیلاں چھوڑ گئے -

جزائر بحر ایجین

ڈیلی ٹیلیگراف کے تار

(پیرس ۲۸ جون) (ایکو دے پیرس) میں ایک تار روما سے آیا ہے' جسمیں ذکر کیا ہے کہ جزائر ایجین کے متعلق (جن پر اٹالین قابض ہیں) انگلستان کی جانب سے دول یورپ کے ساتھ گفت و شنود معاملات کا افتتاح ہوچکا ہے - کہا جاتا ہے کہ (یونانی وزیر اعظم ادم - وینزیلس) کی استدعا سے (ڈاؤننگ اسٹریت) نے ان کارروائیوں کو اپنے ہاتھ میں لیا ہے -

اس خبر سے یہ بہ تحقیق معلوم ہوتا ہے کہ بارہ جزیرے جو اٹلی کے قبضے میں آچکے ہیں اب ترکوں کو نہیں ملنے کے' اگرچہ ان پر سلطان کا برائے نام ہی اثر کیوں نہ تسلیم کرلیا جائے - دوسری طرف یہ تجویز پیش کی جاتی ہے کہ ان جزائر کے ساتھ (کریٹ) اور (ساموس) بھی خود مختار ریاستوں کی فہرست میں داخل ہونگے - جب تک دول اعظم سنہ مصروف بحث و گفتگو رہینگے' بحیرۂ ایجین میں اٹلی کوئی مزید کارروائی نہیں کریگی - اور یقین کیا جاتا ہے کہ یہ معاملہ بندیاں جو دول موصوف کی جانب سے جاری ہیں' ممکن ہے کہ ایک کانفرنس کے انعقاد کی تمہید ہوں' جہاں خاتمۂ جنگ کی بحث کی جائیگی -

لنڈن ٹائمز

(سیوس ۲۱ جون) سیوس کے سواحل میں اٹالین بیڑا اب تک موجود ہے' لیکن دن پھر دوبارہ اسکی صورت نظر نہ آئی - مارشل لا کے اعلان کے بعد شہر اور اطراف میں پوشیدہ اسلحوں کی جاسوسی کی گئی - ترکی فوج داخلی حصے میں پڑی ہے' اور حد درجہ کے ضبط سے کام لے رہی ہے -

(کالم نس) اور دیگر جنوبی (جزائر ایجین) کی خبروں سے معلوم ہوتا ہے کہ اٹلی نے قبضہ کے بعد اپنی تمام فوج کو ہٹا لیا صرف تھوڑی سی پولیس کے انتظام کے لئے رکھ چھوڑی ہے - اٹالین جھنڈا نہیں اُڑتا ہے - یہاں کے باشندے ایسے نادان ہیں کہ اتنا بھی نہیں جانتے کہ ہم کسکی اطاعت گزار رہیں -

(ایتھنس جون ۲۳) (انجمن اہالیان جزائر ایجین) نے (اٹالین سفارت خانے) کو کل ایک یادداشت بھیجی ہے - یادداشت میں اہالیان جزائر کی اس آرزو کا اشارہ کیا گیا ہے کہ اگر یونان کے ساتھ جزائر کا الحاق محال متصور ہو تو ابتدا تو ضرور چاہئے کہ انکو کامل خود مختاری عطا کردی جائے - جہاں تک معلوم ہوتا ہے یہ یادداشت اور دیگر سفارت خانوں کو پیش نہیں کی گئی - اس مسئلے کو سیاسی حلقے خواہ کسی نظر سے دیکھیں' لیکن اسقدر تو ضرور درست ہے کہ باشندگان جزائر اپنے حقوق کی طلب میں بالکل حق بجانب تھے جو انکو ہمیشہ ترکی کے سلطانوں سے حاصل تھے مگر صرف پچھلے سالوں سے تلف ہوگئے -

منچسٹر گارجین

(ایتھنس جولائی ۲۳) (نائبین باشندگان جزائر کی کانگریس) جزائر ایجین سے آکر (پاتمس) میں مجتمع ہوی' اور ایک کمیٹی منتخب کی' یہ روما پہنچکر اٹلی کا دلی شکریہ ادا کریگی کہ اہل جزائر کو آپنے آزادی عطا کی لیکن ہمارے سیاسی مستقبل کے مسئلے پر بھی عدالت کی نظر ڈالی جائے - اس قسم کے رزولیوشن پاس ہوکر یہاں چھپ چکے ہیں - ان ملصوبوں میں بآواز بلند کہا گیا ہے کہ اب ترکوں کی اطاعت قبول نکرینگے اور یونان سے اتحاد کی پاک و مقدس آرزو کرتے ہوئے' (جنرل آمیگلیو) اور دیگر اٹالین افسروں کی زبانی اور تحریری اعلانات کی بنیاد پر آزادی طلب کی ہے - ساتھ ہی اسپر بھی زور دیا ہے کہ انہی راسخ و مستحکم اصول کی ہتک نہو کہ جو زمین ترکوں سے چھن جائے ملت مسیحی کے قبضۂ اقتدار سے نکل کر ہرگز ترکی حکومت میں دوبارہ داخل نہو - قانونی مجلس کی ساخت و پرداخت کا فیصلہ ملتوی رکھا گیا ہے - جھنڈے کے متعلق فیصلہ ہوچکا ہے کہ نیلگوں اور اسمیں سفید صلیبی نشان اور سورج دیوتا اپالو کی شبیہ ہو -

تاریخ اعلان چہارم جون' اور اسپر بارہ جزیروں کے نائبوں کے دستخط ہیں -

ایم زیلی سابق وزیر اعظم' یونانی چیمبر میں (ارکاڈیا) کا نائب منتخب ہوا ہے - اُسکی جماعت کے ایک ممبر نے محض [illegible] محبت اُسکے لئے جگہ خالی کردی تھی -

قسطنطنیہ میں ہجوم مشکلات اور تصادم احزاب

(قسطنطنیہ ۱۴ جولائی) یہاں انجمن اتحاد و ترقی پر مخالفوں کے حملوں نے نہایت سنگین و شدید حالات پیدا کردیے ہیں " انجمن کو سخت جدوجہد و ابتلا درپیش ہے - مخالفت کا عنصر اعظم ایک قسم کا فوجی اتحاد ہے جو بہ سرعت نشؤ و ترقی پا رہا ہے اور اس بل کا جسکی بابت آؤلی میں شکل پذیر ہونا بالکل نا ممکن سا ہوگیا ہے جسمیں امور سیاسیہ میں دخل دینا افسروں کے لئے جرم قرار پایا تھا -

عثمانی مشکلات کا روشن ثبوت اس سے پایا جاتا ہے کہ بڑی فوج البانیوں سے لوٹے وقت بے وفا دکلی - بارہ بٹالین کی نسبت مشہور ہے کہ مناستر میں منتشر کردیا ہے - یہ آفت مقامی و محدود ہی نہیں ہے - سالونکا میں انجمن اور گورنمنٹ کے خلاف سخت بے اطمینانی پھیل رہی ہے - سنا جاتا ہے کہ عثمانی دستور کی سالگرہ کے دن ایک نمایش بیزاری ہونیوالی تھی - پھر قبیح نہ مسلم ہے کہ دونوں ہمسایہ موجبی اس شعلۂ بغاوت سے دلی ہمدردی رکھتی ہیں -

(ٹائمس) کا ایک نامہ نگار لکھتا ہے کہ (حسین کاظم) والی سالونکا اس تحریک کا روح و رواں ہے - اگر واقعہ یوں ہی ہے تو اس تحریک کو ایک خدا سار اور عازم لیڈر ملگیا ایسا لیڈر جو حال ہی میں انجمن اور اسکے اعمال پر بے تکان علانیہ لعنت و ملامت کر چکا ہے - دوسرا ثبوت یہ ہے کہ ایک ترکی افسر جو پہلے (سعید پاشا) اور (محمود شوکت) وزیر جنگ کا دوست تھا - کسی اٹالین اخبار میں ترکی گورنمنٹ اور انجمن کے خلاف ایک کھلی چٹھی چھاپتا ہے جسمیں عثمانیوں کی بیداری کا اظہار کرتے ہوئے کہتا ہے کہ اب انتقام کا وقت آپہنچا -

بیان کیا جاتا ہے کہ غداروں کے خلاف کوئی کار روائی عمل میں آئی ہے اور نہ آسکتی ہے - انسپکٹر افواج (ذکی پاشا) یقین کے ساتھ کہتے ہیں کہ اگر پاداش و سزا کا قصد کیا گیا تو وہ ابتلا انگیز پیچیدگیاں پیدا ہو جائینگی جنکا پھر فرو ہونا محال ہوگا - سیاسی مباحث کے انسداد کے متعلق قانون سازی کا جو بار آج پہنچا گیا اس سے بیزاریوں کا استئصال مقصود تھا ' لیکن یہ بھی رائگاں ثابت ہوا - یہ یاد رکھنا چاہئے کہ کئی دن گذرے وزیر جنگ اپنی وزارت سے مستعفی ہوگیا ' اور اٹلی سے معاملۂ صلح کی افواہوں کا شان نزول بھی یہی انتشار غدر و سرکشی ہے -

کی اطلاع حلقوں میں وثوق کے ساتھ یقین کیا جاتا ہے کہ سرکشوں کے مطالبات حسب ذیل ہیں —

(۱) حقی پاشا اور انکی وزارت کے ممبروں کی پرسش -
(۲) سعید پاشا اور انکے رفقا کا استعفا -
(۳) وزرا کی شخصی ذمہ داریاں -
(۴) انجمن کی در اندازیاں انتظامی کونسل کے سپرد کردی جائیں -
(۵) تجدید انتخاب -
(۶) عام معافی -

ناظم پاشا کا وزارت جنگ سے انکار

(قسطنطنیہ ۱۵ - جولائی) ناظم پاشا سابق گورنر بغداد منصب وزارت جنگ قبول کرنیسے مجتنب ہیں - اگر قبول کرینگے تو چند سخت و شدید شرایط پر جنمیں مارشل لا کی تنسیخ اور موجودہ ایوان وزرا کی برطرفی بھی ہے - گورنمنٹ نے ان شرائط کو نا منظور کردیا -

سوڈان پھر چونک اٹھا

—*—

انگلو مصری افواج سر گرم عمل

— * —

۱۰ لاکھ جدید رفلیں قوم امواک کے قبضے میں

(لندن ۱۹ جولائی) رائٹر کو خبریں موصول ہوئی ہیں : جنوبی سوڈان واقع دامن حبشہ کے قبائل میں دس لاکھ فرانسیسی ساخت کی جدید رفلیں خواہ کسی ذریعہ سے ہوں مگر پہنچ چکی ہیں ' جس سے سخت اندیشہ ناک کوائف پیدا ہوگئے ہیں -

انگلو مصری فوج اور قبائل امواک کے جدید معرکے میں یہ بات الم نشرح ہوچکی ہے کہ دریدہ تن وحشی (بندولیں) کی پوشش سے آراستہ ہیں ' اور اسطرح گولیاں برسانے ہیں ' گویا قواعد دانی ' اور قواعد دانی کی داد دیتے ہیں -

وزارت پر اظہار اعتماد

(محمود مختار پاشا کی وزارت جنگ کی افواہ)

(قسطنطنیہ ۱۶ - جولائی) پارلیمنٹ نے گورنمنٹ پر اعتماد کے ووٹ پاس کئے ہیں جنمیں تائیدی ۹۴ اور مخالف ۴ تھے -

وزیر اعظم اور وزیر خارجہ نے عثمانی تعلقات مابین دول عظام پر تقریریں کیں - اور زور کے ساتھ بیان کیا کہ ہمارا تعلق جملہ دول کے ساتھ عمدہ ہے -

تقریروں میں اس بات پر بالخصوص مسرت ظاہر کیگئی کہ برطانیۂ اعظم سے پر جوش دوستی و مودت کی تجدید ' ہمارے مستقبل کی ضامن ہوگی - سنا جاتا ہے کہ محمود مختار نے وزارت جنگ کا جائزہ قبول کیا ہے -

وزارت کا استعفا

(قسطنطنیہ ۱۷ - جولائی) ایوان وزرا مستعفی ہوگیا -

(قسطنطنیہ ۱۸ - جولائی) وزارت کے مستعفی ہونے کا بڑا سبب یہ ہے کہ محمود مختار نے طرح دباؤ ڈالنے لگے - محمود مختار وہی شخص ہیں جنکی نسبت خبر تھی کہ البانیا سے واپسی فوج اور البانیوں کے ساتھ اعتماد کی پالیسی کی شرط پر وزارت جنگ قبول کرینگے -

جدید وزارت

توفیق پاشا عثمانی سفیر متعینۂ لندن وزیر اعظم مقرر ہوے - امید کی جاتی ہے کہ ناظم پاشا وزیر جنگ ہونگے -

وزارت نے طے کرلیا ہے کہ البانیا میں ایک آشتی کا مشن روانہ کیا جاے گا جو تین معروف البانی ممبران پارلیمنٹ سے مرکب ہوگا -

درۂ دانیال پر مکرر گوله باری

ترکی کی بحری فتح

اٹلی کی دو تارپیڈو کشتیاں غرق اور چھه شکسته هوگئیں

(لندن ۱۹ - جولائی) درۂ دانیال سے (رویٹر) کو صبح چار بجے خبر ملی ہے که مقام (کم قلعه) میں سخت گوله باری هورهی ہے -

(قسطنطنیه ۱۹) ایک بجے صبح ۸ اٹالین تارپیڈو کشتیوں نے (کم قلعه) پر یکایک حمله کردیا - قلعه نے جواب دینا شروع کیا تو دو کشتیاں غرق اور ۶ مجروح هوئیں -

(درۂ دانیال کی بندش)

باب عالی نے درۂ دانیال بند کردینے کا حکم دیدیا

(جدید وزارت)

توفیق پاشا نے وزارت منظور کرلی -

الهلال کی قیمت

و لو کنت لاتدری فتلک مصیبة
و ان کنت تدری فالمصیبة اعظم

همارے لئے ایک نہایت دشوار اور لا ینحل عقده (الهلال) کی قیمت کا مسئله ہے -

اگر (الهلال) انگریزی کا کوئی رساله هوتا اور اس صرف کثیر سے شائع کیا جاتا ' تو یه نہایت آسان تھا که اسکی قیمت کم از کم ایک گینی سالانه رکھدی جاتی ' اور پھر تمام اخبارات میں پرو پرائٹر کی فیاضی کی تعریف کی جاتی که بسقدر ارزاں قیمت میں کس درجه کثیر المصارف (جرنل) شائع کیا گیا ہے ' مگر مشکل یه ہے که انگریزی پریس کا نمونه پیش نظر رکھکر همنے اردو زبان میں رساله جاری کیا ہے' اور تمام ملک اُن اخبارات و رسائل کی خریداری کی عادی هورهی ہے' جنمیں سے اکثر کی قیمت تین چار روپیه سے زیاده نہیں ہے' اگر همارے مصارف کا صحیح اندازه هوتا تو بھی ممکن تھا که باوجود اس عادت کے (الهلال) کیلئے ایک دو روپیه کا صرف زائد جائز سمجھه لیا جاتا' لیکن پہلی مشکل سے بھی زیاده مشکل یه ہے که (لکھنؤ پریس) کی ارزاں چھپائی اور عام اردو اخبارات کے سستے کاغذ اور سستے اسٹاک نے اس اندازے کی راهیں بھی مسدود کردی هیں -

الحمد لله که هم نے یه کام اسی تجارتی منفعت کی غرض سے نہیں کیا ہے ' اور نه سرمایه اسی نے سرو سامانی کی حالت میں کیا ہے ' جسکی وجه سے ابتدا هی میں خریداروں کی کثرت کیلئے مضطرب هوں ' پس اسے بالکل ناپسند کرتے هیں که قیمت کے مسئله پر بار بار کچھه لکھیں ' چونکه چند غلط فہمیاں بھی پیدا هوگئی هیں اسلئے اول مرتبه یه چند سطور شائع کی جاتی هیں اور انہیں کو آخری بھی سمجھنا چاهئے ' قیمت رسالے کے لوح پر همیشه درج کردی جاتی ہے ' اور وهی ایک دائمی اور مستقل قیمت ہے' جسمیں کسی طرح کمی و زیادتی نہیں هوسکتی' جن صاحبوں کو مطلوب هو' وه انہیں سطور کے مطالعه پر قناعت فرمائیں ' آینده سے قیمت کے متعلق جو خطوط آئیں گے انکے جوابات بھی نہیں دئے جائیں گے' کیونکه دفتر نہایت مصروف ہے -

(۱) جسقدر صرف (الهلال) کے ایک نمبر کی صرف تصویروں پر آتا ہے' اس سے کم میں اردو کے بہتر سے بہتر هفته وار اخبار پورے ایک ماه تک اپنے دفتر کو چلا سکتے هیں ' کاغذ اور ٹائپ کی چھپائی کے جوگے صرف کو اسکے علاوه سمجھئے -

(۲) کم سے کم پندره روپیه اسکی قیمت رکھی جاتی تو ایک عرصے کے بعد کہیں دفتر کا خرچ نکلنے کی امید کی جاسکتی ' مگر چونکه اسکی اشاعت سے اصل مقصود چند مقاصد کی تحریک ملک میں پیدا کرنی ہے اور وه بغیر کثرت اشاعت کے ممکن نہیں اسلئے نصف قیمت رکھی گئی جسمیں سے ۱۲ آنه تو محصول کے نکلگئے صرف ۷ روپیه ۴ آنے اصلی قیمت باقی رهتی ہے-

** * * *

(۳) اس وقت جو اردو اخبارات نکل رہے هیں ان میں سے ایک مشہور اخبار کی قیمت ۸ روپیه اور ایک کی ۱۲ روپیه ہے' پس هم نے پھر بھی اردو اخبارات کی قیمت کے حدود سے باهر قدم نہیں رکھا ' اور دونوں کی حالت میں جو فرق ہے وه ظاهر ہے -

(۴) همارے ناظرین کو معلوم نہیں که با تصویر رساله نکالنے کی وجه سے هم کو اول تو اعلے درجه کی مشین رکھنی پڑی' اور پھر هافٹون کی مخصوص (ٹریڈل مشین) بھی لینی پڑی ' کیونکه تصاویر کا نازک کام بسا اوقات عام چھپائی کی مشین پر ٹھیک نہیں هوسکتا ' لیکن کیا ان مشینوں کے مصارف سے ناظرین واقف هیں ؟

(۵) پھر طلبا کیلئے اس نصف قیمت سے بھی نصف قیمت کردی گئی یعنی ۴ روپیه ۱۲ آنه اب هم نہیں جانتے که اور کتنی کمی کیا کرنا چاهئے اور کس درجه ایثار مطلوب ہے ' خدا تعالی هماری نیت سے با خبر ہے' همارا بس چلتا تو هم تو بالکل مفت پرچه تقسیم کرتے -

(۶) بعض طلبا ششماهی قیمت پر اخبار مانگتے هیں انکی خدمت میں گذارش ہے که انکی تخفیف کردینے کے بعد اب اور رعایت ممکن نہیں ' رعایتی قیمت پر ششماهی سے کم زمانے کیلئے رساله جاری نہیں کیا جاسکتا ' اور نه کسی [illegible] ماهی جاری هوسکتا ہے -

(۷) هاں پوری قیمت پر جو صاحب سه ماهی قیمت ادا کرنی چاهیں انہیں هر سه ماهی کے اختتام پر ۲ روپیه ۸ آنے کا وی - پی روانه کیا جائیگا اور اسطرح انہیں ۱۰ روپیه میں سالانه قیمت پڑے گی اگر یه منظور هو تو سه ماهی قیمت بھی وصول کی جاسکتی ہے -

(۸) نمونے کے کیلئے ساڑھے تین آنے کے ٹکٹ یا وی - پی کی اجازت ملنی چاهئے *

[الهلال ایلکٹریکل پرنٹنگ ورکس نمبر ۷ ـ ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ ـ کلکته سے [مظهر الحق] نے چھاپکر شائع کیا]

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنين (القرآن الحکيم)

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مقام اشاعت	مدیر مسئول و محرر خصوصی	قیمت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ	احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی	سالانہ ۸ روپیہ
کلکتہ		ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۳ — کلکتہ : شنبہ ۲۷ جولائی ۱۹۱۲ ع — جلد ۱

شذرات

فقیر کی علالت کی خبر پڑھکر اکثر احباب نے عطوفت حالت دریافت فرمائے ہیں ' اس لطف و نوازش کیلئے شکر گذار ہوں ' لیکن اپنی حالت کیا عرض کروں ؟ وہی پرانا خارزار حسرت ہے ' اور وہی پرانی پھولوں کی تلاش -

مثال ماہی دریا ز حال مستسقی ست
دهند شوق ' ولے رخصت نظـــر ندهند

یہ دائم المرضی نہیں ہے بلکہ قدرت کی طرف سے ماردانہ تنبیہ و عبرت ہے ' مگر افسوس کہ دل کی غفلت شکنی اس سے بڑی زیادہ سخت چابکی کو ڈھونڈھتی ہے - اولا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرة او مرتین ' ثم لا یتوبون ولا هم یذکرون (۹ : ۱۲۸)

خدا کا آفتاب اسکی رحمت کی طرح ' روز میرے سروں پر چمکتا ہے ' اور اسکے دلفریب چاند کی ٹھنڈی روشنی کبھی مضائقہ بخل نہیں کرتی ' اسکا ابر رحمت جب کبھی برستا ہے ' تو شاہی محل و ایوان کی طرح میرے صحن خانہ کے پرنالے بھی بہے ہیں ' پھر اسکے سوا جو کچھ ہے ' آسے خود اپنی محرومی اور بے عملی کیوں نہ سمجھوں ؟ ما اصابک من حسنة فمـــن الله وما اصابک من سیئة فمن نفسک - (۴ : ۸۲) وما ظلمهم الله ' ولکن کانوا انفسهم یظلمون (۳ : ۱۱۴)

تاہم احباب مطمئن رہیں کہ علالت کاموں میں حارج نہیں ہو سکتی بشرطیکہ ہوش و حواس پر بھی اسکا حملہ نہو ' اول تو (سلطان مرض) کی حکومت سب سے بالا تر ہے ' پھر رات دن کے اٹھنے بیٹھنے والے رفیق کی آمد میں نئی بات ہی کونسی ہے کہ اسکا کوئی خاص اثر ہو ؟ البتہ پچھلے دنوں (ڈائگوفنور) کی شدت سے ہذیان تک نوبت پہنچ گئی اور دماغ قابو میں نہ رہا ' اس حالت میں اپنی بے بسی اور معذوری واضح ہے ' لیکن شاید صحت دماغ کی حالت میں بھی قلم و زبان پر جو کچھ گذرتا ہے ایک طرح کا ہذیان ہی ہے -

کس زبان مرا نمی فہمد
عزیزاں ' چه التماس کنم

ایک قوم کے مشہور صاحب ریاست ' اور اجکل کی قومی خدمات میں سر درآوردہ بزرگ (الہلال) کا پہلا نمبر دیکھکر ارقام فرماتے ہیں :

"سچ یہ ہے کہ آپنے وہ کام کیا ' جو شاید اردو پریس کی کوئی کمپنی انجام دیسکتی ' اور ابھی تو آپکے اصلی ارادے پردہ خفا میں مستور ہیں * * * * لیکن ظاہر ہے کہ ایسے اہم اور محتاج مصارف کام کو تنہا انجام دینا بہت مشکل ہے - آپنے اپنی ہمت خداداد کی وجہ سے اپنے ذمے لیا ہے ' مگر ہمارا فرض ہونا چاہئے کہ آپکو تھوڑا بہت سبکدوش کردیں - آپکو معلوم ہوگا کہ میں بھی دو سال سے اس خیال میں ہوں کہ ایک عمدہ اردو اخبار جاری کیاجاے جو خالص قومی اغراض و مقاصد کو پیش نظر رکھے اور قابل و اہل عام

اسکے اسٹاف میں جمع کیے جائیں" سب سے پہلے انگریزی اخبار کا خیال پیدا ہوا تھا مگر وہ * * * سے اور پھر ایک حد تک ایکلیے اوکل ہم عصر (کامریڈ) سے پورا ہوگیا ' اب اردو اخبار کے خیال میں تھا ' مولانا سے * * * بھی اسکا تذکرہ بار دگر آیا ' لیکن الحمد للہ کہ آپکی ہمت نے میرے خیالات سے بڑھکر اس کام کو اپنے ذمے لے لیا اور نہایت کامل صورت میں پورا کردیا ' پس اب میری طبیعت بے اختیار چاہتی ہے کہ (الہلال) کی کچھ خدمت انجام دوں نیز اور جو وسیع کام آپنے اپنے پریس کے سر لے لیے ہیں وہ بھی بغیر کافی مالی سرمایہ کے پورا نہیں ہوسکتے ' تنہا آپ کہاں تک روپیہ لگائینگے ؟ اسلئے بالفعل * * * کا چک روانہ خدمت ہے اور بعد میں بھی اتنی ہی رقم بطور ماہوار اعانت کے ہمیشہ پہنچتی رہے گی - سال بھر کیلئے تو وعدہ سمجھئے اور اگر اسکے بعد بھی ضرورت باقی رہی اور اخبار اپنے پاؤں پر کھڑا نہوسکا تو انشا اللہ یہ سلسلہ جاری رہے گا * * * * "

ہم بزرگ موصوف کی اس زاہدانہ عنایت کے نہایت شکر گذار ہیں ' مگر افسوس کہ اپنے اصولِ طبیعت سے مجبور ہونے کی وجہ سے متمتع نہیں ہو سکتے ' اور انکے عطیے کو پوری قدر شناسی کے بعد واپس کرتے ہیں -

ہم نے جسقدر کام اپنے ذمے لے لئے ہیں ' وہ روپیے کے بل ' پبلک کی قدردانی ' اور رؤساے قوم کے جود و سخا کے بھروسے پر نہیں ' بلکہ صرف اسکے فضل اور توفیق کے اعتماد پر ' جو اپنے دروازے کے سائلوں کی فریادوں کو جب ایک مرتبہ سن لیتا ہے تو پھر دوسروں کی چوکھٹوں پر کبھی نہیں بھیجتا ۔ الذي خلقني فهو يهدين ' والذي هو يطعمني ويسقين ' واذا مرضت فهو يشفين ' والذي يميتني ثم يحيين ' والذي اطمع ان يغفرلي خطيئتي يوم الدين (۲۲ : ۸۳) پس ہمارے لطف فرما ہمارے کاموں کیلئے سرمایہ کی ضرورت اور اسکے انصرام کی فکر سے پریشان نہوں اور ہم وطنوں کو ہماری حالت پر چھوڑدیں ' انکی فیاضی کے (الہلال) سے بہتر اور مصارف موجود ہیں ' بہتر ہے کہ اپنے جود و سخا کے سر چشمہ کا رخ دوسری جانب پھیردیں -

---

ہم حاک نشینانِ دوربافِ مدلس ' مسند نشینانِ عزوجاہ کے بذل و عطا کے مستحق نہیں ' خاک کے ڈھیر پر سے گذرنیے کا تو دامن و آستین ضرور غبار آلود ہونگے ' ہم سے ملکر اپنے مخملی اور ریشمی کپڑوں کو کیوں خاک آلودہ کرتے ہیں ' اسی عطر فروش کو ڈھونڈھئے کہ اپکے شرف تخاطب سے ممتاز ہوگا ' مگر اپنے نسیم عطر بیز سے اپکے مشام جان کو مسرور بھی کریگا -

هذا لارباب النعيم نعيمهم
وللعاشق المسكين ما يتجرع

ہم اس بازار میں سودا ے نفع کیلئے نہیں ' بلکہ تلاش زیان و نقصان میں آئے ہیں ' صلہ و تحسین کے نہیں ' بلکہ نفرت و دشنام کے طلبگار ہیں - عیش کے پھول نہیں ' بلکہ خلش و اضطراب کے کانٹے ڈھونڈھنے ہیں دنیا کے زر و سیم کو قربان کرنیکے لئے نہیں ' بلکہ [illegible] قربان کرنے آئے ہیں - ایسوں کی اعانت کرکے آپکا بھی [illegible] ہوگا ؟ اور پھر ایسے عقل فروشوں کو اپنی اعانت فرماکر آپ کیا نفع پہنچا سکتے ہیں ؟

بدہ بشارت طوبی کہ مرغ ہمت ما
بران درخت نشیند کہ بے ثمر باشد

پھر یہ بھی نہیں معلوم کہ آپکا یہ عطیہ کس مقصد سے ہے ؟ اگر آپ مجھکو خریدنا چاہتے ہیں تو یہ رقم تو ایک گرانقدر قیمت ہے ' میں تو اپنی قیمت میں گھانس کی ایک ٹوکری کو بھی گراں سمجھتا ہوں ' البتہ چاندی اور سونے میں پلے ہوے رؤساء کو خریدنے کیلئے اتنا روپیہ مطلوب ہو ورنہ ہم ایسے خاک نشین درویشوں کی تو ایک [illegible] جماعت اتنے میں ملجائیگی لیکن ہاں اگر اس سے میری (ذات) اور میرا (ضمیر) خریدنا مقصود ہو تو بادب واجب عرض ہے کہ آپ خزف ریزہاے طلائی کی تو کیا حقیقت ہے ' (کوہ نور) اور (تخت طاؤس) کی دولت بھی جمع کرلیجئے جب بھی وہ مع آپکی پوری ریاست کے اسکی قیمت کے آگے ہیچ ہیں ' یقین کیجئے کہ اسکو تو سواے شہنشاہ حقیقی کے اور کوئی نہیں خرید سکتا اور وہ ایک بار خرید چکا -

دونوں جہان دیکے وہ سمجھے یہ خوش رہا
یاں آپڑی یہ شرم کہ تکرار کیا کریں

ہمارے عقیدے میں تو جو اخبار اپنی قیمت کے سوا کسی انسان یا جماعت سے کوئی اور رقم لینا جائز رکھتا ہے ' وہ اخبار نہیں بلکہ اس فن کیلئے ایک دھبہ اور سرتاسر عار ہے ' ہم اخبار نویسی کی سطح کو بہت بلندی پر دیکھتے ہیں اور (امر بالمعروف و نہی عن المنکر) کا فرض الہی ادا کرنے والی جماعت سمجھتے ہیں : ولتكن منكم امة يدعون الى الخير و يامرون بالمعروف و ينهون عن المنكر و اولئك هم المفلحون (۳ : ۱۰۱) پس اخبار نویس کے قلم کو ہرطرح کے دباؤ سے آزاد ہونا چاہئے ' اور چاندی اور سونے کا تو سایہ بھی اسکے لیے سم قاتل ہے ' جو اخبار نویس رئیسوں کی فیاضیوں اور امیروں کے عطیوں کو قومی اعانت قومی عطیہ اور اسی طرح کے فرضی ناموں سے قبول کرلیتے ہیں وہ بہ نسبت اسکے کہ اپنے ضمیر اور نور ایمانی کو بیچیں ' بہتر ہے کہ دریوزہ گری کی جھولی گلے میں ڈالکر اور قلندروں کی کشتی کی جگہ قلمدان لیکر رئیسوں کی ڈیوڑھیوں پر گشت لگائیں اور

ہر گلی کوچہ " کام ایڈیٹر کا "

کی صدا لگاکر خود اپنے تئیں فروخت کرتے رہیں -

مسیحی تہذیب اور عہد و قرار کو ہم گذشتہ دو ہزار سالہ تاریخ عالم کے ہر صفحہ میں دیکھہ سکتے ہیں مگر (جنگ طرابلس) سے یورپ کے یہ فضائل جسقدر برہنہ ہوگئے اسکی نظیر نہیں ملے گی *

ابتدا میں تمام دول یورپ کی شہادت کے ساتھہ (اٹلی) نے اعلان کیا کہ جنگ کے حدود طرابلس سے آگے وسیع نہ کیے جائیں

کے ساحل پر گولا باری کی - درہ دانیال کے سرحدوں پر (رہوڈس) اور (بحر ایجین) کے جزائر پر قبضہ کرلیا - لیکن نہ انگلستان کی تہذیب اس بے شرمانی اور نہ دول ستہ کی رگ شرافت کو جنبش ہوئی - سچ یہ ہے کہ یورپ قدیمی مقنن (سولن) کے قانون اور معاہدے مکڑی کا جال ہیں جو اپنے سے قوی کے صدمہ سے تو ٹوٹ جاتا ہے - لیکن ضعیف مکھیاں تو اپنے اندر لپیٹ لیتا ہے *

(جناب عالی) نے مجبوراً (درہ دانیال) کو بند کرنا چاہا لیکن دولت یورپ شرم و حیا کے گرد و غبار کو دامن سے جھٹک کر سامنے آگئے اب کل کی بات ہے کہ (اٹلی) لوہے کی دیواروں سے سر ٹکرانے کی ایک اور آزمایش پر مائل ہوئی اور رات کے دو بجے آٹھ تارپیڈو کشتیاں لیکر گھس پڑی - لیکن پھر جو کچھ ہوا اسکو امید ہے کہ بہت جلد نہیں بھلا سکے گی *

ابتدا میں تو اس شکست عظیم کی مغالطہ کی کوشش کی گئی اور کہا گیا کہ جب ترکوں نے انکی آمد معلوم کرکے تارپیڈو کے دہانے کھولدیے تو مع الخیر اپنی کشتیاں واپس لے آئے (۲۰ جولائی) اٹالین اخبارات نے اس واقعہ کو اٹلی کی بحری طاقت کی ایک بے نظیر نمایش بتلایا کہ پانچ میل تک ہماری کشتیاں چلی گئیں اور پھر انپر ذرا بھی آنچ نہ آئی (۲۱ جولائی) لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ (روما) کے دفتر جنگ نے اپنی کذب بیانی کی ڈگری بعشر کی

(روما) کے دفتر جنگ نے اپنی کذب بیانی کی ڈگری بعشر کی

نسبت کچھ گھٹادی ہے کیونکہ پھر ۲۲ کی تاربرقیوں میں اس حد تک تسلیم کیا جاتا ہے کہ کشتیوں کو نقصان ضرور پہنچا - اور نیز یہ کہ مقصود ترکی بیڑے پر حملہ ہی تھا *

اس ہفتے ایک (تصویر) کسی جگہ بعنوان (عثمانی پیغام بر اٹالین کیمپ میں) دی گئی ہے جو ایک قصہ طلب واقعہ سے تعلق رکھتی ہے - قلت گنجایش سے وہ مضمون درج نہیں کیا گیا آیندہ نمبر میں شائع ہوگا *

عثمانی پیغامبر اٹالین کیمپ میں

توفیق پاشا سفیر لندن حضور کے وزارت کی منظوری سے انکار کردیا

اکثر احباب پوچھتے ہیں کہ ہم ہندوستان کے اہم معاملات پر کب لکھنا شروع کرینگے ؟ گذارش ہے کہ وہ مضطرب نہوں - اس وقت تک جو کچھ (الہلال) میں دیکھ رہے ہیں وہ تو محض تمہید کی دوں ہی شروع کردیا اور اسکا ایک نمونہ دکھلا دیا تھا - ورنہ ہم نے اپنے اصلی مقاصد اشاعت کے لحاظ سے تو ابتک ایک حرف بھی نہیں لکھا اور اصل یہ ہے کہ لکھنے کی مہلت ہی نہیں ملی *

رامپور سے ہمارے ایک عنایت فرما لکھتے ہیں کہ مسلم لیگ کے موجودہ کاسہ لیسوں کی حمایت میں مسٹر محمد یوسف جو مضامین لکھ رہے ہیں اور اس سے پہلے جو مضامین اخباروں میں (؟) آپ کیوں نہیں لکھتے اور کیوں خاموش ہیں ؟

شاید ہم نے (محمد یوسف) نامی کسی شخص کا مضمون کسی اردو اخبار میں دیکھا ہے - (محمد یوسف) غالباً وہی شخص ہے جو (لیگ) کے دفتر میں چند روپیوں پر نوکر ہے - پس اسکو تو لائق خطاب نہیں سمجھتے - وہ غریب جو کچھ لکھ رہا ہے - لیگ کا نمک ہے جسنے سفید کاغذ کی جگہہ سیاہ روشنائی کی صورت اختیار کرلی ہے - البتہ ہمیں خود ایک مبسوط و مسلسل سلسلہ مضامین لکھنا ہے اور اسکی اشاعت تو منجملہ ہمارے مقاصد مہمہ کے ہوگی - الحمد للہ کہ ہم منجملہ ان ایک دو مخصوص اشخاص کے ہیں کہ جس وقت لیگ عین اپنے دور عروج میں کوس لمن الملک الیوم بجا رہی تھی اس وقت بمبئی میں ہم اور (مولانا شبلی) اسکی طفلانہ کارروائیوں پر ہنسی اڑاتے تھے اور لیگ کے موجودہ سکریٹری کو اسکی وہ گفتگو تو یاد ہوگی جو کئی سال ہوئے الہ آباد میں مولوی (محمد اسحاق) صاحب کی کوٹھی میں ہم میں اور ان میں ہوئی تھی *

اس سے مقصود یہ ہے کہ (مقدم مسئلہ) کی تسلیم کے بارہ میں ہماری رائے پر کوئی اثر نہیں - بلکہ یہ رائے روز اول ہی سے تھی اور یہ اللہ کا ایک خاص فضل و کرم ہے کہ وہ اپنے جن بندوں کو چاہتا ہے تا رحو عام گمراہی اور ضلالت کے اثر سے بچالیتا ہے

واللہ یہدی من یشاء الی صراط المستقیم *

الہلال

۲۷ جولائی ۱۹۱۲

قسطنطنیہ میں

ہجوم مشکلات و تصادم احزاب

(۲)

(صادق بک) کی پارٹی نے اپنے پروگرام میں حسب ذیل مواد بھی داخل کئے :—

(۱) پارلیمنٹ کا کوئی ممبر گورنمنٹ سے کسی کام کا ٹھیکہ نہیں لے سکتا -

(۲) کوئی ممبر سرکاری عہدہ قبول نہیں کرسکتا -

(۳) اتحاد عناصر مختلفہ کی ابتدائی پالیسی کو قائم رکھا جائے اور آیندہ زیادہ کوشش کی جائے -

(٤) یورپ کے تمدن کے آداب و اخلاق کو شریعت اسلامیہ کے شعائر و تہذیب کے تحفظ کے ساتھہ رائج کرنا چاہئے اور افراط و تفریط کو روکنا چاہئے -

(۵) خفیہ انجمنوں کو بالکل توڑدینا جائے -

ملک کی حالت جو ہو رہی تھی اسکے لحاظ سے یہ تمام دفعات نہایت اہم تھیں ' سب سے زیادہ نقصان ابتدائی پارلیمنٹ کے زمانے میں جو حکومت کو پہونچا ' وہ ممبران پارلیمنٹ کا سرکاری کاموں کا ٹھیکہ لینا ' عہدوں کو قبول کرنا ' اور تمام ابتدائی قیل و قال چھوڑکر عربی و ترکی و عثمانی کے سوال کو چھیڑنا اور اسی طرح کے معاملات تھے ' پس (صادق بے) نے (شوکت پاشا) کی اعانت سے اپنی پارٹی کے مقاصد انہی امور کو قرار دیا ' اور فوج کے سیاسی امور سے بے تعلق ہونے کے ساتھہ ان امور پر زور دینے کا بھی اعلان کردیا -

اس وقت (صادق بے) (اتحاد و ترقی) کا ذمہ وار ممبر تھا (یعنی پریسیڈنٹ تھا کیونکہ اتحاد و ترقی مساوات حال کی وجہ سے کسی کو صدر نہیں بناتی ' اور معناً جو صدر ہوتا ہے اسکو ایک مرخص و مسؤل عضو یعنی ذمہ دار ممبر کہکر پکارتی ہے (لیکن جوں ہی ان خیالات کی اشاعت کی معاً اتحاد و ترقی اسکی مخالف ہوگئی اور قسطنطنیہ میں رہنا دشوار ہوگیا ' (جاهد بک) ایڈیٹر (طنین) کے قلم مسموم نے ایسا سخت ایجی ٹیشن پھیلادیا کہ خود (شوکت پاشا) حالت کو مخدوش دیکھنے لگے اور بالآخر (صادق بے) قسطنطنیہ سے چلے گئے -

لیکن انکی پارٹی (حزب الاصلاح) کے نام سے قائم ہوگئی تھی ' ملک کے معتدل مزاج اور سلطنت کے اشخاص اسکے حامی ہوئے گئے ، یہاں تک کہ خود اتحاد و ترقی کی ایک بڑی جماعت کٹ کر اسکے ساتھ ہوگئی -

لیکن جو مقصد اصلی تھا ' یعنی فوجی تسلط اور بعض انقلاب مزاج نوجوانوں کے اثر کا انسداد ' اسمیں کچھہ کامیابی نہیں ہوئی ، (شوکت پاشا) نے متواتر فوجی اعلانات شائع کئے ' متعدد افسروں کو سزائیں بھی دیں ' لیکن مشکل یہ تھی کہ اتحاد و ترقی کا پنجہ اتنا قوی ہوگیا تھا کہ اب اس سے حکومت کا نکلنا بہت مشکل تھا ' اور پھر اس سے بھی انکار نہیں کیا جا سکتا تھا کہ اصلی عاملہ قوت بھی انجمن تھی -

اس اثنا میں معاملات نے پلٹے کھائے ' وزارتیں بدلی گئیں ' اور ملک کی سیاسی حالت کا افق بھی متغیر ہوگیا ' اب وہ وقت آیا جب انگلستان نے (جرمنی) کو قسطنطنیہ کے حلقوں میں پیش قدمی کرتے ہوے دیکھا اور انگلستان کے سیاسی حلقوں کے بے صبرانہ اعتراضات ' اور نوجوان ترکوں کی شکایات نے ترکوں کے دلوں کو بھی انگریزوں کی طرف سے بالکل مایوس اور سرد کردیا ' انگلستان دیکھہ رہا تھا کہ اسکے لئے سب سے زیادہ نافع اور مفید الغراض وجود جو ترکی میں ہے وہ نودسالہ بوڑھا وزیر (کامل پاشا) ہے اور اسکے خانہ نشین ہوجانے سے (جرمنی) کے ہاتھہ پیر پھر قوی ہوگئے ہیں - (محمود شوکت پاشا) نے جرمنی میں رہکر تعلیم پائی تھی اور انکا اسکی طرف میلان بھی ابتدا سے ظاہر تھا ' پس اس مشکل کا یہ علاج تجویز کیا گیا کہ پھر دوبارہ (کامل پاشا) کو بستر سے اٹھایا جائے اور میدان سیاست میں انگریزی حمایت کی لاٹھی کے سہارے کھڑا کیا جائے - قسطنطنیہ کے برٹش سفارت خانے میں ایک نئی پارٹی قائم کرنے کے تمام ابتدائی مرحلے طے کیئے گئے اور تھوڑے ہی دنوں کے بعد (حزب الائتلاف) کے قائم ہونے کی خبریں تمام عالم میں مشتہر ہوگئیں *

کامل پاشا جنکے وزیر اعظم ہونے کی امید کی جاتی ہے

(کامل پاشا) کی نسبت باخبر ناظرین کو یہ یاد دلانا شاید ضروری نہوگا کہ یہ قدیم شخص سلطنت کے اُن وزرا میں سے ہے جو بارہا وزارت کے عہدے پر مامور ہوا اور پھر کسی خاص معاملے میں (یلدز) کو خوش نہ کرسکنے کی وجہہ سے معزول کردیا گیا - اسکا سب سے بڑا شخصی وصف ممتازیہ بیان کیا جاتا ہے کہ انگلستان کا

نہایت دوست اور حامی ہے اور ہمیشہ اسکے رقیبوں کے مقابلے میں اسکو فتح دلانے کا باعث رہا ہے - انقلاب عثمانی سے کچھہ پہلے یہ صوبہ (آئدین) کا گورنر تھا جسکا دار الحکومت (سمرنا) ہے - چونکہ یہ (دور حمیدی) میں کبھی بھی (یلدیز) کے ملت فروشوں کا ساتھی نہ بنا اسلئے تقریباً (سلطان عبدالحمید) کے تمام مشیر اسکے سخت مخالف تھے - بالاخر اسپر انشیاے کوچک کے قزاقوں کی اعانت کا الزام لگایا گیا اور گرفتاری کیلئے ایک جہاز پوشیدہ روانہ کیا گیا - (کپتان ھربرٹ) نامی ایک شخص نے (فورٹ نائٹلی ریویو) میں لکھا تھا کہ میں نے خود اپنی آنکھوں سے وہ ٹاٹ کا خالی تھیلا دیکھا ہے جو اُس جہاز پر بھیجا گیا تھا تاکہ (کامل پاشا) اسمیں بند کرکے دریا میں پھینکدیا جاے - لیکن خوش قسمتی سے (کامل پاشا) کو عین وقت پر خبر لگ گئی اور وہ اپنے دوستوں کیسے برٹش سفارت خانے میں پناہگیر ہوگئے - قسطنطنیہ سے جو لوگ گئے تھے انہوں نے جب پنجرے کو شکار سے خالی پایا تو سخت متاسف ہوے اور برٹش سفارت خانے کی نگرانی شروع کردی کہ یہاں سے نکل نہ سکے - مگر یہ نگرانی بے نتیجہ اور بعد از وقت تھی کیونکہ رات کی تاریکی میں (سمرنا) کے ساحل سے ایک جرمن تجارتی جہاز روانہ ہوچکا تھا اور اسمیں (کامل پاشا) بحفاظت تمام پہنچا دیے گئے تھے - قسطنطنیہ پہنچکر انہوں نے پھر برٹش سفارت خانے کا راستہ لیا اور انگریزی سفیر نے وعدہ کیا کہ وہ کسی نہ کسی طرح انکے وقت (سلطان عبد الحمید) تک پہنچا دے گا جبکہ انکے مشیروں میں سے کوئی نہوگا - ایک ایسے ہی موقعہ پر یہ باریاب ہوا اور اُس وقت ترکی میں موت کے منہہ میں جانے سے بھی بڑھکر جو خطرناک کام کوئی انسان کرسکتا تھا اسکے لئے طیار ہوگیا یعنی سلطان کے آگے انکے مشیروں کا تمام کچا چٹھا جی کھولکر سنادیا اور صاف صاف کہدیا کہ اس وقت جو کچھہ ہو رہا ہے ملک کی بالکل تباہی و بربادی اور ھلاکت ہے *

(کامل پاشا) اپنی جرات و دلاوری کا پورا خونی وقت و دستہ سے بچکر تو ضرور نکل آیا مگر پھر کسی عہدے پر جانے کی اسے جرات نہیں ہوئی - باقی دن محض خانہ نشینی میں کاٹ رہا تھا کہ یکایک انقلاب نے ظہور کیا اور تمام حالات متغیر ہوگئے *

انقلاب کی ابتدائی ششماھی ھی میں (سعید پاشا) کے بعد (اتحاد و ترقی) نے وزارت اعظم پر اسے مامور کیا تھا اور انگلستان اس انتخاب سے اسقدر خوش ہوا تھا کہ خود (شہنشاہ اڈورڈ) نے مبارکبادی کا تار بھیجا تھا مگر چند مہینوں کے بعد (اتحاد و ترقی) کی مداخلت سے اُکتا گیا اور خود اُس نے بھی اسکی طرف سے گردن موڑلی - بالاخر مستعفی ہونا پڑا *

اسکے بعد بالکل خانہ نشین تھا اور ظاھر ہے کہ ۹۱ برس کی عمر میں خانہ نشینی کے سوا اور کیا کرسکتا تھا - مگر (اتحاد و ترقی) کے مخالفین اور ترکی کے برٹش سفارت نے اپنے اعمال کی تکمیل کیلئے اسکو شکمے کرنے ھی میں مصلحت دیکھی اور (کامل پاشا) کے نام سے ایک پارٹی قائم ہوگئی *

مسلم یونیورسٹی

بالاخر گورنمنٹ کے اعلان نے فیصلہ کردیا کہ قومی یونیورسٹی کو اپنا دائرہ وسیع کرنے کی اجازت نہوگی اور کوئی کالج اُنسے ملحق نہو سکیگا انا للہ و انا الیہ راجعون - ہم نے (مسلم یونیورسٹی) کے ھنگامے کو دیکھکر پہلے ھی دن کہدیا تھا کہ اس مرعی کے پر صرور سنہری ھیں لیکن شاید اڑنا سونے کا نہ ھوگا - مگر اُس وقت (آغا خان) کی موٹر کی گھڑ گھڑاہٹ اسقدر سخت تھی کہ اس غل میں ھماری آواز کا سنائی دینا محال تھا - تاہم ملک کو صدمہ ہو تو ہو لیکن (علیگڈہ کالج) کے ارباب کار کو مغموم ہونے کی کوئی وجہ نہیں - انکی مطلوبہ میں جونکہ ہر شے روپیہ سے بنتی ہے لہذا ہر شے روپیہ ہے (مسلم یونیورسٹی) روپیہ کی ایک خاص مقدار کا نام تھا - اور وہ کبھی ڈرا کر کبھی دھمکا کر اور کبھی چمکار کر وصول کرھی لیا گیا (والامالامان بین الخوف والرجا) اب (یونیورسٹی) کی تکمیل میں اور کونسا مرحلہ باقی رہگیا ہے ؟ رہا کالجوں کا اُس سے ملحق نہونا - گورنمنٹ کے آھنی پنجے کا سخت ہونا - پروفیسروں کے رد و قبول کا حبسلر کے اختیار میں ہونا - دائیاب کی مشکلاتی کا فیصلہ نہ کرنا اور اسی طرح کی کچھہ اور باتیں - تو یہ ایسی معمولی جزئیات ہیں جنکا خیال روپیہ دینے والوں کو نہیں کرنا چاہئے - (نواب وقار الملک) اصل حقیقت کا افسانہ سنا کر پھر روپیہ دینے والوں کو ایک آخری چابک لگاھی چکے ہیں - دنیا میں تقسیم عمل کے زریں اصول پر کام چل رہا ہے - روپیہ دینے والے روپیہ دیں - (شملہ) میں جاکر (ممبر تعلیم) کی ھاں میں ھاں ملانے والے اپنا کام کریں - اور ارباب کار کی جدوجہد جامعہ کے شکریہ کا ورق پیش کرنے والے خوشنما الفاظ ڈھونڈتے رہیں - پھر نہونے سے کسی کام کا ہونا بہر حال بہتر - اور (آغا خان) کی نصیحت ورد زبان کہ " گورنمنٹ پر اعتماد کرنا سیکھو "

قل هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا ؟ الذين ضل سعيهم في الحيوة الدنيا ' وهم يحسبون انهم يحسنون صنعا ' اولئك الذين كفروا بآيات ربهم ولقائه فحبطت اعمالهم فلا نقيم لهم يوم القيامة وزنا (١٠٥ . ١٨) یہ (قرطبہ) اور (غرناطہ) کے خوابہاے پریشاں اور (اضغاث احلام) کی تعبیر ہے !

وفاداری کا وعظ

ھمارے دوست مسٹر حامد علی خاں صاحب نے (پانیر) میں ایک چٹھی شائع کی ہے اور انگریزی حکومت کے برکات کے افسانہ کہن کو از سر نو دہرایا ہے۔ یہاں تک مضائقہ نہیں

ہر المسک ما کررتہ یتضوع

لیکن آگے چلکر فرماتے ھیں کہ "جو شخص کچھہ بھی عقل رکھتا ہے وہ ھرگز ایسا یقین نہ کرے گا کہ ہم اپنے ملک پر حکومت کرنے کے لائق ہوگئے ھیں" پھر وہ ملک کو نصیحت کرتے ھیں کہ اور سب کچھہ چھوڑکر صرف "گورنمنٹ کے وفادار رھیں اور آدمی پیدا کریں اور برٹش حکومت کو ھردلعزیز بنانے کی کوشش کرتے رہیں" پھر اس نصیحت کے دوسرے ٹکڑے پر سب سے پہلے اپنا عمل پیش کرتے ھیں کہ دربار

دہلی کے موقعہ پر انہوں نے شعراے لکھنو کی مبارکبادوں کا ایک مجموعہ شایع کیا *

ہم بھی یہی کہتے ہیں کہ مسلمانوں کو ہمیشہ غدر و غداری سے بچنا چاہئے گورنمنٹ کو خوش رکھنے کیلئے نہیں بلکہ اسلئے کہ انکے خدا کا بھی حکم ہے (لا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا) لیکن ساتھہ ہی ہمارے عقیدے میں (اسلام) پنجاب کی ہر اُس حکومت کو جو دستوری اور پارلیمنٹری ہو ' سب سے بڑا انسانی گناہ اور سخت سے سخت معصیت قرار دیتا ہے ' پس ہندوستان کے مسلمانوں کا یہ حیثیت بیرو مذہب ہونے کے فرض مذہبی سمجھتے ہیں کہ وہ برٹش گورنمنٹ سے پارلیمنٹ کا مطالبہ کریں اور جب تک مل نہ جاے اپنے مذہب کی خاطر دم نہ لیں ' رہا ملک کا طلبگار نہ ہونا تو اب چالیس برس پیشتر ہم نے (قیصر دام) کی تاجپوشی میں جو کچھہ سنا تھا سن لیا ' اور چالیس برس تک کولہو کے بیل کی طرح آنکھوں پر پٹی باندھکر گردش کرتے رہے سو کرلی ' اتنی (مسٹر چارلس براڈلا) اور انکے ہم مشرب اس وعظ سے ہمیں معاف رکھیں ' مسلمانوں کا فلسفہ سیاست یہی ہے اور اسکے لحاظ سے تو انشاء اللہ قیامت تک کبھی طیار نہونگے اور ہمیشہ حاشیہ غلامی کو کانوں کی جگہہ ' بعد افتخار سمجھکر اپنے سینوں پر لگائے رہیں گے

تعجب ہے کہ ١٢ دسمبر کے آخری تازیانے نے بھی ان غلامی پرستوں کی آنکھیں نہیں کھولیں ! ختم اللہ علی قلوبہم و علی سمعہم و علی ابصارہم غشاوۃ (٢ : ٧) اولئک الذین اشتروا الضلالۃ بالہدی فما ربحت تجارتہم وما کانوا مہتدین (٢ : ١٦)

انگلستان میں (سفریجٹ) عورتوں کا ابھی ایجی ٹیشن بدستور جاری ہے - ٢٠ جولائی کو (مسٹر اسکوئتھہ) نے (ڈبلن) میں جب (ہوم رول) پر تقریر کی تو ستم ہاوس میں سفریجٹ عورتوں کو منتشر کرنے کیلئے پولیس کو سختی سے کام لینا پڑا ' یورپ میں عورتوں کو جو آزادی دیگئی ہے اسکا لازمی نتیجہ یہی تھا ' کونسی وجہ بتلائی جاسکتی ہے کہ وہ سب کچھہ کریں مگر پولیٹکل امور میں رائے دینے کا حق نہ رکھیں ؟ مگر ہم کو اس وقت (اسلام) کے عہد اول کا ایک واقعہ یاد آگیا ہے *

اسلام ہی وہ تنہا مذہبی دعوت ہے جس نے عورت کو اسکا اصلی درجہ ہزاروں برسکی غلامی کے بعد دلایا ہے ' اور نہ دلایا کہا گیا ہے ؟ مگر اسطرف شاید کسی کو توجہ نہیں ہوئی کہ صدر اول ہی میں عورتوں نے پولیٹکل میدانوں میں مردوں کی دوش بدوش کام انجام دئے ہیں - آج انگلستان با اس ہمہ دعواے مساوات بین الطرفین عورتوں کو صرف ووٹ دینے کا حق دینے پر بھی راضی نہیں اور اسکے لئے ان بیچاریوں کو کبھی کھڑکیوں کے شیشے توڑنے پڑتے ہیں اور کبھی اپنے تئیں کھمبوں سے باندھنا پڑتا ہے ' لیکن (اسلام) نے عورت کو ابتدا ہی میں جو درجہ دیا تھا اُس نے یہاں تک انکی جرائتیں بڑھادی تھیں کہ (خلیفہ سوم) کی شہادت کے بعد جب اہل مدینہ نے (حضرت امیر) علیہ السلام کے ہاتھہ پر بیعت کی ہے ' تو ایک عورت (خون عثمان) کا دعوی لیکر اٹھہ کھڑی ہوئی اور (جنگ جمل) کے مشہور معرکے میں ایک فوجی کمانڈر اور پولیٹکل مدبر کی طرح اپنے (فوجیں) کو لا کھڑا کیا *

یہاں اس امر سے بالکل بحث نہیں ہے کہ حضرت (عائشہ) کا دعوا کہاں تک صحیح تھا ؟ یہ ظاہر ہے کہ انکو دھوکا دیا گیا اور حضرت (امیر) کا برسر حق ہونا آئندہ کے واقعات سے خود ثابت ہوگیا - مگر ہمیں دکھلانا یہ ہے کہ ایک بہت بڑی جماعت صحابہ انکے ساتھہ تھی ' اور جو نہ تھی وہ انکو بزور غلط سمجھتی تھی مگر یہ کسی نے نہیں کہا کہ عورتوں کو ان پولیٹکل مسائل سے کیا کام ؟ اور تو اور خود حضرت (امیر) نے بھی انہیں یہ الزام نہیں دیا - اس سے اندازہ کیا جاسکتا ہے کہ آج یورپ جن حقوق کے دینے میں متامل ہے - اسلام تیرہ سو برس پہلے انکا فیصلہ کرگیا *

اور عورتوں کا پولیٹکل امور میں حصہ لینا تو ایک ایسی بات ہے جسکی ہزاروں شہادتیں تاریخ اسلام میں ملیں گی - البتہ یہ واقعہ صدر اول کا ہے - صحابۂ کرام کی اسپر تصدیق ہے - اور میدان جنگ تک نوبت پہنچی ہے اسلئے اسکا خاص طور پر ذکر کیا گیا *

مگر (سفریجٹ) عورتوں کی خبریں پڑھکر ہمیشہ ہمارے دل پر ایک اور اثر بھی ہوا کرتا ہے - ایک ملک تو وہ ہے جہاں عورتیں پولیٹکل حقوق کیلئے جان و مال فدا کر رہی ہیں ' اور ایک بدبخت (ہندوستان) ہے - جہاں کے مسلمان مردوں کو بھی ابھی اس قابل نہیں سمجھتے کہ کم از کم انگلستان کی عورتوں ہی کی ہمسری کرسکیں اور ابتک کہے جاتے ہیں کہ وقت نہیں آیا - وقت نہیں آیا - اسطرح تو وقت کبھی بھی نہیں آے گا - اور اگر آے گا بھی تو اس حال میں - کہ ان کانت الا صیحۃ واحدۃ فاذا ہم خامدون (٣٦ : ٢٩) فما لہؤلاء القوم لا یکادون یفقہون حدیثا !

میدان جنگ میں ایک عشق باز قوم

(از طین)

اٹلی ' جو ہاتھہ میں شمشیر ' اور کاندھے پر بندوق رکھکر افریقہ کے ایک دور دراز صوبے کو فتح کرنے کیلئے گئی ہے ' اسکی نسبت مندرجہ ذیل واقعہ نہایت دلچسپی سے پڑھا جاے گا :—

(بنغازی) کے حال میں جو لوگ واپس آئے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مختلف معرکوں میں جب اطالی مقتولوں کی لاشوں کو دیکھا گیا ہے تو ان میں سے اکثروں کی جیب سے خوبصورت لڑکیوں کی تصویریں نکلی ہیں ' اور بعضوں کی جیبوں میں فحش تصویریں اور مرقعے بھی پائے گئے ہیں ' ایک اٹالین افسر نے تو اس حالت میں جان دی ہے کہ اپنی محبوبہ کی تصویر کو ہونٹوں سے لگاے بوسہ دے رہا تھا ! میدان قتال صرف اُن جانبازوں کی جگہ ہے ' جنہوں نے وطن اور ملت کے عشق میں اور تمام جسمانی عشق بھلا دیے ہیں ' جو لوگ اپنی معشوقہ کی برہنہ تصویروں کو جیب میں لیکر حملہ کرتے ہیں ' انکی نسبت زیادہ سوچنے کی ضرورت نہیں کہ کب تک میدان جنگ میں ثابت قدم رہیں گے ؟

مقالا

السید محمد رشید رضا الحسینی

اسلام کی موجودہ اصلاح و دعوت کی تاریخ کا ایک صفحہ

(۳)

یہاں تک کہ سنہ ۱۹۰۶ کے اوائل میں انکی خلوص و صداقت اور غیرت اصلاح کی آزمایش کا اصلی زمانہ آگیا ، ولنبلونکم حتی نعلم المجاہدین منکم والصابرین - اب حکام سلطانی کے غیظ و غضب کی کوئی انتہا نہ تھی (المنار) میں (مسئلۂ مدن) اور (حجاز) پر انکے قلم نے نہیں معلوم (طلسم سراے یلدز) کے کتنے اسرار و حقائق فاش کردیئے تھے اور حکام سلطانی کی رشوت ستانیوں کے اولین ناقابل تردید ثبوت پیش کئے تھے - سلطانی جاسوسوں کے شیاطین نے جب دیکھا کہ مصر میں مقیم ہونے کی وجہ سے (سید رشید) دسترس سے باہر ہے تو طرابلس میں آنکے اعز و اقرب کو ستانا شروع کردیا ' جابرانہ حکومتوں میں الزام دہی کا سب سے زیادہ آسان آلہ (پولیٹکل سازش) کا اتہام ہے ' جسکے لئے صرف کسی فرضی شبہ یا جاسوسی کا حوالہ دیدینا کافی ہوتا ہے ' (سید رشید رضا) کے مصائب بھی اسی الزام سے شروع ہوئے ' سب سے پہلے انکے بوڑھے اور بیمار باپ اور بھائیوں پر (سید رشید) کے ساتھ کسی نامعلوم پولیٹکل سوسایٹی میں شرکت کا الزام لگایا گیا ' اور جبراً پولیس کی مدد سے تمام مکان کی تلاشی لی گئی ' جب اسطرح کوئی مفید مطلب بہانہ ہاتھہ نہ آیا ' تو دوسرا الزام لگایا گیا کہ (عربی خلافت) قائم کرنے والی مشہور ' مگر مجہول العمل جماعت میں انکا باپ بھی شریک ہے ' اور بوجہ مذہبی مقتدا ہونے کے عوام کو اس خیال کی دعوۃ دیتا ہے -

(عہد عبدالحمید) میں (عربی خلافت) کا مسئلہ بھی منجملہ ان فرضی الزامات کے تھا ' جسے (یلدز) کے جاسوسوں نے اپنے ابلیسانہ اعمال کی تکمیل کیلئے تصنیف کرلیا تھا ' اور جس سے مقصود یہ تھا کہ شام و عرب کے آزاد خیال لوگوں کو پکڑنے اور سلطان پر اپنی حسن خدمت ظاہر کرنے کیلئے ہمیشہ ایک ذریعہ جاری قائم رہے ' یلدز کا شیخ الشیاطین (شیخ ابوالہدی) اور مشہور خائن و قاتل ملت (عزت پاشا) ان دونوں نے اس فرضی فتنے کے نام سے ہزاروں اہل علــم و قلم کو طرح طرح کے شدائد عذابوں میں گرفتار کیا اور کروڑوں روپیہ سلطان سے وصول کیئے ' یہ لوگ ہمیشہ اسطرح کی خبروں کا ایک مرتب دفتر بناکر پیش کیا کرتے تھے کہ " شام کے فلاں حصے میں ایک نہایت خطرناک اور فتنہ انگیز خفیــہ انجمن قائم ہوئی ہے ' جبل (لبنان) کی غاروں میں اسکے جلسے ہوتے ہیں ' فرانس یا انگریزوں کا ہاتھہ بھی انکی پیٹھہ پر ہے ' انکا مقصد یہ ہے کہ ایک عربی خلافت قائم کی جاے اور عثمانی خلافت کا تخت الٹ دیاجاے وغیرہ وغیرہ " سلطان اس وحشت انگیز خبر کو سنکر کانپ اٹھتا ' مگر پھر خبر دینے والے کچھہ دنوں کے بعد ظاہر کرتے کہ " الحمد للہ اقبال سلطانی سے ہم اس انجمن کے تمام ممبروں کے پکڑنے میں کامیاب ہوے ' فلاں شخص اسکا پریسیڈنٹ تھا اور فلاں سکریٹری ' اور فلاں کو بوسفورس میں غرق کردیا گیا اور انکو جزائر میں جلا وطن "

یہی الزام اخر میں (سید رشید) اور انکے باپ پر بھی لگایا گیا ' اور جب اس سے بھی تسلی نہ ہوئی تو حکم دیا گیا کہ (سید رشید) کو عہد سلطانی کے خلاف مضامین لکھنے سے روکو ' ورنہ جب تک احکام شاہانہ کی تعمیل نہ کریگا تم لوگ بطور ضمانت کے قیدی رہوگے -

لیکن اس حکم کی تعمیل کیونکر ممکن تھی ؟ بالاخر انکا باپ جو عین مرض الموت میں مبتلا اور نہایت ضعیف و زار تھا ' اور دونوں بھائی قید کرلیے گئے ' اور تمام مکان و جائداد سرکاری قبضے میں آگئی :

عشق ازین بسیار کردست و کند

(سید رشید) کے والد اپنی زندگی کی آخری گھڑیاں شمار کررہے تھے ' اور اپنی اولاد کو آخری وقت ایک نظر دیکھہ لینے کیلئے سخت بیقرار تھے ' مگر طرابلس الشام کے شقی اور شیطان صفت حکام نے اتنا رحم بھی جائز نہ رکھا کہ انہیں انکے لڑکوں کے ساتھہ ایک کوٹھری میں قید کیا جاے اور کم از کم مرنے وقت چھوڑ دیا جاے کہ اپنی اولاد کے ہاتھوں پانی کے چند قطروں سے محروم نہ رہیں ' حالانکہ اب عنقریب وہ اس دنیا میں جانے والے تھے ' جہاں اس دنیا کے ظلم و ستم کا ہاتھہ نہیں پہنچ سکتا ' اور جہاں چند دنوں کے بعد ان ظالموں کو بھی جاکر اپنے اعمال کا حساب دینا ہے ' آج وہ ایک قیدی اور محکوم کی حالت میں گو دم توڑ رہے ہیں ' مگر کل ایک تخت عدالت بچھنے والا ہے جہاں حاکم و محکوم ' ظالم و مظلوم ' قیدی و حارس ' سب ایک ہی صف ' اور ایک ہی مقام پر کھڑے ہونگے ' فسیعلمون الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون -

(سید رشید رضا) قاہرہ میں بیٹھے یہ تمام جگر شگاف خبریں سنتے تھے ' مگر اف تک نہیں کرتے تھے ' انکے صبر و سکوت سے معلوم ہوتا تھا کہ وہ گویا پیشتر ہی سے ان آنے والے حوادث کے منتظر تھے ' اور جو کچھہ ہورہا ہے اس سے زائد انکو معلوم تھا ' بوڑھا باپ قید خانے میں انکے لئے تڑپ رہا تھا ' مگر وہ جا نہیں سکتے تھے ' کیونکہ اگر جاتے تو فوراً گرفتار کرلیے جاتے ' اور جس خدمت ملت کیلئے یہ سب کچھہ جھیل رہے تھے ' اس کا سلسلہ مسدود ہو جاتا ' انکی رہائی اور نجات کیلئے سعی و کوشش بھی بے سود تھی ' کیونکہ اگر جرم ہو تو اسکی مدافعت کی جاے ' بے جرمی کے جرم کا کیا علاج ؟

البتہ ایک علاج ضرور تھا ' یعنے اعلان کلمۂ حق اور اظہار صداقت و حقیقت سے باز آجائیں ' یہ ایک ایسا علاج تھا کہ اگر اسکو گوارا کرلیا جاتا تو ایک لمحہ کے اندر ہی تمام مصیبتوں کا چھایا ہوا ابر صاف ہو جاتا ' اور پھر دنیوی عیش و تنعم سے یہ اور انکے تمام عزیز و قریب مالامال ہو جاتے ' لیکن (سید رشید رضا) کو اپنی زندگی میں کبھی ایک لمحہ کیلئے بھی ایسا خیال نہیں آسکتا تھا ' اپنے قلب میں اس (سراج منیر) اور (نور الہی) کی روشنی نسلاً بعد نسل منتقل ہوتی ہوئی موجود تھی ' جسکے آگے (مکہ) کے صنادید قریش نے جب جوہرا عرب کی بادشاہت پیش کی تھی کہ اعلاے کلمۃ الحق سے اسکے معاوضے میں باز رہے تو اس نے اپنے شفیق مگر نا سمجھہ چچا کو مخاطب کرکے کہا تھا : او جعلوا الشمس فی یمینی و القمر فی یساری ما ترکت ہذا الامر (اگر تم آسمان سے سورج کو اتار کر بھی میری مٹھی میں رکھدو تب بھی میں سواے کلمۂ توحید کے دوسری بات منظور نہیں کرونگا) -

اسی اثنا میں (شیخ محمد عبدہ) کی علالت شروع ہوگئی اور چند ہفتوں کے بعد انتقال ہوگیا ' اس ماتم نے (سید رشید) کو ابھی فرصت نہیں ملی تھی کہ خبر ملی کہ عدو کی سختیوں اور تکلیفوں کو جھیلتے ہوے بالاخر انکے باپ کا بھی انتقال ہوگیا -

ہر شخص ان حالات میں اپنے تئیں فرض کرکے غور کرے کہ (سید رشید رضا) کیلئے یہ کیسی سخت ابتلا ' اور کیسی سخت آزمایش تھی ' مگر جن لوگوں کو خدا تعالی اپنے بندوں کی خدمت کیلئے چن لیتا ہے ' انکے صدر و ذات کو اپنے صفات کاملہ کا پرتو ڈالکر ایسی طاقت بخشدیتا ہے کہ پھر دنیا کی کوئی سخت سے سخت مصیبت بھی انہیں متزلزل نہیں کرسکتی (سید رشید) پر جو کچھہ گذرا غور کیا جائے تو اس راہ کے پیشروؤں کے حالات کے آگے اسکی کیا حقیقت ہے ' یہاں تو سر کٹ گئے ہیں ' اور اف کرنے کی جگہ قاتل کے ہاتھوں کو بوسے دے ہیں !

گر بزد از صف ما ہر کہ مرد غوغا نیست
آنکہ کشتہ نہ شد از قبیلۂ ما نیست

ان الذین قالوا ربنا اللہ ثم استقاموا ' تتنزل علیہم الملائکۃ الا تخافوا ولا تحزنوا وابشروا بالجنۃ التی کنتم توعدون ' نحن اولیاؤکم فی الحیوۃ الدنیا وفی الاخرۃ ' ولکم فیہا ما تشتہی انفسکم ولکم فیہا ما تدعون (۴۱ ' ۳۲)

علماے قدیم اور ازہر کی مخالفت

یہ مصائب تو حکومت کے جور و تعدی کا نتیجہ تھے ' مگر اسی کے قریب قریب خود مصر کے علماے قدیم اور علی الخصوص (جامع ازہر) کے قدامت پرست اساتذہ کی مخالفت اور شورش تھی ' یہ عجیب بات ہے کہ مذہب کے آغاز عہد میں مذہبی گروہ جس درجہ اصلاح و ارشاد کا ذریعہ ہوتا ہے ' دور تنزل میں اس سے کہیں زیادہ ضلالت و حق کُشی کا سرچشمہ بنجاتا ہے - شاید ہی کسی مذہب کو اسکے (علما) اور (رؤساے روحانی) سے بڑھکر کسی گروہ نے نقصان پہنچایا ہو ' دنیا کے امن و انتظام اور حق و صداقت کے قیام کیلئے ہمیشہ یہ بے آزرم اور ظلمت پرست فرقہ ایک الہی لعنت رہا ہے - اسلام کی تاریخ میں بھی ابتدا سے اس گروہ کے تعصب و اوہام سے رخنے پڑتے ہیں اور جب کبھی حق اور صداقت کی کوئی آواز بلند کی گئی ہے تو (شیطان) نے سب سے پہلے علما ہی کو اپنا آلۂ کار بنایا ہے ' اسلام کا سب سے بڑا کارنامہ یہ تھا کہ اس نے اس فرقے کے استیلاء و تسلط سے دنیا کو نجات دلائی - ما کان لبشر ان یؤتیہ اللہ الکتاب والحکم والنبوۃ ثم یقول للناس کونوا عباداً لی من دون اللہ ' ولکن کونوا ربانیین بما کنتم تعلمون الکتاب وبما کنتم تدرسون - (۳ : ۷۴) [کسی انسان کو یہ حق حاصل نہیں کہ خدا اسکو اپنی کتاب اور عقل و حکمت اور نبوت عطا کرے اور وہ لوگوں سے کہے کہ خدا کو چھوڑ کر میری بندگی کرو بلکہ اسکا تو یہ قول ہوگا کہ خدا پرست بنو ! کیونکہ تم دوسروں کو کتاب (توراۃ و انجیل) کی تعلیم دیتے رہے ہو اور خود بھی ان کتابوں کو پڑھتے ہو]

مسیحی مذہب کو سب سے زیادہ اسکے علما اور روحانی پیشواؤں نے غارت کیا ' اور پھر اسکی باگ اپنے ہاتھوں میں لیکر اسطرح حکمرانی کی کہ دنیا کے عہد مظلمہ (ڈارک ایجز) کی تاریخ مسیحی علما کے مظالم پر ایک خون کے آنسو روتی ہے اسی لئے (قران مجید) نے اس آیت ' نیز اسکے ہم معنے آیات میں زیادہ تر اہل کتاب کے علما کو الزام دیا اور کہا کہ انہوں نے اپنے روحانی تسلط کو یہاں تک بڑھا دیا ہے کہ گویا ملت نے خدا کی پرستش چھوڑ کر اپنی بندگی کرنے ہیں - اتخذوا احبارہم و رہبانہم ارباباً من دون اللہ اور (عدی بن حاتم) کا مشہور سوال و جواب اسکا شاہد ہے ' لیکن یہ کیسی تعجب کی بات ہے کہ تھوڑے ہی دنوں کے بعد اسلام کی قسمت ایسے ہی علما کے ہاتھوں میں آئی ' اور آجتک بظاہر اسکے سیاہ و سفید کے مالک بھی آلودہ اور سیاہ ہاتھہ ہیں - مصر میں (جامع ازہر) ایک بہت بڑا علماے قدیم کا مرکز ہے ' اسکے اساتذہ اور مدرسوں کی حالت کچھہ ہندوستان کے مولویوں سے اچھی نہیں ہے ' بلکہ اس لحاظ سے زیادہ افسوس ناک ہے کہ یہاں مولویت مفلس ہے اور وہاں بقیہ اسلامی حکومت کے اثر اور کثرت اوقاف و اجراے احکام شرعیہ کے سبب سے دولت مند اور قوی پنجہ ہے ' (سید جمال الدین) کو (جامع ازہر) کے (شیوخ) کے مظالم سہنے پڑے ' انکے بعد (شیخ محمد عبدہ) نے ساری زندگی ان میں رہکر ' مگر انکے جور و جفا سہکر بسر کی ' (خدیو) اور (لارڈ کرومر) انکی پیٹھہ پر تھا ' خود ایک اعلی درجے کے عہدہ دار تھے اور تقریباً تمام امراء و حکام زیر اثر ' اسلئے کسی کی مخالفت چل نہیں سکتی تھی ' تاہم انکو بھی (ازہر) کی اصلاح سے عاجز آکر ایک دوسرا مدرسہ (دار العلوم) قائم کرنا پڑا ' انکے بعد (سید رشید رضا) کی باری آئی یہ ایک

ناموران غزوۂ طرابلس

(ازہر) کے غریب الحال طالب العلم تھے ' اور علما کے جہل و جمود پر انکے حملے بھی (المنار) کی وجہ سے جلد جلد ظہور میں آتے اور عام اشتعال کا باعث ہوتے تھے ' نتیجہ یہ نکلا کہ تمام ازہر کا جتھا انکی مخالفت پر متفق ہوگیا ' اور روز طرح طرح کی تدبیریں عمل میں آنے لگیں ' میرے ایک دوست جو (ازہر) کے تعلیم یافتہ ہیں اور اُس زمانے میں طالب علمانہ ازہر میں مقیم تھے ' کہتے ہیں : کہ اُس زمانے میں نہ صرف علماے ازہر ' بلکہ تمام ازہریوں کے طلبا بھی (سید رشید) کے خون کے پیاسے تھے ' ایک دن تمام ازہریوں نے خفیہ کمیٹی کی ' اور یہ طے کرلیا کہ (سید رشید) کو کسی نہ کسی طرح قتل کردیا جاے ' میں بھی اُس مجمع میں شریک تھا ' اور گو (شیخ) کی شاگردی کی وجہ سے (سید رشید) سے محبت و ارادت رکھتا تھا ' مگر سواد اعظم کی مخالفت کی قدرت نہ دیکھکر خاموش رہنا پڑا تھا ' میں اسی وقت دوڑا ہوا (سید) کے پاس آیا اور اس خونی مشورے سے مطلع کرکے سمجھایا کہ آئندہ سے تنہا (ازہر) میں جانا اور تنگ و تاریک گلیوں سے گذرنا ترک کردیں اور مناسب سمجھیں تو (شیخ) کے ذریعہ حکومت کو اطلاع دیدیں ' لیکن (سید رشید) نے اس بے پرواہی سے کہا کہ تمام باتیں سنیں اور اسطرح ٹالدیا ' گویا انکو انکی موت و حیات کے مسئلہ پر سرے سے کوئی توجہ ہی نہیں ہے !

بات یہ ہے کہ جن نفوس قدسیہ نے اپنی زندگی راہ الہی میں قربان کردی ہے ' وہ گو چلتے پھرتے نظر آتیں ' لیکن حی القلوب (موتوا قبل ان تموتوا) کی دائمی موت انپر طاری ہے ' اس زندگی کی فانی زندگی کو وہ پہلے ہی ختم کرچکے ہیں ' دشمنوں کے حملوں اور خون بہانے والے اوزاروں سے انہیں کیا ڈر ہو ؟ و لنعلم ما قیل -

> معانی دعینی فی الھوی متعلفا
>
> فقدمت ' الا انی لم ترو قدری
>
> من شاء ان ینظر میتة ' تمشی علی الساق -
>
> زندہ کش جان ندانند دیدہ ؟
>
> گر ندیدستی ' مارا بہ بین

انکی زندگی موت ہے ' اور مرنا حیات جاودانی ' ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل اللہ اموات ' بل احیاء ' ولکن لا تشعرون (۲ : ۱۵۰) -

---

بک موصوف اعلان جنگ کے وقت اندلس کے عثمانی قنصل خانے میں نائب قنصل تھے ' فوراً تہمت لگاکر طرابلس چلے گئے ' اور آجکل طبروق میں مقیم ہیں *

شیخ المجاہدین ' محبوب الاسلام والمسلمین

البطل العظیم غازی انور بک

عدم اللہ الاسلام والمسلمین بحفظ وجودہ وطول حیاتہ

(۱)

طرابلس کے مختلف حصوں میں آج افواج مجاہدین کے عجیب الہیئہ خیموں کی ایک بستی آباد ہے .. ..

....

یہ وہی قوم ہے جو افریقہ کے ریگستان وحشت سے نمودار ہوئی ' اور بیسویں صدی کی ایک متمدن فوجی چھاؤنی کے سامنے ٹھہری ہوئی ' وہ راہ کو خوف و خطر سے محفوظ سمجھکر دوڑ رہی تھی ' لیکن اسنے اپنے قدموں کو ٹھہرا کرکے روکدیا کہ اپنی جگہ پر ٹھہر جاؤ اور ایک قدم بھی آگے نہ بڑھاؤ !

لیکن اس اعجوبہ زا افواج کا سراغ کس نے لگایا ؟

نہیں معلوم ایک عظیم الشان اسلامی ناموز کے کس قدر گرم آنسو (صحرائے لیبیا) کی تپتی ہوئی زمین پر گرائے ہیں ' اور اپنے مقدس پاؤں کو کتنے عرصے تک کے لئے دشت نوردی کے مصائب و آلام کیلئے وقف کردیا ہے ' جب کہیں جاکر یہ جنود الہی ' یہ حبش منداوت ' یہ قوم ملائک اوصاف جمع ہوئی !

(غازی انور بک) نے جب طرابلس میں قدم رکھا ہے تو کیا حال تھا ؟ ایک لق ودق صحراے ہولناک ! ایک وحشت انگیز ریگستان افریقہ ! جسمیں انسانی وجود کا کہیں نام و نشان نہ تھا ' اسکی نظریں جہاں تک کام کرتی تہیں تودہاے ریگ ' اور بگولہاے صحرائی کے سوا اور کچھہ نظر نہیں آتا تھا ' وہ جہاد ودفاع کے تصور میں مجنون بیابان کی رنگ زار پر روتا رہا -

لیکن اسکا شجیع اور عظیم دل نا امیدی کے لئے نہیں ' بلکہ کامرانی کیلئے پیدا ہوا ہے ' وہ مایوس نہیں ہوا ' اسکی راہ میں جس قدر موانع اور رکاوٹیں پیش آئیں ' اُنکی اُسنے تحقیر کی ' اور مشکلوں کے ہجوم کو ہنسکر ٹالدیا ' اور پھر کمر ہمت باندھکر اطراف و جوانب کے قبائل میں دعوتِ جہاد شروع کردی کہ (یا قومنا ! اجیبوا داعی اللہ !) دنیا کی کونسی سخت سے سخت مصیبت ہے جو اس (داعیِ حق) کو اس کام میں پیش نہیں آئی ' مگر ہر مایوسی جو سامنے آتی تہی ' وہ اسکی سمند ہمت پر ایک نئے تازیانے کا کام دیتی تہی ' یہاں تک کہ چند دنوں کے بعد وہ تن تنہا فردِ مقدس - جو بادیہ نشین قبائل کے خیموں اور گمشدہ غاروں میں روتا ہوا پھر رہا تھا - جب واپس ہوا تو جنود الہی کی عظیم الشان صفیں اسکے یمین و شمال امرت بلند کئے ہوے چلی آرہی تہیں [اذا جاء نصر اللہ والفتح ' ورایت الناس یدخلون فی دین اللہ افواجا (۱۱۲ : ۳)]

وہی تن تنہا فردِ مقدس ' دشمن کے بے شمار لشکر کے سامنے حریفانہ و مساویانہ آ کر کھڑا ہوگیا ' اور پھر پورے دو مہینوں کے اندر ایک دن بھی شکست و ہزیمت اسکے دامن عزت پر دھبہ نہ لگا سکی -

تمام اہل عرب - جنکو عثمانی خلافت کا دائمی مخالف سمجھا جاتا تھا - اوامر سلطانی کے آگے پوری اطاعت و فرماں برداری کے ساتھہ جھک گئے ' اور آج عثمانی فوج کے مفہوم میں بلا کسی اختلاف و شبہ کے عربی افواج داخل ہے -

اجتماع قبائل عرب اور انور بک کی مشکلات

عربی فوج کے مرتب کرنے میں جو مشکلیں اجتماع کے بعد پیش آئیں ' وہ ابتدائی مشکلات سے کم نہ تہیں ' سب سے پہلی مشکل مختلف قبائل کی عربی عصبیت ' اور انکی باہمی دشمنی و مخالفت تہی جو نسلاً بعد نسلٍ قدیم سے چلی آتی ہے ' قبائل کی جنگ سرزمین عرب کی ایک ملکی خصوصیت ہے ' اور آج بھی ویسی ہی موجود ہے ' جیسی ڈیڑہ سو برس پہلے (بکر و وائل) کی معرکہ آرائیوں میں موجود تہی ' انہی لڑائیوں سے (عرب بادیہ) کے خون کی سے منگی اور اصلیت کا آج مورخ پتہ لگا سکتا ہے ' ورنہ شہری زندگی کی (عربی پر امن و صلح زندگی) میں عربیت کے جوہر دبے ہوے ' اور آمیزش سے پاک نہیں ہیں -

غازی (انور بک) کے مقاصد کیلئے یہ باہمی تباغض سخت مایوسی بخش تھا ' مگر اسنے مشکلات کے ظہور کے ساتھہ ہی اسکا علاج بھی تجویز کرلیا ' یہ علاج وہی علاج قدیم تھا ' جس سے کہ دربار نبوت کی حجاز کے ٹوٹے ہوے قبیلے باہم جوڑے گئے تھے ' یعنے تمام قبیلوں کو مختلف موثر اور دل میں اتر جانے والے طریقہ سے سمجھاکر (جو اس اعجاز آفریں سحر بیان کا وصف مخصوص ہے) ان میں باہم رشتہ داریاں قائم کرادیں ' اور ایک قبیلے نے دوسرے قبیلے کو اپنی لڑکیاں دیدیں اور دوسرے کی لڑکیوں سے اپنے لڑکوں کا عقد کردیا ' اور اسطرح اس دعوۃ جہاد کی بدولت صدیوں کی عداوتیں اور دشمنیاں عہد اخوت و مودت سے بدل گئیں - فی الحقیقت یہہ ایک بہت بڑا احسان الہی تھا ' جسکو خدا نے اپنے ایک محبوب بندے (انور بک) کے ہاتھوں پر ظاہر کیا - جس دین الہی کی حفاظت کیلئے اُس نے اپنی حیات عزیز وقف کردی ہے ' ضرور تھا کہ اُس دین کے (داعی اول صلعم) کے فضائل و خصائص کے انوار کا پرتو اسکے قلب پر بھی عکس ڈالتا ' (انور بک) کا وجود دور محمدی کے انوار ربانی کی ایک تجلی ہے : و اذکروا نعمۃ اللہ علیکم ' اذ کنتم اعداء ' فالف بین قلوبکم ' فاصبحتم بنعمتہ اخوانا (۳ : ۹۹) -

صحراے افریقا میں فنون جنگ کی درسگاہ

دوسری مشکل قبائل کی بے نظمی اور اصول جنگ سے ناواقفیت تہی کہ وقت نازک ' فرصت مفقود ' دشمن کے گولوں کی بارش سر پر ' اور ایک صحرائی بجز اپنے صحرائی خنجروں کو لئے ہوے خدم تہی لیکن توفیق الہی اپنے جن برگزیدہ بندوں کو کارہاے عظیمہ کیلئے چن لیتی ہے ' انکو مشکلوں پر حکومت و طاقت بھی بخشدیتی ہے ' (غازی انور بک) نے بغیر اسکے کہ ایک لمحہ بھی فکر و تردد میں ضائع کرے ' فوراً تمام قبائل کو چند پلٹنوں میں تقسیم کردیا ' اور ہر پلٹن کی تعلیم کیلئے ایک افسر مقرر کرکے شب و روز قواعد کرانی شروع کرادی ' خود عربوں نے جب معلوم کرلیا کہ بغیر ان قواعد کے سیکھے ہم دشمنوں کے حملوں کا جواب نہ دے سکیں گے اور انکی ابتدائی دست برد کا انتقام نہیں لیا جاسکیگا ' تو خود انکے اندر جوش و غیرت نے ایک ایسی خارق عادت ذہانت اور قوتِ اخذ و تحصیل پیدا کردی ' کہ مہینوں کی مشق ایک چودہس گھنٹے کے اندر حاصل کرنے لگے ' قبائل کی باہمی رقابت سے بھی اس موقعہ پر بڑی مدد ملی ' (انور بک) نے اعلان کردیا کہ جو قبیلہ پہلے قواعد جنگ کے امتحان میں کامیاب ثابت ہوگا اسکو عزت و ناموری کے نشان کے طور پر ایک طلا کار اطلس کا علم دیا جائیگا ' یہ سنتے ہی ہر قبیلہ مسابقت کی کوشش کرنے لگا ' اور شب و روز پورا وقت فوجی نقل و حرکت اور قواعد کے سیکھنے اور مشق میں صرف ہونے لگا ' معلم تھک جاتے تھے ' لیکن سیکھنے والوں کی ہمت ہر آن بڑھتی جاتی تہی ' اسی اثنا میں جب (اطالیوں) کی جراتوں نے ایک دو قدم آگے بڑھاے اور بم کے گولے بکثرت آنے لگے ' تو قبیلہ (بجیبا) نے ایک

میں ہجوم کرکے حملہ کردیا ، اور سینکڑوں اطالیوں کو تلوار کی گھاٹ اتار کے بقیۃ السیف کو کیمپ تک دور بھگادیا ، (انور بک) نے اس بہادری کی بڑی قدر کی اور اس قبیلے کو اپنا وضع کردہ نشان عزت (اطلسی علم) عطا فرمایا -

دوسرے قبائل نے جب (قبیلۃ العوسا) کے خیموں پر اس طلا کار اور افتخار بخش علم کو لہراتے دیکھا تو (انور بک) کے پاس دوڑے ہوئے آئے اور کہا کہ ہمکو بھی موقعہ دیا جائے کہ اس (علم) کیلئے اپنا استحقاق ثابت کریں اور ایک آزمایشی کام سپرد کیا جائے ، یہاں تو اسی بات کا انتظار تھا ، کمانڈر نے کہا کہ تمہارے آگے تمام راستے کشادہ ہیں اور تلوار اگر پیاسی ہو تو ظالم دشمنوں کے خون کی کمی نہیں -

اسلحۂ جنگ کا انتظام

رات کے وقت ، حدۂ اٹالین کیمپ طرابلس پر قابض ہونے کی خوشی میں بکثرت (میلانو) کی شراب پی کر بدمست پڑا تھا ، اور افسر (روما) کی نظارت جنگ کے بخشے ہوئے انعامات اور تمغوں کے خواب دیکھ دیکھ کر مسکرا رہے تھے ، دفعۃً عرب قبائل کے صحرائی نعروں کی گونج سے ایک زلزلۂ عظیم محسوس ہوا (ان کانت الا صیحۃ واحدۃ فاذا ہم خامدون ۳۶ : ۲۸) نہیں معلوم خوف و رعب نے اُن میں سے ہر فرد کے کان میں ایک ہی صدا کیا پہنچادی تھی کہ نہ تو کسی نے ایک قدم آگے بڑھکر تحقیق کیا ، اور نہ حملہ آوروں کے پیچھے میں جو پڑگئے تھے ، انہوں نے کوئی گولی خالی کی ، بلکہ جس طرف جس کو راہ ملی ، چند لمحوں کے اندر بے تحاشا بھاگ گئے ، اور پورا اٹالین کیمپ خالی ہوگیا !

(اذ یوحی ربک الی الملائکۃ انی معکم فثبتوا الذین آمنوا سالقی فی قلوب الذین کفروا الرعب فاضربوا فوق الاعناق واضربوا منہم کل بنان ۸ : ۱۲)

اطالیوں کے جُبن و نامردی نے اہل عرب کو انکے اولین حملے ہی میں فتح و نصرت کی ایسی چاٹ لگادی ، کہ اب میدان قتال انکے آگے بچوں کا کھیل بنکر رہگیا ، قاعدہ ہے کہ پہلے مقابلے کا اثر آخر تک میدان جنگ میں کام دیتا ہے ، لیکن خوش قسمتی سے اہل عرب کا ابتدائی حملہ اسقدر بے خطر اور آسان ثابت ہوا کہ دشمنوں کی طرف سے انکے دلوں میں اگر کچھ رعب و ہراس تھا بھی تو وہ ہمیشہ کیلئے نکل گیا ، بغیر کسی نقصان کے انہوں نے کھیلتے کودتے ایک پوری اٹالین پلٹن برباد کردی اور بکثرت مال غنیمت ساتھ لئے ہوئے (جسکے ملنے کے بعد محال قطعی ہے کہ عرب کا بچہ پھر جنگ سے باز رکھا جائے) اور وطنی گیت گاتے ہوئے عثمانی کیمپ میں واپس آکر (کمانڈر) کے سامنے اپنی فتوحات ڈھیر کردیں -

اس مال غنیمت میں ۸۰۰ سے زیادہ تو بندوقیں تھیں ، اور اور قسم کی اشیا اسکے علاوہ -

ان بندوقوں کی لوٹ سے (انور بک) بہت خوش ہوئے ، کیونکہ عمدہ اسلحہ کی کیمپ میں بہت کمی تھی ، اور جسقدر بندوقیں تھیں وہ زیادہ تر مارٹینی قسم کی تھیں جنکے چھوڑنے سے بکثرت دھواں نکلکر بادل جاتا ہے - (انور بک) نے حکومت کے نام سے فوراً انکا نیلام کردیا اور دو دو عثمانی گنی پر فروخت کردی گئیں -

اس خدمت کے صلے میں انکی آرزوے دلی کے مطابق (طلا کار اطلسی علم) انکو عطا کیا گیا -

اسکے بعد تو ہر قبیلہ اُس (علم) کیلئے اٹھنے لگا اور دشمنوں پر برق ہلاکت بنکر گرنے لگا ، روز کوئی نہ کوئی قبیلہ دشمن کی طرف نکل جاتا ، اور بکثرت مال غنیمت اپنے خون آلود نیزوں اور خون ٹپکاتی ہوئی سنگینوں کے ساتھ لاکر انبار لگا دیتا ، ہر قبیلے کی کوشش ہوتی کہ دوسروں سے زیادہ تعداد میں دشمنوں کو قتل کریں اور سب سے زیادہ مال غنیمت (انور بک) کے سامنے انبار کر سکیں تاکہ شجاعت و وطن پرستی کا اعلیٰ سے اعلیٰ نشان اور تمغہ صرف ہمیں کو حاصل ہو ، یہاں تک کہ تھوڑے ہی عرصے کے اندر عثمانی کیمپ میں ۱۵ - ہزار سے زیادہ قیمتی اور جدید ایجاد کی بندوقیں جمع ہوگئیں ، یہ وہی کیمپ ہے ، جسکے پاس چند دنوں پہلے ایک ٹوٹا ہوا برچھا بھی نہ تھا ! (واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فآواکم و ایدکم بنصرہ ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون ۸ : ۲۷)

جنگ کیلئے پہلی ضرورت فوج کی تھی ، پھر اُسکی تعلیم کی ، اور پھر اسلحۂ جنگ کی ، تو ابتدائی دو ضرورتوں کے پورا ہونے کے بعد رحمت الہی نے اسلحۂ جنگ میں سے بندوقوں کا یوں انتظام کردیا !

توپیں کیونکر مہیا کی گئیں ؟

لیکن اسلحۂ جنگ میں سب سے زیادہ قیمتی ، عسیر الحصول اور ضروری شے (توپوں) کی فراہمی تھی -

(غازی انور بک) نے ایک بڑا اعلان تمام قبائل کے خیموں میں شائع کردیا کہ " جو قبیلہ آیندہ سے کم از کم ایک توپ بھی دشمن سے چھین کر لائیگا اُسے (ہیرو) کا لقب دیا جائیگا "

لیکن یہ کام آسان نہیں تھا -

مشکل یہ تھی کہ اطالی دن کے وقت تو توپیں اپنے مورچوں میں لگادیتے تھے ، لیکن جہاں رات آئی ، نہیں معلوم پھر کیوں اسقدر خائف ہوگئے تھے کہ فوراً تمام توپیں ساحل کے کیمپ میں لیجا کر پہنچادیتے تھے ، تاہم اہل عرب کے جوش اور شوقِ حصولِ خطاب کے آگے اب کوئی مشکل ، مشکل نہ تھی ، اس اثنا میں شہر کے باشندوں کے پائپ کاٹ کردیے اور پانی کی قلت کی وجہ سے اطالی مجبور ہوے کہ اپنی جگہ سے حرکت کریں اور عثمانی قیامگاہ کی جانب کچھ بڑھکر پڑاؤ ڈالیں (انور بک) نے جب یہ خبر سنی تو حکم دیا کہ عربی فوج آہستہ آہستہ اپنی جگہ چھوڑ کر پیچھے ہٹنا شروع کردے مگر اسطرح ، کہ دشمن محسوس نہ کرسکے -

کارزار طرابلس

عزیزیہ کے عثمانی کیمپ میں شفاخانہ

اٹالین بے خوف و خطر آگے بڑھتے آئے کیونکہ اپنے حریف کا انہوں نے کہیں نشان نہ پایا ' یہاں تک کہ جب ایک میل کا فاصلہ درمیان میں رہگیا ' تو (ہیرو) کے نئے لقب کے مشتاق اہل عرب ' زیادہ صبر و انتظار نہ کرسکے -

تو پوں کی فتوحات

فوراً (قبیلۂ العوسا) نے سامنے سے اور قبیلۂ (دریسہ) نے پہلو سے ایک ساتھ حملہ کردیا ' اور خاندان (مدور) کے جانبازوں نے عقب میں پہنچکر بھاگنے کی راہ بند کردی - اب موت سے بھاگنے والے اطالیوں کو موت ہی کی صورت ہر طرف نظر آتی تھی - بندوقوں کی باڑھ ' سنگینوں کی نوک ' تلواروں کی دھار ' اور سب سے زیادہ مہیب اللہ اکبر ' مجاہدین کا مردانہ نعرۂ تکبیر ! یہی شعلے تھے جنکے تپش میں موت چمک چمک کر نمودار ہوتی تھی ' اور نظروں کو خیرہ کرتے ہوئے اپنا کام کر جاتی تھی ' (قل ان الموت الذي تفرون منه فانه ملاقيكم ' ثم تردون الى عالم الغيب والشهادة فينبئكم بما كنتم تعملون ۶۲ ۹) -

اسی دار و گیر میں قبیلہ (الذواعر) کی بن آئی ' وہ صفیں درہم و برہم کرتا ہوا دشمنوں کے قلب میں آ پڑا ' اور جس جگہ انکا توپخانہ نصب تھا وہ صرف دو تین گز کے فاصلے پر رہگیا ' شیخ قبیلہ نے پکارا کہ حلقۂ ناموری حاصل کرنے کا اصلی وقت یہی ہے ' جس طرح بنے توپوں پر قبضہ کرلو ' سنگینوں کی نوکوں سے دشمنوں کو ہٹاتے ہوئے قبیلہ کے جاندار بڑھتے گئے ' توپچیوں نے جب دیکھا کہ پہلو کی موج بڑھ رہی ہے ' اور ملک الموت صحرائی صورتوں میں انکے قریب تک آگیا ہے تو انکی عقلیں مختلط ہوگئیں ' سب کے سب توپوں کو چھوڑ کر بھاگ گئے !

قبیلہ (ذواعر) نے توپوں پر قبضہ کرلیا اور دیکھا تو انکے چھکڑے بھی قریب ہی موجود تھے ' فوراً تمام توپیں لیکر مع دیگر بے شمار مال غنیمت کے اپنے کیمپ کی طرف روانہ ہوئے اور دوسرے ہی دن صحرا میں ایک سادہ اور مقدس رسم کے ادا کرنے کے بعد انکو (ہیرو) کا لقب دیا گیا -

---

عسکری ڈاک

العلم (قاہرہ) کے تار

اہل عرب کی طرابلس میں کانفرنس

اور اسپر حلف ' کہ صلح کبھی قبول نہ کرینگے

(اٹلی کا افلاس)

(تنتی ۲۳ جون) اطالیوں نے (قونصہ) (طلمیثہ) اور (طوکرہ) تینوں مقاموں پر ساحلی بیڑہ سے ۳۲۰ گولے پھینکے ' مگر صرف اول الذکر مقام میں ایک عرب شہید ہوا ' اور اور تمام گولے بیکار ضائع گئے -

(بنغازی) میں اطالیوں نے جب مشہور کیا کہ عنقریب اٹلی اور ترکی میں صلح ہونے والی ہے تو تمام اہل عرب میں تشویش و بے چینی پھیل گئی ' آج تمام سنوسی زاویوں (خانقاہوں) کے مشائخ اور اہل عرب کے سرداران قبائل عثمانی کیمپ میں جمع ہوئے اور سب نے بالاتفاق مندرجہ ذیل مواد پر " تاہم قسم کھائی اور سخت سے سخت حلف سے اسے مستحکم کیا -

" ہم خدا کو حاضر و ناظر یقین کرتے ' اسکو اور اسکے تمام ملائکہ کو اپنا شاہد قرار دیتے ہیں کہ ہم ہرگز اٹلی سے ایسی صلح منظور نہیں کرینگے ' جس سے اس ملک میں کسی طرح کی مداخلت بھی اسے حاصل ہوسکے ' خواہ وہ مداخلت کسی شکل اور بنیاد پر ہو - اور ہم سوا اس صورت کے اور کسی صورت پر راضی نہ ہونگے کہ طرابلس ہمیشہ ایک خالص اسلامی اور عثمانی ولایت باقی رہے ' اگر ایسا نہوا تو آخر تک تلوار ہمارے ہاتھ میں رہیگی ' اور جب تک ایک فرد واحد بھی صحرا میں باقی رہیگا ہمارا مقابلہ ختم نہوگا " -

تمام ترک افسر اور سپاہی بھی اس عہد میں انکے ساتھ ہیں ' اٹلی باب عالی سے اگر کوئی معاہدۂ صلح کر بھی لے تو اس سے کیا فائدہ اٹھاسکتی ہے جب کہ خود اہل ملک اور انکی ساتھی عثمانی فوج ماننے کیلئے بالکل طیار نہیں ' اور طیار بھی کیونکر ہو ' جب کہ وہ اچھی طرح اپنی قوت اور عظمت کا مستقل تجربہ کرچکی ہے اور دشمن کا خوف و ہراس اور تشویش و اضطراب اسپر ہر لمحہ ظاہر ہوتا رہتا ہے -

(بنغازی) میں معتبر ذرائع سے مشہور ہورہا ہے کہ جنرل (بریکولا) اٹالین کمانڈر فوج شدت افلاس سے سخت گھبرا گیا ہے اور مجبور ہوا ہے کہ (خواجہ ہارون مذری) مشہور یہودی مہاجن سے ایک رقم کثیر قرض لے -

موسیو کولیدرا مالک (النیل) کی واپسی

عثمانی کیمپ میں

گذشتہ نمبر میں ہم نے مصری معاصر (النیل) کے حوالے سے لکھا تھا کہ موسیو (کولیدرا) ایک دورہ کرنے والی جماعت کے ساتھ نکلکر مفقود الخبر ہوگئے ہیں ' لیکن ۳ جولائی کے (اہبل) میں خود (موسیو کولیدرا) کی بھیجی ہوئی تار برقی چھپی ہے جس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ مع ایک عثمانی فتح کی بشارت اور چند اٹالین قیدیوں کے عثمانی کیمپ میں مع الخیر واپس آگئے ہیں -

اعلام سلطانی کی مشایخ سنوسیۃ میں تقسیم

صحرا میں ایک مقدس اور موثر رسم کی تقریب

(۱۷ -ربیع الثانی) کے تاریخ ہمارے کیمپ میں ہمیشہ یادگار رہے گی ! (غازی انور بک) کے معجزانہ اعمال میں سے ایک عجیب و غریب کام صحراے لیبیا کی لق و دق ریگستان میں ایک شاندار (مسجد جامع) کی تعمیر ہے ' ابھی ہم لوگ اس مسجد میں نماز عصر سے فارغ ھی ہوے تھے کہ فوجی ترانے کی آواز کانوں میں آنے لگی ' اور بگل کی آواز نے تمام کیمپ کو مسجد میں جمع ہوجانے کا حکم دیدیا ' تھوڑی دیر کے بعد (قولغاسی احمد افندی شاہین) مصری کے ماتحت مجاہدین کی پلٹنیں نمودار ہوئیں ' انکی فوجی حرکت ' سپاہدانہ قدم رانی ' اور افسر کے احکام کی صحیح تعمیل ' اسی بہتر سے بہتر اور اعلی سے اعلی حالت میں تھی جسکو دیکھکر شبہ ہوتا تھا کہ شاید یہ گروہ ابھی ابھی کسی سب سے بڑے جنگی کالج سے سند لیکر نکلا ہے ' حالانکہ جو جماعت عربی ذہانت و قابلیت سے متصف ہو ' اور پھر

ایرانی معاہدین

انکے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ ۲۶ جون کو انکے سپاہیوں کا انک اٹالین رجمنٹ سے مقابلہ ہوگیا جو بچکر کسی دوسری طرف نکل جانا چاہتی تھی ' کچھہ دیر تک تو دشمنوں نے ثابت قدمی دکھلائی لیکن پھر اپنی عادت کے مطابق بدستور لاشیں میدان میں چھوڑ کر بھاگ گئے -

عثمانی جماعت کا نقصان اس مقابلہ میں ۱۲ - سے زیادہ نہیں ہوا اسمیں سے بھی صرف ۸ شہید ہوے اور ۴ زخمی ہیں جو عنقریب اچھے ہو جائیں گے -

جو اطالی اس مقابلے میں قید کرلے گئے اُن میں ایک شخص ۸ ویں پلٹن کے ۹۰ ویں رجمنٹ کا مترجم ہے -

عثمانی کمانڈر نے اپنے عام اصول کے لحاظ سے ان قیدیوں کے ساتھہ بھی نہایت نرمی اور شفقت کا سلوک کیا -

(انور بک) جیسے دنیا کو متحیر بنادینے والے انسان کے ساتھہ آٹھہ مہینے رہ چکے ہو اسکی کوئی بات تعجب انگیز نہیں ہوسکتی -

فوج کے بعد اس رسم کے اصلی اشخاص مسجد کی صحن میں نمودار ہوے ' یہ طریقۂ (سنوسیہ) کی مشہور خانقاہوں کے مشائخ تھے ' جنمیں سے ہر ایک کی انگلیوں میں نہیں معلوم اتقیاء کے کتنے انسانوں کے دلوں کی باگیں انکی ہوئی ہیں ' انکی لنبی لنبی اور ڈھیلی عبائیں ' خشک اور زاہدانہ چہرے ' اونٹھہ کے بالوں سے بنے ہوے سروں پر سمامے ' اور سکون و وقار کے ساتھہ آہستہ آہستہ قدم رانی ' ایک ایسا موثر اور رعب انگیز منظر تھا ' جو تاریخ عرب کے پرانے صفحوں کو نظروںکے سامنے متشکل کردیتا تھا -

جب تمام لوگ اپنی اپنی جگہہ بیٹھہ گئے ' تو سب سے پہلے قرآن مجید کی بعض سورتوں کی تلاوت کی گئی پھر بعض ادعیۂ ماثورہ کے بعد اعلان کیا گیا کہ "آجکی صحبت اسلئے منعقد ہوئی ہے

کہ (اعلیٰ حضرت سلطان المعظم) نے حضرات (مشائخ سنوسیہ) کیلئے بطور نشان اعزاز و امتیاز و سند خدمات اسلامی و وطنی جو (علم) روانہ فرمائے ہیں وہ فوجی اعزاز کے ساتھہ تقسیم کئے جائیں"

اسکے بعد سولہ افسر اُن (علموں) کو اُٹھائے ہوئے (غازی انور بک) کے پاس لیکر آئے' وہ بڑے ہر ایک علم کو اپنی آنکھوں سے لگاتے تھے اور اسکے بعد ان حملوں کے ساتھہ مشائخ کے کاندھوں پر رکھتے تھے کہ . ھدیۃ من لدن مولانا امیرالمومنین وخلیفۃ رسولنا الامین' تمام مشائخ تعظیم سے جھک جاتے تھے اور احسانمندی و شکر گذاری کے الفاظ کہتے ہوے قبول کرتے تھے -

جب یہ کارروائی ختم ہوگئی' تو پھر فوجی باجہ سامعہ نواز ہوا' اور تمام حاضرین کی نہایت خوش ذائقہ حلوے کی طشتریوں سے تواضع کی گئی اور مغرب سے پیشتر تمام مشائخ و مجاہدین نعرہا تکبیر و تہلیل اور دعاے فتح و نصرت کی صدائیں بلند کرتے ہوے واپس گئے -

جن مشائخ میں یہ (علم) تقسیم کئے گئے انکی فہرست حسب ذیل ہے اگرچہ ان کے علاوہ اور بھی بہت سے مشائخ میدان جہاد میں شریک ہیں لیکن ان حضرات سے غیر معمولی شجاعت اور خدمت ظاہر ہوئی اسلئے خاص طور پر مستحق اعزاز قرار پائے

السید السنوسی الجبالی شیخ زاویہ درنہ
السید محمد العلمی " " البیضہ
السید حمد بن عمید " " قفنطہ
السید محمد الدردفی " " شحات
السید محمد الغزالی " " درت
السید عبد القادر بدر " " بسارہ
السید محمد الحبیب " " المراریف
السید عبد اللہ ابو سیف " " عارہ
السید عبد اللہ الفرکاش " " مرتوبہ
السید رضیوہ الدرباش " " ام ارزم
السید ادریس بوادریس " " ام حعدن
السید عبد اللہ ابو حسن " " المعدانی
السید السنوسی العدالی " " الحربات
السید محمد الصغیر " " ام دراء
السید هدیوہ الغماری " " العمامہ
السید عبد الرحمن العجالی " " العدانی

ایک کردی والنٹیر کی میدان جہاد سے واپسی

طرابلس کے تازہ ترین حالات

ترکی سے جو (والنٹیر) طرابلس گئے تھے' اُن میں ایک جوان غیور و اسلام پرست (برہان الدین) آفندی تھا جو حال میں طرابلس سے بغرض علاج واپس آیا ہے اور اسکندریہ میں قسطنطنیہ جانے کے خیال سے مقیم ہے (العلم) کے نامہ نگار نے اس موقعہ کو غنیمت سمجھکر اس سے نہایت دلچسپ حالات دریافت کیے -

(برہان الدین) نسلاً (کردی) ہے' مگر عربی نہایت روانی سے بولتا ہے' عمر چالیس کے قریب ہے' اور ترکی اور فرنچ سے بھی اچھی طرح واقف ہے' کردستان کے ایک مشہور معزز خاندان کا ممبر ہے' تحصیل علوم کی غرض سے قسطنطنیہ میں مقیم تھا کہ اعلان حرب کی خبر نے مضطر کردیا اور وزارت جنگ سے اجازت لیکر طرابلس چلا گیا - اسکے بیانات حسب ذیل ہیں :—

(صلح) کی نسبت اس نے کہا کہ یہ سراسر خبط اور جنون ہے' طرابلس کے تمام عرب اور ترک بلا استثنا متفق ہیں کہ جب تک ایک انچ زمین بھی خاک وطن کی اٹلی کے قبضے میں باقی رہے گی - تلوار ہاتھہ سے نہ رکھیں گے - اب تو طرابلس کے بچے بچے کی زبان پر بھی ہے کہ جنگ جاری رکھو - اور پھر دنیا کیا ہم کو اسقدر احمق سمجھتی ہے کہ باوجود نو مہینے کے اندر ایک مرتبہ بھی شکست نہ کھانے کے صلح کے خواہشمند تصور کیے جائیں ؟ ہمیں صلح کی ضرورت ہی کیا ہے ؟ اٹلی جیسی نامرد قوم اگر مقابل ہو تو آٹھہ برس کے لڑکے بھی بے خطر لڑسکتے ہیں - صحرا کے بادیہ نشین سنوسی قبائل - جنکو خشک کھجوروں کے سوا اور کچھہ میسر نہیں آتا تھا - آج (پیرس) اور (لندن) کے مخملیں اوڑن کا سامان اپنے خیموں میں دیکھتے ہیں' اگر انکا بس چلے تو ایسی دولت بخش جنگ کو تو کبھی بھی ختم نہ ہونے دیں *

پھر کہا : آجکل سب سے بڑی خواہش جو عربوں کے دل میں ہے - وہ یہ ہے کہ کسی طرح اٹالین جم کر مقابلہ کریں - انکے ہاتھہ بندوقوں اور تلواروں کے ایسے عادی ہوگئے ہیں کہ ہر روز بلا ناغہ تھوڑی سی جنگی ورزش طلب کرتے ہیں' لیکن عرصے سے اطالین نے اپنی گڑھیوں اور مورچوں کو شب و روز کا نشیمن بنالیا ہے' اور سوا نادر صورتوں کے کبھی وہاں سے نہیں نکلتے -

جب عرب مجاہدین سخت گھبرا اٹھتے ہیں تو پھر تمام جنگی مصلحت اندیشیوں کو بالاے طاق رکھکر انکے مورچوں اور قلعوں میں گھس جاتے ہیں - وہ خوف موت کے منہ میں نہیں جاتے تو موت خود آکر انکو اپنے منہ میں لے لیتی ہے -

سب سے بڑی پناہ --- جسکے اعتماد پر ابتک اطالی طرابلس میں مقیم ہیں اور عربوں کے خوف سے خودکشی نہیں کرتے ساحل کا جنگی بیڑا ہے لیکن تجربے سے ثابت ہوچکا ہے کہ عربوں کے ہجوم کے روکنے سے وہ بھی عاجز ہے - البتہ اتنا ضرور ہے کہ جب تمام جہازوں کی باٹریاں ایک ہی وقت میں گولہ باری شروع کردیتی ہیں تو بعض اوقات مجبوراً

عربوں کو واپس چلا آنا پڑتا ہے - ایسے ہی موقعوں پر (روما) سے اطالین فتح و نصرت کی تار برقیاں شائع کی جاتی ہیں کہ "ساحلی بیڑے کی مدد سے اطالیوں نے دشمن کو بھگا دیا !"

میں (دفنہ) میں کئی ماہ مقیم رہا - اس تمام عرصے میں صرف دو بار اطالی نمودار ہوے تھے - دونوں مرتبہ نہایت بداہ کن شکستیں کھاکر اور تمام سامان چھوڑکر بھاگ گئے *

طرابلس میں افغانی اور کردی والنٹیر

اہل طرابلس صلح پر کیونکر راضی ہوں جبکہ وہ دیکھہ رہے ہیں کہ تمام عالم اسلامی اس فدائیانہ جہاد کی وجہ سے انکو پیار کر رہا ہے اور اپنے مال و جان کو انپر نثار کرنے کیلئے مستعد رہا ہے -

کیا وہ چالیس کروڑ مسلمانان عالم کے آگے اپنے تئیں شرمندہ و ذلیل کریں ؟

میں نے خود اپنی آنکھوں سے (درنہ) میں ۴۹ (افغانی) اور ۱۹ (کُردی) دیکھے - اور یہ صرف وہ لوگ تھے جو مختلف جہات جنگ سے الگ ہوکر آئے تھے تاکہ مرکزی کیمپ کے مانعت رہکر جانیں فدا کریں ورنہ انکے علاوہ اور بیسیوں (افغانی) والنٹیر طرابلس کے مختلف اسلامی کیمپوں میں خدمات جہاد ادا کر رہے ہیں - اور میں اپنا فرض سمجھتا ہوں کہ ان حالات کو بیان کرتے ہوے خاص طور پر (افغانیوں) کی غیرت اسلامی اور حمیت ملی - اور مجاہدانہ فداکاری کا ذکر کروں جنکا طرابلس میں ہر متنفس مدح طرح معترف ہے - جوش جہاد اور شجاعت و بے جگری کے جو تعجب انگیز ثبوت انہوں نے ابتدا سے دئے ہیں انکے ذکر کیلئے پوری ایک مجلد چاہئے - انکی انہیں صفات عظیمہ نے (افغانی) کا لفظ طرابلس میں ہر دلعزیز کردیا ہے - اور ہر شخص اس نام کی عزت کرتا ہے -

ہندوستان کے مجاہدین طرابلس میں

افغانیوں ہی پر موقوف نہیں - طرابلس کے مختلف کیمپوں میں آج (ہندوستان) تک کے مسلمان والنٹیر موجود ہیں جو گذشتہ آخری دنوں میں وہاں پہنچے اور پھر جہاد کے متعدد معرکوں کے موقعوں پر (درنہ) اور (بنغازی) چلے گئے - یہ (ہندوستانی والنٹیر) بھی اپنے افغانی بھائیوں کی طرح عجیب و غریب شجاعت سے متصف - اور راہ الہی میں جوش فدویت و جاں نثاری سے مملو ہیں - بعض سخت موقعوں میں انہوں نے کارہائے نمایاں انجام دیے اور ہر طرف سے تحسین و آفریں کا صلہ پایا -

آلات جنگ

میں نے پوچھا : آلات جنگ کی طرف سے تو اب آپ لوگ مطمئن ہیں ؟

اس نے جواب میں کہا : اگر مقصود توپوں سے ہے تو اطالیوں سے لڑتے ہوے ہمیں انکی بہت کم ضرورت ہوتی ہے - تاہم ہمارے پاس کافی سے زیادہ موجود ہیں اور جن قدیمی اور جدید توپوں اقسام کی ضرورت ہوتی ہے فوراً ایک دو حملے کرکے ضرورت کے مطابق دشمنوں سے لے لیتے ہیں - بارہا ایسا ہوا ہے کہ ہمارے خائف دشمنوں نے تو بکثرت توپیں ہمارے لئے میدان جنگ میں چھوڑدیں - مگر ہم نے اپنی ضرورت سے زائد دیکھکر انہیں لانا پسند نہیں کیا اور مدتوں ٹھونک کر وہیں چھوڑ دیا -

رہیں (موزر) بندوقیں - کہ وہ آجکل کی لڑائیوں کا سب سے زیادہ مستعمل اوزار ہے - تو انکی طرف سے تو ہمیں ذرا بھی بے اطمینانی نہیں ' عربوں کے پاس نہایت وافر اور کثیر ذخیرہ انکا موجود ہے اور اب انہیں اسکے استعمال کی ایسی اچھی مشق ہوگئی ہے کہ اس بارے میں کسی طرح فوج نظام سے کم نہیں پاسکیے *

میدان جنگ میں بدوی عربوں کا لباس

میں نے اہل عرب کے (حرام) اور (شملہ) کی نسبت پوچھا جو طرابلس و صحرا کے عربوں کا قومی لباس ہے اور وہ اسقدر ڈھیلا اور بے ترتیب ہوتا ہے کہ اسے پہنکر کوئی چستی و چالاکی کا کام انجام نہیں دیا جاسکتا - (برہان الدین) نے جواب میں کہا

ہاں وہ لڑائی کیلئے کسی طرح موزوں نہیں لیکن اہل عرب ایسے وحشی نہیں ہیں جیسا باہر کی دنیا غلطی سے انہیں سمجھتی ہے - میدان جنگ میں جانے سے پہلے وہ تمام اسطرح کے کپڑے اتار دیتے ہیں اور خواہ جواں ہوں خواہ بوڑھے ہلکے اور چست کپڑے پہن لیتے ہیں - اور اکثر تو صرف ایک پائجامے ہی پر قناعت کرتے ہیں - وہ جانتے ہیں کہ جنگ سے واپسی پر انہیں بکثرت بدنفعی اور مال غنیمت اٹھاکر لانا پڑے گا اسلئے خود نہیں چاہتے کہ کپڑے کا بھی کوئی بوجھہ انکے جسم پر ہو -

طرابلس میں کارتوس اور بارود کا کارخانہ

آپ کو اور زیادہ عجیب خبر سناؤں - مجاہدین نے یہاں کارتوس اور بارود کے (کدمسدول) بنانے کا ایک کارخانہ کھولدیا ہے وہ بندوق چلاتے وقت گولیوں کے ظروف کو ضائع نہیں کرتے - انہیں جمع کرتے رہتے ہیں اور پھر انہیں سے دوبارہ (کدمسدول) طیار کرکے بارود اور گولیوں سے بھر لیتے ہیں - اس طرح انہیں خرچ کی بہت بڑی بچت ہوجاتی ہے - ایک خاص جماعت نے اپنے لئے یہ شغل مخصوص کرلیا ہے اور تمام ضروری سامان جو بارود کے عمل اور گولیوں کے ڈھالنے کے لئے مطلوب ہے مہیا کرکے ایک یورپین کارخانے کی طرح کام کررہی ہے - (کدمسدول) کے مہیا کرنے میں بھی کوئی دقت پیش نہیں آتی اسکا ایک صندوق سینکڑوں کارتوسوں کے لئے کافی ہوتا ہے اور ہمارے پاس اسکے صندوقوں کے ڈھیر موجود ہیں -

ولایت کی ڈاک

ریوٹر کی تار برقیاں

جنگ طرابلس

(لندن ۲۰) باب عالی نے فیصلہ کیا ہے کہ درۂ دانیال بند نہیں کیا جاے بلکہ دونوں طرف سرنگیں لگا کر ابتداے کی چوڑائی کم کردی جاے -

(روما ۲۲ جولای) مصراتہ کے مغربی جانب کے کسی حصے پر اٹالین فوج نے یورش کی - تعاقب کرتے ہوے عثمانی فوج کے دس عشرے سے ایک عشر کو نہ ایم کیا گیا جسکا تعداد ۱۲۰۰ سے کم نہیں - اٹالین صرف ۱۹ مقتول اور مجروح

مسئلہ وزارت

(قسطنطنیہ ۲۲ جولای) سلطان المعظم پارلیمنٹ کے برہم کردینے پر راضی نہیں ہوے اسلئے توفیق پاشا نے قبولیت وزارت سے انکار کردیا -

(ایضاً) غازی مختار پاشا وزیر اعظم مقرر ہوے -

(ایضاً) کامل پاشا ارکان سلطنت کے صدر اور نور الدین (؟) پاشا وزیر خارجہ - امید کی جارہی ہے کہ غالباً کامل پاشا صدر اعظم ہوں -

(ایضاً) جدید ایوان وزارت نے طے کرلیا ہے کہ محاصرہ اور دار الحکومت کی فوجی عدالت میں مقدمات کی کارروائی بند کردی جای (لندن ۲۳) گورنمنٹ نے حکام کے نام جاری کیے ہیں کہ البانیا میں مخالفانہ کارروائیاں موقوف اور حتی الوسع تالیف قلوب کی کوشش عمل میں لائی جاے -

(قسطنطنیہ ۲۵) البانیوں نے (پرسٹینا) پر قبضہ کر لیا اور عثمانی فوج مجبور ہوکر اپنے تئیں حوالے کردیا (موجودہ عام حالت) اندیشہ ناک کوائف قریب ظہور ہیں - انحاد و ترقی فوجی سابے کے اٹھہ جانے اور اپنے اثر کے رخصت ہوے کی وجہ سے سرگرم کہ آخری درجے تک قوت آزمای کرے - فوج سلطان سے کامل پاشا کی وزارت اور موجودہ پارلیمنٹ کے توڑ دالنے کا مطالبہ کرراہی ہے -

مسئلہ صلح

(لندن ۲۰) درہ دانیال کے حملے کی خبر پر والندا اور برلن پر تعجب کیا جا رہا ہے - وہاں خیال کیا جاتا ہے کہ اٹلی اور جرمنی کے ماہرین مالیات کے درمیان راز دارانہ معاملہ گرم اور مسئلہ صلح امید افزا حالت میں ہے -

عشق افلاطونی

(طنین) کے مشہور و معروف اڈیٹر، حسین جاہد بک، [ناروے] جاتے ہوے [برلن] سے گذرے تھے - اثناے ملاقات میں جو دلچسپ گفتگوئیں ہوئیں انکو [برلنر تاگبلات] کے اڈیٹر نے اپنے اخبار میں شائع کیا ہے -

اُنسے دریافت کیا گیا - "کیا یہ صحیح ہے کہ نوجوان ترکوں کی پالیسی اب انگریزوں کی حمایت پر متوجہ ہوگئی ہے ؟ "

جاہد بک نے جواب دیا - " انگریزوں کی حمایت کا تو سوال کولی کے حدود سے باہر لیجاتا ہے - اسمیں تو ہمکو ایک بس و پیش ہے کو جنگ نے بلا اشتباہ ترکی جرمن تعلقات کو تاراج کردیا ہے نوجوان ترک جرمنی کو اپنا بہترین مشفق تصور کرتے تھے - لیکن تجربہ شاہد ہے کہ تمام حقیقی اور اہم مسائل میں اُسکی الفت محض افلاطونی عشق ثابت ہوئی - ہمارا اگر ایسا خیال ہے تو ہم معذور بھی ہیں - اگر آپ پوچھیں کہ انگلستان سے ہمکو کس شے کی توقع ہے تو اسکا جواب ٹھیک ٹھیک دینے سے ہم قاصر پائے جائینگے - لیکن بہرکیف، ہم انسان ہیں، جبکہ جرمنی لطف و عنایات سے ہم نے یاس و قنوط کا ایک ذخیرہ جمع کرلیا تو بشریت مقتضی ہوئی کہ کہیں نئی دوستی ڈھونڈھئے - البتہ ہم کو اعتراف ہے کہ جرمنی بھی اپنے کو ایک مخاطرے میں پاتی ہے - اٹلی اگر اپنا دست تطاول طرابلس پر دراز کرے تو وہ اُسپر حملہ نہیں کرسکتی - لیکن یہ بھی تو یاد ہوگا کہ چند سال ہوئے جرمنی کے ایک دوسرے دوست نے ہم سے (بوسنیا، ہرزگوینا) لے لیا - ایسی دوستی ہمارے کس کام کی ؟ ہم تو اپنے طالع کے شکرگزار ہیں کہ جرمنی کے اور دس دوست نہیں ہوئے "

[بیرن وان مارشل] کے متعلق بھی (جاہد بک) اُسی تلخی کے ساتھہ لب کشا ہوئے - "قسطنطنیہ میں اُنکی سکونت مشکل سی ہوگئی تھی - جنگ کے شعلے بھڑکنے سے پہلے [بیرن وان مارشل] نے ہمکو یقین دلا کر مشورہ دیا کہ ابراہیم پاشا کی موجودگی اٹالینوں کو برہم کردیگی بہتر ہے کہ اُنکو واپس بلالو - ہم نے ابراہیم پاشا کو بلالیا - جب جنگ چھڑ گئی تو اُسوقت طرابلس پر ترکی گورنر حکمران تھا نہ کوئی فوج "

ترکی کی تجدید

[البانیا] کی موجودہ تحریک پر جرمن اخبار [فرنکفرٹر زیتنگ] ایک نہایت دلچسپ لیڈنگ مضمون شائع کرتا ہے - اُسکا بیان ہے کہ پستی سے اُٹھہ کر تمدن جدید کے فراز کا رخ کرنا ہمیشہ ایک پر صعوبت عمل ثابت ہوا ہے - جسکے بغلوں میں صدہا آفتاوں کے دخمے اور جسکی دوش پر ہزارہا خطروں کے پشتارے ہوتے ہیں - اس ارتقا کے لئے کامیابی کے لئے ایک ہی شرط ضروری بلکہ لازمی ہے - اور وہ اسکے سوا اور کچھہ نہیں ہے کہ خارجی خلفشار و فساد سے پہلی آزادی و عدم اختلال ہو - یہ اقبال (جاپان) کا تھا - (ترکی) اس سے محروم رہی، جاپان کے مقابلے میں ترکی کے ساتھہ اور بھی نامساعد امور ہیں، اسکو تاریخی تہذیب اور قومی اتحاد کبھی نصیب نہوا - لیکن وہ چند عظیم الشان فوائد کی بھی مالک ہے یعنی اُسکی اندرونی طاقت عظیم، زور اخلاق اور سر جوش شباب کی حالتیں - اسمیں مطلقاً اشتباہ کو دخل نہیں کہ اگر اسکے ہمسائے اُسکو نہ ستاتے رہتے تو وہ بھی اپنے ارتقاء کے مرحلے کامیابی کے ساتھہ طے کر کے ایک متمدن سلطنت کی حیثیت حاصل کرلیتی -

[الہلال الیکٹریکل پرنٹنگ ورکس نمبر ۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ - کلکتہ سے [ابو الکلام آزاد] نے چھاپکر شائع کیا]

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مقام اشاعت
۷-۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

مدیر مسئول و محرر خصوصی
احمد المکلف بابی الکلام الدہلوی

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ٤ — کلکتہ : یکشنبہ ٤ اگست ۱۹۱۲ ع — جلد ۱

شذرات

بعض حضرات شاید (الہلال) کی تصویروں کو مختلف حالت میں پاکر اسے پریس کی بدنظمی کا نتیجہ سمجھتے ہوں ' ابتدائی کام ہونے کی وجہ سے بہت سی باتوں میں بدنظمیوں کا ہمیں خود اعتراف ہے جو رفتہ رفتہ دور ہوتی رہیں گی ' لیکن تصویروں کے بارے میں تو یقین دلاتے ہیں کہ ایسا نہیں ہے ' ہم نے اول تو تصویروں کے بلاک بنانے کا انتظام جس کارخانے کے سپرد کیا ہے وہ تمام ہندوستان میں اول درجے کا کارخانہ ہے اور یہ بتانا ضروری نہیں کہ کلکتہ سے بہتر ان چیزوں کا انتظام اور کہیں نہیں ہوسکتا ' پھر اخبار کیلئے (پیپر) کی ڈبل کراؤن مشین الگ اور مخصوص رکھی ہے اور اس فن کے جاننے والے جانتے ہیں کہ چھپائی کے نازک کاموں کیلئے اس کارخانے اور اس سائز کی مشین مشہور ہے ' ہم نے اسپر بھی اکتفا نہیں کیا اور خاص ہاف ٹون کی چھپائی کی ڈبل مشین بھی خرید لی اور بعض تصویروں کو اخبار سے الگ چھاپنے کا انتظام کیا ' انشاء اللہ تعالے رنگین اور مختلف رنگوں کی چھپی ہوئی تصویریں عنقریب ہم اسی مشین پر چھاپکر شائع کرسکیں گے پھر روشنائی بھی جو ہم استعمال کرتے ہیں نہایت اعلے قسم کی ہے اور ظاہر ہے کہ اس سے زیادہ اور کیا انتظام کرسکتے ہیں ؟

لیکن اسمیں شک نہیں کہ باوجود اسکے بعض تصاویر دیکھنے میں ایسی قدر مدھم اور صاف و نمایاں نہیں ہوتیں لیکن اسکا سبب یہ ہے کہ جن تصویروں سے نقل لی گئی ہیں خود وہ عمدہ اور نمایاں نہ تھیں ' پہلے نمبر میں شیخ محمد عبدہ ' سید رضا وغیرہ کی اصل تصویریں نہایت عمدہ تھیں اسلئے انکا ہاف ٹون بھی نہایت عمدہ طیار ہوا ' لیکن (جنگ طرابلس) کی تصویروں کے لئے تو اسی کو غنیمت سمجھنا چاہئے کہ میسر آجاتی ہیں ' اچھے اور برے کے سوال کی یہاں گنجائش نہیں ' پھر بھی ناظرین کو معلوم نہیں کہ ان تصویروںکو قابل اشاعت بنانے کیلئے کسقدر وقت صرف کرنا پڑتا ہے اور کس درجہ دقت ریزی سے اسپر ایک نیا رنگ چڑھا کر نقل لی جاتی ہے ' انشاء اللہ ہم نے تصاویر کا جو نیا بندوبست کیا ہے اسکی تکمیل میں اب زیادہ دیر نہیں ہے ' اس وقت ہم جنگ طرابلس اور نیز مختلف مضامین کے متعلق تصویریں نہایت عمدہ شائع کرسکیں گے اور رسالے کی دلچسپی بہت بڑھجائے گی -

---

اور سچ پوچھئے تو تصویروںکی اشاعت تو ہمارا ایک ضمنی کام ' اور زیادہ تر اسلئے ہے کہ :

بزم میں اہل نظر بھی ہیں تماشائی بھی

ورنہ فی الحقیقت ہماری اصلی دلچسپی اور شغف کیلئے تو صفات الہیہ کا وہ مرقع کافی ہے ' جسکی نسبت خود اسکے بنانے والے نے کہا ہے کہ . (لقد کان لکم فی رسول اللہ اسوۃ حسنۃ) قرآن بھی اسی تصویر الہی کا عکس ہے (خلقہ القرآن) اور ان تصویروں سے جنکو محبت ہوگئی ہے وہ انسانوں کی کاغذ پر بنائی ہوئی تصویروں کو لیکر کیا کریں گے ؟

مسلمانوں کو تو چاهئے که اس مرقع کو ڈهونڈهیں اور اسکے الہي صفات کے خط و خال کے دیکھنے میں ایسے محو هوجائیں که دوسري جانب پهر نظر اٹهانے کي مہلت هي نه ملے: فلا وربك لا یومنون حتی یحکموك فیما شجر بینهم ثم لا یجدوا في انفسهم حرجاً مما قضیت ویسلموا تسلیما (۴ : ۶۵) لا یومن احدکم حتی اکون احب الیه من والده و ولده والناس اجمعین (الحدیث)

خوش دلکش است قصۂ خوبان روزگار
تو یوسفي و قصۂ تو احسن القصص

تصویروں کي اشاعت کا وعده کرلینے کي وجه سے علاوه ان کثیر اخراجات کے (جنکا ناظرین اسی طرح اندازه نہیں کرسکتے جبتک اس کام کا تجربه نه کرچکے هوں) اور جو طرح طرح کي دقتیں (الهلال) سے هر هفتے دست و گریباں هوتي رهتي هیں، انکو هم کہاں تک بیان کریں، پچھلا نمبر جبکه نہایت تیزي سے چهپ رها تها، یکایک (ایڈیٹر) کو دیکھتے هوے معلوم هوا که (ساحل بیروت پر گولے باري) کي تصویر جسکا نام تک بهي چهپ چکا هے، ٹائپ کي سطح سے بلند هوجانے کي وجه سے کسي طرح نہیں آسکتي، اور اسکو تهوڑے وقت کے اندر درست بهي نہیں کیا جاسکتا، بالاخر مجبور هوکر نکالدیني پڑي اور فہرست تصاویر کے خلاف (ایراني مجاهدین) کي تصویر اسکي جگه رکهدي گئي، پهر بهي کام اسلئے جاري رها که هر وقت کافي ذخیره طیار تصاویر کا موجود رهتا هے ورنه اس دقت کا کوئي علاج هي نه تها۔

شیخ عبد الله صاحب ایڈیٹر خاتون نے ایک چهپا هوا مضمون بغرض اشاعت بهیجا هے، جسمیں (انجمن تبلیغ الاسلام) کي طرف سے اشاعت اسلام کیلئے قوم سے اپیل کي گئي هے - هم اسے درج کردیتے، لیکن مضمون اتنا بڑا هے که کم از کم (الهلال) کے چار کالم اس سے رک جائیں گے، اور پهر همارے خیال میں اسکي اشاعت سے کوئي مفید نتیجه حاصل بهي نہیں -

اشاعت اسلام همارے عقیدے میں ایک ایسي تحریک هے جسکا اگر کوئي صحیح اور موصل الی المقصود انتظام هوسکے تو آجکل کي تمام تحریکیں اور بڑے سے بڑے کام اسکے آگے هیچ هیں اور مسلمانوں کو تمام کام چهوڑ کر صرف اسي کے پیچهے اپنا وقت اور روپیه لگادینا چاهئے مگر مشکل یه هے که یه مسئله جن سخت مشکلات اور پیچ در پیچ دقتوں میں ملفوف هے اسکي لوگوں کو خبر نہیں، اور وه سمجهتے هیں که دس پندره روپیه کي قیمت کے چند مولوي اور مولود خواں نوکر رکهکر هم هندوستان اور جاپان کو فتح کر لینگے، ایمان۔

این خیال است و محال است و جنون

هماري معلومات میں ابتک اگر کسی شخص نے اس کام کو اسکي اصلي صورت میں دیکھا هے تو وه صرف (مولانا شبلي) هیں - هم میں اور ان میں برسوں سے اس موضوع پر گفتگو هورهي هے اور آجکل بهي جب کبهي انکي صحبت میسر آجاتي هے تو گهنٹوں اسي مسئله کي مشکلات موضوع سخن رهتي هیں، جن مشکلات کو اپنے سامنے

زمانه میں لوگوں کو انکي خبر نہیں اور خبر هو کیونکر؟ جنهوں نے مذهب کو انکي اهمیت هي یه هے که اسکي اشاعت کو کوئي مفید کام سمجهیں اور نه کبهي ان لوگوں کي حالت سے واقف هوے هیں، جنکو نوکر رکهکر ساري دنیا کو اپنے میں شامل کرنا چاهتے هیں، اس دور الحاد و تفرنج میں کوهم اسي کو غنیمت سمجهتے هیں که کسی پولیٹکل یا شمار و اعداد کے رقیبانه تنافس کے خیال هي سے سہي، مگر کم از کم نئے لوگوں کو اشاعت اسلام سے اب اتني نفرت نہیں هے که اسکے ذکر پر ناک بهوں چڑهالیں۔

شیخ عبد الله صاحب تو معذور هیں، اس عالم کے واقف نہیں، پهر بهي وه جو کچهه کرچکے یا کرنا چاهتے هیں اسکو غنیمت سمجهنا چاهئے مگر ملک کا تو یه حال هے که جہاں قومي اشغال کي مختلف تجارتیں پیشتر سے موجود تهیں وهاں بعض لوگوں کیلئے (اشاعت اسلام) بهي ایک نیا پیشه پیدا هوگیا اور عام لوگوں کي دلچسپي کے لحاظ سے بهنسبت اور پیشوں کے بہت زیاده نفع بخش اور نقصان سے محفوظ۔ (دهلي) میں ایک مولوي صاحب نے عین موقعه پر بازار کي حالت دیکھی اور جهٹ پٹ ایک انجمن (هدایت الاسلام) قائم کرکے بیس پچیس مولود خواں اور حال بازوں کو سبز جهنڈیاں تقسیم کردیں، اب ایک اچهي خاصي دکان انکے هاتهه میں هے، جہاں کہیں اس جنس کي مانگ سننے میں آتي هے، فوراً ایجنٹوں کا طائفه (گروه) بهیجدیا جاتا هے، اور پهر وعظ، مولود، نعت خواني، حال و قال، جس بازار میں جس متاع کي گرم بازاري هوتي هے رهي پیش کردي جاتي هے - (تجارت) کو خدا تعالی نے اپنے فضل سے تعبیر کیا هے (وابتغوا من فضل الله) مگر قوم کي قوم اس سے نا آشنا تهي، الحمد لله که علماے کرام اسکي جانب متوجه تو هوے، قوم کیلئے یه ایک فال نیک اور مثال زریں هے! (طالب آملي) کو آجکل کي حالت کیونکر معلوم هوگئي تهي:

خانۂ شرع خرابست، که ارباب صلاح
در عمارت گري گنبد دستار خودند

(انجمن هدایت الاسلام) اور (دهلي) کے ذکر پر ایک اور واقعه همیں یاد آگیا (الشي بالشي یذکر) اور گو یه (الهلال) کي اشاعت سے پیشتر کا واقعه هے مگر نه کیا ضرور هے که هم ماضي کي دلچسپیوں سے مزے نه لیں؟

پچهلي سرکاري فہرست خطابات میں (مولوي عبد الحق) صاحب حقاني کو بهي (شمس العلما) کا خطاب ملگیا:

بارے هوئي قبول بڑي التجا کے بعد

هم نے تو (دربار دهلي) کے موقعه پر جس وقت مولویوں کے (اصحاب الفیل) کا سوانگ دیکھا تها (الم تر کیف فعل ربك باصحاب الفیل) اسي وقت سمجهه گئے تهے که جو جوتیاں یه تکلی هاتهیوں پرسے گر گر کر کهاتي جارهي هیں، انکے لئے ضرور کوئي مرهم بهي ملنے والا هے، البته علماے کرام کے ساتهه هم کو بهي اسکا افسوس رهگیا که جب شوق نظاره جمال میں اپنے قیمتي اور

[illegible] کے ساتھ (بحر اسود ہی کی طرف) نہیں معلوم کس کن نقشوں سے طیار کرانے گئے تھے) حضرات علماے عظام ' وارثین انبیاے کرام ' جانشین منبر رسول اللہ ' مصداق علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل ' ہاتھیوں پر اچک اچک کر چڑھتے تھے ' اور عشق و جوش کی خود رفتگی میں عاشقانہ و مجنونانہ اپنے تئیں گرا رہے تھے ! اس وقت اس منظر درد انگیز کو دیکھکر داد دینے والا کوئی نہ تھا - انکی حسرت گویا زبان حال سے کہہ رہی تھی :

تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست

شوق و محویت کا یہ عالم تھا کہ ہاتھیوں کے مہلک قدموں میں لوٹتے تھے مگر پھر اس تیزی اور بے پروائی سے اٹھکر اپنی ٹوپیوں کو تلاش کرتے تھے گویا میدان طرابلس کے خود فروش مجاہدین ہیں جو زخموں پر زخم کھا کر گر رہے ہیں مگر پھر اٹھکر اسی جوش جہاد کے ساتھ تلوار کے قبضے کو ڈھونڈھتے ہیں :

جسکا تو قاتل ہو ' اسکے واسطے
کونسی لذت ہے خنجر سے لذیذ

مگر تاہم علماے کرام کو اس سے بے دل نہیں ہونا چاہئے ' گو وہ دیکھتے ہیں لیکن (ان ربک لبالمرصاد) انکا رب انسے بے خبر نہوگا - (مقام احسان) کیلئے (حدیث جبرئیل) میں دونوں صورتیں بتلائی گئی ہیں : فاعبد اللہ کانک تراہ و ان لم تکن تراہ ' فانہ یراک ' [خدا کی اسطرح بندگی کرو ' گویا تم اسے دیکھ رہے ہو ' اور اگر تم نہ دیکھ سکو تو پھر یہ حالت تو ہو کہ اسکے دیکھنے کا یقین حاصل ہوجاے] کم از کم دوسرا درجہ تو حاصل کریں اگر پہلے سے محروم ہیں ' اور پھر یہ بھی ہے کہ کوہ طور پر تو (لن ترانی) کی جگہ (ولقد رای من آیات ربہ الکبری) کا مقام حاصل ہو ہی گیا - ہم نے بہ تحقیق یہ بھی سنا ہے کہ اس معراج جسمانی کے تمام فائزین کو (ما زاغ البصر و ما طغی) کا مقام استغراق بھی حاصل تھا !

واتخذوا من دون اللہ الہۃ لیکونوا لہم عزا ' کلا سیکفرون بعبادتہم ویکونون علیہم ضدا (۱۹ : ۸۵)

مگر ہمکو سخت تعجب ہے کہ اس زنجیر وفاداری کی پہلی کڑی خطاب کے طلائی ملمع سے محروم رہگئی ' یہ کیا بے دردانہ ناانصافی ہے ' مانا کہ ہم خود اس میدان عشق کے زخمیوں میں نہیں ہیں لیکن سپاہیوں کی جان بازیوں کی داد سب سے پہلے افسر ہی کو ملنی چاہئے ' اور ویسے اس معرکے میں زخموں کی کیا کمی تھی اس میدان میں نسہی ' اور کسی حملے میں سہی - ہم نے خود اپنے کانوں سے سنا تھا کہ اسی یوم الفیل کے ایک دوسرے موقعہ پر ہاتھیوں کی جگہ انسانوں کے ریلے میں اس سے بھی بڑھکر مخدوش حالت پیدا ہوگئی تھی - لیکن شاید اس نسخہ حادثانہ کا اثر کسی دوسرے وقت ظاہر ہو ' بہت سی دوائیں تیر بہدف ہوتی ہیں مگر ساتھ ہی بطی الاثر بھی ہوتی ہیں - افسوس !

درمیان کافران ہم بودہ ام
یک کمر شائستۂ زنار نیست

الہلال

٤ اگست ١٩١٢

مسلم یونیورسٹی

— * —

او لا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ' ثم لا یتوبون ولا ہم یذکرون (۹ : ۱۲۸)

(میرزا غالب) پر غدر کے بعد کے چند سال نہایت عسرت اور تنگی کے گذرے تھے ' اس زمانے کے ایک خط میں مرزا قربان علی بیگ سالک کو لکھتے ہیں —

" آپ اپنا تماشائی بن گیا ہوں ' رنج و ذلت سے خوش ہوتا ہوں ' یعنی میں نے اپنے کو اپنا غیر تصور کر لیا ہے جو دکھ مجھے پہنچتا ہے ' کہتا ہوں کہ غالب کے ایک اور جوتی لگی "

ہم نے بھی عرصے سے مسلمانوں کو اپنے سے غیر سمجھ لیا ہے ' اور جب کبھی گورنمنٹ کی طرف سے کوئی نئی مشکل پیش آتی ہے ' تو خوش ہوتے ہیں اور کہتے ہیں کہ " ایک اور جوتی لگی "

جو قوم چالیس برس تک محض حکومت کی بھیک اور دریوزہ گری پر زندگی بسر کرتی رہی ' جس نے ہمیشہ اپنے پاؤں پر کھڑے ہونے سے انکار کردیا ' جس نے ہر موقعہ پر پولٹکل جد و جہد کو ایک جرم اور بغاوت سمجھا ' اور جس نے خود کبھی بھی کچھ نہیں کیا مگر ہمیشہ کام کرنے والوں کی تضحیک و تحقیر کی اور طرح طرح کے باغیانہ خطابات سے انہیں یاد کیا ' آج اسے کیا حق ہے کہ گورنمنٹ اسکی پروا کرے ' کیوں نہ اسکو ذلیل و خوار بنایا جاے ' اور کیوں نہ اسکی امیدوں کو ذلت کے ساتھ ٹھکرا دیا جاے ؟

جرم منست ' پیش تو گر قدر من کم ست
خود کردہ ام پسند خریدار خویش را

ہندوستان کے مسلمانوں کو اس ملک میں عزت و سطوت کے جو وسائل حاصل ہیں ' وہ اور ملکوں کے مسلمانوں کو حاصل نہیں ' یہاں کی در و دیوار انکے لئے ایک صداے سرزنش ہے جسکو اگر سنیں تو کسی وقت بھی وہ چپ نہیں ' انکے ساتھ کی رہنے والی قومیں اپنے جد و جہد اور اعمال میں ہر وقت انکے لئے ذخیرۂ عبرت و موعظۃ ہیں اور اپنی ہر حرکت میں انکے جمود کیلئے ایک تازیانہ رکھتی ہیں - لیکن قدرت نے جب دیکھا کہ غفلت شکنی کیلئے یہ چیزیں بھی کافی نہیں تو بالآخر (تقسیم بنگال) کی تنسیخ کے کوڑے کی ایک ایسی ضرب محکم لگائی ' جسکی چوٹ زخم بنکر برسوں تک مندمل

نہوتی، اور اسکی ٹیک سے ہر وقت عبرت کا سبق یاد آتا رہتا - ہمارے عقیدے میں (برٹش گورنمنٹ) نے آغاز حکومت سے لیکر آجتک اگر فی الحقیقت مسلمانوں پر کوئی عظیم الشان احسان کیا ہے، تو وہ یہی ہے کہ (تقسیم بنگال) کو منسوخ کردیا اور اسطرح خود بتلادیا کہ ہم تک پہنچنے کیلئے صراط المستقیم کیا ہے ؟ مگر مسلمانوں کو اپنی بدبختی پر رونا چاہیئے کہ یہ ضرب آخری بھی بالکل بے نتیجہ رہی ' انکا نشۂ ملالت اس ترش گھونٹ کو بھی بالاخر ہضم کرگیا - چاہیئے تو یہ تھا کہ یہ چوٹ ایک ایسا گہرا زخم بنکر رہجاتی جو کبھی مندمل نہوتا اور ہمیشہ اسکی ٹیس سے بیقراری بڑھتی رہتی، لیکن ہم کو ابتک اس سے زیادہ کچھہ نظر نہیں آیا کہ مکتب کے شریر اور سخت جان لڑکوں کی طرح بید کی ضرب کھاکر ایک دو مرتبہ پیٹھہ کھجلا تو ضرور لی ہے، لیکن زخم ایک طرف، نیل کا کوئی نشان بھی نہیں جسکے لئے کم از کم ہلدی اور چونے کے لیپ کی تو ضرورت ہوتی - اولا یرون انہم یفتنون فی کل عام مرۃ او مرتین ' ثم لا یتوبون ولا ہم یذکرون (۹ : ۱۲۸)

* * *

لیکن مسلمانوں سے ہمارا کیا مقصود ہے ؟ مسلمان، مسلمان اور علی الخصوص ہندوستان کے مسلمان تو ایک ایسی قوم ہے کہ شاید ہی دنیا میں انسانوں کا کوئی گلہ اتنا خوش عقیدہ، سریع الانقیاد، تقلید دوست اور آمادۂ ہرگونہ اصلاح و ارشاد ہو ! لیکن بدبختی یہ ہے کہ ہم میں جو گروہ آج رہنمائی کی موٹر پر سوار ہے اور جس نے لیڈری کا تخت خود ہی بچھایا ہے اور خود ہی اپنے ہاتھوں سے اپنی رسم تاجپوشی ادا کی ہے، اسنے اپنی دنیوی عزت و شوکت اور جاہ و نمائش کا جوا کھیلنے کیلئے اپنی ملت مظلوم کو ایک بازیچہ بنا رکھا ہے، اور اسمیں سے جو اٹھتا ہے اسی گیند کو ایک ٹھوکر لگاکر اپنی طاقت کی نمایش کرنا چاہتا ہے - مسلمان بیچارے تو ہر وقت پرستش کرنے کیلئے موجود ہیں مگر افسوس یہ ہے کہ انکو کوئی رحم دل اور غمگسار معبود ہی نہیں ملتا - مسلمانوں نے اپنے لیڈروں کی گاڑیاں کھینچی ہیں، انکی جنم پکار پر ہزاروں اور لاکھوں روپئے نکالکر رکھدیے ہیں ' انکے ہر حکم کو فرمان الہی سمجھکر اپنا نصب العین بنایا ہے اور یہ سب کچھہ ان جاہ پرست، جاہل مطلق ' اور عبدۃ الحکام لیڈروں کے ساتھہ کیا ہے جنہوں نے ایک لمحہ کیلئے بھی انکو فائدہ پہنچانے کا خیال نہیں کیا ' اور ہمیشہ انکی حماقت اور بے وقوفی سے متمتع ہوتے رہے -

برہمن می شدم گر این قدر زنار می بستم

قوموں اور جماعتوں کی رہنمائی فی الحقیقت ایک پیغمبرانہ عمل ہے، اور (علماء امتی کانبیاء بنی اسرائیل) گو لفظاً حدیث موضوع ہو مگر معنا بالکل صحیح ہے - وہ نفوس قدسیہ اسکے اہل ہیں جنکو خواص نبوت میں سے حصہ ملا ہو، اور توفیق الہی کی روح القدس کا ہاتھہ جنکے دلوں کو ہر وقت مس کرتا رہتا ہو ' یہ منجملہ ان مخصوص نعائم الہیہ کے تھا جس سے خدا تعالی نے امت مرحومہ کو برگزیدگی عطا فرمائی تھی اور اسکے ہر فرد کو اسکی صلاحیت بخشی تھی : وکذلک جعلناکم امۃ وسطا ' لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا (۲ : ۱۳۷) لیکن بعد کو انکی جگہ ایک ایسی نسل آئی جس نے نماز ضائع کردی اور نفسانی خواہشوں کی پیروی کرنے لگے: فخلف من بعدہم خلف، اضاعوا الصلوۃ واتبعوا الشہوات (۱۹ : ۵۹) اب تو رہنمائی کی باگ چاندی اور سونے کے ہاتھہ میں ہے، دولت اور اقتدار یہی دو چیزیں ہیں جنکے جمع ہوجانے کے بعد ہر شخص قوم کا لیڈر ہے خواہ جہل مرکب سے اسکے تمام اجزاے جسم بنے ہوں اور خواہ جس مذہب کے پیروؤں کی رہنمائی کا مدعی ہو، خود اسی مذہب سے اسے کوئی واسطہ نہو - قوم، اور بدبختی و زبوں طالع قوم بھی شخصی حکومت کی عادی ہوکر اسقدر دولت پرست ہوگئی ہے کہ سونے سے آنکھیں لڑا لیں، مگر سونے کی چمک کے آگے اسکی آنکھیں خیرہ ہوجاتی ہیں، یہ ایک گہرا اور ہڈی کے اندر کا مرض ہے اور آج مسلمانوں کے تمام امراض کیلئے پہلے انکے لیڈروں کی نبض دیکھنی چاہئے - ہمکو تو بسا اوقات یہ درد انگیز منظر مجنوں بنا دیتا ہے کہ آج مسلمانوں میں دو ہی طرح کے راہنما اور مرشدین ہیں، قدیم گروہ کیلئے پرانے علما ' اور نئے گروہ کیلئے نئے لیڈر، دونوں مذہب سے بے خبر اور ملت کیلئے عضو مسموم، پہلا قریب رہکر پیاسا ہے اور دوسرا پانی تک پہنچا ہی نہیں :

اسے کشتی نہیں ملتی اسے ساحل نہیں ملتا

پہلا مذہبی توہمات و تعصب و جمود میں مبتلا ' دوسرا الحاد، فرنگی مآبی اور جاہ پرستی میں گرفتار ! دونوں کا یہ حال ہے کہ : وجعلناہم ائمۃ یدعون الی النار (۲۸ : ۴۱) و اولئک یدعون الی النار واللہ یدعوا الی الجنۃ (۲ : ۲۲۱) -

* * *

خیر یہ تو ایک داستان مسلسل ہے جسکو کسی دوسرے وقت کیلئے اٹھا رکھنا چاہئے ' لیکن (مسلم یونیورسٹی) کی شورا شوری کی بے نمکی ہمارے لئے ایک موثر سبق عبرت ہے -

ہمکو معلوم ہے کہ گورنمنٹ نے جدید فیصلہ کی اعلان سے بہت پہلے کام کرنے والوں کو اسکا علم تھا اور سر اطاعت خم کرنے والوں کی گردنیں (جو نصف صدی سے صرف جھکنا ہی جانتی ہیں) جھک بھی گئی تھیں، مگر اب گورنمنٹ کی شکایت کی جاتی ہے کہ یہ بے انصافی ہے، ہے تو ضرور بے انصافی' لیکن شاید ہندوؤں کے ساتھہ ہو جنکی یونیورسٹی کو بھی مسلمانوں نے اپنی یونیورسٹی کے قواعد و شرائط کی ارزانی نظیر قائم کرکے خراب کردیا ہے، مگر مسلمانوں کیلئے تو عین انصاف ہے اور ہم تو (غالب) کی زبان میں بہت خوش ہیں اور کہتے ہیں کہ الحمد للہ ایک اور تازیانہ لگا -

ہم پھر پوچھتے ہیں کہ مسلمانوں کے لیڈروں کو اب گورنمنٹ کی شکایت کرنے کا کیا حق حاصل ہے ؟ کیوں وہ مسلمانوں کی امیدوں کا احتیاط کرے ؟ کیوں اپنے دروازے کے ایک دریوزہ گر کو، جس نے ہمیشہ چند چچوری ہوئی ہڈیوں اور روٹی کے باسی ٹکڑوں کو آنکھوں سے لگاکر کچکول میں ڈال لیا ہو اور اتنی ہی فیاضی پر خوش ہوکر اپنے معطی کو (حاتم وقت) اور (معن زمان) بتلایا ہو، آج اتنی فیاضی کو بھی مصلحت کے خلاف دیکھکر جھڑک نہ دے ؟ شکایت کا تو انہیں حق ہے ' جو ابتدا سے لطف و رعایت

پر نہیں' بلکہ حق اور زور پر زندگی بسر کر رہے ہیں' جنہوں نے ہمیشہ سخت سے سخت آزمایشوں میں بھی مبتلا ہوکر بتلا دیا ہے کہ ہم سائل اور دریوزہ گر نہیں' بلکہ ایک حریف مقابل ہیں' جو مانگتے ضرور ہیں' مگر گڑگڑا کر اور عاجزی سے نہیں' بلکہ زور اور طاقت دکھلا کر - دنیا میں صرف (طاقت) ہی زندہ رہسکتی ہے اور قوموں کی پولیٹکل جد و جہد اور حقوق طلبی کی زندگی میں تو طاقت کے سوا اور کوئی سوال ہے ہی نہیں' اعتماد اپنے اوپر چاہئے نہ کہ دوسروں پر' ایک کاہل اور سست آدمی جو باوجود طاقت کے کھڑا ہونا نہیں چاہتا' کیوں نہ وہ راہگیروں کی ٹھوکروں سے پامال ہو؟ ہم نے درختوں کو چولہے میں جلتے' اور سرسبز شاخوں سے سایہ کرتے' دونوں حالتوں میں دیکھا ہے' جو درخت خود اپنی جگہ پر کھڑا نہ ہوسکا' آرے کے نیچے رکھکر پھر چولہے ہی میں ڈالا گیا' مگر جو اپنی جڑوں کی مضبوطی کے بل پر اکڑا رہا' اسکو سرسبزی و شادابی کی زندگی نصیب ہوئی' یہ سنت الہی ہے اور دنیا کی ہر شے میں جاری و ساری' ولن تجد لسنۃ اللہ تبدیلا'

لیکن یہ کیا بدبختی ہے کہ اپنے چند اغراض شخصیہ پر قوم کی قوم قربان کی گئی اور کی جارہی ہے' حوادث و واقعات کی غیر منقطع سرزنش' ہمسایوں کی اولو العزمیوں کے تازیانہائے عبرت' ناکامی و نامرادی کے پیہم صدمات و لطمات' اور غلامی و استعباد کا سخت سے سخت فشار بھی ان غلام طبعیت' سگ دنیا' اور خود پرستوں کو ہوش میں نہیں لاتا - لہم قلوب' لا یفقہون بہا؛ و لہم اعین' لا یبصرون بہا؛ و لہم اذان' لا یسمعون بہا؛ اولائک کالانعام' بل ہم اضل' اولائک ہم الغافلون (۷ : ۱۷۸) و تلک الدار الاخرۃ نجعلہا للذین لا یریدون علوا فی الارض ولا فسادا' والعاقبۃ للمتقین (۲۸ : ۸۴)

اب شاید لکھنؤ میں کوئی جلسہ کیا جائے گا' ہمارے ایک دوست (جو یونیورسٹی کمیٹی کے ممبر بھی ہیں) کہنے لگے کہ گورنمنٹ کے اس حکم پر اب عام ایجی ٹیشن کرنا چاہئے' اللہ! اللہ! اب مسلمانوں کے دشمنوں کو بھی ایجی ٹیشن کی تعلیم دی جاتی ہے!

این کہ می بینم بہ بیداریست یارب یا بخواب؟

اور ہاں' اب شاید (اطیعوا اللہ واطیعوا الرسول و اولی الامر منکم) کی آیت قرآن کریم سے نکالدی گئی' اور سب سے زیادہ یہ کہ وہ چالیس برس کی مسلمانوں کی "مسلمہ قومی پالیسی" "بزرگ سر سید کی پولیٹکل شاہراہ" "قومی جد و جہد کی بے خطر راہ" اور "فرض الٰہی" وغیرہ وغیرہ من الخرافات کے پُر از حکمت گوناگوں؛ مصالح پولٹکس اسباق کیوں بھلا دیے گئے؟ یہ کیا بدعت سئیہ بل کفر و ضلالت صریح ہے جسکی ملت بیضاے مصلحین مرتکب ہو رہی ہے؟ یہ تو ہمسایہ اقوام کے باغیانہ اعمال تھے جنسے "مسلمانوں کی قوم من حیث القوم - الحمد للہ - ہمیشہ مجتنب رہی اور اگر کبھی کسی شرذمۂ قلیل کو ہندؤنکی چالاکیوں نے گمراہ کیا بھی تو مسلمان لیڈروں نے انکی اصلاح کردی اور اگر فتنے کا پھوڑا سخت نظر آیا تو گورنمنٹ کے تیز نشتر کے سپرد کردیا" (یفعل ما یشاء ویحکم ما یرید)

* * *

سچ یہ ہے کہ (مسلم یونیورسٹی) کا معاملہ در اصل ایک ناگہانی ہنگامہ تھا جسکو بہتوں نے تو سمجھا ہی نہیں' اور اگر سمجھا بھی تو صرف اتنا کہ کوئی بہت بڑی نعمت ملنے والی ہے اور جسطرح بنے اسکو روپیہ دیکر ضرور خرید ہی لینا چاہئے - واعظان یونیورسٹی نے بھی (جہاں تک ہمکو واقعات یاد ہیں) کبھی اس ناواقفیت کو صاف کرنے کی کوشش نہیں کی' بلکہ جس کسی کو جس امید اور توقع سے خوش ہوتا دیکھا' وہی منقبت و فضیلت یونیورسٹی کے دفتر مناقب میں بڑھادی' ہم ان لوگوں سے واقف ہیں جنکو یہ سمجھا کر روپیہ لیا گیا ہے کہ یونیورسٹی کے بنجانے کے بعد (بخاری و مسلم) پڑھا کر ڈپٹی کلکٹر بنادیا جائے گا' بہتوں نے تو یہ سمجھکر اپنی غریب و مفلس جیب خالی کردی کہ اب ہمارے شہر کا فلاں اسکول یا مکتب بھی کالج بنا دیا جائے گا! بعض واعظوں نے غلط فہمیوں کے اس مرکب کو چابکیں مار مارکر اور تیز کیا' اور جس کو پایا غلط امیدوں اور آرزؤں کے سمندر میں ایک غوطہ دیدیا - یونیورسٹی کیا تھی' ہمارے بادہ پرست شعرا کا (میخانہ) تھا کہ:

رہر مرض کہ بنالد کسے شراب دہند!

یہ مانا کہ (مسلم یونیورسٹی) فی نفسہ ایک عمدہ شے ہے' لیکن کسی چیز کا عمدہ ہونا اسکے لئے کافی نہیں کہ دنیا بھر کی خوبیاں اسکے سر منڈھدی جائیں - اب جبکہ نشۂ شام کی گو صبح خمار نہیں' مگر تصف سب صرور شروع ہوگئی ہے' ہم بڑی دلچسپی سے دیکھ رہے ہیں کہ اس صحبت کے اکثر بادہ آشام انگڑائیاں لے رہے ہیں - اب بہتوں کو یاد آیا ہے کہ یونیورسٹی کو آزاد ہونا چاہئے' بعض کہتے ہیں کہ تعلیم کی مختلف شاخوں اور صیغوں کا کوئی تشفی بخش انتظام نہیں' اور نہ تو (باستثناے حاجی اسماعیل خاں سلمہ اللہ تعالے) سب کہتے ہیں کہ کالجوں کو اس سے ضرور ملحق ہونا چاہئے' لیکن ہمارے نزدیک تو اب یہ تمام بحثیں لاحاصل ہیں' اصلی شے تو روپیہ ہے اور وہ تو دینے والوں نے دیدیا' اور لینے والے بھی لے چکے' اب واویلا کی صدائیں و جستجو لاحاصل ہے -

نکل گیا ہے وہ کوسوں دیار حرماں سے

"بزرگان قوم" ہم پر پیت بھر کر برہم ہولیں' مگر ہمارا تو بے اختیار جی چاہتا ہے کہ یہ شعر پڑھ ہی دیں:

مرا جا شد' خرم را بیر جاشد
زن دہقاں براند یا نراند

* * *

خیر' ان باتوں میں تو کچھ ظرافت' کچھ طپش' اور زیادہ تر طبیعت کا بے اختیارانہ غصہ ملا ہوا تھا' اب ذرا غور کرنا چاہئے کہ صورت حال کیا ہے؟

ہمارا یہ عقیدہ ہے کہ اگر واقعی مسلمان ایک آزاد اور صحیح معنوں میں اسلامی یونیورسٹی بناسکیں تو یہ انکے تمام امراض کا نسخۂ وحید ہے' لیکن بحالت موجودہ ہو نہیں سکتا' اور جن لوگوں نے روپیہ لیتے وقت قوم کو اسکی امیدیں دلائیں' انہوں نے بظاہر دلائل دانستہ

پڑھنا تا چاھئے اور بصورت حسن ظن بے اختیارانہ جوش کی غلطی کی (علی گڈہ کالج) با این ھمہ حالات معلومہ پھر بھی جیسا کچھہ تھا امید نہیں کہ یونیورسٹی اتنی بھی آزاد ھوسکے' گورنمنٹ کیلئے علاوہ اسکے مصالح معلومہ کے ایک بڑی مشکل ھندو یونیورسٹی کو بھی جواب دینا ہے' آپ تو یوں بھی بال و پر بریدہ ھیں' قفس میں ڈالنے کی چنداں ضرورت نہیں' لیکن جو عقاب پشاور ھی سے اپنے پروں کو تول رھا ھے اسکے لئے قفس کی تیلیاں کیوں نہ آھنی بنائی جائیں ؟

لکھنو میں اب جلسہ کرنا ہی - ھمیں صاف گوئی کیلئے معاف رکھا جاے - قوم کو محض یہ دکھانا ھے کہ ھماری طرف سے سعی و کوشش میں کوئی کوتاھی نہیں ھوئی' ورنہ سواے (نواب وقار الملک) اور ایک دو نوجوان لیڈروں کے دراصل اس بارے میں سب کے سب " یقولون بافواھھم ما لیس فی قلوبھم " میں داخل ھیں اور اس سے بھی زیادہ تباہ کن شرائط پر منظور کرلینے کیلئے طیار ھیں' پس مسلمانوں کو صرف اس جنگ زرگری ھی میں وقت ضائع نہیں کرنا چاھئے' بلکہ اگر اپنے روپئے کا کچھہ بھی درد اپنے اندر رکھتے ھیں اور آیندہ کے لئے اپنی قسمت کو چند سفید پوش لیڈروں کے سپرد کرکے پھر سر پیٹنا نہیں چاھئے' تو انکو چاھئے کہ اپنے حق اسلامی کو کام میں لائیں اور سب سے پہلے کام کرنے والے لیڈروں سے انکے مواعد اور دعوں کا مطالبہ کریں -

مسلمانونکی ساری مصیبت انکی غفلت اور غلط اعتماد کی لائی ھوئی ہے' وہ روپیہ دینے کے لئے' کاریاں کھینچنے کے لئے' پھولوں کا ھار پہنانے کے لئے تو طیار رھتے ھیں' لیکن پھر کبھی مڑکر دیکھتے تک نہیں کہ انسے جو چونا گارا لیا گیا ہے' وہ مسجد کی تعمیر میں لگایا جارھا ھے یا میخانے کی دیواروں میں' یہی وجہ ھے کہ تمام لیڈر شتر بے مہار ھوگئے ھیں اور پوری طرح مطمئن ھیں کہ ھم جسطرح چاھینگے قوم کو کھلونا بنالیں گے - کوئی پرسش اور مطالبہ ھمارے کاموں میں حارج نہیں - مسلمانوں کو یاد رکھنا چاھئے کہ وہ خود اب خواہ کچھہ ھی ھوں' لیکن آن اسلاف کی یادگار ھیں جنمیں سے ایک راہ چلتی بڑھیا عورت نے (فاروق اعظم) کو دھمکادیا تھا' اور اسپر کیا موقوف ہے' اسلام کی حریت و بے باکی کا تو یہ حال تھا کہ صحابۂ کرام خود مہبط وحی و مورد ماینطق عن الھوی کے آگے بھی اپنے مطالبات بغیر کسی جھجک کے پیش کردیتے تھے' اسلام نے ھر مسلمان کو لیڈر بننے کی آزادی دیدی ہے' اور امر بالمعروف ھر شخص کا فرض قرار دیا ھے -

مسلمانوں میں اگر انکے قومی خصائل کا اثر کچھہ بھی باقی ھے تو انکو سب سے پہلے روپیہ لینے والوں سے پوچھنا چاھئے کہ انہوں نے کیوں غلط امیدیں اور توقعات پیدا کئیں اور پھر اگر انکو ایک آزاد اور کامل یونیورسٹی نہ ملے تو اپنے مطالبات سے لیڈروں کو تھکا دینا چاھئے اور جیسی یونیورسٹی وہ لینا چاھتے ھیں اسکو بقول (نواب وقار الملک) کے دور ھی سے سلام کرنا چاھئے - یہاں یہ سوال نہیں ھے کہ تھوڑے سے کسی کام کا ھونا بہر حال بہتر ہے' بلکہ دیکھنا یہ ھے کہ ایک کرور روپیہ میں جو متاع خریدی جارھی ھے وہ اس قیمت کی ھے بھی یا نہیں ؟

* * *

ممبروں سے پہلی بات یہ ھے کہ پہلے مخصوص مسلمان کی روپیہ دینے والوں کی نیابت کا دعوا کرکے (شملہ) جاکر روپیہ دینے والوں کے ساتھ ادا بھی کیا یا نہیں ؟

واقعات کو ایک (سر لوائس ڈائل) کے سراغرساں (شرلاک ھوم) کے ابتدائی اسرار و خفایا کی طرح بالکل پوشیدہ رکھا گیا ہے لیکن جہاں تک ھم نے حالات سنے ھیں انسے معلوم ھوتا ھے کہ (نواب وقار الملک) اور ایک اور ممبر کے سوا تقریباً تمام ممبروں نے ھمیشہ گورنمنٹ کی ھر آواز پر سمعنا و اطعنا کہکر سر جھکایا ھے اور کبھی عام مسلمانوں کی رایوں کی بنا پر کسی طرح کی مخالفت ثبات و عزم کے ساتھہ نہیں کی ھے (لا یسبقونہ بالقول وھم بامرہ یعملون ۲۱ : ۲۷) خدا نے فرشتوں کی اطاعت و انقیاد کی تعریف میں کہا تھا' مگر دنیا میں ایسے انسان بھی ھیں جو اپنے دنیاوی دنیوی کی اطاعت و فرماں برداری میں ملائکہ کے اوصاف و خصائل اپنے اندر رکھتے ھیں -

جن ممبروں کی نسبت ھم نے خاص طور پر سنا ھے' اُن میں اول درجے پر تو لاھور کے (میاں محمد شفیع) خان بہادر ھیں' لیکن اب اُنھیں اِن معاملات میں شکوہ و شکایت کے حد سے گذرا ھوا اور گویا مرفوع القلم سمجھتے ھیں' اسلئے انکے ذکر کی تو ضرورت نہیں' البتہ (راجہ صاحب محمود آباد) کی نسبت بھی ھم نے نہایت معتبر ذرائع سے سنا ھے کہ آپ جن معاملات پر شکوہ و شکایت کرنے کیلئے طیار ھیں' اُنپر کبھی بھی انھوں نے (شملہ) میں زور نہیں دیا' اور بالعموم بالسمع و الطاعہ میں وہ (میاں صاحب) کے ھم زبان رھے ھیں' (راجہ صاحب) کا پوزیشن یونیورسٹی کے معاملے میں (آغا خاں) کے بعد سب سے اونچا ھے' اور کمیٹی کی کرسیِ صدارت کو بھی انہوں نے عزت بخشی ھے' پس سب سے پہلے قوم کو (راجہ صاحب) سے پوچھنا چاھئے کہ شکوہ و شکایت کا ھنگامہ تو ھوتا رھے گا' خود اپنی نسبت تو اطمینان دلادیں کہ دس لاکھہ روپیہ دینے والوں کی نیابت کہاں تک انہوں نے دیانت اور صداقت کے ساتھہ انجام دی ھے ؟

(حاجی اسماعیل خاں صاحب) بالقابہ الجدیدہ اب پہلی کی نسبت زیادہ قومی خدمات کیلئے مستعد رھتے ھیں' حال میں انہوں نے یونیورسٹی کی نسبت گورنمنٹ کے اعلان پر ایک چٹھی شائع کرائی ھے اور لکھتے ھیں کہ میں سب سے پہلے (اور شاید آخر بھی) گورنمنٹ کے اس پرحکمت و مصالح فرمان کا خیر مقدم بجالاتا ھوں -

ھمارے خیال میں تو اس وقت مسلمانوں کی چہل سالہ " مسلمہ قومی پالیسی " کے مذھب پر اب تک جو چند نفوس عالیہ بالکل ثابت قدم اور غیر متزلزل ھیں وہ صرف (حاجی صاحب) اور راولپنڈی کے (سراج الدین) ھیں' اور تو پوری ملت کی ملت طرح طرح کے بدعات اور اختراعات میں مبتلا ھوکر اھل ھوا و بدعت میں شامل ھوگئی ھے - یہ افسوس کی بات ھے کہ انکی مذھب کہ

زمانہ (خیر القرون) تین قرنوں تک بھی نہیں پہنچا اور (خیر القرون قرنی ثم یلونہم) ہی پر ختم ہوگیا ' ابتو خود (علی گڈہ) کا یہ حال ہے کہ :

چو کفر از کعبہ بر خیزد کجا ماند مسلمانی ؟

سب سے پہلی بدعت اسلام کے (جیش ابو اسامہ) کے اولین اختلاف کی طرح تو (شملہ ڈیپوٹیشن) تھا ' جبکہ تمام نصوص قطعیہ کو پس پشت ڈالکر مسلمانوں کو پولیٹکل اعمال میں شرکت کی اجازت دیدی (گو رسماً و اسماً اور

آں ہم بسعی عمرا مردم شکار درست)

اور اسکے بعد (فتنۂ شہادت عثمان) کے مقابلے میں (مسلم لیگ) کا قیام قرار دینا چاہئے کہ (تعلیم) کے مقدم مسئلے کو چھوڑا ، ایک نئی (کانگریس) کے شجر ممنوعہ کی طرف ہاتھ بڑھایا ' پھر تو فتنہ و فساد کا ایسا سلسلہ شروع ہوا گویا بنی امیہ کے دور کی بدعات شروع ہوگئیں ' سب سے بڑا کفر تو یہ ہوا کہ (طرابلس) کے متعلق (لیگ) کی طرف سے بھی ایک تاریخی بےعقلی کی گئی ' اور اسکے بعد اٹالین اشیا کے بائیکاٹ کا فتوا بھی دیدیا گیا ' حالانکہ سنہ ۱۸۹۷ میں (فتح یونان) کے موقعہ پر ترکی کے مسلمانوں کی تحریک پر (سر سید مرحوم) اس قدر برہم ہوے تھے کہ صدر اول میں (مسئلہ تقدیر) کی کد و کاوش پر بھی ایسی برہمی ظاہر نہیں ہوئی ہوگی ' بالآخر انکو سمجھانا پڑا تھا کہ " اس طرح کی باتیں خدمت الحرکتی میں داخل ہیں اور بغیر گورنمنٹ کی مرضی لئے ہوے ایسا کرنا فرض اطاعت شعاری کے خلاف "

ایسے سخت دور فساد میں ہمکو تو مسلمانوں کے تہذیب پرانے مذہب کے سچے ' اور محض کتاب و سنت پر چلنے والے عامل ' یہی دو بزرگ نظر آتے ہیں اور اپنے اخوان مذہب کی گمراہی پر متعجب ہیں کہ کل کہاں تھے اور آج کہاں گر گئے ؟ لطف کی بات یہ ہے کہ اب خود انکے ہم مشرب انکا تمسخر اڑاتے ہیں اور وہ خون کے گھونٹ پی کر چپ ہو رہتے ہیں -

انقلابات ہیں زمانے کے

مولانا نذیر احمد مرحوم اور ٹرسٹیان علی گڈہ کالج

مولوی بشیر الدین صاحب نے سرزمین کالج کے تمام طالع و خصائل کو بھولکر اسکی کوشش کی کہ انکے والد (مولانا نذیر احمد) کی یادگار کالج میں قائم کی جاے ' یہ مانا کہ مرحوم ان لوگوں میں تھے جنکا علم و فضل اب پھر ہندوستان میں اپنی صورت نہیں دکھلاے گا ' اور یہ بھی سچ سہی کہ انکا احسان کالج کی در و دیوار ہی پر نہیں ' بلکہ اسکی بنیاد تک میں موجود ہے ' مگر ان باتوں سے کیا ہوتا ہے ' کالج کے ہاتھہ میں تو ہرشے کے تولنے کیلئے روپئے کا ترازو ہے ' انکی یادگار قائم کرنے کا مسئلہ اگر جلب زر کا ذریعہ ہوتا تو مولوی بشیر الدین ابھی تجہیز و تکفین سے فارغ بھی نہ ہوے ہوتے کہ اخباروں میں ایک نئے یادگاری بورڈنگ ہاؤس کا اعلان ہوجاتا - اس دروازے کو ہاتھہ سے نہیں ' بلکہ کسی بوجھل جیب سے کھٹکھٹایئے تو جواب ملیگا -

قسطنطنیہ میں ہجوم مشکلات

اور تصادم احزاب

(۳)

اسکے بعد ہی دربار دہلی کے موقع پر (شہنشاہ انگلستان) پورٹ سعید سے گذرے اور یہ قرار پایا کہ تبریک و تہنیت کیلئے ایک ترکی وفد بھیجا جاے چونکہ (کامل پاشا) کی انگریزی محبوب القلوبی مسلم تھی اسلئے ولی عہد عثمانی کے ساتھہ اسی کو بھیجنا طے پایا اور خریطۂ سلطانی لیکر مصر روانہ ہوگیا ' پورٹ سعید میں لارڈ کچنر اور خدیو کے ساتھہ ترکی وفد جہاز (مدینہ) میں پیش ہوا تو گو کامل پاشا رئیس وفد کی حیثیت سے نہیں گیا تھا مگر ہر موقع پر مخصوص طور پر اسکی پذیرائی کی ' گئی یہاں تک کہ خود پادشاہ تو کھڑے رہے اور (پادشاہ بیگم) کے ساتھہ کامل پاشا کو کرسی دیگئی اور اسکی تصویر اخباروں میں شائع ہوی -

اسی سفر میں کامل پاشا نے اتحاد و ترقی کے خلاف اپنی مشہور چٹھی (المؤید) میں شائع کی جو انگلستان میں ایسی مقبول ہوئی تھی کہ تمام سربرآوردہ اخبارات نے اسکے ترجمے تعریفی حواشی کے ساتھہ شائع کئے -

بہر حال کم از کم یہ نئی پارٹی پارلیمنٹ کو برہم کردینے پر کامیاب ہوگئی اور مختلف کارروائیوں کے ذریعہ یورپ پر ظاہر کیا گیا کہ اتحاد و ترقی سے اب تمام ملک اکتا گیا ہے -

لیکن اتحاد و ترقی کی حقیقی ایسی کھوکھلی نہ تھی جو اس نتیجے پر پہنچتے ' جوں ہی دوسرا انتخاب شروع ہوا تمام عالم نے دیکھہ لیا کہ پھر اتحاد و ترقی نے عثمانی پارلیمنٹ کی اکثریت رکھی ہوئی ہے -

یہ اتحاد و ترقی کی سب سے بڑی فتح تھی ' اگرچہ اسی زمانے میں عربی اور ترکی زبان کا سوال نہایت اشتعال انگیز صورت میں اٹھایا گیا تھا اور بعض تمام اتحاد و ترقی کے ترک ممبروں کی طرف سے اہل عرب افسردہ خاطر تھے ' مگر انتخاب کے موقعہ پر تمام شام و دمشق میں بھی بغیر کسی کوشش کے اتحاد و ترقی کے ممبر ہی منتخب کیے گئے اور دمشق میں تو (حزب الائتلاف) کا ایک کاغذی جنازہ بھی نکالا گیا اور اس سوانگ میں وہاں کے تمام بڑے بڑے اشخاص شریک ہوے -

اس شکست کے بعد انگلستان پھر کچھہ دنوں کیلئے قسطنطنیہ میں خانہ نشین ہوگیا -

اتحاد و ترقی کی دوسری فتح

جبکہ قسطنطنیہ کے اندر یہ نزاع احزاب جاری تھا ' عین اسی وقت اٹلی کے جنگی جہازوں نے ساحل طرابلس پر گولہ باری شروع کردی اور تمام ساحل پر اپنی ناقابل مقابلہ بحری قوت کا پہرہ بٹھاکر عثمانی فوج کا راستہ بند کردیا -

یہ کہنا ضرور نہیں کہ اُس وقت ترکی کے خیر خواہ کس مایوسی کے ساتھہ افریقہ کے عہد اسلامی کے اس آخری نقش قدم کو دیکھہ رہے تھے کہ اسی اثنا میں (انور بک) اور چند دیگر نوجوان ترکوں کے طرابلس جانے کی خبریں مشہور ہوئیں دشمنوں اور دوستوں دونوں نے ہنسکر حقارت کی کہ چند نوجوان ترک جو عربی زبان میں چار لفظ بول بھی نہیں سکتے طرابلس جاکر کیا کرینگے؟ مگر چند ہفتوں کے اندر ہی قدرت الہی کی نیرنگیوں نے دنیا کو متحیر کردیا اور تمام حالات جنگ یکایک متغیر ہوگئے -

یہ جو کچھہ ہوا فی الحقیقت اتحاد و ترقی کے نوجوان ممبروں ہی کی سعی سے ہوا ' جسقدر عثمانی مجاہد اس وقت طرابلس اور برقہ کے مختلف حصوں میں جالیس کرور مسلمانوں کی عزت سنبھالے ہوے ہیں ' وہ سب کے سب نفراداً اتحادی ہیں -

ملک کیلئے یہہ عدیم النظیر جاں فروشی بے اثر نہ رہی - یہ واقعہ بھی حزب الائتلاف کی ناکامی کی ایک بہت بڑی علت ثابت ہوا اور انجمن کی تمام شکایتوں کو لوگ بھول گئے -

عارضی سکون اور خاموشی

اسکے بعد سیاسی جماعتوں کے جنگ و جدال میں ایک عارضی سکون و سکوت پیدا ہوگیا ' گویا یہ ایک مہلت جنگ تھی .

یعنی آگے بڑھنے کے دم لیکر

جنگ طرابلس نے سب کو اپنی طرف متوجہ کرلیا تھا ' اور یہہ قاعدہ ہے کہ دروازے پر ڈاکوؤں کا گروہ پہنچ جاے تو گھر کے اندر کی سخت سے سخت لڑائیاں بھی موقوف ہوجاتی ہیں - فی الحقیقت جنگ طرابلس کے صدہا نتائج مفیدہ میں سے یہ ایک بہت بڑا کارنامہ ہے کہ عین پارٹیوں کے نزاع مخدوش ترین موقعہ پر جبکہ نہیں معلوم حالات کس درجہ ملک کی سلامتی کو خطرے میں ڈالدیتے ' اس جنگ نے ظاہر ہوکر ایک عام اندرونی صلح قائم کردی اور ملک ایک سب سے بڑے مہلک خطرے سے محفوظ ہوگیا -

جنگ بعد از صلح -

لیکن گذشتہ دو ہفتوں کے اندر یکایک انقلابی حیرتیں دنیا دو چار ہوئی ' پہلے (محمود شوکت پاشا) مستعفی ہوے ' اور پھر وزارت کی تبدیلی سے اتحاد و ترقی اپنے تئیں ایک سخت شکست کی حالت میں پانے لگی ' شاید اسکے اصلی اسباب کے متعلق عرصے تک انتظار کرنا پڑتا لیکن (کامل پاشا) کا بستر پیری سے اٹھکر پھر باب عالی میں آنا ' اسکے وزیر اعظم ہونے کی افواہ ' اور پھر فوجی مجلس کا سلطان سے اُسکی وزارت کا مطالبہ ' ان حالات نے خود بخود اندرونی اسباب و علل کو بے نقاب کردیا اور اب اس انقلاب پر بحث کرنے والا مشکلات سے آزاد ہے -

درحقیقت اب اس انقلاب کے جغرافیہ میں قسطنطنیہ کے ساتھہ افریقہ کو بھی ملا دینا چاہئے اور جنگ طرابلس کے آخری بین الدول حالات کو سامنے رکھکر اسکا مطالعہ کرنا چاہئے -

اٹلی نے مسئلہ صلح کے متعلق جو ریشہ دوانیاں مضطربانہ شروع کردی ہیں اُن میں یقیناً سب سے زیادہ انگلستان کا ہاتھہ ہے کیونکہ جنگ طرابلس سے (مسئلہ مصر) کو جو تعلق ہے وہ اٹلی کی مشکلات کی صورت میں انگلستان کیلئے بہت زیادہ نقصان رساں اور پیچیدگیاں پیدا کرنے والا ہے - یہ ظاہر ہے کہ (محمود شوکت پاشا) کا دفتر جنگ کسی حالت میں بھی صلح کیلئے راضی ہوکر تمام ملت بلکہ تمام عالم اسلامی کا غیظ و غضب خرید نہیں سکتا تھا ' انگلستان نے جو شرائط صلح کیلئے پیش کی تھیں اور جنکو (الہلال) کے دوسرے نمبر میں (جون ترک) کی زبانی ہم سن چکے ہیں اسکے تو یہ معنی تھے کہ مصر اور مراکو کی طرح طرابلس بھی عثمانی حکومت کا برائے نام زیر اثر قرار دیکر اٹلی کو دیدیا جاسے ' لیکن حکومت وزارت اور پارلیمنٹ نے اس ذلیل ترین صلح کی منظوری سے صاف انکار کردیا تھا اور یہ اُسی صورت میں ممکن تھا جب ترکی شکست کی حالت میں جان بچانے کیلئے مجبور ہوتی حالانکہ حالت بالکل برعکس ہے ' پس انگلستان نے پچھلی (حزب الائتلاف) کی طرح اب انکی مردہ آرزو (کامل پاشا) کے بستر پیری سے فائدہ اٹھانا چاہا اور نئی وزارت قائم کرکے اٹلی کو اسکی خود لائی ہوئی ہلاکت و بربادی سے بچانے کی سعی کی (استکباراً فی الارض ومکر السئی) لیکن (ولا یحیق المکر السئی الا باھلہ) گو نئی وزارت قائم ہوگئی مگر ناممکن کو ممکن دکھلانا آسان نہیں ہے ' کل خود رائٹر نے یہ خبر شائع کی ہے کہ " نئی وزارت نے بھی جنگ کو بدستور جاری رکھنے کا فیصلہ کردیا "

نہ صرف ہمارا بلکہ مصر کے اخبارات کا بھی یہی خیال ہے کہ (محمود شوکت پاشا) کے مستعفی ہونے کی اصلی علت (مسئلہ صلح) کی ریشہ دوانیاں ہیں گو مصالح ملکی کی وجہ سے خود انکو دوسری تاویل کرنی پڑی -

قانون عسکری کی ترمیم اور محمود شوکت پاشا

(حزب الائتلاف و الحریۃ) نے اپنے اس دوسرے ظہور میں جس طرح (کامل پاشا) کو وزارت تک پہنچایا ہے ' اور جن اعمال مخفی میں وہ پچھلے دنوں مشغول رہی ہے ' اسکو ہم آگے چلکر بہ تفصیل بیان کرینگے ' اُس وقت ناظرین کو معلوم ہوگا کہ نہ صرف مسئلۂ صلح اور انقلاب وزارت ' بلکہ البانیا کی شورش ' مالیسوریوں کے مطالبات اور مناستر کی فوجی بغاوت بھی اسی پارٹی کے اسرار رکھتا ہیں اور اجانب کا قوی ہاتھہ انکو آگے رکھکر اپنا کام کر رہا ہے ' لیکن یہاں ترتیب بیان کو قائم رکھنے کیلئے (محمود شوکت پاشا) کی علحدگی کے گرد و پیش کے حالات پر ایک نظر ڈال لینی چاہئے -

(صادق بے) کی پارٹی کے بعد سے (محمود شوکت) برابر اس سعی میں رہے کہ فوجی عنصر کو سیاسی اشتغال سے باز رکھا جاے اور اسطرح جو ایک فوجی حکومت کا رعب چھایا ہوا ہے اور جسکی وجہ سے ہر وقت نظام حکومت درہم و برہم ہوسکتا ہے اسکا استیصال کلی ہو -

لیکن اس راہ میں سخت مشکلات اور دقتیں یکے بعد دیگرے پیش آتی رہیں ' سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ قانون اساسی میں فوجی عقوبات کی جو دفعات تھیں اُن میں کوئی دفعہ ایسی

قانونی حیثیت بنا پر سیاسی اشتغال کو قانونی جرم قرار دیا جا سکتا اور نہ پھر اسکی وجہ سے کوئی قانونی دباؤ قائم رہتا - (محمود شوکت) نے مختلف طریقہ سے بار بار سمجھایا' متعدد اعلانات شائع کئے' چند لوگوں کو سزائیں بھی دیں' لیکن ہر سپاہی جانتا تھا کہ یہ وزیر جنگ کی ایک ذاتی سیاست ہے ورنہ قانوناً کوئی سختی اور تشدد ہمارے ساتھ نہیں کیا جا سکتا - بالآخر مجبور ہوکر گذشتہ دنوں میں (محمود شوکت پاشا) نے ایک نئے قانون کو پارلیمنٹ سے منظور کرانا چاہا اور قدیم قانون عسکری کی ترمیم کو مندرجہ ذیل خط کے ساتھہ سعید پاشا وزیر اعظم کے پاس بھیجا! تاکہ پارلیمنٹ میں پیش کردیا جاے :—

"فوجی افسروں کا سیاسی مسائل میں اشتغال' انکے اصلی فرائض کی ادائگی کیلئے مانع قوی ہے اور انکے اندر ایک ایسی سرکشی پیدا کردیتا ہے جسکے بعد فوجی نظام و اطاعت شعاری باقی نہیں رہتی اور یہی دو چیزیں سپاہیانہ فرائض کی اساس ہیں - اگر یہی حالت رہی تو یقیناً نتائج نہایت خطرناک ہونگے اور عثمانی فوج کا مستقبل در خطر ہوگا' معاشر کی نسبت میں نے نہایت تاسف کے ساتھہ تحقیق کیا ہے کہ ہمارے فوجی افسر بعض سیاسی پارٹیوں

مبعوثان اور مجلس اعیان کے سامنے بحث و مذاکرہ کیلئے آے پیش کردیا جاے اور جہاں تک جلد ممکن ہو اسکی منظوری کا فیصلہ کرکے سلطان المعظم کی خدمت میں آخری تصدیق کیلئے بھی بھیجدیا جاے' تاکہ بغیر وقت ضائع کئے اس اہم مسئلہ کی طرف متوجہ ہوسکیں"

وہ دو دفعات یہ ہیں :

(۱) عثمانی فوج کا جو افسر یا سپاہی سیاسی اجتماعات یا کسی سیاسی مظاہرت میں شریک ہوگا اسکو دو ماہ سے چار ماہ تک کے قید کی سزا دی جاے گی' اور اسکو اس کی پلٹن سے کسی دوسری پلٹن میں بھیجدیا جاے گا - نیز اس تبدیلی کیلئے خرچ سفر بھی نہیں ملے گا -

اگر یہ جرم پھر دوبارہ سرزد ہوا تو اسکا نام فوراً فوجی ملازمت سے کاٹ دیا جاے گا اور دو سے چھہ ماہ تک کے قید کی سزا دی جائیگی - اور اگر کوئی چھوٹے درجے کا افسر یا عام سپاہی ہوا تو اسکو پورے چھہ ماہ کے قید کی مع مشقت قید کی سزا دی جاے گی -

(۲) اگر کوئی فوجی افسر کسی پولیٹکل جماعت میں شریک ثابت ہوا تو اسکو فوجی ملازمت سے خارج کرکے اندر دو سے چھہ ماہ تک کے قید کی سزا دی جاے گی -

محمود شوکت پاشا میدان قواعد میں فوج کے (سیاسی اشتغال) کے مسئلے پر اسپیچ دے رہے ہیں

میں شریک' اور سیاسی معاملات و افکار سے دلچسپی لیتے ہیں - میں عرصے سے اس بارے میں فوج کو متواتر نصیحت کر رہا ہوں' میں نے بار بار اسکے متعلق اعلانات شائع کئے اور عبرت و تنبیہ کیلئے سزائیں بھی دیں' لیکن چونکہ فوجی تعزیرات کے قانون میں اسکے لئے کوئی دفعہ نہیں ہے' اسلئے میرے تمام احکام ضعیف الاثر اور بے نتیجہ ثابت ہوے اور سپاہیوں کی جسارت بڑھتی گئی' ایسا ہونا ضروری تھا کیونکہ کوئی قانونی تائید میرے ساتھہ نہ تھی -

بیشک' جدید (قانون تعزیرات عسکری) کی ترتیب میں پارلیمنٹ مشغول ہے مگر دیکھتاہوں تو اسکی باقاعدہ بحث و تدقیق اور تدریجی خواندگی' اور پھر پاس ہونے کیلئے بحالت موجودہ کئی سال درکار ہیں' لیکن حالت کی نزاکت اتنے عرصے کے انتظار کی متحمل نہیں ہوسکتی' پس میں مجبور ہوا ہوں کہ قدیم قانون تعزیرات عسکری پر دو نئی دفعات کی ترمیم کا مسودہ پیش کروں' ان دفعات کو اس خط کے ساتھہ آپکی خدمت میں بھیجتا ہوں تاکہ مجلس

پارلیمنٹ میں جب سعید پاشا نے اس خط کو پیش کیا تو پورے دو دن تک مناقشہ جاری رہا' لیکن بالآخر اکثریت کے غلبے سے ترمیم پاس ہوگئی اور مطابق قانون اساسی کے سلطان المعظم کے پاس آخری دستخط کیلئے بھیجدی گئی -

اسی اثنا میں (محمود شوکت پاشا) نے ایک بہت بڑی فوجی قواعد کا حکم دیکر اس مسئلہ پر ایک آخری ناصحانہ لکچر دیا اور تمام فوجی افسروں کو سمجھایا کہ ملک کی حالت نازک ہو رہی ہے محض تائید الہی ہے جس نے طرابلس کی آتشی کو ترکوں سے بچالیا' ایسی حالت میں قبل اسکے کہ فوجی سزا کی ترمیم کا عملدرآمد شروع ہو' خود فوجی افسروں کو سیاسی اشتغال سے دست بردار ہوجانا چاہئے -

اس اسپیچ کا عام طور پر بہت اچھا اثر پڑا' اتحاد و ترقی کے حلقوں میں تعریف کی گئی مگر (طنین) نے لکھا کہ کوئی فوجی افسر اسکے برخلاف نہیں ہے بشرطیکہ حزب الائتلاف ابھی خفیہ تدبیر اور اجانب کے ہاتھوں میں کھلونا بننے سے باز آجاے -

لیکن حزب الائتلاف قسطنطنیہ کے برٹش سفارتخانے میں اپنا کام بڑی ہوشیاری اور مستعدی سے انجام دے رہی تھی۔ ابھی (محمود شوکت) کی ترمیم پر سلطان المعظم کے دستخط بھی نہیں ہوے تھے کہ دو واقعات ایک ساتھ ظاہر ہوے: اول تو مسئلہ صلح کی اندرونی ریشہ دوانیاں، دوسرا مناستر میں بارہ رجمنٹوں کی بغاوت کی خبر کا اعلان۔ یہ حالت دیکھکر (محمود شوکت) کو کنارہ کشی کے سوا اور کوئی چارۂ کار نظر نہیں آیا اور انہوں نے معاً اپنا استعفا وزیر اعظم کے پاس بھیجدیا۔ اسکے ساتھ جو چٹھی انہوں نے لکھی تھی اسکا ترجمہ (العلم) میں چھپ گیا ہے، وہ لکھتے ہیں۔

"پچھلے آخری دنوں میں جب اسکی ضرورت محسوس ہوئی کہ فوجی افسروں کو اشتغال سیاسی سے باز رکھنے کیلئے ایک قانون وضع کیا جاے تو اس عاجز نے دو دفعات پیش کیں تاکہ بصورت ضمیمۂ قانون تعزیرات عسکری کے قرار دیا جاے، مجلس مبعوثان نے انکو منظور کیا اور مجلس اعیان نے بھی آج اسکو پاس کردیا، پس اب وہ ایک باقاعدہ قانون ہوگیا ہے، اسکا حکم اب قطعی ہوگا اور عنقریب تمام فوج پر نافذ ہوجاے گا۔

تین سال ہوگئے کہ میں منصب وزارت پر مامور ہوں۔ اور انکے ہی عرصے سے یہ مسئلہ بھی پیش نظر ہے، پس میں مصلحت اب اس میں دیکھتا ہوں کہ اس نئے قانون کے احکام کا نفاذ میری جگہ کسی نئے وزیر جنگ کے ہاتھوں عمل میں آے۔

نیز گذشتہ ایام میں کثرت اشغال کے سبب سے مجھے بہت محنت کرنی پڑی ہے اور اسکا اثر بھی محسوس کر رہا ہوں پس عہدۂ وزارت جنگ سے اب میرا استعفا منظور کیا جاے۔

میں آپ کی خدمت سامی میں اپنا دلی شکریہ اس توجہ و لطف کیلئے بھی پیش کرتا ہوں جو گذشتہ نو ماہ کی معیت میں آپکی جانب سے مبذول رہی ہے، اور آپنے ہمیشہ ان وسائل کو فراہم کرنے پر توجہ فرمائی ہے جس سے مجھکو اپنی ماموریت میں سہولت اور آسانیاں ملتی رہیں"

(محمود شوکت - ۹ جولائی)

کامریڈ کی ممالک اسلامیہ میں مقبولیت

ہمارے محب عزیز و جلیل مسٹر محمد علی کا (کامریڈ) روز بروز ممالک اسلامیہ میں جسقدر مقبول ہورہا ہے، ایک خاص مصلحت سے ہم چاہتے ہیں کہ اسکا ذکر کریں۔

(کامریڈ) ابتدا سے بہت ہی کم عربی اخبارات کو مبادلے کے لئے بھیجا گیا، لیکن تاہم اسکے دلچسپ اور پر زور مضامین نے اپنی جگہ وہاں بھی ڈھونڈھکر بہت جلد پیدا کرلی، ہم کئی مہینوں سے برابر دیکھ رہے ہیں کہ المؤید، العلم، اور اللوا میں اسکے مضامین کا ترجمہ کیا جاتا ہے اور اسکی ڈاک میں بھی انکے دو لیڈر (مسلمانان چین و روس) بتغیر زبان موجود ہیں، قسطنطنیہ کے مشہور با وقعت جرنل (ثروت فنون) نے انکے کارٹون نقل کئے اور اب انکا فوٹو بھی چھاپا ہے، اور یہ تو شاید کامریڈ کے ناظرین کو معلوم ہے کہ ترکی کا دفتر

جنگ باقاعدہ طور پر انکے چلتے ہوئے شذرات کا ترجمہ کرا رہا ہے۔

ہم ان باتوں کو فی نفسہ چنداں اہمیت نہیں دیتے۔ اگر ایسا ہوا ہے تو ایک اچھے اخبار کیلئے اس سے زیادہ ہونا چاہئے، المؤید وغیرہ نے اگر ترجمے شائع کردیے، تو یہ کونسی عزت بخشی ہے؟ کامریڈ کو تو ایسی ترقی کرنی چاہئے کہ ٹائمس اور پال مال گزٹ اسکے اقتباسات چھاپیں۔

لیکن ہم ان حالات کو دوسری نظر سے دیکھتے ہیں اور خوش ہوتے ہیں۔ مسلمانوں کی دنیا میں بین الملی زبان عربی تھی جو مختلف اطراف عالم کے مسلمانوں میں باہم ذریعۂ اتحاد ہونے کے لحاظ سے ایک مدنی اسپرنٹو کا کام دیتی تھی۔ مگر ہندوستان کے مسلمان اب عربی میں چار لفظ بول تو سکتے نہیں، عربی میں اخبار و رسائل کیا نکالیں گے؟ ایسی حالت میں غنیمت ہے کہ انگریزی زبان کی عالمگیری کے سبب سے کم از کم اتنا تو ہوا کہ اہل مصر و قسطنطنیہ ہندوستان کے مسلمانوں کے خیالات سے کامریڈ کی بدولت براہ راست واقف ہوسکے اور ایک ذریعۂ اتحاد و مبادلۂ خیالات پیدا ہوگیا۔

البتہ مسلمانوں کو اپنی بدبختی پر رونا چاہئے کہ آج اپنے اخوان مصر و عثمانی سے ملنے کیلئے انہیں اپنی تمام زبانیں چھوڑکر انگریزی زبان کا سہارا ڈھونڈھنا پڑا ہے اور حالت اس درجہ گذری ہے کہ افسوس کی جگہ اسی کو غنیمت سمجھکر ہم اسپر خوش ہو رہے ہیں۔

حقا کہ با عقوبت دوزخ برابر ست
رفتن بہ پاے مردی ہمسایہ در بہشت

باز از بعد راز باران بعد

اب تو یہ حال ہوگیا ہے کہ خواہ کوئی بحث ہو، مسلمانوں کی پولٹیکل خودکشی کا مسئلہ ہمارے سامنے آجاتا ہے۔ (کامریڈ) کو دیکھکر ان لوگوں کو شرمانا چاہئے جو برسوں سے یہ کہہ کہہ کر قوم کے تمام اعضاے عاملہ کو شل کر رہے ہیں کہ "مسلمانوں کے لئے ابھی پولٹیکل کاموں کا وقت نہیں آیا" اور دلیل یہ پیش کرتے ہیں کہ "ہندوں کے مقابلے میں ہم میں تعلیم اور قابلیت کالمعدوم ہے" لیکن اگر اپنے تئیں ہمیشہ اسی اپاہج اور معطل سمجھا جاے گا جیسا کہ برسوں سے یقین کرایا جا رہا ہے، تو وقت تو قیامت تک نہیں آئیگا۔ قابلیت اور صلاحیت بھی مثل عامۂ قواے انسانی کے ایک قوت ہے اور خارجی محرکات کی محتاج: جب مسلمانوں کے سامنے ابتدا سے کوئی بلند نقطۂ نظر اور جوش انگیز مقصود نہیں ہے تو قابلیتیں کیونکر ظہور کریں اور آدمی کیونکر پیدا ہوں۔ یہی مسٹر محمد علی ہیں جو ان تمام تعلیمات و ہدایات عالیہ کے مرکز جمود (علی گڈہ کالج) کے تعلیم یافتہ اور ایک دیسی ریاست کے عہدہ دار تھے۔ چند مضامین اور ایک رسالہ لکھکر انہوں نے اپنی قابلیت ضرور منوالی تھی، لیکن کوئی بھی انکی موجودہ حیثیت علمی سے واقف نہ تھا، لیکن جب زمانے نے مہلت دی اور قوتوں کو چمکنے کے اسباب میسر آے، تو آج کوئی نہیں جو انکی انگریزی انشاپردازی اور قوت تحریر و بحث کا معترف نہو۔

آج یہی سوالات ہیں جو مسلمانوں کی نسبت بمقابلۂ اقوام مظلوم خود ارکان کالج پبلک میں لاتے ہیں اور ہمارا چار پانچ چھہ سال سے یہ عقیدہ ہے کہ سب کا جواب ایک ہی ہے - کہا جاتا ہے کہ مسلمانوں میں انگریزی تعلیم ہندؤں کے مقابلے میں کیوں بے اثر ہے ؟ ہندؤں جیسے قابل اشخاص کیوں نہیں پیدا ہوتے ؟ سحر بیان اسپیکر اور جادو نگار اہل قلم کیوں ہم میں عنقا ہیں ؟ ایثار نفس اور فدویت کی جو مثالیں بکثرت اُن میں ملتی ہیں' کیوں ہم میں مفقود ہیں ؟ ان تمام سوالات کا جواب صرف یہ ہے کہ ہمارے اندر وہ (روح القدس) نہیں ہے جسکی طاقت بخشیونسے -

دیگراں ہم بکنند انچہ مسیحا می کرد

دنیا میں دو ہی چیزیں ہیں جو انسان کی قوتوں اور اعمال و جذبات پر حکومت کرتی ہیں ' مذہب اور پالٹکس - انہیں دو چیزونکی پیدا کی ہوئی وہ روح القدس ہے جو مس کو طلاے خالص بناتی ہے اور ناقابلوں کو جوہر گرانمایہ' لیکن مسلمانوں نے مذہب کے ساتھہ جو کچھہ کیا وہ ظاہر ہے اور پالیٹکس کو تو آدم کے باغ عدن کا شجر ممنوعہ قرار دیدیا کہ (ولا تقربوا هذه الشجرة فتكونوا من الظالمين -) صرف ایک تعلیم کے سرد اور پامال مسئلہ کو لیکر پڑھنا شروع کردیا اور ابتک یہ داستان ختم ہوتی نظر نہیں آتی' پھر ظاہر ہے کہ اگر قوۃ بیانیہ جوش میں آئے تو کس موضوع پر ؟ قابلیتیں چمکیں تو کس اسٹیج پر ؟ قلم زور دکھلائے تو کس سمت پر ؟ ایثار و خود فروشی کا ولولہ پیدا ہو تو کس کے لئے ؟ اخوان وطن میں سرزمین ہند کا سب سے بڑا فرزند (گوکھلے) ابتدا سے ساٹھہ ستر روپئے پر اپنی زندگی وقف کئے ہوے ہے اور ایسے بیسیوں ہیں ' آپکے (قرطبہ) اور (غرناطہ) نو آجتک ایک شخص بھی ایسا نہیں ملا جو کم از کم دوسری جگہ کے اضافۂ تنخواہ پر للچانے کی جگہ کالج ہی کی گرانقدر تنخواہوں پر قناعت کرلے - اسمیں ان لوگوں کا قصور نہیں ' سوال یہ ہے کہ کالج میں کونسی شے ہے جو دلوں کو اپنی طرف کھینچے اور طبیعتوں میں جوش اور خود رفتگی پیدا کرے ؟ آپکے پاس دینے کیلئے کیا ہے جو دوسروں سے انکی بہترین متاع مانگتے ہیں ؟ خدا بخیل نہیں ' اور ہماری رگوں میں بھی وہی خون ہے جو آوروں کے اندر دوڑ رہا ہے' لیکن ساری محرومی اسلئے ہے کہ کوئی فصاد نہیں جو نشتر لگاے -

اے خواجہ درد نیست وگرنہ طبیب ہست

تاہم ہم نے جب کروٹ نہ لی' تو خود زمانے نے جانک کا ہاتھہ سنبھالنا شروع کردیا ' اب حالات خود بخود پلٹ گئے ہیں ' کل تک جنکو گالیاں دی جا رہی تھیں انہیں کے پس خوردے سے آج اپنے دسترخوان کو رونق دی جا رہی ہے ' پھر اصرار اسپر ہے کہ کھائیں گے تو گڑ ' مگر گلگلوں کا نام زبان پر نہ آئے - ادھی بات ہے - یہی سہی - مقصود کام سے ہے ' اگر آپ بغیر منہ بنائے دوا پی لیں اور کہیں کہ دوا نہیں ' شربت ہے ! تو ہمیں اس سے کیا فائدہ کہ خواہ مخواہ دوا کا نام لیکر آپکو چڑھائیں -

زاہد امید رحمت حق اور ہجو مے ہے !
پہلے شراب پیجئے گنہگار بھی تو ہو

چند سطریں لکھنا چاہتے تھے مگر بات کہانسے کہاں پہنچ گئی :

رات اور زلف کا یہ افسانہ قصہ کوتہ تری کہانی ہے

مصر کی حزب الوطنی کے مصائب

ریوٹر نے جس مصری سازش کی خبریں شائع کی تہیں ' پچھلے دو ہفتے کی مصری ڈاک میں اسکے تفصیلی حالات آگئے ہیں مگر افسوس کہ قلت گنجائش سے مجبور ہیں -

یورپ نے اپنی حکومت ' غلامی ' اور تہذیب و تمدن کے ساتھہ اور جو نئی تعلیمات دی ہیں ' ان میں ایک اصل اصول' آزادی کیلئے خونریزانہ جد و جہد ہے' ہمکو نہ معلوم نہ تہا اور نہ ہم اسپر عمل کرنا استقامت کا مقتضی سمجھتے ہیں ' مگر اسنے اپنی تاریخ اور اپنے خونیں انقلاب کی داستانیں پڑھا کر مشرق کو یہ راستہ بہی دکھلادیا (مرحوم مصطفی کامل پاشا) تک مصر میں وطنی جد و جہد قلم تک محدود تہی ' لیکن (حادثۂ دنشوائے) کے بعد سے ایک نیا دور اسپر طاری ہوا اور ہندوستان کے پچھلے واقعات اور علی الخصوص انگلستان میں (ڈھینگرا) کے مشہور خونریزانہ اقدام نے وہاں کے نوجوانوں کو نیا راستہ دکھلادیا ' اس سلسلے کا پہلا واقعہ (غالی پاشا) کا قتل تہا -

لیکن اب مصری گورنمنٹ مدعی ہے کہ خدیو اور لارڈ کچنر کے برخلاف ایک تازہ سازش کی گئی تہی ' اس جرم میں (شبرا) کے قہوہ خانے سے تین نوجوان پکڑے گئے' امام واکد ' محمود طاہر عربی ' اور محمد عبدالسلام ' آخرالذکر شخص (اللوا) میں مضامین لکھتا تہا اور ریوٹر کی پہلی تار برقی پڑھکر ہمکو اسی کا خیال ہوا تہا ' لیکن دس میں پولیس نے مصطفی پاشا کے مدرسہ کی تلاشی لی ' انکے چہوٹے بہائی حسن حسنی افندی کو بہی گرفتار کرلیا ' اور بڑے دیانی علی فہمی کامل مالک اللوا کے یہاں تلاشی لیکر ایک آہنی صندوق سے کاغذات بہی لیگئی ' مجرموں کے پاس سے (بدء مادرم) کے پرچے بہی نکلے ہیں ' جو (جنیوا) سے اب شایع ہوتا ہے' انکی تصویریں بہی پولیس نے اپنی مثل کے ساتھہ شامل کردی ہے جنکے نیچے فخر و ادعا' اور خفیہ مقصدوں کی طرف اشارہ کرنے والے اشعار درج ہیں -

پولیس نے نہایت چالاکی اور ہشیاری سے ان لوگوں کا سراغ لگایا ' یہہ لوگ کبہی اسکندریہ میں دو فرانسیسی شخصوں سے ملنے جاتے تہے ' کبہی مصطفی کامل کی قبر پر جمع ہوتے تہے اور کبہی شہر سے باہر ویرانوں میں پائے جاتے تہے - (شبرا) کے قہوہ خانے میں پولیس کے افسر عرب دہقانیوں کا بہیس بدلکر چلے گئے اور دوسرے کمرے میں بیٹھکر تمام باتیں سنیں اور پھر جب یہہ لوگ وہاں سے نکلکر ٹرام میں بیٹھ گئے تو چند کانسٹبلوں کو اشارہ کرکے گرفتار کرادیا' انکے پاس سے (رائفل) بہی برامد ہوئی ہے' امام واکد اور عبدالسلام کو مشتبہ حالت میں اس وقت دیکھا گیا تہا ' جب لارڈ کچنر قاہرہ کے اسٹیشن پر سفر یورپ کیلئے جارہے تہے - اللوا اور العلم کے مضامین سے معلوم ہوتا ہے کہ اس موقعہ پر پورے ثبات و عزم سے قائم ہیں -

ناموران غزوۂ طرابلس

ملک داشی نسان کے کماندر موسی بک ایک مراکشی مجاهد

زوارہ کے عثمانی کیمپ کے افسر

اس گروپ میں (نشان کے) کیلئے اسی تقریب کی ضرورت نہیں، ناظرین ابتداے جنگ سے انکا نام سن رہے ہیں اور جانتے ہیں کہ اس نامور افسر نے ابتدا کی دارک کھڑوں میں کس طرح دشمنوں کو پے درپے شکستیں دیں

انکے ساتھ ہی مشہور مجاہد غزوۂ طرابلس، کماندر (موسی بک) کھڑے ہیں، انسے ناظرین بھی بےخبر نہیں، مسٹر (بنیٹ) اور مسٹر (مکالا) نے اپنی کتابوں میں انکے کارناموں کا خاص طور پر ذکر کیا ہے اور وہ اس میدان جہاد کے " سابقون الاولون " میں سے ہیں، انکی مستقل تصویر جو مسٹر مکالا کے بتوسل سے ملی ہے ہم کسی آئندہ نمبر میں مع بعض خاص معرکوں کی تفصیل کے درج کریں گے -

تیسرا قابل ذکر شخص ایک مراکشی مجاہد ہے، اسکا نام معلوم نہیں، مگر اصل گروپ کی پشت کے نیچے ظاہر کیا گیا ہے، کہ حضرت غازی (انورنک) کے ساتھیوں میں سے ہے، اور (حمس) کے معرکے میں یادگار خدمات انجام دیچکا ہے - متع اللہ الاسلام والمسلمین بطول حیاتہم و حفظ وجودہم من شر اعداء الاسلام والملہ -

ملازم احمد خیری بک

یہ قسطنطنیہ کے انجینیرنگ اسکول کا معلم تھا، غازی (انوربک) کے جانے کے بعد جب طرابلس میں ترکی فوج کی قلت، اور ابتدائی اتالین فتوحات کی خبریں شائع ہوئیں تو یہ بھی وطن سے نکلا اور براہ تونس عرب بدوکا بهیس بدلکر طرابلس پہنچ گیا، اب وہاں توپخانے کا افسر ہے - پہلے بنغازی میں تھا، پھر طبروق میں (ادہم پاشا) نے بلالیا اب زوارہ کے اسلامی کیمپ میں مصروف دفاع و خدمت وطن ہے -

ملازم احمد خیری بک

معزز معاصر (وکیل) نے اس ہفتے (یونیورسٹی) پر جو لیڈر لکھا ہے ہم اسے پورا نہیں پڑھسکے مگر سرسری نظر سے معلوم ہوا کہ حق گویانہ اور آزادانہ لکھا گیا ہے - جزاہ اللہ عنی و عن سائر المسلمین خیر الجزا، خدا تعالی ہمارے تمام معاصرین کو ایسی ہی حق گوئی اور آزادی کی توفیق عطا فرماے کہ وقت نازک، اور اسلام اپنے پیروؤں سے اپنی حق خدمت کا مطالبہ کر رہا ہے -

شیخ المجاہدین، محبوب الاسلام والمسلمین

البطل العظیم غازي انور بک

متع اللہ الاسلام والمسلمین بحفظ وجودہ وطول حیاتہ

(۲)

آثار تہذیب و تمدن میدان قتال میں

(از الحق)

آجکل طرابلس ایسے متضاد حالات و مناظر کا مجموعہ ہے! ایک طرف تو تلواروں کی جھنکار اور توپوں کی گھڑگھڑاہٹ سے ہنگامۂ دار و گیر برپا ہے، دوسری طرف اشاعت تعلیم و تہذیب اور نشر حضارۃ و مدنیۃ کے وہ آثار نظر آرہے ہیں جنکو دیکھکر یقین نہیں کیا جاسکتا کہ اس سرزمین میں خونی آلات کو کبھی بھی قدم رکھنے کا موقعہ ملا ہے۔

اطالیوں نے ابتدا میں متعدد انجینیر مع تمام اسباب و سامان کے بھیجے تھے تاکہ ساحل سے داخلی مقامات تک ریلوے لائن کے خطوط بچھادے جائیں اور بری فوجی اعدوں کو لیکر تھوڑا سا کام بھی شروع کیا تھا، لیکن وہ سب اُس (عثمانی علَم) کے سایے میں مدغم ہوگیا جو اٹالین مورچوں سے چند میلوں کے فاصلے پر بہادر اطمینان اور سکون سے لہرا رہا ہے!

البتہ (غازي انور بک) ابتدا سے یہاں امن اور قتال، دونوں کے انتظام میں مصروف ہیں، اور جسطرح باوجود کمال بے سر و سامانی اور افلاس کے اُنکا قتال و جہاد تعجب انگیز تھا، اُس سے بہیں زیادہ تلواروں کے سایے، گولیوں کی بارش، اور خون کے فواروں کے نیچے اُنکا امن و سکون کے تعلیمی و تمدنی انتظامات کا جاری رکھنا ایک خارق عادت اور انسانی معجزہ معلوم ہوتا ہے!

لیکن (انور بک) کا وجود ہی معجزہ ہے! (انور بک) دفاعی انتظامات سے فارغ ہوتے ہی ملک کی تعلیمی حالت کی اصلاح پر متوجہ ہوگئے تھے، انہوں نے اپنے خاص معتمد فوجی افسروں میں سے ایک منتخب جماعت چن لی ہے، اُن میں سے ایک قابل اور یورپ کے سند یافتہ افسر کو (ناظر تعلیم) مقرر کیا ہے، ایک خاص صیغہ تعلیم (زراعت) کیلئے قائم کیا ہے، اور ایک (صنعت و حرفت) کی تعلیم کیلئے، ان صیغوں کے مدرسے قائم ہوچکے ہیں اور اس نظم و باقاعدگی سے سلسلۂ تعلیم و تعلم جاری ہے کہ اگر اسکے تمام حالات دنیا کو سنائے جائیں تو شاید بہت کم لوگ اعتبار کریں۔

ان مدرسوں کو دائمی طور پر مستحکم کرنے کیلئے ضرور تھا کہ اساتذہ اور معلموں کا بھی انتظام کیا جاتا، چنانچہ اسی خیال سے حال میں (مدرسۃ الصنایع) کے قریب ایک مدرسہ المعلمین (ٹریننگ کالج) بھی قائم کیا گیا ہے اور عنقریب اسکا افتتاح ہوگا۔

شب و روز (انور بک) انہیں اعمال مہمہ میں مصروف رہتے ہیں، ایک بہت بڑا زریں اصول انکا یہ ہے کہ ایک لمحہ بھی کسی غیر ضروری یا کم ضروری کام میں صرف کرنا پسند نہیں کرتے، صرف اہم اور مقدم کاموں کا پروگرام ہر وقت اُنکے سامنے رہتا ہے، اور اپنی زندگی کے بہترین ایام راحت و شباب کو انکی انجام دہی پر قربان کرتے رہتے ہیں۔

میدان جنگ کی طرف سے وہ بالکل مطمئن ہیں، اُنہیں جسقدر انتظام کرنا تھا کرچکے، جو فوج اُنکے اشاروں پر اپنی جانیں قربان کر رہی ہے، اُسکی قوت اور شجاعت پر انکو پورا بھروسہ ہے اور کسی نئی آزمائش کی ضرورت نہیں۔

(انور بک) نے بہ حیثیت دنیا کو دکھلادیا کہ جنگ کے معنی کسی ملک کی تخریب و تعذیب ہی نہیں ہے، اور نہ فوجی شرف کا صرف یہی اقتضا ہے کہ زندگی اور دشمنوں کے دماغ پر قربان کردے، بلکہ اس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ ملک کی سعادت و ترقی کے تمدنی اپنی زندگی اور زندگی کی قوتوں کو صرف کردے۔

(انور بک) نے روپیہ کی ضرورت کے مسئلہ کو بھی حل کردیا ہے اور ایک عرصہ سے کاغذ ایک نئے سکے کے (کرنسي نوٹ) جاری کردیے ہیں، ابتدا میں بعض لوگ ڈرتے تھے کہ شاید بادیہ نشیں عرب ان کاغذی سکوں کو دیکھکر برہم ہوجائیں لیکن تقریباً تمام اہل عرب نے اُنہیں قبول کرلیا، البتہ بعض دور دراز مقامات کے قبائل بھی اُنکے ساتھہ شامل ہونگے۔

یہ انجمن (اتحاد و ترقی) کے کارنامے ہیں، جنسے وہ میدان جنگ میں بھی غافل نہیں۔

مراکش کا ملت فروش فرمانروا (مولاي حفيظ)

کارزار طرابلس

عثمانی ہوائی جہاز کی رسم افتتاح قسطنطنیہ میں

مصر کی ڈاک

میدان جنگ سے تار

المؤید کے نام

(درنہ ۱ - جولائی ۲ کو بقبق سے روانہ ہوا) دو نئے نامہ نگار یہاں پہنچے ہیں' موسیو (جوبر) اسٹریا کے ایک مشہور اخبار (نیی فری پریس) کا نامہ نگار' اور موسیو (موار) (دولنرائیبیجامت) کا نامہ نگار جو جرمنی سے نکلتا ہے -

(مسئلۂ صلح پر اهل عرب کا اعلان عام)

(بنی غازی ۲ جولائی - بتبق ۳) دول یورپ مسئلۂ صلح کی نسبت ریشہ دوانیاں کر رہے ہیں' شاید یہ سمجھکر کہ بعض شرائط کے ساتھہ ایسا ہو جانا ممکن ہے' مگر انکو یہاں کی حالت معلوم نہیں -

اس سے پہلے آپ سن چکے ہیں کہ تمام اهل عرب نے جمع ہوکر عثمانی کیمپ میں کیا معاهدہ کیا ہے ؟ لیکن آج مجھکو (المؤید) کے نام ایک پیغام دیا گیا ہے' تاکہ آپ اپنے اخبار میں شائع کردیں —

" عثمانی کیمپ میں تمام عربوں نے بالاتفاق جمع ہوکر اور (قرآن مجید) پر ہاتھہ رکھکر ان لفظوں میں قسم کھائی ہے کہ گو هزار برس تک بھی جنگ قائم رہے تو بھی ہم ہرگز تلوار نہ رکھیں گے جب تک ہماری سرزمین اٹلی کے کفار و ملاعنہ کے قدموں سے بالکل پاک نہو جاے -

دول یورپ باب عالی سے صلح کی نسبت خواہ کچھہ ہی گفتگو کرے' اور خواہ دولت عثمانی کاغذات صلح پر دستخط بھی کردے لیکن وہ ہمارے لئے بالکل بے اثر ہوگا' اور ہم اسکو اسطرح سمجھیں گے گویا کوئی واقعہ ہوا ہی نہیں - "

وہ تمام سنوسی خانقاہوں کے مشائخ' اور تمام قبائل عرب کے شیوخ جنمیں سے قبیلۂ عواقیر' مغاربہ' درسہ' عرفہ' اور عبید کے ساتھہ هزار مسلح مجاهد صرف (بنغازی) میں موجود ہیں' اور جبل اخضر' درنہ' اور طبرق وغیرہ مقامات کے قبائل انکے علاوہ ہیں' (المؤید) کے ذریعہ اعلان کرتے ہیں کہ اب (طرابلس) کے مسئلہ کا حل صرف دو ہی صورتوں میں ممکن ہے اور کوئی تیسری صورت ممکن نہیں یا تو (اٹلی) زور شمشیر سے تمام طرابلس و برقہ کو فتح کرلے' یا ہمیشہ کیلئے شکست قبول کرکے اپنی تمام فوج مع اپنے مطالبات کے یہاں سے بلالے -

ہم تمام اهل عرب چاہتے ہیں کہ عالم اسلامی کے اخبارات ہمارے اس پیغام کو تمام عالم میں مشتہر کردیں' اور علی الخصوص قسطنطنیہ اور بڑے بڑے ملکوں کے دار الحکومتوں کو اسکا علم ہوجاے تاکہ وہ مسئلہ صلح کی نسبت بیکار اپنا وقت ضائع نہ کریں -

دس عربوں نے ایک اٹالین مورچے کو درہم و برہم کردیا

(بنی غازی ۹ جولائی - ۱۰ بقبق) چند راتوں سے اهل عرب کی ایک ٹکڑی دشمنوں کی تاک میں لگی ہوئی تھی' بالآخر وہ زیادہ عرصے تک کسی مناسب موقعہ کا انتظار نہ کرسکی' اور کل دس عرب مجاهد یکایک اٹالین مورچوں میں گھس گئے' جن دشمنوں سے وہاں مقابلہ ہوا وہ سب کے سب سوار رسالے کے سپاہی تھے اور مجاهدین پیادے' لیکن تاہم عربی ظفر و نصرت کا کلمہ یہاں بھی قائم رہا اور سات دشمنوں کو تہ تیغ کرکے آلات جنگ کی لوٹ کے ساتھہ کامیاب واپس آئے -

انتو ہر موقعہ پر عربوں کا رعب اور دشمنوں کی بزدلی کام کیجاتی ہے' اطالیوں نے اپنی سوار فوج کے وسط میں جب صرف دس پاپیادہ عربوں کو دلیری سے لڑتے دیکھا تو انکو یقین ہوگیا کہ یہ کوئی بہت بڑا عربی حملہ ہے اور اصلی جماعت کمک پر آرہی ہے' اس تصور کے ساتھہ ہی تمام اٹالین مورچوں میں بد حواسی پھیل گئی اور بلا امتیاز ہر طرف سے گولے برسانے شروع کردیے' نتیجہ یہ نکلا کہ خود اطالی اپنے ہی گولوں سے هلاک ہوے اور عرب تو اور کوئی تھا ہی نہیں جو گولوں کی زد میں آتا -

عجیب بات ہے کہ یہ دس مجاهد اتنے بڑے مورچے سے صحیح و سلامت واپس آگئے اور انمیں سے کوئی بھی زخمی نہیں ہوا -

---

ولایت کی ڈاک

محمود شوکت پاشا

محمود شوکت پاشا نے چونکہ وزارت جنگ سے استعفا دے دیا ہے لہذا ڈاکٹر ای - جے ڈیلن نے - جو سفر وقت وہ قسطنطنیہ میں مقیم تھے - خاص طور پر انسے ملاقات کی اور (ڈیلی ٹیلی گراف) کیلئے یہ مضمون لکھا :—

ہر شخص سمجھ سکتا ہے کہ خواہ ٹرکی کا وزیر جنگ ہو خواہ اٹلی کا ' اس جنگ کے متعلق کس قسم کے خیالات ظاہر کریگا ' کسی محارب طاقت کا وزیر جنگ آتشی پرست جماعت کے جذبات کا ' گو وہ تحسین و آفریں کے لائق ہوں ' کبھی ہم آہنگ نہیں ہوسکتا - اسلئے ضرور ہے کہ اپنا چہرہ شاد و مسرور بنائے رکھے اور اچھے غیر ممکن الحصول توقعات کو بھی اسطرح رونق دیکر دکھلائے کہ یقینیات کے درجے تک پہنچ جائیں - جب یہ معلوم ہے تو پھر سوال

اثنا میں میں اُسکے کام کے طریقے کو بغور دیکھتا رہا - فی الواقع نہایت دلچسپ طریقہ نظر آیا - میں نے اور وزراے جنگ کو بھی دیکھا ہے کہ وہ لڑائی کے دنوں میں بے انتہا مصروف رہتے ہیں - پس یہ قدرتی امر تھا کہ میں آنکے ساتھ اِسکا مقابلہ کرتا - (محمود شوکت پاشا) کے دفتر میں ایک ہی ملکی افسر حاضر تھا جو چھوٹے چھوٹے مربع شکل کے کاغذات پیش کئے جاتا اور ایک لکڑی کے چمچے سے بالو اٹھا کر دستخطوں کی روشنائی پر چھڑکتا جاتا - اکثر مشرقی لوگوں کیطرح وزیر جنگ بھی لکھنے کے وقت میز کو یکقلم آزاد کردیتا ہے اور اپنی بائیں ہتھیلی پر کاغذات رکھکر بے تحاشا قلم کھینچتے جاتا ہے - اُسکی دائیں جانب میز پر (ٹیلیفون) کا ایک (ٹرمپٹ) لٹکتا تھا -

[دولت عثمانیہ کے متحملہ کمیتی کے چند ٹیلیفونوں کے یہ بھی ایک ہے - تا حال قسطنطنیہ میں سرکاری ٹیلیفونوں کے سلسلے کا کام کالعدم ہے ' لیکن استنبول میں بعض سرکاری دفاتر نے بطور خود اس ایجاد کا استعمال شروع کردیا ہے امید ہے کہ دو تین سال کے اندر

ساحل بیروت پر گولا باری

پیدا ہوتا ہے کہ اُسکو پھر اظہار خیال کی زحمت ہی کیوں دی جائے ؟ لیکن اسکے جواب میں بہت سی معقول وجوہ ہیں -

سب سے بڑی وجہ تو یہ ہے کہ لوگ اس امر کے جاننے کے لئے بے چین ہوتے ہیں کہ ایسے وقتوں میں اُسکے چہرے کا رنگ ' اسکی گفتار کا ڈھنگ اور اسکی وضع وقطع کیسی نظر آتی ہے ' جب غیر متوقع سوالات پوچھے جاتے ہیں اسوقت انداز جواب کیا ہوتا ہے ' آیا ایسے طور پر بولتا ہے ' یا آرا و امیال کی تبدیلیوں کو دہراتا ہے اور یا پھر اپنے رفقا کے کلمات و جذبات کی ترجمانی کرتا ہے - یہی وجوہ تھیں جو مجھے (محمود شوکت پاشا) تک لے گئیں اور جب میں واپس آیا تو مجھکو یقین کامل ہوگیا کہ میرا ملنا رائگاں نہ گیا -

حسب معمول یہ (جنرل) اپنے کشادہ سرخ و سفید و زرین رنگ کمرے میں بیٹھا بڑی تیزی سے اپنے کاغذات پر دستخط کر رہا تھا - میرے سلام کا جواب دیکر اسنے کہا " قدرے توقف ' میں ابھی آپکی خدمتگذاری کے لئے تیار ہوجاتا ہوں " - کئی لمحے گذر گئے ' اس

ساری آبادی اس جدید آلے کو اپنے کاروبار کے لئے مہیا کرلیگی] -

دلچسپیوں کا مرکز

جب آخری کاغذ پر محمود شوکت پاشا کا سرطان شکل دستخط ہوچکا تو میں نے سلسلہ سخن یوں شروع کیا :

" آپ اسوقت تمام دلچسپیوں کے مرکز ہیں جسکی طرف تمام عالم کی نظریں لگی ہوئی ہیں " - اُسنے متبسم ہوکر پوچھا " یہ کیوں " ؟

میں — " اسلئے کہ ٹرکی کے دماغ نے انظار عالم کو اپنی طرف کھینچ رکھا ہے اور اسوقت آپ ہی اس دماغ کے روح رواں ہیں - پہلے انور بک کا وجود جالب انظار تھا ' لیکن چونکہ اب تمام جد و جہد جزائر کی سمت منتقل ہوگئی ہے اور عنقریب اسکا قدم (ازمیر) کا رخ کیا چاہتا ہے ' اسلئے وطنی دماغ کا زندہ خلاصہ آپ ہی کا وجود ہے - دنیا اس امر کے جاننے کے لئے مشتاق ہے کہ جب (رودس) اور دیگر جزائر آپ کے قبضے سے نکل چکے تو اب فریقین جنگ کی نسبتی کیفیت کیا ہے ؟ "

وزیر جنگ — " اب سے کیوں " ؟

میں — " کیونکہ عام طور پر یہ فرض کرلیا گیا ہے کہ بحری کاروائی کا خاتمہ جزائر کے قبضے پر ہوا تو جنگ کی بھی نئی صورت قائم ہو جائے گی "

وزیر جنگ - " آپ لوگوں نے بھی کیا ایسا ہی فرض کرلیا ہے ؟ قوم میں جو نئی علامتیں پیدا ہوگئی ہیں وہ آپ کو نظر آتی ہیں ؟

میں - " گزشتہ دسمبر میں جیسی جنگ جو یا نہ روح نظر آتی تھی ایک ذرا بھی اسمیں تبدیلی پیدا نہیں ہوئی ہے ' بلکہ میں تو یہ کہونگا وہ جوش اور بڑھا ہوا نظر آتا ہے - یہ ضرور ایک کھلی ہوئی بات ہے ' لیکن کھلی ہوئی باتیں بھی ہمیشہ اقطاعی نہیں ہوتیں - اکثر دیکھا گیا ہے کہ قومیں اپنی آنکھوں پر پٹی باندھکر صرف اپنے امیدوں کے بتائے ہوئے مقامات پر ہی نگاہ رکھتی ہیں اسلئے میں فقط اس بات کے جاننے کا آرزو مند ہوں کہ تازہ حالات پر نظر کرکے آپ نے اپنی رائوں میں ترمیم تو نہیں کرلی ؟ "

وزیر جنگ - " مطلق نہیں - ترمیم کا تو نام بھی نہ لیجئے جب ہم پر حملہ ہوا تھا اسوقت بھی ہم صلح و آشتی پر مائل تھے ' اور جب اس ظالمانہ حملے کی کہانی ختم ہو جائیگی اس وقت بھی ہم صلح ہی چاہینگے - آخر تک دوام ہی ہمارا شعار رہیگا - قدرتی امور (دوام) ترمیم طلب نہیں ہوتے - ہاں سلسلۂ عمل میں ترمیم ہوتی ہو معلومات میں ہی الزاما ترمیم ہوئی - ہمکو تلوار اپنی نیام میں ڈالنے پر اسوقت مجبور کیا جاسکیگا جب خود دشمن کی تلوار بھی نیام میں واپس ہو جائے گی "

ہوائی جہاز اور سب میرین (تحت البحر کشتیاں)

میں نے کہا " حملہ عموماً موثر حربہ کا معلم تصور کیا جاتا ہے - میں نے آپ کے دشمنوں کو آپ کے طریق جنگ پر اس بنا پر نکتہ چینی کرتے دیکھا ہے کہ آپ لوگوں نے جدید آلات حرب مثلاً ہوائی جہاز (قوی جبل) اور (تحت البحر) سے فائدہ نہیں اٹھایا - میرے خیال میں آتا ہے کہ کوئی وجہ ضرور ہوگی کہ آپ نے ان ایجادات پر توجہ نہیں کی "

وزیر جنگ - " جو نکتہ چیں اشخاص کہ ہمیں ہوائی جہازوں کے اوپر سے بمب کے گولے پھینک کر بحر ابیض میں عدم کے جہازوں کو تباہ کرنے کا مشورہ دیتے ہیں ' وہ واقف کار اور ماہر فن نہیں ہیں میں ان چیزوں کو جانتا ہوں اور انپر بالخصوص غور کر چکا ہوں ' میرے غور و فکر کا یہ نتیجہ نکلا کہ آزمودہ اور مقبول عام طریق جنگ پر ثابت قدم رہوں - ہوائی جہاز فی گھنٹہ ۱۰۰ کیلومیٹر کی رفتار سے اڑتا ہے - اور جب پرواز بہت بلند ہو جاتی ہے تو نشانے پر نسبۃً ایک چھوٹی سی شے پھینکتا ہے مگر بہت ہی بلندی سے ' اب کہئیے کہ مصارف تو بہت اٹھائے جاتے ہیں لیکن ان باتوں سے کون سا قیمتی نتیجہ مرتب ہوسکتا ہے ؟ ہوائی جہاز پر سے نشانہ لگانا قطعی ناممکن اور یہ لفظ نشانہ اپنے مفہوم رائج کے اعتبار سے شرمندۂ معنی نہیں - یقین کیجئے اس اتفاقی نشانے کی قیمت کم کرنا دینے کیلئے یہ صرف قیاس ہی نہیں ہے ' اسکی صداقت ہم نے جزائر جو اکثر تجربات بھی کرلی - افریقہ کے تاریک صحرا میں ہمارے نہایت با قاعدہ اور ہر طرح مرتب خیمے ہوائی جہازوں کا نشانہ تھے - ہمارے دشمنوں کے لئے حالات گرد و پیش ہماری نسبت زیادہ مساعد اور ہمارے خیمے غیر متحرک اور غیر ساکن ہونے کی وجہ سے عمدہ نشانہ بن سکتے تھے لیکن باایں ہمہ حالات اوپر سے بیشمار بم کے گولے پھینکے گئے مگر ہمیشہ نشانے سے بہت دور جاکر گرتے ' اور کبھی اس تجربے میں دشمنوں کو کامیابی نہیں ہوئی ' پس جو کچھہ نتائج آنکھوں نے دیکھے ہیں اس سے ہمیں اپنے دشمنوں کی تقلید کی حرص نہیں ہوتی -

جرمنی روس اور ترکی

ڈیلی کرانکل کا نامہ نگار [برلن] سے لکھتا ہے : کل افواہ اڑی تھی کہ اٹلی اور ترکی کی جانب سے کچھہ دنوں کے لئے التوا جنگ کا اعلان ہونیوالا ہے - لیکن اس افواہ کی تو تصدیق نہ تو روما سے ہوئی اور نہ قسطنطنیہ سے اور ترکی سفیر متعینۂ برلن بھی اس امر سے اپنی قطعی لاعلمی ظاہر کرتا ہے ' تاہم قابل اعتماد حلقوں سے معلوم ہوا ہے کہ یہ خبر بے بنیاد بھی نہیں ہے -

معلوم ہوا ہے کہ قیصر جرمنی و زار روس کی ملاقات میں ایک مسئلہ ترکی و اٹلی کی جنگ کا بھی تھا - لیکن برلن میں ابتک اسکے تفصیلی حالات نہیں پہنچے - تا حال یقینی طور پر جہاں تک معلوم ہوا ہے وہ یہ ہے کہ دونوں گورنمنٹیں واپسی امن کی پالیسی پر گامزن رہینگی - عام طور پر خیال کیا جاتا ہے کہ دونوں شہنشاہوں اور انکے وزراء نے ایک ایسی اساس ڈھونڈھ نکالی ہے جسپر سعی امن کی تعمیر امکان سے باہر نہیں ہے - میں نے وہاں افسروں سے سنا ہے کہ دونوں شہنشاہوں نے تخلیے میں غیر معمولی طور پر راز دارانہ صحبت عرصے تک جاری رکھی -

ریوٹر کی تاربرقیاں

(قسطنطنیہ ۲۹ جولائی) ایوان وزارت نے فیصلہ کرلیا کہ پارلیمنٹ کی برہمی کا انتظام آئینی طریقے سے کیا جائیگا -

عہد حمیدی کے امراکی معافی

(قسطنطنیہ ۱ اگست) ایک اعلان جاری ہوا ہے جسمیں ۱۳۰ جلاوطنوں کو معافی عطا کی گئی ہے - انمیں تمام عہد حمیدی کے امرا اور افسر بھی ہیں - گورنمنٹ نے پارلیمنٹ میں اس مضمون کی ایک تجویز پیش کی ہے کہ سلطان جب چاہیں پارلیمنٹ کو توڑ دے سکتے ہیں -

ریاستہاے بلقان میں اتحاد

(لندن ۱ اگست) ٹائمس کہتا ہے : یہ یقین مضبوط ہوتا جاتا ہے کہ کسی قسم کا قرارداد مابین بلغاریا و سرویا ' اور بلغاریہ و یونان ہوچکا ہے -

جزائر الجیین

(لندن اگست) ہاوس آف کامنس میں سر اڈورڈ گرے نے مسٹر نوئل بکسٹن کے سوال کے جواب میں کہا کہ لڑائی کے بعد جزائر ایجین پر اٹالین قبضہ ضرور بہت سی بحثیں پیدا کریگا

[الہلال ایلکٹریکل پرنٹنگ ورکس نمبر ۷ — ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ — کلکتہ سے [ابو الکلام آزاد] نے چھاپکر شائع کیا]

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين — القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad,

7/1, MacLeod Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

مدیر مسئول و محرر خصوصی

احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷ ـ ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۵ — کلکتہ : یکشنبہ ۱۱ اگست ۱۹۱۲ ع — جلد ۱

شذرات

اطلاع

اعلی درجے کی تصویروں کی چھپائی کا انتظام اب قریب تکمیل ہے' انشاء اللہ آئندہ نمبر سے رنگین تصویروں کا سلسلہ شروع ہوگا اور پھر عنقریب ایک صفحہ خاص تصاویر کے صناعی نمونوں کیلئے مخصوص کردیا جائے گا - والامر بید سبحانہ وتعالی -

ہمارے لئے ایک سب سے بڑی مشکل رسالے کی موجودہ ضخامت ہے' ہم چاہتے ہیں کہ ہر نمبر مختلف قسم کے مضامین اور مباحث کا مجموعہ ہو' اور اسی لئے ہم نے ابتدا سے مضامین کے مختلف ابواب معین کردیے' ایڈیٹوریل نوٹس کے علاوہ ایک باب (مذاکرۂ علمیہ) ہے' اسکے نیچے علمی اور مذہبی تحقیقات کے مضامین ایک خاص اصول ورنگ کے درج کرنا چاہتے ہیں' علی الخصوص اُن غلط فہمیوں کی نسبت' جنہوں نے دنیا سے قرآن و حدیث کے اصلی حقائق و معارف پر پردے ڈالدیے ہیں' پھر (احرار اسلام) کا عنوان ہے اور اسکے سلسلے میں پہلے قرآن کی حریت عمومی کو دکھلاکر اسلام کے نامور احرار کے حالات وحیات بخش کارنامے شائع کرنا چاہتے ہیں' انتقاد' مدارس اسلامیہ' اور عام شؤن اسلامیہ بھی ضروری عنوان ہیں جنمیں سے کچھہ نہ کچھہ ہر نمبر میں ہونا چاہئے (مقالات) ایک مستقل باب ہے اور تمام عنوانوں میں سب سے زیادہ اہم' لیکن موجودہ ضخامت کے اندر چند عام پسند ابواب بھی کافی طور پر نہیں آسکتے' ان سب کی کہاں گنجایش ؟

ہر ہفتے اب گنجایش کی سخت زحمی تکلیف ہم سے دوچار ہوتی ہے' خیالات کے طوفان دل و دماغ سے اٹھتے ہیں لیکن ساحل لب سے ٹکراکر واپس چلے جاتے ہیں' جسطرح کا خیال ہمارے پیش نظر ہے' اسکے لئے تو کم از کم موجودہ ضخامت سے دوگنی ضخامت ہونی چاہئے' لیکن افسوس ہے کہ موجودہ ضخامت کے مصارف ہی کی طرف سے اطمینان نہیں' اسکی افزایش کا خیال کیونکر کریں ؟ اسے اوپر ایک فریادی فرض کرلی ہے اور اسکو نبھے جارہے ہیں' اسکا علاج تو یہ تھا کہ پبلک کو اپنے گراں مصارف کی لاگت سے مقابلہ کرتے اور پھر اور نہیں تو کم از کم توسیع اشاعت کی فغاں سنجیاں ہی شروع کردیتے' لیکن الحمد للہ کہ جیب گو مفلس ہے مگر دل مفلس نہیں ہے' ہمارا اعتماد صرف اُس کی ذات پر ہے' جس نے اپنے در کے سائلوں کو پہلے ہی دن یہ کہکر مطمئن کردیا تھا کہ : ومن یتوکل علی اللہ فہو حسبہ - پس ہم کسی انسان کے آگے اپنی ضروریات کیلئے ہاتھہ پھیلانا نہیں چاہتے گو وہ حق اور معاوضے کے ساتھہ ہی کیوں نہو' ہمارے وہ احباب جو موجودہ ضخامت پر قانع نہیں' چند دنوں اور انتظار فرمائیں انشاء اللہ عنقریب ہم خود بھی نہ کسی طرح آٹھہ صفحے اور بڑھادیں گے' اگر لوگ ہماری قلم اور کڑوی باتیں سننا پسند کریں' تو ہمارے پاس کہنے کیلئے کوئی کمی نہیں - بلکہ سچ پوچھئے تو انہیں سننے کا اتنا شوق نہوگا جتنا کہنے کیلئے ہم بیقرار ہیں - واللہ المستعان وعلیہ التکلان -

مولوی عبدالکریم صاحب (نسیر) دھدرا ماڑا (اے - بی - اس ریلوے) سے لکھتے ہیں

" * * * * * * * * * * * آپنے قیمت آٹھہ روپیہ رکھی ہے' میں (کامریڈ) کا بھی خریدار ہوں - اسکی ابتدا سے بارہ روپیہ قیمت رکھی گئی لیکن باوجود اسکے پچھلے سال انہیں ایک معتدبہ رقم کا

الہلال

١١ اگست ١٩١٢

* * *

الامر بالمعروف والنہي عن المنکر

الحب في الله و البغض في الله - الساکت عن الحق شیطان اخرس

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف و تنہون عن المنکر و تومنون باللہ - (٣ ١٠٦)

(١)

ایک اصولي بحث

سچ یہ ہے کہ پل صراط کي رہ بال سے زیادہ باریک اور تلوار سے زیادہ تیز ہے اور اسکے نیچے آتش جہنم کے شعلے بھڑک رہے ہیں - لیکن اسکا سامنا صرف قیامت هي کے دن پر کیوں اٹھا رکھا جائے ؟ (الدنیا مزرعۃ الاخرہ) آج دنیا کے سفر میں بھي پل صراط ہر شخص کے سامنے ہے -

یہ پل صراط در حقیقت (اخلاق) کي دشوار گذار راہ ہے ' جذبات و اعمال انساني کے اعتدال کا لاینحل مسئلہ هي اصلي پل صراط ہے' بال سے زیادہ باریک ' تلوار کي دھار سے زیادہ تیز اور اسکے نیچے ہلاکت و بربادي کا غار! آدم کي اولاد میں سے کوئي نہیں جسکو اسپر ایک بار نہ گذرنا ہو : و ان منکم الا واردھا ' کان علی ربک حتماً مقضیا [تم میں سے کوئی نہیں جو اسپر سے نہ گذرے ' یہ ایک وعدہ اور فیصلہ ہے جسکو خدا نے اپنے اوپر لازم کر لیا ہے - ١٩ : ٧٢]

اخلاق کے سینکڑوں مشکل مسائل میں سے ایک مشکل تر مگر اصولي مسئلہ حب و بغض' تولا و تبرا' تحسین و تذلیل' اور عفو و انتقام کا بھي ہے' ایک طرف اخلاق ہمکو تلقین کرتا ہے کہ دل کو محبت کیلئے مخصوص کردو کہ اس گھر کیلئے یہی قانون موزوں ہے' انیس سو برس پیشتر کا ایک اسرائیلي واعظ کہتا ہے کہ : دشمنوں کو بھي پیار کرو' کیونکہ اگر صرف چاہنے والوں کو چاہا تو تمہارے لئے کیا اجر؟

اخلاق کے اولین اور سادے معنی یہی ہیں کہ پیار کرو' خاکسار بنو' کسي سے بغض نہ رکھو' سب کي عزت کرو' انسان کي انسانیت کا بغیر تفریق ادب کرو' اور جسکو سامنے دیکھو سر جھکادو! سوسائٹي نے بھي صدیوں سے ان تعلیموں کو اعتقاداً قبول کر لیا ہے اور اصطلاحي اخلاق' مروت' پاس و لحاظ' شرم و حیا' شرافت و انسانیت' تمام الفاظ انہیں معنوں میں بولے جاتے ہیں -

لیکن اسکے مقابلے میں اسي اخلاق کا ایک دوسرا پارٹ ہے' جہاں آکر اسکي یہ غریب و مسکین صورت ایک سخت اور جابرانہ خشونت سے تبدیل ہوجاتي ہے اور دنیا میں اگر اسکي صرف پہلی تعلیم دیتي ہے' تو خود اسکا عمل دوسري شکل میں سامنے آتا ہے' وہ چور کو قید کرتا ہے' قاتل کو پھانسي پر چڑھاتا ہے' نیکي کی تعریف کرتا ہے' اتنی هي بدي کو برا بھي کہتا ہے' زید کو کہتا ہے کہ وہ نیک ہے؛ اسلئے اچھا ہے' عمر کو کہتا ہے کہ تم برے اعمال اور اسلئے برے ہو' ظالم سے اسکے ظلم کا اور مجرم سے اسکے جرم کا مطالبہ کرتا ہے' پہلی حالت میں جسقدر عاجز تھا' اتناهي اس حالت میں مغرور و متکبر ہو جاتا ہے' پہلے اگر عاجزوں کے جھکے ہوے سروں کو اٹھا کر اپنے سینے پر جگہ دیتا تھا' تو اب سرکشوں کے جسموں کو اپني ٹھوکروں سے پامال کرتا ہے اور پھر ساتھ هي حالت یہ ہے کہ اسکي پہلي تعلیم سے اگر صرف معبدوں اور خانقاہوں میں رونق پیدا ہوتي تھي' تو اس عمل سے پوری دنیا میں انتظام اور قانون قائم ہوتا ہے -

ایسي حالت میں اصول کیلئے ایک سخت تصادم اور کشمکش پیدا ہو جاتي ہے اور فیصلہ ہکا بکا رہجاتا ہے' سوال یہ ہے کہ ان متضاد حالات میں راہ تطبیق کیا ہے؟ عفو و درگذر کے اصول سے کام لیجئے تو دنیا میں نیکي و بدي کي تمیز اٹھ جاتي ہے' انتقام و پاداش کی راہ اختیار کیجئے تو دنیا سے رحم و محبت نابود ہو جاتي ہے' سب کو اچھا کہئے' تو صرف اچھوں کیلئے پھر آپکے پاس کیا ہے؟ برائي کیجئے تو اسکے حدود اور فیصلہ کن اصول کیا ہیں؟

* * *

آج ملک میں جو طبقہ شخصی حکومت کے جراثیم سے مریض ہورہا ہے' وہ گو خود جان بلب ہے' مگر اسکي نظر اپنے مرض پر نہیں بلکہ دوسروں کي شکایتوں پر ہے' غلامي کے حلقوں کیلئے سب کے کان چھدے ہوے ہیں' پانچ برسوں سے نوجہل ندبیروں کے عادي ہوگئے ہیں' ان حاموں اور بیٹوں کیلئے ضرور نہیں کہ وہ تخت و تاج هي کے طرف سے بخشے گئے ہوں بلکہ ہر چاندي کا ڈھیر' ہر قیمتي کپڑا' ہر قیمتي موٹر' ہر ہوٹل کی اعلی ترین منزل کا مقیم' اور ہر وہ مدعي جسکے گلے میں طاقت اور جیب میں سکے ہوں' ایک قانوني اور موروثي حق رکھتا ہے کہ جسکو چاہے اپنے حلقۂ غلامي کے انتساب کا فخر دیدے' رسول عربي کے وقت تین سو ساٹھ بت تھے جنسے بیت خلیل کي دیواریں چھپ گئي تھیں' لیکن آج اسکي امت میں ہر چمکیلي ہستي لات و منات کی قائم مقام ہے اور ہر حاکم' ہر رئیس' ہر حکام رس اور سب سے آخر' مگر سب سے پہلے - ہر خوش لباس لیڈر ایک بت کا حکم رکھتا ہے' پوري ملت موحد انکي پوجا اور پرستش میں مشغول ہے اور بعینہ اس پرستش کا وهي جواب رکھتي ہے جو قریش مکہ کے پاس تھا کہ: ما نعبدھم الا لیقربونا الی اللہ زلفی (٣٩ : ٣) ویعبدون من دون اللہ ما لا ینفعھم ویضرھم ویقولون ھؤلاء شفعاؤنا

اس انسان پرستي هي کا یہ نتیجہ ہے کہ بالعموم طبیعتیں مدح و تحسین کي عادي ہوگئي ہیں' نکتہ چیني اور نقد و اعتراض کي متحمل نہیں ہو سکتیں' ہر شخص مخاطب سے اگر کوئي قدرتي امید رکھتا ہے تو وہ یہي ہوتي ہے کہ مدح و منقبت کا ترانہ سنائے' اور دادِ تحسین و آفرین کي پے درپے بخشش نے ساقي کا

ملتے کبھی نہ تھکے ۔ شرک و بت پرستی کے اس عام مکروہ میں اگر کوئی شخص توحید خالص انداز ہوتی تھی تو ہر طرف سے اسے ایک ہی جواب ملتا تھا: لئن اتخذت الہاً غیری لاجعلنک من المسجونین [اگر میرے سوا کسی دوسری ذات کو تو نے اپنا معبود بنایا تو میں تجھکو قید کردونگا ۲۶ : ۲۹] کا عمل شروع ہو جاتا ہے، اور صرف یہ معبودان باطل ہی نہیں بلکہ انکے پرستار بھی چاروں طرف سے ٹوٹ پڑتے ہیں۔ یہ ایک قدیمی سنت ہے اور دنیا میں جب کبھی سچائی آئی ہے تو اسکو ہمیشہ ایسی ہی لوگوں سے مقابل ہونا پڑا ہے: فما کان جواب قومہ الا ان قالوا حرقوہ وانصروا الہتکم ان کنتم فاعلین (۲۱ : ۶۸)

ایسے موقعوں پر عموماً اخلاقی مواعظ سے کام لیا جاتا ہے اور کہا جاتا ہے کہ بڑے آدمیوں پر حملہ کرنا انسانیت اور تہذیب کے خلاف ہے، گالیاں دینا کوئی اچھی عادت نہیں، اختلاف رائے ہمیشہ سے ہوتا چلا آیا ہے، یہ کوئی ایسی بات نہیں کہ مخالف آرا رکھنے والوں کی تذلیل و تحقیر کی جائے، پھر اگر ایسا کرنے کیلئے آپ مجبور ہیں تو ذرا لہجہ نرم کیجئے اور شکایت بھی کیجئے تو شکر کے لہجہ میں کیجئے، نرمی اور محبت سے کام نکلے تو سختی دکھلانا شان شرافت نہیں -

آجکل بھی کہ ہشیاری و بیداری کی نہیں تو خمار و سرشاری کی ایک کروٹ تو مسلمانوں نے ضرور بدلی ہے: نکتہ چینیوں کی زبانوں کو ایسے ہی ظاہر فریب اور اخلاق نما حملوں سے بند کیا جا رہا ہے۔ پس ہم چاہتے ہیں کہ سب سے پہلے اصولاً اس مسئلے پر غور کریں کہ فی الحقیقت اس بارے میں کوئی فیصلہ ہمارے پاس ہے یا نہیں؟ کسی کو برا کہنا یقیناً اچھی بات نہیں، دل محبت کیلئے ہے نہ کہ عداوت کیلئے، لیکن کیا ایسی صورتیں بھی ہیں جنمیں یہ برائی ہی سب سے بڑی نیکی اور بھلائی ہو جا سکتی ہے؟

* * *

سب سے پہلے اسے اخلاق کے عام اصول کے لحاظ سے دیکھئے جب بھی فیصلہ صاف ہے۔ دنیا میں جس دن اخلاق نے کہا کہ نیکی کو نیک اور نیک عمل کو اچھا کہو کیونکہ بغیر اسکے دنیا میں نیکی زندہ نہیں رہسکتی، اسی وقت اس نے ضمناً یہ بھی کہدیا کہ نیکی کی خاطر بدی کو برا اور بد عمل کو قابل نفرین سمجھو کیونکہ نیکی کو اسکا حق تحسین مل نہیں سکتا جب تک بدی کو اسکی سرزنش اور نفرین نہ مل جائے -

زیادہ غور کیجئے تو یہ ایک قدرتی اور عام معمول بہ بات ہے گو اسکا اپکو حس نہو، دنیا میں اخلاقی محاسن فی الحقیقت ایسے اعراض ہیں، جو بغیر کسی اضافی تعلق کے کوئی وجود مستقل نہیں رکھہ سکتے - یہی سبب ہے کہ انکا فیصلۂ قطعی ہمیشہ سے مشکل رہا ہے اور اب بھی مشکل ہے - پس ان محاسن و فضائل کا اگر کوئی وجود ہے تو صرف انکے اضداد کے تقابل ہی کا نتیجہ ہے، جب تک رذائل انسانی کو نمایاں نہ کیجئے گا، فضائل انسانی وجود پذیر نہونگے، اسکے لئے روشنی اور تاریکی کی مثال شاید فہم مقصد میں معین ہو کہ روشنی کا وجود صرف تاریکی کے وجود ہی کا نتیجہ ہے -

رہا اخلاقی تلقینات اور اعمال کا اختلاف، تو یہ تو اخلاق کے ہر مسئلے میں درپیش ہے مگر در حقیقت دونوں صورتوں میں کوئی تضاد نہیں - اخلاق دنیا میں کسی شے کو فی نفسہ اچھا یا برا کہنے کا فیصلہ نہیں کر سکا، اسکی ہر تعلیم نسبت و اضافت سے وابستہ ہے اور اسکی تبدیلی کے ساتھ بدلتی رہتی ہے، کوئی شے اسکے آگے نہ تو اچھی ہے اور نہ بری، ایک ہی چیز کا بعض حالتوں میں نام نیکی ہوتا ہے اور بعض حالتوں میں بدی، یہی حال اس مسئلہ کا بھی ہے، عفو و درگذر، آشتی و محبت، نرمی و عاجزی انسان کیلئے سب سے بڑی نیکی ہیں لیکن کن کے سامنے؟ عاجزوں، درماندوں کے سامنے، نہ کہ ظالموں اور مجرموں کے آگے، ایک مسکین و فلاکت زدہ پر رحم کیجئے تو سب سے بڑی نیکی، اور ایک ظالم پر کیجئے تو سب سے بڑی بدی ہے - گرے ہوؤں کو اٹھائیے تا کہ وہ چل سکیں، لیکن اگر سرکشوں کو ٹھوکر نہ لگائیے گا تو وہ گرے ہوؤں کو اور گرادیں گے، قانون کو دیکھئے تو وہ جرم کو روکنے کیلئے خود جرم کرتا ہے، خوں ریزی اسکے سامنے سب سے بڑی معصیت ہے، لیکن خوں ریزی کو روکنے کیلئے وہ قاتلوں کے خوں بہانے ہی میں امن دیکھتا ہے، قاتل کا قتل بدی تھا لیکن عدالت کا دوسرا قتل نیکی ہوگیا -

ہم نے بغیر کسی ترتیب کے چند جملے پہلا دئے کیونکہ یہ اخلاق کے ایسے عام اعمال ہیں جنکو یاد دلادینا ہی کافی ہے، پس جو لوگ کہتے ہیں کہ ہر انسان اخلاقاً نرمی و آشتی اور محبت و عفو کا مستحق ہے اور کسی کا برائی کے ساتھ ذکر کرنا اخلاق کے اصول کے خلاف ہے، وہ اخلاق کے نام سے ایسی سخت بد اخلاقی کی تعلیم دینا چاہتے ہیں جس پر اگر ایک لمحے کیلئے بھی عمل کیا جائے تو دنیا شیطان کا تخت گاہ بن جائے، نیکی و اعمال صالحہ کا نظام درہم برہم ہو جائے، قانون، اخلاق، مذہب، حسن و قبح کی تمیز اور نور و ظلمت کی تفریق، کوئی بھی خدا کو خوش کرنے والی چیز دنیا میں باقی نہ رہے -

یاد رکھو کہ ہر محبت کیلئے ایک بغض لازمی ہے، اور کوئی عاجزی نہیں کرسکتا جب تک کہ متکبر و مغرور بھی نہو، نیکی کو اگر پسند کروگے تو اسکی خاطر بدی کو دور کھداہی پڑیگا اور خدا کو خوش رکھنا چاہتے ہو تو شیطان کی دشمنی کی پروا مت کرو -

البتہ یہ ضرور ہے کہ اسکے لئے فیصلہ کن حدود معین ہونے چاہئیں، نرمی و آشتی اور عفو و درگذر کے مقامات کیا کیا ہیں، اور سخت گیری و پاداش و انتقام کا حق کس موقعہ پر حاصل ہوتا ہے؟ -

* * *

عام اخلاق کے اصول بھی ان سوالوں کا جواب شاید دیسکتے ہیں، مگر ہم تو دنیا کی ہر شے کو مذہب ہی میں ڈھونڈھتے ہیں اور پھر اسکے بعد نہیں جانتے کہ دنیا میں اور کیا کہا جاتا ہے؟ ہمارے ہاتھہ میں قرآن کریم ایک امام مبین، تبیاناً لکل شی، بیان للناس، نور و کتاب مبین، اور انسان کے ہر اختلاف و نزاع کیلئے ایک حاکم ناطق ہے، اور پھر اسکا عملی نمونہ اور وجود ظلّی اسکے حامل

مراسلات

وصیتوں کی زندگی کے اعمال ہیں۔ کہ (لقد کان لکم فی رسول الله أسوة حسنة) بس ان سوالوں کا جواب بھی وہیں ڈھونڈھنا چاہئے -

(اسلام) نے اپنی تعلیم و تربیت اور اپنی امت کے قیام و بقا کیلئے اساس اولین اور نظام بنیادی ایک اصول کو قرار دیا ہے اور اسکو وہ " امر بالمعروف ونہی عن المنکر " سے تعبیر کیا ہے :

ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف وینہون عن المنکر اولائك هم المفلحون (۳ : ۱۰۲)	تم میں ایک جماعت ہونی چاہئے جو دنیا کو نیکی کی دعوت دے ' بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے روکے وہی فلاح پانیوالے ہیں

اس آیت میں خدا تعالی نے دعوت الی الخیر ' امر بالمعروف ' اور نہی عن المنکر کو بطور ایک اصول کے پیش کیا ہے اور مسلمانوں میں سے ایک گروہ کا اسکو فرض قرار دیا ہے لیکن اسی رکوع میں آگے چلکر دوسری آیت ہے :

کنتم خیر امة اخرجت للناس ' تامرون بالمعروف ' وتنہون عن المنکر و تومنون بالله (۳ : ۱۰۹)	تمام امتوں میں تم سب سے بہتر امت ہو کہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے اور الله پر ایمان رکھتے ہو

ایک تیسری آیت میں مسلمانوں کا یہ ملی امتیاز اور قومی فرض زیادہ نمایاں طور پر بتلایا ہے :

وکذالک جعلناکم امة وسطا لتکونوا شہداء علی الناس ویکون الرسول علیکم شہیدا (۲ : ۱۳۷)	اور اسی طرح ہم نے تمکو درمیانی اور وسطی امت بنایا تاکہ اور لوگوں کے مقابلے میں تم گواہ بنو اور تمہارے مقابلے میں تمہارا رسول گواہ ہو

[قلت گنجائش کے سبب سے موجودہ طور پر اس مضمون کو یہاں ختم کردینا پڑا حالانکہ اصلی مبحث اب اسکے بعد تہا ' آئندہ نمبر میں بقیہ مضمون شائع کیا جائیگا] -

ترکی وفد جہاز (صدیند) میں ([illegible] ۱۹۱۱) [illegible] میں بہجوم مشکلات کامل پاشا اور شہنشاہ [illegible] ہوتے ہیں ایک ہاتھ شہنشاہ ' دوسرا جناب خدیو مصر اور [illegible] وزیر [illegible] ولی عہد یوسف عثمانی کھڑے ہیں

ملا

نظرے خوش گذرے

الرخامۂ حضرت (کشاف)

حضرت (کشاف) سے ہمارے پرانے وعدے تھے ' رسالے کی اشاعت کے ساتھہ ہی ہم نے یاد دہانیاں شروع کردیں ' لیکن حضرت اپنے مخصوص طرز علمی کے آج پہلی مرتبہ اس بزم میں آئے ہیں ' تو قلم و کاغذ لیکر نہیں ' بلکہ ظرافت کے چند پہلوے اچھالتے ہوے ' خیر اسکو بہی غنیمت سمجھتے ہیں ' مگر آئندہ ہمیں معاف رکھیں اگر اسطرح کے لطائف و فکاہات کی اشاعت سے معذوری ظاہر کریں ' انکو اپنے اصلی پایۂ علمی کو ملحوظ رکھکر سلسلۂ سخن شروع کرنا چاہئے -

---

یہ مانا کہ آپنے قلمی امداد کے وعدہ کرلینے کا جرم غلطی سے کرچکا ہوں ' مگر اسکے لئے یہ تو ضرور نہیں کہ آپ (طرابلس) کو چھوڑ کر مجھی پر اپنے جہادی وار شروع کردیں ' اور ہاں ' آپ تو ابھی شمالی افریقہ میں عرب بدؤں کے خیموں کی چوبیں گن رہے تھے ' کبھی (خمس) کے معرکے میں نظر آتے تھے اور کبھی (سنوسی) کے علم جہاد پر لکھی ہوئی آیتوں کو نوٹ کرتے میں دنیا و ما فیہا سے غافل تھے ' معرکۂ جہاد و دماغ کی مشغولیتوں سے آپکو فرصت ہی نہیں ملتی تھی ' یہ یکایک آپ ہندوستان میں کہانسے آگئے ؟ اور پھر کراچی یا بمبئی کے بندر پر بھی نہیں ' عین وسط ہند یعنی (علی گڈہ) میں ' اور وہاں بھی (اسٹریچی ہال) کی سیڑھیوں کے سامنے ! خیر ' اب نزول اجلال فرمایا ہے تو کبھی مجھے بھی اپنے ساتھہ لے لیا کیجئے ' اور نہیں تو جب کبھی آپ قلم کش میں رہکر آسمان چڑھائیگا تو میں بھی اپنے لطائف و ظرائف کے کچھاول ~~کچکول~~ سے ترکش اور نیام کا کام لینے کیلئے مستعد ہوجاؤنگا -

---

آپنے پہلے نمبر میں (دورباشی حاوید نک) پر مضمون لکھتے ہوے اسلام کی اس خصوصیت پر زور دیا ہے کہ " اس نے اپنے جامع اعداد دور میں متضاد چیزوں کو جمع کردیا " اور پھر مثال میں سیف و قلم کی یک جائی دکھلائی ہے کہ علما نے قلم کو تلوار سے ' اور ارباب سیف نے تلوار کو قلم سے بدل لیا ' لیکن معاف فرمائیے گا ' آپ لوگ تاریخ اسلام کے گذشتہ خوابوں میں ایسے محو ہیں کہ حال کی طرف نظر ہی نہیں ' آپکو واقعات ماضی میں [illegible] عہد عباسی و اندلسی کے ' منظر دیکھئے گا تو وہی ریگستان [illegible] کی وحشت اور بداوت پر ' مثالیں بیان کرتے ہو آئندہ کا [illegible] اب اور اس [illegible] کے سوا کچھ دکھائی دیتا ہے اور کوئی درمیانی [illegible] پیدا ہوا ہی نہیں -

آپنے اسلام کی اس خصوصیت کو ترتیب دیکر [illegible] [illegible]

" تو (فرنگی محل) سے خدا نخواستہ کیا آپ قرآن و حدیث کے استدلال کا سوء ظن رکھتے ہیں ؟ خشن نصاب نظامیہ کی تدوین ؛ وہاں کے علم و عمل کا ثبوت ہے ' وہ بھی تو اسلام کی جگہ حضرت (ارسطو) کے دین مبین کے متون و شروح و حواشی و فرہنگ و تعلیقات وغیرہ وغیرہ پر مبنی ہے "

" آپ تو ہر بات میں مذاق سوجھتا ہے ' پہلے انکا صغرا کبری تو سن لیجئے :

ایڈیٹر عالم نہیں
اور جو عالم نہیں وہ جاہل ہے
پس ایڈیٹر جاہل ہے

چونکہ سید موصوف (المنار) کے ایڈیٹر ہیں لہذا وہ عالم نہیں جب عالم نہیں تو دار العلم و العمل کے علما کیونکر ایک جاہل کے استقبال کے لئے جا سکتے ہیں ؟ "

" مگر میں تو سمجھتا ہوں کہ وہ اس خوف سے نہیں گئے ہونگے کہ سید موصوف اردو نہیں جانتے ' اور عربی میں گفتگو کرنی پڑیگی "

" کیا خوب ' تو گویا آپکے خیال میں آج جو علما حضرت (ملا نظام الدین) کی مسند سنبھالے ہوے ہیں ' وہ عربی میں چار لفظ بول بھی نہیں سکتے ؟ مولانا (عبد الباری صاحب) جب مکہ معظمہ گئے تھے تو عربی میں وعظ کرتے تھے "

" شاید ' مگر ہم تو تحریر و تقریر کو یکساں سمجھتے ہیں ' جو شخص صحیح عربی لکھ نہیں سکتا وہ بدرجۂ اولی بول بھی نہیں سکتا "

" یہ تو آپنے پہلی بات سے بھی عجیب تر سنائی ' آپنے انکا وہ عربی رسالہ نہیں دیکھا جو انہوں نے اپنے والد مرحوم کے حالات میں لکھا ہے ؟ "

" دیکھا تو ہے "

" پھر وہ تو عربی میں ہے "

" جی ہاں ' مگر فرنگی محل کی عربی میں "

" یہ کیونکر ؟ "

" زیادہ تو نہیں ' مگر ایک دو مقام مجھے اس وقت بھی یاد ہیں - اپنے والد کے مرض الموت کا ذکر کرتے ہوے لکھتے ہیں : (فجاء الحکیم ' و رئ نبضہ) نہیں معلوم یہ کہاں کی بولی ہے اور مطلب کیا ہے ' کوئی عرب تو اسے سمجھ سکتا نہیں ' بظاہر مرض کی مناسبت سے تو یہ معلوم ہوتا ہے کہ حکیم سے مراد طبیب ' اور (رئ نبضہ) سے مراد نبض دیکھنا ہے - چونکہ اردو میں طبیب کو حکیم کہتے ہیں ' نیز یہ بھی محاورہ ہے کہ " حکیم نے نبض دیکھی " اسلئے حضرت نے اسی کا عربی ترجمہ بھی کردیا ! یہ نہ سمجھے کہ عربی میں حکیم تو فلاسفر اور حکمت دان کو کہتے ہیں اور نبض دیکھنے کو (جس نبضہ) کہیں گے ' یا کچھ اور ' مگر دیکھنا نہیں کہیں گے ' یہ تو میرزا غالب کے ایرانی دوست کا فارسی ترجمہ ہوگیا جس نے الفاظ پر انکے معنے (بایماران کا کو) (محلہ گرید کشلن) لکھدیا ... وہ اگر اسٹیشن جانے دیتے تو ایسی ہی عربی میں

(سید رشید رضا) سے گفتگو بھی کرتے ' اور وہ حیرت سے منہ تکتا کہ یہ کہاں کی بولی ہے ؟ اچھا ہوا کہ مقابلہ ہونے سے صاف نکل گئے "

" لیکن .... "

بس پھر تو مجھ بھی اس دوسرے موضوع سے گھبرا گیا ' جب تک (بیعت سقیفہ) تک رہی ' تو سمجھ میں بھی آتا تھا ' لیکن اب یہ دارالعلم والعمل میں کہاں ٹھوکریں کھاتے

خیر ' تو مقصد یہ ہے کہ آپ ایسی صاف تاریخی مثال کو بھی بھولئے ' میں نے یہ مکالمہ اسلئے معرض تحریر میں لایا کہ ہمارے صوبے کے مشہور قومی لیڈر جناب (راجہ صاحب محمود آباد) یونیورسٹی کمیٹی کے صدر ہیں ' اور سنا ہے کہ انکو تاریخ اسلام علی الخصوص قرون اولی کے واقعات سے بڑی دلچسپی ہے ' اگر چھپ جائے گا تو انکی دلچسپی اور تفریح خاطر کا ذریعہ ہوگا ' اور زیادہ تر اسلئے بھی کہ .... لیکن پھر مجھ سے اس مکالمے کی سماعت سے کیا ' بلکہ لکھنے سے بھی طبیعت گھبراتی ہے ' معاف فرمائیے ' پھر کبھی حاضر ہونگا ' یار زندہ صحبت باقی - (کشاف) -

امیر المحسنین صاحب المجد التالد

محمد حسین بک ترکستانی

جس نے حال میں مجاہدین طرابلس کی اعانت کیلئے

نو لاکھہ روپیہ

بھیجا ہے

آیندہ نمبر میں انکے حالات شائع کیے جائیں گے

ناموران غزوهٔ طرابلس

زوارہ کا نامور کمانڈر موسیٰ بک

شیخ المجاہدین، محبوب الاسلام والمسلمین

البطل العظیم غازي انوربک

متع الله الاسلام والمسلمین بحفظ وجوده وطول حیاته

(۳)

قاهرہ کے انگریزي اخبار (ایجپشین گزٹ) نے ۱۸ - جولائي کے پرچے میں اپنے نامہ نگار متعینۂ (سلوم) کي یہ چٹھي شائع کي ہے :

" طرابلس اور برقہ میں آج عرب قبائل جو عدیم النظیر شجاعت اور ثبات و عزم دکھلا رہے ہیں، في الحقیقت یہ انکي دیني عصبیت اور جنگ وجدال کے طبعي مذاق و میلان کا کرشمہ ہے' لیکن ساتھہ هي دشمنوں کے مال غنیمت کي کثرت' اور ہر طرح کي قیمتي چیزوں کي لوٹ نے انکے اس قدرتي میلان کو اور قوي کردیا ہے -

انکے لئے ایک قیمتي شے اٹالین مقتولوں کا لباس بھي ہے اگرچہ اسکي جیب خالي ہو - (انوربک) نے انکي ضروریات کے لحاظ سے اب تھوڑي بہت نقد اعانت کا بھي انتظام کردیا ہے اور اُسکے پاس بلا کسي دقت کے روپیہ برابر پہنچ رہا ہے' مصر کے بعض تاجروں سے حسب ضرورت روپیہ منگوالیتا ہے اور وہ اسکي رسید دکھلاکر مصر کے عثماني قنصل سے اپني رقوم حاصل کرلیتے ہیں -

رسد کا انتظام منجملہ سخت ترین اور لاینحل مسائل جنگ کے تھا' لیکن اب (انوربک) نے اسکا حل بھي ڈھونڈھہ نکالا ہے' (سلوم) سے ہزاروں بوریاں کھجور کي نہایت ارزاں قیمت پر وہاں پہنچ جاتي ہیں اور یہ بتلانا ضروري نہیں کہ عرب سپاهي کیلئے پاني کا ایک گھونٹ اور چند کھجوریں کمسریٹ کا بہترین انتظام ہے -

پاني کي قلت کا بھي (انوربک) علاج کررہے ہیں' چند ترک انجینیروں نے زمین کي حالت دیکھکر پاني نکالنے اور مختلف مقامات میں پہنچانے کا کام شروع کردیا ہے -

پیغمبر ثاني

اور ہاں (انوربک) ' تو اب تک اس انسان عجیب ' اس جوہر متحیر العقول ' اس وجود طلسم ' اِس یکسر حیرت و استعجاب کي نسبت جو کچھہ کہا گیا ہے ' اسکو پیش نظر رکھہ لینے کے بعد بھي میں طیار ہوں کہ برسوں اسکي مدح و ثنا کئے جاؤں اور پھر بھي متاسف ہوں کہ حق تحسین ادا نہوسکا - اُسکي قوت نظم و نسق و مقابلۂ مشکلات کي تھاہ دریافت کرنا محال ہے - آج تک جو کچھہ ہوا اور ہورہا ہے' وہ تنہا ' بلا شرکت غیرے ' محض اس بطل عظیم کے دماغ کي کارسازي ہے - اُس کا اصلي کارنامہ یہ ہے کہ اہلِ عرب کے دلوں کو اسطرح اپني مٹھي میں لے لیا کہ آج تمام قبائل اسکي پرستش کرتا ہے -

عربوں نے تو اسکا نام (پیغمبر ثاني) رکھدیا ہے ' [یہ محال ہے کہ کوئي مسلمان حقیقي معنوں میں کسي شخص او پیغمبر قرار دے ' ممکن ہے کہ انور بک کے عجایب و غرایب کاموں کي وجہ سے عربوں نے مجازاً کبھي یہ لفظ کہدیا ہوگا اور نامہ نگار نے سمجھہ لیا کہ اسي نام سے ہمیشہ پکارتے ہیں (الہلال)] کوئي عرب ابھي (انور بک) نہیں کہتا بلکہ ہمیشہ (انور پاشا) کہکر پکارے گا ' اور نام لینے کے ساتھہ هي اپنا سر اظہار تعظیم میں جھکا دیگا - کوئي عرب ایسا نہیں ملیگا جسکے دل کے اندر (انور پاشا) کي حسین تصویر موجود نہو' سچ یہ ہے کہ آج صحرا اور اندرون طرابلس و برقہ میں اس خوبصورت پیغمبر کي پرستش کي جا رہي ہے -

ایک نئي مہم

آجکل یہاں یہ افواہ سب کي زبان پر ہے کہ عنقریب (انور بک) درنہ پر ایک سخت فیصلہ کن حملہ کرنے والے ہیں ' اور اوسکے انتظام میں مصروف ہیں' لیکن اگر یہ سچ ہے تو ایک سخت مہلک جانداري کا موقعہ ہوگا ' کیونکہ درنہ میں اٹالین بحري قوا ساحل پر ہر جگہ سے زیادہ اور گولاباري میں خوفناک ہیں اور ساحل پر قدم رکھے بغیر وہ جہازوں کے توپوں هي سے سخت خوں ریزي کرسکتے ہیں - [لیکن بقول میڈم کولیرا کے " اہل عرب اب اٹالین گولوں کو کھیلنے کے گیند سے زیادہ نہیں سمجھتے" اور گذشتہ تجربے اسپر شاہد ہیں] -

اٹلي کیلئے " نہ پاے رفتن نہ جاے ماندن"

حقیقت یہ ہے کہ اٹلي اب دلدل میں پھنس گئي ' اسکے لئے یہ تو امکان سے باہر نہیں کہ توپوں اور ساحلي بیڑے کي مدد سے (مگر خزانہ خالي کرکے) طرابلس کو فتح کرلے ' اور اسي بہروت پر اُس نے ابتدا میں ایک نڈر شجاع کي آن بان دکھلائي تھي - لیکن اصلي مسئلہ اندرون طرابلس کا ہے' وہ ملک کي طبیعي حالت ' راستوں کي مشکلات ' صحرا کي مہلک قلت آب ' بار برداري کیلئے

جالیوں کی ناهمواریت ' اور موسم کی ناقابل برداشت آفتوں سے بالکل ناواقف تھی ' اور اب بھی ناواقف ہے - یہی سبب ہے کہ باوجود عظیم الشان سامان جنگ کے مٹھی بھر عربوں کے آگے انکی کچھہ نہیں چلتی - آجکل اطالی کوشش کر رہے ہیں کہ اس مشکل کو حل کریں ' کئی رجمنٹیں ایسے بعد دیگرے صحرا میں بھیجی گئیں ' لیکن سب کی سب نا کام اور اکثر حالتوں میں ضائع ہوگئیں ' انکو معلوم نہ تھا کہ صحرا میں کہاں کہاں قدرتی مورچے جنگ کے لئے مفید موجود ہیں ' کہیں بڑے بڑے خندقیں ہیں ' کہیں ایسے بڑے گڑھے ہیں ' جنمیں ایک ایک بڑی جماعت کود کر غائب ہو جا سکتی ہے اور دشمن اسکا پتہ نہیں لگا سکتا ' ریگ کے تودے اور ٹیلے بھی جو کبھی حملہ آور کو دیوار کی آڑ کا کام دیتے ہیں اور کبھی اوپر سے نشانہ لگانے کیلئے ایک عمدہ مورچے کا - اهل عرب وہاں کے چپے چپے سے واقف ہیں اسلئے ان تمام قدرتی مواقع سے فائدہ اٹھاتے ہیں ' لیکن اٹالین بے خبری کی وجہ سے جب کبھی قدم بڑھاتے ہیں ' اپنے تئیں کئوار ضائع کر دیتے ہیں -

فرض کیجئے کہ لق ودق صحرا میں ایک رجمنٹ بے خوف و خطر قدم اٹھاتے چلی جارہی ہے ' جہاں تک چاروں طرف اسکی نظر جاتی ہے ' سناٹا اور سکون نظر آتا ہے ' ایکا یک ایک طرف سے گولیوں کی بوچھاڑ شروع ہوتی ہے اور پھر عربوں کا ایک هجوم سامنے نظر آتا ہے لیکن جب تک یہ سنبھلکر جواب دیں ' یکا یک جادوگروں کی مخفی طاقتوں کے عجائب کی طرح عرب بعجلت بھاگتے یا لوٹتے کے غائب ہو جاتے ہیں اور معلوم نہیں ہوتا کہ زمین کھا گئی یا آسمان ؟

مجاهدین کے اسلحۂ جنگ

اهل عرب بالعموم پرانی قسم کی بندوقیں استعمال کرتے ہیں ' ایک بڑی جماعت تو اپنے صحرائی آلات ہی پر قانع ہے اور اسمیں شک نہیں کہ انکا استعمال ایسی اچھی مشق اور کامل ہشیاری سے کرتے ہیں کہ ایجادی اسلحونکا کام دیجاتے ہیں ' (انور بک) نے جدید قسم کی بندوقیں انکے لئے مہیا کرکے پیش کی تھیں مگر انہوں نے انکار کردیا اور اپنی پرانی بندوقوں اور صحرائی آلات کو چھوڑنے پر راضی نہیں ہوے - رہی توپیں ' تو مجھکو یقین ہے کہ ترک افسروں کے پاس وہ کافی تعداد میں موجود ہیں ' خصوصاً (عزیز بک) کماندر بنغازی کے پاس - ابتدا میں (انور بک) کے پاس صرف دو توپیں تھیں ' مگر اسکے بعد بعض عمدہ قسم کی (مترالیوز) توپیں اطالیوں سے چھین لیں اور انکا سامان بھی بکثرت غنیمت میں ہاتھہ آگیا -

لا خوف علیهم ولا هم یحزنون

اهل عرب کی سب سے بڑی عجیب بات یہ ہے کہ ہر وقت اور ہر حال میں ایسے نڈر ' بے باک ' بے خوف اور ہشاش بشاش رہتے ہیں گویا غنیم کی ڈیڑہ لاکھہ فوج وجود ہی نہیں رکھتی ' میں بہت سے عربوں سے ملچکا ہوں اور ہر طرح سے انکو ٹٹول چکا ہوں مجھکو ایک عرب بھی ایسا نہیں ملا جسکے دل میں رائی برابر بھی اطالیوں کا رعب اور خوف ہو ' وہ ہمیشہ اٹالین فوج کی نامردی کی ہنسی اڑاتے ہیں ' اور اٹلی نے جنگ کے جو خیالی خاکے طیار کیئے تھے انپر سے تکلف قہقہے لگاتے ہیں -

(۲)

غازی انور بک کا تازہ بیان

(جنگ میں انتظام امن اور تعمیر کے کام جاری ہیں)

موسیو (کولیرا) مالک الفیگار نے طرابلس جنوب سے حرچہ غازی انور بک سے آخری ملاقات کی اور انکے خیالات طرابلس کی حالت کی نسبت دریافت کئے ' اس گفتگو کا خلاصہ (الفیگار) نے ۲۴ جولائی کی اشاعت میں شائع کیا ہے ' غازی موصوف نے فرمایا :

" جنگ و قتال ' قتل و خون ریزی کوئی ایسی [illegible] ہے جسمیں ہم زیادہ مشغول رہنا چاہیں ' البتہ اس جنگ کو ایسا سمجھنا چاہئے جسکا زمانۂ حال کو خونریزی ہو مگر مستقبل ملکی امن و زندگی کی کوئی اصلاح اور بہتری اپنے اندر رکھتی ہو -

یقین کیجئے کہ اٹلی کے جو جنگی جہاز آپ ساحل پر دیکھہ رہے ہیں وہ گو اپنی توپوں کے گولوں کا غریب عربوں کے کھلی اور نیستی سے بنے ہوے عارضی خیموں کو نشانہ بنانے کیلئے آئے ہیں ' مگر فی الحقیقت انکے خون ریز اور مہلک منصوبوں سے ہمکو تو زندگی اور امن کے وسائل حاصل ہوگئے ' انکے گولے ہماری فوج کو زخمی نہ کرسکے ' مگر ہمارے غافل دلوں کو انہوں نے ضرور چابکیں مار کر ہشیار کردیا [ان الله لیوید هذالدین برجل فاسق - الہلال] تمام عثمانی حکومت نے اس افریقی علاقے سے بالکل آنکھیں بند کرلی تھیں ضروری اصلاحات و انتظامات کا کبھی بھی اس اقلیم نے منہ نہ دیکھا ' لیکن اٹلی نے ہمکو مجبور کرکے زبردستی کام پر لگادیا ہے ' میرا زیادہ تر وقت آجکل صرف ملکی و تمدنی اصلاحات اور تدابیر کے انتظام پر صرف ہورہا ہے تاکہ جنگ نے جو فرصت دیدی ہے اسمیں اس تمام افریقی علاقے کی دائمی اور مستحکم اصلاحات انجام پاجائیں ' اس کام کیلئے بہت سے قیمتی اتفاقات ایسے ہمیں حاصل ہوگئے ہیں جو بصورت عدم جنگ کبھی ہاتھہ نہ آتے اور تمام کام الله کے فضل پر موقوف ہیں "

میں نے [یعنی موسیو کولیرا نے] صلح کی افواہوں کی نسبت پوچھا تو معاً قطع کلام کرکے ایک پر جوش اور انتقامی لہجے میں کہا کہ :

" تعجب ہے کہ آپ یہاں (صلح) کا لفظ زبان پر لاتے ہیں ' اسکا تو نام بھی نہ لیجئے ' طرابلس کو اس کی قدیمی حالت پر بجلسہ چھوڑ کر چلدینا ہی صلح ہے ورنہ اس لفظ کے یہاں کوئی معنے نہیں - اگر دولت عثمانیہ طرابلس چھوڑ دینے پر راضی بھی ہوجاے تو ہمیں کیا ؟ آپ ہماری ترکی اور عربی فوج میں پھر کر ایک ایک آدمی سے پوچھہ دیکھئے ' کیا کہتے ہیں ' اگر وہ سرزمین طرابلس کی ایک بالشت بھر جگہ بھی چھوڑ دینے پر راضی ہو جائیں تو میں ایک میل کیلئے تو ضرور پیمانۂ لکھدوں "

اصلاح تعلیم و تاسیس مدارس

پھر میں نے انکے جدید تعلیمی انتظامات کا ذکر چھیڑا ' انہوں نے یہاں عرب قبائل کی تعلیم کیلئے مختلف فنوں اور مختلف [illegible] کے مکتب اور نیز مدارس جاری کردیے ہیں ' [illegible] کرکے کہنے لگے :

اخبار طرابلس

مغربي تہذيب کا ايک خونين منظر - طرابلس ميں قتل عام

"آجکل جو کچھہ ہورہا ہے اسميں ميرے نزديک کوئي اہميت نہيں ' ميں تو آئندہ حالت کو ديکھتا ہوں اور طرابلس کا مستقبل في الحقيقت يہ چہوٹے چہوٹے بچے ہيں جنکو آپ ديکھہ چکے ہيں کہ ہمارے مدرسوں ميں کيسي پر شوق جد و جہد کے ساتہہ مشغول ہيں ' يہي کے يہ درے کل اصلاح و انقلاب کے آفتاب ہونگے -

ملک کي سب سے بڑي مصيبت جہل ہے ' جہل امدن ميدل نہيں کرسکتا ' ميں باہر کے دشمن سے زيادہ اس اندروني دشمن کے مقابلے ميں سرگرم جہاد ہوں ' عام تعليم کے علاوہ يہاں زيادہ تر عملي زرعي تعليم کي ضرورت ہے اور جيسا کہ آپکو معلوم ہے اسکے لئے خاص طور پر انتظام کررہا ہوں -

يہاں بھي تمام ملک کي طرح غفلت اور قناعت کي نيند ميں ہر شے مبتلا تھي ' حتی کہ عادات و اشعار بھي ' ليکن وقت نے بہت جلد جگاديا ہے ' تھوڑي سي قوت ارادي و عملي کي ضرورت ہے اور انشاء اللہ بہت جلد اس سر زمين کے تمام اموات زندہ ہوجائيں گے "

ناظرين يہ تصور نہ کريں کہ (غازي انورپک) کے يہ صرف ارادے اور منصوبے ہي ہيں ' گو يہ عديم النظير انسان قوت فکر و عمل ' دونوں کا مجموعہ ہے ' مگر عمل اسکے تخيل پر غالب ہے ' اسکا ارادہ اور عمل ' دونوں ايک ساتہہ ظہور ميں آتے ہيں ' اس نے ايکبار کبھي ايسي چيز کا خيال نہيں کيا جسکو جلد سے جلد وہ عمل ميں نہ لاسکا ہو ' اس گفتگو ميں جتني باتيں آسکي زبان سے نکلیں سب کے عملي مظاہر ميں اپني آنکھوں سے ديکھہ چکا ہوں - مدرسے جاري ہوچکے ہيں ' شفاخانے اپني خدمات ميں سرگرم ہيں ' صنعت و حرفت کي تعليم کا اچھے سے اچھا انتظام ہے ' زرعي تعليم جسکي طرف غازي موصوف نے اشارہ کيا تھا . اسکے بھي تمام لوازم و وسائل مہيا کئے جاچکے ہيں اور بعض ضروري آلات و مواشي آرہے ہيں ' [کيونکہ عملي زراعت کي تعليم گاہ قائم ہوگي] اور عنقريب ايک زرعي مدرسہ کي رسم افتتاح کا جلسہ منعقد ہونے والا ہے -

مصر کي ڈاک

مصراطہ

(مصراطہ) کي سمت اٹلي نے اعلان کرديا ہے کہ ہم نے قبضہ کرليا حضرت سيد المہداوي الطرابلس لکھتے ہيں کہ يہ خبر قابل تسليم نہيں ' مصراطہ ايک سخت ريگستاني مقام ساحل سے دو گھنٹے کي مسافت پر واقع ہے ' وہاں کے تمام باشندے نہايت قوي و طاقتور' آلات جنگ سے مسلح ' صاحب ہمت و غيرت اور ہر طرح کے سامان کا وافر ذخيرہ رکھتے ہيں اور ہميشہ سے جنگ پيشہ اور سخت و ناقابل تسخير ہيں ' تمام طرابلس انسے ڈرتا رہتا ہے اور کبھي نہيں چھيڑتا ' ميں حيران ہوں کہ کيونکر اطالين انپر اس آساني سے غالب آسکتے ہيں جبکہ وہ طرابلس کے معمولي اور آسان ترين حصص پر بھي قبضہ نہ کرسکے ' يا تو خبر محض غلط ہے اور يا مصراطہ کے قرب و جوار ميں کوئي واقعہ گذرا ہے ' بہرحال اسپر ابھي اعتبار نہ کيجئے (العلم ۲۲ جولائي)

ميدان جنگ سے تار

الدبل ماهرہ

(طبروق ۱۷ ' - جولائي - دفبق سے روانہ ہوا ۱۹) آج صبح دس بجے اٹالين مورچوں نے پچاس بم کے گولے عثماني چھاؤني پر پھينکے ' ہر گولے کا قطر ۱۵ - سنٹيميٹر کا تہا ' عثمانيوں نے بھي اسکا جواب دينا شروع کرديا ' اور سامنے نکلکر ديکھا تو معلوم ہوا کہ دشمن اپني عادت کے مطابق مورچوں کے خطوط ميں محصور ہے اور وہيں سے حملہ کررہا ہے ليکن نہ پورے پچاس گولے بيکار گئے اور ايک متنفس کو بھي نقصان نہ پہنچا سکے -

(ايضاً ۱۸ : ۲۰) بم کے گولوں کا سلسلہ برابر جاري ہے ' ليکن کل کي طرح آج بھي کوئي نقصان نہيں ہوا ' جرمن اخبار (گزٹ دي فرانکفورٹ) کا ايک نيا نامہ نگار آج يہاں آيا ہے - (کيونيرا)

المؤید قاہرہ

طرابلس میں دو نئے مدرسوں کا افتتاح' عثمانی کیمپ میں سکون و طمانیۃ

(بنغازی ۱۵ - جولائی - بذریعہ ۱۷) کل یہاں دو نئے مدرسوں کی رسم افتتاح نہایت شاندار طریقہ سے ادا کی گئی' ہمارے کیمپ میں ان نئے مدرسے ملاکر اب چار مدرسے ہوگئے جنمیں بالفعل چھہ سو طالب علم تعلیم حاصل کر رہے ہیں -

ہماری فوج کے سپاہی کمال راحت و آرام میں ہیں' بازار کی حالت بہت اچھی اور خرید و فروخت جاری کوئی دن ایسا نہیں جاتا کہ نئے قافلے یہاں نہ پہنچتے ہوں' پانی کافی اور ذخیرہ وافر ہے' اطالیوں کی حالت بدستور' مورچوں اور گڑھوں میں پناہگزین' اور عربوں کے رات کے حملوں کے خوف سے باہر نکلنے کی جرأت نہیں' عرب کے شیوخ کو خبر ملی تھی کہ وزیر اعظم اٹلی نے باب عالی کو دھمکی دی ہے کہ عنقریب ایک سخت ضرب لگائی جائے گی' وہ خوش ہیں کہ شاید اس دھمکی میں بنغازی' درنہ' طبروق' خمس' اور طرابلس کو بھی کچھہ حصہ ملے گا اور اپنے اُن مورچوں سے باہر نکلکر سامنے آئیں گے' جو بلا شائبۂ مبالغہ انکے لئے مدفن کا کام دے رہے ہیں ورنہ اٹالیوں کا موجودہ حالت میں یہاں پڑے رہنا تو سخت شرمناک ہے' بشرطیکہ شرم باقی رہی ہو -

جنگ کے تازہ ترین کوائف

(ایضاً ۱۶ : ۱۸) مرت کے سامنے میں قطع مسافت کرکے بعض اہالی شہر ہم سے آکر ملے' انسے معلوم ہوا کہ اٹالین چھاونی شدت بخار مندمی سے ہلاک ہو رہی ہے' شہر والوں کو ابتک کوئی نقصان نہیں پہنچا' البتہ فقر و فاقے سے تباہ حال ہیں' اطالی نہ تو انکو زندہ رہنے کا سامان حاصل کرنے دیتے ہیں اور نہ شہر سے نکلنے دیتے ہیں -

انسے یہ بھی معلوم ہوا کہ آخری مقابلہ جو (شواہیک) کے مورچے کے قریب ہوا تھا' اسمیں کئی اطالی افسر بھی مقتول ہوے تھے' اسی جنگ میں اٹالین کمانڈر نے دیسی فوج (تریاوند) پر [جو بعض وطن فروش شہریوں سے مرتب کی گئی ہے] الزام لگایا کہ انکو آگے رہنے کا حکم دیا گیا تھا مگر تعمیل نہیں کی' بالآخر انکے افسر اعلی (مرج ابشون) نامی کو قتل کی سزا دی گئی' [اولئک الذین اشتروا الضلالۃ بالہدی فما ربحت تجارتہم وما کانوا مہتدین] اس واقعہ سے تمام دیسی سپاہیوں کے دل ٹوٹ گئے اور سب چھوڑ چھوڑ کر بھاگ رہے ہیں -

اِس ملت فروش دیسی فوج نے' جو آدمی جنگ میں مقتول ہوے تھے انکے لئے اطالیوں نے (شیخ احمد العرباوی) امام مسجد بنغازی کو بلاکر کہا کہ انکی تجہیز و تکفین کا بندوبست کرو' لیکن شیخ نے یہ کہکر انکار کردیا کہ " ان پر نماز پڑھنا کسی طرح جائز نہیں' کیونکہ یہ تمہارے ساتھہ شریک ہوکر اسلام سے مرتد ہوگئے تھے " [جزاہ اللہ عن الاسلام والمسلمین خیر الجزا] اسپر اٹالین کمانڈر نے سخت غضبناک ہوکر انہیں قید کردیا ہے' مشہور ہے کہ تین سال تک قید رکھا جاےگا - [فسیعلم الذین ظلموا ای منقلب ینقلبون]

عالم اسلامی

مسلمانان چین

مقتبس از جون ترک قسطنطنیہ

بقلم ڈاکٹر گبروز المی

میں اپنی سیاحت چین کو ختم کرچکا' لیکن چین کے ذکر میں سب سے زیادہ اہم چیز (مسلمانان چین) ہیں -

میں جب کسی مسجد یا اسلامی مدرسہ کے پاس سے گذرتا' جو وہاں کے نوآباد مسلمانوں نے قائم کر رکھے ہیں' تو ایسے موثر اور دلکش مناظر نظر آتے جنسے میرے اعماق قلب تک میں جوش پیدا ہوجاتا' میں چاہتا ہوں کہ اسطرف ایک مختصر سا اشارہ چند سطور میں کردوں -

چین میں - سب جانتے ہیں کہ - صدیوں سے تعلیم اسلامی اپنا کام کر رہی ہے لیکن ادھر بیس سال سے جو انقلابی دور تعلیم اسلامی پر طاری ہوا ہے وہ فی الحقیقت ترقی و عروج کی ایک حقیقی تحریک ہے اور وہاں کے مسلمانوں کی عظیم الشان اسلامی قناصدوں نے اسکی بنیاد کو سر بفلک عمارت تک پہنچانا چاہا ہے' بڑی بڑی تعلیمی انجمنیں قائم ہوچکی ہیں' وسیع و عظیم کالجوں کا افتتاح ہوچکا ہے' ترقی کی لہر ہر طرف طوفان انگیز ہے' صرف مردوں کی تعلیم ہی پر نہیں' بلکہ لڑکیوں کی تعلیم پر بھی اپنی تہذیب مروجہ صرف کی جا رہی ہے' میں نے کوئی چین کا بڑا شہر نہیں دیکھا' جہاں کوئی بہت بڑی اسلامی انجمن قائم نہو' اور وہ بڑے بڑے مدرسوں کے قیام و انتظام میں مصروف نہو -

بالفعل چین کے دینی مدارس میں تین جماعتوں کو تین سال میں تعلیم دی جاتی ہے' پہلے سال صرف و نحو وغیرہ' سال دوم ادب عربی' سال سوم تفسیر قران - ہر مدرسہ کے پاس ایک چھوٹی سی مسجد بھی اسکا ضروری جزو ہے جہاں پانچ وقت طلبا جماعت کے ساتھہ نماز ادا کرتے ہیں - مسجد کے ساتھہ ہی بورڈنگ ہاؤس ہیں' وہیں طلبا آرام و راحت سے رہتے ہیں اور دن میں چار مرتبہ کھانا تقسیم ہوتا ہے -

طبروق میں مجاہدین عرب و ترک کا حملہ

چھوٹے شہروں میں بھی وہاں کے مسلمانوں نے باہم ملکر تعلیمی انجمنیں قائم کر رکھی ہیں ' حکومت انکو ابتدائی تعلیم کیلئے گرینٹ دیتی ہے اور باقی کا وہ خود انتظام کر لیتے ہیں -

بعض قریوں میں ایسے اسلامی مدرسے بھی دیکھے جنکا کل انتظام بعض مسلمان عورتوں کے ہاتھہ میں ہے اور وہ لڑکیوں کو تعلیم بھی دیتی ہیں -

مسلمانان چین علم علوم و فنون سے بھی غافل نہیں ' صنعت وحرفت پر بھی انہوں نے پوری توجہ کی ہے ' علی الخصوص زراعت اور تربیت حیوانات مفیدہ کی درسگاہیں بھی قائم و جاری ہیں ' روئی کی کاشت اور صنعت کی عملی تعلیم گاہیں بھی میں نے بکثرت دیکھیں -

کوئی قوم بغیر ایثار و نفانی کے نئی زندگی حاصل نہیں کرسکتی سب سے بڑی چیز یہ ہے کہ ہر جگہ مجھکو بکثرت ایسے لوگ نظر آئے جنہوں نے اپنی زندگیاں اصلاح قوم کیلئے وقف کردی ہیں ' جسقدر انجمنیں اور درسگاہیں ہیں ' ان میں کام کرنے والے اکثر ایسے ہی لوگ ہیں -

عنقریب ایک بہت بڑی تعلیمی کانفرنس منعقد ہونے والی ہے جسمیں جاوا وغیرہ سے بھی لوگ آکر شریک ہونگے اور چینی مسلمانوں کی تعلیمی ضروریات پر بحث کرینگے ' اگر مجھکو اس کانفرنس میں شرکت کا موقعہ ملا تو میں اسکے نتائج سے آپکو اطلاع دونگا اس سے میرا مقصد یہ ہے کہ آپ عثمانیوں کو بھی اپنے ان دور دراز ملک میں رہنے والے بھائیوں کی حالت پر توجہ کرنی چاہئے ' ابتک وہ جو کچھہ کر چکے ہیں ' عظیم الشان اور حیرت انگیز ہے ' لیکن کام روز بروز پھیلتا جاتا ہے ' اور آئندہ کیلئے ناگزیر ہے کہ اور اسلامی ملکوں سے بھی چینی مسلمانوں کو مالی مدد دی جائے -

ترک و عرب قیدی اٹالین جہاز میں

ترک عورتوں کو بے نقاب کر کے اٹالین افسر جبراً مجبور کر رہے ہیں کہ کپڑے اتار دیں اور انکی جگہ قیدیوں کے کپڑے پہن لیں - ایک لڑکی رو رہی ہے اور ایک ترک لیڈی جوش عفت پرستی سے غضبناک ہے -

ولایت کی ڈاک

محمود شوکت پاشا

ڈاکٹر ا ے ڈیلن کی ملاقات کا بقیہ

ہوائی جہاز اور سب میرین

محمود شوکت نے سلسلۂ سخن جاری رکھکر کہا " زمانۂ آئندہ میں ہوائی جہازرانی کا کوئی نرالا نہیں سنائی دیگی کا سبب تک کہ انکی مستقبل نتائج روشن ہونگے ہمکو انتظار ہی کرنا چاہئے - اس جنگ کے زمانے تک یہ ایک بے قدر اور ناچیز شے ہے جو ایک غلط انداز نظر کے بھی قابل نہیں - یہی سبب تھا کہ ہم نے ان جدید نو آلات جنگ پر ایک کوڑی بھی صرف نہ کی "

میں نے جواب دیا - " آپ نے جو کچھہ کہا نہایت دلچسپ معلوم ہوتا ہے - اب نعرہ فروشوں کو تامل کرنے کا موقعہ ہاتھہ آئیگا جو بے لگام کہ دیتے ہیں کہ ہوائی جہاز قومی تحفظ کے لئے گویا ختم الا ایجادات ہے کیونکہ وہ بلندی سے بے خطا ایک پانچ من کا بم آہن پوش جہاز پر پھینک سکتا ہے - فی الحقیقت یہ دعوا ہی دعوا ہے - [اِسٹبلائزر] یعنی ' جو ہوائی جہازوں کو قائم و ساکن رکھتا ہے (جب فوجی لوگ بم وغیرہ پھینکتے رہتے ہیں) جنگ کی بدعات جدیدہ میں سے ایک دوسرا آلہ ہے جسکی تعریف میں ایک خلقت رطب اللسان نظر آتی ہے - میں چونکہ اسپر رائے زنی کا اہل نہیں لہذا آپ کے خیالات سننے کا آرزومند ہوں - میں تو سمجھتا ہوں کہ آزمائشوں کا کوئی عمدہ نتیجہ نہیں ' لہذا آپ کا بھی یہی فیصلہ ہے ؟ "

محمود شوکت پاشا - " ہاں یہی فیصلہ "

میں - " دوسری حسرت کی باتیں جو میں نے ترکی میں سنیں یہ ہیں کہ ترکی بیڑا بالکل کاہل پڑا ہے - خود آپ ہی کے لوگ اسپر آہ و بکا کرتے ہیں کہ ایک تحت البحر جہازات کھولکر غنیم کے جنگی جہازوں کے پیچھے نہیں دوڑائے گئے - وہ اسپر مصر ہیں کہ تار پیڈو کشتیاں یا تحت البحر ' گو آہن پوشوں کے مقابلے میں قامۃً بہت چھوٹے ہیں ' لیکن جب انکی دو بڑے جہازوں کو تباہ کردینے والی قوت پرکھی جائے گی ' اسوقت انکی قدر کا اندازہ ہوسکیگا - دشمن کے سب سے بڑے جنگی جہاز کی تباہی کی قیمت میں آپ ۲۵ تحت البحر مول لے سکتے ہیں "

محمود شوکت پاشا - (جواب دیتے وقت پاشا کی آنکھیں چمک اٹھیں) گفتگوؤں اور مطبوعات کے ذریعے سے آپ نے اپنی بحث کے جو مقدمات قائم کئے ہیں وہ دلچسپ معلوم ہوے ہیں ' تخیل مشتعل ہوتا ہے - لیکن ابھی وہ کچھہ زیادہ مفاد نہیں دکھلا سکے تحت البحر (سب میرین) دعوے میں تو صحرا دستکاری دکھاتے ہیں لیکن کامیابی میں قطرہ آشنا بھی نہیں نظر آتے - انکی کارگذاریوں کی تاریخ پر ایک نظر ڈالئے تو کھوٹا کھرا صاف کھل جائیگا - دنیا کو دعوا ہے کہ وہ جہاں چاہیں بجلی کی طرح اپڑیں ' اسپر طرہ یہ کہ انسان کے حواس خمسہ میں سے کسی حس کو احساس بھی نہو - اسپر مستزاد یہ کہ جتنی دور تک چاہیں ' چلے آئیں -

اگر یہی بات تھی تو ہمارے دشمنوں کو کس نے روک رکھا تھا ؟ آپ نے دیکھا ہے کہ ہمارے جہاز باہر ہیں - اگر بات اسطرح کام بھی آسان ہے تو انکو تباہ کیوں نہیں کرڈالتے ؟ ہمارے دشمنوں کے اس ضبط و خودداری کے لئے کوئی معقول وجہ تو ہوگی کہ وہ کچھہ کر نہیں گزرتے - اب مجھے کہنے کی اجازت دیجئے اسکا اصلی سبب خود تارپیڈو کشتیوں اور تحت البحروں کی موجودہ شکلوں کے اندر ہی مستور ہے - پانی کے نیچے انکی ابتدا رفتار ہوتی ہے یہ انہا اسقدر مسافت طے کرنیکی استعداد رکھتی ہیں ان پر ہمکو کتنا اعتماد رکھنا پڑتا ہے ؟ معلوم اسے در ہونیکی حالت زیر آب کن کن مشکلات کا سامنا ہوتا ہے اور دیگر شرائط مین کیا کیا ساری سودمندی منحصر ہے ؟ اگر آپ ان امور کا مطالعہ کرینگے تو آپ کو اپنے پیش کردہ تکتہ چینیوں کی آرا پر تامل کرنے کے لئے معقول وجوہ ملجائینگی اور بالآخر ہمارے ہم آہنگ ہوکر یہ کہینگے کہ موجودہ جد جہد اور موجودہ جنگ و پیکار کے لئے یہ کافی آلات نہیں ہیں " -

سرنگیں اور جنگی جہازات

اس مکالمے کو یہاں چھوڑ کر میں یہ گذارش کرنا چاہتا ہوں کہ اس مسئلے کی تحقیق کے لئے آج ہی شام کو میں نے مشاہیر سلطنت میں سے ایک شخص سے ملکر اسی مبحث پر گفتگو کی - انہوں نے جو کچھہ کہا وہ حسب ذیل ہے --

" اس وقت تک آب ایک امید کے لئے بھی تحت البحر پر اعتماد کلی رکھنے کے مستحق نہیں - گرد و پیش کے حالات ہزار مساعد ہوں' اسپر بھی بمشکل فیصدی ٥ حصے سے زیادہ سرنگیں دشمن کے جہاز کو صدمہ رسانی میں کامیاب ہو سکتی ہیں' مجرد ایک ٹکرا کسطرح اسکی تباہ سازی کیلئے کافی نہیں - اکثر اشخاص کے خیال میں یہ رائے انقطاعی ہے کہ ایک ٹکرا ایک تباہی کی قدمت اپنے اندر رکھتا ہے' یہ غلط ہے - ایک آہن پوش کی تباہی کے لئے کم از کم تین چار سرنگیں درکار ہونگی - جنگ روس و جاپان کے زمانے میں ایک روسی جہاز (زرارِ وچ) سرنگ سے ٹکراکر مجروح ہو گیا تھا لیکن ازکار رفتہ نہوا تھا برابر جاپانی جہازوں کا مقابلہ کرتا رہا اور کتنوں کو صدمہ پہنچا کر بالآخر بلا کسی رہائی بخش نائید کے صاف نکلکر ایک جنگی بندرگاہ میں واپس چلا آیا - ایک سے لیکر تین صدمات پہنچانے کے لئے کم سے کم دس تحت البحر کی ضرورت ! انکی قیمت دس لاکھہ اسٹرلنگ پونڈ' اور یہ قیمت ہے ایک (قریدناٹ) بڑے آہن پوش جہاز کی ! ایک آخری وجہ اور سن لیجئے کہ یہ آزمایش کیوں ممکن العمل نہیں ؟ اگر ہمارے پاس تحت البحر موجود بھی ہوں جب بھی ہم انکا استعمال نہیں کر سکتے - ہمارے آدمی کاردان نہیں - یہ آپ جانتے ہیں کہ ہمت و شجاعت جیسی چاہئے موجود ہے - لیکن جہازوں کے استعمال میں جس اصطلاحی فراست اور ہنرمندانہ ذہانت کی ضرورت ہے وہ مفقود ہے - رہے باہر کے آدمی ہاں ' وہ مل تو سکتے ہیں ' علاوہ قابل ہونے کے بہ رضا و رغبت آنے کے لئے تیار بھی ہیں - لیکن فی الواقع ... ... ' میں یقیناً کہتا ہوں کہ ایک قوم کے بعض معتمد سرشتہ افسر بطور خود خدمات قبول کرنے کو بالکل مستعد تھے - تاہم اس قوم کا نام بتانے سے میں قاصر ہوں - وہ شریفانہ طبائع جان جوکھوں کا سودا ہمارے ہی لئے مول لینا چاہتے تھے لیکن ہماری گورنمنٹ نے انکی ہمدردانہ تجاویز کو شکریہ کے ساتھہ ٹال دیا - مگر کیوں ؟ یہ میں کہہ نہیں سکتا "

طفلانہ گولہ باری

یہاں میں پھر اصل مضمون سے ہٹ جاتا ہوں - دولت عثمانیہ کے ایک مشہور اور نامور فوجی ماہر نے آج ہی مجھہ سے کہا " اٹلی (ازمیر) میں ہمکو بے خبری میں نہیں لے سکتی اور اگر بے خبری میں لے لیا تو وہ کچھہ کر بھی نہیں سکتی - اگر اسنے حملہ کا کوئی خیال مقرر کیا ہے تو اسکو لازم تھا کہ حملہ اسی وقت کر چکتی جب اسکے جہازات (رودس) اور (اسٹامپیلیا) میں داخل ہوئے تھے - عمل و کارروائی کے لئے وہی وقت نہایت مبارک تھا - وہ ساعت گزر چکی ' (ازمیر) کا تحفظ اسوقت اعلی ترین حالت میں ہے ' آدمی ' سامان حرب ' سرمایہ ' رسد ' مخابرات کے تین تین لائن - المختصر کمانڈر کی خواہش کی تمام چیزیں مہیا ہیں - اور کمانڈر بھی اچھا ہے - اٹلی نے ربیں اور دردا میں اپنی جنگی سیرت کا کوئی نقش ہمارے دل پر نہیں چھوڑا اسکے خلاف تعجب کا ہمارے دلوں میں پیدا ہونا ممکن ہے لیکن واقعات تو بھاگ نہیں گئے ' انہیں آپ خود دیکھیں - ایک واقعہ لیجئے : درۂ دانیال کی گولہ باری - اسمیں کونسا عملی فائدہ تھا ؟ اگر آپ ان توپ زدہ مقامات کو جا کر دیکھیں تو انکو بحالت قدیم پائینگے - اسکی گولہ باری بیسود تھی - اسنے ۳۰۰ بم پھینکے - لیکن پانچ پاؤنڈ تک کا بھی نقصان نہ ہوا جو کچھہ ہو اسمیں تو اشتباہ کی راہ نہیں کہ اسکو ہر ہر گولے کی قیمت تقریباً ۱۲۰ پاؤنڈ پڑی ہوگی اسپر طرفہ یہ کہ اسکی توپیں بھی خراب ہوگئیں - ہمارے گولہ اندازوں نے آہستہ آہستہ جواب دیا اور تاک کر دو جہازوں کو پیٹ دیا مگر ہم کو بحری قوم ہونے کا دعوی نہیں -

آپ یہ پوچھتے ہیں کہ ہم نے جزائر میں مورچے چھوڑ دینے کی غلطی کیوں کی اور اپنے کو قیدی کیوں بنادیا' مگر در حقیقت ہم نے کوئی غلطی نہیں کی - ہتھیار اور سپاہ کے چھوڑ دینے سے فائدہ یہ تھا کہ جزیرے میں امن قائم رہے ' اگر دشمن کی مزاحمت کی جاتی تو موجی و بحری کمک آنے ہی اٹلی قتل عام کا بازار گرم کردیتی یہ سچ ہے کہ (رودس) کے مورچے دشمنوں کے مقابلے میں ایک شجاعانہ دفاع کے لئے مستعد تھے ' لیکن غیر مسلم عنصر کی بیوفائیوں نے ہماری تمام آرزوؤں کو خاک میں ملا دیا تاہم حفاظت کی جاسکتی ہے اور کی جائیگی - منجملہ ان چند جزائر کے ایک (میتلن) ہے - اگر اسپر حملہ کیا گیا تو دشمن کو کم از کم آٹھہ دس دن تک سرگرم عمل رہنا پڑیگا - اور چند جزائر کا بھی یہی حال ہوگا - لیکن بہتر ہے کہ تھوڑا کہا جائے اور زیادہ کرکے دکھایا جائے " -

ٹرکی کا غیورانہ عزم

اب پھر محمود شوکت پاشا کی طرف رجوع کرتے ہیں - میں

کہا - ممالک غیر میں یہ خیال بار بار دھرایا جاچکا ہے کہ ترکی کے پاس بحری سامان موجود نہیں ' پس جنگ کا نتیجہ ظاہر ہے "

محمود شوکت پاشا - " ہاں مجھکو معلوم ہے - اس قسم کے متکبرانہ فیصلے خود ساز ناقدوں اور غیب دانوں کے زبان و قلم سے ہوچکے ہیں - میں کوئی مدبر نہیں ' سپاہی ہوں - میرا وظیفہ ہے کہ اپنے ملک کی حفاظت کئے جاؤں - میں نے ایسا کیا ' اور کئے جارہا ہوں اور کرتا رہونگا - ہماری فوجوں کا فرض ہے کہ دشمنوں کے سیلاب کو روکیں ' اپنے حقوق تلف نہ ہونے دیں اور یہ فرض وہ ادا کئے جائینگی " -

میں - " کیا آپ کا خیال ہے کہ کامیابی کے ساتھہ دفاع کرسکینگے ؟ "

محمود شوکت - یقینا ' حتماً ' کامیابی کے ساتھہ "

مسئلۂ طرابلس پر

فرانس کے سابق وزیر جنگ کے خیالات

موسیو (ھانوتو) سابق وزیر جنگ فرانس ایک مشہور سیاسی اہل قلم اور اسلامی مسائل کا واقف کار ہے ' حال میں یورپ اخبارات نے جنگ طرابلس کی نسبت اسکے خیالات شائع کئے ہیں ' وہ لکھتا ہے

" یورپ کی حالت آجکل سخت درجہ ردی ہو رہی ہے ' اٹلی اور ترکی کی جنگ ایک مرض ملعدی کی صورت اختیار کر رہی ہے ' اٹلی نے خود اپنے ہاتھوں اپنے نفس برباد کیا ' ترکی کی داخلی مقاومت نے اسے ساحل پر کھڑا کردیا ہے اور ایک قدم آگے بڑھنے نہیں دیتی -

تمام عالم اسلامی اس جنگ کے نتائج کا انتظار کررہا ہے کیونکہ اب یہ کوئی استعماری (نوآبادیات) یا بحری توازن کا مسئلہ نہیں رہا بلکہ ایک محض دینی اختلاف کا سوال ہوگیا ہے ' اور اسمیں شک نہیں کہ اٹلی - جس نے الحاق طرابلس کا گولہ خود اپنے پاؤں پر پھینک مارا ہے - اب اس سوال کی قیمت کا اچھی طرح اندازہ کرسکتی ہے -

* * * * * * * * * * * * * * *

ترکی کے حرکات سے ظاہر ہوتا ہے کہ وہ پورے سکون سے اس وقت کا انتظار کررہی ہے جب دشمن اپنی تمام قوت خرچ کرکے بالکل مفلس ہوجائےگا ' اس وقت وہ ایک آخری ضرب لگائیگی اور اسکا بڑا ثبوت عثمانی ولایات کی فوجی نقل و حرکت ہے -

ممکن ہے کہ ہم ترکی کو الزام دیں کہ اس نے طرابلس کی مدد کی کوشش نہیں کی ' لیکن میں جواب میں کہونگا کہ جو حالات ہیں ' انکے لحاظ سے یہ اعلی درجہ کی دانشمندی تھی کہ ترکی اپنی تمام فوجی قوت کو قلب حکومت میں جمع کرتی اور طرابلس کی فکر چھوڑ دیتی ' کیونکہ وہاں عرب باشندے تمام افریقی ولایات کو دشمن سے بچالینے کیلئے پوری طرح کافی ہیں اور اٹلی کی بدبختانہ غلطی یہی ہے کہ حملے سے پہلے عربوں کی عسکری قیمت کا اندازہ نہ کرسکی -

ترکی نے جو کچھہ کیا یہ اسکی فوجی تقسیم کی اعلی سے اعلی قابلیت و مہارت کا ثبوت ہے -

ہم اس موقعہ پر اس سے بھی بے خبر نہیں ہیں کہ وہاں ایک فوجی طاقت ہے جسکی تعداد ۶۰۰٬۰۰۰ سپاہیوں تک پہنچکر ختم ہوتی ہے اور تمام اسلحہ و ذخائر ضروری اپنے ساتھہ رکھتی ہے ' اور وہ یورپ کی سب سے بڑی فوج ہے جسکے بعد کوئی فوجی طاقت کا درجہ نہیں -

البتہ اٹلی کے پاس ترکی کو مجبور کرنے کا ایک ذریعہ ہے ' یعنی درۂ دانیال اور قسطنطنیہ پر فوجی قوت کی نمائش ' اگر ہم فرض کرلیں کہ دول اسمیں خارج نہیں ہونگے اور اٹلی کی بحری فوج باسفورس تک پہنچ بھی جائےگی جب بھی اسکے لئے ایک بڑی جنگ کا مرحلہ باقی رہجائےگا اور یہ جنگ عثمانی فوج یعنی دنیا کی آخری درجہ کی بڑی طاقت سے پیش آئےگی اور جہاں آئےگی وہ ایک وسطی نقطہ ہے ' جس سے ریل کے خطوط تمام عثمانی چھاونیوں تک پھیلے ہوئے ہیں - ایسی حالت میں اسکا فیصلہ آسان نہیں کہ اٹلی کی فوج کو سمندر کی مچھلیوں کی غذا بننے کے سوا اور بھی کچھہ ہاتھہ آئےگا یا نہیں ؟

یہ بھی خیال خام ہے کہ اٹلی طرابلس کا انتقام دائرۂ جنگ کو وسیع کرکے لے لے ' اس وقت ایک لاکھہ سے زیادہ اٹالین فوج طرابلس میں طعمۂ ہلاکت ہو رہی ہے ' نتیجہ یہ نکلیگا کہ وہاں سے فوج ہٹاکر نئے مقامات اور جزائر میں منقسم کردینی پڑےگی ایسی حالت میں طرابلس کی حالت اٹلی کیلئے بد سے بدتر ہوجائےگی -

آج طرابلس میں صرف ترکی ہی دشمن سے برسر پیکار نہیں ہے بلکہ وہ تمام عالم اسلامی کو اپنے ساتھہ رکھتی ہے جسکی نظریں اسکی ہر حرکت کے ساتھہ حرکت کر رہی ہیں ' ضرور ہے کہ وہ دول یورپ جنکے لئے قطعاً اٹلی کا قبضۂ طرابلس مضر ہے اب ترکی کی اعانت کریں ' اور خواہ کچھہ بھی ہو اٹلی کیلئے کوئی صورت فلاح نہیں -

آجکی حالت سنہ ۱۸۷۸ سے بالکل مختلف ہے جب کہ (گرینڈ نکولا) نے (سین اسٹی فانو) پر قبضہ کرلیا تھا اور توپوں کے گولے داخل (دولمہ باغچہ) اور (تک اوغلی) پر جاکر پھٹتے تھے ' اس وقت فی الحقیقت قسطنطنیہ میں نہ تو حکومت تھی اور نہ فوج ' تاہم اس وقت بھی روس کو کچھہ حاصل نہیں ہوا اور اب تو ایسا ہونا محال قطعی ہے -

شؤن عثمانیہ

ترکی اور مانٹی نگرو میں جنگ

(سنجم ۴ - اگست) کل صبح مانٹی نگرو کے سرحدی گارڈ اور ترکوں میں لڑائی ہوگئی اور شام تک جاری رہی - اہل مانٹی نگرو کہتے ہیں کہ ترکوں کی طرف سے پیش قدمی ہوئی تھی اسلئے ہم نے حملہ آوروں کی مورچہ بند خندق کو توپوں سے اڑا دیا - انکا یہ بھی دعوا ہے کہ ترکوں کے ۵۰ آدمی ہلاک اور ہمارے صرف ۱۲ - لیکن ۱۵ - زخمی ہوئے -

(سالونیکا ۴ - اگست) دوسری اگست کو (کوچنہ) کے بازار میں دو بم کے گولوں کے پھٹنے سے دو یہودی ' چار ترک ' اور ۳۲ بلغاری ہلاک ہوگئے نیز ۳ ترک ۱۱ بلغاری زخمی -

(ستیج ۳ - اگست) کل ترک اور البانیوں میں تمام رات لڑائی

ہے

ہوا کی لیکن کوئی انقطاعی نتیجہ نہیں نکلا انقلاب اطراف و جوانب میں پھیلتا جاتا ہے -

(استنبول ۵ - اگست) عثمانی وزرا نے سرحد کی لڑائی کے متعلق ۲۴ گھنٹے کے اندر تشفی بخش جواب طلب کیا ہے ورنہ سیاسی تعلقات باہمی بالکل ٹوٹ جائینگے -

(سالونیکا ۵ - اگست) کوچانہ سے آنیوالے مسافروں کا بیان ہے کہ بمب کے پھٹنے سے قریب سو سے زیادہ آدمی ہلاک ہوئے تھے -

(ایضاً) بلغاری قافلے جوق جوق ممالک عثمانی میں داخل ہوکر ضلع (اشتیپ) کے دہقانوں میں اسلحہ تقسیم کر رہے ہیں -

(پیرسیرند) اور (میتروتسا) کی فوجیں باغیوں کی شریک ہو گئی ہیں اور (پریسدنا) کی البانی کانفرنس میں اپنے ڈیلیگیٹ بھیجدئے ہیں -

(ایضاً ۶ - اگست) کل تمام دن سرحد میں لڑائی جاری رہی - مانٹی نگریوں کو حکم دیا گیا کہ وہ دامن سرحد سے بھاگ کر دفاعی پہلو اختیار کریں - ترکوں نے سرحد سے پار ہو کر حملہ کیا لیکن مانٹی نگرو کے پیادہ سپاہیوں اور توپخانوں نے پسپا کردیا (جنرل وکسوتچ) کے نام اس مضمون کے احکام جاری کئے گئے ہیں کہ ترکوں کو قیام امن پر مائل کرے - ترکوں کو پسپا کردینے کے بعد مانٹی نگریوں نے سرحد تک اُنکا تعاقب کرتے ہوئے نمبر قلعہ بند مقاموں پر قبضہ کرلیا -

(ایضاً سالونیکا ۶ - اگست) مانٹی نگرو نے ترکی شکایات کا جواب تلخی کے ساتھہ دیا ہے کہ ہمارا کوئی سپاہی عثمانی سرحد پر نہ تھا - ترک ہم کو برافروختہ کرنے چلے آئے ہیں اسی سبب سے لڑائی ہوئی -

(صوفیا ۶ - اگست) اس رپورٹ کی بنیاد پر کہ چہارم و پنجم ماہ رواں کے حادثے کے بعد عثمانی فوج نے (کوچانہ) کے بلغاریوں کا قتل عام کردیا : وزیر اعظم نے اپنے وکیل متعینۂ قسطنطنیہ کو ہدایت کی ہے کہ شدت کے ساتھہ تدارک واقعہ اور مجرموں کی پاداش مطالبہ کیا جائے -

اتھینس میں مشہور کیا جاتا ہے کہ یہ بالکل سچ ہے کہ (کوچانہ) کے بمب کے حادثے کے بعد ہی سات گھنٹے تک قتل عام رہا جسمیں ۵۰ عیسائی ہلاک کئے گئے اور ۲۰۰ سے زیادہ مجروح ہوئے -

(لندن ۸ - اگست) ترکی مجلس مبعوثان کی برہمی سے البانیوں میں سکون و قرار پایا جاتا ہے اور اب انہوں نے مسکوب پر دھاوا کرنے کا ارادہ فسخ کردیا -

(لندن ۸ - اگست) کوچانہ کے قتل عام کا واقعہ بلغاریا میں ایک عام جوش پیدا کررہا ہے - صوفیا کے اخبارات کہتے ہیں کہ اگر دول عظام نے بلقان میں قیام امن کی سعی نہ کی تو پھر ہمیں جو کرنا ہے کرلینگے -

(ایضاً) ٹائمس کے دفتر سینٹ پیٹرسبرگ سے خبر آئی ہے کہ سرویا اور بلغاریا کے ما بین اتحاد کی کارروائی ہوچکی -

(ایضاً) ترکوں نے یہ تجویز پیش کی ہے کہ ایک مشترک کمیٹی بیٹھکر اس سرحدی جنگ کا فیصلہ کرے - روس نے مانٹی نگرو کو اشارہ کیا ہے کہ اس جھگڑے سے اپنے کو بچاؤ -

ہجوم مشکلات و تصادم احزاب

(قسطنطنیہ ۴ - اگست) یہاں سخت بد امنیاں پھیلی ہوئی ہیں - انجمن اتحاد و ترقی پارلیمنٹ کو ترغیب دے رہی ہے کہ وزیر جنگ سے مواخذہ کیا جائے جسپر انجمن کا یہ الزام ہے کہ فوجی مجلس سے اسکی سازش ہے -

ایوان حریت (لبرٹی ہال) میں ۸۰ - افسروں اور شرکاے انجمن اتحاد نے جمع ہوکر یہ رزولیوشن پاس کیا کہ پارلیمنٹ غیر آئینی طریقے سے ہرگز برہم نہ کی جائے -

ایوان وزارت کی نشستیں دیر دیر تک ہو رہی ہیں جس سے یقین کیا جاتا ہے کہ یہ طے پا چکا ہے کہ شدت عمل سے کام لیکر اکثر اسیر گرفتار کر لئے جائیں -

(قسطنطنیہ ۵ - اگست) مجلس اعیان نے گورنمنٹ کی اس تحریک کو منظور کیا ہے جسمیں (کانسٹیٹیوشن) کی یہ تاویل کی گئی تھی کہ موجودہ پارلیمنٹ پچھلی پارلیمنٹ کا محض ایک سلسلہ ہے لہذا ایراد کا وقت پورا ہوگیا - پارلیمنٹ کی برہمی کے لئے ایک ایراد آج گشت کرنیوالا ہے -

(قسطنطنیہ ۵ - اگست -) پارلیمنٹ نے گورنمنٹ اور مجلس اعیان کی تاویل پر بے اعتمادی کا ووٹ پاس کیا - اسطرح پر گورنمنٹ اور انجمن اتحاد کے مابین ایک بلاواسطہ تنازعہ پیدا ہو جاتا ہے - انجمن کے غالب عنصر سے پارلیمنٹ مرکب ہے اور اُسکی پیٹھہ پر اکثر طاقتور فوجی اور سرکاری گروہوں کا ہاتھہ ہے لیکن ان سب کے مقابل البانی داعیوں کو سمجھنا چاہئے جنکے لیڈر مصر ہیں کہ پارلیمنٹ کی برہمی میں دیر نہ کی جاے -

(ایضاً) باوجود اعتماد شکن ووٹوں کے وزیر اعظم نے مجلس اعیان اور مجلس مبعوثان میں جاکر فرمان سلطانی پڑھہ سنایا جسنے پارلیمنٹ کو توڑدیا اور نئے انتخاب کا حکم صادر کردیا گیا -

(ایضاً) پارلیمنٹ کا صدر اعلیٰ کل محل میں حاضر ہوا کہ سلطان کو گورنمنٹ کے خلاف بے اعتمادی کے ووٹ کے متعلق اطلاع دے لیکن جلالت مآب نے ملنے سے انکار کردیا -

(ایضاً) پارلیمنٹ میں سلطانی جواب پڑھکر سنایا گیا کہ ایوان وزارت کو سلطان کی کامل خوشنودی و اعتماد حاصل ہے -

(ایضاً) سنا جاتا ہے کہ وزارت نے یہ طے کرلیا ہے کہ انجمن اتحاد و ترقی کے بعض معروف ارکان گرفتار کرلئے جائیں - طلعت بے اور جاوید بک کا بھی نام آتا ہے -

(ایضاً) ایوان وزرا اس امر کے اعلان پر متفق الآرا ہیں کہ قسطنطنیہ میں ۴۰ دن تک محاصرے کی حالت رہیگی -

(قسطنطنیہ ۷ - اگست) جاوید بک اور طلعت بک جنکی گرفتاری کی نسبت ایوان وزارت کا فیصلہ مشہور ہوچکا ہے سالونیکا چلدیے ہیں جہاں انجمن اتحاد و ترقی کے ساتھہ گفت و شنود کرینگے -

Print.. & Published by ABUL KALAM AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRINTING WORKS, 7 1, McLeod Street, CALCUTTA.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad,

7-1, MacLeod street.

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly " " 4-12.

مدیر مسئول و خصوصی

احمد المکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ٦ — کلکتہ : یکشنبہ ۱۸ اگست ۱۹۱۲ ع — جلد ۱

شذرات

اطلاع ضروری

خاص حالتوں میں طلبا کے ساتھہ نصف قیمت کی رعایت کی گئی تھی ' چنانچہ ابتک سیکڑوں درخواستیں اسی بنا پر منظور کرلی گئیں ' مگر اب هم دیکھتے هیں تو اسطرح کی رعایت جلد در جلد مشکلات سے خالی نہیں - پس آیندہ سے نصف قیمت کی رعایت قطعاً بند کردی گئی ہے ' کوئی صاحب درخواست بھیجنے کی تکلیف نہ اٹھائیں - البتہ طلبا کو ۸ - روپیہ کی جگہ ٦ - روپیہ میں اخبار دیا جائیگا اور انشـــاء اللہ خواہ دفتر کو کتنا ھی نقصان ھو مگر اس رعایت کو ھمیشہ قائم رکھنے کی کوشش کی جائے گی -

---

(مسلم یونیورسٹی) اور مسئلہ الحاق کی نسبت جو مجلس لکھنؤ میں ہونے والی تھی ' پچھلے اتوار کو منعقد ہوئی - تین گھنٹے کے بحث و مباحثہ کے بعد با تفاق قرار پایا کہ گورنمنٹ سے نظر ثانی کی درخواست کی جائے اور بحالت موجودہ چارٹر لیا منظور نہ کیا جائے ' ۱۴ - کو دہلی سے جو تار آیا ہے ' اس سے معلوم ہوتا ہے کہ علی گڈہ کانسٹیٹیوشـــن کمیٹی نے اس مضـــمون کی چٹھی ابھی آنریبل ممبر تعلیم کے نام بھیجدی ہے -

---

اس جلسے میں ایک عجیب بات یہ ہوئی کہ تمام کارروائی علانیہ روز روشن میں انجام دی گئی - روز روشن میں تو پہلے بھی ہوتی تھی مگر رازداری کی ظلمت اسقدر شدید تھی کہ دیکھنے والوں کو تاریکی کے سوا کچھہ نظر نہیں آتا تھا -

مگر شاید آنریبل ممبر تعلیم کی چٹھی کے شائع ہو جانے کے بعد پبلک اب کچھہ زیادہ اس لطف و نوازش کی آرزومند بھی نہ تھی -

پبلک کو اب حالات سے الگ جانیں یا پوشیدہ رکھا جائے - مولوی صباح الدین صاحب اجلاس کے دوسرے هی دن قاعدات پریس میں بھیجدیں یا نہ بھیجیں ' اب ان باتوں سے کیا ہوتا ہے ' جو وقت قوم کو اظہار رائے کا موقعہ دینے کا تھا ' اس وقت تک تو یونیورسٹی کے سرائر و خفایا ایک وجود طلسم رہے ' اب اگر یونیورسٹی کا دفتر اپنی پوری الماری سر راہ لا کر بھی رکھ دے تو حالات معلوم کرکے هم کیا کریں -

تاهم قوم کو پھر بھی اس " رود نشناسی " کیلئے ممنون هونا چاهئے گو بعد از قتل -

---

اخبارات میں شائع کیا گیا ہے کہ " کونسل آل انڈیا مسلم لیگ نے بالاتفاق رائٹ آنریبل مسـٹر امیر علی کو لیگ کے آیندہ اجـلاس لکھنو کا پریسیڈنٹ منتخب کیا ہے " لیکن معلوم نہیں کونسل نے انکے مصارف سفر کا بھی کوئی ایسا انتظام کرلیا یا نہیں جو سفر سے پہلے هی انکی خدمت میں پہنچ جائے ' اگر نہیں کیا ہے تو دہلی کے اجلاس لیگ کی طرح اب کے بھی هم عجب نہیں کہ انکی زیارت سے محروم رهیں - مسلمانوں کی عقیدت و ارادت اور اظہار خشـوع و خضـوع مانا کہ ایک قیمتی شے ہے ' لیکن کیا کیا جائے کہ (پی - اینڈ - او) کے جہاز پر روپیہ لیکر هی سوار ہونے دیتی ہے -

زر می طلبد ' سخن درین ست

(پونا) کی اردو کانفرنس میں (ہز ایکسلنسی گورنر بمبئی) نے مسلمانان ہند کے موجودہ مسائل پر جو تقریر کی ' هم نے گذشتہ ہفتے پڑھی تھی اور قلت گنجایش کی وجہ سے اسکا تذکرہ اس ہفتے کیلئے اٹھا رکھا تھا ' لیکن دیکھتے هیں تو آج بھی اسکا موقعہ نہیں -

یہ ایک نہایت دلچسپ تقریر تھی - ہز ایکسلنسی گورنر بمبئی کو مسلمانوں اور مسلمانوں کے ملکوں سے بہت پرانی دلچسپی ہے اور وہ جب کبھی انکی نسبت کچھ کہنا چاہتے ہیں تو عموماً گہری دلچسپی کے لب و لہجہ کو اختیار کر لیتے ہیں -

انہوں نے اپنی تقریر کے اکثر حصوں میں مسلمانوں کی موجودہ حالت کو امید افزا بتلایا ہے - ترقی تعلیم و تربیت کی جو حرکت ہر طرف پیدا ہو گئی ہے' وہ کہتے ہیں کہ نظر انداز کرنے کے قابل نہیں - مسلم یونیورسٹی کا خیال انکی رائے میں اسکا ثبوت روشن ہے' اور اب مسلمانوں کو جلدی کی گھبراہٹ کی جگہ' صبر کا انتظار کرنا چاہئے - آخر میں انہوں نے نصیحت کی ہے کہ " ہمیشہ گورنمنٹ اور ہمسایہ اقوام کے ساتھہ ملکر کام کیجئے' آپ ہم پر بھروسہ کر سکتے ہیں جو دنیا کی قوموں کے مقابلے کے لحاظ سے ہم انجام دے سکتے ہیں"

اس مشفقانہ نصیحت کیلئے ہم ہز ایکسلنسی کے ممنون ہیں' لیکن افسوس کہ نصیحت گو کی نسبہ قدیمی ہے' مگر اسکو کیا کیجئے کہ بازار میں اب پیشتر کا سا تیز نرخ باقی نہ رہا -

ہز ایکسلنسی کو معلوم ہونا چاہئے کہ ہم اس نصیحت پر برابر نصف صدی سے عمل کر رہے ہیں - ہم نے ہمیشہ گورنمنٹ پر اعتماد کیا' اور اس اعتماد کیلئے جس جس قربانی کی ضرورت ہوئی کبھی دریغ نہیں کیا - اسی اعتماد کی خاطر ہم نہ صرف اپنے ناقص کزور ہمسایوں کے' بلکہ خود اپنے بھی دشمن رہے' اور انکی کی خاطر سارے جہاں کی دشمنیاں مول لے لیں - کونسی فہمی تھی جو ہمارے لئے ہو سکتی تھی جو ہم نے اس نصیحت پر نثار نہ کر ڈالی ؟ ہم نے گورنمنٹ کی چوکھٹ پر سجدے کئے ہیں اور اسکے ابروے کے محراب کو ہمیشہ محراب عبادت یقین کیا ہے - لیکن :

عمر در خدمت عرب در تو صنم حد شد قدیم

برہمن می شدم گر این قدر زناری بستم

ہماری عاشقانہ نیازمندیوں کا ہمیں جو جواب ملا' وہ ابھی اتنا پرانا نہیں ہوا ہے کہ دہرانے کی ضرورت ہو -

---

ہز ایکسلنسی کی نصیحت یقیناً محبت اور ہمدردی سے خالی نہوگی مگر ان وہم نصیبوں کی دل کی تپش کیا معلوم ؟ حکومت کے بستر پر لذت کو مشکل ہے کہ محکومی کی خاک پر لوٹنے والوں کا درد سمجھا جا سکے - انکی مجبوری واضح ہے -

زدامنے نہ کشادیم ما تہی دستان

تو میوہ سر شاخ بلند را چہ خبر ؟

(علیٰ ہذا) کے زوال کا ایک اٹل قانون قرآن کریم نے سنا دیا ہے :

ان الملوک اذا دخلوا قریۃ افسدوھا' وجعلوا اعزۃ اھلھا اذلۃ ([illegible])

ہمارے سامنے تو صرف دو ہی راہیں ہیں (فمن شاء فلیؤمن ومن شاء فلیکفر) کفر و اسلام' شرک و توحید' غرور و حکمت' و کذب' حق و باطل؛ ہر شخص مختار ہے کہ دونوں میں سے ایک کو اختیار کرلے (لا اکراہ فی الدین قد تبین الرشد من الغی) لیکن فن اخلاق کے ماہرین کہتے ہیں کہ یہ غلط ہے' کفر و ایمان کے درمیان ایک برزخی اور بین بین راہ بھی ہے' اور وہی سب کو اختیار کرنی چاہئے' اسی میں فلاح اور اسی میں ہر طرح کی بہبود ہے؛ کفر و اسلام' دونوں کو ساتھہ لیجئے؛ بت پرستی و توحید' دونوں کو دل میں رکھئے؛ اہرمن اور یزداں' دونوں کو رام کیجئے؛ ایک ہی طرف کیوں جھکیے جب دونوں دروازے کشادہ ہو سکیں ؟ صرف ایک ہی کے کیوں ہو رہیے' جب دونوں سے بھی رسم و راہ قائم رہ سکے ؟ نؤمن ببعض ونکفر ببعض' ویریدون ان یتخذوا بین ذلک سبیلا - (۴ : ۱۵۰)

معشوق ما بشیوۂ ہر کس موافق ست

با ما شراب خورد و بزاہد نماز کرد

ہم اپنے بعض پاک باطن مگر ظاہر آلود دوستوں کو دیکھہ رہے ہیں کہ دبی زبان سے ہمیں اسی تعلیم کی دعوت دینا چاہتے ہیں؛ اخلاق کے بعض دلچسپ پیرایے نوک زبان ہیں اور کہتے ہیں کہ حق گوئی سے مانع نہیں' لیکن اگر حق گوئی کا حق اسطرح ادا ہو سکے کہ باطل کا دل بھی ہاتھہ میں رہے تو اسمیں کیا مضائقہ ؟ ایک زمانے کو خواہ مخواہ دشمن بنالینا کونسی عقلمندی کی بات ہے ؟

اسمیں شک نہیں کہ ان تعلیمات میں نفس انسانی کیلئے بڑی سخت کشش ہے - ہر دلعزیزی اور ممدوح خلائق ہونا کسے پسند نہیں ؟ ہم ضرور اسپر عمل کرنے کی کوشش کرتے مگر افسوس ہے کہ ہمیں تو کوئی دوسری راہ سامنے نظر نہیں آتی - جس راہ پر چلکر زمانہ سمجھہ رہا ہے کہ دونوں راہوں کا برزخ اسکے قدموں کے نیچے ہے' وہ فی الحقیقت نفس شریر کے خدع و فریب کا ایک سیمیائی کرشمہ ہے ورنہ وہ گلیاں بھی بالآخر اسی شاہراہ میں جا کر ملتی ہیں - اسلام اور حق و صدق مرادف الفاظ ہیں' اسکی راہ تو ایک ہی ہے اور ایک ایسا باریک خط' جسکے ادھر ادھر قدم ٹکانے کا کوئی سہارا نہیں' اگر قدم کو ذرا بھی لغزش ہوئی تو پھر یقین کیجئے کہ آپکے لئے کفر و باطل کے سوا اور کوئی شاہراہ نہیں ہے' (النفاق) کی مقبول عام گلی بھی اسی شاہراہ کی ایک شاخ ہے' نام تو بدل گئے ہیں اور راستہ ایک ہی ہے' کفر سے تعبیر کیجئے یا نفاق سے - سچ ہمیشہ سے ایک ہی جگہ اور ایک ہی حال میں رہا ہے' جب ملے گا تو وہیں ملے گا' اور راہوں اور شکلوں میں ڈھونڈھنا لا حاصل ہے - آج سے پہلے - تیرہ سو برس ہوئے ایک بڑی جماعت تھی' جس نے اسی گوشے میں پناہ لینی چاہی تھی' مگر خدا نے فرمایا :

ان المنافقین یخادعون اللہ وھو خادعھم * * * مذبذبین بین ذلک' لا الی ھؤلاء ولا الی ھؤلاء (۴ : ۱۴۲)

(حق) اور (باطل) دونوں آپکے سامنے ہیں [illegible]

[illegible] ایک کو پسند کر لیجئے [illegible]

مناسبت ' پیرایۂ بیان ' طرز ادا ' الفاظ شہوت‌نما و معانی زہر آلود '
اور یہی قیمتی تسلیم باتیں ہیں جنکے (نفاق) کے سوا اور کوئی لقب
نہیں دیجیئے گا تو صداقت کو چوٹ لگے ہی گی ' اسکو بچانے کی کوشش
نہ کیجئے ' ورنہ آپ کفر سے زیادہ دنیا کیلئے مہلک ہیں - نرمی و آشتی '
یہی ادا ' پیرایۂ بیان ' مصلحت بینی ' اور مقتضیات زمانہ کے اگر یہی
معانی ہیں جو بتلائے جاتے ہیں ' تو خدا کیلئے ہمیں سمجھائیے کہ
پھر نفاق و منافقی کی خصوصیات اور کیا ہیں ؟ اگر ایک بات سچ ہے
تو اسکو صاف صاف کہدیجئے ' اگر کچھہ لوگ برے ہیں ' تو کھول کھول
کر انکی برائی بیان کردیجئے - بری باتوں کے اظہار کیلئے اچھے لفظ کیوں
تلاش کیے جائیں ؟ بد اعمالوں کو کیا حق حاصل ہے کہ نیک کرداروں
کے حقوق کا مطالبہ کریں ؟ اگر یہ طریقہ پسند نہیں تو پھر بتوں کو
آستینوں میں چھپانے کی جگہ بہتر ہے انہ سر پر جگہ دیجئے - ظاہر و
باطن میں مطابقت ' جھوٹ میں بھی ہو تو سچائی سے خالی نہیں :

بس کافر ست زاہد از برہمن ' ولیکن
اورا بتے ست در سر در آستین ندارد

یا ایہا الذین آمنوا لا تخونوا اللہ والرسول وتخونوا اماناتکم وانتم تعلمون

ہم سے یہ بھی کہا جاتا ہے کہ کڑوی سے کڑوی دوا پی لین گے
مگر شرط یہ ہے کہ شربت کہکر پکار دے ' دوا کا نام زبان پر نہ آئے کہ
اس سے ہمیں سخت چڑ ہے - خیر ' اگر آپ منہ بنانا چھوڑ دیں تو
ایسا کرکے بھی دیکھہ لیں گے ' مقصود دوا پلانے سے ہے نہ کہ ڈرانے سے ؟
مگر براہ کرم چند دنوں تو توقف ہی فرمائیے ' کچھہ عرصے تک تو دوا
کا نام سننا ہی پڑے گا - آپ نے چالیس برس تک شہد و شکر سے
کام و زبان کو لذت بخشی ' دو چار دن کڑوی کسیلی دواؤں کا تذکرہ
سن لیجئے گا تو کیا حرج ہوگا ؟ عجب نہیں کہ چند دنوں میں
سنتے سنتے آپکی وحشت بھی کم ہو جائے ' اور پھر ایسے عادی
ہو جائیں کہ شربت بھی ملے تو دوا کہکر منہ سے لگائیں -

مشکل یہ ہے کہ نوک تیشے کی ضرب کی سختی تو دیکھتے ہیں
مگر یہ نہیں دیکھتے کہ عمارت کی بنیاد بھی تو برسوں کی پرانی ہے '
اگر کسی پرانی بنیاد کو اکھاڑنا مقصود ہو تو اسپر ابتدا کی ضربیں
سخت سے سخت لگائیے ' جب جڑ ہل جائیگی تو پھر آپکو اختیار
ہے ' انگلیوں سے مٹی ہٹا کر اینٹوں کو ایک ایک کرکے اٹھا لیجئے گا -
لیکن اگر پہلی ضرب ہی سست پڑی تو پھر برسوں میں بھی نئی
عمارت کیلئے جگہ صاف نہو سکے گی - یہی سبب ہے کہ ہم اس وقت
اپنے کاموں کیلئے سخت سے سخت سختی کو بھی نرمی سمجھتے ہیں '
جہاں تک کاندھوں میں زور ہو ' جلد جلد ضربیں لگائے جائیے -
زمانے کا سیلاب بھی آپکی مدد کیلئے تیزی سے امڈا آرہا ہے ' اگر
آپنے اپنا کام پورا کردیا تو پھر آپکو ہمیشہ کیلئے فرصت ہے ' یہ سیلاب
خود بنیاد کی مٹی تک بہا لیجائیگا - وما ذلک علی اللہ بعزیز -

الحمد للہ کہ روز بروز ملک کے عدم اتفاق کی فہمی نے تنسیخ
میں اک مضمون کو پورا کردیا ہے :

خدا شری بر انگیزد کہ خیری ما دران باشد
و عسی ان تکرہوا شیئاً ' و ہو خیر لکم -

سب سے زیادہ دلچسپ آجکل (مولوی بشیر الدین) صاحب کے
رشحات قلم ہوتے ہیں - آپ فرماتے ہیں کہ پچھلے سال تک تو ہم
اپنی پرانی پولٹکل پالیسی ہی پر قائم تھے مگر اب گورنمنٹ پر
اعتماد کرنے کے مخالف ہیں - لیکن کیوں جناب ' جن لوگوں کی
پچھلے سال سے پہلے بھی وہی راہ تھی جسکو رک رک کر آج آپ
دھرا رہے ہیں ' انکی نسبت آپکا کیا خیال ہے ؟ نعوذ باللہ من شرور
انفسنا ' و من سیئات اعمالنا : " من یضلل اللہ فما لہ من ہاد '
و من یہدی اللہ فما لہ من مضل " ؟ (۳۹ - ۳۹)

ہم پر گذشتہ چھہ سال کا زمانہ عجب طرح کا گزرا ہے ' خاموشی
تھی مگر تپش اور سوزش سے بھری ہوئی - اس زمانے میں
صرف چند اصحاب ہی ایسے تھے ' جنکی صحبت میسر آجاتی تھی
تو ہم‌مشربی اور ہم خیالی کی لذت دنیا کی وسعت مگر مکدر
صحبتوں سے مستغنی کردیتی تھی - منجملہ ان چند بزرگوں کے ایک
ہمارے صدیق جلیل جناب (سید اکبر حسین) صاحب اکبر الہ آبادی
بھی ہیں - زمانہ انکے عدیم النظیر شاعری کی جسقدر داد دے رہا ہے
وہ انکے کمال فطری کا قدرتی خراج ہے اور کوئی کافی صلہ نہیں '
لیکن ہم تو انکے صاف رنگ آمیز خیالات کو انکی شاعری کی سطح
سے بھی بدرجہا بلند پاکر خود انسے ایک خاص خصوصیت رکھتے ہیں
اور جب کبھی انکی صحبت میسر آگئی ہے تو اسکو بسا غنیمت
سمجھتے رہے ہیں ' اس دور نفاق و فساد میں اتحاد خیال و مشرب
اگر ہاتھہ آجائے تو نعمت غیر مترقبہ ہے -

(الہلال) کا پہلا نمبر دیکھکر انہوں نے جو عنایت نامہ لکھا تھا '
اسے ہم جواب طلب خطوں میں رکھکر بھولگئے تھے ' مگر محبت کی
صدائیں بھولنے کیلئے نہیں ہوتیں ' اس وقت خود بخود سامنے آگیا -
لکھتے ہیں :

" مکرمی و محبی ' علیل و نا تواں ہوگیا ہوں ' اب زبردستی کا
جینا ہے ' دل کو دنیا سے بے انتہا کم تعلق رہگیا ہے ' کچھہ تو میرے
حالات خاص ' اور کچھہ میرے عام خیالات جہان فانی کی نسبت -
آپکو مبارک ہو کہ آپکا دلی ارادہ اب قریب تکمیل ہے * * * * *
بہ سبب ناتوانی کے ان روزوں مضمون وضمون کچھہ نہیں ہے ' لیکن
آپنے یاد آوری سے عزت بخشی ' دل میں ایک حیات تازہ پیدا ہوئی
اور آپکے پرچے کی نسبت یہ شعر ذہن میں آیا :

عروج حق کو نہ ہوگا زوال دنیا میں
ہمیشہ بدر رہے گا (ہلال) دنیا میں "

(الہلال) کی نسبت آغاز اشاعت سے احباب کے جو عنایت نامے
اظہار حسن ظن و التفات محبانہ کے پہنچے ' ان میں اکثر اپنے
مطالب کے لحاظ سے اہمیت رکھتے تھے اور قابل اشاعت بھی تھے ' مگر
ہم نے ان کو شائع کرنا ضروری نہ سمجھا ' کچھہ تو اس سبب سے کہ

اپنی تعریف کو ان کالموں میں شائع کرنا ' جو شاید اپنی مذمت کیلئے زیادہ موزوں ہیں : کوئی اچھا طریقہ نہیں ' دوسرے یہ بھی خوف تھا کہ ان میں بعض خطوط خانقاہ نشین مگر زند مزاج ہم مشربوں کے ہیں ' انکو شائع کرتے ہوے ہم ڈرے کہ کہیں انکی برادری میں (پرانی سوسائٹی کے حقہ پانی کی جگہ) انکا سگرٹ چائے بند نہ ہوجائے -

مگر جناب (سید اکبر حسین) صاحب کی تحریر کے لوگ مشتاق رہتے ہیں اور خود ہم کو بھی عزیز ہے اسلئے عادت کے خلاف شائع کردی -

---

البتہ ان خطوں میں بعض خط ایسے بھی ہیں جنسے موجودہ دور کے انقلاب خیالات اور ایک رنج جدید کی توالد کا پتہ چلتا ہے' اور شمار و اعداد سے کام لیجئے ' تو ایک امید افزا مستقبل کا نقشہ مرتب کیا جا سکتا ہے - ہم نے ایسے خطوط اپنے پاس رکھ لیے تھے کہ فرصت کے وقت دیکھکر اچھے الگ کرینگے ' مگر روز روز انکی تعداد بڑھتی گئی اور ایک مربع مقدار طلبداں عمل اور ہم میں حائل ہوگیا ' مجبوراً آج انکو دفتر میں بھیجدیتے ہیں ' اگر مہلت ملی تو موجودہ تغیرات خیالات کے متعلق ایسے نہایت مفید اور دلچسپ حوالے منتخب کرینگے ' اور شاید آجکل کے بڑے بڑے حامی حلقوں کو تعجب کرنا پڑے گا کہ جنکو ہمیشہ اپنے میں سمجھتے رہے' وہ تو کٹ کر غیروں میں شامل ہو گئے ہیں -

---

خون ناحق

جنگ طرابلس کے متعلق مختلف قسم کے مضامین کا یہ ایک مجموعہ ہے جسے جناب شیخ احسان الحق صاحب رئیس میرٹھ نے مرتب کیا ہے اور ہلالی پریس دہلی سے شائع ہوا ہے قیمت ایک روپیہ ہے اور محمد اقرار صاحب سے " لال کرتی : کمپ میرٹھ " کے پتے سے ملسکتا ہے -

سب سے پہلی بات جو اسکے متعلق لکھی جائے وہ اسکی دلکش چھپائی اور کتابت کا حسن ہے ' ہم حیران ہیں کہ دہلی کا ایک نیا پریس کیونکر لیتھو پریس کا ایسا بہترین نمونہ دکھانے پیش کرسکا ؟ آجکل کی بہتر سے بہتر مطبوعات بھی اسکی دلکش کتابت اور درخشندہ چھپائی کے مقابلے میں نہیں آسکتی -

رہے مضامین' تو وہ تمام ہندوستان کے مشہور مضمون نگاروں کے قلم سے نکلے ہوے ہیں' مشہور اخباروں میں جو مضامین نظم و نثر جنگ کے متعلق نکلتے رہے ہیں ' شیخ صاحب نے انھیں ایک اچھی ترتیب کے ساتھ جمع کردیا ہے اور نہ کسی موضوع پر اہل قلم کی کاوشوں کے نتائج محفوظ کردینے کا اچھا ذریعہ ہے ' تاہم اسکی ظاہری رعنائی اس سے بھی بڑھکر کسی تصویر معنی کا نقاب بن سکتی تو بہتر تھا -

ناظرین اس مجموعے کو ضرور ملاحظہ فرمائیں

---

۱۸ : اگست ۱۹۱۲

— * —

الامر بالمعروف والنہی عن المنکر

الحب فی اللہ ' والبغض فی اللہ - الساکت عن الحق شیطان اخرس

كنتم خير امة أخرجت للناس ' تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله - (۳ : ۱۰۶)

(۲)

(اسلام) نے اپنی تعلیم و دعوت اور اپنی امت کے قیام و بقا کیلئے اساس اولین اور نظام ابتدائی ایک اصول قرار دیا ہے اور اسکو وہ " امر بالمعروف ونہی عن المنکر " سے تعبیر کرتا ہے :

ولتكن منكم امة يدعون الى الخير ' ويامرون بالمعروف ' وينهون عن المنكر اولائك هم المفلحون (۳ : ۱۰۰)

تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہئے ' جو دنیا کو نیکی کی دعوت دے ' بھلائی کا حکم کرے اور برائی سے روکے وہی فلاح یافتہ ہیں -

اس آیت میں خدا تعالی نے دعوت الی الخیر ' امر بالمعروف ' اور نہی عن المنکر کو بطور ایک اصول کے پیش کیا ہے اور بظاہر مسلمانوں میں سے ایک گروہ خاص کا اسکو فرض قرار دیا ہے لیکن اسی رکوع میں آگے چلکر دوسری آیت ہے -

كنتم خير امة اخرجت للناس ' تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتومنون بالله (۳ : ۱۰۶)

تمام امتوں میں تم سب سے بہتر امت ہو کہ اچھے کاموں کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو -

ایک دوسری آیت میں مسلمانوں کا یہ ملی امتیاز اور قومی فرض زیادہ نمایاں طور پر بتلایا ہے :

وكذالك جعلناكم امة وسطا لتكونوا شهداء على الناس ويكون الرسول عليكم شهيدا (۲ : ۱۲۷)

اور اسی طرح ہم نے تمکو درمیانی اور وسط کی امت بنایا تا کہ لوگوں کے مقابلے میں تم گواہ بنو اور تمہارے مقابلے میں تمہارا رسول گواہ ہو -

تفسیر آیات

ان تین آیتوں میں خدا تعالی نے خاص طور پر مسلمانوں کا اصلی مشن' مقصد تخلیق' قومی امتیاز' اور شرف خصوصی اسی چیز کو قرار دیا ہے کہ گو دنیا میں اعلان حق ہر برگزیدہ ہستی اور جماعت کا فرض رہا تھا مگر مسلمانوں کا تو سرمایۂ زندگی یہی فرض ہے ' وہ دنیا میں اس لئے کھڑے کئے گئے ہیں کہ خیر کی طرف داعی

ہوتے ہیں، نیکی کا حکم دیتے ہیں، اور برائی کو جہاں کہیں دیکھتے ہیں اپنے تئیں اسکا ذمہ دار سمجھکر روکتے ہیں - آخری آیت میں کہا کہ تم کو ایک وسطی ملت بنایا گیا تا کہ تم اولین و آخرین کیلئے گواہ بن سکو" اور اس امر کی : کہ تم نے اپنا یہ فرض ادا کیا یا نہیں تمہارا رسول امین اللہ کے آگے گواہ ہو - اخلاق کے تمام دفتر کا متن و آن یہی اصول ہے - دنیا میں سوسائٹی کے آداب اور قانون کا احتساب بھی اسی اصل اصول پر قائم ہے -

گو تفصیل کا موقعہ نہیں مگر ان آیات کے متعلق چند تفسیری اشارات کردینا فہم مقصد میں معین ہوگا -

امر بالمعروف حکم عام ہے

دوسری آیت میں اسی لئے (المعروف) اور (المنکر) پر الف لام استغراق کیلئے آیا تا کہ (بقول امام رازی) معروف اور منکر میں کوئی تخصیص و تحدید باقی نہ رہے، اور ظاہر ہوجائے کہ وہ ہر نیکی کیلئے آمر اور ہر بدی کیلئے ناہی ہیں، عام اس سے کہ وہ کہیں ہو اور کسی صورت میں ہو [وہذا یقتضی کونہم آمرین لکل معروف وناہین عن کل منکر - تفسیر کبیر - ج - ۲ - صفحہ ۳۲۵]

مسلمانوں کے ملی شرف و فضیلت کی علت

(خیر امۃ اخرجت للناس) کے بعد امر بالمعروف کا ذکر آیا، اور یہ اسلئے کہ پہلے وصف بیان کر کے پھر اسکی علت بیان کی جائے، یعنی مسلمانوں کا بہترین امت ہونا صرف انکے اس وصف پر منحصر ہے کہ وہ آمر بالمعروف و ناہی عن المنکر ہیں، خیر کی دعوت دیتے ہیں اور شر سے روکتے ہیں (کما تقول زید کریم، یطعم الناس و یکسوہم -) اور یہیں سے یہ ثابت ہوتا ہے کہ اگر یہ وصف امتیازی انسے جاتا رہے تو پھر وہ بہترین امت ہونے کے شرف سے بھی محروم ہو جائیں، اور انکا اصلی وجہ امتیاز انمیں باقی نہ رہے -

تیسری آیت کی تفسیر

تیسری آیت میں انکو وسط کی امت قرار دیا اور پھر اسکا سبب یہ بیان کیا گیا کہ " تا کہ تم لوگوں کیلئے گواہ ہو " افسوس ہے کہ ایسی صاف اور سلجھی ہوئی بات میں بھی ہمارے بعض مفسرین نے لاحاصل بحثیں پیدا کردیں اور اس بحث میں پڑگئے کہ یہ شہادت دنیا میں ہوگی یا آخرت میں ؟ اسلام کا اصلی کارنامہ [illegible] دنیا ہی کی اصلاح تھا، مگر مفسرین اسکی طرف سے اسقدر غافل ہیں کہ ہر شے کو آخرت ہی پر اٹھا رکھنا چاہتے ہیں - ایک دوسرے موقعہ پر اسی شہادت کا حضرت عیسی علیہ السلام کی زبانی ذکر کیا گیا ہے کہ : کنت علیہم شہیداً ما دمت فیہم - [میں اپنی امت پر شاہد تھا، جب تک کہ میں ان میں موجود تھا] اور ظاہر ہے کہ حضرت عیسی اپنی امت میں دنیا کے اندر ہی موجود تھے نہ کہ آخرت میں - پس یہاں بھی شہادت سے وہی شہادت مراد ہے جو دنیا کی زندگی میں انجام دی جاسکتی ہے -

تاہم (علامۂ رازی) کا ہمیشہ ممنون ہونا پڑتا ہے کہ وہ گو ہر آیت کے متعلق طرح طرح کی توجیہات جمع کردیتے ہیں مگر پھر بھی ایک نہ ایک ایسی توجیہہ ضرور ان میں موجود ہوتی ہے، جو اصل حقیقت سے پردا اٹھادیتی ہے اور وہی خود انکی ذاتی راے ہوتی ہے - اس آیت کے متعلق بھی انہوں نے دوسرے قول کو بیان کرتے ہوئے جو کچھ لکھدیا ہے وہ بالکل صاف اور غیر پیچیدہ ہے (ج-۱ : ۵۳۴)

امۃً وسطاً

اصل یہ ہے کہ خدا تعالے نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو مسلمانوں کا فرض منصبی قرار دیا اور فی الحقیقت ایسا کرنا دنیا میں عدل حقیقی کو قائم کرنا تھا، برائی اگر روکدی جاے اور نیکی کو رائج کیا جاے تو دنیا کے نظم کے قوام کا اس کے علاوہ اور کیا اعتدال ہو سکتا ہے ؟ عدل کے معنی ہیں عدم افراط و تفریط، یعنی کسی شے کا نہ زیادہ ہونا اور نہ کم ہونا، اور یہ درجہ مقام (وسط) اور درمیانی ہے -

گناہ کی حقیقت اور اصطلاح قرانی میں " اسراف "

دنیا میں جسقدر برائیاں ہیں، غور کیجئے تو وہ افراط و تفریط کے سوا اور کوئی حقیقت نہیں رکھتیں - انسان کے تحفظ خود اختیاری اور حفظ حقوق کیلئے قوت، غضب، اور ہیجان کا ہونا ضروری تھا، لیکن جب یہ جذبات اپنی حد سے آگے قدم بڑھاتے ہیں تو فطرت کی بخشی ہوئی ایک شے - جو بعینہ نیکی تھی - یکایک بدی بن جاتی ہے اور اسکا نام جرم اور گناہ ہو جاتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قران کریم نے اپنی اصطلاح میں ہر جگہ معصیت اور گناہ کیلئے (اسراف) کا لفظ اختیار کیا : (قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمۃ اللہ) " اے وہ میرے بندو، کہ تم نے اپنے نفسوں پر اسراف کیا ہے رحمت الہی سے مایوس نہو " یہاں مسرفین سے مراد سخت درجے کے گناہگار اور معصیت شعار انسان ہیں کیونکہ آیت کا شان نزول، نیز آگے چلکر (ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا) کہنا اسکی پوری طرح تشریح کردیتا ہے - اسراف کی تعریف (صرف الشیء فیما ینبغی، زائداً علی ما ینبغی) اور (تجاوز الحد فی کل شیء - " راغب ") ہے، یعنے " کسی چیز کو اسکی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا اور ہر شے کا اپنے حد سے متجاوز کر جانا " اس سے بڑھکر گناہ کی کیا تعریف ہو سکتی ہے کہ وہ قوتوں اور خواہشوں کے بے اعتدالانہ خرچ کا نام ہے - (اسراف) کے علاوہ اصطلاح قرانی میں ایک لفظ (تبذیر) بھی ہے، جیسا کہ فرمایا : ان المبذرین کانوا اخوان الشیاطین [بے موقع اور بے ضرورت مال و دولت کو ضائع کرنے والے شیطان کے بھائی ہیں] لیکن تبذیر اور اسراف میں ایک باریک فرق یہ ہے کہ کسی شے کے خرچ کرنے کی مختلف صورتیں ہوتی ہیں، بعض چیزیں خرچ تو کی جاتی ہیں انکے ٹھیک ٹھیک مصرف میں، لیکن تعداد صرف ضرورت اور حد معینہ سے زائد ہوتی ہے اور طریق صرف صحیح نہیں ہوتا، مثلاً ایک مجرم پر اسکے قصور سے زیادہ غضبناک ہونا اور مناسب سزادینے کی جگہ مار پیٹ سے کام لینا - بیشک ایک مجرم کو اسکے جرم کی پاداش ملنی چاہئے اور اس لحاظ سے آپکے غصے اور غضب کا خرچ اپنے صحیح مصرف میں ہوا، لیکن جس مقدار اور جس صورت میں غصے کو آپ خرچ کر رہے ہیں وہ اسکے حدود اور اسکی ضرورت سے زیادہ ہے، اور اسی کا نام (اسراف) ہے -

برخلاف (تبذیر) کے کہ اسکی تعریف (صرف الشي فیما لا ینبغي) یہاں کی گئی ہے' یعنے "کسی چیز کو اپنے مصرف کے علاوہ دوسری جگہ خرچ کرنا" مثلاً دولت نفس کے ضروری آرام و آسایش' اعزاز اقارب کی اعانت' اور اعمال حسنہ میں خرچ کرنے کیلئے ہے' مگر آپ اُسے محض اپنی جاہ و نمایش' دنیوی عزت' اور حکام کی نظروں میں رسوخ حاصل کرنے کیلئے باسماء مختلفہ لٹانا شروع کردیں تو قرآن کریم اسکو (تبذیر) سے تعبیر کریگا اور چونکہ اسکا نقصان اسراف سے شدید تر ہے' اسلئے وعید بھی سخت وارد ہوئی کہ مسرف کیلئے تو صرف (ان اللہ لا یحب المسرفین) "خدا اسراف کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا" فرمایا اور (تبذیر) کے مرتکبین کو (کانوا اخوان الشیاطین) کہکر "شیطان کے اخوان و اقارب" میں شمار کیا گیا

اسراف اور تبذیر کا یہ فرق خود قرآن کریم سے ماخوذ ہے' تفسیر بالراے نہیں ہے - یہ دونوں لفظ جہاں جہاں بولے گئے ہیں اگر انکا استقصا کیا جاے تو خود بخود یہ فرق ظاہر ہو جاے گا مثلاً

کلوا واشربوا ولا تسرفوا' کھاؤ اور پیو لیکن اسراف نہ کرو اللہ اسراف ان اللہ لا یحب المسرفین کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا -

بھوک اور پیاس میں غذا اور پانی کا صرف' ایک بالکل صحیح مصرف کا خرچ ہے اور اشیا کا بے موقع خرچ کیا نہیں ہے' غذا کھانے ہی کیلئے ہے اور پانی پینے ہی کیلئے' لیکن اگر حد خواہش اور ضرورت سے زیادہ کھایا جاے' یا انکی طیاری اور طریق اکل و شرب میں بیجا روپیہ خرچ کیا جاے تو یہ اسراف ہوجاے گا - اسی لئے فرمایا کہ اسراف مت کرو - لیکن ایک دوسرے موقعہ میں صورت خرچ اشیا اس سے مختلف تھی :

وآت ذالقربی حقہ اور اقارب کا حق انکو دو' نیز مسکین والمسکین وابن السبیل اور مسافر کے حقوق ادا کرو' اور دولت ولا تبذر تبذیرا کو بے جا ضائع مت کرو -

یہاں چونکہ مقصود یہ تھا کہ دولت کا مصرف صحیح' اعزاء و اقارب وغیرہ کے حقوق ادا کرنا ہے ; پس دوسرے کاموں میں اسکو بے موقع خرچ نکرو : اسلئے اسراف نہیں کہا بلکہ تبذیر کے لفظ سے تعبیر کیا گیا -

رجوع الی المقصود

حاصل سخن یہ ہے کہ گناہ' معصیت' فسق' جرم' اور ہر وہ شے جسکا شمار برائیوں اور بدیوں میں ہے' فی الحقیقت بے اعتدالی اور افراط و تفریط ہی کا نام ہے - اسکے مقابلہ میں نیکی اور خیر کو صرف ایک ہی لفظ (عدل) سے تعبیر کیجئے کہ ہر وہ شے جسمیں عدل پایا جاے' یقیناً نیکی اور عمل خیر ہے - قرآن ہر جگہ ہر طرح کے محاسن و فضائل کو اسی جامع و مانع لفظ سے تعبیر کرتا ہے - اسکی اصطلاح میں صراط المستقیم' توازن قسط' میزان الموازین' قسطاس المستقیم' اور عدم تطفف' اور اسی طرح کے بیسیوں الفاظ اسی ایک مقام عدل سے عبارت ہیں - وہ ہر جگہ اور ہر تعلیم میں لا تعتدوا (زیادتی مت کرو) اور اعدلوا (عدل کرو) کے اصول کی دعوت دیتا ہے' اور اسی راہ عدل کو اقرب الی التقوی بتلاتا ہے - اسکی تعلیم کا خلاصہ ہر شے میں - خواہ وہ اسکی عبادت اور بندگی

اور جو اسکی راہ میں خیرات و صدقات ہی کیوں نہ ہو' [illegible]

ولا تجعل یدک	اور اپنا ہاتھ نہ تو اس طرح سکیڑو
مغلولة الی عنقک ولا	کہ گویا گردن میں جکڑا ہے اور نہ
تبسطها کل البسط فتقعد	بالکل پھیلا ہی دو ورنہ تم ملامت
ملوما محسورا (۱۷ : ۳۲)	ہاتھ ملتے رہجاوگے اور لوگ تم کو ملامت کرینگے

هر کام کیلئے اس آیت میں اعتدال کی ایک جامع مثال بیان کردی گئی ہے -

امر بالمعروف و نہی عن المنکر سے مقصود قیام عدل ہے

پس جیسا کہ ہم نے ابتدا میں اس طرف اشارہ کیا تھا' جس جماعت کا فرض دعوت الی الخیر' امر بالمعروف' اور نہی عن المنکر ہوگا' وہ دنیا میں ایک ایسی طاقت ہوگی جو صرف نیکی ہی کی خاطر دنیا میں بھیجی گئی ہے' اور چونکہ نیکی عبارت ہے عدل سے' اور بدی اسکے عدم سے' اسلئے فی الحقیقت وہ عدل کو قائم رکھنے والی اور ہر افراط و تفریط کو - کہ بدی اور گناہ ہے - روکنے والی جماعت ہوگی -

اب عدل کی حقیقت پر غور کیجئے تو وہ فی الحقیقت ہر شے کی وسطی اور درمیانی حالت کا نام ہے - کسی ایک طرف جھک پڑے تو یہ افراط و تفریط ہے' لیکن ٹھیک ٹھیک درمیان میں اس طرح ٹھیرے رہیے کہ بال برابر جگہ بھی کسی طرف زیادہ نہ بچنی ہو تو اسکا نام اعتدال اور عدل ہوگا - قرآن کریم نے اسکی نہایت عمدہ مثال دی ہے' ایک جگہ فرمایا

وزنوا بالقسطاس المستقیم	جب کسی چیز کو تولو تو ترازو کی ڈنڈی
ذالک خیر و احسن	سیدھی رکھو (تاکہ وزن میں دھوکا نہ ہو)
تاویلا (۱۷ : ۳۷)	یہی طریق خیر' اور نیک انجام ہے -

دوسری جگہ ایک سورت اس جملے سے شروع کی ہے :

ویل للمطففین (۸۳ : ۱)	ناپ تول میں کم دینے والوں کیلئے بڑی تباہی ہے -

عدل کیلئے سب سے زیادہ مشاہدے میں آنے والی اور عام فہم مثال ترازو کی تھی' کہ اسکے تمام اعمال کی صحت کا دار و مدار محض اسکے اوپر کی سوئی پر ہے' جب تک وہ ٹھیک ٹھیک اپنے وسط میں قائم نہو جاے وزن کا اعتبار نہیں کیا جاسکتا' جوں ہی دونوں پلّوں کا وزن مساوی ہوگا' معاً سوئی بھی وسط میں آکر ٹھیر جاے گی -

اسی لئے قرآن نے اکثر مقامات میں ترازو کی مثال سے کام لیا ہے' اور قیامت کے دن بھی انسانی اعمال کا فیصلہ اسی کے ہاتھ ہوگا : فاما من ثقلت موازینه فهو فی عیشة راضیة' و اما من خفت موازینه فامه هاویه - یہی سبب ہے کہ وسط کو عدل کے معنوں میں بولا جاتا ہے اور فی الحقیقت (وکذالک جعلناکم امة وسطا) میں بھی وسط سے مراد عدل ہی ہے -

جس جماعت کا فرض امر بالمعروف اور نہی عن المنکر ہو' اُس سے بڑھکر اور کونسی جماعت عند اللہ اور عند الناس عادل ہوسکتی ہے ؟ پس خدا تعالی نے فرمایا کہ "ہم نے تم کو تمام دنیا کے

ہے ایک عدل قائم کرنے والی امت بنایا تاکہ دنیا کیلئے تم ایک گروہِ عادل کی حیثیت سے شہادت دیسکو "

خود قرآن مجید بھی اس معنی کی تائید کرتا ہے - ایک موقعہ پر فرمایا کہ (قال اوسطہم) اور وہاں بلا اختلاف (اوسطہم) سے مراد (اعدلہم) ہی ہے ' امام رازی نے بروایت قفال ایک حدیث بھی درج کی ہے کہ آنحضرت نے خود اس آیت کی یوں تعبیر فرمائی : امۃ وسطا ای عدلا - اسکے علاوہ مشہور حدیث " خیر الامور اوسطہا " میں بھی اوسط بمعنے اعدل استعمال کیا گیا ہے' یعنے بہتر کام وہ ہیں جو ان میں متعادل ہوں - آنحضرت کی نسبت کہا جاتا تھا کہ اوسط قریش نسبا - اور یہاں بھی ظاہر ہے کہ اوسط' اعدل ہی کے معنے میں بولا گیا ہے اور اسی بنا پر اس آیت سے (اجماع) کے حجت ہونے پر استدلال کیا جاتا ہے کہ جب امت کی عدالت نص سے ثابت ہوگئی' تو اسکا اجماع یقیناً گمراہی و ضلالت سے محفوظ ہوگا -

پہلی اور دوسری آیت میں تطبیق

پہلی اور دوسری' دونوں آیتوں میں خدا تعالی نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کے فرض کا ذکر کیا ہے' لیکن پہلی آیت میں بظاہر الفاظ تمام امت کیلئے نہیں' بلکہ امت میں سے ایک جماعت خاص کیلئے اسکا فرض ہونا معلوم ہوتا ہے :

ولتکن منکم امۃ یدعون الی الخیر ویامرون بالمعروف (الخ)	تم میں سے ایک جماعت ہونی چاہئے جو خیر کی طرف بلائے اور اچھی باتوں کا حکم دے -

لیکن دوسری آیت میں کسی ایک جماعت کی تخصیص نہیں ہے' تمام امت کا امتیازِ ملّی اسی فرض کو قرار دیا ہے -

کنتم خیر امۃ اخرجت للناس تامرون بالمعروف (الخ)	تم سب میں بہتر امت ہو' اسلئے کہ نیکی کا حکم دیتے ہو (الخ)

دونوں آیتیں ایک ہی سورت اور ایک ہی رکوع میں ہیں' پھر دونوں میں اختلاف کیوں ہے ؟ پہلی میں یہ فرض محدود و مخصوص' اور دوسری میں عام ہے -

عام خیال یہ ہے کہ پہلی آیت میں خدا تعالی نے جن فرائض کا ذکر کیا ہے' ان میں سے ہر فرض اپنی تکمیل کیلئے علم کا محتاج ہے - دعوت الی الخیر کیلئے ضرور ہے کہ اعمال خیر کا علم ہو' امر بالمعروف کیونکر انجام پاسکیگا جبکہ وہ کام معلوم نہونگے جن پر معروف کا اطلاق ہو سکتا ہے ؟ نہی عن المنکر تو اور زیادہ علم و فضل اور درس و تدریس کا محتاج ہے' کیونکہ منکرات میں تمام محرمات و مکروہات فقہیہ داخل ہیں اور جب تک انکا علم نہو کیونکر انسے روکا جا سکتا ہے ؟

اس تفسیر کی بنا پر فیصلہ کر لیا گیا ہے کہ اس آیت (ولتکن منکم) میں (من) تبعیض کیلئے آیا ہے' اس سے صرف ایک گروہ محدود (علما) مراد ہے' اور یہ تینوں باتیں صرف انہی کے فرائض میں داخل ہیں -

علما نے اس فرض عام کو اپنے لئے مخصوص کر لیا -

لیکن درحقیقت یہ خیال عملاً اور اعتقاداً ایک ایسی خطرناک غلطی تھی جسکو نہیں سمجھتا کہ کن لفظوں سے تعبیر کروں ؟ اس تیرہ سو برس میں اسلام کو ان تمام غلط فہمیوں سے سابقہ پڑا جو اس سے پہلے امم سابقہ کو پیش آچکی ہیں' لیکن کسی سخت سے سخت تحریف نے بھی مسلمانوں کو ایسا لاعلاج نقصان نہیں پہنچایا' جیسا اس غلطی سے پہنچا اور پہنچ رہا ہے - اسلام کی وہ دعوتِ الہی جو ایک عالمگیر اصلاح اور بین الملی جامعہ کے قیام کیلئے آئی تھی' اسی غلط فہمی سے زیادہ عرصے تک قائم نہ رہسکی - خلافت و نیابت الہی کا وہ شرف' جو مسلمانوں کو عطا کیا گیا تھا اور جسکی وجہ سے وہ جمعیتِ ملّی وہ تمام عالم میں خدا کا مقدس دست عمل تھے' بدبختانہ اسی غلط فہمی سے خاک میں ملا - رؤسائے روحانی اور پیشوایانِ مذہب نے جو مشرکانہ اختیارات اپنے لئے مخصوص کرلئے تھے اور جنکی غلامی سے دنیا کو نجات دلانا اس دین الہی کا اصلی مشن تھا' اسکی بیڑیاں پھر اسی غلط فہمی کی لعنت سے مسلمانوں کے پاؤں میں پڑیں اور ایسی پڑیں کہ ابتک نہ نکل سکیں - چالیس کرور فرزندانِ الہی' جنکو اپنے اعمال حسنہ سے دنیا میں خدا کی تقدیس کا سبب حلال بننا تھا' آج اپنی بد اعمالیوں سے تمام قومی جرائم اور ملّی معاصی میں گرفتار ہیں' اور قہر الہی کو مدتوں سے دعوت دے رہے ہیں - یہ وہی معاصی ہیں' جنکی پاداش میں اقوام گذشتہ سے خدا نے اپنا رشتہ توڑا تھا' جنکی وجہ سے (داؤد) کے بنائے ہوئے ہیکل سے روٹھکر رحمت الہی نے (اسماعیل) کی چنی ہوئی دیواروں کو اپنا گھر بنایا تھا' اور پھر جنکی وجہ سے بنی اسرائیل کو اپنی نیابت سے معزول کرکے مسلمانوں کو اسپر سرافراز کیا تھا :

ولقد اہلکنا القرون من	اور تم سے پہلے کتنی قومیں گذر چکی ہیں
قبلکم لما ظلموا وجاءتہم	کہ جب انہوں نے ظلم و معاصی پر کمر
رسلہم بالبینات وما	باندھی تو ہم نے انہیں ہلاک کردیا - انکے
کانوا لیؤمنوا' کذلک	رسول کھلی کھلی نشانیاں لیکر آئے تھے مگر
نجزی القوم	انہیں ایمان نصیب نہیں ہوا' مجرموں
المجرمین - ثم جعلناکم	کو ہم ایسی ہی سزا دیا کرتے ہیں -
خلائف فی الارض	پھر انکو ہلاک کرنے کے بعد ہم نے تم کو
من بعدہم لننظر	دنیا کی پادشاہت دیکر انکا جانشین
کیف تعملون ؟ (۱۵ . ۳۵)	بنایا تاکہ دیکھیں کہ کیسے عمل کرتے ہو ؟

مگر یہ تبدیلی بھی صرف اسی غلط فہمی کا نتیجہ ہے -

لیکن یہ سب کچھہ کیونکر ہوا ؟ اسطرح' کہ اعتقاد ہی سے عمل وجود پذیر ہوتا ہے' اس غلط فہمی کا پہلا نتیجہ یہ نکلا کہ (امر بالمعروف) جو در اصل ہر فرد اسلامی کا فرض تھا' اور صحابۂ کرام کی زندگی اسکی عملی شہادت ہمارے سامنے ہے - وہ روز بروز ایک محدود دائرے میں سمٹتا گیا' اور سمٹتے سمٹتے ایک غیر محسوس نقطہ بنکر رہگیا' اب اسکے وجود میں بھی شک ہے -

دنیا کے تمام مذاہب کے انحطاط و ہلاکت کی ایک بڑی علت رؤساء مذہبی کا محدودانہ اقتدار ہے' اسلام نے اس زہر کا تریاق اسی اصل اصول کو تجویز کیا تھا کہ امر بالمعروف کی خدمت کو اسطرح عام' اور ہر فرد ملت پر پھیلا دیا جائے' کہ پھر کسی مخصوص گروہ کو

ذریعہ سے اقتدار حاصل کرنے کا موقعہ نہ ملے اور ھندوں کے برھمنوں' اور عیسائیوں کے رومن کیتھولک فادروں کی طرح' مذھبی دعوت و اصلاح کو کوئی جماعت اپنی اقلیم حکمرانی نہ بنالے کہ یفعل ما یشاء و یحکم ما یرید - لیکن اب صدیوں سے دیکھئے تو مسلمان جن بیڑیوں کو کاٹنے آئے تھے آنسے خود آنکے پانوں بوجھل ھو رھے ھیں - اس فرض الہی کو (علما) نے اپنا موروثی حق بنا لیا ھے جسمیں اور کسی فرد کو دخل دینے کی اجازت نہیں - شیطان (اپنی قدیمی عادت کی طرح) جب ضرورت دیکھتا ھے انکو اپنے اعمال ابلیسانہ کیلئے آلۂ کار بنا لیتا ھے اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر کی جگہ (امر بالمنکر و نہی عن المعروف) کے فرائض انکے ھاتھوں انجام پاتے ھیں - باقی تمام قوم اپنے اس فرض کی طرف سے غافل و بے خبر ھے اور جہل مذھبی کے سبب سے (علما) کے اس تصرف حقوق عامہ پر قانع ھوگئی ھے - خدا کی حکومت کوئی بھی اپنے اوپر محسوس نہیں کرتا' بدیوں کی طرف سے سب کی آنکھیں بند ھیں' اور برائیوں پر سے ھر شخص اسطرح گذر جاتا ھے گویا اسکو کان سننے کیلئے اور آنکھیں دیکھنے کیلئے ملی ھی نہیں - فانہا لا تعمی الابصار' ولکن تعمی القلوب التی فی الصدور (٢٢ : ٤٦)

<u>دونوں آیتوں کا منشا ایک ھے</u>

حقیقت یہ ھے کہ دونوں آیتوں میں کوئی اختلاف نہیں' دونوں کا منشا ایک ھے اور دونوں اس فرض کو بغیر کسی تخصیص و تحدید کے ھر قائل کلمۂ توحید کا فرض قرار دیتی ھیں' البتہ پہلی آیت میں (ولتکن منکم) کا لفظ اشتباہ پیدا کرتا ھے کہ (منکم) بیان تبعیض کیلئے ھے' یعنے تم میں سے بعض لوگوں کی ایک جماعت اس فرض کو انجام دے لیے' لیکن چونکہ آگے چلکر دوسری آیت نے اس فرض میں تمام امت کو شامل کر لیا ھے اسلئے یہاں (منکم) کو تبعیض کیلئے قرار دینا ھی غلط ھے' بلکہ وہ یقیناً توضیح و تبیین کیلئے آیا ھے جیسا ھر زبان کے محاورات میں عموماً بولا کرتے ھیں' مثلاً عربی میں کہیں گے : للامیر' من غلمانہ عسکر - ولفلان' من اولادہ جند - یعنے امیر کے لڑکوں سے فوج کے سپاھی ھیں اور فلاں شخص کی اولاد سے لشکر مرتب ھو رھا ھے' تو اس سے امیر کے تمام لڑکے مراد ھونگے نہ کہ بعض - خود قرآن میں ایک موقعہ پر فرمایا ھے کہ فاجتنبوا الرجس من الاوثان (٢٢ : ٣١) مگر اسکا یہ مطلب نہیں ھے کہ بتوں کے علاوہ اور کسی شے کی ناپاکی سے پرھیز نہ کیا جائے - غرضکہ یہاں (من) افادۂ معنی تبیین کرتا ھے نہ کہ تبعیض - (امام رازی) نے دوسرے قول کو بیان کرتے ھوے اسپر کافی بحث کی ھے' ومن شاء التفصیل فلیرجع الیہ (جلد ٣ : ٢٢٨) -

لیکن اس بحث کو ختم کرنے سے پہلے ھم قرآن مجید کی ایک اور آیت اس مضمون کے متعلق پیش کرتے ھیں' اگر (امام رازی) نے اس آیت کو بھی پیش نظر رکھا ھوتا تو انکو متعدد آرا و توجیہات کے لا حاصل نقل کرنے کی ضرورت نہوتی - سورۂ (حج) کے پانچویں رکوع میں خدا تعالی نے کافروں کے آن مظالم کی طرف اشارہ کیا ھے' جنکو آغاز اسلام کے مسلمانوں کو سامنا ھوا تھا - پھر دفاع و حفظ نفس کیلئے قتال کی اجازت دیتی ھے' اور اسکے بعد کہا ھے :

الذین ان مکناھم فی الارض ۔ اقاموا الصلوۃ واتوا الزکوۃ وامروا بالمعروف ونھوا عن المنکر' وللہ عاقبۃ الامور - (٢٢ : ٤٣)

اگر ھم (ان مظلوم مسلمانوں) کو (حکومت و خلافت) دیکر زمین میں قائم کردیں تو وہ نہایت اچھے کام انجام دینگے یعنی نماز پڑھینگے' زکواۃ دینگے' لوگوں کو اچھے کاموں کا حکم دینگے اور برائی سے روکینگے' اور سب کا انجام کار اللہ ھی کے ھاتھہ ھے -

یہ آیت اس بارے میں بالکل صاف اور فیصلہ کن ھے - خدا تعالی نے مسلمانوں کو کامیاب کرنے کی علت یہ بیان کی ھے کہ وہ زمین پر حکمراں ھونے کے بعد اچھے اور نیک کاموں کو انجام دینگے - پھر ان کاموں کی بالترتیب تشریح کی ھے اور سب کو مسلسل عطف کے ساتھہ بیان کیا ھے' جو معطوف و معطوف علیہ میں تسویہ ثابت کرتا ھے - پہلے نماز کا ذکر کیا' پھر زکواۃ کا' اور یہ دونوں عمل ھر جگہہ قرآن میں ایک ساتھہ بیان کئے گئے ھیں - اسکے بعد امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا نام آتا ھے اور اسی سلسلۂ اعمال میں' جسمیں نماز اور زکواۃ بلہجۂ وجوب و فرض بیان کئے جاتے ھیں - اس سے ثابت ھوگیا : کہ

(١) مسلمانوں کو خدا نے جو نصرت و فتح اور دنیا میں کامیابی عطا فرمائی' اسکی علت یہ تھی کہ تاکہ وہ اعمال حسنہ انجام دیں -

(٢) وہ اعمال حسنہ (علی الخصوص) قیام نماز' اداے زکواۃ' اور امر بالمعروف و نہی عن المنکر ھیں -

(٣) نماز اور زکواۃ ھر مسلمان پر فرض ھے پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی ھر مسلمان کے فرائض میں داخل ھے -

[کئی کالم ھوچکے مگر ابھی ان آیات کے اشارات باقی ھیں' مجبوراً اس نمبر کو اس اجمالی تذکرے ھی پر ختم کردیتے ھیں' آئندہ نمبر میں موضوع بحث یہ ھوگا کہ امر بالمعروف کے حدود کیا کیا ھیں ؟ اور نہی عن المنکر کیلئے قرآن و حدیث اور عمل سلف صالح سے ھمارے لئے فیصلہ کن اصول کونسا ھے ؟]

اس نمبر کی تصاویر

آجکے نمبر میں ایک بڑی تصویر عین میدان جنگ کی دی جاتی ھے - ٢٤ فروری کو برقہ میں ایک سخت و شدید معرکہ ھوا تھا' اسی معرکے کا یہ ایک منظر ھے -

دوسری تصویر کو غور سے دیکھئے تو نہایت دلچسپ نتائج اپنے اندر رکھتی ھے - اندرون طرابلس میں باربرداری کی جو مشکلات اٹلی کو پیش آئیں اور جنکی وجہ سے وہ ابتک ایک قدم بھی آگے نہ بڑھاسکی' اسکا اندازہ اس سے کیا جاسکتا ھے - خچر نے جب چلنے سے جواب دیدیا تو تمام اٹالین جو گاڑی میں سوار تھے نیچے اتر آئے اور سب ملکر زور لگارھے ھیں کہ کسی طرح ایک قدم آگے بڑھے' مگر گاڑی کے پہیے اور خچر کے پانوں' دونوں نے چلنے کی قسم کھالی ھے -

مسلم یونیورسٹی

کے خواب کی تعبیر

گورنمنٹ کے صیغۂ تعلیم کے معبّر کی زبانی

(۱۰)

ماهرین علم النفس نے دماغ کے اعمال و قوی کی تفتیش میں عجیب عجیب تجربے کئے هیں - جب خواب کی حقیقت کی تحقیق منظور هوئی، تو کہتے هیں کہ متعدد علما عرصے تک صرف یہ تجربہ کرتے رہے کہ سوتے هوے آدمی کے قریب بیٹھکر طرح طرح کی حرکتیں کرتے تھے تاکہ اسکا خفیف سا حس بغیر نیند میں خلل ڈالے معمول کو بھی هوتا رہے - نیند سے هوشیار هونے کے بعد جب معمول سے دریافت کیا جاتا تو اُن تمام حرکات کے اثرات کو کسی مرتب خواب کی صورت میں بیان کرتا اور اسطرح یہ تجربہ اس تحقیق تک پہنچانا کہ خواب میں دماغ کے اندرونی حالتوں کے سوا خارجی اثرات کو بھی دخل هے - مثلاً جب کبھی معمول کے سرہانے بیٹھکر کوئی هلکی سی آواز مسلسل پیدا کی جاتی اور ساتھہ هی خفیف سا شور و غل بھی برپا کیا جاتا - تو معمول خواب میں دیکھتا کہ معرکۂ جنگ گرم هے اور توپ کے گولے بکثرت چھوٹ رهے هیں - اسکو بالکل اسکا یقین هوتا، مگر عامل سمجھتا کہ یہ تو صرف لکڑی کی چوٹ سے کسی شے پر ٹک ٹک کرنے کی آواز تھی -

(اسپریچولیزم) کے جو لوگ مدعی هیں، وہ خواب مقناطیسی کے تجارب میں بھی ایسے هی واقعات بتلاتے هیں -

یہی حال هندوستان میں برٹش گورنمنٹ کی موجودہ استبدادی پالیسی کا هے، اور علی الخصوص اپنے اُن اعمال میں جو مسلمانوں کے متعلق هیں وہ بالکل کسی علم دماغ کے تجربہ کرنے والے ڈاکٹر یا کسی ماهر فن مسمرائزر کی طرح چھہ کرور مسلمانوں کو سلاکر خواب کی قوتوں کا تجربہ کر رهی هے - پہلے خود هی آهستہ آهستہ انکے بستر کے پاس آتی هے اور اپنی طلسمی چھڑی سے فرش کو کھٹکھٹانا شروع کردیتی هے، آهستہ آهستہ زبان سے بھی کچھہ الفاظ نکالتی هے جو گو سننے والے کیلئے کوئی معنی نہ رکھتے هوں مگر اس عمل کیلئے الف لیلہ کے عجیب الخواص منتر هوے هیں، تھوڑی دیر کے بعد جب معمول اُٹھتا هے تو اسکو یقین هوتا هے کہ میں نے ایک عجیب و غریب خواب دیکھا، معرکۂ کارزار گرم تھا، توپوں کے دهانے گولہ باری کر رهے تھے، هر طرف هنگامۂ دار و گیر سے میدان رستخیز کا دهوکا هوتا تھا، مدتوں اس خواب کے پیچھے سرگردانی رهتی هے، بالآخر پھر گورنمنٹ هی اپنے (عامل) کے بھیس کو بدلکر ایک مشاق (معبّر) کے لباس میں سامنے آتی هے اور عرصے تک سر بزانوے تفکر رهکر اُسکی تعبیر بیان کرتی هے -

ازان بدرد دگر هر زمان گرفتارم
کہ شیوہ‌هاے ترا باهم آشنائی نیست

(مسلم یونیورسٹی) بھی اس سلسلۂ تجارب کا ایک عمل تھا، یہ خواب کچھہ دنوں بالکل سربستہ رہا، بہت سے دماغوں کو اسکی تعبیر کے لئے سرگردانی تھی، لیکن بالآخر جب تجربہ حد تکمیل کو پہنچ گیا تو آنریبل ممبر تعلیم (سر هارکورٹ بٹلر) ایک ماهر فن معبّر کی حیثیت سے اسکی تعبیر کو گم گشتگان خواب حیرانی کی هدایت کے لئے شائع فرماتے هیں -

هم صرف خواب هی دیکھتے رهے هیں، تعبیر همیشہ گورنمنٹ کے معبرین هی کے هاتھہ رهی هے، اسلئے همارے لئے یہ کوئی نیا واقعہ نہیں، البتہ اس تجربے میں معلوم هوتا هے کہ کوئی نقص رهگیا کیونکہ خواب دیکھنے والوں کا بیان هے کہ خواب پر تعبیر ٹھیک ٹھیک منطبق نہیں هوتی - یہ کہنا تو بالکل خلاف قیاس هے کہ معمول کی طرف سے اس تجربے کو نقصان پہنچا هو، کیونکہ پختہ غفلت شدید اور اعضا بدستور بے حس و حرکت تھے، البتہ شاید عامل هی کی طرف سے کوئی کوتاهی هوئی هو، یا پھر خواب تو بدستور سابق، اور تعبیر حسب عادت اسکی تمام جزئیات پر منطبق، لیکن زمانے کی بے عقیدگی اور سوء ظنی بڑهگئی هے کہ ارباب علم و فن کی تلقینات پر اعتماد نہیں رہا اور نہ آخری توجیہہ هی عقل و درایت کے مطابق معلوم هوتی هے -

* * *

۱۲ - اگست کو شملہ سے آنریبل مسٹر بٹلر کی مراسلات مسلم اور هندو یونیورسٹیوں کے نام شائع هوئی هیں، جنمیں متعدد دلائل پیش کرکے ثابت کرنا چاها هے کہ عدم الحاق کی نسبت جو کچھہ وزیر هند نے فیصلہ کیا وہ گذشتہ وعدوں کے بالکل مطابق هے، نیز متعدد مصالح و فوائد کے لحاظ سے مسلمانوں کیلئے بہتری بھی اسی میں هے کہ اسکو منظور کرلیں -

همکو معلوم نہیں کہ ان دلائل کا کمیٹی نے کیا جواب دیا، مقامی معاصر (ڈیلی نیوز) لکھتا هے کہ اس چٹھی کے دلائل اٹل اور نہایت مضبوط هیں اسلئے کہ ابتک کوئی جواب اسکا شائع نہیں کیا گیا - ممکن هے کہ ایسا هی هو، لیکن هم دیکھتے هیں تو اس تمام مراسلے میں ایک چیز بھی ایسی نہیں پاتے جسکو مجازاً بھی دلیل کہا جاسکے - اور اگر دلائل هیں تو سخت تعجب هے کہ صیغۂ تعلیم کا ایک افسر اعلی کیونکر دلائل و براهین کی منطقی اصطلاحات کا - جو دنیا میں ارسطو کے زمانے سے مسائل و مباحث کے سلجھانے کا قیمتی وسیلہ رهے هیں - علانیہ اسطرح توهین کرسکا؟ پورے مراسلے میں کاش ایک سطر بھی ایسی هوتی جو گورنمنٹ کے اس عجیب الخواص صیغۂ تعلیم کی رسمی اور سرکاری عزت کے درجے کو اپنی جگہ سے گرنے نہ دیتی - اگر اتنا بھی هوتا تو هم چپ هورهتے، کیونکہ جو صیغہ آجتک برٹش انڈیا میں همیشہ ناکام ترین سرکاری دفتر رہا هے، اسکے طرف سے اونچی توقعات رکھنی دانشمندی کے خلاف هے -

ایک نعت طلب تمہید کے بعد (جسکو هم دوسرے آرٹکل کیلئے اٹھا رکھتے هیں) آنریبل مسٹر بٹلر نے اپنا مراسلہ حجت الزامی کے طریق استدلال سے شروع کرنا چاها هے جبکہ وہ لکھتے هیں کہ :

" سرسید کي تمنا تھي که عليگڈھ کو ايک قيامي (رزيڈنشيل) يونيورسٹي بنا ديں اور اسکا اعادہ اُس وقت سے برابر سر برآوردہ مسلمانوں اور ارکان کالج کي جانب سے هوتا رها هے ' مسودۂ قانون اساسي کي تمهيد ميں بهي ايسا هي بيان کيا گيا هے "

اور پهر اس سے استدلال کرتے هيں که چونکه انکے نزديک ريزيڈنشيل يونيورسٹي کيلئے ضرور هے که مقامي هو ' اسلیے خود سرسيد بهي وهي چاهتے تهے جو آج انکا موکل (دفتر هند) چاهتا هے ' اور جسکي وکالت انجام دينے کيلئے انريبل ممبر تعليم کو سرسيد کے خيالات سے استدلال کرنے کي زحمت گوارا کرني پڑي هے -

هم ممنون هيں که ايک ذمه دار افسر اعلى هماري اميدوں اور ارادوں کا اتنا اچها مطالعه کرتا رها هے ' وہ ٹهيک ٹهيک هماري طرح اسکو تعبير کرنے کي استعداد اپنے اندر رکهتا هے - بيشک سرسيد مرحوم کا يهي مقصد تها که اپني قوم کو گورنمنٹ کي بے معني اور انساني تربيت سے معرا تعليم کي غلامي سے نجات دلائيں اور محض امتحان لينے والي يونيورسٹياں قائم کرکے گورنمنٹ جس طرح تيس کروڑ انسانوں کو تربيت و تعليم کے اصلي محاسن سے محروم رکهنا چاهتي هے ' اس سے اپني قوم کو محفوظ کر ديں ؛ ليکن اگر اس سے مسٹر بٹلر کا يه اراده هے که خود سرسيد نے تمام الفاظ کي زنجير ' کالج قائم کرتے هوے اسکے لئے رکهه چهوڑي تهي ' که آج (لارڈ کريو) مسلمانوں کي تعليم کے هاتهه پاؤں جکڑ ديں ' تو انهيں چاهئے که انکا موسم گرما شمله ميں بطاقت بسر کرکے جب اتريں تو علي گڈه جاکر لٹن لائبريري سے (تهذيب الاخلاق) کي جلديں اور کميٹي (خواستگار تعليم مسلمانان) کي رپورٹيں نکلوا کر سمجهنے کے لئے اپنے دماغ پر ذرا توجهه ڈاليں اور اسکے بعد کميٹي کو الزام دينے کا اراده کريں -

حقيقت يه هے که ايک تفصيلي مضمون علي گڈه کالج کي ابتدائي تاريخ ' کميٹي خواستگار تعليم کي رپورٹ ' اور مسٹر محمود کي اسکيم پر لکهنا چاهئے تا که يه روشني ميں آئے که علي گڈه کالج بننا کيا چاهتا تها اور آج سے کيا بنگيا ؟ سنه ۱۸۷۲ ميں انجمن خواستگار تعليم مسلمانان نے جب اشتهار ديکر ۳۲ رسالے لکهوائے تو انپر غور و فکر کرنے کے بعد سرسيد نے اپنے ارادوں کو ايک مبسوط اسکيم کي صورت ميں پيش کيا تها - انجمن کي رپورٹ مطبوعه سنه ۱۸۷۲ اس وقت همارے سامنے هے ' اسميں وہ اسکيم صفحه ۴۲ سے ۵۸ تک موجود هے ' اور کسي کو رپورٹ نه ملے تو تهذيب الاخلاق اول کي جلديں منگواکر اسے ديکهه سکتا هے - اس اسکيم کے پڑهنے سے اول نظرہ معلوم هو جاتا هے که سرسيد کا اراده قطعاً ايک قيامي يونيورسٹي کے بنانے کا تها ' مگر وہ همارے سرکاري مناظر (مسٹر بٹلر) کي عجيب الخلقت منطق کي طرح مقامي يونيورسٹي کو وسيع الحلقه يونيورسٹي کا ضد و مخالف نهيں سمجهتے تهے - تعليم اور مضامين تعليم کا ذکر کرکے سرسيد نے ايک خاص عنوان " مدارس " کا قائم کيا هے اور اسکے نيچے لکهتے هيں :

" يه مدرسے هونگے اور هر شهر و قصبه و ضلع ميں جهاں ان کا قائم هونا ممکن و مناسب هو قائم هونے چاهئيںگے - ان ميں تعليم صرف اُن قواعد کے مطابق هوگي جو اُردو مدرسه کے لئے هيں - اور اسي طرح اس مدرسه کے طالب علموں کو ايک مختلف لينگوج مقرر انگريزي يا فارسي يا عربي اختيار کرني هوگي -

اس مدرسه ميں اور بڑے مدرسهٔ اُردو ميں صرف اتنا فرق هوگا که اس مدرسه ميں ايک حد معين تک علوم پڑهائے جاوينگے اور جب اُس حد تک طالب علم پهنچ جاوينگے تو اِس مدرسه سے خارج هوجاوينگے اور اُن کو اختيار هوگا که اُس سے اعلى درجے کي تعليم اگر چاهيں تو مدرسة العلوم ميں داخل هوں - يه مدرسے اس مراد سے هونگے که مدرسة العلوم کے لئے لڑکے تيار کريں - ان کي مثال بعينه ايسي هوگي جيسے گورنمنٹ ضلع اسکول کالجوں کي بهرتي کے لئے طالب علم طيار کرتے هيں "

اسکے بعد انهوں نے مکتبوں اور اسکولوں کے متعلق بحث شروع کي هے اور لکهتے هيں :

" هر گاؤں اور قصبه ميں جهاں جهاں هوسکے مکتب قائم هونے چاهئيں - ان ميں قرآن شريف بهي پڑهايا جاوے اور اُردو زبان ميں کچهه کتابيں اور حساب وغيرہ سکهايا جاوے اور اُردو ميں لکهنا پڑهنا بهي سکهايا جاوے اور اس مکتب ميں بهي کسي قدر فارسي اور کسي قدر انگريزي سکنڈ لينگوج هو "

اسکے بعد انهوں نے بتلايا هے که تعليم کے مختلف درجوں ميں کس کس عمر کے لڑکے لئے جائيں گے ' پهر بلحاظ عمر تعليم کے پانچ درجے قائم کيے هيں ' اُن ميں ابتدائي دو درجوں کو لکهکر لکهتے هيں :

" يه وہ تعليم هے جو مدارس مجوزہ (يعنى ماتحت مدارس) ميں تجويز کي گئي هے "

ليکن تيسرے درجے سے ليکر پانچويں درجے کي تعليم بيان کرکے جو اعلى کالجي تعليم هے : لکهتے هيں :

" يه پچهلي تينوں قسم کي تعليميں وہ هيں جو مدرسة العلوم سے علاقه رکهتي هيں "

اِن اقتباسات سے صاف طور پر بغير کسي تاويل کے ثابت هوتا هے که

(۱) سرسيد ايک ريذيڈنشل تعليم گاه قائم کرنا چاهتے تهے -

(۲) مگر محض مقامي نهيں ' بلکه وسيع حلقه رکهنے والي - جسکے ماتحت هر شهر ميں مدرسے قائم کيے جائيں اور وہ تمام مدرسة العلوم کے ماتحت هوں -

اسکولوں اور مکتبوں کو بهي اسکے ماتحت جاري کرنا مقصود تها جو اسکے لئے اور اسکے ماتحت مدرسوں کيلئے لڑکے طيار کرکے بهيجيں اور نيز اسکي نگراني ميں ابتدائي تعليم کا عمده انتظام کرسکيں -

افسوس هے که اس وقت هم کو کتابوں ميں تهذيب الاخلاق کي وہ جلد نهيں ملي جسميں مسٹر محمود کي اسکيم شايع هوئي تهي ليکن همیں ايسا ياد پڑتا هے که خود اسميں بهي يهي منشا ظاهر کيا گيا هے که علي گڈه ميں مدرسه نهيں ' بلکه ايک يونيورسٹي قائم هو اور وہ غير مقامي اور اپنے ماتحت کالجوں اور اسکولوں کي ايک بڑي تعداد رکهتي هو - گو يهاں سرسيد نے جا بجا مدرسة العلوم کا لفظ استعمال کيا هے اور باهر کے جن مدرسوں کو ماتحت بتلاتے هيں وہ

مراسلات

گویا ایک طرح کے ھائی اسکول ھیں جو مرکزی کالج کیلئے طلبا طیار کرینگے لیکن مسٹر محمود کی اسکیم کے دیکھنے سے صاف طور پر معلوم ھوجاتا ھے کہ مقصود کالج نہیں بلکہ یونیورسٹی تھا اور گو اسکا نام مدرسہ رکھا گیا ھو [اسلئے کہ عربی میں یونیورسٹی کا کوئی ترجمہ ٹھیک کے لفظ (جامعہ) کی طرح اس وقت رائج نہ تھا] لیکن اسکے انتظام کی ھر شاخ میں یورپ کی یونیورسٹیوں کی مثالیں ھی پیش نظر تھیں - پس سرسید جو کچھہ قائم کرنا چاھتے تھے اسکے یونیورسٹی ھونے سے جب انکار نہیں کیا جاسکتا تو گذشتہ اقتباسات سے ثابت ھوتا ھے کہ اسکو ریزیڈنشل بنانے کے ساتھہ غیر مقامی بھی رکھنا چاھتے تھے -

[باقی اینده]

مسلم یونیورسٹی اور راجہ صاحب محمودآباد

میں نے اسوقت آپکے اخبار مورخہ ۷ - اگست ۱۹۱۲ میں وہ مضمون پڑھا جو جناب نے مسلم یونیورسٹی پر تحریر فرمایا ھے - جسقدر آپ نے اپنے بیش بہا خیالات کا اظہار فرمایا ھے اوسکی نسبت عرض کرنے کی مجکو ضرورت نہیں - ھر ایک مسلمان کو قومی مسائل پر راے زنی کا پورا حق حاصل ھے - البتہ آپ نے اپنے مضمون کے آخری حصہ میں جناب والا آنریبل راجہ علی محمد خاں صاحب پریسیڈنٹ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کی نسبت خاص طور پر جو کچھہ لکھا ھے چونکہ اوسکا تعلق واقعات سے ھے اسلئے میں اپنا فرض سمجھتا ھوں کہ جو صحیح حالات ھیں وہ پبلک کو معلوم ھوں اور ایک ایسا شخص جو ھر طرح پر قوم کے شکریہ کا مستحق ھے اوسکے متعلق قوم کو غلط فہمی نہو -

مجوزہ مسلم یونیورسٹی کے متعلق ابتدا سے اسوقت تک گورنمنٹ کے ساتھہ جو کچھہ کارروائی ھوئی ھے اوسکی نسبت مجکو ذاتی علم حاصل ھے اور اوسکے لحاظ سے میں دعوے سے اس بات کو کہتا ھوں کہ راجہ صاحب ممدوح نے کبھی کسی معاملہ میں اس خیال سے کہ گورنمنٹ یا گورنمنٹ کا کوئی عہدہ دار اُنسے خوش ھو قومی مقاصد کو کبھی فراموش نہیں کیا بلکہ جس جرأت اور بے باکی سے انھوں نے ھر ایک معاملہ میں قومی مقاصد کی حفاظت کی ھے اوس سے ھم سب کو ایک گونہ حیرت ھے کہ باوجود مسلمان تعلقدار ھونیکے انھوں نے ذاتی نفع و نقصان کا کچھہ خیال نہیں کیا - سب کو معلوم ھے کہ ھمارے صوبہ کے لفٹنٹ گورنر مجوزہ مسلم یونیورسٹی کی تحریک کو پسند نہیں کرتے ھیں اور ھمارے صوبہ کے انگریز عام طور پر اسکے موافق نہ تھے لیکن راجہ صاحب موصوف نے ان حالات کی کبھی پروا نہیں کی - اور اس صوبہ میں اس تحریک کو کامیاب کرنے میں سب سے زیادہ حصہ لیا -

میں نہیں سمجھتا کہ آپکا وہ معتبر ذریعہ کونسا ھے جسکی بنا پر آپ نے راجہ صاحب موصوف پر ایسا بے بنیاد الزام لگایا - راجہ صاحب ممدوح نے جو قومی خدمت کی ھے وہ قوم اور پبلک کے سامنے ھے - نہ وہ کسی اعتراف کی محتاج ھے اور نہ بیجا نکتہ چینی سے اوسکو کسی قسم کا اندیشہ ھے - البتہ جو اخبارنویس قومی خدمت کے داعی ھیں اُن کو یہ سمجھنا چاھئے کہ بغیر کافی تحقیق اور علم کے کسی شخص کی ذات پر پبلک میں حملہ کرنا حق انصاف کا خون کرنا ھے - نہایت ممنون ھونگا اگر آپ اِس عریضہ کو اپنے اخبار میں شائع فرمادینگے فقط *

دستخط

(آنریبل صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب)

سول سروس کمیشن

— * —

جناب ایڈیٹر صاحب

غالباً جناب کی توجہ اُس کمیشن کی طرف جسکو ھوم گورنمنٹ نے ھندوستان کے صیغہ ملازمت سرکاری پر از سر نو غور کرنے کے واسطے مقرر کیا ھے اور جو عنقریب ھندوستان میں آکر اھل ملک کی منشا کو دریافت کرنے والا ھے - اول سے رجوع ھوئی ھوگی - علاوہ اس کے کہ اس کمیشن کو ملکی خواھشوں پر متوجہ کیا جائے - اس کی بھی اشد ضرورت ھے کہ مسلمانوں کے قومی حقوق متعلق سرکاری نوکری پر بھی معزز اھل کمیشن کی توجہ مائل کرائی جاے - پس جناب کو خود اور اپنے مضمون نگاروں سے اس کا ملتمس ھونا مناسب معلوم ھوتا ھے کہ آپ اور وہ اپنے اھل ملک اور ناظرین کو مشورہ دیں کہ اُن میں سے جو اپنا بیان بحضور کمیشن لکھانا چاھیں - اُن کو ایسا بیان کرنا چاھئے - جس سے مسلمانوں کے قومی حقوق بنسبت ملازمت کے محفوظ ھو جائیں - یہ مسئلہ نہایت متانت - واقفیت اور سنجیدگی سے غور اور بحث کرنے کا ھے اور اخبارات بہترین مشیر اُن کے واسطے ھو سکتے ھیں جو کمیشن موجودہ کے حضور میں شہادت دینگے -

یہ ضرور ھے کہ مالکان اخبارات اُن پرچوں کو جن میں اس کے متعلق اظہار خیال کیا ھو - وقتاً فوقتاً اُن صاحبوں کے پاس بھیجدیا کریں جن کو وہ اپنے نزدیک اس لائق جانتے ھوں اور کمترین راقم عریضہ ھذا نہایت شکر گزار ھوگا اگر آپ اس قسم کا ھر ایک پرچہ اِس نیازمند کے پاس بھیجدینگے -

اس بات پر بہت زور دینے کی ضرورت نہیں ھے کہ یہ کام کیسا اھم ھے - کیونکہ اس کی سنجیدگی پورے طور پر ظاھر ھے - بس امید ھے کہ جناب اور جناب کے اخبار کے معزز ناظرین خاص توجہ اس بارہ میں فرماتے رھیں گے امید ھے کہ جناب اور جناب کے کاروبار عمدہ حالت میں ھونگے

مکرر عرض یہ ھے کہ آپ کے معزز اخبار کے ناظرین میں سے کوئی صاحب ایسے ھوں کہ وہ بذریعہ اخبارات اپنے خیالات کا شائع کرانا پسند نفرمائیں اون سے چاھا جاتا چاھئے کہ وہ پرایوٹ خطوط سے راقم اثم کو یا اور کسی کو ضرور اپنی صلاح سے مدد دیں - فقط -

(نواب حاجی اسماعیل خاں)

ناموران غزوهٔ طرابلس

یوزباشی (میجر) محمد نوری بک کمانڈر (خمس)

میجر محمد نوری بک

—*—

ناموران غزوهٔ طرابلس میں میجر موصوف کا نام بھی ہمیشه یادگار رہے گا - نه بھی اُن عثمانی مجاہدین غیور میں سے ہیں جنہوں نے دین و ملت کی کشتی کو جب امواج ہلاکت کے حلقے میں دیکھا تو بغیر کسی تامل و جھجک کے بے اختیارانه سمندر میں کود پڑے اور پھر دنیا کی کوئی سخت سے سخت طاقت بھی ایسی نه تھی' جو ان فدائیان راہ الہی کو منزل مقصود تک پہنچنے سے روکتیں - آج ترکی کے جتنے افسر میدان جہاد میں چالیس کرور سے زیادہ مسلمانوں کی عزت سنبھالے ہوئے ہیں ' وہ سب کے سب تقریباً وہی لوگ ہیں جو یا تو پیشتر سے وہاں موجود تھے اور یا بغیر حکومت کے پوچھے یا اشارہ کیے سپاہیانه اندازے نہیں' بلکه مجاہدانه عزم کے ساتھه خود بخود روانه ہوگئے اور جاتے ہی حالات کو یکایک پلٹا دیا - میجر موصوف بھی ایسے ہی جان بازوں میں سے ہیں اور آجکل (خمس) کے عثمانی کیمپ کے افسر اعلی کی خدمات انجام دے رہے ہیں -

میجر موصوف کی خدمات اُنکے یوم ورود سے لیکر آجتک نہایت ماہروانه رہی ہیں - مگر جس جماعت کے بچے اور عورتیں تک جوش و شجاعت کے غیر فانی مجسمے ہوں ' اُن میں سے کسی ایک فرد واحد کی خصوصیت کے ساتھه کیا تعریف کی جاے ؟ رحمت الہی کا آفتاب جب کسی سرزمین پر چمکتا ہے تو اونچے اونچے منار ہی نہیں ' بلکه خاک کے ذرے بھی چمک اٹھتے ہیں : وذالک فضل الله یوتیه من یشاء ' والله ذوالفضل العظیم (۶۱ : ۴)

جسم انسانی فانی ہے ' مگر انسانی فضائل کیلئے فنا نہیں - موت کا حربه اسی وقت تک کارگر ہے جب تک اسکی ضرب انسانی گوشت اور ہڈیوں پر ہے ' لیکن اگر خدا کی ڈھال آپکے ہاتھه میں ہے تو آپکو کون مار سکتا ہے ؟ (ابو جہل) اور (مسیلمه) اگر ہمیشه زندہ بھی رہتے جب بھی بے روح لاشیں تھیں - لیکن محمد ابن عبد الله (صلعم) اپنی عمر کے ۶۳ برس چار مہینے کے بعد بھی آغوش الہی میں زندہ تھا اور اب تک زندہ ہے -

هرگز نمیرد آنکه دلش زنده شد بعشق
ثبت ست بر جریدهٔ عالم دوام ما

یه مقامات تو ارفع و اعلی ہیں ' عام جان بازان ملک و ملت کو دیکھئے - (جوزف میزینی) مرگیا لیکن کیا اٹلی کہه سکتی ہے که وہ زندہ نہیں ؟ (احمد مدحت) کی ہڈیوں کو کہتے ہیں که بوسفورس میں پھینکدیا تھا ' لیکن کیا اسکے کارناموں کو بھی (عبد الحمید) بہا سکتا تھا ؟ یہی حال آج اُن تمام جانفروشان ملت کا یقینی کیجیے جو خاک طرابلس کو اپنے خون سے رنگین کر رہے ہیں - صدیوں پر صدیاں گذر جائیں گی ' تاریخ کی جلدیں آگے بڑھتی جائے گی ' دنیا سیکڑوں انقلابات و تغیرات سے اپنی صورت بدل ڈالے گی ' مجاہدین طرابلس کی ہڈیاں زیر خاک سڑ گل کر خاک میں ملجائیں گی ' مگر انکے کارنامے ہمیشه زندہ رہیں گے ' کبھی فنا نہونے والی روح انکو زندہ رکھے گی ' وہ خدا - جو آج حجرے میں بیٹھا ہوا انکے خون کے فواروں ' انکی لاشوں کی پامالیوں ' انکی بیوہ عورتوں کی فریادوں ' اور انکے یتیم بچوں کے آہ و فغاں کو دیکھه رہا ہے - دنیا کی ہر ہستی کو ہلاک کردیگا مگر اپنے ان عاشقان جانباز کو مرنے نه دیگا : ولا تقولوا لمن یقتل فی سبیل الله اموات ' بل احیاء ' ولکن لا یشعرون -

---

برنـــہ کے معـــرکے کا ایک منظـــر

حضرۃ شیخ سنوسي

کا منشور جہاد

(العلم کا نامہ نگار طرابلس سے لکھتا ہے :)

آغاز جنگ سے حضرۃ شیخ سنوسي اپني تمام طاقت مجاهدین طرابلس کي حمایت کیلئے وقف کرچکے ہیں' انہوں نے جنگ کي خبر سنتے هي اپنے طریقے کے تمام خانقاهوں اور زاویوں کے نام احکام جاري کیے ' تمام مشایخ ' کو جمع کیا ' اور انکو فوري احکام دئے کہ اپني جماعتوں کو لیکر میدان قتال میں پہنچ جائیں ' الحمد للہ کہ اس اعانت کے نتایج معاً ظاهر ہوے' آج تک جو فتح و نصرت اسلامي علم کو یہاں نصیب هوي هے وہ عثماني مجاهدین اور مشایخ سنوسیہ کي مشترک طاقت هي کا نتیجہ هے -

انکي دلي شرکت کا سب سے بڑا ثبوت یہ هے کہ اپني عادت اور اصول کے خلاف انہوں نے اعلان کردیا کہ بہت جلد بہ نفس نفیس میدان قتال میں تشریف لائیں گے اور اسمیں شک نہیں کہ وہ تاریخ جنگ طرابلس کا ایک زلزلہ انگیز وقت هوگا -

چنانچہ وہ اپني موجودہ قیام گاہ (کفرہ) سے چل چکے هیں انکے استقبال کیلئے جغبوب اور وادي مطیر یہاں سے ایک وفد بھی روانہ هوچکا هے ' وہ اب تک پہنچ چکے ہوتے' لیکن چونکہ انکو درمیان کے تمام مقامات میں مجاهدین کو جمع کرنے اور اطراف جوانب کے قبائل کو بلانے کیلئے مجبوراً قیام کرنا پڑتا هے ' پھر راہ کي دقتیں ' گرمي کي شدت ' اور پاني کي قلت بھي عاجلانہ سفر سے مانع هے اسلئے ابتک هم انکي زیارت سے محروم رهے لیکن انشاء اللہ عنقریب میں انکے وصول طرابلس کي خبر آپکو دونگا -

انکے گذشتہ اعلانات تو آپ پڑہ چکے هیں لیکن آج انکا وہ اخری منشور جہاد آپکي خدمت میں بھیجتا هوں جسکي نقلیں گذشتہ دوماہ کے اندر تمام عرب قبائل میں شائع کی گئي هیں اور جس سے انکے جوش دیني اور غیرت ملي کا اندازہ کیا جاسکتا هے [اسکے بعد شیخ موصوف کي مبسوط تحریر هے جسمیں حمد و نعت کے بعد قرآن کریم کي ایات جہاد اور احادیث سے استدلال کرتے تمام مسلمانوں کو دعوت جہاد دي هے اور اس موقعہ کو اسلامي شرف و بقا کیلئے نہایت نازک قرار دیکر التجا کي هے کہ اپنے فرض کو محسوس کریں اور هر طرف سے مجتمع هوکر میدان قتال کے طرف روانہ هوجائیں پھر مجاهدین کو مخاطب کرکے کہا هے کہ تم لوگ رحمت الهي کے مستحق اور اسکي محبت کے مورد هو' خدا نے تمہاري مدح کو اپنے کلام میں جگہ دي اور تمہاري تمام خطاؤں کو معاف کیا ' اپنے عزم کو اور محکم کرو ' اپنے جوش کو بجھنے نہ دو ' دشمنان خدا کے ملائکہ کے فریب میں نہ آؤ اور یاد رکھو کہ خدانے تمہاري نصرت و کامیابي کا وعدہ کیا هے اور اسکا وعدہ غلط نہیں

آخر میں اپنے طریقے کے مشائخ و اصحاب طریقت کو متوجہ کیا هے اور یہ کہکر همت بڑھائي هے کہ تم اس سرزمین عرب کے فرزند هو جس سے رسول عربي کا ظہور هوا ' تم دین الهي کے سرچشمہ هو' تم کو خدا نے اپني نیابت اور خلافت بخشي اور دنیا کي کنجیاں

تمہارے آگے ڈالدیں ' آج بھی اگر اسپر اعتماد کرکے آنکھ کھولے رہو تو اسکا ہاتھ تمہارے پیٹھہ پر ہے اور اسکی جنود مدنی ہر حال میں آمادۂ اعانت -

[اس منشور کے نیچے آنکا خاص دستخط ہے اور ١٨ جمادی الثانیہ تاریخ تحریر ہے خوف طوالت سے ہم پورا ترجمہ نہ کرسکے]

شؤن عثمانیہ

ولایت کی ڈاک

(از مدچسٹر گارڈین)

ترکی کی مشکلات اور موجودہ مسائل

یہ تو مسلمات سے ہے کہ ترکی کو مشکلات میں مبتلا دیکھکر اسکے دشمنوں کے شرار ازرز چمک آٹھینگے - (نوووردیا) میں اسکے (صوفیا) کے نامہ نگار کا تار شائع ہوا ہے جسکا مضمون حسب ذیل ہے —

" ترکی ایوان وزارت کے مستعفی ہوجانے کے باعث گورنمنٹ اور ڈپلو میٹک حلقوں میں بحث و مباحثہ کا بازار نہایت گرم

مقدونیہ کے مہاجرین جنہوں نے (بلغاریہ) میں توطن اختیار کیا ہے اس تحریک کی تائید کے لئے اخلاقی اور مادی سہارا دینے کو مستعد ہوجائینگے اور پھر صرف اتنے ہی پر اکتفا نہ کرینگے بلکہ حکام پر اثر ڈالکر ترکوں کے خلاف پالیسی پیدا کرنے پر مجبور کردینگے "

(فرنک فرٹر زیٹنگ) کا استمبولی نامہ نگار گوائف مذکورہ پر یہ روشنی ڈالتا ہے —

" ڈپلومٹک حلقوں میں البانی مسئلے کی نشو و نما کی نسبت اندیشہ ناک نظروں سے دیکھی جاتی ہے - اندیشہ اسی بات سے پیدا ہوا ہے کہ اگر وزارت کے مشکلات کا سلسلہ یوں ہی جاری رہا تو باب عالی کو ایک عجب مصیبت پیش آئیگی جس سے صاف اور جانبر نکلنا اسکے لئے محال ہوجائیگا - البانیا کا مسئلہ ایسا آپڑا ہے جس سے ترکی بد حواس ہو رہی ہے اور ہر روز البانی جدید مطالبات اختراع کر کرکے ترکی کو کانٹوں پر گھسیٹتے ہیں - یہ اندیشہ تو نہایت اہم صورت اختیار کر رہا ہے کہ اگر (البانیہ) میں ترکی کے بلا رضا یا برضا آزاد حکومت قائم ہوگئی تو ولایات (جنینا)

طرابلس میں اٹلی کی مشکلات

ہو رہا ہے اور یہ یقین عالمگیر ہو رہا ہے کہ آیندہ وزارت بھی ایک موج رواں کیطرح آٹھکر ناپید ہوجائیگی اور قتل و خون کو نشو و نما ہوگی کہ یوروپین کانفرس منعقد ہونے کی ضرورت ناگزیر ہوجائیگی - عام راے تو یہ ہے کہ اگر ترکی کی پیچیدگیوں کا مسئلہ حل کرنے کی کوئی معقول صورت نظر آتی ہے تو صرف اسی میں کہ یوروپین کانفرس منعقد ہو ورنہ بلقانی ریاستیں مسلح ہوکر بیچ میں کود پڑینگی " -

اخبار (ٹیمپس) کے ایک نوٹ میں اوپر کے مضمون کی یوں تشریح کی گئی ہے :

" قافلوں کے سابق سرداروں اور عساکر بلغاریہ کے افسروں نے (جو پہلے مقدونیا کی کمپنی میں رہ چکے ہیں) پیہم جلسے منعقد کرکے (مقدونیہ) میں بغاوت و غداری کا راستہ صاف کردیا ہے اور اس سے مقصد یہ ہے کہ دول یورپ خواہی نخواہی بیچ میں پڑجائینگے - خود (مقدونیہ) کی خفیہ انجمنیں اسی تاک میں بیٹھی ہوئی ہیں کہ ساعت قریب آجائے اور ہم آہنگ انقلاب بلند کردیں -

(اسکوائر) ' (مناستر) اور (کاسوا) بھی ترکوں کے دست اقتدار سے نکلکر آزاد البانیہ سے ضم ہو جائینگے - اسوقت ریاست ہاے بلقان کے لئے مسئلۂ مقدونیہ کا پیمانۂ صبر لبریز ہو جائیگا اور اسکی جگہ الدنی عقدہ لے لے گا - ریاستہاے بلقان ہرگز اس بات کو گوارا نہ کرینگی کہ ہمارے تاریخی حقوق غیر محفوظ چھوڑ دئے جائیں - بلغاریہ ' مانٹی نگرو ' سرویا اور یونان کی فوجی سرگرم تیاریاں نظر غائر کی محتاج ہیں " -

نوجوان ترکوں کا ارگن (روم جلیہ) جو سالونیکا سے شائع ہوتا ہے اسمیں ایک نہایت اہم اور توجہہ طلب مضمون چھپا ہے ' اسکا موضوع آسٹریا و بلغاریہ کا پانزدہ سالہ معاہدہ ہے جو سنہ ١٨٩٨ ع میں قرار پایا تھا - اس معاہدے کے شرایط اولی حسب ذیل بتائے جاتے ہیں :—

دفعہ ٣ - شاہ بلغاریہ (روس) کی غاصبانہ حرکت کی مزاحمت کرے ' اور (براے سرویا) کی آزادی و نجات کے حامیوں کی کوششوں کو پامال کردے -

دفعہ ٤ - (آسٹریا) پر یہ فرض رہیگا کہ مشرقی

(مقدونیہ) اور ولایت (ادریانوپل) پر بلغاریہ کی حوصلہ مندانہ آرزوؤں کا احترام کیا جائے اور اس قرار داد کے معاوضے میں بلغاریہ بھی (نووی بازار) ولایات (اسکوب) (البانیہ) (مغربی مقدونیہ) (سالونیکا) اور (چلسیدس) پر آسٹریا کے جائز حقوق کو تسلیم کرے -

دفعۂ ۵ - اگر (آسٹریا) الحاق بوسنیا ہرزیگوینا پر فیصلہ کر لے تو بلغاریہ کو واجب ہوگا کہ ترکی کے خلاف آسٹریا کی تائید کرے اور ضرورت ہو تو مانٹی نگرو اور سرویا کے خلاف بھی کھڑی ہو جائے ' اسکا معاوضہ آسٹریا کیجانب سے بلغاریہ کے اعلان آزادی اور مشرقی رومیلیا کی خواہش کی حمایت کی شکل میں ہوگا -

دفعۂ ۶ - بلغاریہ کسی ایسی طاقت کے ساتھ سیاسی یا فوجی اتحاد کرنے کے مجاز نہوسکیگی جو آسٹریا کے اتحادی حلقے میں نہو ' اسکی قیمت میں (آسٹریا) بلغاریہ کو زار کا خطاب اختیار کرنے میں مدد دیگی -

دفعۂ ۷ - اگر (آسٹریا) اور (روس) کے مابین لڑائی چھڑ جائے تو اس حالت میں بلغاریہ کا یہ فرض ہوگا کہ وہ بے طرفی کا اعلان کرکے روس کو اپنی زمین اور بندرگاہوں سے نہ گذرنے دے -

آخری تین دفعات کی نسبت بیان کیا گیا ہے کہ نہایت اہم ہیں ' ایک شرط کا مفہوم تو یہ ہے کہ اگر ترکی بلغاریہ پر حملہ آور ہوئی تو (آسٹریا) قدیم سرویا ' البانیا اور مقدونیہ پر قابض ہوجائیگی اور جب ترکی نے آسٹریا پر حملہ کردیا تو بلغاریہ ولایت ادریانوپل پر قبضہ کر کے قسطنطنیہ کی طرف دھاوا کریگی -

۹ - اگر سلطنت عثمانیہ کو زوال آگیا تو آسٹریا اپنے حقوق کے اعتبار سے نووی بازار ' قدیم سرویا ' البانیہ ' مشرقی مقدونیہ ' سالونیکا اور تمام چلسیدس پر قبضہ کرلیگی -

۱۰ - میں سرویا سے امکان جنگ پر بحث کی گئی ہے اور لکھا ہے اگر (آسٹریا) اور سرویا میں جنگ ہوجائے اسوقت بلغاریا کا فرض ہوگا کہ (پرتی) اور (نش) پر قبضہ کرلے ؛ اگر (بلغاریا) کے ساتھ ہو تو آسٹرین فوج (بلغار) اور (قارو گموز) کیطرف دھاوا کریگی - بعد جنگ کے (سرویا) کی تقسیم ہو جائیگی اور تمام مغربی حصہ (دبرنا) اور (مورو) سے لیکر (نش) اور (پسروچ) (آسٹریا) کے حصے میں آئیگا اور مشرقی حصہ بلغاریا کا حصہ ہے -

جنگ اٹلی و ترکی

(حدیدہ ۱۵ اگست) :— اٹالین جنگی جہازات پائی موزت اور ارے ٹیوسا ۲۶ جولائی کو تمام دن ترکوں کی فوجی عمارت اور شہر سے باہر کیمپ پر گولے پھینکا کئے -

میگزنوں میں آگ لگ کر دھماکا ہوا اور برابر دو دن تک آگ اُٹھتی رہی نقصان تخمیناً ایک لاکھ پونڈ کا ہوا .

اموات کی تعداد ۳ اور مجروح کی تعداد ۵ تھی -

(بمبئی ۱۷ اگست) :— (ٹائمس آف انڈیا) کا نامہ نگار عدن سے لکھتا ہے : یہاں اس افواہ پر سب متفق اللسان ہیں کہ اطالوی ... کی ایک جماعت ایک جنگی جہاز سے قریب ساحل (زرنیک) ... ہے - یہ مقام (حدیدہ) سے چند ساعت کے فاصلے پر واقع ہے - عربوں نے اطالیوں پر فیر کی جس سے دو ہلاک ہوگئے اسکا نتیجہ یہ ہوا کہ اطالی جنگی جہاز نے (رسل مغملح) پر گولا باری کردی لیکن کسی شدید نقصان کی خبر نہیں آئی ایک پرائیوٹ تار سے معلوم ہوا ہے کہ اٹالین ترکی بندرگاہوں اور حدیدہ کی فوجی مقامات پر گولا باری کر رہے ہیں -

(روما - ۱۶ - اگست) :— (زوارہ) سے اطالویوں نے پیش قدمی کی جس سے غرض یہ تھی کہ پہاڑی مقامات پر قبضہ کرکے (تیونس) کی سرحد سے رسد وغیرہ کی آمد و رفت بند کردیں سخت لڑائی کے بعد آخر انہوں نے میدان مار لیا جسمیں ۹ اطالوی ہلاک اور ۹۸ مجروح ہوئے علاوہ بریں ۵ افسر بھی مارے گئے - لیکن ترکوں کا نقصان نہایت سنگین تھا -

ترکی اور مانٹی نگرو

(سنتیم ۱۲) سرحد میں ترکی اور (مانٹی نگرو) کے مابین پھر جنگ کا آغاز ہوگیا -

ترکی فوجوں کی مدد کو کمک پہنچ گئی ہے -

(صوفیا ۱۳) کل کوچہ کے قتل عام پر بر افروختگی کی نمائش کی گئی نمائش کنندگان کی جماعت نے سیاہ علم لیکر جلوسی شان سے دھاوا کیا - گرجوں کی گھنٹیاں بجتی تھیں اور تمام دکانیں بند کردی گئی تھیں - ساتھ ہی یہ رزلیوشن بھی پاس کیا گیا کہ ہماری گورنمنٹ مقدونیا کے بلغاریوں کو عثمانی اطاعت و انقیاد سے نجات دلانے کی کوشش کرے -

(لندن ۱۴) سنتیم میں مظفر الدین بک ترکی وامل کی حیثیت سے مامور ہوا ہے -

(لندن ۱۶) تمام بلغاریا میں شاہ فرڈیننڈ کی جوبلی کی خوشیاں منائی جارہی ہیں - ہزمجسٹی نے قدیم دارالسلطنۃ میں فوج کا معائنہ کیا اور اپنی تقریر میں اس بات پر زور دیا کہ صلح کل پالیسی کی سخت ضرورت ہے تمام آبادی میں اس تقریر سے سکون بخش اثر پیدا ہوا ہے -

(لندن ۱۶) . — ریوٹر کو معلوم ہوا ہے کہ (آسٹریا ہنگری) نے دول عظام کو مدعو کیا ہے کہ عثمانی صوبہ ہائے بلقان کے کوائف کے متعلق مبادلۂ آرا کریں -

(لندن ۱۷) صوبہ ہائے بلقان کے بارے میں تبادلۂ خیالات کیلئے (کاؤنٹ وان برچٹولڈ) نے دول یورپ کو جو دعوت دی ہے اوسپر بہت نکتہ چینیاں ہو رہی ہیں - آسٹریا کے دو مہم اخبارات بڑی احتیاط سے اسکی توضیح کرتے ہیں کہ ترکوں کے معاملات میں مداخلت کرنے کا مقصد نہیں ہے آسٹریا صرف یہ چاہتی ہے کہ اقوام کے راضی رکھنے کے ارادیمیں ترکونکا ہاتھ بٹائے اور اس فرض کے ادائگی میں آسانی پیدا کرنیکی ضرورت کا ترکونکو یقین دلائے - یورپین کانفرنس منعقد کرنے کا ارادہ نہیں ہے اور اسکا مباحثہ سفراء کی ذات سے سرانجام پائیگا -

(یورپی اخبارات کی رائیں) یورپکے اخبارات عموماً اس تجویز سے محتاط پسندیدگی ظاہر کرتے ہیں بعض اس خواہش کو روسی

کرتب پر محصول کرتے ہیں جو نتیجہ ہے سینٹ پیٹرسبرگ کی ملاقاتی تقریر کا -

اخبار "آسٹریا ہنگرین" اس پر زور دے رہا ہے کہ ترکی معاملات میں دخل دینیکی کوئی تجویز پیش نہیں ہے صرف منشا یہ ہے کہ تاوقتیکہ مختلف قوموں کی ضروریات کو پورا کرنیکا موقعہ نئی ترکی سلطنت کو نہ ملے تب تک بلقان میں امن قائم رکھنیکی صورت کو مضبوط کرنا چاہئے - ساتھ ہی ریاستہاے بلقان کو دول یورپ کیطرف سے یہ مشورہ دیا جاے گا کہ آشتی بڑھانے والی روش اختیار کرے -

قسطنطنیہ میں زلزلہ

(قسطنطنیہ ۱۲) قسطنطنیہ میں سخت زلزلہ آنا والایت (اڈریا نوپل) کے جنوبی مغربی حصے میں ۱۵۰۰۰ ہزار آدمی بے خان و مان ہوگئے ہیں ایک ہزار آدمی قسطنطنیہ کے ہسپتال میں پناہ گیر ہیں - شہر (اڈریا نوپل میں ۲۰ مساجد اور دیگر سرکاری عمارات برباد ہوگئی ہیں - آخری تخمینہ ہلاک شدہ اور مجروحین کا ۱۲۰۰ بتایا جاتا ہے -

(ایضاً) - آج گیلی پولی میں پھر تین بار زلزلہ محسوس ہوا

(قسطنطنیہ ۱۳) - جیسا پہلے تصور کیا گیا اس سے کہیں بڑھکر جان اور مال کا نقصان ہوا - لوگوں کی مصیبت و تباہی ناگفتہ بہ ہے - زلزلے اور آتش زدگی سے تمام خاندان بے نشان ہوگئے -

(قسطنطنیہ ۱۷) امریکن حفاظتی جہاز اسکاربین زلزلے کا منظر دیکھکر واپس آیا ہے اور بیان کرتا ہے کہ زلزلے کے حوادث کے متعلق جتنی خبریں معلوم ہوئی تھیں اصل حالت اسی سے کہیں ابتر ہے - امریکن تخمینے کے مطابق تین ہزار سے زیادہ ہلاک اور کم از کم چھہ ہزار زخمی پڑے ہیں - بعض قصبات میں لاشوں کے تعفن سے آدمی ایک لمحے کے لئے کھڑا نہیں ہو سکتا - بعض تو جلکر خاک کا ڈھیر بنگئے ہیں -

خوف و ہراس کا وہی عالم ہے - زلزلہ زدہ مکانات یکے بعد دیگرے گرتے جاتے ہیں - ایک گاؤں کا تو یہ حال ہے کہ وہاں کے لوگ ہاتھہ پر ہاتھہ رکھکر بیٹھے اپنی مصائب پر آنسو بہا رہے ہیں -

مصر کے پولیٹکل متہمین کو سزا

(قاہرہ ۱۳) :-- خدیو معظم، لارڈ کچنر اور مصر کے وزیر اعظم کے خلاف سازش کرنیوالوں کا فیصلہ ہوگیا - ایک کو پندرہ برس کی سخت بامشقت اور دو کو ۱۵ برس کی قید کی سزا دی گئی -

مراکش

* * *

(لندن ۱۲ اگست) - مولائی حفیظ نے تاج و تخت اپنے بھائی مولائی یوسف کے حوالہ کردیا وہ ترقی صحت کے لئے (رشی) مشہور ہے کہ طنجہ میں سکونت اختیار کرنے سے پہلے مکہ [illegible] سوار ہو کر (جبل [illegible]

الطارق) آیا اور اسکے جہاز مقبوضۂ پر سوار ہوکر مارسیلس روانہ ہوا اسی برطانیہ کے جہاز پر اسلئے تعلقی کی تاکہ فرانسیسی قیدی کہلائے جانے کی صورت قائم نہ رہے -

اسکی حرم طنجہ میں پہنچ گئی -

مولائی حفیظ کو ۱۵۰۰۰ پونڈ سالانہ وظیفہ ملا کریگا -

(لندن ۱۵) آج مولائی حفیظ (مارسیلس) پہنچے - وہاں دھوم دھام شان سے آنکا استقبال کیا گیا -

(پیرس ۱۷) جنوبی مراکو کے مجموعہ حالات پر فرانس میں سخت اندیشہ پیدا ہوگیا ہے - اسکا باعث یہ ہے کہ دعویدار سلطنت (الہبا) نے اپنی کاروائی شروع کردی ہے - سواے فرانسیسی قونصل اور والدس قونصل کے تمام یوروپین مراکش چھوڑکر چل دئے ہیں - (ریزیڈنٹ جنرل) کو سخت مشکل درپیش ہے - ایسی مصیبت کے وقت نئی بغاوت کا کھڑا ہوجانا، اور (الہبا) کی سرکوبی کے لئے روانگی فوج کا امکان سے باہر ہونا، یہ ساری باتیں قیام امن میں تاخیر پیدا کر دینگی -

غازی انور بک کی تصویر کی وجہ سے اس نمبر کی قیمت ۸ آنہ

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحکیم

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad,

7 1, MacLeod street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

میر مسئول و خصوصی
ابوالکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷-۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲

نمبر ۷ — کلکتہ : یکشنبہ ۲۰ اگست ۱۹۱۲ ع — جلد ۱

فہرست

تصاویر

شذرات

اطلاع ضروری

براہ عنایت خط و کتابت میں وہ نمبر اپنے نام کے ساتھہ ضرور لکھا کیجئے جو ہر پرچے کی چٹ پر آپکے نام اور پتے کے اوپر درج کردیا جاتا ہے' وہ خریداری کا نمبر ہے اور بغیر اسکے رجسٹر میں صرف نام کا تلاش کرنا سخت دقتوں کا موجب ہوتا ہے - (منیجر)

اکثر احباب (الہلال) کی شائع شدہ تصویریں علحدہ طلب کرتے ہیں - خاص ضرورت ہو تو طیار کرکے بھیجدی جاسکتی ہیں' لیکن اگر شوقیہ علحدہ رکھنا مقصود ہو تو کسی قدر انتظار کریں - جنگ طرابلس' نامورانِ غزوۂ طرابلس' اور مشاہیر ماضی و حال کے رنگین البم ہم طیار کر رہے ہیں - انکا کاغذ نہایت قیمتی اور بوجہ ہاف ٹون مشین میں چھپنے کے مطبوعات کی صناعت کا قابل دید نمونہ ہوگا - امید ہے کہ قیمت بھی ارزاں ہو -

---

پہلے شکایت کی جاتی تھی کہ آپ طرابلس سے نکلکر اپنی سرزمین میں آتے ہی نہیں' اب آئے ہیں تو شکایت کی جاتی ہے کہ اسطرح دوڑتے ہوے ہر نہ آئیے !

غرض دو گونہ عذابست جان مجنون را

عرض یہ ہے کہ برسوں تک بدتے بیٹھے پاؤں شل ہوگئے ہیں' عرصے کے بعد قدم اٹھے ہیں تو ذرا دوڑنے دیجئے کہ خون میں حرارت تو پیدا ہو - اب آہستہ خرامی کا وقت نہیں ہے - ساتھہ کے جانے والوں کی گرد پا کا بھی سراغ نہیں ملتا' اور آپ کی نصیحت ہے کہ آہستہ آہستہ قدم اٹھا کر چلیے !

یاران تیز گام نے محمل کو جالیا
ہم محو نالۂ جرس کارواں رہے

بعض ناصح ہمدردانہ کہتے ہیں کہ راہ باریک اور ہر طرف تاریکی ہے' ڈر خوف ہے کہ کہیں ٹھوکر نہ لگے ' لیکن ہماری تیزی بھی اسی لئے ہے کہ تاریکی نے راہ کو خطروں سے بھر دیا ہے اسلئے دوڑنا چاہتے ہیں کہ بڑھ بڑھ کر آگے نکلکر چراغ دکھلائیں - رہا ٹھوکر کھانے کا خوف' تو اسکی پروا نہ کیجئے ' اپنا عقیدہ تو یہ ہے کہ ہاتھہ پاؤں توڑکر بیٹھہ

رفلنے کی جگہ دوڑکر تھوڑا کھانا بہتر ہے' آپ کریں گے تو کم از کم کچھہ شور و غل تو ہو رہیگا' عجب نہیں کہ بعض خفتگان غفلت چونک پڑیں - لیکن پڑے رہنے سے تو آپکی بے ہوشی بھی بڑھتی جائے گی اور سونے والوں کو بھی بیداری کی کروٹ نصیب نہوگی -

زندہ دلوں کا وطن

یہ مانا کہ کسی ملک کی آب و ہوا جسم انسانی کیلئے کوئی خاص اثر رکھتی ہو' مگر یہ تو کچھہ ضرور نہیں کہ ایک سرزمین کا اخلاق بگڑنے پر آئے تو پورے خطے کی حالت یکساں طور پر بگڑجائے' ہم عرصے سے دیکھہ رہے ہیں کہ پنجاب کے اخبارات کو خریداروں کے پیدا کرلینے اور نئے نئے کارخانوں کے چلانے کی تدبیروں میں ترقی کررہے ہیں مگر انکا اخلاقی تنزل نہایت درد انگیز ہے - کل کی بات ہے کہ (زمیندار) اور (وطن) میں باہم جوتی پیزار ہورہی تھی' اور جسطرح پنجاب میں پہلوانوں کے دنگل ہوا کرتے ہیں' اسی طرح دونوں پہلوان ایک دوسرے سے گتھ ہوئے تھے - (زمیندار) کا صرف یہ قصور تھا کہ تھوڑے دنوں کے اندر ہی اسکی اشاعت تمام اخباروں سے بڑھ گئی اور نیز وہ لاہور کے چند ذوات مقدس کی پرستش سے انکار کرتا ہے ؟ انسان کے تمام قصور معاف ہوسکتے ہیں مگر ایک دکاندار اُس شخص کو تو کبھی معاف نہیں کرسکتا جس نے اسکے سامنے کی خالی دکان پر قبضہ کرکے راہ کے خریداروں کو اپنی طرف کھینچ لیا ہو -

ہمارے عقیدے میں یہ نتائج صرف اس بات کے ہیں کہ پنجاب میں تجارت کی ترقی نے بالعموم دکانداروانہ اخلاق پیدا کردیا ہے' اور اغراض پرستی کی ہوا میں سب بل رہے ہیں - تجارتی زندگی کا قدرتی نتیجہ یہ ہے کہ شب و روز باہم تصادم و تسابق ہو' اور ملکوں میں اسے موقعہ پر تجارت ہی کے میدان میں پیچ لڑائے جاتے ہیں' مگر یہاں یہ تدبیر اختیار کی گئی ہے کہ تلوار کی جگہ قلم کا وار کرکے پھر بالطمینان حریف کی دکان لوٹ لی جائے -

یہ قصہ کئی ماہ تک جاری رہا اور ابتک جاری ہے' اکبر سنگھہ کے غلام پہلوان سے عاجز آکر اسکی کھوپڑی پر مکہ کی ایک سخت ضرب لگادی تھی' اسی طرح یہ قلم و کاغذ کے پہلوان جب عاجز آجاتے ہیں تو پھر ایک دوسرے کو گالیاں دینا شروع کردیتے ہیں' فحش و مغلظات سے بھی انہیں دریغ نہیں - ایک اپنے حریف سے پوچھتا ہے کہ وہ زمانہ بھی یاد ہے جب کالج میں پڑھتے تھے ؟ دوسرا کہتا ہے کہ زیادہ نایئں نہ بگاڑ ورنہ میں تمہارا فلاں راز فاش کردونگا - اب یہاں تک نوبت پہنچ گئی ہے کہ ایک دوسرے کو چور اور ڈاکو بتلاتے ہیں' ایک کہتا ہے کہ تم نے طرابلس کے نام سے روپیہ کھالیا' دوسرا کہتا ہے کہ فرضی کمپنیاں بناکر قوم کو لوٹ لیا - یہ حالت صرف مسلمانوں ہی کی نہیں ہے بلکہ اس حمام میں سب ہی ننگے ہیں - ہندو اور آریہ اخبارات کو دیکھئے تو وہ بھی ایک دوسرے کو ذلیل کرنے کے شریفانہ شغل ہی میں خوش ہیں - بدبختو! صرف تم ہی ذلیل نہیں ہو بلکہ تمہاری تمام قوم اور پورا ملک ذلیل ہے - جس قوم پر خدا کا قہر نازل ہوتا ہے اسکا یہی حال ہوتا ہے' پہلے اس پر حکومت چھین کر غیروں کو اسپر مسلط کردیتا ہے - بنی اسرائیل نے جب خدا سے منہ موڑا تو الٹو ایک باہر کی قوم بھیجی گئی : بعثنا علیکم عباداً لنا اولی باس شدید [پھر ہم نے تم پر ایک سخت و شدید قوم کو مسلط کردیا ۱۷ : ۹]

جب اسپر بھی باز نہیں آئے تو پھر فسق و فجور' حسد و حقد' ہوا پرستی و نفسانیت' نااتفاقی و بیگانگی سے ان کو مبتلا کردیتا ہے - خود ہی کٹتے ہیں اور خود ہی مرتے ہیں - وما اھلکنا قریۃ الا واھلھا ظالمون [اور ہم کسی آبادی کو تباہ نہیں کرتے مگر اسی وقت جبکہ وہ ظلم و معاصی میں مبتلا ہوجاتی ہے]

ہم اپنے معاصرین سے بہ منت التجا کرتے ہیں کہ خدا کیلئے اپنی ملت پر نہیں' تو خود اپنے اوپر رحم کریں' اور مسلمانوں کی موجودہ ذلت و رسوائی پر قناعت کرلیں - نفسانیت و خود پرستی کی حد ہوگئی ہے اور خدا کی طرف سے سب نے منہ موڑ لیا ہے - تعجب ہے کہ ساری دنیا آپ پر ہنس رہی ہے اور آپکو ایک لمحہ کیلئے بھی اپنے اوپر رونا نہیں آتا ؟ ملک و ملت کی خدمت شاید اس طریقے سے الگ ہوکر بھی کی جا سکتی ہے' یہ تو کچھہ ضرور نہیں کہ جب تک آپ ایک دوسرے کو چور ثابت نہ کرلینگے اس وقت تک آپکی زیر اصلاح قوم آپکو اپنا امین نہ سمجھے گی -

تو بخویشتن چہ کردی کہ بما کنی نظیری
بخدا کہ واجب آمد ز تو احتراز کردن

اس ہفتہ (مسلم یونیورسٹی) کے متعلق قلم اسقدر بے اختیار رہا کہ بعض معاصرین کی اصطلاح میں پورا نمبر گویا (یونیورسٹی نمبر) ہوگیا - ہم ہرگز اسے پسند نہیں کرتے کہ ایک ہی طرح کے بڑے بڑے آرٹکلوں سے پورا رسالہ بھردیا جائے مگر ایک طرف وقت کا اقتضا اور ضرورت' دوسری طرف صفحات کی قلت' اور سب پر طرہ یہ کہ دماغ قابو میں نہیں - مجبوراً یہ طریقہ اختیار کرنا پڑتا ہے - (البانیا) کے مسئلے پر دو ہفتہ سے لکھنا چاہتے ہیں' ٹرکی کی موجودہ حالت کے متعلق کئی ہفتے سے بالکل نہیں لکھا' انگلستان کے موجودہ احزابی مناقشات کو تو گویا ہم بالکل بھولے ہوئے ہیں' عام مسائل اور مذاکرہ علمیہ و انتقاد تو ابتک شروع ہی نہیں ہوئے' معلوم ہوتا ہے کہ خواہ کچھہ ہو مگر ضخامت بڑھانی ہی پڑیگی - والامر بید اللہ سبحانہ ۔

رفیق دہلی

یہ ایک روزانہ اخبار ہے جو دہلی سے نکلنا شروع ہوا ہے' ڈیمائی سائز کے چار صفحوں پر چھپتا ہے' کاغذ اور چھپائی اچھی ہے' قیمت سالانہ ۱۲ روپیہ اور ششماہی ۶ - ۸ ۔ ۰ -

اس وقت تک ہم نے دو چار نمبر سرسری طور پر دیکھے' روزانہ تار برقیوں اور عام واقعات و اخبار کو اچھی طرح جمع کیا جاتا ہے اور بہ حیثیت مجموعی ارزاں اور دلچسپ ہے - فرصت نصیب ہو تو اخبارات کو پڑھنے کا وقت نکالیں اور پھر رائے دیسکیں -

الہلال

۲۰ : اگست ۱۹۱۲

— * —

نشۂ شام کی نصف شب
یا
مسلم یونیورسٹی

اور اس ضمن میں چند متفرق خیالات

(۱)

بہت سی تاریخیں یاد رکھنے کے قابل ہوتی ہیں - فرانس ۱۴ - جولائی سنہ ۱۷۸۹ - کو نہیں بھولتا کہ آزادی کی رحمت کا اسی دن نزول ہوا - انگلستان ۲ جون سنہ ۱۶۴۹ کو ہمیشہ یاد رکھتا ہے کہ شاہی اقتدار پر آخری ضرب اسی دن لگی - لیکن یہ یادگاریں دنیا کی زندہ قوموں کا حصہ ہے - ہم بدبختوں اور زبوں طالعوں کے پاس بھی بہت سی تاریخیں ایسی تھیں جنکی عظمت کے آگے صرف ہم ہی نہیں' بلکہ تمام عالم سر جھکاتا تھا ؛ لیکن یہ زندگی کے کاروبار تھے' اب کہ موت کی مردنی سے جسم ملت کا ہر عضو افسردہ ہو رہا ہے' ایسے نصیب کہاں کہ کامرانی و فتحمابی کی تاریخیں یاد رکھنے کیلئے میسر آسکیں ؟ قومی اقبال کا آفتاب جب چمکتا ہے تو شاید ایک ہی مرتبہ چمکتا ہے -

---

لیکن :

توفیق باندازۂ ہمت ہے ازل سے

قسام ازل نے ہر شخص کو اسکی ہمت اور صلاحیت کے مطابق اسکا حصہ دیدیا ہے - کوئی سایۂ طوبیٰ میں بیٹھکر خوش ہوتا ہے اور کوئی قامت یار کی جستجو میں :

تو و طوبیٰ' و ما و قامت یار

خوشی کے دن ہمیں نصیب نہیں کہ یاد رکھیں تو اپنے ایام غم کو تو بھول نہیں سکتے ؟ اوروں کو اگر فصل بہار کی یاد ملی ہے تو مبارک ہو' ہم خزاں کی یادگار منایا کرینگے ·

نوحۂ غم ہی سہی' نغمۂ شادی نسہی

اگر دن پھرنے والے ہیں تو عجب نہیں کہ نوحۂ غم سے نغمۂ طرب کی لے پیدا ہو جائے - بہار خزاں کے بعد ہی آتی ہے' اور خشک درختوں کو ہم نے سرسبز ہوتے دیکھا ہے · یخرج الحی من المیت و یخرج المیت من الحی' و یحیی الارض بعد موتہا ' و کذالک تخرجون [خدا زندگی سے موت کو اور موت سے زندگی کو پیدا کرتا ہے' اور زمین پر جب موت چھا جاتی ہے تو اسکی رحمت پھر اسے زندہ کردیتی ہے ۳۰ : ۱۹]

۱۲ دسمبر

ہمارے اخوان وطن جب (۱۲ دسمبر) کی یادگار کا جشن منائیں گے کہ اسی دن انکی سی سالہ جد و جہد نے حکومت کو شکست دی اور تقسیم بنگال کا وشتۂ تقدیر (جسکی نسبت لارڈ مارلے جیسے کیلئے بچوں کا کھیلنا کہا گیا تھا) بالاخر مٹاکر چھوڑا' تو ہم بھی بیکار نہیں رہیں گے - وہ اگر اپنی کامرانی کو یاد رکھیں گے ' تو ہم اپنی نامرادی کا مرثیہ پڑھیں گے - وہ اگر اسپر خوش ہونگے کہ تیس برس تک شاہراہ مقصود پر چلتے رہے اور بالاخر منزل کو سامنے دیکھا' تو ہم اپنی گمراہی و ضلالت پر سر پیٹیں گے کہ تیس برس تک غلط راہ جاکر ٹھوکریں کھاتے رہے اور بالاخر منہ کے بل گرے - وہ اگر اپنے راہنماؤں کو یاد رکھیں گے جنہوں نے اپنے نقش قدم ہو کر آج انہیں پیدا کیا ' تو ہم بھی اپنے لیڈروں کو بھول نہ سکیں گے کہ اپنے اغراض و منافع کی تلاش میں پوری ملت کی متاع کو کھودیا - اور سب سے آخر یہ کہ اگر انکو خوشی ہوگی کہ جو کچھ ملا وہ اس سے زیادہ کے اہل تھے' تو ہمکو بھی شکایت نہوگی کہ جس ٹھوکر سے ٹھکرائے گئے اس سے بھی زیادہ کے مستحق تھے - اسمیں شک نہیں کہ انکے لئے خوشی کی یاد ہے اور ہمارے لیے غم کی ' لیکن اگر چشم بینا اور دل عبرت پذیر ہو تو نتیجہ دونوں کا یکساں ہے - انکو کامیابی ہمت دلاتی ہے تو ہمکو ناکامی غفلت سے بیدار کرتی ہے - انپر حکومت کا یہ احسان ہے کہ مایوس ہونے سے بچالیا تو ہم پر انسے زیادہ احسان یہ ہے کہ سوتے میں ہشیار کردیا · لقد کان لکم آیۃ فی فئتین [بیشک خدا کی نشانی ہے دونوں جماعتوں میں ۳ : ۱۱]

۱۳ - جولائی سنہ ۱۹۱۱

عبرت کے مواقع جلد جلد میسر نہیں آتے اور غفلت کو ہمیشہ بیداری کی کروٹیں نصیب نہیں ہوتیں' اگر ایسا ہو تو دنیا کم سوئے' اور زیادہ جاگے ؛ حالانکہ وہ ہمیشہ سوتی ہی رہتی ہے - لیکن شاید اب ہمارے دن جلد پھرنے والے ہیں کہ قدرت کا تازیانۂ تنبیہ جلد جلد اٹھنے لگا ہے - (۱۲ - دسمبر) کو ابھی زیادہ دن نہیں گذرے ہیں کہ ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۱۱ کی تاریخ نمودار ہوئی (آنریبل سر - ایس - ایچ - بٹلر) اپنے مراسلے کی تمہید میں لکھتے ہیں

" ۳۱ جولائی کو میں نے آپکو اطلاع دی تھی کہ صاحب وزیر ہند یونیورسٹی کا قیام منظور فرمانے کیلئے طیار ہیں بشرطیکہ

(۱) آپکی کمیٹی کافی سرمایہ دکھلاسکے اور

(۲) یونیورسٹی کا کانسٹی ٹیوشن جو آپ پیش کریں وہ تمام و کمال گورنمنٹ ہند اور صاحب وزیر ہند کو منظور ہو - نیز میں نے اس مراسلے میں یہ بھی لکھدیا تھا کہ آپکی جو اسکیم صاحب وزیر ہند کے سامنے پیش ہوگی اسکی تمام تفصیلات کے متعلق وہ اپنے اختیارات کامل کو محفوظ رکھتے ہیں — "

ہمکو یہ تاریخ بھی ہمیشہ یاد رکھنی چاہئے - یہی وہ یادگار تاریخ ہے' جس نے گویا ہمارے موجودہ دور زندگی کی سب سے بڑی جد و جہد اور ہمارے وقت اور مال کی سب سے زیادہ قیمتی چیز کا

فیصلہ کردیا تھا ' مگر حکمراں کمیٹی نے تمام قوم کو اس سے بے خبر رکھا ' اور برابر یہی چیختے رہے کہ روپیہ لاؤ روپیہ لاؤ کیونکہ اسکے سوا اور کوئی رکاوٹ درپیش نہیں : واللہ یعلم انہم لکاذبون -

ان میں کا ہر فرد ہر واقفکار شخص کی طرح خوب جانتا تھا کہ ایسی یونیورسٹی جو گورنمنٹ کے آہنی پلجے میں دبی ہوئی ہو نہ ملی ہے اور نہ مل سکے گی ' اور پھر فرمان اور حالات سے بڑھکر خود صاف صاف لفظوں میں مسٹر بٹلر نے کہدیا تھا کہ شرط آخری یہ ہے کہ جز و کل ہمارے ہاتھ میں محفوظ رہیگا - لیکن باوجود اسکے پریس کمیونک کی اشاعت تک ان میں کا ہر شخص دانستہ دس کروڑ مسلمانوں کو دھوکا دیتا رہا اور صرف اسلئے کہ اندوختۂ زر کے دست چاندی اور سونے کی لگاتار بارش جو ہو رہی ہے بند ہوجائیگی !

کسی کا لب نہیں کھلا کہ (سمائے شملہ) کا (شدید القوی) جو وحی آسپر نازل کررہا ہے اسکو اپنی مظلوم امت تک بھی پہنچادے - صرف ایک (نواب وقار الملک) کا سچا اور مومن قلب تھا جو ان فریب کاریوں کا متحمل نہ ہوسکا اور علیگڈہ کے علائق کی ظلمت اسکے نور ایمان پر غالب نہ آسکی - انہوں نے اصلیت سے جب پردہ اٹھایا تو روپیہ دینے والوں کے ہوش و حواس ذرا ٹھکانے ہوئے اور پیشانیوں کو دیکھا تو پسینے سے تر تھیں - لیکن اب شکوہ و شکایت کا موقعہ نہ تھا - وہ اجتماعی جوش اور قومی جذبات جو دوسری قومیں آزادی اور وطن پرستی جیسے مقاصد عالیہ کیلئے صرف کرتی ہیں ' ہم ایک لفظ بے معنی اور ایک سعی بے مقصود یعنی مسلم یونیورسٹی کے پیچھے ضائع کرچکے تھے ' اور رہزنوں سے پہلے خود رہبروں نے دل اور جیب ' دونوں کو لوٹ لیا تھا -

(ہمچو خراجے کہ بر خراب نویسند)

لیکن سخت اضطراب دل کے ساتھ لکھنا پڑتا ہے کہ یاران شاطر نے بالآخر نواب صاحب قبلہ کو بھی چند ہی دنوں کے بعد نہ رہنے دیا کہ اس حق گوئی کو اسکی اصلی شان میں رہنے دیتے - نواب صاحب کی چٹھی کے شائع ہونے ہی (راجہ صاحب محمود آباد) " اس سخت اور تکلیف دہ موسم گرما کی دھوپیں برداشت کرکے اور - عشق از ین بسیار کردست و کند " علیگڈہ پہنچے ' اور پھر چند دنوں کے بعد ہی نواب صاحب قبلہ کی دوسری مراسلت اخبارات میں شائع ہوگئی !

تاہم نواب صاحب کی عظمت ہمارے دلوں میں ہے اور رہے گی - ہم انکی مجبوریوں سے بے خبر نہیں ہیں - جس سر زمین ' اور جن لوگوں میں رہکر انکو کام کرنا پڑا ' اسکو دیکھتے ہوئے تقسیم بنگال کی تنسیخ ' مسئلۂ طرابلس کہ اٹلی کی حد سے بڑھکر دلیری ' اور نیز مسلم یونیورسٹی پر انہوں نے جو کچھ لکھدیا ' ہم سمجھتے ہیں کہ وہ انکی قوت ایمانی کا ایک اعجاز ہے - ورنہ بتکدے سے اذان کی آواز - بغیر اسکے ڈھائے ہوئے - آجتک کس نے سنی ہے ؟

<u>قصـــر یلــدز</u>

گو تمام دنیا اب (سلطان عبد الحمید) کے مظالم کو تسلیم کرتی ہو لیکن ہندوستان کی مٹی عقیدت اور پرستش کے خمیر سے بنی ہے ' بہت سے لوگ ہیں جنکو (قصر یلدز) کے جبرو شخصیت پر اب تک

یقین نہیں آتا - ایسے لوگ چاہیں تو ہم انہیں خود ہندوستان ہی میں ایک چھوٹا سا (یلدز) بتا سکتے ہیں - گو جنتر منتر نے اپنا لقب " مالک رقاب الامم " رکھا تھا ' یعنی قوموں کی گردنوں کے مالک ' کہ وہ جب چاہیں گردنوں کو جسموں سے الگ کرسکتے ہیں - یہ اختیار تو اب ہم نے حکومت برطانیہ کی قومیت کو سپرد کر دیدیا ہے ' البتہ ہمارے سروں کی مالکیت ایک جماعت کو حاصل ہے جو جب چاہے بے تامل انہیں ٹھکرا سکتی ہے - یہ ہمارے قومی لیڈروں کا گروہ ہے ' جنہوں نے اپنے ایوان مشورہ کو قصر یلدز کا نمونہ بنا لیا ہے - اسکے دروازے بند ' اور در و دیوار خاموش ہیں - انکے نزدیک قوم کا صرف یہ فرض ہے کہ چندوں کی مالگذاری اور خراج کے چڑھاوے پیشکش کرتی رہے اور کبھی دم نہ مارے ' اگر کوئی انقلابی خیالات کا باغی ملک میں بے چینی پیدا کرے تو فوراً (مابین ہمایونی) سے ایک فرمان شائع کر دیا جائے کہ ابھی وقت نہیں آیا ' یا یہ رموز مملکت اور رازدارانہ اعمال ہیں جو اپنے وقت پر خود منکشف ہو جائیں گے : یفعل ما یشاء و یختار [خدا جو چاہتا ہے کرتا ہے اور وہ مختار ہے] -

یونیورسٹی کے معاملے میں بھی اپنی عادت مستمرہ کے مطابق ان لیڈروں نے یہی سمجھا تھا کہ قوم نے نہ کبھی پوچھا ہے اور نہ پوچھے گی - روپیہ لیتے جائیں اور وقت ٹالتے جائیں ' بند کمروں میں بیٹھکر جو کچھ کرنا ہے کردیں گے ' پھر جب وقت آئیگا تو سمجھادیں گے کہ فرض اطاعت اولی الامر اور شان وفاداری کا یہی اقتضا ہے کہ جو کچھ ملے آنکھوں سے لگا کر قبول کرلو - یہی سبب ہے کہ جب کبھی کسی بندہ خـــدا سے رہا نہ گیا اور اسنے چار لفظ منہ سے نکالے تو فوراً اسکی زبان بند کردی گئی - بارہا پوچھا گیا کہ آخر یونیورسٹی ہے کیا شے ؟ گورنمنٹ کیونکر ایک آزاد یونیورسٹی کو چارٹر دیسکتی ہے ؟ حق ویٹو کے کیا معنے ہیں ؟ مگر یونیورسٹی بھی (استواء علی العرش) کا مسئلہ تھی کہ ہمیشہ یہی جواب ملا : کیفیتہ مجہول ' والاعتقاد واجب ' والسوال عنہ بدعۃ [اسکی حقیقت مجہول ہے مگر اسپر اعتقاد واجب ہے اور اسکی نسبت سوال بدعت]

لیکن سب کچھ کہکر آخر یہی کہنا پڑتا ہے کہ یہ سب قوم کا قصور ہے ' اور اسکی علت بھی مسلمانوں کی تمام امراض کی طرح مذہب سے روگردانی ہے - اسلام نے اپنے ہر پیرو کو لیڈر بنایا ہے اور کوئی نہیں جسکو خدا و رسول کے سوا مسلمانوں کے کاموں پر خود مختارانہ اقتدار حاصل ہو - احتساب ہر مسلمان کا مذہبی فرض ہے ' جب خود ہم نے اپنے تئیں غافل رکھا تو صیاد کا کیا قصور ؟

نہ لیتیں نہ ہو قتل ' انصاف یہ ہے
کہ ہم خود بد آموز قاتل ہوئے ہیں

کیا کمیٹی کو آج ہی یہ معلوم ہوا ہے کہ یونیورسٹی آزاد اور مسلم یونیورسٹی نہوگی کہ اب آگ لگانے والے آگ بجھانے والوں کے ساتھہ شریک ہوگئے ہیں ؟ تعجب ہے اگر شملہ دوڑ دوڑ کر جانے والوں کو اسکی خبر نہو جب کہ خود ہم کو گھر بیٹھے اسکی خبر تھی - ہم مسلمانوں سے بمنت التجا کرتے ہیں کہ خدا کیلئے اب وہ پوچھا

عقیدتمند اور مہلک حسن ظن سے کام نہ لیں کہ لیڈر پرستی کی حد ہوگئی - ہم انکو اپنا دل نہیں دکھاسکتے مگر اپنی سچائی کا شاہد بیشک بلا سکتے ہیں (واللہ یعلم سری وعلانیتی) ہم کو کسی سے دشمنی نہیں مگر خدا کی دوستی کو چھوڑ نہیں سکتے - وہ یقین کریں کہ اگر (نواب وقار الملک) نے عین موقع پر بھانڈا نہ پھوڑ دیا ہوتا اور قوم میں تغیرات حالیہ نے حقوق طلبی کی جنبش پیدا نہ کردی ہوتی تو انہی لیڈروں میں سے ایک بھی اس موقع پر سامنے نہ آتا اور جو کچھ ۱۱ اگست کو ہوا اسکے ذکر سے ہماری تاریخ ہمیشہ خالی رہتی آج تو (آغا خاں) بھی عدم التعلق کی مخالفت میں تار بھیجتے ہیں اور پھر اشد اصرار ہے کہ اسکا اعلان کردو ' لیکن سوال یہ ہے کہ کل تک حضرت کہاں تھے ؟ اس مسئلہ پر تو انکی رائے پہلے ہی ظاہر ہوچکی ہے اور وہ جو کچھ تھی کمبختی کے صفحۂ رازداری کی الماری میں موجود ہے - اب انکے تار کے اعلان کی ضرورت نہ رہی - فضل الہی سے خود انکی خدمات کی تشہیر ہو رہی ہے - کل کی بات ہے کہ ہم نے انکی گاڑی کھینچی تھی ' ولکن شتان ما بین الیوم والامس - جن عزتوں پر خدا کا ہاتھ نہیں ہوتا وہ گو کتنی ہی نظر فریب ہوں مگر پائدار اور مستحکم نہیں ہوتیں : وللہ العزۃ ولرسولہ وللمومنین - [عزت خدا کیلئے ہے اور اسکے رسول کیلئے اور سچے مومنوں کیلئے]

---

۱۱ - اگست کو لکھنؤ میں جو جلسہ ہوا تھا پہلے دن اسکے دروازے بند نہیں کیے گئے ' مگر جو آنکھیں تاریکی میں کام کرنے کی عادی ہوں انکو باہر کی روشنی کب راس آسکتی ہے ؟ بالآخر دوسرے دن گو پٹ بھڑائے نہیں گئے مگر ہلکے پردے چھوڑ دیے گئے تا کہ کچھہ تو تاریکی پیدا ہوجائے :

دیدار می نمائی و پرہیز می کنی

سب سے پہلے (راجہ صاحب محمود آباد) نے افتتاحی تقریر میں اسپر بے انتہا افسوس ظاہر کیا کہ " ہم نے آجتک اپنی کارروائی کو بصیغہ راز رکھا تھا مگر اب گورنمنٹ خود اسے ظاہر کرتی ہے ' جب گورنمنٹ چھپانا نہیں چاہتی تو ہمکو بھی چاہئے کہ آیندہ سے اپنے اجلاس پبلک طور پر کریں "

یہ تو (راجہ صاحب) نے گورنمنٹ سے خوب انتقام لیا (جزاء سیئۃ ' سیئۃ مثلہا - بدی کا بدلہ ویسی ہی بدی ہے -)

محتسب خم شکست و من سر او
سن بالسن والجروح قصاص

ہم کو افسوس ہے کہ گورنمنٹ نے کمیٹی کی رازداری کی قدر نہ کی - وہ گورنمنٹ ' جسکی خاطر کمیٹی نے اپنی قوم تک کو چھوڑ دیا ' اور اس روپئے کے مصرف سے ہمیشہ بے خبر رکھا جسمیں معصوم لڑکیوں کے کانوں کی بالیاں اور بچوں کی مٹھائی کے پیسے تک شامل تھے

اسکے بعد راجہ صاحب کو بہت سی باتیں ایسی یاد آگئیں جو اگر چند ماہ پہلے یاد آگئی ہوتیں تو قوم کا تیس لاکھہ روپیہ اور ایک ہی مرتبہ پیدا ہونے والا جوش اسطرح ضائع نہ جاتا ' تا ہم اب بھی غنیمت ہی سمجھنا چاہئے - واقعات نے اس ابتدائی منزل تک تو پہنچا دیا - عجب نہیں کہ کہتے کہتے ایسے ہی الفاظ زباں پر چڑھجائیں :

حور و جنت جلوہ بر زاہد دہد در راہ دوست
اندک اندک عشق در کار آورد بیگانہ را

باوجود ایں ہمہ جوش و خروش ' پھر بھی اس جلسے کو دیکھئے تو تو یہ کچھہ ہو چکنے کے بعد بھی ارباب طریقت اسی فکر میں تھے کہ کعبے کی طرف رخ کرنا پڑا ہے تو کم از کم بتکدے کی طرف پیٹھہ تو نہو - پہلے بحث ہوئی کہ اس مجلس کی کارروائی بھی بصیغۂ راز رکھی جائے یا نہیں ؟ گو راجہ صاحب گورنمنٹ کی اتباع سنت کے خیال سے پبلک جلسے کا اعلان کر چکے تھے اور اب طبیعتیں بھی ایک حد تک جوش و خروش کی نمایش کرنا چاہتی تھیں ' لیکن مدتوں تک جو پاؤں کیچڑ میں پھنسے رہے ہوں ' وہ یکایک صاف قالین پر چلیں گے تو دھبے پڑے ہی ہیں گے - بعض صاحبوں نے کہا کہ گو گورنمنٹ نے سر حقیقت سے پردہ اٹھا دیا ہو مگر ہم سالکین راہ وفاداری کو - کہ پیمان محبت باندھ چکے ہیں - اب بھی مرغ سحر کی جگہ پروانے کے مشرب عشق پر کار بند رہنا چاہئے :

کاں سوختہ را جاں شد و آواز نیامد

ہم نے سنا ہے کہ صاحبزادہ آفتاب احمد خاں صاحب کی بھی یہی رائے تھی -

---

ہم اس موقعہ پر آنریبل مسٹر (مظہر الحق) کی تعریف کرنے کیلئے اپنے اندر بے اختیارانہ جوش پاتے ہیں کہ انہوں نے فی الحقیقت اس جلسے کی شرم رکھہ لی ' اور پوری آزادی اور دلیری کے ساتھہ اصول راز داری کی مخالفت کی - جزاہ اللہ عنی و عن سائر المسلمین خیر الجزا -

دوسرے دن کے اجلاس میں بھی انکی تقریر پڑھکر ہم کو نہایت خوشی ہوئی - انہوں نے صاف صاف کہدیا کہ یہ جو کچھہ ہورہا ہے مسلمانوں کی غلامانہ پالیسی کا نتیجہ ہے - لیکن ناظرین اس سے یہ رائے قائم نہ کرلیں کہ اب انکی پولٹکل جماعتوں میں بھی ایسی آزادانہ رائے رکھنے والے لوگ پیدا ہوگئے ہیں - ممکن ہے کہ اب پیدا ہوں ' لیکن (مسٹر مظہر الحق) کی آزادی تو صرف اسکا نتیجہ ہے کہ وہ عمر بھر ملک کی اصلی کارکن جماعت یعنی (کانگرس) کے ساتھہ رہے ' اور کبھی مسلمانوں کے پولیٹکل مدعیں کی تلقینات قبول نہیں کیں - اگر علی گدہ کی دلدل میں وہ بھی پھنس گئے ہوتے تو آج انکی زبان اسطرح نہ چلتی - افسوس :

کامل اس فرقۂ زہاد سے اٹھا نہ کوئی
کچھہ ہوے تو یہی رندان قدح خوار ہوے

مسلم یونیورسٹی

کے خواب کی تعبیر

گورنمنٹ کے صیغۂ تعلیم کے معبّر کی زبانی

(٢)

گذشتہ تحریر میں ہم نے سدلر صاحب کی اسکیم کا جو اقتباس دیا ہے' اس سے مقصد یہ تھا کہ اصولی طور پر سر سدلر ایک ایسی درسگاہ قائم کرنا چاہتے ہیں جسکا تعلیمی اثر اور نگرانی عام ہو' نہ کہ محدود ؟ اور یہی مقصد مجوزہ یونیورسٹی کے غیر مقامی ہونے سے ہے -

اپنی پیش کردہ اس الزامی حجت کو تسلیم کرنے کی (مسٹر بٹلر) زیادہ مقام کی یہاں ضرورت نہیں دیکھتے اور پھر فوراً غیر مقامی یونیورسٹی کے مضرات بیان کرنے پر جلد جلد پانچ دفعیں پیش کردیتے ہیں :

" (١) غیر مقامی ہونے کی صورت میں یونیورسٹی کا قدیم سرکاری یونیورسٹیوں سے مقابلہ اور اغلب ہے کہ مناقشہ پیدا ہوجائیگا

(٢) ضرور ہے کہ ایسی یونیورسٹی علی گڈھ کی ڈگریوں کے معیار کو پست کردےگی اور یہ آرزو غارت ہوجائےگی کہ وہ ایک تعلیمی درسگاہ' اور ایک ایسا مرکز علم ہو جہاں امتحانات تعلیم سے موخر ہوں اور اساتذہ صرف طلبا کے محافظ ہی نہیں بلکہ انکے ذہن کو ترقی دینے والے ہوں -

(٣) رزیڈنشیل طریقہ کی قدر و منزلت اس روح سے عبارت ہے جو کالج کے اندر جاری و ساری ہو' جسکا اثر نسلاً بعد نسلاً طلبا میں منتقل ہو' اور جو تمام تر اسکی روایات پر مبنی ہو ؛ لیکن علی گڈہ کی روایات بالکل مقامی ہیں اور انکا انحصار زیادہ تر ذاتی تعلقات پر ہے -

(٤) اس صورت میں مجوزہ یونیورسٹی مختلف حصص ہند کی نگرانی نہ کرسکےگی -

(٥) علاوہ ان عملی اعتراضات کے مناسب ہے کہ یونیورسٹی زمانۂ حال کی بہترین راے کے مطابق قائم ہو - "

اِن پانچ دلیلوں کو انریبل سربٹلر نے اسدرجہ کافی سمجھ لیا ہے کہ اسکے بعد وہ بالکل خاموش ہوگئے - ہم ضرور انکے تلاش استدلال اور جدید تعلیمی عہدے کے تعارف کی داد دیتے مگر افسوس ہے کہ اسکے لئے کوئی راہ سامنے نہیں پاتے - بیشک مسٹر بٹلر لکھنؤ میں (امین اباد) کو وسعت دیکر شہر کی خوبصورتی کو بڑھاسکتے ہیں' لیکن شاید ہماری خواہشوں اور ارادوں کی خوبصورتی کو مٹاکر بدہیئت بنانے پر قادر نہیں -

ہم بہت اختصار کے ساتھ بحث کرینگے - پہلی وجہ کی نسبت ہم سمجھتے ہیں کہ کم از کم سربٹلر کو کسی سرکاری کاغذ کے ذریعہ تو نہیں بتلانی تھی - گورنمنٹ اگر صرف اپنی ڈگریوں کے پتلے بنانے والے کارخانوں کی عزت بچانے کیلئے ہمیں آدمی پیدا کرنے سے روکنا چاہتی ہے تو اسکو اپنے (کالونیل آفس) کے تمام فیاضانہ اور سیر چشمانہ دعووں کو واپس لے لینا چاہئے اور کم از کم آیندہ کیلئے تو انسانی ہمدردی اور رعایا پرستی کے الفاظ اپنی تاریخ تفاخر و فتوحات سے نکال دینے چاہئیں - پھر اگر اصولاً دیکھا جائے تو یہ کہنا بھی محض ایک ادعا ہی ہے - اگر خود گورنمنٹ کی پانچ یونیورسٹیاں ہندوستان میں بغیر باہمی تصادم اور تناقش کے زندہ رہسکتی ہیں تو مجوزہ یونیورسٹی ہر صوبے میں ایک محدود اثر کے کالج کو ملحق رکھکر کیوں گورنمنٹ کے نظام تعلیمی کو درہم برہم کردے گی ؟ الہ آباد یونیورسٹی کے حلقہ اثر کے اندر آج بھی پنجاب یونیورسٹی کی مشرقی علوم کی ڈگریوں کا دخل ہے مگر کبھی کوئی مناقشہ ہمیں نہیں سنایا گیا - بہتر ہوتا کہ اس دفعہ کی کسی قدر تشریح کردی جاتی - مناقشہ کا احتمال اسطرح ظاہر کردیا گیا ہے گویا اصول متعارفہ کی طرح ایک مسلم بات ہے اور اسلئے تفصیل کا محتاج نہیں - ہم کو بتلانا چاہئے کہ مناقشے کی صورتیں کیا کیا ہیں جنسے (لارڈ کرزن) گھبرا رہے ہیں ؟

دوسری وجہ کو پڑھکر نہیں سمجھ سکتے کہ وہ ہم کو ہنسانا چاہتی ہے یا اسکی آرزومند ہے کہ گورنمنٹ کے صیغۂ تعلیم کی علمی بےبسی پر روئیں ؟ اگر صیغۂ تعلیم کا اعلی عہدہ دار اپنی کروروں رعایا کی متفقہ خواہش کی پامالی کے لئے اپنے توسن فضل و کمال کی ایسی ہی جولانی کو کافی سمجھتا ہے تو ہم کو رونا چاہئے کہ ہماری تعلیم کا تاج و تخت کیسے لوگوں کے قبضے میں ہے - اس ادعاے محض کو ہم کیا سمجھیں ؟ کیوں ضروری قرار دے لیا گیا ہے کہ اس صورت میں یونیورسٹی کی ڈگریوں کا معیار پست ہی ہوجائےگا ؟ پچاس برس تک گورنمنٹ کا صیغۂ تعلیم اپنی یونیورسٹیوں کا معیار تعلیم پست رکھکر اب ہر تعلیمی شے کو پستی ہی میں دیکھتا ہے - ہم کہتے ہیں کہ کچھ ضروری نہیں - یہ ہماری کب آرزو ہے کہ غیر مقامی ہونے کی صورت میں ہم اسے محض امتحان لینے والی جماعت بنادیں گے - ہم تو وہ ہیں کہ برسوں سے گورنمنٹ کی امتحان لینے والی یونیورسٹیوں کی تحقیر و تذلیل کرتے کرتے تھک گئے مگر گورنمنٹ ابتک اسمیں کوئی عملی تبدیلی کرنے کے لئے آمادہ نہیں - ہمارا تو مقصد اصلی یہی ہے کہ جس چیز کے کرنے سے گورنمنٹ آجتک عاجز رہی ہے اب خود اپنی ہمت سے اسے انجام دیں اور تعلیمی کھلونے بنانے کے کارخانے کی جگہ' واقعی تعلیم و تربیت دینے والی ایک عمارت طیار کریں - البتہ ساتھ ہی خود گورنمنٹ ہند کی قائم کردہ نظیر کی تقلید کرکے اسکا حلقۂ اثر محدود رکھنا نہیں چاہتے - وہ ایک بڑے معنوں میں رزیڈنشیل یونیورسٹی ہوگی اور قیامی تعلیم کو ہمیشہ مقدم رکھےگی - لیکن اپنا نصاب تعلیم قومی کالجوں میں رائج کریگی اور اسکی تعلیمی کونسل انکی تعلیم و تربیت کو اپنی نگرانی میں رکھےگی

تیسری دفعہ میں جو کچھ کہا گیا ہے البتہ ہم اسکے لئے نہ صرف آنریبل سر بٹلر بلکہ ہر (مسیحی دماغ) کو معذور رکھنے کے لئے بخوشی طیار ہیں - گو وہ بحیثیت ایک تعلیمی افسر ہونے کے ہم سے گفتگو کر رہے ہیں' مگر ہم کو تو اس دور مدنیت میں بھی ہر شے کی

بلکہ مذہب ہی نظر آتا ہے - وہ کہتے ہیں کہ "اصلی شے خاص طرح کی تعلیم و تربیت اور نشو و نما سے نکلی ہوئی روح ہے جو محدود درسگاہ کی روایات و اثرات کے ساتھ ملکے کام کرتی ہے اور اگر یونیورسٹی غیر مقامی ہوئی تو علی گڈھ کی روایات کا اثر مفقود ہو جاے گا"

لیکن اگر یہ دفعہ ہمارے نام کے طولانی خط کی جگہ مہاراجہ دربھنگہ کے مختصر خط کی زینت ہوتی تو اُسے شاید اُسکی اصلی جگہ ملتی - آنریبل سر بٹلر یہ دفعہ لکھتے ہوے شاید بھول گئے کہ ہم اور کوئی نہیں، بلکہ مسلمان ہیں - ہمارا کوئی وطن، کوئی مقام، کوئی محدود چار دیواری کی روایات، اور کوئی مخصوص حلقۂ تربیت نہیں ہے - ساری دنیا ہمارا گھر ہے، اور خدا کے تمام بندے ہمارا کنبہ ہیں - ہم دنیا میں (مسیح) کی طرح صرف "اسرائیل کے گھرانے کی گم شدہ بھیڑوں کو ڈھونڈھنے" نہیں آئے، بلکہ تمام عالم کی گم شدہ برادری کا کھوج لگانے آئے ہیں - یہ بالکل سچ ہے کہ کیمبرج اور آکسفورڈ کے باہر اسکی روایات کا اثر نہیں مل سکتا مگر ہماری روایات کا اصلی گھر تو (ابراہیم) کی بنائی ہوئی قربانگاہ کی چار دیواری ہے اور اسکے باہر ہم جہاں کہیں رہیں ہماری روایات ہمارے دل کے اندر موجود ہے - ہم علی گڈھ میں یونیورسٹی اسلئے نہیں بناتے کہ علی گڈھ کی روایات کی روح نسلاً بعد نسل ہم میں منتقل ہو - اگر ایسا خیال ہمارے دل میں پیدا ہو تو ہم مومن نہیں بلکہ مشرک ہیں - ہم تو ایک ایسی درسگاہ چاہتے ہیں جسکے اندر (یثرب و بطحا) کی سیزدہ صد سالہ روایات کی روح ہر متنفس میں حلول کر جاے، اور علی گڈھ کی تربیت نہیں بلکہ وطن و مقام کی تمیز سے منزّہ، عالمگیر اسلام کی تربیت پیدا ہو - اسلام دنیا میں کسی وطن و مقام اور قوم و مرزبوم کی تفریق کو تسلیم نہیں کرتا - اسکے خدا تین نہیں ہیں بلکہ ایک ہے، پس وہ تمام دنیا کو بھی ایک ہی بنانا چاہتا ہے: ان ہذہ امتکم امۃ واحدۃ، و انا ربکم فاعبدون۔

پس اگر ہم مسلمان ہیں، تو کسی مقامی اور خاص رنگ کے تنگ اور محدود یونیورسٹی کو اپنا مدعا و دیناً ناجائز سمجھتے ہیں اور ایسا کرنا گویا اسلام کی اندرونی وحدت و اخوت کو مٹا کر مسلمانوں میں تعلیم کے ذریعے مختلف اثرات کی جماعتیں پیدا کرنا ہوگا - رہا کالج کی اندرونی روایات کا اثر، تو اسکے لئے (وزیر ہند) کو متفکر ہونے کی ضرورت نہیں - اگر غیر مقامی ہونے سے یہ شے ہمیں نہ ملے گی تو ہم نے کب چاہتے ہیں؟ ہم تو کالج کی روایات نہیں، بلکہ اسلام کی روایات کے طالب ہیں - اگر ہمکو آزادی کے ساتھ چھوڑ دیا جاے کہ اپنا کورس خود بنائیں اور خود ہی اسکو پڑھائیں تو ہم یورپ کو تعلیمی درسگاہوں کے سسٹم کا ایک نیا تجربہ کرا دینے کیلئے مستعد ہیں - ہم بتلا سکتے ہیں کہ کیونکر مختلف صوبوں کے کالجوں کو اپنے ساتھ رکھکر پھر ایک ہی طرح کی روایات اور اخلاقی تربیت کی روح سب میں پیدا ہو جا سکتی ہے؟ اور اسپر متعجب نہو کہ یہ اسلام کا معجزہ ہے - جسکو تم روایات کہتے ہو، ہمارے قرآن نے اسکو (صبغۃ اللہ) سے تعبیر کیا ہے: صبغۃ اللہ، و من احسن من اللہ صبغۃ - ہم انسانی جماعتوں کی روایات اور اخلاقی رنگ کے طلبگار نہیں ہیں، ہمکو خدا کا رنگ اور اسکے بنائے ہوے (اسوۂ حسنہ) کی روایات ملی تھیں اور اس کو پھر حاصل کرنا چاہتے ہیں -

آنریبل سر بٹلر تو ہندوستان کے چند بڑے بڑے شہروں تک دائرۂ اثر کی وسعت سے گھبرا گئے، لیکن انہیں یہ نہیں معلوم کہ ہندوستان تو دنیا کے جغرافیہ کا ایک گوشہ ہے، اسکا ذکر ہی کیا، ہمارا بس چلے تو ہم تو ایک ایسی یونیورسٹی قائم کریں جو نہ صرف کسی خاص ملک، بلکہ تمام دنیا کیلئے غیر مقامی ہو - تمام عالم کے کالج اسکے ماتحت ہوں اور مغرب و مشرق اسکی تعلیمی حکمرانی کے زیر اثر ہو - گو آج ہم اسدرجہ ذلیل و خوار ہیں کہ گورنمنٹ جب چاہتی ہے ایک ٹھوکر لگا کر ہم گرے ہوؤں کو اور گرا دیتی ہے، مگر ابھی ہم میں اسقدر جان ضرور باقی ہے کہ اپنے ماضی کو بھولے نہیں - دنیا ہم پر تنگ ہوگئی ہے لیکن ابھی ہمارا دل تنگ نہیں ہوا ہے - اب بھی ہم ساری دنیا کو اپنے اندر لے سکتے ہیں - آج تیس لاکھ روپیہ کی قیمت کی ایک متاع لینے کے بھی قابل نہیں اور ابھی یہی اگر مل جاے تو اسپر دینے والوں کے آگے سجدہ کرنے کیلئے مستعد ہیں - لیکن کل کی بات ہے کہ ساری دنیا ایک گوشۂ نظر کی قیمت دیکر خرید لیتے تھے اور پھر تمام عالم ہمارے آگے سر بسجود تھا:

ندانم دام در کنج شکست و شادم، یاد آں ہمت
کہ گر سیمرغ می آمد بدام، آزاد می کردم

لیکن نہ ہم اپنے حاکموں کے شاکی ہیں، نہ بخت خسروی کے بعد خاک مذلت پر دیکھنے والے زمانے کے - شکوہ اگر کرنا ہے تو اسی بے نیاز سے، جس نے ہم کو تمام عالم کا امین و حاکم بنایا، اور ذلت و گمنامی سے اٹھا کر عظمت و شہرت پر پہنچایا، مگر ہم نے اسکی قدر نہ کی، اور پھر جو کچھ ہوا ایسا ہونا ضروری تھا:

و بلونا ہم بالحسنات والسیئات لعلہم یرجعون (۷ - ۹۱) ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع و ہو شہید (۵۰ : ۳۷) [اور ہم اچھی حالت اور بری حالت، دونوں میں مبتلا کرکے آزماتے ہیں کہ شاید اپنی بد اعمالیوں سے باز آجائیں - بیشک اسمیں بڑی نصیحت ہے انکے لئے، جو اپنے پہلوؤں میں غور کرنے والا دل اور سروں میں سننے والا کان رکھتے ہیں]

مسلمانوں کے دل اگر مر نہیں گئے ہیں تو اب تو ہوش میں آجائیں، لارڈ کرزن، سر بٹلر، اور اپنے لیڈروں پر بہت بھروسہ کر چکے، اب کچھ دنوں اپنے خدا پر بھی اعتماد کر کے آزمائیں:

و من یتوکل علی اللہ فہو حسبہ - [جس نے خدا پر بھروسہ کیا، اسکو خدا کا اعتماد بس کرتا ہے]

[باقی آئندہ]

مقالہ

الامر بالمعروف والنهي عن المنكر

الحب في الله والبغض في الله - الساكت عن الحق شيطان اخرس

كنتم خير امة اخرجت للناس تأمرون بالمعروف وتنهون عن المنكر وتؤمنون بالله - (۳ : ۱۰۶)

(۳)

عمل و اعتقاد

گذشتہ نمبر سے گو یہ متحقق ہوگیا کہ اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو اپنے ہر پیرو پر فرض کردیا ہے' لیکن اصل بحث ابھی باقی ہے - اس تعلیم کو اصولاً و اعتقاداً کون نہیں مانتا ؟ لیکن اخلاق اور مذہب کی ہر تعلیم میں یہ یاد رکھنا چاہئے کہ اعتقاد اور عمل دو مختلف چیزیں ہیں' جو اصول قابل عمل نہو' وہ کاغذ کے صفحوں پر کتنا ہی دلفریب ہو مگر انسانی مصائب کیلئے کیا مفید ہوسکتا ہے ؟ دیکھنا یہ ہے کہ دنیا اس اصول پر عمل بھی کرسکتی ہے یا نہیں ؟

" اسلام " یکسر عمل ہے' مذہبی تاریخ میں جو انقلابات ذہن و اصول سے عمل کی جانب ہوے ہیں اور جنکی ابتدائی حالت کا مکمل نمونہ (گوتم بدھ) اور آخری صورت (مسیحی تحریک) تھی' اسلام اسکے انقلاب آخری کا نام ہے' جسکے بعد مذہب ایک خالص عملی قانون کی شکل میں مبدل ہوگیا اور وہ تمام چیزیں نکل گئیں' جو اسکی عملی طاقت کو مضرت پہنچاتی تھیں - پس اگر یہ سچ ہے کہ امر بالمعروف ایک اسلامی اصول ہے تو یہ بھی سچ ہے کہ وہ محض ایک ذہنی زندگی رکھنے والا اصول ہی نہیں بلکہ انسان کی عملی زندگی میں تبدیلی پیدا کرنے والا قانون ہے -

حب و بغض اور عفو و انتقام

سب سے بڑی مشکل جو اس اصول کی عملی راہ میں پیش آتی ہے وہ اخلاقی تعلیمات کی دورنگی ہے' ایک طرف عفو و درگذر اور محبت و عاجزی کی تعلیم ہے' دوسری طرف نیکی و بدی کے احتساب کی سختی اور انتقام و عقوبت ہے - خود قرآن کریم کی تعلیمات میں بھی یہی مشکل پیش آتی ہے - ایک طرف عفو و نرمی اور حکمت و موعظة کا حکم ہے' دوسری طرف سختی و انتقام اور تشدد و جبر کے احکام پر زور دیا گیا ہے - یورپ کے مورخین جب تعصب و جہل کی تاریکی میں اسلام کا مطالعہ کرتے ہیں تو اس اختلاف تعلیم کی تہ میں انہیں کچھ نظر نہیں آتا' پھر پریشان ہوکر اس اختلاف کو (مکی) اور (مدنی) زندگی کے اختلاف حالت کا نتیجہ بتلاتے ہیں کہ جب تک اسلام بے بسی اور محتاجی کی حالت میں تھا' نرمی اور عفو و درگذر کی تعلیم سے زندگی کا سہارا ڈھونڈھتا تھا - لیکن مدینہ میں آکر جب تلوار ہاتھ آگئی تو پھر حکومت اور طاقت کی حالت میں عاجزی و مسکنت کی ضرورت نہ تھی - لیکن : والله يعلم انهم لكاذبون -

عفو و انتقام کا اصل اصول

اس بحث کا یہ موقعہ نہیں' لیکن اسلام نے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کو جس اصول پر قائم کیا ہے' وہ حسب ذیل ہے :-

فقہاء کا ایک عمدہ اصول ہے کہ " اصل ہر شے کی اباحت ہے تا آنکہ کوئی سبب حرمت پیدا نہو " انگور کا عرق فی نفسہ ایک مفید اور عمدہ شے ہے' لیکن جب اسمیں نشہ پیدا کردیا جاے اور نشہ کی وجہ سے انسان کے دماغ اور اخلاق کو نقصان اور اس نقصان کی وجہ سے امن عامہ میں خلل اور سوسائٹی کا ہرج ہو تو وہ یکسر حرام قطعی ہے -

بالکل اسی طرح اخلاق میں بھی اصل عمل (محبت) ہے تا آنکہ کوئی سبب لاحق ہوکر (بغض) سے تبدیل نہ کردے' یعنی دنیا میں ہر شے محبت کے زیر قانون ہے اور کوئی نہیں جو محبت و پیار کا مستحق نہو' لیکن اس محبت کے اوپر بھی ایک قانون عام کی حکومت ہے یعنی " نفع رسانی اور حقوق العباد کی نگہداشت " پس اگر کوئی علت ایسی پیدا ہوجاے جسکے سبب سے محبت کی صورت اپنی محبوبیت کو مسخ کردے' تو پھر ہر محبوب شے کو اپنی نظروں میں مبغوض بنالو' اور جس قدر محبت کی راہ میں محبت کا جوش رکھتے تھے' محبت ہی کے خاطر بغض کی راہ میں بغض کا جوش ظاہر کرو -

غور کرو' قانون دنیا میں کیا چاہتا ہے ؟ محبت یعنی امن کو قائم کرنا' لیکن محبت کی خاطر عداوت' اور امن کی خاطر بد امنی اسکو بھی کرنی ہی پڑتی ہے - اسکی انتہائی آرزو یہ ہے کہ انسان کی زندگی کو مہلکات سے نجات دے' لیکن زندگی بخشنے کیلئے اسے موت ہی کے حربے سے کام لینا پڑتا ہے - انسانوں کو پھانسی پر چڑھاکر مارتا ہے اور کہتا ہے کہ یہ اسلئے ہے تا کہ انسان گلا گھونٹ کر نہ مارے جائیں -

پارلیمنٹ اور جمہوریت' امن اور آزادی مانگتی ہے' مگر امن کی خاطر اسے شخصی حکومت میں بد امنی پیدا کرنی پڑتی ہے اور آیندہ قتل روکدینے کیلئے بہتوں کو قتل کرنا پڑتا ہے -

قرآن نے حب و بغض اور نرمی و سختی کے اصول کو اسی بنیاد پر قائم کیا ہے' اسکی علم تعلیم یہ ہے :

خذ العفو وامر بالعرف - خطاوں سے درگذر کر اچھی باتوں کا حکم دے
و اعرض عن الجاهلين - اور جاہلوں سے کنارہ کش ہوجا' اور اگر

وَإِمَّا يَنزَغَنَّكَ مِنَ الشَّيْطَانِ نَزْغٌ فَاسْتَعِذْ بِاللَّهِ إِنَّهُ سَمِيعٌ عَلِيمٌ (۷ : ۱۹۸)

(اے پیغمبر) تیرے دل میں اگر انتقام اور بدلہ لینے کا ولولہ پیدا ہو تو خدا سے پناہ مانگ ' وہ سننے والا اور جاننے والا ہے -

ایک دوسرے موقعہ پر احسان عام اور عام نرمی و فروتنی کو اس پیرایہ میں فرمایا :

وَلَا تَمْشِ فِي الْأَرْضِ مَرَحًا إِنَّكَ لَن تَخْرِقَ الْأَرْضَ وَلَن تَبْلُغَ الْجِبَالَ طُولًا كُلُّ ذَٰلِكَ كَانَ سَيِّئُهُ عِندَ رَبِّكَ مَكْرُوهًا (۱۷ : ۴۰)

زمین پر اکڑ کے نہ چلا کرو ' اسطرح چلکر زمین کو پھاڑ تو سکتے نہیں اور نہ تنکر چلنے سے پہاڑوں کی لمبائی کو پہنچ سکتے ہو ' یہ تمام باتیں خدا کو ناپسند ہیں -

سورۂ فرقان میں اپنے نیک بندوں اور سچے مومنوں کی جہاں خصلتیں گنائی ہیں وہاں پہلا وصف یہ کہا ۔

وَعِبَادُ الرَّحْمَٰنِ الَّذِينَ يَمْشُونَ عَلَى الْأَرْضِ هَوْنًا وَإِذَا خَاطَبَهُمُ الْجَاهِلُونَ قَالُوا سَلَامًا (۲۵ : ۶۵)

اور رحم کرنے والے خدا کے رحم یافتہ بندے وہ ہیں جو زمین پر نہایت فروتنی کے ساتھ چلتے ہیں اور جب جاہل اسے جہالت کی باتیں کرتے ہیں تو سلام کرکے الگ ہو جاتے ہیں -

سورۂ شوریٰ میں ایک ایسے ہی موقعہ پر مومن کا سب سے بڑا وصف یہ قرار دیا ہے کہ :

إِذَا مَا غَضِبُوا هُمْ يَغْفِرُونَ (۴۲ : ۳۷)

اور جب انکو غصہ آجاتا ہے تو خطاؤں سے درگذر کرتے ہیں -

اصطلاح قرآن میں (عزم امور) ایک انتہائی وصف ہے جو انبیائے جلیل القدر کی مدح میں آیا ہے لیکن عفو و صبر کرنے والے کیلئے بھی اسی کو استعمال کیا -

وَلَمَن صَبَرَ وَغَفَرَ إِنَّ ذَٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْأُمُورِ (۴۲ : ۴۳)

اور جو صبر کرے اور خطاؤں کو بخشدے تو بے شک یہ بڑے ہمت کے کام ہیں -

احسان عام کی ان تعلیمات کا استقصا کیا جائے تو اسطرح کی بیسیوں آیتیں اور ملیں گی -

یہ تعلیم تو عام ' اور گویا اصل اخلاقی کا حکم رکھتی ہے ' لیکن جب عوارض سے حالات متغیر ہو جائیں ' اور عفو و درگذر کی جو علت تھی (یعنی نفع خلائق اور عدم مضرت رسانی) عفو و درگذر سے خود وہ مفقود ہونے لگے تو اس حالت میں پھر بہ شرائط عدل و وساطت ' انتقام اور بدلے کی سختی کو جائز کر دیا -

جَزَاءُ سَيِّئَةٍ سَيِّئَةٌ مِّثْلُهَا (۴۲ : ۳۸)

برائی کا بدلہ ویسی ہی برائی سے کرو -

آگے چلکر اسکو صاف کر دیا :

وَلَمَنِ انتَصَرَ بَعْدَ ظُلْمِهِ فَأُولَٰئِكَ مَا عَلَيْهِم مِّن سَبِيلٍ - إِنَّمَا السَّبِيلُ عَلَى الَّذِينَ يَظْلِمُونَ النَّاسَ وَيَبْغُونَ فِي الْأَرْضِ بِغَيْرِ الْحَقِّ (۴۲ : ۳۹)

اور اگر کسی پر ظلم ہوا ہو اور وہ اسکے بعد بدلہ لے تو ایسے لوگ معذور ہیں انپر کوئی الزام نہیں ' الزام انہیں پر ہے ' جو لوگوں پر ظلم کرتے ہیں اور زمین پر کسی حق کے زیادتی کے ساتھ پیش آتے ہیں -

دوسری مثال اس سے زیادہ واضح ہے -

عام حکم کفار و معاندین کے ساتھ نرمی و رافت ' عفو و درگذر اور بطریق احسن نصیحت و موعظت کا ہے :

ادْعُ إِلَىٰ سَبِيلِ رَبِّكَ بِالْحِكْمَةِ وَالْمَوْعِظَةِ الْحَسَنَةِ ' وَجَادِلْهُم بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (۱۶ : ۱۲۷)

خدا کی راہ کی طرف حکمت و وعظ کے ساتھ بلاؤ اور اگر بحث کی کرو تو اسطرح کہ وہ پسندیدہ طریقہ ہو -

دوسری جگہ مخصوص طور پر یہود و نصاریٰ کی نسبت کہا :

وَلَا تُجَادِلُوا أَهْلَ الْكِتَابِ إِلَّا بِالَّتِي هِيَ أَحْسَنُ (۲۹ : ۴۵)

اہل کتاب کے ساتھ بحث نہ کرو مگر بطریق پسندیدہ -

لیکن پھر دوسرے موقعوں پر (جہاد فی سبیل اللہ) کو ایک فرض دینی قرار دیا اور سورتوں کی سورتیں اسکے احکام کی نسبت نازل فرمائیں

وَقَاتِلُوا فِي سَبِيلِ اللَّهِ الَّذِينَ يُقَاتِلُونَكُمْ (۲ : ۱۸۷)

جو لوگ تم سے لڑیں تم بھی اللہ کی راہ میں انسے قتال کرو -

اسی آیت کے بعد فرمایا :

فَاقْتُلُوهُمْ حَيْثُ ثَقِفْتُمُوهُمْ وَأَخْرِجُوهُم مِّنْ حَيْثُ أَخْرَجُوكُمْ (۲ : ۱۸۸)

انکو جہاں پاؤ قتل کرو ' اور جہاں سے انہوں نے تمہیں نکالا ہے ' تم بھی انہیں نکال باہر کرو -

پہلے عام طور پر نرمی اور آسانی کا حکم دیا تھا ' لیکن قتل پر بھی بس نہ کی اور شدائد سے شدید سختی دریغ نہ کیا حیث قال :

قَاتِلُوا الَّذِينَ يَلُونَكُم مِّنَ الْكُفَّارِ وَلْيَجِدُوا فِيكُمْ غِلْظَةً

اپنے آس پاس کے کافروں سے لڑو اور چاہئے کہ وہ تم میں سختی پائیں -

دونوں تعلیموں میں اس درجہ تباین و تضاد ہے ؟ مگر در اصل دونوں کا منشا ایک ہی ہے - پہلا حکم احسان عام ' محبت عمومی ' اور اصل اخلاقی پر مبنی تھا ' لیکن جب عوارض و لواحق سے حالات بدل گئے تو جسطرح پہلے انسانوں کی راحت اور جلب نفع کیلئے نرمی کا حکم دیا تھا ' اسی طرح اور اسی مقصد سے یہاں سختی و قتل کا حکم دیا اور اس کی علت کو بھول کر بیان کر دیا کہ :

وَالْفِتْنَةُ أَشَدُّ مِنَ الْقَتْلِ (۲ : ۱۸۷)

فساد خونریزی سے بڑھکر برائی ہے -

(۲)

وَقَاتِلُوهُمْ حَتَّىٰ لَا تَكُونَ فِتْنَةٌ (۲ : ۱۸۹)

انکو قتل کرو یہاں تک کہ ملک میں فساد باقی نہ رہے -

جسطرح ڈاکٹر دمل کی برائی کو روکنے کیلئے خود دمل کی برائی کو مجبوراً اختیار کرتا ہے اسی طرح قرآن نے فتنہ و فساد سے ارض الہی کو پاک کرنے کیلئے تلوار سے مدد لینے تک کی اجازت دیدی ہے - بیشک نرمی اور نرم رفتاری کو خدا دوست رکھتا ہے ' لیکن سخت گیروں اور ظالموں کو سختی سے باز رکھنے کیلئے جب تک سختی نہ کی جائے نرمی قائم نہیں ہوسکتی - فتنہ و فساد اسے پسند نہیں ' مگر فتنہ و فساد کو روکنے ہی کیلئے اسے فتنہ سے علاج بالمثل کرنا پڑتا ہے -

ولو لا دفع الله الناس بعضهم ببعض لهدمت صوامع وبيع وصلوات و مساجد يذكر فيها اسم الله كثيرا (۲۲ : ۴۲)	اور اگر خدا لوگوں کو ایک دوسرے کے ہاتھہ سے نہ ہٹواتا رہتا تو تمام صومعے اور گرجے اور تمام عبادت گاہیں اور مسجدیں جن میں کثرت سے خدا کا نام لیا جاتا ہے ' کبھی کے منہدم ہوگئی ہوتیں -

یعنی مقصد الہی شفقت و رحمت و احسان عام ہے لیکن جب ایک گروہ اسکی زمین کو فتنہ و فساد سے آلودہ کرتا ہے ' بغیر کسی جرم و قصور کے محض عبادت الہی کی وجہ سے اسکے نیک بندوں پر ظلم و سختی کرتا ہے ' انکو گھروں سے نکالتا ہے ' الله کی عبادت گاہ میں جانے سے روکتا ہے ' پھر وہ جب اپنا گھر بار چھوڑ کر ' وطن سے بے وطن ہوکر ' ایک دوسرے شہر میں پناہ لیتے ہیں ' تو وہاں بھی انکو چین سے بیٹھنے نہیں دیتا ! تو ان حالتوں میں مجبور ہوکر پیغمبر کو فتنہ روکنے ' مظلوموں کو بچانے ' شعائر الہی کی حفاظت اور حرمت کو قائم رکھنے ' اور رافت و رحمت سے دنیا کی محرومی کو مٹانے کیلئے سختی سے کام لینا پڑتا ہے اور تلوار کو کاٹنے والی تلوار بلند کی جاتی ہے -

<u>و کذلک جعلناکم امة وسطا</u>

اس موقعہ پر پچھلے نمبر کے اس ٹکڑے پر ایک نظر ڈال لینی چاہئے ' جسمیں " امة وسطا " پر بحث کی گئی ہے - خدا تعالی نے مسلمانوں کو اپنی خلافت اور نیابت بخشی تھی پس ضرور تھا کہ وہ بھی صفات الہی سے متصف ' اور متخلق باخلاق الہی ہوں - خدا رحیم اور محبت کرنے والا ہے ' پس حکم دیا گیا کہ " ارحموا علی الارض یرحمکم من فی السماء " - زمین پر رحم کرو تاکہ وہ ! جو آسمان پر ہے تم پر رحم کرے - لیکن رحیم ہونے کے ساتھہ وہ عادل بھی ہے ' پس رحم و محبت میں بھی عدل اور وسط کا ہونا ناگزیر تھا - اس بنا پر تعلیم دی گئی کہ جب افراط و تفریط حد سے بڑھجائے تو افراط کو روکنے کے لئے تم بھی افراط کرو - سیدھا بڑھتا ہے تو تم بھی بہت زیادہ نرمی کہلادو - تم پر تلوار اٹھائی گئی ہے تو اسے تلوار ہی سے کاٹو - تم ذلیل کئے گئے ہو تو تم بھی ذلیل ہی کرو تاکہ تسویہ و اعتدال پیدا ہو - یہ سب کچھہ عین رحم و محبت ہے - نہ کہ سختی و جبر - ڈاکٹر مریض کے عزیز سے تم مریض پر مہربان نہیں ' اسکے تلوے میں کانٹا چبھکر جلن پیدا کر رہا ہے ' لیکن اس جلن کے دور کرنے کیلئے نشتر کے نوک کی چبھن ہی سے اسے کام لینا پڑیگا -

لقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معهم الکتاب والمیزان لیقوم الناس بالقسط ' وانزلنا الحدید فیه باس شدید و منافع للناس (۵۷ : ۲۵)	ہم نے اپنے پیغمبروں کو کھلی کھلی نشانیوں کے ساتھہ مبعوث کیا اور انکے ساتھہ کتاب اور ترازو بھیجا تاکہ لوگ عدل و انصاف پر قائم ہوں اور نیز لوہا پیدا کیا (جو ہتیاروں کی شکل میں) سخت خطرناک بھی ہے اور ساتھہ ہی بہت سی منفعتیں بھی انسانوں کیلئے اپنے اندر رکھتا ہے -

اس آیت میں قرآن نے پوری تشریح کے ساتھہ نظام عالم کے قوانین اساسی کو بیان کردیا ہے - خدا ہدایت و اصلاح کیلئے انبیا کو بھیجتا ہے اور انکو میزان (قیام عدل کی نافذ الہ قوت) دیتا ہے ' تاکہ دنیا میں الله کے عدل کو قائم کردیں ' لیکن چونکہ اسکے لئے اکثر اوقات قہر و عقوبت کی ضرورت تھی ' اسلئے انکو عدل قائم کرنے کیلئے جنگ و قتال کی بھی اجازت دی ' اور لوہا پیدا کیا جو طرح طرح ہتیاروں کی اشکال اختیار کرتا ہے پس وہ مضر بھی ہے اور مفید بھی -

<u>تشبہ باالاله و تخلق باخلاق الله</u>

پس امر بالمعروف اور نہی عن المنکر بھی صفات الہیہ میں سے ایک صفت ہے - اسلام انسان کے آگے ایک ارتقاے روحانی کی راہ کھولتا ہے جو گو عبدیت کے مقام تذلل و تکسر سے شروع ہوتی ہے مگر اسکا انتہائی نقطہ تشبہ باالاله (یعنی خدا کی صفات سے مشابہت پیدا کرنے کا مقام) ہے - اور اسی طرف اس مشہور حدیث میں اشارہ کیا گیا ہے کہ . تخلقوا باخلاق الله (خدا کا اخلاق اپنے اندر پیدا کرو) پس ضرور تھا کہ جس ملت کو خدا نے دنیا میں اپنی نیابت اور خلافت بخشی تھی وہ بھی اس صفت الہی سے متصف ہوتی - خدا طاعت و عبادت سے (یعنی ہر ایسے کام سے جو قواے فطریہ کا صحیح استعمال ہو) خوش ہوتا ہے ' پس ایک انسان مومن کو بھی خوش ہونا چاہئے - خدا کفر و ضلالت اور بد اعمالی سے (یعنی ان تمام کاموں سے جو قواے فطریہ کا اسراف و تبذیر ہوں) ناخوش ہوتا ہے اور اپنی ناراضامندی کا اظہار کرتا ہے ' پس مومن و مسلم کو بھی ناخوش ہونا چاہئے اور اپنی نارضامندی کا اعلان کرنا چاہئے - ہم نے پچھلے نمبر میں (اسراف) اور (تبذیر) کی حقیقت سے بحث کی تھی - خدا عادل ہے ' اور رحم و محبت ' نرمی و آشتی میں بھی اسراف وتبذیر پسند نہیں کرتا - اگر (بائبل) کا (ابن الله) رحم محض کا مجسمہ ہے اور عدل کے ترازو کو ہاتھہ میں لینا نہیں چاہتا تو نہ لے ' مگر چھوٹے تغیر تو اسے بھی چارہ نہیں - اسنے تمام انسانی جرائم و معاصی کو شان محبت کے جوش میں معاف کردینا چاہا لیکن پھر بھی کسی کو قابل عقوبت ثابت کرنے کیلئے تمام ابن آدم کو نسہی ' مگر اپنے عزیز بیٹے کو تو تین دن تک لعنت میں گرفتار رکھکر خونی مجرموں کی طرح سولی پر چڑھانا ہی پڑا -

یہ ناگزیر ہے ' دنیا کیلئے محبت کی صورت موہنی ' ہو مگر افسوس کہ سودمند نہیں - عدل کی پیشانی پر اگرچہ خوشنمائی کی بلندی کی جگہ سختی و خشونت کی لکیریں ہیں ' لیکن دنیا کا تمام نظام صرف اسی کے دم سے ہے - پس خدا نے اپنی ملت کو بھی اپنے صفت کی دعوت دی اور اپنی شان عدل کی طرح اسکو بھی (امة وسطاً) قرار دیا تاکہ وہ اسکی زمین پر ایک عادلانہ خلافت ہو اور اسکی طرح کسی جذبے میں نہ تو اسراف کرے (یعنی رحم کے موقعہ پر رحم کو ' اور سختی کے موقعہ پر سختی کو اسکی ضرورت سے زیادہ خرچ کرنا) اور نہ تبذیر کا طریقہ اختیار کرے (یعنی رحم کی جگہ قہر - اور قہر کی جگہ رحم) -

مقام محبت الہی اور " یحبہم و یحبونہ "

یہی راز ہے کہ خدا نے تمام قوموں کو اپنے اپنے دور میں اپنی خلافت بخشی اور ہر صالح جماعت کو اس وراثۃ الہی کا حقدار بنایا (ان الارض یرثہا عبادی الصالحون) مگر کسی کو اپنی محبوبیت اور معشوقیت کا درجہ عطا نہیں فرمایا - حضرت (داؤد) علی نبینا و علیہ السلام کی نسبت ضرور کہا کہ :

یا داؤد ! انا جعلناک خلیفة فی الارض (۳ : ۸۷) — اے داؤد ! ہم نے تمکو زمین پر اپنی خلافت بخشی -

بنی اسرائیل بھی مدتوں اسپر سرافراز رہے ' لیکن انکی نسبت یہ کہیں نہیں کہا کہ وہ خدا کے دوست اور محبوب بنائے گئے تھے - یہ اس امت مرحومہ کی مزیت خصوصی تھی کہ :

فسوف یاتی اللہ بقوم یحبہم و یحبونہ (۵ : ۵۹) — عنقریب اللہ ایک ایسا گروہ پیدا کریگا جنکو وہ اپنا محبوب بنائے گا اور وہ خدا کو محبوب رکھیں گے -

لیکن اس جماعت کی علامت یہ بتلائی کہ :

اذلة علی المومنین ' اعزة علی الکافرین یجاہدون فی سبیل اللہ و لا یخافون لومة لائم (۵ ' ۶) — مومنوں کے ساتھ نرم ' مگر کافروں کے ساتھ سخت ' اللہ کی راہ میں اپنی جانیں لڑادیں گے اور کسی ملامت کرنے والے کی ملامت سے خوف نہ کھائیں گے -

یہ مختصر آیت اس مشکل کا پورا حل ہے - مومن محبوب الہی ہے - کیونکہ ایمان باللہ سے بڑھکر محبت الہی کیلئے اور کونسی شے جالب ہو سکتی ہے ؟ لیکن خدا نے اپنی محبت کے ساتھ طرف مقابل کی محبت کا بھی ذکر کیا کہ " میں انہیں چاہتا ہوں اور وہ مجھے چاہتے ہیں " (یحبہم و یحبونہ) اور یہاں ارباب ذوق کیلئے ایک نکتۂ عجیب ہے - حضرت (یوسف) کے حالات میں ذکر عشق و محبت ہی کا افسانہ ہے ' مگر وہ محبت محض یک طرفہ تھی ' " یحبہم و یحبونہم " کی طرح دونوں طرف سے نہ تھی - صرف زلیخا ہی کی نسبت فرمایا کہ :

قد شغفہا حبا (۱۲ : ۱۳) — یوسف کا عشق اسکے دل میں جگہ پکڑ گیا ہے

اسی کا نتیجہ تھا کہ زلیخا جو کچھ کرتی تھی ' اپنے نفس ہی کی خاطر کرتی تھی ' یوسف کی رضا جوئی مطلوب نہ تھی - جب عزیز مصر پر اصلیت منکشف ہوگئی تو ذلت و رسوائی سے بچنے کیلئے باوجود کمال استیلائے محبت و شغف خود ہی یہ صلاح دی کہ :

ما جزاء من اراد باہلک سوءا ؟ الا ان یسجن او عذاب الیم (۱۲ : ۲) — جو شخص تیری بیوی کے ساتھ بدکاری کا ارادہ کرے اسکی یہی سزا ہے کہ قید کیا جائے یا سخت عذاب میں گرفتار ہو -

لیکن عشق و خود پرستی دونوں ایک دل میں جمع نہیں ہوسکتے عشق کی تعریف یہ ہے کہ " اولہا قتل و آخرہا حرق " [اسکی ابتدا قتل نفس ہے اور انتہا تمام خواہشوں اور ہوا و ہوس کا فنا] یہاں سب سے بڑی معصیت اپنے وجود کا حس اور اثبات ہے :

وجودک ذنب لا یقاس بہ ذنب

محبت کا اصلی مقام وہ ہے جہاں پہنچکر نفس اپنے کو فنا کردیتا ہے اور پھر دست محبوب میں محض ایک آلہ بے روح بنکر رہجاتا ہے - اسکا دل اسکے پہلو میں نہیں ہوتا ' بلکہ محبوب کی انگلیوں میں " یقلبہا کیف یشاء " (جس طرف چاہتا ہے پھرا دیتا ہے) محبت کا استغراق خود اسکو محبوب کے صفات و خصائل کا ایک دوسرا پیکر بنا دیتا ہے - وہ دیکھتا ہے تو اسی کی نظر سے ' اور سنتا ہے تو اسی کے کانوں سے - خود اسکی کوئی خواہش اور کوئی مرضی باقی نہیں رہتی - محبوب کی خواہش اسکی خواہش ' اور محبوب کی مرضی اسکی مرضی بن جاتی ہے (زلیخا) کو ابھی یہ درجہ حاصل نہیں ہوا تھا ' وہ اپنی ذلت و رسوائی کے خوف سے (یوسف) کو بارہ برس تک قید خانے میں نہ دیکھتی ' البتہ جب اس راہ میں ترقی کر گئی تو پھر ننگ و ناموس نفس کی زنجیریں خود بخود ٹوٹ گئیں اور پکار پکار کر کہنے لگی

ما ابری نفسی ان النفس لامارة بالسوء (۱۲ : ۵۳) — اپنے نفس کو الزام سے نہیں بچاتی بیشک میرا نفس برائی پر آمادہ کرنے والا ہے

خدا نے اپنے مومن بندوں کو صرف اپنا ہی محبوب نہ کہا کہ یہ تو صرف زلیخائی ہوتی ' بلکہ یحبہم و یحبونہم فرمایا کہ میں اگر انکو دوست رکھتا ہوں تو وہ بھی مجھکو محبوب رکھتے ہیں - اس تعلق محبت کو محبیت و محبوبی اور عاشقی و معشوقی ' دونوں سے مرکب بنایا ' تاکہ مقام ایمان کی اصلی علامت اور خصوصیت ظاہر ہوجائے ' اور ایمان باللہ فی الحقیقت اللہ کی محبت ہی کا نام ہے -

والذین آمنوا اشد حبا للہ (۲ : ۸۸) — اور جو لوگ ایمان لائے ہیں انکی خدا سے نہایت درجہ محبت ہے -

محبت کی شرط اولین فنا فی المحبوب ہے ' اسلئے مومن مخلص بھی وہی ہے جو اپنی تمام خواہشوں اور قوتوں کو بھولکر صرف خدا کی مرضی اور ارادے پر اپنے تئیں چھوڑدے - خدا کی مرضی اسکی مرضی ' اور خدا کی خوشی اسکی خوشی ہو - یہی معنی خلافت الہی کے ہیں کہ وہ دنیا میں اللہ کی صفات کاملہ کا مظہر ' اور اسلئے اسکا جانشین ہے -

الحب فی اللہ والبغض فی اللہ

پس جب مقام ایمان محبت الہی ' اور محبت بعد حصول فنا فی المحبوب محال ' تو یہیں سے امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کا فرض بے نقاب ہوجاتا ہے - (مومن) کی تعریف یہ ہے کہ خود اسکی نہ کسی کے ساتھ دوستی ہو اور نہ دشمنی ' نہ کسی کی مدح کرے ' اور نہ مذمت ' بلکہ وہ دست الہی میں ایک بیجان آلہ بنکر اپنی محبت اور دشمنی کو راہ محبوب کیلئے وقف کردے - جو خدا کے دوست ہیں ' وہ اسکے دوست ہوں ؛ اور جو اسکے دشمن ہیں ' وہ اسکے دشمن ہوں ؛ اسی کی راہ میں دوستی ' اور اسی کی راہ میں دشمنی ؛ الحب فی اللہ والبغض فی اللہ - خدا نیکی اور اعمال حسنہ سے خوش ہوتا ہے ' پس یہ بھی جہاں کہیں نیکی کو دیکھے ' اپنا سر جھکادے - وہ بدی اور بد اعمالی پر غضبناک ہوتا ہے (لا یرضی لعبادہ الکفر) پس اسکو بھی جہاں کہیں بدی نظر آئے ' صفات الہی کی چادر اوڑھکر قہر مجسم بن جائے -

اذلة على المومنين ، اعزة على الكافرين - نیکی کے سامنے جسقدر عاجز ہو اتنا ہی بدی کے آگے مغرور و سخت ہو -

کیا نہیں دیکھتے کہ خدا تعالی نے جہاں امر بالمعروف کا ذکر کیا ہے وہاں ساتھہ ہی ایمان باللہ کا بھی نام لیا ہے :

کنتم خیر امة اخرجت للناس ، تامرون بالمعروف وتنهون عن المنکر وتومنون باللہ	تم تمام اہل مذاہب میں بہتر امت ہو کہ نیک کاموں کا حکم دیتے ہو اور برائی سے روکتے ہو اور اللہ پر ایمان رکھتے ہو -

یہ اسلئے کہا کہ امر بالمعروف کا فرض بغیر کامل ایمان باللہ کے ادا نہیں ہو سکتا - ایک انسان جو ہواے نفس میں گرفتار ہے ، درہم و دینار کو پوجتا ہے ، لذت نفس اور عیش دنیوی کو اپنا قبلہ بنا لیا ہے اور دنیوی رسوم و عزت کو اپنا معبود سمجھتا ہے ! ممکن نہیں کہ اپنے اندر نیکی کے حکم ، اور بدی کی روک کی طاقت پاسکے - وہ مشرک ہے - گو زبان سے دعوی ایمان کرتا ہو مگر ایمان کی حلاوت اسکو کبھی چکھنا بھی نصیب نہیں ہوئی

وما یومن اکثرهم باللہ الا وهم مشرکون (۲۵ : ۱۹)	اور ان میں سے اکثر ایسے ہیں کہ گو ایمان کا دعوا کرتے ہیں مگر فی الحقیقت مبتلاے شرک ہیں -

عبادت اور بندگی کے معنے کسی مجسم بت کو پوجنا ہی نہیں ہے بلکہ ہر وہ شے جسکے لیے وہ حق صرف خدا ہی کو تھا ، اگر اسکے سوا کسی دوسری ہستی کو دیدی جاے ، تو وہ بھی شرک ہے (مگر اسکی تشریح کا یہ موقعہ نہیں -)

خدا نے سب کچھہ انسان کیلئے ، مگر انسان کو اپنے لئے بنایا - پس ایمان باللہ کے یہ معنے ہیں کہ انسان سب کچھہ اوروں کو دیدے مگر خود اپنے تئیں خدا کے سوا اور کسی کو نہ دے - اگر وہ اپنی خواہش اور مرضی کو اسکی خواہش اور مرضی پر مقدم رکھتا ہے تو وہ دعوی ایمان میں سچا نہیں -

ہجوم خیالات سے سلسلۂ سخن بار بار ٹوٹتا ہے اور پھر چند قدم چلکر واپس ہونا پڑتا ہے - حاصل سخن یہ ہے کہ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر وہی کر سکتا ہے جو ایمان باللہ میں راسخ و مستقیم ہو اور یہ جب ہو سکتا ہے کہ محبت الہی کی راہ میں مستقیم ہوکر سب کو خدا کیلئے اختیار کرے اور سب کو خدا کیلئے چھوڑدے - خود اسکی کوئی ذاتی محبت اور ذاتی عداوت نہو - نہ اپنی غرض کیلئے دوست بنے اور نہ اپنی غرض کیلئے دشمن - وہ ہر شے کو خدا کی آنکھہ سے پیار کرے اور اسی کی آنکھہ سے دشمن دیکھے - اسکا کوئی وجود ، اسکی کوئی زندگی ، اسکی کوئی صدا نہو ، جب چلے تو خدا کے پاؤں سے چلے ، اور جب سنے تو خدا کے کان سے سنے ، اور جب بولے تو خدا کی آواز اسکے گلے سے نکلے - ولنعم ماقیل فی هذا المقام .

من بجانان زنده ام ور جان نیم
من ز جان بگذشتم و جانان نیم
چشم و گوش و دست و پایم او گرفت
من بدر رفتم ، سراپم او گرفت

این بصورت شمع ، چون آتش اوست
بلکه نورات قلسم سراپا اوست
نغمه از نالیست نے از چنگ
مستی از ساقیست ، نے از می چنان
چون مرا دیدی ، خدا را دیده
گرد کعبه صدق بر گردیده
گفتن من گفتن اللہ بود
گرچه از حلقوم عبد اللہ بود
ما چو مست از دیدن ساقی شدیم
مست گشتیم ، از فنا باقی شدیم

یہ (عارف رومی) کی مستانہ نغمہ پردازیاں ہی نہیں ہیں ، بلکہ عین ترجمہ ہے اس مشہور حدیث قدسی کا ، جسکو (امام بخاری) کتاب التواضع میں لاے ہیں کہ :

لا یزال عبدی یتقرب الی بالنوافل ، حتی احببه ، فاذا احببته ، کنت سمعه الذي یسمع به ، و بصره الذي یبصر به ، و یده التي یبطش بها ، و رجله التي یمشی بها ، و لسانه الذي یتکلم به ، و لئن سالنی لاعطینه ، و لئن استعاذنی ، لاعیذنه	جب میرا کوئی بندہ بذریعہ نوافل کے مجھسے قریب ہوتا ہے تو اسکو اپنا محبوب بنالیتا ہوں ، پس جب وہ محبوب بنگیا ، تو میں اسکا کان ہوجاتا ہوں ، جس سے وہ سنتا ہے ، اور اسکی آنکھہ ہوجاتا ہوں جس سے وہ دیکھتا ہے ، اور اسکا پانوں ہوجاتا ہوں ، جس پانوں سے چلتا ہے ، اور اسکی زبان ہوجاتا ہوں ، جس زبان سے بولتا ہے - وہ جو مانگتا ہے ، عطا کرتا ہوں ، اور جب پناہ مانگتا ہے پناہ دیتا ہوں -

" یحبهم ویحبونه " کا یہی مقام ہے اور یہیں پہنچکر (پیر ہرات) اپنی فریاد ضبط نہ کرسکا اور مضطربانہ چیخ اٹھا کہ " خدایا این چه بوالعجبی ست که با دوستان خود میکنی ؟ تاوقتیکه ترا می جستیم خود را یافتیم ، اکنون خود را می جوئیم ، ترا می یابیم "

صحابہ کی جماعت نے ایک درخت کے نیچے بیٹھکر محمد ابن عبد اللہ کے ہاتھہ پر بیعت کی تھی مگر ارشاد الہی ہوا کہ وہ ہاتھہ عبد اللہ کا نہ تھا بلکہ خود اللہ کا تھا : ان الذین یبایعونک انما یبایعون اللہ ، ید اللہ فوق ایدیهم - (۴۸ : ۱۱) وما رمیت اذ رمیت ، ولکن اللہ رمی (۸ : ۱۸)

و وراء ذاک ، فلا اقول ، لانني
سر ، لسان النطق عنه اخرس

ناظرین اگر طول سخن سے گھبرا نہ جائیں تو ابھی ایک نمبر اس موضوع پر اور باقی ہے -

اینقدر بود حکایت دراز تر گفتم
چنانکه حرف عصا گفت موسی اندر طور

ناموران غزوۂ طرابلس

شیخ المجاہدین ، محبوب الاسلام و المسلمین

البطل العظیم غازی انور بک

متع اللہ الاسلام و المسلمین بحفظ وجودہ و طول حیاتہ

(۵)

طرابلس کی ایک لیلۃ الشہدا

اس ایک ہی آسمان کے نیچے ایک ہی وقت میں کیسے کیسے مختلف اور متضاد تماشے ہوتے ہیں ۔ اگر ہماری طرح آسمان بھی دیکھتا ہوگا تو اسکے سامنے کیسے عجیب اور مدہش منظر ہونگے ! ایک گوشے میں نشاط و شادمانی کا ہنگامہ برپا ہے ، دوسری طرف حسرت و نامرادی کے ماتم سے دنیا کو فرصت نہیں - بہت ممکن ہے کہ جس وقت دنیا کے ایک حصے میں پھولوں کی سیج پر خواب نوشین کے لذت بار کروٹیں بدل رہے ہوں ، عین اسی وقت کسی دوسرے حصے میں گرم بالو اور تیز کانٹوں پر خون چکاں لاشیں تڑپ تڑپ کر ٹھنڈی ہو رہی ہوں !

لیکن لذت و عیش کے پرستاروں کو فسانۂ حسرت و یاس کا افسانہ سننے کی مہلت کہاں ؟ اگر غم کے ماتم کدوں میں آگ لگ گئی ہے تو عیش کے عشرت کدوں میں گلاب کا چھڑکاؤ کیوں روکدیا جائے ؟ دنیا کے کارخانے ہمیشہ غفلت کی کل سے چلے ہیں اور چلتے رہیں گے -

زخار خار محنت دل ترا چہ خبر ؟
کہ گل بجیب نہ گنجد قبائے تنگ ترا

* * *

لیکن اگر حفظ وطن ، جہاد فی سبیل اللہ ، جوش ملی ، اور وطن پرستی کا خون کچھ بھی قیمت رکھتا ہے تو کون کہہ سکتا ہے کہ (سرزمین طرابلس) کی قیمت کیا ہوگی ؟

۲۶ - اکتوبر کا آفتاب جبکہ مسیحی وحشت و درندگی کی خوں ریزیوں کو دن بھر دیکھکر ، ساحل طرابلس پر کانپتا ہوا پہنچا ، تو اسکے سامنے اب ظلم و مظلومی ، قتل و مقتولی ، قہقۂ وحشت اور آہ مایوسی کی جگہہ ، صرف ایک ہی قسم کا منظر باقی رہگیا تھا - موت و حیات کی بقیہ کشمکش ، روح و جسم کی مفارقت کا آخری اضطراب ، انسانی احتضار کی تڑپ اور بیقراری ، گرم گرم خون کے فواروں کا جوش و خروش ، زخموں کی کنکریوں اور کانٹوں پر تلملاہٹ ، ایڑیوں کی جانکنی کی بے چینی میں پیہم پٹک ، زندگی کی دنیا پر الوداعی نظر ، اور موت کی اس چھائی ہوئی خاموشی میں گاہ گاہ اٹھنے والی درد کی چیخیں ، اور بند آنکھوں سے بہنے والے چند قطرہ ہائے اشک ! بس یہی منظر تھا جو اس سرزمین کے تماشائی کیلئے باقی رہگیا تھا -

* * *

کشتگان ظلم و ستم کی برہنہ لاشوں کی تجہیز و تکفین کیلئے جب کوئی ہاتھ نہ بڑھا تو رات نے تاریکی کی چادر ظلمت ڈالدی - جبکہ دنیا کی کبھی بند نہونے والی حرکت کی نبض ، طرابلس کی لاشوں کی طرح بالکل خاموش تھی ، اور اسکا سرد دل ریت پر جمے ہوے خون کے لوتھڑوں کی طرح منجمد ہوگیا تھا ! کھجور کے درختوں کے جھنڈ اور منہدم مکانوں کے ٹیلوں پر سے چاند کی مدھم روشنی نے سر نکالا - آہ ! یہی چاند اس وقت کسی ایوان نشاط سرائے عیش و عشرت کے صحن میں اپنی دھیمی دھیمی کرنوں کے اندر کیسا شگفتہ اور راحت بخش ہوگا ؟ مگر یہاں ، اس صحرائے وحشت ، اس ماتمکدۂ انسانیت ، اس شہادت زار خوں بار ، اور اس خوابگاہ اجساد اموات میں اسکی خاموش روشنی کیسی غمگین اور الم ناک ہے !

* * *

دفعتاً اندرون صحرا کی طرف سے چاند کی دھندلی روشنی میں ایک سیاہ سا نمودار ہوا - اس سیدۂ اموات میں یہ ایک تنہا متحرک جسم تھا - وہ ایک اونٹنی پر سوار تھا جو اسکی طرح بالکل چپ تھی - اس نے آگے بڑھنا چاہا مگر لاشوں کے ڈھیر کو رحم دل اونٹنی اپنے گھٹنوں سے ٹھکرا دینے پر راضی نہ ہوئی - وہ نہایت آہستگی سے اتر کر خون انسانی کے اس سمندر کے کنارے کھڑا ہوگیا - یہ اسکے لبوں کے ہلنے کی آواز ہے یا دل کے دھڑکن کی ؟ مگر جس عالم میں وہ کھڑا ہے ، یہاں لبوں کی حرکت اور دل کی دھڑکن ، گویا میں دونوں برابر ہیں ، بلکہ عجب نہیں کہ لبوں سے نکلی ہوئی آواز کو سننے والا اب یہاں کوئی نہو ، مگر دل کی صدا کو ہر ایک زخم ستم خوں کے آنسوؤں سے جواب دیدے - :

وہ کچھ عرصے تک ایک غیر متحرک سنگین بت کی طرح خاموش کھڑا رہا ، پھر اس نے گردن اٹھائی ، پہلے اپنے سامنے کے منظر خونین پر نظر ڈالی اور چاند کو دیکھکر بولا -

" آہ ! زندگی کے عیش و نشاط پر چمکنے والے چاند ! تجھکو آج بھی اس فضائے خونین پر آنکلنے کی مہلت ملگئی - انسانی غفلت کے لعنت کدوں کو روشن کرنے کے بعد تجھکو فرصت ملگئی کہ یہاں کی منظر وحشت کو بھی جھانک کر دیکھ لیں ! لیکن تو جو ظالموں کے سروں پر بھی چمکتا ہے ، اور انسانی سفاکی و درندگی کے چہروں کو بھی اپنی کرنوں سے نمایاں کردیتا ہے ، کیا حق رکھتا ہے کہ ان مقدس لاشوں پر اپنی ملوث روشنی ڈالے ؟ تیرے لئے انسانی فسق و معصیت کے پوشیدہ دریچے کافی نہیں ہیں کہ انسانی شرف

و تقدیس کے اس صحرائے مقدس کی ہولناک تاریکی میں خلل ڈالنے کیلئے آموجود ہوا ؟ تو سمجھتا ہیں کہ تیرا آشیانہ ہم سے بلند ہے اور اسلئے تو خدا کے عرش کبریائی سے زیادہ قریب ہیں - شاید تو قریب ہوں' مگر اسکے پاس تو نہیں' حالانکہ تجھسے لاکھوں میل نیچے قعر ارضی کی سطح پر' جو خاموش اجسام اس وقت پڑے ہیں' انکا دل خدا سے قریب ہے نہیں' بلکہ اس وقت اسکی گود میں ہے - اس خداے نیرنگ ساز کی گواہ میں' جو ظلم و عدوان سے کو خوش نہیں' مگر شاید اپنے دوستوں کیلئے یہی پسند کرتا ہے کہ انکے گلے کٹے ہوے' اور جسم زخموں سے سرخ ہوں " لیکن اسکا ضبط اب قابو سے باہر تھا -

تھوڑی دیر کے بعد وہ کسی قدر آگے بڑھا' سامنے ایک ٹھنڈی لاش خون کے لتھڑوں کی تہہ سے منہ ڈھانکے ہوے پڑی تھی - اسکی ایک ٹانگ گولی کے ضرب سے لٹک کر الگ ہوگئی تھی اور ناف سے لیکر چہرے تک سنگینوں اور تلواروں کی نوکوں سے کٹ کٹکر گوشت کا ایک مسطح ٹکرا ہوگیا تھا - اس نے جھک کر اسکے کٹے ہوے اور جسم سے الگ پاؤں کو بوسہ دیا اور اس آواز سے جو دل اور حلق' دونوں جگہ اٹکی ہوئی تھی' چلایا .—

* * *

" اے گوشت و خون کے مقدس ڈھیر ! اے محبوبیت الہی کی جبروت و عظمت ! اے دائمی شرف و تقدیس کی تمثال ! اے ظلم انسانی اور محبت الہی کے قتیل ! اے حیات ارضی سے روٹھنے والے اور ملائے اعلی کے ساکن ! اے ملائکۂ مقربین کے ہم نشین اور اعلی علیین کے مکین ! اے وہ' کہ تیرے خدا کی طرح اب تیرے لئے بھی کبھی فنا و زوال نہیں ! اے وہ' کہ ایک مرتبہ مرکر ہمیشہ کیلئے و اصل' اور ایک مرتبہ مرکے ہمیشہ کیلئے زندہ ہے ! خدا کے دشمنوں نے تیرے جسم کو ہیبتناک بنادیا ہے مگر وہ تیری روح کے حسن کو تو بگاڑ نہیں سکتے تھے - جسطرح دشمنوں کی گولی سے تیرا پاؤں تیرے جسم سے الگ ہوچکا ہے مگر چند نازک اور ضعیف رگوں سے اٹک جوڑا ہوا ہے - اسی طرح تیری روح بھی اب اس دنیا کے قفس سے آزاد ہوگئی ہے' جہاں نیکی ہمیشہ سے مظلوم ہے' اور حق کا گذارہ نہیں' لیکن اس خاکدان ارضی پر تیرے جسم کا آخری بوجھ تیرے پاؤں کی رگوں کی طرح روح کو جوڑے ہوے ہے اور یہ تعلق بھی عنقریب ختم ہونے والا ہے - جبکہ تیرے جسم سے یہ زمین خالی ہوجائیگی اور انقلابات عالم کا طوفان تیرے خون کے دھبوں کو دھو دیگا' اس وقت انسان کی نظریں تیرے نشانوں کو نہیں پاسکیں گی مگر فرشتے ہمیشہ آسمان سے اتریں گے تاکہ اس سرزمین کو بوسہ دیتے رہیں' اور تیرا آسمانی درست ہمیشہ پیار کی نظروں سے یہاں کی مٹی کو دیکھیگا' تاکہ ساکنان جنت کی نظروں میں اسکا شرف ہمیشہ قائم رہے : یہاں تک' کہ اسکا تخت عدالت آخری فیصلے کیلئے بچھایا جائیگا' اور پھر تو اپنے قاتل کے ساتھ کھڑا ہوکر اسکا دامن پکڑیگا' اور " بای ذنب قتلت ؟ " کے فغاں سے محشرستان قیامت کو ماتم کدہ بنادیگا -

چوں بگذرد نظیری خونیں کفن بحشر
خلقے فغاں کنند کہ ایں داد خواہ کیست

لیکن اے زمین ! اے قاتلوں اور خون ریزوں کے بھی ٹھوکر کھانیکی جگہ
زمین ! اس جسم مقدس کے آخری بوجھ کی عزت کر' کہ یہ خدا کی امانت پھر تجھے نہیں ملیگی - تجھپر ہزاروں فدائیاں ملت اور عشاق وطن اپنی لاشوں کو تڑپائیں گے' مگر یہ مقتولان محبت الہی پھر تجھکو میسر نہ آئیں گے - جسقدر عزت کرسکتی ہے کرلے' کیونکہ یہ خدا کی گود میں کھیلنے کیلئے بہت جلد تجھکو چھوڑنے والے ہیں "

* * *

اب پھر اسکی آواز اسکے قابو میں نہ تھی - کچھ دیر کے بعد اس نے کہا : -

" دنیا مرگئی' زندگی کہیں بھی نہیں' مگر اے شہر خاموشاں ؟ اے صحرائے سکوت ! تیرے ہر خون سے رنگین ذرۂ خاک میں ایک حیات پوشیدہ ہے - اے مرنے والو ! کیا تم ہمکو زندگی نہ دوگے ؟ ہم بدبخت ہیں کہ تم زندہ ہوگئے' مگر ہم تمہارے پیچھے موت کی ایڑیاں رگڑیں گے - تم نے اپنے مقدس خون کی چھینٹوں کو اپنے قاتلوں سے دریغ نہیں کیا مگر ہم کو محروم رکھتے ہو ؟ کاش تمہارے اس خون کا جو راہ ملت پرستی میں بہا ہے ایک قطرہ بھی میسر آجاتا تاکہ اس سرخ رنگ سے اپنے آستین و دامن پر گل بوٹے بناتے اور قیامت کے دن (مقام محمود) میں جب (رحمۃ للعالمین) لوائے رحمت کے نیچے کھڑا ہوتا تو اس فدائے الاکون کو پہنکر اسکے تخت رحمت کو بوسہ دیتے اور کہتے کہ یہ تیری اس امت کے سر و سجدے سے نکلے ہوے خون کا دھبہ ہے' جسکی یاد سے تو اپنے خدا کی بندگی میں بھی غافل نہیں ہوتا تھا - اے وہ' کہ جب تک تیرا وجود رحمت حجاز کے کفرستان میں رہا خدا کا قہر اسپر نازل نہ ہوسکا :

واذ قالوا اللهم ان كان هذا هو الحق من عندك فامطر علينا حجارة من السماء او ائتنا بعذاب اليم - وما كان الله ليعذبهم وانت فيهم - [اور مشرکان مکہ سرکشی کے نشے میں کہتے تھے کہ خدایا اگر محمد (صلعم) واقعی حق پر ہے' اور ہم باطل پر تو کیوں نہیں ہم پر آسمان سے پتھر برساتا یا کیوں نہیں کسی عذاب دردناک میں گرفتار کرتا ؟ مگر اے محمد ! خدا کیونکر انپر عذاب نازل کرے' جبکہ تو بھی انکے اندر موجود ہیں ۸ : ۳۵]

تیرا وجود آب و گل میں تھا تو مصیبت نازل نہ ہوئی' مگر یہاں تو تیری محبت روح و دل میں موجود تھی' کیونکر دشمنوں کی تلواریں انپر چل سکیں ؟

لیکن نہیں' وہ عذاب الہی کے پتھروں کی بارش تھی' رک گئی' یہ محبت الہی کے پھولوں کی بارش ہے' اسکو اور زیادہ ہونا چاہیئے طاق محبت کی ساری آرایش خون کے چھاپوں اور گل بوٹوں ہی سے ہے -

حسنش ہمہ قتل ست' نقاش ہمہ خونست

* * *

* *

* *

وہ یکایک چونک پڑا' دیکھا تو چاند اسکی ملامت کی پروانہ

کوچے اور آگے بڑھ آیا ہے اور منظر زیادہ صاف ہے سامنے خون و موت کا ایک سمندر سکون و سکوت میں تھا - اسنے پھر ایک مرتبہ جھک کر سامنے کی لاش پر بوسہ دیا اور کہا :

" اے کبریائے منتقم و قہار کی نگراں آنکھیں ! اے ملائکہ سماوات کی بے شمار جماعتو ! اور پھر اے خون کے سمندر ' اور لاشوں کے سمندر ! تم گواہ رہنا کہ میں اپنے بیٹوں خدا کے ہاتھ سپرد کردیتا ہوں - ایک لمحے ' ایک دقیقے ' ایک چشم زدن کیلئے بھی الگ نہوں - یہ مجھکو اپنی غیبی آواز بتائے ' اور پھر پکار نہ رکھے - یہ خون کب تک بے آواز بہتا رہے گا ؟ کب تک خدا کے دشمنوں کی لعنت سے وطن مقدس کی سرزمین ناپاک رہے گی ؟ میں ایک بے سروسامان مسافر ہوں ' اور دشمن کی موجوں کے غول بحر و بر پر قابض ' مگر اے خدا ! تیری جنود مخفی کہاں ہے ؟ — "

یہ کہکر اس نے اپنے گرم آنسوؤں کے چند قطرے اس سرد لاش پر ڈالے اور پھر یکایک پیچھے ہٹکر اپنی خاموش اونٹنی پر سوار ہوا اور صحرا میں غائب ہوگیا -

* * *

یہ صحرائے لیبا کے امن و قتال کا تاجدار ' (انور بک) تھا

عالم اسلامی

مغرب اقصی

— * —

مصر انگلستان کیلئے ' مراکش فرانس کیلئے ' طرابلس اٹلی کیلئے ' کریت یونان کیلئے ' مقدونیا ریاست ہائے بلقان کیلئے ؛ اور باقی جو کچھ رہگیا ہے وہ آہستہ آہستہ تبادل و تفرد کے بعد اسیر و غلامی اور استعباد و محکومی کیلئے - یہ اسلام کی قسمت کا فیصلہ ہے جو یورپ کے دار العدل سے صادر کردیا ہے ' اور اسکے مرافعے کیلئے کوئی دروازہ نہیں : و لعل اللہ یحدث بعد ذلک امرا -

مراکش عربی حکومت کا افریقہ میں ایک آخری نقش قدم تھا حو مٹ گیا - شاید کچھہ دنوں تک مصر کی سی حالت باقی رہتی مگر (مولائی حفیظ) ملک کا آخری سودا کرکے اب مکہ جاتا ہے کہ خدا کے گھر سے اسکا صلہ حاصل کرے ' البتہ ملک میں ایک تازہ شورش پیدا ہوگئی ہے ' (الہبا) کے گرد قبائل کا اجتماع روز بروز بڑھتا جاتا ہے ' (مولای یوسف) کو فرانس نے تخت مراکش کی بربادی کیلئے نوکر رکھا تھا مگر نکال باہر کردیا گیا ' اس سے امید بندھتی ہے کہ شاید فرانس کو اب مراکش کیلئے کوئی نیا معاہدہ کروانا پڑے - اس ہفتے جسقدر خبریں آئی ہیں سب کی سب اس امید کو قوی کرتی ہیں - جنوبی مراکو پر (الہبا) کے تسلط سے پیرس میں اداسی چھاگئی تھی مگر اب ۲۲ کی تار برقی سے معلوم ہوتا ہے کہ ۱۸ - کو فتحیابی کے ساتھہ فاس میں داخل ہوکر اس نے فرانسیسی سفارت خانے اور فرانسیسی معلم افسروں کا محاصرہ کرلیا ہے نیز مراکش میں عام طور پر اسکے سلطان ہونے کا اعلان کردیا گیا - جو یورپین باشندے شورش سے خائف ہوکر بھاگے تھے مقام صفی پر روکے گئے اور مدبہ دبنے پر مجبور کئے گئے ' لندن ٹائمس کے ایک تار کے بموجب اس وقت فاس سے ۷۵ میل کے فاصلے پر کرنل منجگن چار ہزار آدمیوں کے ساتھہ شہر میں ہنگامہ مچادینے کی طیاری کررہا ہے -

فرانسیسی درندوں کا نشت و خون اور مسیحی لعنت کا نزول ' فاس (مراکش) کے دروازے پر

شوون عثمانیہ

گو رویٹر ترکی کی موجودہ مشکلات کو جس لہجے میں بیان کرتا ہے وہ اسکی حد رسائی کے ضروری ادا ' کذب و مبالغہ سے خالی نہیں ' مگر اسمیں شک نہیں کہ نئی ترکی اپنی زندگی کے ایک نئے بحران میں پھر مبتلا ہوگئی ہے -

اٹلی طرابلس کے ساحل پر ناکام رہی ہو مگر اسمیں شک نہیں کہ (مانٹی نگرو) سے کچھہ دیر کیلئے کام نکال لینے میں تو ضرور کامیاب ہوگئی ' یہ تمام تدبیریں صرف اسلئے ہیں کہ کسی طرح ترکی کو صلح کرلینے پر مجبور کیا جائے - اس وقت تک جو حالات روشنی میں آئے ہیں اسے معلوم ہوتا ہے کہ کئی ماہ سے برابر مانٹی نگرو اپنے کاموں میں سرگرم تھی ' اب ترکی علاقے میں علانیہ اس نے اسلحہ تقسیم کئے مگر اس سے پہلے پوشیدہ کررہی تھی -

ترکی علاقہ تراکیہ میں عیسائیوں کی بغاوت کی خبر حالات کو زیادہ مخدوش ثابت کرتی ہے - (کوچانہ) کا حادثہ جسکی خبر پچھلے نمبر میں درج ہوچکی ہے بلغاریا اور آسٹریا کیلئے ایک اچھا بہانہ ہوگیا ہے ' آسٹریا کے کاونٹ برچولڈ نے ایک کانفرنس کی تجویز پیش کردی ہے ' اور ۱۹ - کی خبر ہے کہ انگلستان نے اسے منظور کرلیا ہے ' اور ایسا ہے تو صورت معاملہ خطرے سے خالی نہیں مگر ترک اس وقت تک اس تجویز کی برابر تحقیر کررہے ہیں -

۲۱ - کی تار برقی ترکی کی استقامت اور مستعدی کی خبر دیتی ہے کہ ایک گشتی چٹھی ' باب عالی ' نے دول یورپ کو دیکر

حملے کی طرف اشارا کرتے ہوے خبر دیتی ہے کہ مالثی ٹکرو کے حملہ کے نتائج کی وہ ذمہ دار نہیں۔ ایک بہت ہی قوی فوجی جمعیت برنتی میں جمع ہو رہی ہے اور یقیناً جنگی کوائف ابتک پیدا ہوگئے ہونگے -

برنتی ترکی کا ایک مشہور سرحدوں سے متصل مقام ہے' ایک طرف سرویا اور مالثی نگرو میں سرحدی تنازع کا نام دیتا ہے - دوسری طرف اسٹریا کی سرحد سے بالکل قریب ہے - آخری خبر یہ ہے کہ مالثی نگرو کی وزارت مستعفی ہوگئی اور وزیر خارجہ کو امید ہے کہ اس سے حالات پر بہت اچھا اثر پڑے گا -

---

(البانیا) کی شورش کا بظاہر خاتمہ ہوگیا' البانیوں کی آخری دست برد اسکوب پر قبضہ کرلینا تھا جو سالونیکا سے ۱۹۰ میل کے فاصلے پر واقع ہے - پہلے الٹی میٹم دیا گیا جائے کا تھا اور ۲۷ میل دوھکر کوپرلی میں مقیم تھے مگر ترکی گورنمنٹ نے کیوپریلی کے پاس جمع ہوکر آخری پیغام "اطاعت یا جنگ" کا دیدیا - بالآخر ۲۱ - کی تاربرقی ہے کہ گورنمنٹ کے وکلا اور البانی سرغنوں کے درمیان سمجھوتا ہوگیا ہے اور تمام البانی اپنے اپنے گھروں کو واپس جارہے ہیں -

در اصل البانیوں کی شورش محض ملکی حقوق کیلئے ہی نہ تھی بلکہ پدم در پیچ خفیہ معاملات اور راشہ دوانیوں نے اسے فراہم کرلیا تھا - ہم انشاءاللہ اسپر تفصیل سے لکھیں گے

اٹلی اور ترکی کی صلح کی خبریں دار بار مشہور کی جاتی ہیں' اور پھر خاموشی چھاجاتی ہے - ۲۱ - کو رائٹر لندن سے تار دیتا ہے کہ پیرس' سوفیا' اور ستدم کے عثمانی سفرا صلح کی ابتدائی بحثوں پر مزید کارروائی کر رہے ہیں - پھر ۲۲ کو قسطنطنیہ سے خبر دیتا ہے کہ عثمانی وزیر خارجہ سے بھی اسکی تصدیق ہوگئی ہے کہ اٹلی سے نیم سرکاری طور پر نامہ و پیام جاری ہے -

وزارت کا تغیر بھی الحقیقت مسئلہ صلح کی راشہ دوانیوں ہی کی ایک کروٹ تھی - لیکن اگر وہ ایسا کریگی تو صلح کا بعد طرابلس میں تو غیر ممکن ہے' البتہ ترکی کیلئے تمام موجودہ مصائب سے بڑھکر ایک آخری بربادی کا مصیبت پیدا ہوجائے گی - خدا نہ کرے کہ اسکے بعد کوئی زیادہ اعتذار پیدا کرانے والی خبر سننے میں آئے -

---

وزارت کے تغیر کے بعد کروٹ لی گئی اور ایسا ہونا ضروری تھا - پہلے خبر آئی کہ فرید پاشا وزیر داخلہ اور حلمی پاشا وزیر عدل مقرر ہوئے مگر بعد کی خبر ہے کہ فرید پاشا نے قبول کرنے سے انکار کردیا -

---

مصر میں وطنی ہیجان

انگلستان کا نظارت خارجہ مدت سے اس فکر میں ہے کہ اسکندریہ میں برطانیہ کیلئے ایک نیا بحری اسٹیشن بنایا جائے' ۲۳ جولائی کو پارلیمنٹ میں (مسٹر چرچل) نے اسکی نسبت صاف صاف تصریح بھی کردی تھی لیکن مسٹر چرچل کے بیان نے مصر میں ایک عام بے چینی پیدا کردی ہے' ہر طرف یہی مسئلہ موضوع سخن ہے اور وطنی جماعتیں کہتی ہیں کہ وادی نیل کی غلامی کیلئے انگلستان کے کارخانہ میں یہ دوسرا طوق طیار کیا جا رہا ہے' تقریباً مصر کے ہر حصے بلکہ قصبات و اطراف تک میں لوگ اظہار جوش و ناراضگی کے جلسے کر رہے ہیں اور تار پر تار انگلستان بھیجے جارہے ہیں' چنانچہ اسکندریہ کے عام جلسے نے متفق ہوکر اس مضمون کا تار بھیجا :

" بنام وزیر خارجیہ انگلستان

مسٹر چرچل نے ۲۳ جولائی کو اسکندریہ میں ایک جدید بحری اسٹیشن کے موضوع پر جو ارادہ ظاہر کیا ہے' اسے ہم نے نہایت رنج اور نفرت کے ساتھہ سنا - اسکندریہ مصر کا ایک شہر ہے' اور مصر ایک عثمانی ولایت ہے - اسپر انگریزی قبضہ بالکل خلاف قانون اور طاقت و فرصت کا غصب و جبر ہے - پس کسی طرح برطانیہ کو اسکا حق حاصل نہیں کہ اس ارادے کو قانوناً عمل میں لاسکے - ہماری اس فریاد سے کان بند نہ کیجئے کہ حق اور مظلومی گو ظاہر میں ضعیف مگر اپنے اندر ایک مخفی طاقت رکھتی ہے - ہم اونکے آپ سے بالکل ناامید نہیں ہوے - برطانی شرف و عزت اب بھی امید دلاتا ہے کہ آپ طمع سے سچائی کو اسقدر مغلوب ہونے نہ دینگے "

سمن بنابر انفصال مقدمہ

(آرڈر ۵ واعدہ ۱ و ۵)

نمبر مقدمہ ۱۰۲۱ سنہ ۱۹۱۲ء

بعدالت منصفی دیورا ضلع گورکھپور اجلاس جناب محمد شمس الحسن صاحب

مدعی ...... نرائن داس وغیرہ

مدعا علیہ ... .. مکھہ رام ولد رام چندر مدوی ساکن حال شہر کلکتہ محلہ کالی گھاٹ ملک بنگال

ہرگاہ کہ مدعی نے تمہارے نام ایک نالش بابت ۲۰۰ - ۹ روپیہ کے دائر کی ہے لہذا تمکو حکم ہوتا ہے کہ تم بتاریخ ۷ ساتویں ماہ ستمبر سنہ ۱۲ ۱۹ء وقت دس بجے دن کے اصالتاً یا معرفت وکیل کے - جو مقدمہ کے حالات سے بخوبی واقف کیا گیا ہو اور جو کل امور اہم متعلقہ مقدمہ کا جواب دے سکے یا جس کے ساتھہ کوئی اور شخص ہو کہ جواب ایسے سوالات کا دے سکے - حاضر ہو اور جوابدہی دعوی کی کرو - اور ہرگاہ وہی تاریخ جو تمہارے احضار کے لئے مقرر ہے واسطے انفصال قطعی مقدمہ کے تجویز ہوئی ہے پس تمکو لازم ہے کہ اسی روز اپنے جملہ گواہوں کو جن کی شہادت پر نیز تمام دستاویزات جن پر تم اپنی جوابدہی کے تائید میں استدلال کرنا چاہتے ہو اسی روز پیش کرو - تمکو اطلاع دیجاتی ہے کہ اگر بروز مذکور تم حاضر نہ ہوگے تو مقدمہ بہ غیر حاضری تمہارے مسموع اور فیصل ہوگا -

بہ ثبت میرے دستخط اور مہر عدالت کے آج بتاریخ ۲ ماہ اگست سنہ ۱۲ ۱۹ء جاری کیا گیا * دستخط منصرم

Printed & Published by Abul Kalam Azad, at The Hilal Electrical Printing Works 7 1. MacLeod Street, Calcutta.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحكيم)

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad,

7-1, MacLeod street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و محرر خصوصی
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکته

قیمت
سالانه ۸ روپیه
ششماهی ۴ روپیه ۱۲ آنه

نمبر ۸ کلکته : یکشنبه ۱ سپٹمبر ۱۹۱۲ جلد ۱

فهرست

تصاویر

شذرات

اطلاع ضروری

جواب طلب خطوں کی کثرت روز بڑھتی جاتی ہے - احباب شاکی ہیں کہ کئی کئی خط لکھنے کے بعد بھی جواب نہیں ملتا ' مجبوراً چند الفاظ آج اپنی نسبت لکھتا ہوں -

خود بیمار ہوں ' گھر میں تین سال کا بستر علالت موت و حیات کی کشمکش میں مبتلا ہے ' انسانی کمزوری پیمان صبر پر غالب آرہی ہے ' اور دماغ قابو میں ہے مگر دل اختیار میں نہیں - یہ حالات پہلے بھی تھے مگر جب سے (الهلال) شائع ہوا ہے اور روز بروز بڑھتے جاتے ہیں - اپنے دل کو ... نازک ہے مگر نہیں ... حالات کیوں ہیں ؟ ... کی خدمت اس سے ... اور وہ خود معاصی و ذنوب سے آلودہ ... ہیں میں کوئی خلل نہیں پاتا - پھر یہ ... ہے کہ خداے برتر اور اسکے کلمهٔ مقدس ... اونچی ہے کہ میرے ناپاک زبان و قلم سے ملوث ہو ' اسی لئے رحمت و مہلت سے محروم کیا جا رہا ہوں

من لم یکن للوصال اهلا
فکل طاعاته ذنوب

احباب سے کسی چیز کا طالب نہیں ' صرف یہ التجا ہے کہ اپنی دعاؤں میں مجھے روسیاہ کو یاد کریں - برسوں ہوا برستی اور خدا فراموشی میں ٹھوکر کھاتا رہا ' کہ آخری مرتبہ اسکے دروازے پر آکر گرا ' اور سمجھا کہ اب روٹھنے والے کو منا لیا - دیکھتا ہوں تو اب بھی دروازہ بند ہے ' ممکن ہے کہ دوستوں کی دعائیں کچھ اثر دکھلائیں

پچھلے نمبر کے ساتھ الهلال کے جدید سلسلهٔ تصاویر کی پہلی تصویر امید ہے کہ ناظرین کے پسند خاطر ہوئی ہو - تاہم ہمارے پیش نظر جو نمونے ہیں اسکے اعتبار سے خود ہم تو اسے شائع کرکے زیادہ خوش نہیں - اگر اخبار کی اشاعت کی طرف سے تھوڑا سا بھی اطمینان میسر آجائے - تو بہر الثلثه ہر نمبر کے دو صفحے پریس کے صناعی نمونوں کیلئے مخصوص کردیں اور وہ یورپ کے با تصویر رسالوں سے کسی بات میں کم نہوں - لیکن ناظرین کو کیا معلوم کہ اسطرح کی ایک تصویر کے چھاپنے کیلئے اس قدر وقت ' کس قدر دردسری ' اور پھر کس قدر روپیہ کی ضرورت ہوتی ہے ؟ تاہم ایک مرتبہ اپنے پیش نظر رسالے کا کامل نمونہ دکھلانا چاہتے ہیں اور اسلئے اسی کام میں مصروف ہیں - رہا پبلک کا فرض ' تو فرض تو خود محسوس ہونا چاہئے ' نہ کہ دوسروں کے شور و واویلا مچانے سے -

انسان کی پرستش کا اقرار نامه کسی اخبار میں چھپوادیا تو کیا اور (وشنو) کی پوجا کا اعلان کردیا تو کیا ؟ اسلام کیلئے دونوں برابر هیں -

یه تعداد کی قلت و کثرت کا وسوسه بهی همارے دلوں میں اندر کے نفس کا نہیں بلکه باهر کے وسوسه انداز کا ڈالا هوا هے' اور اب تو همارے تمام دائرۂ بدبختی کا محور بن گیا هے - کانگریس میں اسلئے جا نہیں سکتے که تعداد کم هے' هندو مراقب هیں - سلف گورنمنٹ کی خواهش میں اسلئے شریک نہیں هوسکتے که تعداد کم هے' هندو گورنمنٹ هوجائیگی - تعلیم کی خوبی سے انکار نہیں مگر همیں معاف رکھئے اسلئے که هندو زیاده هیں' وه لکھه پڑهکر همیں هندوستان سے نکالدینگے -

اب اس وسوسے کا استیلا یہاں تک هوگیا هے که یونیورسٹی کے عدم الحاق کے مسئله میں بهی هندو مسلمانوں کا متفق هوکر جدوجهد جائز نہیں - گو اغراض مشترک اور دائرۂ اتحاد محدود هو' لیکن تب بهی ڈرتے رهنا چاهئے که انہیں کثرت تعداد کا دیو ھم پر پھاڑ نہ ڈالے !

الله الله ! کیا انقلاب کے تغیرات هیں' خدا کی فوج کا ایک سپاهی بحر و بر کی کوئی حقیقت نہیں سمجھتا تھا ' آج اسکے کروڑوں آدمی هر وقت اپنی موت کو سامنے دیکھتے هیں ! مٹھی بهر مسلمانوں نے کرۂ ارض کو پکڑ کے اوچھالدیا تھا ' آج چالیس کروڑ کی برادری رکھنے والے موحّد ' بائیس کروڑ هندوستان کے بت پرستوں سے ڈر رهے هیں !

(جنگ بدر) کے وقت تو خدا نے ایک مومن کو دس کافروں پر بھاری کہا تھا ' یه کیا هوگیا هے که آج تم اپنے سے سه گنی تعداد سے هراساں هو؟ اسمیں شک نہیں که جو حالت تم نے اپنی بنا رکھی هے' اسمیں هندؤنکی مخالفت کی ضرورت نہیں' خود تم هی اپنے تئیں برباد کردینے کیلئے کافی هو-

هندؤں سے تو ڈرنے کی ضرورت نہیں' البته خدا سے ڈرنا چاهئے - تم خدا کی فوج هو ' لیکن تم نے اسکی بخشی هوئی وردی اتار کر پھینکدی هے - اسکو پہن لو ' پهر ساری دنیا تم سے ڈرے گی - تم کو هندوستان میں رهنا هے تو اپنے همسایوں سے معانقه کرلو' اور زنده رهنا هے تو انسے الگ رهنے کا نتیجه دیکھه چکے' اب انسے مل جاؤ - اگر انکی طرف سے رکاوٹ هے تو اسکی پروا مت کرو - تم کو دیکھنا چاهئے که دنیا کی قوموں میں تمہارا پوزیشن کیا هے ؟ تم دنیا میں خدا کے جانشیں هو ' پس خدا کی طرح سب سے اوپر رهکر سب کو دیکھو ! قومیں اگر تمہارے ساتھه اچھا سلوک نہیں کرتیں تو تم انکے ساتھه اچھا سلوک کرو - بڑے چھوٹوں کی خطاؤں کو معاف کرتے هیں' انکے چھیڑنے پر منھه بسور کر روتے نہیں -

مسلم یونیورسٹی کمیٹی

— * —

ایک ضروری تشریح و تصحیح

اس هفتے کا لیڈر مطبوع هوچکا تها ' اور جگه بالکل رک چکی تهی' که محب عزیز و جلیل (مسٹر محمد علی) سے ملاقات هوئی - وه غالباً کل یا پرسوں ایک تحریر بهیجینگے جو کسی دوسری جگه درج کردی جائیگی - انکی زبانی گفتگو کی بنا پر چند امور کا اظہار ضروری سمجھتے هیں

۱۳ - تحولائی

همارے دل میں جو کچهه هوتا هے' بے تامل حوالهٔ قلم کردیتے هیں آجکل کی مصطلحه مصلحت بینی اور اعتدال روشی کے عادی نہیں ' کیونکه اپنے عقیدے میں اسے نفاق سمجهتے هیں جو ایمان کے ساتهه جمع نہیں هوسکتا - اسی ایک نمبر کو هم نے الهلال کی مخصوص پالیسی قرار دیا هے - لیکن اگر همسے غلطی هو تو بالکل اسی شدت کے ساتهه همیں ٹوکئے جس شدت کے ساتهه هم اپنے عقیدے کے مطابق اوروں کو ٹوکتے رهتے هیں' بلکه هوسکے تو اس سے بهی زیاده سختی اختیار کیجئے - دوسروں کو غلطی پر ٹوک کر همیں جسقدر خوشی هوتی هے اس سے کہیں زیاده خوشی اپنی غلطی محسوس کرکے هوتی هے اگر راستبازی اور حق گوئی کے ساتهه لوگ هماری غلطیوں پر همیں متنبه کریں - شاید آپ کہیں که ایسا کہنا بهی خاکساری کا غرور هے ' آپ ضرور کہه سکتے هیں مگر خدا کی نظروں سے تو دلوں کے چور چهپے هوے نہیں ؟ ولن تخفوا ما فی صدورکم او تبدوه یعلمه اللهٰ - اور همارے لئے یه بس کرتا هے -

هم نے گذشته نمبر میں آنریبل سرنٹلر کی چٹھی کا اقتباس دیکر لکها تها که انهوں نے جو کچهه لکها کمیٹی نے اپنے عام اصول راز داری کے مطابق قوم کو اس سے بے خبر رکها ' لیکن همارے دوست مسٹر محمد علی فرماتے هیں که یه صحیح نہیں - دو مہینے کے بعد تو سرنٹلر کی چٹهی تمام اخباروں میں چهاپدی گئی تهی - هم تسلیم کرتے هیں که ایسا ضرور هوا تها ' لیکن همارے مقصود بحث پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا - بیشک کمیٹی نے اس چٹهی کو دو ماه کے بعد اسلئے چهاپدیا تها که اس سے یونیورسٹی کی منظوری کی بشارت سنانے کا کام لے - لیکن بحث صرف اسمیں هے که قوم کو جس قسم کی یونیورسٹی کا متوقع بناکر روپیه لیا جارها تها ابهی اسکی کوئی منظوری نہیں ملی تهی اور نه ان پہلوؤں کو نظاهر چهیڑا گیا تها - نه وهی امور تهے جنکی نسبت وزیر هند کے حق رائے دهی کے کامل اختیارات آخر تک محفوظ تهے جو بالاخر عدم الحاق اور وائسرائے کے اختیارات چانسلر کی صورت میں استعمال کئے گئے اور ابهی داستان کے اور ابواب باقی هیں - پس فی الحقیقت منظورہ یونیورسٹی کی توقعات کا تو آسی وقت فیصله هوگیا تها' که روپیه کی فراهمی کے بعد انکی نسبت فتوی دیا جائیگا - لیکن کمیٹی نے پراس کمیونک کی اشاعت تک قوم کے سامنے سے پردا نہیں هٹایا اور برابر یقین دلاتی رهی که جس طرح کی یونیورسٹی کا تم کو متوقع بنایا

گیا ہے اسکے ملنے میں صرف تمہارے ہی طرف سے روپیہ کی فراہمی کی رکاوٹ ہے ورنہ گورنمنٹ کی طرف سے ہم بالکل مطمئن ہیں - کبھی اگر کسی شخص نے زیادہ تعجیل چاہی تو کہدیا کہ روپیہ جمع کرلینے کے بعد ان امور پر بحث کی جائے گی -

بیشک ۱۳ - جولائی پر زور دینا سلسلۂ سخن میں زور دینے کیلئے ایک سہارا ضرور تھا ' مگر ایسا سہارا نہیں جسکو نکال لیجئے کا تو ہم بالکل گر جائینگے - یہ اگر معدوم نہیں تو اسے جانے دیجئے - ہمارے مضمون کی چندی سطروں میں خصوصیت کے ساتھ اس تاریخ پر زور دیا گیا ہے اسے بخوشی واپس لے لیتے ہیں اور مان لیتے ہیں کہ غلط تھا لیکن ہمیں ماننے کیلئے کوئی چیز تو دینی ہی پڑے گی - اب ۱۳ - جولائی کی جگہ ۲۷ دسمبر کو یاد رکھیں کہ اسی دن ناگپور کانفرنس میں از سر نو یہ تحریک شروع کی گئی ' ہم کو اگر کوئی صاحب اس سے بیشتر کی بھی وہ تاریخ بتلادیں جس دن اسکا معزز اول کے قلب میں القا ہوا تھا تو ہم اسی کو یاد رکھیں گے - اس سے کیا ہوتا ہے ' یہ تو ایک لفظی مناقشہ ہے - اگر ہمارے دوست ہماری تشفی چاہتے ہیں تو مندرجۂ ذیل دفعات کی نسبت ہمیں اطمینان دلائیں :—

(۱) جس وقت کمیٹی قوم سے روپیہ لے رہی تھی آس وقت خود وہ گورنمنٹ کی طرف سے مطمئن تھی یا نہیں ؟ کیا اسکو یقین تھا کہ قوم جن شرائط سے خوش ہوکر روپیہ دے رہی ہے وہ گورنمنٹ کو منظور ہیں ؟ اگر یہ تھا تو اس نے قوم پر ظاہر کیا یا نہیں ؟

(۲) ہم پھر انھی پچھلے لفظوں کو دہراکر کہتے ہیں کہ ابتدائے کار سے پریس اعلانوں کی اشاعت تک ' سماعت سملہ سے جو وحی نازل ہو رہی تھی وہ کمیٹی کی جانب سے قوم کے استصواب کیلئے شائع کی گئی یا نہیں ؟ قوم سے یہاں مقصود ۱۱ - دسمبر کی وہی قوم ہے جسکی رائے کے بعد اب کمیٹی (بصورت عدم الحاق) یونیورسٹی لینے سے انکار کرتی ہے -

(۳) کہا جاتا ہے کہ عدم الحاق کا مسئلہ ستمبر تک کمیٹی کے روبرو نہیں آیا بصورت صحت بیان - کیا شمار کرنے کی زحمت گوارا کی جاسکتی ہے کہ ستمبر سے دوسرے سال کے اگست تک کتنے مہینے گذرے میں آئے ہیں ؟ پھر کیا اس عرصہ تک کمیٹی نے قوم کو بے خبر نہ رکھا ؟

(۴) یہ کیا بات ہے کہ جبتک چندے کی وصولی جاری رہی یونیورسٹی کے نظام اور پیش ہونے والے ایکٹ کو باوجود بار بار وعدوں کے شائع نہیں کیا گیا ؟

(۵) کمیٹی نے پہلے پہل مجوزہ یونیورسٹی کیلئے گورنمنٹ سے جو خط و کتابت کی ' اسمیں ایک غیر مقامی یونیورسٹی کی حیثیت سے اسکا ذکر ہے ' یا علی گڈہ یونیورسٹی کی حیثیت سے ؟

ہم بار بار کمیٹی کا لفظ لکھتے ہیں ' کمیٹی اور ممبروں کی انفرادی حیثیت میں خلط بحث نہ کیجئے - کمیٹی کے سکریٹری نے کمیٹی کی طرف سے جو کچھہ شائع کیا ہو وہی کمیٹی کی آواز ہے - کمیٹی کا ممبر ایک ایڈیٹر کی حیثیت سے اپنے اخبار میں جو کچھہ لکھے کا اسکا فائدہ کمیٹی کو نہیں ملسکتا - گو یہ موقع اسکے اظہار کیلئے موزوں نہیں مگر کہنا پڑتا ہے کہ ہم تو کمیٹی کے ممبروں میں مسٹر محمد علی کے رویّہ کو ابتدا سے بہت صاف یقین کرتے ہیں - انہوں نے ہمیشہ کمیٹی کے اندر بھی اور (کامریڈ) کے صفحات پر بھی حتی الامکان آزادانہ اور حق گویانہ روش سے کام لیا ہے - البتہ وہ کمیٹی کی علانیہ مخالفت نہیں کرتے تھے اور ایسا کیوں کرتے ؟ تاہم مسٹر محمد علی اور کمیٹی ایک چیز نہیں ہے - وہ جو کچھہ لکھتے رہے اسکو (کامریڈ) کی حیثیت سے ہمنے دیکھا ہے اور یقیناً تمام دنیا دیکھیگی - اگر انکا خیال ہو کہ جب ہم کمیٹی کا لفظ لکھتے ہیں تو ہمارے سامنے وہ بھی ہوتے ہیں ' تو ہم یقین دلاتے ہیں کہ یہ ہماری نیت کے خلاف ہے ' اور تعجب ہے کہ انہیں ایسا خیال کیوں ہوا ؟ ہم تو انکو آجکل کے حکمراں طبقہ میں رکھتے ہی نہیں ' بلکہ ان لوگوں میں سمجھتے ہیں جو کام کرنے والوں کے اندر رہکر انکی اصلاح کی کوشش کرنا چاہتے ہیں ' اور انکی مضرت رساں غلطیوں سے قوم کو بچانے کے آرزومند ہیں - ہم نے ۴ - اگست کے پرچے صفحہ ۹ میں مسلم یونیورسٹی پر بحث کرتے ہوے صاف لکھدیا تھا کہ :

" کچھہ ہمیں اب خاصہ کرنا تھی - ہمیں صاف گوئی کیلئے معاف رکھا جائے - قوم کو محض یہ دیکھانا ہے کہ ہماری طرف سے سعی و کوشش میں کوئی کوتاہی نہیں ہوئی - ورنہ سواے (نواب وقارالملک) اور ایک دو نوجوان لیڈروں کے در اصل اس بارے میں سب کے سب " یقولون بافواههم ما لیس فی قلوبهم " میں داخل ہیں - اور اس سے بھی زیادہ بدتر شرائط پر منظور کرلینے کے لیے طیار ہیں "

" جہانتک ہم نے حالات سنے ہیں ان سے معلوم ہوتا ہے کہ (نواب وقارالملک) اور ایک دو اور ممبروں کے سوا تقریباً تمام ممبروں نے ہمیشہ گورنمنٹ کی ہر آواز پر سمعنا و اطعنا کہکر سر جھکایا ہے "

ہم یقین دلاتے ہیں کہ اس سے مقصود ہمارے دوست ہی تھے اور گو ہمارے موجودہ لیڈروں میں نوجوان اور جوان اور بھی ہیں مگر ینگ علی گڈہ پارٹی سے تو انکے سوا اور کوئی مقصود نہیں ہو سکتا ہم کو معلوم ہے کہ ہمارے دوست وہی (محمد علی) ہیں جنہوں نے نواب محسن الملک مرحوم کے زمانے میں اپنے کالج سے تلخ تلخ خطابات حاصل کئے تھے ' اور پھر یہ وہی محمد علی ہیں جنہوں نے ہمیشہ کالج کی زر پرستی کی مخالفت کی ' اور ٹرسٹیوں کی دائمی حکمرانی کے مسئلے کو بار بار چھیڑا - وہ گو ہمیشہ علی گڈہ میں رہے مگر ہم نے تو ہمیشہ انکو اس سے باہر ہی دیکھا ہے ' اور ابتک میلوں دور دیکھتے ہیں - خدا تعالی نے جب چاہا تھا کہ آذر کے بتکدے کو توڑے ' تو خود اسی کے گھر میں خلیل بت شکن کو پیدا کر دیا تھا " ہم کو یقین ہے کہ مسٹر محمد علی بھی علی گڈہ سے اسلئے اٹھائے گئے ہیں تاکہ اپنے گھر کی دیواروں سے بت پرستی کے نقوش مٹادیں

اور پھر انشاء اللہ خود کالج کے احاطے کے اندر جو نسل طیار ہو رہی ہے' وہ وقت دور نہیں جب اسمیں کا ہر فرد علی گڈھ کی ڈھالی ہوئی غلامی کی زنجیروں کو علی گڈھ ہی کی بھٹی میں ڈالکر گلا ےگا اور اسی سے وہ آلت طیار ہونگے جنکی ضربوں سے استبداد و اغلال کے دست شکستہ جالیں گے -

ہمارے دوست بھی ہم سے الگ نہیں' وہ لکھنو میں قوم سے کہہ چکے ہیں کہ " اپنے لیڈروں سے مستعفی ہوجاؤ " وہ مانتے ہیں کہ ابتک ہماری پولیٹکل زندگی جو کچھ تھی وہ کوئی زندگی نہ تھی' مسلم لیگ کو بالکل ہماری طرح ایک بیکار شے تسلیم کرتے ہیں' اس سے بھی انکار نہیں کرتے کہ اگر عدم الحاق کے مسئلے پر قوم میں جنبش پیدا نہ ہوتی تو اونچے درجے کے لیڈر تو قطعاً یونیورسٹی کو منظور کر لیتے - پس سفر کے راستے تو دونوں ایک ہیں' البتہ جس راہ کو پیچھے چھوڑ آئے ہیں اسکی نسبت کسی قدر اختلاف ہے - وہ کہتے ہیں کہ شاہراہ تک پہنچنے کیلئے اس دلدل میں پھنسنا بھی ضروری تھا' مگر ہم دیکھتے ہیں تو بہت سے قافلے پاؤں کو کیچڑ میں ملوث کئے بغیر سامنے سے گذر رہے ہیں - خیر گذشتہ کے ذکر پر مٹی ہے تو جانے دیجئے' آئندہ ہم سب اگر راہ پر لگ جائیں تو یہ بھی غنیمت ہے - گو منزل کی دوری اور ساتھیوں کی مسابقت سے دل کڑھے گا' مگر کبھی نہ کبھی تو منزل کا سراغ لگا ہی لیں گے -

---

مسٹر محمد علی سے ہمارے تعلقات اب صرف دوستانہ ہی نہیں بلکہ ایسے قریب کے عزیزانہ ہیں کہ انکی نسبت راے قائم کرنے کا پورا موقع رکھتے ہیں - ہم نے اچھی طرح اندازہ کرلیا ہے کہ انکے دل میں آزادی اور جوش' دونوں چیزیں ہیں - یونیورسٹی کمیٹی کے متعلق عام طور پر موجودہ حالات نے بے اعتمادی اور شکوک پیدا کردیے ہیں' کیا اچھا ہو اگر وہ حق گوئی اور بے لاگ سچائی کی قدر و قیمت کو پیش نظر رکھکے مندرجہ ذیل امور پر اپنی معلومات ظاہر کردیں - وہ ابتدا سے شریک کار رہے ہیں اور ہم کو شکوک اور سوء ظن سے نجات دیسکتے ہیں - شخصی بحث ذاتی معاملات میں جس درجہ سنگین جرم ہے' اتنا ہی قومی معاملات میں ضروری بلکہ مذہباً داخل عبادت ہے - ممکن ہے کہ انکا حق گویانہ جواب بعض لوگوں کیلئے دل آزار ہو مگر ہمیں کبھی کبھی تو ایسا کرنا چاہئے کہ خدا کی خاطر اسکے بندوں کو چھوڑ دیں -

(۱) ابتداے کار سے لیکر اس وقت تک جو ممبر یونیورسٹی کے معاملے پر گورنمنٹ سے گفتگو کرتے رہے انمیں کن کن صاحبوں نے قوم کی خواہشوں کے مقابلے میں گورنمنٹ کے ارادوں کی ثبات و عزم کے ساتھہ مخالفت کی ؟ اور کن کن حضرات نے سر تسلیم خم کیا ؟ تاکہ قوم کو آیندہ کیلئے راے قائم کرنے کا موقعہ ملے -

(۲) ڈاکٹر ضیاء الدین صاحب جنکے ذمے یونیورسٹی کا سب سے زیادہ اہم کام تھا' کیا انہوں نے بغیر سب کمیٹی کی منظوری کے گورنمنٹ میں کوئی چیز بھیجدی تھی یا نہیں ؟ اس واقعہ کی پوری تفصیل کیا ہے ؟

(۳) پروفیسروں کے تقرر اور یوروپین عنصر کی تعداد کے متعلق بعض ممبروں نے موافقت اور بعض نے مخالفت کی تھی یا نہیں ؟ اور وہ کون کون ہیں ؟

(۴) جب کبھی کوئی ایسا موقعہ آگیا ہے کہ گورنمنٹ کے ارادوں سے مخالفت کرنی پڑی ہے تو کثرت راے کس طرف رہی ہے ؟ خود انہوں نے بھی متعدد مرتبہ اختلاف کیا ہوگا لیکن ایسے موقعوں پر کتنوں نے انکا ساتھہ دیا ؟ اور پھر ایسا بھی ہوا ہے کہ کسی نے ساتھہ نہ دیا ہو ؟

ہم کو امید ہے کہ ہمارے دوست ان سوالوں کا پوری آزادی کے ساتھہ جواب دینگے اور لومۃ لائم کی بالکل پروا نہ کرینگے - ہمارے طرف سے مطمئن رہیں کہ ہم تو صرف گمراہی سے بچنا چاہتے ہیں' خواہ وہ ہم میں ہو یا اوروں میں - ونسال اللہ تعالی ان یہدینا الی سواء السبیل -

---

(کامریڈ) کے گذشتہ صفحات میں بھی کہیں کہیں ان سوالات کے جوابات کے اشارے ملسکتے ہیں مگر اب ضرورت ہے کہ قوم کے آگے اسکا ہر خادم اپنی اصلی صورت میں آجاے' اسلئے پوری تفصیل کے ساتھہ ان سوالوں کے جواب کی ضرورت ہے - انکی بدولت بہت سے حالات روشنی میں آگئے ہیں جو شاید پریس کمیونک کی عدم اشاعت کی صورت میں نہیں معلوم کب تک تاریکی میں رہتے یہ انہیں کی روٰی ہمکو معلوم ہوا کہ جب دربار دہلی کے موقعہ پر سر بٹلر نے کانفرنس میں کہا تھا کہ روپیہ لاو اور یونیورسٹی لو' اس وقت کمیٹی کے جو ممبر اسٹیج پر موجود تھے اس سے بے خبر نہ تھے کہ روپیہ کے سوا اور بھی کسی شے کے لانے کی ضرورت ہے - یہ بھی کامریڈ ہی نے ہمکو بتلایا ہے کہ سر بٹلر نے گو کمیٹی کے لیچے میں یہ کہدیا تھا' مگر جب انکی تقریر پریس میں جانے لگی تو انکو محسوس ہوا کہ میں یونیورسٹی کا چندہ جمع کرنے والا نہیں بلکہ صیغۂ تعلیم کا ذمہ دار سرکاری ممبر ہوں - یہ وہ باتیں ہیں جو افشاے راز کے بعد بھی ہمسے کوئی نہیں کہتا مگر (کامریڈ) کی حق گوئی اظہار واقعات میں بالکل بے پروا ہے اور بعض نہایت قیمتی اسرار کو بے نقاب کر رہی ہے - پس بہتر ہوگا کہ یہ سوالات بھی اس سلسلے میں صاف ہوجائیں : یا ایہا الذین آمنوا لا تلبسو الحق بالباطل ولا تکتمو الحق و انتم تعلمون -

۱ ستمبر ۱۹۱۲

— * —

نشۂ شام کي نصف شب

یا

مسلم یونیورسٹي

(۲)

و من النـــاس من یشتری لہو الحـــدیث لیضـــل عن سبیل اللہ بغیر علـــم (۳۱ : ۵)

— * —

جلسہ پر ایک اجمالی نظر

لیکن بہر حال ۱۱ - اگست کا جلسہ بہ حیثیت مجموعی ہماري انقلاب حالت کیلئے ضرور ایک پیغام امید تھا - یہ پہلا موقعہ ہے کہ مسلمانوں نے ایک پبلک مجلس میں آزادي کے ساتھہ اپني خواہشوں پر استقامت ظاہر کی ' اور جوش قومي پر غالب رہا - (راجہ صاحب محمود آباد) کي تقریر اس امر کا ثبوت تھی کہ اگر قوم کے عوام اپنے اندر حرکت پیدا کرلیں تو بڑے آدمیوں کو بھی اپني جگہ سے ہلنا ہي پڑے گا - انہوں نے جس صفائي اور بہ جر مشددہ لہجے میں موجودہ حالت کي تصویر کھینچي اور ان خیالات کو ظاہر کرتے ہوے گورنمنٹ کے تعلقات کو جسی بے پرواہي کی نظر سے دیکھا ' اسکي جس قدر تعریف کی جاے کم ہے اور وہ آئندہ کیلئے ایک فال نیک ہے - ہم کو معلوم ہے کہ علاوہ اور باتوں کے ذاتی طور پر بھی خود انکے تعلقات (سر ایس - ایم بٹلر) سے بہت گہرے ہیں اور اسطرح کے ہیں کہ انسے کسي حالت میں اغماض نہیں کیا جا سکتا ' ایسي حالت میں گورنمنٹ ' اور قوم کي صدائیں ! یہ دو حریف مقابل انکے سامنے تھے - انہوں نے قوم کا ساتھہ دیا اور ایسي معذورش معتٓ (؟) آئندہ کیلئے کے نمایاں کار فرماؤں کی سطح ہمت سے بہت بلند ہے -

آنریبل مسٹر مظہر الحق اور مسٹر محمد علی کي تقریروں کو جلسہ کي اصل کار روائي سمجھنا چاہئے - میاں محمد شفیع خان صاحب نے جو کچھہ کہا توقع کے خلاف نہ تھا ' مگر جونپور کے نواب عبد المجید نے توقع سے کم کہا - صاحبزادہ آفتاب احمد خان صاحب کی رائے تھی کہ جلسہ کي تمام تقریریں اب بھی رازداري میں رکھی جائیں ' بہر حال کچھہ اور بھي کہنا چاہتے تھے - کاش وہ بتلائیں کہ اسمیں کیا مصلحت تھي ؟

اصــل مســئــلــہ

اب ہم چاہتے ہیں کہ اصل مسئلہ یعنے مجوزہ یونیورسٹی کي نسبت بھي کچھہ اپنے دیرینہ خیالات ظاہر کردیں - لیکن اس سے پہلے مجبوراً ایک مرتبہ گذشتہ حالات پر نظر ڈالني پڑے گي - ناظرین طول بیان سے نہ گھبرائیں کہ ایک مرتبہ تفصیل کے ساتھہ اپنے خیالات کو انکے سامنے کردینا چاہتے ہیں -

---

قوم میں حرکت ہمیشہ پیدا نہیں ہوتي ' اور دریا میں ہر روز طوفان نہیں آتے - یونیورسٹی کیلئے تمام ہندوستان میں جو عالم محکم جوش پیدا ہوگیا تھا وہ ایک غیر معمولي ' اور ہماري روزمرہ کی افسردہ زندگي کا ایک مستثنی واقعہ تھا - یہ کس کو امید تھي کہ ہندوستان کے مسلمانوں میں کسي دن ایسي جنبش بھي پیدا ہوگی ؟ لیکن یہ خیال اس درجہ درد انگیز ہے کہ اتنا قیمتي جوش محض ایک وجود بے روح اور لفظ بے معنی کے پیچھے غارت کردیا گیا اور قومي حرکت کی بہترین فرصت — جو نہیں معلوم پھر کتنے دنوں کے بعد ہاتھہ آتي بھي یا نہیں — بیکار ضائع گئي -

اور قومیں جس جوش سے ملکي آزادي و حریت جیسے عظیم الشان مقاصد کا کام لیتی ہیں ' آپنے اس سے اور زیادہ اسر و غلامي کي زنجیریں بھاري کردینے کا کام لینا چاہا - اور قوموں کے رہنما جماعتوں کو بیدار کرتے ہیں تاکہ اٹھکر چلیں ' آپنے ہمیں بیٹھے سے اٹھایا تاکہ اور سلادیں -

آجتک مسلمانوں میں کوئي بھی تحریک ایسي پیدا ہوئي ہے جو شہروں سے لیکر قصبوں اور دیہاتوں تک پھیل جاے ؟ جسکا ولولہ ان پڑھہ دہقانیوں اور جاہل دیہاتیوں تک کے دلوں میں پیدا ہوجاے ' ہر گھر میں اسکا چرچا ہو اور ہر جگہ اسکا جوش و خروش ' کوئي طبقہ اور کوئي فرقہ اس سے خالی نہو ' منبروں پر اسکے لئے وعظ کہا جاے اور خانقاہوں میں اسکے ذکر پر حال و قال ہو - پرانے خیال کے دیہاتی ' جو حلقے جو یونیورسٹی کے لفظ کا صحیح تلفظ تک نہیں کر سکتے دیہاتوں اور قصبوں میں مولود اور وعظ کیلئے چندا کرکے روپیہ جمع کریں اور پھر اسي روپیہ کو مولود کي جگہ یونیورسٹي فنڈ میں بھیجدیں - یونیورسٹي کا قافلہ جہاں جہاں سے گذرے لوگ جوش و نشاط سے بےخود ہوکر اسطرح قدم لینے کو دوڑیں ' گویا ملائے اعلی اور قدوسیان عالم بالا عرش الہي کو چھوڑ کر دنیا میں اتر آئے ہیں تاکہ اپنے پروں کے سایۂ نوراني میں لیکر مسلمانوں کو پھر دونوں جہان کي پادشاہت بخشدیں - ابھي نہ ملنے والي یونیورسٹي ملي بھي نہ تھي ' لیکن کروروں انسان اسطرح خوش ہو ہو کر لوٹنے لگے گویا ہندوستان کي سلف گورنمنٹ کے (میگنا چارٹا) پر شہنشاہ انگلستان کے دستخط ہوگئے ہیں ' یا ترکی میں پارلیمنٹ کے قائم ہونے کا پہلا روز مسرت طلوع ہوا ہے '

ہم رو سکتے ہیں ' مگر اپنے آنسو ہر شخص کو دکھا نہیں سکتے - جب سوچتے ہیں کہ بدبخت ملت کا اسدرجہ قیمتي جوش کس بے دردي سے ضائع کردیا گیا تو " والذي نفسي بیدہ " (وانہ لقسم لو تعلمون عظیم) کہ ہمارے دل کے ٹکڑے ٹکڑے ہو جاتے ہیں اور حیران رہجاتے ہیں کہ رہنمایان ملت کي اس غلط روي کي نسبت کیا کہیں ؟ ہمارے ہمدرد ناصح نصیحت کرتے ہیں کہ نرمي اختیار کرو لیکن انہیں ہمارے دل کي سوزش کیا معلوم ؟ یا تو ہماري

آنکھ ھمکو دھوکا دیتی ہے اور یا پھر صاحبان بصیرت دنیا میں نابید ھوگئے -

---

بنیادی گمراھی

لیکن مسجد کی محراب کا منار اگر سیدھا نہیں تو پہلے اسکی بنیاد کو دیکھنا چاھئے- افسوس کہ ھیمس یونیورسٹی کا معاملہ پیش آجانے کی وجہ سے مہلت نہ ملی اور مسلمانوں کی پولٹکل پالسی پر ابتدا سے سلسلہ وار بحث کرنے کی جگہ ایک درمیانی باب شروع کردینا پڑا - یہاں مختصر اشاروں سے کام لینگے -

درحقیقت مسلمانوں کی موجودہ گمراھیوں کی ابتدا اسی وقت سے ہے جب انہوں نے چلنے کیلئے پہلا قدم اٹھایا تھا - بنیادی غلطی یہ تھی کہ اپنے تمام کاموں کیلئے گورنمنت پر اعتماد رکھنے کا راستہ اختیار کیا اور بغیر اس تکیے کے اٹھنے کی عادت ھی نہیں ڈالی - جب مرغ دام میں آنے کیلئے مضطرب ھو تو صیاد کیوں غفلت کرے ؟ اس روش کا نتیجہ یہ نکلا کہ وہ ابتدا سے لیکر آخر تک محض ایک کٹھ پتلی بنکر رھگئے' جسکی ڈوریں پردے کے اندر تھیں اور نچانے والا اپنی بازی گری کے مصالح کے مطابق جسطرح چاھتا تھا انکو نچاتا تھا -

ھندوستان میں برٹش گورنمنت بالکل ایک نئے قسم کی دشواری اپنے سامنے پاتی تھی - ایک طرف وہ (لارڈ میکالے) کی تعلیم دینے سے انکار نہیں کرسکتی تھی' دوسری طرف تعلیم کے قدرتی نتائج اسکے سامنے تھے - ملک ابھی حکومت کے خواب کو بھولا نہ تھا' اور آگ بجھ چکی تھی' مگر چنگاریوں کے بھڑکنے کا ھر وقت خوف تھا - ایسی حالت میں وہ یہاں کے باشندوں میں سے کسی ایک عنصر کی اعانت کی ضرور محتاج تھی جو اپنے ملکی فوائد کو اسکی حکومت کے فوائد پر قربان کردے - مسلمانوں نے اس مقصد کیلئے اپنے تئیں پیش کیا اور نہایت اصرار کے ساتھ اڑ گئے کہ ھم کو اس قربانی سے محروم نہ رکھا جائے - یہ مسلمانوں کی (ذبیح اللہ) کی قربانی تو نہ تھی کہ :

آمد بزیر تیغ و شہیدش نمی کنند

نتیجہ یہ نکلا کہ مسلمان ھندوستان میں تمام حقوقی ترقیات کیلئے ایک سخت روک' اور درمیان راہ کا پتھر بنکر رھگئے' اور از سرتا پا انکا وجود ملک کیلئے ایک بدبختی ھوگیا - گورنمنت کو اپنے ملکی مصالح کیلئے جب کسی آلۂ عمل کی ضرورت ھوئی تو انکے وجود کو ایک پتھر کی چٹان کی طرح ھاتھوں میں اٹھا لیتی اور ملکی خواھشوں کے شیشے پر پٹک ماری -

سب سے پہلے یہ ھوا کہ ملک میں کام کرنے والی اصلی جماعت یعنی ھندوؤں سے مسلمان الگ ھوگئے اور اسطرح عرصے تک کیلئے ملکی مطالبات کی مستعدی سے گورنمنت مطمئن ھوگئی - ساتھ ھی اسکی بھی ضرورت تھی کہ انکو بیکار نہیں رھنا چاھئے' ورنہ بیکاری سے اکتا کر راستے کی تلاش میں ضرور نکلیں گے - کوئی مشغلہ ایسا ھونا چاھئے جو عرصے تک انکو اپنے میں الجھائے رکھے' اور اصلی کاموں کی طرف متوجہ ھونے کی فرصت نہ دے - تعلیم کو مسلمان پہلے سے لئے بیٹھے تھے (اور یہ خیال فی نفسہ غلط نہ تھا) اسلئے اسی اعلی تعلیم کے بال و پر کو پھیلا کر ایک ایسا الف لیلہ کا عجیب الخلقت پرند بنادیا جو اپنے پروں کو کھولدے' تو سورج کو زمین کی طرف جھانکنے کیلئے کوئی سوراخ نہ ملے - مسلمانوں نے اس عجیب و غریب مرکب کو براق سمجھا' اور یقین کرلیا کہ ھمارے سفر معراج کیلئے آسمانی سواری اتری ہے - چالیس برس گذر گئے مگر ابتک اس مرکب کی لگام ویسی ھی ڈھیلی ہے' جیسی پہلے دن تھی - اور منزل لامکانی کا پتہ نہیں - قوم کی وہ قوتیں جو تقاضائے زمانے کے فطری اثرات سے متاثر ھوکر ملکی تحریکوں میں صرف ھوتیں' تمام تر صرف ایک اعلی تعلیم کے شور و واویلا کے پیچھے مٹادی گئیں اور جبکہ ھم سے ایک دیوار کے فاصلے پر ملک کی جائز آزادی' ملکی حقوق کے مطالبات' اعلی قوانین کی ترمیم و ترمیم' ملکی نظم و نسق کے مناصب و افکار کی سرگرمیوں میں ھمسایوں کے جذبات و اعمال صرف ھو رھے ھیں' ھم اپنی کانفرنسوں' اپنے بڑے بڑے مجمعوں' اپنی شاندار تقریروں' اپنے قومی اخباروں کے صفحوں کے اندر صرف ایک افسانۂ تعلیم کی سرد لاش اٹھائے ھوئے پھر رھے ھیں -

---

ھمارے جذبات کے اشتعال کیلئے اگر کوئی تحریک تھی' تو یہی تھی - ایثار و ملت پرستی کی دعوت کا نام تھا' تو اسی دسترخوان پر - جوش و ھنگامے کا ظہور تھا' تو صرف اسی کیلئے - قوت تقریر کی نمود و نمو تھی' تو اسی افسانے کے دھرانے کیلئے - قومیں اگر وطن پرستی کے نشے میں چور تھیں' تو ھم تعلیم کے خمار میں انگڑائیاں لیتے تھے - ھمسائے اگر ملکی آزادی کے آفتاب کے نیچے لوٹتے تھے' تو ھمارے سر اور چہرے تعلیم کی شمع سے جھلک رھے تھے - انکے ھاتھوں میں آبرو فروشی و غداری کے انگارے تھے' تو ھم تعلیم کی سرخ گولیوں سے کھیل رھے تھے - ساری دنیا اسی تعلیم کے اندر تھی' یہی اعلی پالیٹکس تھا' اسی سے قومیں بنتی اور بگڑتی ھیں' انگلستان نے اسی کے ذریعے پارلیمنٹ لی' فرانس میں جو لوگ راستوں میں آزادی کا گیت گاتے ھوئے پھرتے تھے' وہ اعلی تعلیم کی سندیں اپنے سینوں پر لگائے ھوئے تھے' ایران میں بھی تعلیم ھی نے انقلاب کرایا' ترکی تو جب یورپ کے تمام مدارج تعلیم طے کرچکی' اس وقت عبد الحمید نے یلدز میں بلاکر خود بیدار و محبت سے کہدیا کہ اب پارلیمنٹ لے لو' بس ھندوستان میں بھی ھم کو یہی کرنا چاھئے !

گمراھی کا دوسرا مشغلہ

اعلی تعلیم کی گرہ سلجھانے میں ھم نے چالیس برس سے زیادہ صرف کردیے' اور یہ ایک ایسا مشغلہ ھمارے لئے رھا جس نے کسی دوسری طرف نظر اٹھانے کی مہلت نہ دی - لیکن انسان جو سونے اور جاگنے' دونوں کے لئے بنایا گیا ہے' ممکن نہیں کہ صرف سوتا ھی رہے - چالیس برس کے مرض النوم کے بعد اب خود بخود

طبیعتیں کروٹیں لینے لگیں، سامنے کے رات دن کے منظر سے کہاں تک آنکھیں بند رہتیں۔ بالآخر تعلیم کے افسانے کی خواب آور قوت گھٹنے لگی، اور مسلمان بھی اب اس مشغلے سے اکتا گئے۔ یہ وہ وقت تھا کہ گورنمنٹ ہندوستان کے آنسو پونچھنے کیلئے رفارم اسکیم کا رومال جیب سے نکال رہی تھی اور ملک میں ایک نیا انقلاب ہونے والا تھا۔ اس وقت ممکن تھا کہ مسلمان چالیس برس سونے کے بعد ہشیاری کی آنکھیں کھولدیتے اور ہندوستان کی متصل جاگنے والی قوم، ہندوؤں کے ساتھ شامل ہوجاتے، کیونکہ پرانے مشغلۂ تعلیم میں اب زیادہ دلچسپی باقی نہیں رہی تھی، اور پولیٹکل کاموں کا اسٹیج ملک بھر میں صرف ایک کانگرس ہی تھا۔ پس ضرور ہوا کہ اب تبدیل ذائقہ کیلئے کوئی نیا کھلونا ہماری گود میں ڈالدیا جائے اور کچھ دنوں اسکے ساتھ بہلانے میں کاٹ دیں۔ یہ کھلونا ہماری نئی ضلالت یا غفلت بیداری تھا (مسلم لیگ) تھا، جو زمانے کے نئے تعبیرات کا لحاظ کرکے پالٹکس کے نام سے شکل پذیر ہوا اور اسکی ابتدا یوں کرائی گئی کہ ہم ایک نئے عذر کی راہنمائی میں ڈیپوٹیشن لیکر شملہ کی طرف روانہ ہوئے۔

مومن چلا ہے کعبے کو ایک پارسا کے ساتھ!

مسلم لیگ

اگر اب زمانے نے پلٹا کھایا ہے اور تم پالٹکس میں آنا ہی چاہتے ہو تو یہ کیا ضرور ہے کہ تم کو سونے کی اشرفی ہی دی جائے؟ تمہارے بہلانے کیلئے پیتل کا ایک ٹکڑا بھی بہت ہے۔ تم ہر چمکیلی چیز کو سونا سمجھ لینے کیلئے طیار ہو، تو تم کو سونا کیوں دیا جائے؟ اب مسلمانوں کو کھیلنے کیلئے ایک دوسرا کھلونا ملگیا اور زمانے کے تعبیرات، قدیمی افسانے کی بے مزگی، اور تعلیم کے نتائج نے طبیعتوں میں جو حرکت پیدا کی تھی اسکو گردش کیلئے باہر جانا نہ پڑا، خود اپنے گھر کے اندر آسی نام کا ایک دائرہ ملگیا۔

افسوس کہ ہم مدتوں کی غفلت کے بعد پالٹکس میں آئے بھی تو اپنی قوت اور دل کی امنگ سے نہیں، بلکہ

آن ہم بسعی عمزۂ مردم شکار دوست

نئے پالٹکس کی تعلیم

گو (مسلم لیگ) کا قیام کسی پولیٹکل بیداری و تلاش کا نتیجہ نہیں تھا، اور کوئی ملکی یا ملی قوت اسکے اندر نہ تھی، لیکن تاہم پالیٹکس کی حرمت کا فتوا منسوخ ہوچکا تھا، اور کم از کم جمود میں ایک حرکت ضرور پیدا ہوگئی تھی۔ آپ کو اگر کوئی ہاتھ پکڑکر باغ میں پہنچادے تب بھی آپ اسی طرح پھولوں کی بو باس لے سکتے اور پھولوں کو توڑسکتے ہیں، جیسے وہ شخص جو خود اپنی خواہش سے چلکر پھولوں کے عشق میں آیا ہو۔ اصل شے باغ میں پہنچنا ہے۔ اگر مسلمان لیڈر قوم کو چھوڑ دیتے، تو عجب نہیں کہ یہی کھیلنے کا پتلہ زندوں کی طرح حرکت کرنے لگتا۔ مگر جس مرکب کی لگام خود اپنے ہاتھوں میں نہو اسکی نسبت یہ سوچنا لا حاصل ہے کہ کس طرف لے گیا؟ یہ کیسی بدبختی کی بات ہے کہ پالیٹکس میں آنے کے بعد بھی ہم کو پالیٹکس کی لذت چکھنی ایک دن کیلئے نصیب نہ ہوئی۔ پالیٹکس میں آنے کے بعد اولین شے ملکی حقوق کا مطالبہ اور حکومت میں اپنا حصہ لینے کا سوال تھا۔ ہم اس راہ کے کنارے ضرور آگئے تھے، لیکن کارفرماؤں کی یہ عیاری عقلوں کو حیرت میں ڈالنے والی ہے کہ معاً اس خوبی کے ساتھ رہنے ہٹادیے گئے کہ خود ہمکو ترچھنے کا حس تک نہوا، مگر شاہراہ مقصود اور ہم میں ایک نا پیدا کنار اقیانوس حائل ہوگیا۔ ہمکو سمجھایا گیا کہ آجسے بیس برس پہلے جو اسباب پالٹکس سے الگ رہنے کے تھے، آج پالیٹکس میں آنے کے بعد بھی بدستور قائم ہیں۔ اس سبق کو پھر دہرالو! تعلیم کی کمی، تعداد کی قلت، تجارتی کا فقدان، عناصر کی مسابقت۔ ان تمام دلائل اور ان مدت مواقع میں سے کونسی چیز دور ہوگئی ہے؟ اسلئے اگر ملکی حقوق کے میدان میں آؤ گے تو ہمسایہ قومیں تم سے بازی لے جائینگی۔ پس تمہارا پالیٹکس یہی ہے کہ پہلے اپنے حقوق ہندوؤں کے مقابلے میں تو حاصل کرلو۔ انہوں نے اپنے عادۂ تعداد و تعلیم سے تمہاری ترقی کی راہیں تم پر بند کردی ہیں۔ اور تمہارے قومی حقوق چھین کر غصب کرلیے ہیں۔ اصلی پالٹکس یہی ہے کہ ان راہوں کو ہمسایوں کے حملوں سے محفوظ کرلو، جو حقوق حکومت سے مل چکے ہیں ابھی وہی تمکو نصیب نہیں ہوئے، نئے حقوق کے مطالبات کا کیا موقعہ ہے؟ یہ دراصل بے ہوشی کا ایک نیا چمچہ تھا، نتیجہ یہ نکلا کہ حقوق طلبی کی جس طاقت کا نشانہ گورنمنٹ ہوتی، نہایت آسانی کے ساتھ اسکا رخ ہمسایوں کی طرف پھیردیا گیا، اور اسطرح ایک پوری قوم کے پالٹکس میں آجانے کے بعد بھی اسکی پولیٹکل بیداری سے گورنمنٹ کیلئے کوئی خدشہ باقی نہ رہا۔

ہمارا تخاطب صرف ان عام تعلیم یافتہ مسلمانوں سے ہے جو الحمد للہ اب اپنی حالت محسوس کرنے لگے ہیں، وہ خدا کیلئے انصاف کریں کہ یہ کیسی شدید غلطی، اور کیسی درد انگیز حالت تھی؟ جبکہ ہمارے ہمسایے ملکی فلاح و بہبود کی تدبیروں میں مصروف تھے، ہماری آنکھیں تمام ملک کی طرف سے بند تھیں۔ ہمارے ایک کروڑ بھائیوں کو اگر صرف ایک ہی وقت کا کھانا میسر آتا تھا، اگر تمام ملک افلاس کے روز افزوں مرض سے زار و نزار ہورہا تھا، اگر ٹیکس کا بوجھ اسکی قوت برداشت سے بڑھا ہوا اور اور زیادہ بڑھتا تھا، اگر زمینداروں کے مطالبات سے ملک کا قلب ضعیف ہوگیا تھا، اگر مظلوم کاشتکار موت و ہلاکت کا شکار ہورہے تھے، اگر فوجی مصارف کے بوجھ سے ملکی خزانے کی کمر ٹوٹ گئی تھی، اگر ہمارے سالانہ بجٹ میں ہماری تعلیم کیلئے کوئی امید افزا جواب نہ تھا، اگر ملکی انتظام کے تمام بڑے دروازے ہمارے لئے بند تھے، اگر ریلوے توسیع کے ٹھیکے انگلستان کو مل رہے تھے، اور ملک آبپاشی کے بغیر جاں بلب تھا، اور اگر قانون ناقص اور انتظام راحت بخش نہ تھا، تو ان تمام چیزوں کیلئے ہمیں باوجود ہندوستان میں رہنے کے درد سر اٹھانے کی ضرورت نہ تھی۔ یہ جھگڑے صرف ہندوؤں کیلئے تھے، اور ان میں پڑنا خدا کا جرم و عصیان اور حکومت سے بغاوت تھا، صرف تعلیم اور اعلی تعلیم کی تلاش کی مصروفیت ہماری زندگی کا اصلی کام تھی!

جا شوخی ما گفت به آموز بلبلان را

بالصاف کہنا پڑتا ہے کہ اسمیں گورنمنٹ کا قصور نہ تھا ' بلکہ خود ہمارا تھا - گورنمنٹ نے کبھی حقوق طلبی سے باز نہیں رکھا ' کبھی فریاد کرنے والوں پر اپنا دروازہ بند نہیں کیا ' کبھی تعزیرات ہند میں یہ دفعہ نہیں بڑھائی کہ پوچھنا اور مانگنا جرم ہے - اسنے معقولیت سے مانگنے والوں کی بسا اوقات عزت افزائی کی ' اور اکثر انکی جرأتوں کو اور تیز کیا - البتہ یہ ضرور تھا کہ اسکی پہلی نظر اپنے مصالح پر تھی ' اور اگر ایک قوم خود ہی اپنے تئیں اسکے فوائد شخصی پر قربان کردینے کیلئے طیار کردے تو کوئی وجہ نہ تھی کہ وہ قبولیت سے انکار کرتی ' علی الخصوص ایسی حالت میں کہ اسکی ضرورتوں کیلئے کسی نہ کسی ایک جماعت کو اپنے فوائد کیلئے قدرتی طور پر ڈھونڈہ رہی تھی - مسلمان راہ میں اوکو کھڑے ہوگئے نہ اس خدمت کیلئے ہمیں کو ملتخب کیا جائے - وہ کیوں اس سے روکتی اور کیوں ولدہ نہ اٹھاتی ؟

عود الی المقصود

گذشتہ تمہید سے یہ دکھلانا مقصود تھا کہ ہمارا قدم جب کبھی اٹھا ' غلط راہ پر اٹھا - جس زمانے نے ہندوؤں کا ہاتھ پکڑا تھا ' اسکو ہماری رہنمائی سے انکار نہ تھا - کسی نہ کسی طرح ضرور ہم صحیح راستے پر چل نکلتے - مگر ہمارے لیڈروں نے ہمیشہ ہمارے سامنے کوئی نہ کوئی کھلونا ایسا ڈالدیا جسکے مشغلے میں اولجھکر ہمکو اصلی کاموں کے اختیار کرنے کی مہلت ہی نہیں ملی - پہلے اعلی تعلیم میں چالیس سال بسر کرادیے ' پھر جب اس سے اکتا گئے اور دیکھا کہ قابو سے نکل رہے ہیں تو (مسلم لیگ) کا طلسم کھڑا کردیا -

مسلم یونیورسٹی

اسی زنجیر کی آخری کڑی (مسلم یونیورسٹی) کی تحریک تھی جو عین ایسے موقعہ پر شروع کی گئی جبکہ ملک کے در و دیوار سے تغیر و تبدل کی صدائیں اٹھنے والی تھیں اور ہندوستان خود گورنمنٹ ہی کی جرأت افزائی سے ایک نئے دور میں اپنے تئیں دیکھنے والا تھا - اتنے طویل عرصے کی غلط روی کے بعد اب شاید صحیح راستے کی تلاش شروع ہوجاتی ' لیکن (مسلم یونیورسٹی) کی ایک ایسی طول طویل داستان شروع ہوگئی جسکے پیچ در پیچ قصوں کو سنا کر اور ہر طرف سے کان بند کردیے گئے -

---

الہلال کی پولیٹکل تعلیم

ایک بزرگ قوم لکھتے ہیں کہ " مجکو اپنا مخالف نہیں بلکہ اصولاً بالکل متفق تصور فرمائیے ' لیکن ضرورت اسکی ہے کہ آپ بتلادیں کہ قوم کو کس قسم کی پولیٹکل تعلیم دینا چاہتے ہیں کیا آپ کا یہ مقصد تو نہیں کہ ہندو اکسٹریمسٹوں کے ساتھ ملجائیں ؟ "

افسوس ہے کہ ہم کو ابتک اپنے مقاصد پر لکھنے کا وقت نہیں ملا - گذارش ہے کہ ہم اسلام کو اس سے بہت بلند سمجھتے ہیں کہ اسکے پیرو اپنی زندگی کے کسی شعبے میں بھی کسی دوسری قوم کی تقلید پر مجبور ہوں - وہ دنیا کو اپنے پیچھے چلانے والے ہیں ' نہ کہ خود دوسروں کے مقلد بننے والے - بس ہماری تعلیم وہی ہے جو اسلام کی ہے - اسلام سے بڑھکر دنیا میں کوئی تعلیم بغاوت و فساد کی دشمن نہیں ' ایک شخص اگر مسلمان ہے تو وہ کبھی فتنہ و فساد اور بغاوت کا محرم نہیں ہوسکتا - اگر ہندو اکسٹریمسٹ ایسا کرتے ہوں تو مسلمانوں کا فرض ہونا چاہیے کہ گورنمنٹ کیلئے نہیں بلکہ خدا کی زمین پر امن قائم کرنے کیلئے اسکو دور کرنے کی سعی کریں ' البتہ اسلام خدا کی بخشی ہوئی انسانی ازادی کو قائم کرنے والا ' اور ہر شخصی استبداد و جبر کا مخالف ہے - وہ اپنے پیروؤں کو جائز ازادی حاصل کرنے کیلئے ہمیشہ حرکت میں دیکھنا چاہتا ہے - وہ ایک جمہوریت اور مساوات کی روح ہے ' اور اس حکومت کو خدا کی مرضی کے مطابق نہیں سمجھتا ' جو پارلیمنٹری اور دستوری نہو - یہ مقصد مسلمانان ہند کو ہندوؤں سے نہیں بلکہ قرآن سے سیکھکر اپنا نصب العین بنانا چاہئے ' اور خود اپنی حکیمانہ جرأت ' افسردگی کی جگہ تیزی ' بزدلی کی جگہ ہمت ' اور گورنمنٹ پر اعتماد کی جگہ خدا اور اسکے بخشے ہوے دل پر بھروسہ رکھنا چاہئے -

ہم آئندہ نمبر میں اسکو بہ تفصیل لکھیں گے

مغرب اقصی

جدید دعویدار سلطنت (الہبا) کا اقتدار بڑھتا جاتا ہے - فرنچ قنصل اور اسکے ساتھی (جنکے مکان پر الہبا نے حملہ کردیا تھا) بھاگنے کے قصد سے نکل گئے تھے ' مگر شہر سے چند میلوں کے فاصلے پر روک لیے گئے - خاندان (العلوی) جسکی دوستی پر فرانسیسیوں کو ناز تھا ابتک الہبا کی فوج سے محصور ہے -

بیان کیا جاتا ہے کہ ۲۵ - اگست کو کرنل منگن نے بڑھکر الہبا کی فوجی چھاونیوں پر حملہ کردیا ' لیکن حملہ کا نتیجہ صرف یہ بتلایا گیا ہے کہ سامان اور جھنڈیاں کثرت کے ساتھ ہاتھ آئیں - سب سے اہم خبر یہ ہے کہ (الغلوی) نے ۹ فرانسیسیوں کو (الہبا) کے حوالے کردیا - الہبا نے وعدہ کیا ہے کہ ہم انکی حفاظت کرینگے - اس خبر نے پیرس کے تمام سرکاری حلقوں میں سخت تشویش پھیلا دی ہے - اخبارات زور دے رہے ہیں کہ ان قیدیوں کی رہائی کیلئے سخت تدابیر عمل میں لانی چاہئیں -

(الہبا) اپنی جنگی کارروائیوں سے بھی غافل نہیں ہے ۲۸ کی تار برقی سے معلوم ہوتا ہے کہ مقام (سوق العربۃ) کی فرانسیسی چھاونی پر پے درپے حملے کیے گئے اور چند فرانسیسیوں کے ہلاک ہونے کا اقرار بھی کیا جاتا ہے -

فرانس کیلئے سب سے بڑی مشکل ہے کہ مزید کمک نہیں بھیج سکتا - پیرس میں تو اسکا سبب یہ بتلایا جاتا ہے کہ فوج کی کمی ہی نہیں بلکہ موسم کی حرارت پیش قدمی سے مانع ہے ' مگر در اصل (الہبا) کی عام مراکشی تحریک کی اہمیت سے فرانس اچھی طرح واقف ہے - اور جانتا ہے کہ اس وقت کی معمولی فوجی نقل و حرکت کچھ مفید نہوگی -

خلب غوى نظرا . لاصبح الصخر متقالا بمثاو . ولم ينالوا شيأ من آمالهم الكبار .

دعت « ندوة العلماء » حضرت السيد الكريم . والامام العليم، المصلح العظيم ، والمجدد الحكيم ، طراز العصابة العثمانية ، و فخر الامة العربية ، و قرة اعين الشعوب الاسلامية ، العلامة الاكبر ، الاستاذ السيد (محمد رشيد رضا) منشئ المنار الاغر ، وناظر مدرسة (الدعوة والارشاد) بمصر ، الى تشريف مؤتمرها السنوى بالتصدر فى جلساته و تحقيقاً لرغبة اخوانه العلماء و اداء لحقوق مسلمى الهند واهتماما بشئونهم ، ورغبة فى الوقوف على احوالهم اجاب الدعوة وحضر مؤتمر الندوة ، وزار قبل انعقاد المؤتمر و بعده بعض البلاد الشهيرة والمعاهد العلمية الجليلة ، وقد احتفل به المسلمون فى كل زارها . و احتفل حل فيه احتفالا فوق العادة ، وكان الفرح بحضرته اينما سار عاما شاملا سائر الطبقات الاسلامية . ولا ابعد عن الصواب اذا قلت ان شعائر الحب والاخلاص . و ضروب التبجيل والاحترام . التى تظاهرها مسلموا الهند لهذا الزائر العظيم . لم ينلها كثير من حكام البلاد وامراؤها ، واولى الامر فيها ، وقد خطب فضيلته فى الندوة وفى غيرها خطباً انعشت القلوب والارواح ، واطربت المسامع والعقول وارضت الله ورسوله والملائكة وعقلاء المؤمنين وجميع عباده الصالحين، وتسابقت الصحف الهندية خطبه النافعة المفيدة ، واثنى عليه الكتاب فى سائر بلاد الهند . ثم غادر البلاد الهندية شاكراً مثابا . وراضياً مرضيا ، وقد فصلنا ذلك فى رسالتنا « الكهف والرقيم . فى ملخص رحلة المصلح العظيم والمجدد الحكيم » التى نشرناها تذكارا لقدوم حضرته الى هذه الديار . فكبر ذلك على دعاة الضلالة وعصبة الفساد ، عبيد الشهوات المفتونين ، وعباد الاهوا الخائنين ، وكأن تلك الاحتفالات الفخيمة التى اقيمت للمصلح العظيم فى اطراف الهند و اكنافها ، وتلك التظاهرات العظيمة التى تظاهرها لذلك المجدد الحكيم اعيان البلاد وامراؤها ، ووجوهها وعلمائها . والعقلاء المفكرون فيها صارت مغصاً فى بطون افراد تلك الفئة المفسدة ، تقطع امعائها ، وحرارة فى صدورهم . تضيقها وتخرجها ، و شجى فى حلوقهم لينغص عيشتهم . وقذى فى عيونهم يعميها ، و صاعقة انقضت على مسامعهم فكتمها . وقادحة نزلت بساحتهم ، وكارثة المت بهم و مصيبة آلمتهم . فتأججت نيران غيظهم، وجاشت مراجل حسدهم وحقدهم . تغلى فى بطونهم غلى الحميم . وتذيقهم الوان العذاب الاليم . فاختلت حواسهم ، واصيبوا بعقولهم . وتصاعدت زفراتهم . وتقطعت انفاسهم ، وطاشت احلامهم و آلامهم . وشذت مداركهم و افهامهم . وباتوا على اسوء حال واقلق بال . يريدون ليطفئوا نور الله بافواههم والله متم نوره . بتأييد انصاره ولو كره الضالون . وغضب المجرمون ، وتذمر المبطلون .

ولما نشر المؤيد الاغر خطبة المصلح العظيم التى افتتح بها مؤتمر الندوة . عكفت عليها تلك الفئة الضالة . تتلوها حرفاً حرفا . وتعيد تلاوتها مرارا وتحلل جملها تحليلا . وتنخل الفاظها نخلا . و تقلب مبانيها . وتتباحث فى معانيها . وتتناقش فى مراميها . تفكر فى ذلك وتقدر وتصعد انظارها فيها وتحدر . تتلمس منها مطعناً تطعن به على حضرة المصلح العظيم . ومغمزا تغمز به حضرة المجدد الحكيم وزلة تزلزل بها عقيدة الناس فى سيادة الامام العليم . و كلمة تأخذها وسيلة للتشهير به . والحط من قدره فلما خاب الغاوون . وحرمها لك المبطلون . وقعد على الاعجاز المسدون . وعجز الضالون المضلون . ركنوا الى التزوير والاختلاق وتحالفوا على الكذب والبهتان . وتواصوا بالاثم والعدوان . واطاعة الهوى والشيطان ، ومحادة الحق والرحمن . وصمموا على اجتراح السيآت وارتكاب المنكرات وقلب الحقائق وتمويهها ، وتحريف الكلم عن مواضعها و مراميها . و تفسير الجمل بغير ما تؤديه ، وبيان معانى الالفاظ بغير ما تدل عليه . فتحركت السفاهة اللئيمة . تلوك الفاظ الوقاحة والسفاهة التى تعودوا عليها . وخطت ايديهم الاثيمة ، مقالات كتبوها بماء عدم الحياء الذى يقطر من جباههم ، وعرق عدم الغيرة الذى يترآى فى نواصيهم . واودعوها من ضروب الافك والمين . والتزوير والبهتان . على حضرة المصلح العظيم . والمجدد الحكيم . ماشاء و اوشاء لهم سوء النية . وخبث الطوية . و دلتهم عليه الاهواء الشيطانية . والطباع الردية . واملته عليهم سرائرهم التى ران عليها الخرض . ومداركهم المصابة بضروب المرض . ثم استنبطوا من هذه الاكاذيب التى اخترعوها و الاباطيل التى روها ان مسلمى الهند (حاشاهم) ، امطروا عليه حجارا من سجيل التحقير والازدراء ونبذوه نبذ النواة » (كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا)

فلما وصلت مقالاتهم الحمقى الى الهند . و اطلع على اباطيلهم و اضاليلهم ارباب الافكار و الاقلام . و العارفون بمرامى الكلام و المطلعون على ما وقع و صار من العلماء الاعلام والادباء الكرام . و اصحاب الراى و اهل الشان . اخذهم العجب من كل مكان . و احاطت بهم الدهشة من سائر الجهات . من هذه الوقاحة المتناهية و السفاهة التى ما بعدها سفاهة . و انكشف لهم ما كان مستورا تحت عمائم و طرابيش تلك الفئة الضالة المضلة . من الكذب الصراح . و الاختلاق المبين . و البهتان الواضح . و التزوير الفاضح . فسقطوا من اعينهم . و ازدروهم و جرائدهم . و امطروا عليهم حجارا من سجيل التحقير و الازدراء (فى الواقع و نفس الامر) و نبذوهم نبذ النواة (فى الحقيقة التى لاتنكر)

و قد ترجمنا الى العربية جل ما كتبته الجرائد الهندية فى رد قوال تلك الفئة الافسادية . و تزييف مقالاتهم الحمقاء . و دعاويهم الباطلة . و النعى على اخلاقهم السافلة . و افهامهم العاطلة . و ارسلناه الى مصر لينشر بينهم . فيعرفهم بحقيقتهم .

و مبلغ اعتبار الناس لہم ۔ و عسی ان یتوب الی ہؤلاء الاشرار شیئ من الرشاد ۔ فیرجعوا عن ایذاء العباد ۔ والافساد فی البلاد ۔ واللہ لایضیع اجر المحسنین ۔ و لایصلح عمل المفسدین ۔ و ان امہلہم الی حین ۔

عبد الحق حقی الاعظمی البغدادی

(نائب استاد العربیہ فی کلیۃ علی گڑھ)

الہلال کی توسیع اشاعت کی نسبت ایک لطف ورعایت کی مراسلت

..... میرے پاس جو پرچے اب تک پہونچے ہیں انکو پڑھنے سے یہ معلوم ہوا کہ رسالہ کے نکالنے میں آپ کو بڑی بڑی دقتیں پیش آئیں - یہی نہ آئیں جب کہ چھوٹی چھوٹی کام شروع کئے جاتے ہیں تو انکے ترقی و انتظام میں پہلے پہل محنت اور روپیہ صرف کرنا پڑتا ہے اور پھر بڑی دقتوں کا سامنا ہوتا ہے چہ جائیکہ ایسے ایک پریس جاری کرنے کا انتظام کیا ہو وہ بھی معمولی نہیں بلکہ ماڈرن سٹائل کا ..... اسقدر تصویروں کا انتظام تو ازحد ہی مصیبت ہوگیا - یہ آپ ہی کا دل گردہ تھا جو آپ نے اس کام کو پورا کردیا اور وہ بھی اپنے ہی طاقت پر آپ نے حق اوروں کی امداد اور اعانت کو شکریہ کے ساتھہ واپس کردیا ہے اس سے آپ کی آزادی کا پتہ لگتا ہے - اور غالباً آپ کا یہ خیال ہے کہ اس طریقے سے سلف صالح کی ایک زندہ مثال قائم کردیجائے مجھے آپکے خیال کے ساتھہ اتفاق ہے اور یہی اصول مذہب اسلام نے ہمکو سکھایا ہے اور اسکا نتیجہ تھا کہ قرون اولی کے مسلمانوں نے تمام دنیا میں اپنے نام کا سکہ بٹھا دیا - آج بہت کم مسلمان ہیں جو اپنے طاقت اور مدد پر کام کرتے ہیں اور جو کرتے ہیں وہ ضرور کامیاب ہوے ہیں -

آپ نے کارخانہ کو مدد دینے کی نسبت مختلف خیالات ظاہر کئے گئے ہیں - کسی نے اعانتی رقم بھیجی جو واپس ہوگئی - کسی نے یہ کہا کہ قیمت ۱۲ - روپیہ اگر ہے تو کارخانہ نقصان سے بچیگا - یہ سب صحیح ہے مگر میرے خیال میں یہ بات آتی ہے کہ جو لوگ الہلال کو مخلصانہ مدد دینا چاہتے ہیں وہ اس بات کو اپنا فرض سمجھیں کہ اخبار کی اشاعت بڑھائی جاے - اسکی کامیاب شکل یہی ہے کہ ہر ایک خواہ الہلال پہلی کوشش سے کم ازکم پانچ یا دس خریدار پیدا کردے - اور ہر اپنے دوست کو اس بات پر آمادہ کرے کہ وہ بھی اپنے دوستوں کو اسطرح خریدار بنالیں - جب خریداروں کی کثرت ہوجائیگی تو خود بخود الہلال اپنے آسمانی مدارج ارتقاء طے کرلیگا ...... مجھے امید ہے کہ میرے اور بھائی اس ناقص راے کے ساتھہ اتفاق کریں گے -

میرے اکثر دوست اضلاع میں بھی ہیں اور مدراس میں بھی - میں مدراس کے دوستوں کو میرے پاس جو الہلال آرہا ہے اوسکا نمونہ بتلاکر خریدار بناسکتا ہوں - مگر بیرونجات کے کیلئے ایک ایک نمونہ کا رسالہ بھیجنا چاہئے - اسلئے مہربانی فرماکر آپکا نیا نمبر جو شائع ہوگا اوسکی دس کاپیاں بہ سبیل ویلو اس فدوی کے نام روانہ فرمائیے - انشاء اللہ اس بات کی ضرور کوشش کیجائیگی کہ خریداروں کی تعداد بڑھے - آپکے کل مضامین میں مسلم یونیورسٹی کا مضمون ایسا برجستہ اور آزادانہ ہے کہ جسکو پڑھکر دل سے تحسین کی صدا نکلتی ہے اسیکا نام آزادی ہے اور جب تک اس قسم کی آزادی نہ ہوگی قومی ترقی نہیں ہوسکتی .... -

(مولانا) عبد السبحان تاجر مدراس

ایک خط

(از جناب مولوی نواب علی - ایم - اے - پروفسر بڑودہ کالج)

۱۸ - ماہ حال کے الہلال میں " الامر بالمعروف و النہی عن المنکر " پر جو قابلانہ مضمون آپ نے لکھا ہے اسے پڑھکر مجھے نہایت مسرت ہوئی - جزاک اللہ شاید یہ اسیکا اثر ہے کہ اس پرچہ کے صفحہ ۱۲ میں مسٹر محمد نوری بک کے حالات میں جو جملہ آپ نے حضرت خاتم الانبیا کے شان میں تحریر فرمایا ہے اسکے متعلق مجھے کچھہ کہنے کی جرأت ہوئی -

" محمد ابن عبد اللہ (صلعم) اپنے عمر کے ۶۳ برس چار مہینے کے بعد بھی آغوش الہی میں زندہ رہا اور اب تک زندہ ہے "

بیشک یہ ایک جوشیلا طرز بیان ہے اور اس موقع پر جائز بھی ہے لیکن زبان اردو کے قادر الکلام کے قلم سے ہم " جام و سندان باختن " کا کرشمہ دیکھنا چاہتے ہیں تاکہ سرور انبیا کا نام بھی تعظیم کے ساتھہ آئے اور جوشیلا طرز بیان بھی قائم رہے - پرنکتہ میں صرف " صلعم " لکھدینا کافی نہیں ہے -

آپ کہیں گے کہ یہ شخص بھی عجب کٹھ ملا ہے جو طرز ادا کو سمجھتا ہی نہیں خیر آپ جو کچھہ سمجھیں لیکن :

من کہ گفت پسندیدہ گفت گو بشنو

کہ گفت سرور ما " انظروا الی ما قال "

اس جملہ کو اگر آپ اسطور سے ادا کریں کہ :

" ... ۶۳ برس چار مہینے کے بعد بھی " حی لایموت " کے آغوش میں زندہ رہے اور رہینگے "

تو شاید ناموزوں نہو - بہرحال آپ زیادہ بہتر سمجھتے ہیں

فقط و السلام

[الہلال] آپکی راے بالکل درست ہے ' اپنی غلطی کو تسلیم کرتا ہوں - کم ازکم اگر بصیغہ جمع ہی لکھدیا جاتا تو امتیاز تعظیم کی شان پیدا ہوجاتی ' انشا اللہ آیندہ اس سے اجتناب کرونگا - آجکل ان باتوں کی زیادہ پروا نہیں کی جاتی مگر میں تو اس جناب میں زبان و قلم کے ایک شائبہ گستاخی کو بھی کفر سمجھتا ہوں گو بے ارادہ ہو : النبی اولی بالمومنین انفسہم و اموالہم - اگر آپ آیندہ بھی مجھکو قلمی لغزشوں سے مطلع فرماتے رہیں گے تو یہ سب سے بڑا احسان ہوگا ' جو الہلال پر آپ کرسکتے ہیں -

ناموران وقعۂ طرابلس

خلیک بک کمانڈر خمس کے خیمے کا پاسبان

ایک مسکین کتا ' جسکے پاؤں اسکی گود میں ہیں

تیرے پاؤں' اے مسکین کتے ! اے انسان کے پیچھے دوڑ کے والے ! تیرے پاؤں ' اے انسانی عظمت کے آگے مرعوب ! اے انسانی شور و ہنگامے کے آگے خاموش ! اے انسانی غرور کے آگے حقیر! مگر اے وہ ' جو صحراے طرابلس میں دلدادہ اور سرزمین وطن پرستی میں چلتا ہے ! تیرے مقدس پاؤں کہاں ہیں کہ مجھ بدبخت کی مہجور آنکھوں کو اس سے لگ کر ڈری ہولی خاک نہیں ملتی ! آہ ! اے نعمد زار طرابلس کے پھرنے والے ! اے لالۂ شہادت کے دیکھنے والے ! تو کہاں ہے کہ میرا سر تیرے بار عظمت کیلئے بیقرار ' اور آنکھیں تیرے گرد پا کیلئے خونبار ہیں ! کاش میں تجکو پاتا ! تجکو ' اے انسانی ظلم و غداری کے مقابلے میں پیکر وفا ! تجکو اپنی گود میں بٹھاتا ! تیرے پاؤں کو - جسکے ناخن تجکو حقیر و ذلیل سمجھنے والے اشرف المخلوقات کی تلوار سے زیادہ خونخوار نہیں - اپنے سروں پر جگہ دیتا ! تیرے پاؤں کی گرد جھاڑ کر - جو حملہ آور انسانوں کی اڑائی ہوئی گرد ظلم و لعنت سے ہزار درجہ زیادہ اشرف و اقدس ہے - اپنی آنکھوں کا سرمہ بناتا ! اور پھر بھی بیقرار رہتا کہ تیرا حق عظمت ادا نہوسکا !

تیرا حق عظمت ' اے خدا کے دوستوں کے پاسبان ! اے شہداے راہ الہی کے رفیق ! اے جان فروشان ملت کی گود میں بیٹھنے والے ! تیرے وجود وفا سرشت کا حق عظمت ' کون انسان ہے جو ادا کرسکتا ہے ؟

تجکو' اے شرمندہ کن انسانیت ! تجکو - کہ ایک مجاہد فی سبیل اللہ کی گود میں تیرے پاؤں ہیں - اگر میں اپنی گود میں بٹھاؤں تو تیرے لئے کونسی عزت ہے ؟ کیا ظالم انسان بھی خود غرضی کے پنجوں سے نکل کر تجھکو اونچا نہیں لیتا ؟ لیکن اگر گود میں نہ بٹھاؤں تو اے خاموش جانور ' مگر انسانی درندگی کیلئے صداے طعن ! تو ہی بتلا کہ پھر کیا کروں ؟ کیا تو میرے دل میں بیٹھنا پسند کریگا ؟ آہ ! میرا دل تیری تصویر عظمت سے کب خالی ہے - لیکن سچ یہ ہے کہ تیرے شرف و تقدیس کے لئے یہ اس انسان کا ناپاک دل بھی اب لائق نہیں رہا ' جو ظلم و سفاکی اور قتل و خونریزی سے خدا کی پاک زمین کو نجس کررہا ہے -

اے شرف مجسم اور یکسر امن و وفا ! تو اس جانفروش ملت کی گود میں پاؤں رکھے اسکے منہ کو کیوں تک رہا ہے ؟ کیا حیران ہوکر اس سے پوچھتا ہے کہ ایک جانور تیری زندگی کی حفاظت کیلئے رات بھر جاگتا ہے مگر اے انسان ! تیرے بھائی کیوں دن بھر تجھپر گولیاں چلاتے ہیں ؟ تو حیران ہے کہ جبکہ میں اپنا پیمان وفا انسانوں سے کبھی نہیں توڑتا ' تو یہ کیا ہے کہ ایک انسان دوسرے انسان سے عہد امن باندھتا ہے اور پھر توڑتا ہے ؟

تو کتا تھا ' مگر اللہ اس گود میں پہنچ گیا ' جو خدا کی گود میں بیٹھنے والا وجود ہے - آہ ! کہ تیری عظمت و تقدس سے کبھی غافل نہوں ' کاش میں اس ارض مقدس میں پہنچ سکتا ' جہاں راتوں کی تاریکی ' اور دن کے شور قتال میں تو مظلوموں کا نگہبان اور ظالموں کیلئے خونخوار ہے - اگر ایسا ہوتا ' تو اور تو کچھ میرے بس میں نہ تھا - البتہ اپنی لاش کو تیرے آگے تڑپاتا کہ تو اسپر ایک بار گذر جائیں - اپنے جسم کی ہڈیوں کو تیرے لیے چھوڑ جاتا تاکہ تیری غذا بنے کا شرف حاصل کریں - اگر ایسا ہونے کا مجھے یقین ہوتا ' تو اے میری سرزمین محبوب کے محبوب جانور ! میں عذاب اُخروی کے خوف سے آزاد ہو جاتا

کارزار طرابلس

طرابلس کے اٹالین کیمپ کی فوجی عدالت ، اور ایک طرابلسی مجرم کا محاکمہ

سرزمین طرابلس کے معجزات

--- * ---

ایک یورپین شاہد کی زبانی

فرانسیسی رسالہ (السفراسیون) کا نامہ نگار میدان قتال سے لکھتا ہے :

" بہت سے لوگوں کا خیال تھا کہ صحرا یہاں تک پہنچنا محال ہے ، اور کہتے تھے کہ افریقی عربوں میں سے گزرنا خطروں سے خالی نہیں مگر اب - جبکہ (بنغازی) میں بیٹھا ہوا یہ چٹھی لکھ رہا ہوں — کہتا ہوں کہ شاید جنگ طرابلس سے پہلے یہ خیال صحیح ہو مگر ابتو یہاں کے عرب قبائل انسانی الفت اور ہمدردی سے لبریز ہیں -

پہنچنے کے چند دنوں کے بعد میں عثمانی کیمپ کے کمانڈر سے ملا ، اس نے جو کچھ مجھسے بیان کیا وہ ایک نہایت دلچسپ تقریر تھی - اس نے مجھسے کہا کہ :

" یورپ میں اور خود ترکی میں بھی بہت سے لوگ ہیں جو تسلیم نہیں کرتے کہ اٹالین فوج کا ایک مکمل موجودہ صدی کے بہترین سامان جنگ کے ساتھ یہاں موجود ہو ، اور ہمارے سامنے سے شکست کھاکر بھاگ جاے ، باوجودیکہ بحری طاقت بھی اسکے ساتھ ہو اور ہمارے پاس چند مدافع کی ایک بہتر کے سوا اور کچھ نہ ہو - لیکن ابتو تم خود اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ یہاں کی اصلی حالت کیا ہے ؟ کس طرح ہر روز اطالی اپنی پوری قوت کے ساتھ ہمارے ہاتھوں شکست کھاتے ہیں اور کس طرح ہمارے نام سے انکی فوجی صف کے بعض رو برو میں زلزلہ پڑ جاتا ہے ؟ پس حق اور صداقت کا تم سے مطالبہ ہے کہ اپنی آواز بلند کرو اور یورپ کو بتلادو کہ انکی اٹلی ہم پر ظلم کرکے اب خود کس درجہ مظلوم و بے بس ہو رہی ہے ؟

تم اپنی آنکھوں سے دیکھ چکے ہو کہ ہر روز عرب بیباکانہ انکے مورچوں میں گھس کر نامرد دشمنوں کو ذبح کرتے ہیں ، انکے تار کے سلسلوں کو توڑ کر ٹکڑے ٹکڑے کردیتے ہیں ، تمام رسد اور ذخائر کو لوٹ لیتے ہیں ، یہاں تک کہ انہوں نے حال میں ایک مالٹی شخص کو گرفتار کرلیا جو اٹالین مورچوں کے پاس انکے لئے کھانا بیچ رہا تھا - وہ سامنے کھڑے دیکھ رہے تھے ، انکے پاس توپیں تھیں اور ہاتھوں میں بندوقیں ! مگر کسی کو ہمت نہیں پڑی کہ بڑھکر مٹھی بھر عربوں کو روک سکتا -

اور ہم ان اٹالین افسروں کی شجاعت کی کیونکر داد دیں ، جنکے ہاتھ میں فوج کی کمان ہے ، اور جو خود تو پیچھے رہتے ہیں مگر غریب سپاہیوں کو آگے بڑھاتے ہیں ، پھر بندوقوں اور توپوں کا منہ کھولدیتے ہیں تاکہ سپاہیوں کے اندر اسکی آواز سے شجاعت پیدا ہو ! لیکن جونہی ہمارے وحشی اور صحرائی عرب نمودار ہوتے ہیں ، معاً سپاہیوں کا رخ خود بخود پھر جاتا ہے اور منہ موڑ کر الٹے طرف بھاگنا شروع کردیتے ہیں - نتیجہ یہ نکلتا ہے کہ پیچھے رہنے والے افسروں کے تمام آلات جنگ کی بارش ہماری جگہ انہیں کے سپاہیوں

پڑ پڑتی ہے ' اور سامنے سے بھاگتے ہوے آنے والوں کو ایک جنگی گروہ جسقدر ہلاک کرسکتا ہے ' ہلاک کئے جاتے ہیں -

ہم اٹلی کے ہوائی جہازوں میں بیٹھکر اوڑنے والے افسروں کی بھی اس رحیمانہ شجاعت و دلیری کی داد نہیں دیسکتے جو اسلئے بلند ہوتے ہیں تاکہ ہم پر بم کے گولے پھینکیں ' لیکن انسانی ہمدردی کا ہاتھہ عین وقت پر انکے ہاتھوں کو لرزا دیتا ہے اور ایک نشانہ بھی ٹھیک نہیں لگتا ' اتنی مدت گذر گئی مگر آپ جانتے ہیں کہ کسی ہوائی جہاز نے اجتک ایک خون بھی نہیں کیا ' اٹلی کو اس دور امن و تہذیب میں فخر کرنا چاہئے کہ اسکا پرامن تہذیب میدان جنگ میں بھی اب انسانی خون کے دھبوں سے پاک و صاف ہے "

کل آپ جون سن رہے تھے کہ ہمارے کیمپ کے عرب ہوائی جہازوں پر کیا ریمارک کررہے تھے ؟ وہ کہتے تھے کہ ہم اپنے دشمنوں کے کمالات سے انکار نہیں کرتے ' مگر اٹالین فوج کے کمالات کو کسی جنگی مرد کے بھیس میں ڈھونڈھنا لا حاصل ہے ' وہ یورپ کی متمدن اور تعلیم یافتہ عورتیں ہیں ' جنہوں نے فنون جمیلہ کی تحصیل میں حیرت انگیز کمالات ظاہر کیے ہیں ' علم کی طاقت سے وہ آسمان پر اوڑنے لگے ہیں اور عالم بالا کو تسخیر کرلیا ہے - البتہ یہ ضرور ہے کہ سخت و پر الم زمین پر انہیں چلنا نہیں آتا ' اور ایک حسین و نازک عورت کیلئے یہ کوئی عیب بھی نہیں -

آپکو یاد تو ہوگا کہ یہ دیکر تمام عرب کس زور سے قہقہے لگاتے تھے ؟

تھوڑے دنوں کی بات ہے کہ اٹالین کیمپ سے (موسیو رلیوز دی کاستیل) اپنے ہوائی جہاز میں نکلا اور ہمارے سامنے آ کر جنگ ورثنگ کارڈ پھینکے ' جنمیں لکھا تھا کہ " توپخانے کے کمانڈر کو معاف کیا دیتا ہوں جو نشانہ نہ لگا سکا اور مجھکو نقصان نہ پہنچا سکا " لیکن یہ ایک عجیب حسن اتفاق ہے کہ جس وقت وہ کارڈ پھینک رہا تھا عین اسی وقت عثمانی توپچی نے توپ کا منھہ اسکی طرف کر دیا تھا اور ابھی کارڈ راہ ہی میں تھے کہ ہوائی جہاز زخمی ہوکر اٹالین مورچوں کے قریب عین القدس کے باغ میں گرچکا تھا ' اور اسکی سلامتی پر نازاں (کاستیل) کے علاوہ ایک اور اٹالین افسر بھی زخمی پڑا تھا !

آپکے آنے کی خبر جب یہاں مشہور ہوئی تو قبیلہ (مدرسہ) کے مشائخ میرے پاس آے ' اور انکے آگے انکا رئیس (عمر ابو زنعہ) تھا ' جسکا ایک ہی فرزند تھوڑا عرصہ ہوا واقعۂ (وودہاب) میں شہید ہوچکا ہے - اس نے سب کی طرف سے یہ کہا کہ ہم نے ایک نئے نامہ نگار کے آنے کی خبر سنی ہے ' وہ یوروپین ہے اور اسکی دیانت کا فرض ہے کہ دنیا کے آگے سچائی کی گواہی دے ' ہم جنرل (بریکولا) سے مطالبہ کرتے ہیں کہ اگر وہ ہم سے لڑنے آیا ہے تو کیوں باہر نہیں نکلتا ؟ اور کیوں اپنی توپ سے ہمیں پامال نہیں کر دیتا ؟ نامہ نگار کو چاہئے کہ اطالیوں کے جبن و نامردی کا دنیا میں اعلان کر کے کہدے کہ وہ انسانی شرف و شجاعت کو بٹہ لگانے والے ہیں اور اب انکا کوئی فرد عزت و اکرام کا مستحق نہیں — "

یہ عثمانی کمانڈر کا یورپ کے نام پیغام ہے ' جسکے ہر لفظ کی میں تصدیق کرتا ہوں -

عثمانی چھاونی کیمپ بھی میں نے اچھی طرح سیر کی ' یہ بلا مبالغہ خیموں کا ایک وسیع شہر ہے جو بنغازی سے ۱۲ - کیلو میٹر کے فاصلے پر بسا ہوا ہے - اس آبادی میں سبھی طرح کی مخلوق ہے ' انسانوں میں سے مرد ' عورت ' بچے ' جوان اور بوڑھے ' کوئی قسم نہیں ' جو یہاں نہ ہو - عورتوں کے فرائض اس آبادی میں جسقدر مقدس اور اہم ہیں اس سے ہمارا تمدن سبق لے سکتا ہے - وہ مردوں کو لڑائی پر ابھارتی ہیں ' لاشوں کے اٹھانے میں مدد دیتی ہیں ' زخمیوں کو پانی پلاتی ہیں ' شفا خانے میں انکی مرہم پٹی کرتی ہیں ' اور رات بھر نگرانی میں جاگتی ہیں - عرب قبائل پر عورت کا اثر میں نے عجیب و غریب دیکھا - اگر ایک لڑکی چاہے تو اپنی ایک آواز سے قبیلوں کو لڑا سکتی ہے اور لڑتے ہوے قبائل میں صلح کرا دیسکتی ہے -

سب سے بڑا قدیمی قبیلہ یہاں (عواجر) نامی ہے ' جس نے سب سے زیادہ اطالیوں کو ذلیل و خوار کیا - اسکی شجاعت و بےجگری کے آگے انکا تمام ساز و سامان بیکار ثابت ہوا اور ہو رہا ہے - جنگ (زنزور) میں بھی قبیلۂ اطالیوں پر قیامت بنکر نمودار ہوا تھا -

اٹالین افسر اور روما بنک نے بڑی بڑی رقمیں دیکر عربوں کو ملانا چاہا ' لیکن وہ ہمیشہ انکے ساتھہ دغا کرتے رہے - جسقدر روپیہ اور ذخیرہ یہاں سے جاتا ہے وہ مال غنیمت میں شمار کیا جاتا ہے اور پھر انکی تلواریں پہلے سے زیادہ سخت لڑتی ہیں -

روما بنک نے عرصہ ہوا عربوں کو روپیہ دیا تھا کہ اس سے بکریوں کو خرید کر پرورش کریں ' پھر جب بنک نے اپنا روپیہ میعاد کے بعد واپس مانگا تو انہوں نے چند بکریوں کے کٹے ہوے کان بھیجدیے کہ دنبیاں تو طاعون سے ہلاک ہوگئیں ' روپیہ بھی انہیں کی شکل میں آیا تھا وہ بھی طاعون سے ہلاک ہوگیا - ان بکریوں کے کانوں کو میں نے خود دیکھا ہے "

عالم اسلامی

شؤن عثمانیہ

(البانیا) کی پیچیدگیاں بدستور بڑھتی گئیں ' یورپ نے جہاں جنگ کی جگہ اشاعت مذہب ' ہمدردی انسانی ' اور تجارتی آزادی سے لوٹ و تعدی کا کام لینا شروع کیا ہے ' وہاں امن و صلح کی خواہش بھی مشرق کے تعصب و تغلب کا ایک لا علاج وسیلہ ہے - مانٹی نگرو اور ترکی کے قضیے کے پیدا ہوے ہی (کونٹ برچیولڈ) نے ایک کانفرنس کی تجویز پیش کر دی - یورپین ترکی میں اب ایک البانیا اور مقدونیا ہی باقی رکھا تھا - دستوری حکومت نے عین موقعہ پر قائم ہو کے انکو بچا لیا - مگر موجودہ شورش سے ایک طرف اٹلی کو صلح کا فائدہ اور دوسری طرف مقدونیا کو آزاد کرانے کا کام لیا جا رہا ہے - مگر ۲۹ - اگست کی تار برقی ہے کہ ترکی نے تمام دول یورپ کو اطلاع دیدی کہ ہماری اندرونی پالیسی پر

کونٹ برچیولڈ کي تجویز کسي حالت میں موثر نہیں ہو سکتي اور باب عالي اسے تسلیم کرنے کیلئے طیار نہیں - کونٹ مذکور آجکل (بخارسٹ) میں مقیم ہے -

---

خبروں اور روایتوں کو بشرطیکہ واقعات کي ہوں - واقعات کے ظہور کے بعد ہونا چاہئے لیکن یورپ کي مشرقي سیاست کا یہ بھي ایک کمال ہے کہ بہت سي خبریں واقعات سے پہلے شائع کردی جاتي ہیں اور واقعات سے خبریں نہیں ' بلکہ خبروں سے پھر واقعات بھي پیدا ہو جاتے ہیں - اسطرح کے خوارق موجودہ زمانے کا سب سے بڑا کاہن (ریوٹر) ہمکو روز دکھلاتا ہے - ۲۵ کي خبر ہے کہ ترکوں نے (سجینیر) واقع ولایت کاسوا میں (سرویا) کے حدود پر حملہ کردیا اور بہت سے آدمي اس قتل عام میں مارے گئے - سرویا کي وزارت اس نئي حالت پر غور کرنے کیلئے جمع ہوئي ہے - جو نیا جال ترکي کیلئے بچھایا گیا ہے ' یہ خبر اسکا ایک دوسرا گوشہ ہے - اور اس سے معلوم ہوتا ہے کہ بلقاني ریاستوں کي ایک متحدہ سازش پوري چالاکي کے ساتھہ کام کر رہي ہے - بعد کي خبریں ہیں کہ پانچ ہزار آدمي جنگ کیلئے سڑکوں پر گشت لگا رہے ہیں - ۲۴ کو تمام بلغاریا سے لوگ آ آ کر صوفیا میں جمع ہوے اور یہ رزولیوشن پاس کیا کہ گورنمنٹ کو جنگ کا تہیہ کر لینا چاہئے اول تو دول سے مقدونیا کي خود مختاري کا مطالبہ کیا جاے لیکن اگر سودمند نہو تو بلا توقف اعلان جنگ کردے -

---

اسکے مقابلے میں قسطنطنیہ کے اندر عزم اور اطمینان کے استقامت میں کوئي فرق نظر نہیں آتا - عثماني افسروں نے قطعي ارادہ کرلیا ہے کہ اگر کونٹ برچیولڈ کي تجویز کے مطابق کسي قسم کے تقسیم و تجزیے کا ارادہ کیا گیا تو پوري طاقت مدافعت میں خرچ کردینگے -

(کوچنہ) کے حادثے کي تحقیق کیلئے جو ترکي کمیشن گیا تھا اسکي فوري رپورٹ سے ظاہر ہوتا ہے کہ ملکي اور فوجي افسروں نے اپنے فرائض کي انجام دہي میں ضرور کوتاہي کي تھي اور خود فوج بھي قتل میں شریک تھي - باب عالي نے اسپر یہ حکم صادر کیا ہے کہ مجرموں سے فوجي عدالت میں مواخذہ کیا جاے اور جن لوگوں کو نقصانات پہنچے ہیں انکي اعانت کیلئے ایک ہزار پاونڈ تقسیم کیا جاے - اس فوري تحقیق و تلافي سے ترکي نے ثابت کردیا ہے کہ دنیا کي کوئي بڑي سے بڑي قوي حکومت بھي ایسے موقعہ پر جو کرسکتي تھي ' وہ اس نے کردیا - ابتک اسکي نسبت کوئي خبر نہیں آئي ہے کہ دول یورپ نے کمیشن کے اس نتیجے کو کس نظر سے دیکھا ؟

(نکولس) شاہ مانٹي نگرو نے دول عظام کو یقین دلایا ہے کہ آیندہ ہمارے آدمي سرحد سے باہر قدم نہ رکھیں گے - دول کے شکایت ناموں کے جواب میں مانٹي نگرو نے جواب دیا ہے کہ کوئي کاروائي انکي خواہش کي خلاف نہ کي جاے گي - وہ شاکي ہے کہ پیشتر قدمي کا ہم ارادہ نہیں رکھتے لیکن یہ بھي ممکن نہیں کہ ترکوں کے سرحدي گروہوں کو اپنے حدود کے اندر دیکھیں - آخر میں ملتجي ہے کہ دول یورپ اس جھگڑے کو مٹادیں -

مگر معلوم نہیں یہ آخري التجا ان دول یورپ سے کي گئي ہے جو ریوٹر کي تار برقیوں میں صلح و امن کیلئے تحفظ و کفالت کررہي ہیں یا کونٹ برچیولڈ کي امن پرست دول یورپ سے ؟

ترکي کے سرکاري حلقوں میں (بقول ریوٹر کے) کے خیال کیا جاتا ہے کہ یورپین ترکي میں اس وقت ۳۰۰۰۰۰ فوج موجود ہے اور تین مہینے کے اندر دو چند ہو جاسکتي ہے ایسي حالت میں امن کو کوئي اندیشہ نہیں - بلغاري ایجي ٹیشن کي اہمیت بھي گھٹ گئي ہے - یقین کیا جاتا ہے کہ (کوچنہ) کا معاملہ جب ختم ہوجاے گا تو خود بخود یہ آگ خاموش ہو جاے گي -

---

۳۰ اگست کو ریوٹر نے قسطنطنیہ سے ایک سخت فوجي ناراضگي کي نمایش کي اپنے معمولي اسلوب و لہجے میں خبردي تھي اور اسکا یہ لہجہ مشرق کے ہر ادنے سے ادنے معاملے میں بھي برابر قائم رہتا ہے - خبر کا خلاصہ یہ تھا کہ قسطنطنیہ کے محلہ (غلطہ) میں دو افسر اور ۹۰ پولیس کے سپاہي ناراضگي کي ایک نمایش کرنے کیلئے ' نکلے مگر فوج نے انہیں گھیر کر گرفتار کر لیا - لیکن پھر خود ہي دوسرے دن اسکي تغلیط بھي کردي - اب معلوم ہوا کہ اسمیں مبالغہ سے کام لیا گیا تھا - در اصل چند سپاہي اپنے اپنے مقاموں کي طرف آہستہ آہستہ جا رہے تھے ان پر فوجي پولیس کو کچھہ شبہ ہوا اور پہرے والوں کو پکارا لیکن بعد میں معلوم ہوا کہ شبہ کي کوئي بات نہیں ہے -

---

کارزار طرابلس کے متعلق تاربرقیوں میں صرف یہي ایک خبر ہے کہ ماما (بندر مدس) میں چھہ اٹالین جنگي جہاز نمودار ہوے ' جنمیں سے تین تو مشرق کي جانب چلے گئے اور تین لنگر انداز ہیں - ایک مال کي کشتي کي تلاشي بھي لي گئي -

صلح کي خبروں کي کوئي مزید تصدیق نہیں ہوئي اور انشاء اللہ نہوگي -

---

اعلان

مرکزي کمیٹي آل انڈیا شیعہ کانفرنس نے فیصلہ کیا ہے کہ علاوہ طلبائے اسکول کے جنکو وہ سال گذشتہ سے وظایف دے رہي ہے اس سال ہندوستان کے کالج کلاسوں کے غریب شیعہ طلبا کے لئے بھي وظایف جاري کرے لہذا جسکا کہ قبل اسکے اعلان کیا گیا ہے دوبارہ اطلاع دیجاتي ہے کہ جو غریب شیعہ طلبا وظیفہ لینا چاہتے ہوں وہ آخر ستمبر سنہ حال تک پرنسپل کي تصدیق کے ساتھہ اپني درخواستیں دفتر شیعہ کانفرنس واقع لکھنؤ میں بھیجدیویں بعد تحقیقات بشرط استحقاق ان شرائط کے ساتھہ جنکي اطلاع طالب العلم کو بعد میں دیجاویگي وظیفہ دیا جاسکتا ہے -

آنریري سکریٹري
شیعہ کانفرنس

Printed & Published by Abul Kalam Azad, at The Hilal Electrical Printing Works, 7-1, McLeod Street, Calcutta.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحکیم

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad,

7-1, MacLeod street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

مدیر مسئول و خصوصی
ابو الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷-۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

جلد ۱ — کلکتہ : یکشنبہ ۸ ستمبر ۱۹۱۲ ع — نمبر ۹

فہرس

تصاویر

شذرات

معزز معاصر (پیسہ اخبار) شاکی ہے کہ مجوزہ یونیورسٹی کے ایکٹ کا مسودہ (کامریڈ) کے ساتھہ کیوں شائع ہوا ؟ اور اگر بحیثیت ایک اخبار کے اسکو بھیجا گیا تھا ' تو کیوں نہیں اور اخباروں کو بھی بھیجا گیا ؟

ہمارے معاصر کو معلوم نہیں کہ اگر کامریڈ اسے شائع نہ کرتا تو نہیں معلوم اب بھی کب تک پبلک کو اسکی زیارت نصیب نہ ہوتی - یونیورسٹی کی تحریک پر دو عیدین گذر گئیں تاہم تیسری عید الفطر کے چاند سے پہلے اس عید کا چاند نظر آگیا -

ہم تو اسے کامریڈ کا احسان سمجھتے ہیں کہ نہیں معلوم کتنے اصرار و مواعید کے بعد اس نے خود چھاپا ' اور تمام رحمت اپنے سر لیکر شائع کردیا ہے ' پیسہ اخبار کو شکایت کیوں ہے ؟

اوراقِ سکاندس ہونیں ' احسان ہوگا رہی اردو ترجمہ کے ساتھہ نہ ہونے کی شکایت ' تو کامریڈ کے فرائض میں تو یہ داخل نہ تھا ' علی گڈہ گزٹ میں اسکا اردو ترجمہ مسلسل چھپ رہا ہے - بہتر ہوگا کہ پیسہ اخبار ' زمیندار اور وکیل وغیرہ کثیر الاشاعت معاصرین بھی اسکو مسلسل اپنے اپنے اخباروں میں چھاپدیں ' تاکہ تمام قوم کو اسپر غور کرنے اور اپنی راے دینے کا موقعہ ملے -

علی گدہ گزٹ اپنے ترجمے کو مستقل رسالہ چھاپکر مشتہر کردے تو یہ بھی مفید ہوگا -

---

دہلی سے ہمارے ایک دوست لکھتے ہیں

" آپ جو کچھہ لکھہ رہے ہیں میں اس سے بالکل متفق ہوں مگر یہ ٹھیک نہیں کہ اب آپ نے سید امیر علی صاحب پر بھی اعتراضات شروع کردے - "

لیکن ہم کو یاد نہیں کہ رائٹ آنریبل سید امیر علی صاحب کی نسبت ہم نے کوئی اعتراض کیا ہے ' البتہ کسی پچھلی اشاعت میں ہم نے ایک نوٹ لکھا تھا ' لیکن اسکا مطلب شاید ہمارے احباب سمجھے نہیں - مقصود یہ تھا کہ لیگ نے دہلی کے اجلاس کیلئے انکو بلانا چاہا اور بجاے اسکے کہ پرائیویٹ طور پر جزئیات سفر کا انتظام کردیتی ' انکے مصارف سفر کیلئے ایک پبلک چندے کی فہرست کھولدی - یہ کیسی معیوب اور بڑے آدمیوں کے درجے سے گری ہوئی بات تھی ! کانگریس بھی اپنے وکیلوں کو روپیہ دیکر انگلستان بھیجتی

ہے - کسی کو بلاتی ہے' تو اسکے مصارف سفر کا بھی انتظام کرتی ہے' لیکن اسطرح دو دو پاؤنڈ کے چندے تو اخباروں میں نہیں چھپتے - پھر لطف کی بات یہ ہے کہ عام چندے کی کارروائی کرنے کے بعد بھی مقصد حاصل نہیں ہوا اور جو اچھا ہوا وہ واقفکاروں کو معلوم ہے -

ہم کو خوف ہوا کہ خدا نخواستہ اسکا بھی ایسا نہو - باقی رہی سید صاحب ممدوح کی اسلامی خدمات' تو تمام مسلمانوں کی طرح ہمکو بھی معلوم ہیں' اور انکے دہرانے کی ضرورت نہیں - آپ لوگ تو اسپر خوش ہونگے کہ وہ لارڈ منٹو کے سامنے ایک ڈیپوٹیشن لیکر گئے' اور مسلم لیگ کے مقام میں شریک غالب رہے - لیکن ہماری نظر میں تو انکی وقعت کی وجہ اس سے بلند تر جگہ پر آویزاں ہے - ہم تو انکی بڑی تعریف اسمیں سمجھتے ہیں کہ ندوۃ العلماء کی تحریک سے الگ رہکر اپنے علمی اشغال میں مصروف رہے' اور (سید صاحب) کا عہد اولین بھی انکو مرعوب نہ کرسکا - اس سے بھی بڑھکر یہ ہے کہ برخلاف مسلمان لیڈروں کی "مصلحۃ پالیسی" کے جنگ طرابلس کے موقعہ پر جب سب چپ رہتے' اور ملت دریدہ غیرت کے ساتھہ اپنی صدا بلند کی -

شئون عثمانیہ

— * —

بلغاریا

بلغاریا بدستور لڑائی کیلئے مضطرب ہے - ۴ ستمبر کو رائٹر خبر دیتا ہے کہ بلغاریا نے جنگ کیلئے شورش برپا کررکھی ہے اور عجب نہیں کہ وزارت کو مجبوراً انکی خواہشوں کے مطابق کام کرنا پڑے - اگر بلغاریا جنگ کیلئے بے چین ہے تو آل عثمان کی تلوار بھی نیام میں پڑے رہنے کی زیادہ خواہشمند نہیں - مگر مشکل یہ ہے کہ یورپ اسکو نہ باہر نکلنے اور نہ اندر رہنے دیتا ہے -

موجودہ پیچیدگیاں فی الحقیقت تمام بلقانی ریاستوں کی ایک متحدہ سازش ہیں - ۷ ستمبر کو سینٹ پیٹرزبرگ سے جو خبریں آئی ہیں انسے معلوم ہوتا ہے کہ سرویا اور یونان بھی بلغاریا کا ساتھہ دینے کیلئے طیار ہیں -

لیکن اسی تاریخ کو سوفیا سے جو تار آیا ہے اسمیں ظاہر کیا گیا ہے کہ شاہ بلغاریا صلح و آشتی کی پالیسی کا اعلان کرتا ہے - جس نے جنگ کے حامیوں کو سمجھایا ہے کہ گورنمنٹ کی مالی حالت اچھی ہو مگر اسکا ارادہ جنگ میں پڑنے کا نہیں -

یمن

پچھلے ہفتے یمن کی جس تازہ بغاوت کی خبریں آئی تھیں انکی اب مزید تفصیل یہ آئی ہے کہ ۲۲ - اگست کی لڑائی میں مہدی ادریسی کی طرف سے ۸۰۰۰ باغی جنگ میں شریک تھے' لیکن شکست کھا کر بھاگے - ۱۰۰ سے زیادہ باغی ہلاک اور زخمی ہوے اور ترکوں کے ۴۷ - اور ۸۹ -

باغیوں کے طرز جنگ سے صاف معلوم ہوگیا کہ یہ سب (اٹلی) کی تعلیم کا نتیجہ تھا -

یونان اور ترکی

ترکی کیلئے جو نیا جال بچھایا گیا ہے اسکے نئے نئے گوشے اب نمایاں ہو رہے ہیں - ۷ ستمبر کو رویٹر خبر دیتا ہے کہ ترکی اور یونان کی سرحدی جنگ کا بھی آغاز ہوگیا' جسمیں ترکوں کے سات آدمی شہید اور ۱۳ - زخمی ہوے -

تار عنکبوت

حکیم (سولن) نے حکومتوں اور قوموں کے باہم قول و قرار اور معاہدوں کی کیسی اچھی مثال دی ہے - جبکہ وہ کہتا ہے کہ یہ مکڑی کا جالا ہیں' جو اپنے سے قوی کی ضرب سے ٹوٹ جاتا ہے لیکن ضعیف ملے تو اولجھا بھی لیتا ہے -

یورپ کے معاہدوں کا یہی حال ہے - حال میں جس وقت فرانس اور روس میں بحری معاہدہ ہو رہا تھا تو (ایکو دی پیرس) کے نائب نے (پرنس لائی وین) روسی عملۂ بحری کے افسر سے ملکر پوچھا

" کیا روسی حکمت عملی اس میں کامیاب ہوسکے گی کہ (درۂ دانیال) سے بلا روک اپنے جنگی بیڑے کی آمد و رفت جاری رکھے ؟ "

(پرنس) نے جواب میں یوں کہا :

" تم بھی عجب آدمی ہو' اس کاغذی عہد و پیمان سے ہوتا کیا ہے ؟ جسکا ایفاء در قبضہ ہوگا وہ ضرور اپنے اغراض کے مطابق کاربند ہوگا - قوت ہی سب سے بڑا حاکم ہے - وہی وقت پر بتلادے گا کہ یوں کرو' اور یوں نکرو - "

مصر کی حزب الوطنی کے مصائب

(لارڈ کچنر) کے تقرر نے مصر کے باہر طرابلس میں بھی اپنی ضرورت ثابت کردی' اور مصر کے اندر بھی -

خدیو مصر اور لارڈ کچنر کے قتل کی بیان کردہ سازش میں ۱۸ درس کے لڑکونکو پندرہ پندرہ برس کی با مشقت قید کی سزائیں مل چکیں - لیکن اسکے بعد پھر گمنام اشتہارات مصر کی سڑکوں پر چسپاں پاے گئے اور انکی جستجو میں پولیس مصروف ہوگئی - معلوم ہوا کہ حزب الوطنی کے نئے مرکز (قسطنطنیہ) سے چھپکر بھیجے گئے ہیں -

پچھلے دنوں جب (فرید بک) پریسیڈنٹ حزب الوطنی اور (شیخ عبد العزیز جاویش) اڈیٹر (العلم) پر گورنمنٹ مصر نے مقدمات قائم کئے' تو دونوں پوشیدہ یکے بعد دیگرے ترکی چلے گئے اور وہاں سے (الہلال العثمانی) روزانہ اخبار ترکی اور عربی میں جاری کیا - فرید بک گو یورپ چلے گئے مگر انہوں نے بھی ایک مستند و رفیع اخبار (سائیکل) کی حمایت حاصل کرکے انگلستان کی مصری پالیسی پر نہایت ہنگامہ خیز مضامین لکھنا شروع کردیے -

اس ہفتے کی نہایت تعجب انگیز خبر ہے کہ مصری گورنمنٹ نے قسطنطنیہ میں دفتر الہلال کی تلاشی لی اور مفید مطلب

کاندازات حاصل کرکے (شیخ عبد العزیز) کو گرفتار کر لیا ۔ تعجب ہے کہ عثمانی گورنمنٹ نے کیونکر اسکو جائز رکھا کہ اسکے سایہ میں ایک پناہگیر وطن پرست بلا روک کے قید کرلیا جاے - جنیوا میں جو جرمنوں سے وطن پرستوں کا ماوا وملجا ہے - ہر ملک کے ادمی خواہ جمع ہوتے رہے لیکن کبھی اس نے گوارا نہیں کیا کہ انکی حکومتوں کو انپر قبضہ حاصل کرنے کا موقع دیا جاے -

اس سے بھی زیادہ تعجب انگیز خبر کا یہ حصہ ہے کہ (طنین) نے اس تساہل کی مخالفت کی تھی ' اس جرم میں اسکی اشاعت روکدی گئی -

قاہرہ میں بھی داروگیر کا سلسلہ قایم ہے - پچھلے واقعہ میں (علی فہمی کامل) بچکر نکل گئے تھے - لیکن اب (اللوا) کی اشاعت بند کردی گئی - چار نئے شخصوں کو بجرم سازش گرفتار بھی کیا گیا ہے -

لارڈ کچنر کے تقرر پر جن لوگوں نے ہاوس اف کامنس میں اعتراض کیا تھا - غالباً اب انکی تشفی ہوگئی ہوگی کہ ایک فوجی افسر کو ملکی عہدے پر بھیجنے کی کس درجہ ضرورت تھی ؟

مسٹر چرچل نے (نیول ووٹ) کی بحث میں یہاں کہا تھا کہ اسکندریہ میں بار پیدو کشتیوں کا ایک نئی استگاہ بنائی جائیگی اسپر مصر کی وطنی جماعتوں میں سخت ہیجان پیدا ہوگیا ہم نے الهلال کی پچھلی اشاعت کے آخری کالموں میں لکھا تھا کہ جلسے منعقد کرکے اعتراضی رزولیوشن پاس کیے جا رہے ہیں (اللوا) نے ایک سلسلہ آن داروں کا شروع کردیا تھا جسمیں اس تجویز پر ناراضگی ظاہر کی جاتی تھی - اب بیان کیا گیا ہے کہ (اللوا) کے بند کردینے کیلئے ایک بڑا الزام ان تاروں کی اشاعت کو قرار دیا ہے کہ وہ محض (الاہرام) اور (مؤید) کے فرضی نامہ نویس شائع کیے گئے اور بالکل اختراعی تھے ' ورنہ ملک میں کسی اصلی ناراضگی اور جوش کا وجود نہیں - اگر ایسا ہوتا تو " دی انٹر لوکل شامی پریس " بھی مخالفت کرتا

" دی انٹر شامی پریس " سے غالباً (المقطم) مراد ہے جو قاہرہ سے شائع ہوتا ہے - ہم اس شہادت کو ضرور اسکا درجہ دیدیتے ' لیکن جب دیکھتے ہیں کہ (المقطم) شام کے عیسائی اجانب پرستوں کا ارگن ' اور انگریزی سرپرستی میں شائع ہوتا ہے تو اس شہادت کی قیمت ظاہر ہوجاتی ہے -

بہرحال ان حالات کے متعلق مصری ڈاک کا انتظار کرنا چاہئے -

مختصرات

یکم ستمبر کو طنجہ کی ایک خبر سے ظاہر ہوا تھا کہ (الہیبا) نے فرانسیسی قیدیوں کو رہا کردیا اور وہ پھر (الغلوی) کے پاس آگئے ہیں لیکن اسکے بعد اس خبر کی کوئی تصدیق نہیں ہوئی اسی تاریخ کی تار برقی ہے کہ کرنل منگن نے جنوب کی طرف بڑھتے ہوئے (الہیبا) کی فوج سے مقابلہ کیا اور انہیں سخت نقصان اٹھا کر پسپا ہونا پڑا -

مراکو میں اس وقت کو ۵۸ ہزار فرانسیسی فوج موجود ہے جسمیں ۴۶ ہزار نصف مغربی حصے میں ہے ' لیکن یہ پوری فوجی قوت بھی دفاعی تحریک کے آگے بالکل بے دست و پا ثابت ہورہی ہے -

فرانس کے موجودہ اضطراب میں اسکے توقعات کی ناگہانی ناکامی بھی پوشیدہ ہے ' پچھلے فوجی حملے کے بعد پورے وثوق کے ساتھ یقین کرلیا گیا تھا کہ اب مراکو کا مسئلہ ہمیشہ کیلئے صاف ہوگیا ہے - گو جنوب کی طرف قبائل کا اجتماع اور نئے مدعی تخت کے نقل و حرکت کی خبریں برابر آرہی تھیں ' اور گو لندن ٹائمس کے نامہ نگار نے انکو اہمیت دی ہو ' لیکن فرانس کے اندر تو کسی نے بھی اہمیت نہیں دی گئی

۵ اگست کو طنجہ سے جو خبریں آئی ہیں ' انمیں فرانسیسی قیدیوں کی طرف سے ایک گونہ بے پروائی ظاہر کی گئی ہے کہ خواہ انکے ساتھ کیسا ہی سلوک کیا جائے ' مگر اب مراکو پر حملہ کردینا چاہئے مگر آج ۶ - کی تار برقیوں میں پھر قیدیوں کیلئے ہر فرانسیسی قلب میں شدید جوش نظر آتی ہے - ریوٹر کہتا ہے کہ قیدیوں کی فکر نے یہاں عام اضطراب پیدا کردیا ہے ' اور سخت قلق و اندوہ میں گرفتار ہیں کہ قیدیوں کی طرف سے کوئی خبر نہیں ملتی - صرف ایک قیدی کی چٹھی ملی ہے کہ جلد ہمارے مدد کیلئے فوج بھیجو -

---

اشاعت اسلام کے ہنگاموں میں جو عرصے سے قومی تحریکوں کا ایک رسمی جزو بن گئے ہیں ' اگر اسطرف کوئی واقعی مفید اور نتیجہ خیز واقعہ ہوا ہے تو وہ جناب (خواجہ کمال الدین صاحب) بی اے وکیل لاہور کا سفر انگلستان ہے جسکی خبر الهلال کی اشاعت سے پہلے ناظرین تک پہنچ چکی ہوگی - خواجہ صاحب سے اس بارے میں ہمیں بڑے بڑے توقعات ہیں ' خدا تعالی انکی اس سعی عظیم کو مشکور فرماے - اس راہ میں علم وفضل سے بھی بڑھکر جس شے کی ضرورت ہے - وہ سچی دینی روح ' اور مذہبی استغراق ہے - اور یہ ایسی جنس کمیاب ہے جو صرف نئے طبقے ہی میں نہیں ' بلکہ ان علما میں بھی - جو آج مذہب کے نام سے اپنی گئی گذری عزت سنبھالے ہوے ہیں - کالمعدوم ہے - خواجہ صاحب کی نسبت جو توقعات ہمارے دل میں ہیں ' وہ صرف اسلئے ہیں کہ ہمارے عقیدے میں انکا وجود مذہبی زندگی اور دینی استغراق کا ایک سچا نمونہ ہے

۸ ستمبر ۱۹۱۲

— * —

الہلال کے مقاصد اور

پولیٹکل تعلیم

کی نسبت ایک خط ، اور اسکا جواب

— * —

اس ہفتے ہمارا ارادہ تھا کہ اس موضوع پر کچھہ لکھیں گے ، لیکن ایک بزرگ دوست کی تحریر نے اور زیادہ ضرورت پیدا کردی - وہ لکھتے ہیں :

" .... ان سات نمبروں کو بغیر ایک حرف چھوڑے ہوے پڑھہ لینے کے بعد بھی صاف صاف معلوم نہیں ہوا کہ آپ قوم کو کس قسم کی پولیٹکل تعلیم دینا چاہتے ہیں ؟ ایک بہت بڑا بنیادی اصول جو آپکا معلوم ہوتا ہے - اور اسی نے آپکی نے انتہا عزت میرے دل میں پیدا کردی ہے - یہ ہے کہ آپ مسلمانوں کے تمام امراض کا علاج مذہب اور قرآن کو سمجھتے ہیں ، اور چاہتے ہیں کہ ان میں اسلام کی اصلی نہ کہ رسمی روح پیدا کی جاے - پس اصول کو اور بھی بہت سے لوگ جانتے اور کہتے ہیں مگر سچ یہ ہے کہ آپسے بڑھکر اسکو کوئی عمل میں نہیں لا سکتا - ابھی صرف چند تحریریں ہی آپکی نکلی ہیں لیکن انہی سے ثابت ہوتا ہے کہ آپکی نظر قرآن مجید اور اسکے حقائق و معارف پر کیسی وسیع اور گہری ہے ؟ لیکن معاف کیجیے گا ، آپ اپنے مذہبی رنگ میں پالیٹکس کو بھی خلط ملط کر دیتے ہیں اور اسطرح ملادیتے ہیں کہ پہچان مشکل ہو جاتی ہے - میں سمجھتا ہوں کہ میری طرح الہلال کے صدہا ناظرین کو بھی یہ خلجان پریشان کرتا ہوگا - پس آپکو چاہئے کہ سب سے پہلے آپ اپنی پالیسی کی تشریح کردیں اور کم از کم پولیٹکل تعلیم کو مذہبی تعلیم سے الگ کرکے صاف صاف بتلادیں کہ آپ قوم کو کس راہ لیجانا چاہتے ہیں ؟ ایک راستہ تو وہ ہے جسپر اجتک چلتے رہے - دوسرا راستہ اعتدال پسند ہندؤں کا ہے جو برٹش شہنشاہی کو قایم رکھکے اپنے حقوق طلب کرتے ہیں - تیسری جماعت ان ہندی انارکسٹوں کی ہے جو بم کے گولے پستول ریوالور چلا کر بھارت ماتا کو اجنبیوں سے خالی کرنا چاہتے ہیں - براہ کرم آپ بتلا دیں کہ آپ کس جماعت میں ہیں اور کس کے ساتھہ ہمکو کھڑا کرنا چاہتے ہیں ؟ ... ... اس وقت ہم یا تو آپ کا ساتھہ دینگے اور یا مذہبی تعلیم میں تو شریک رہیں گے اور اور چیزوں سے الگ ہو جائیں گے ... ... میرا مقصد یہ ہے کہ مجھے نہیں معلوم کسقدر دقتیں آتھا کر ایک ایسا بڑا کام شروع کیا ہے آپکی صداقت اور خلوص نیت میں بھی شک نہیں ، اور علم و فضل ، علی الخصوص مذہبی معلومات کا درجہ تو میری تعریف سے بھی بلند ہے - یہ چیزیں ہمیشہ ہماری بد قسمت قوم کو میسر نہیں آتیں ، ایسا نہو کہ خدانخواستہ یہ تمام قوتیں ضائع جائیں اور قوم آپکی قابلیتوں سے محروم ہوجاے "

ہمارا ارادہ تھا کہ سب سے پہلے الہلال کے مقاصد پر ایک جامع سلسلہ مضمون شروع کرینگے ، اور ایک مرتب صورت میں بتلائینگے کہ ہمارے سفر کے حدود و مقاصد کیا کیا ہیں ؟ لیکن بعض مسائل درمیان میں ایسے آگئے جنہوں نے اختیار قلم کو حرکت دی ، اور تمہید سے پہلے اصل کتاب شروع کردینی پڑی - لیکن ہم اپنے مکرم دوست کے شکر گذار ہیں کہ انہوں نے اس ضروری سوال کو چھیڑدیا -

* * *

انہوں نے جن الفاظ میں میرے مذہبی افکار و تحریرات کی تعریف کی ہے ، یہ انکا بزرگانہ حسن ظن ہے ، لیکن بلا شائبۂ انکسار عرض کرتا ہوں کہ اسکی اہلیت کسی طرح اپنے اندر نہیں پاتا - ممکن ہے کہ مذہبی باتیں تھوڑی بہت مجھے معلوم ہوں ، لیکن قرآن کریم کے معارف تو اتنے ارزاں نہیں ، کہ میں اپنی حرف شناسی دیکر خرید سکوں - میں تو انکے خط میں اپنی نسبت ایسے الفاظ دیکھکر بے اختیار کانپ اٹھا - اگر اسکے حقائق و اسرار کے فہم کیلئے عربی دانی کی ضرورت ہوتی ، تو میں عربی کچھہ نہ کچھہ سمجھہ لیتا ہوں - اگر مذہبی معلومات کی ضرورت ہوتی ، تو انکے حاصل کرنے کی کوشش کرتا - اگر کتب تفاسیر کے مطالعے کی ضرورت ہوتی تو کتابوں کی میرے پاس کمی نہ تھی - لیکن اسکے لئے یہ تمام باتیں بیکار ہیں یہاں پہلی شرط (اتقا) اور (تزکیۂ قلب) ہے ، اور ساری مصیبت یہی ہے کہ اسی سے محروم ہوں - جو دل زاد تقوی سے محروم ، اور ہواے نفسانی و آلائش دنیا پرستی میں گرفتار ہے ، وہ ایک لمحہ کیلئے بھی قرآن کے حقائق و معارف کا تجلی گاہ نہیں بن سکتا - علم و فضل اسکے لئے بالکل بیکار ہے ، اور ذہن و دماغ کو یہاں کوئی نہیں پوچھتا : ذلک فضل اللہ یوتیہ من یشاء -

از منطق و حکمت نکشاید در محبوب
اینہا ہمہ آرایش افسانۂ عشق است

یقین فرمائیے کہ جو کچھہ عرض کررہا ہوں بالکل سچ ہے - قرآن کے اسرار و معارف میں ایک غیر متقی انسان کیلئے کوئی حصہ نہیں ، گو وہ علم و فضل کے تمام مدارج طے کرلے - انصاف فرمائیے کہ جب حالت یہ ہو ، تو پھر میری اس مقام میں کیا ہستی ہے ؟

* * *

انکے خط میں کئی باتیں قابل غور ہیں :-

(۱) پولیٹکل مباحث مذہبی تعلیم سے الگ ہونے چاہئیں -

(۲) ہندوستان میں اس وقت جو پولیٹکل گروہ موجود ہیں انمیں سے الہلال کس کا ساتھہ دیتا ہے ؟

(۱)

امر اول کی نسبت گذارش ہے کہ یہ تو جناب نے اس بنیادی اصول کو چھیڑدیا ' جسپر ہم (الہلال) کی پوری عمارت کھڑی کرنی چاہتے ہیں - آپ کہیں کہ محراب خوشنما نہیں تو ممکن ہے کہ ہم بدلدیں ' لیکن اگر آپکی خواہش ہو کہ بنیاد کا پتھر بدل دیاجاے تو معاف فرمائیے ' اسکی تعمیل سے مجبور ہیں - انسانی اعمال کی خواہ کوئی شاخ ہو ' ہم تو اُسے مذہب ہی کی نظر سے دیکھتے ہیں - ہمارے پاس اگر کچھہ ہے تو صرف قرآن ہی ہے - اسکے سوا ہم اور کچھہ نہیں جانتے - ساری دنیا کی طرف سے ہماری آنکھیں بند ہیں ' اور تمام آوازوں سے کان بہرے ہیں - اگر دیکھنے کیلئے روشنی کی ضرورت ہے ' تو یقین کیجئے کہ ہمارے پاس تو (سراج منیر) کی بخشی ہوئی ایک ہی (روشنی) ہے ' اس سے ہٹا دیجئےگا تو بالکل اندھے ہوجائیں گے :

کتاب انزلناہ الیک لتخرج الناس من الظلمات الی النور (۱۴ : ۱)	قرآن ایک کتاب ہے جو تم پر نازل کی گئی ' اسلئے کہ انسان کو تاریکی سے نکالے اور روشنی میں لاے -

آپ فرماتے ہیں کہ پولیٹکل مباحث کو مذہبی رنگ سے الگ کردیجئے ' لیکن اگر الگ کردیں تو ہمارے پاس باقی کیا رہجاتا ہے ؟ ہم نے تو اپنے پولیٹکل خیالات بھی مذہب ہی سے سیکھے ہیں - وہ مذہبی رنگ ہی میں نہیں ' بلکہ مذہب کے پیدا کیے ہوے ہیں ' ہم اُنہیں مذہب سے کیونکر الگ کردیں ؟ ہمارے عقیدے میں تو ہر وہ خیال ' جو (قرآن) کے سوا اور کسی تعلیم گاہ سے حاصل کیا گیا ہو ' ایک کفر صریح ہے اور پالٹکس بھی اسی میں داخل ہے - افسوس ہے کہ آپ حضرات نے (اسلام) کو کبھی بھی اسکی اصلی عظمت میں نہیں دیکھا : ما قدروا اللہ حق قدرہ - ورنہ اپنی پولیٹکل پالیسی کیلئے نہ تو گورنمنٹ کے دروازے پر جھکنا پڑتا ' اور نہ ہندوؤں کے اقتدا کرنے کی ضرورت پیش آتی - اُسی سے سب کچھہ سیکھتے ' جسکی بدولت تمام دنیا کو آپنے سب کچھہ سکھلایا تھا - (اسلام) انسان کیلئے ایک جامع اور اکمل قانون لیکر آیا ' اور انسانی اعمال کا کوئی منافشہ ایسا نہیں جسکے لئے وہ حکم نہو - وہ اپنی توحید تعلیم میں نہایت غیور ہے ' اور کبھی پسند نہیں کرتا کہ اسکی چوکھٹ پر جھکنے والے کسی دوسرے دروازے کے سائل بنیں - مسلمانوں کی اخلاقی زندگی ہو یا علمی ' سیاسی ہو یا معاشرتی ' دینی ہو یا دنیاوی ' حاکمانہ ہو یا محکومانہ : وہ ہر زندگی کے لئے ایک اکمل ترین قانون اپنے اندر رکھتا ہے - اگر ایسا نہ ہوتا تو وہ دنیا کا آخری اور عالمگیر مذہب نہ ہوسکتا - وہ خدا کی آواز ' اور اسکی تعلیم گاہ خدا کا حلقۂ درس ہے - جس نے خدا کے ہاتھہ پر ہاتھہ رکھدیا وہ پھر کسی انسانی دستگیری کا محتاج نہیں - یہی وجہ ہے کہ (قرآن) نے ہر جگہ اپنے تئیں امام مبین ' حق الیقین ' نورٌ و کتابٌ مبین ' تبیاناً لکل شي ' بصائر للناس ' ہادی و ہدی الی السبیل ' جامع اضراب و امثال ' بلاغ للناس ' حاوی بحر و بر ' اور اسی طرح کے ناموں سے یاد کیا ہے - اکثر موقعوں پر کہا کہ وہ ایک روشنی ہے ' اور روشنی جب نکلتی ہے تو ہر طرح کی تاریکی دور ہوجاتی ہے ' خواہ مذہبی گمراہیوں کی ہو خواہ سیاسی ۔

قدجاءکم من اللہ نور وکتاب مبین یہدی بہ اللہ من اتبع رضوانہ سبل السلام ' ویخرجہم من الظلمات الی النور ویہدیہم الی صراط المستقیم (۵ : ۱۸)	بیشک تمہارے پاس اللہ کی طرف سے روشنی اور ہر بات کو بیان کرنے والی کتاب آئی ہے - اللہ اسکے ذریعے سلامتی کے راستوں پر ہدایت کرتا ہے اسکی ' جو اُسکی رضا چاہتا ہے اور اُسکو ہر طرح کی گمراہی کی تاریکی سے نکالکر ہدایت کی روشنی میں لاتا اور صراط المستقیم پر چلاتا ہے -

دنیا میں کونسی کتاب ہے جس نے خود اپنی زبان سے اپنی نسبت ایسے عظیم الشان دعوے کیے ہوں ؟ اس آیت میں صاف صاف بتلادیا ہے کہ قرآن مجسم روشنی ہے ' اور روشنی ہے تو تمام انسانی اعمال کی تاریکیاں صرف اُسی سے دور ہوسکتی ہیں - پھر کہا کہ وہ ہر بات کو کھلے کھلے طور پر بیان کردینے والی ہے ' اور انسانی اعمال کی کوئی شاخ ایسی نہیں ' جسکے لئے اسکے اندر کوئی فیصلہ نہو - اس ٹکڑے کی مانند دوسری جگہ کردی کہ :

ولقد جئناہم بکتاب فصلناہ علی علم ' ہدی ورحمۃ لقوم یومنون (۷ : ۵)	بیشک ہم نے انکو کتاب دی ' جسکو ہم نے علم کے ساتھہ مفصل کردیا ہے وہ ہدایت بخش اور رحمت ہے ارباب ایمان کیلئے -

اسکے بعد پہلی آیت میں قرآن کو " سبل السلام " کیلئے ہادی بتلایا کہ وہ تمام سلامتی کی راہوں کی طرف رہنمائی کرتی ہے ' اور اگر آپکے سامنے پولیٹکل اعمال کی بھی کوئی راہ ہے تو کوئی وجہ نہیں کہ اسکی سلامتی آپکو قرآن سے نہ ملے - پھر کہا کہ وہ انسان کو تمام گمراہیوں کی تاریکی سے نکالکر ہدایت کی روشنی میں لاتی ہے ' اور ہم دیکھہ رہے ہیں کہ ہماری پولیٹکل گمراہیاں صرف اسلئے ہیں کہ ہم نے قرآن کے دستِ رہنما کو ابتک اپنا ہاتھہ سپرد نہیں کیا ' ورنہ تاریکی کی جگہ آج ہمارے چاروں طرف روشنی ہوتی - آخر میں کہدیا کہ وہ " صراط المستقیم " پر لیجانے والی ہے اور " صراط المستقیم " کی اصطلاح قرآن کی زبان میں ایسی جامع و مانع ہے ' کہ ساری دنیا اسی کے اندر سمجھئے -

افسوس ہے کہ یہ طول نویسی کا موقعہ نہیں ورنہ اس بحث نے سینکڑوں آیتیں دماغ کے سامنے کردی ہیں ' ایک جگہ فرمایا .

انزلنا علیک الکتاب تبیاناً لکل شي وہدی ورحمۃ لقوم یومنون (۱۶ : ۱۹)	(اے پیغمبر) ہم نے تجھپر کتاب اتاری جو ہر چیز کو کھول کھولکر بیان کردینے والی ہے اور نیز ہدایت بخش اور رحمت ہے صاحبان ایمان کیلئے

(سورۂ یوسف) کے آخری رکوع میں فرمایا :

وما کان حدیثاً یفتری بہ	قرآن کوئی بنائی ہوئی بات نہیں ہے

ولكن تصديق الذي بين يديه و تفصيل كل شيء وهدى ورحمة لقوم يؤمنون (۱۲ : ۱۱۱)

بلکہ جو صداقتیں اس سے پہلے کی موجود ہیں انکی تصدیق کرتا ہے اور اسمیں ارباب ایمان کیلئے ہر چیز کا تفصیلی بیان اور ہدایت اور رحمت ہے

ایک اور جگہ ارشاد ہوا

ولقد ضربنا للناس في هذا القرآن من كل مثل لعلهم يتذكرون (۳۹ : ۲۹)

ہم نے انسان کے سمجھانے کیلئے اس قرآن میں سب طرح کی مثالیں بیان کردیں تاکہ لوگ نصیحت حاصل کریں -

ان آیات میں قرآن کا دعوا بالکل صاف ہے - وہ ہر طرح کی تعلیمات کیلئے اپنے تئیں ایک کامل معلم ظاہر کرتا ہے - پھر اسکی تعلیم صاف اور غیر پیچیدہ ہے' بشرطیکہ اسپر تدبر اور تفکر کیا جاے :

الحمد لله الذي انزل على عبده الكتاب ولم يجعل له عوجا (۱۸ : ۱)

تمام تعریفیں اس خدا کے لئے ہیں جسنے اپنے بندے پر قرآن اتارا اور اسمیں کسی طرح کی پیچیدگی نہ رکھی -

پس یہ کیونکر ممکن ہے کہ اسکے پیرو اپنی زندگی کے ایک ضروری شعبے یعنی سیاسی اعمال کیلئے دوسروں کے دروازوں کے سائل بنیں' حالانکہ خود قرآن انکے پاس ایک حکم اور ایک امام مبین ہے -

و كل شيء احصيناه في امام مبين (۳۶ : ۱۱)

اور ہرشئے کو ہم نے اس کتاب واضح (قرآن) میں جمع کردیا ہے

دوسری جگہ اسکو تمام امور کیلئے قول فیصل بیان کیا :

انه لقول فصل وما هو بالهزل (۸۶ : ۱۳)

بیشک یہ قرآن ایک قول فیصل ہے تمام اختلافات و اعمال کے لئے - وہ کوئی بے معنی اور فضول بات نہیں -

مسلمانوں کی ساری مصیبتیں صرف اس غفلت کا نتیجہ ہیں کہ انہوں نے اس الہی تعلیم گاہ کو چھوڑدیا' اور سمجھنے لگے کہ صرف روزہ و نماز کے مسائل کیلئے اسکی طرف نظر اٹھانے کی ضرورت ہے ورنہ اپنے تعلیمی' تمدنی' اور سیاسی اعمال سے اسے کیا سروکار؟ لیکن وہ جسقدر قرآن سے دور ہوے گئے اتنا ہی تمام دنیا ان سے دور ہوتی گئی اور جس راہ میں قدم اٹھایا گمراہی کی ظلمت سے دو چار ہوے - اس وقت کی پیشین گوئی پہلے ہی قرآن نے کردی تھی :

وقال الرسول يارب ان قومي اتخذوا هذا القرآن مهجورا (۲۵ : ۳۲)

قیامت کے دن رسول الله عرض کرینگے کہ خدایا میری امت نے اس قرآن کو بیکار سمجھا (اور اسپر عمل نہیں کیا)

ہم نہیں سمجھتے کہ اگر نزول قرآن کے وقت مشرکان مکہ اس سے اعراض و اغماض کرتے تھے تو انمیں اس سے زیادہ کیا تمرد اور سرکشی تھی' جیسی آج صدیوں سے تمام مسلمانان عالم' اور انکا ہر طائفہ' خواہ وہ مدعیان ریاست دینی کا ہو' یا مسند نشینان تخت دنیوی کا' بلا استثنا کررہا ہے؟ وہ اگر قرآن کی تلاوت کے وقت کانوں میں انگلیاں ڈال لیتے تھے یا کعبے کے اندر شور مچاتے اور تالیاں پیٹتے تھے کہ اسکی آواز کسی کے سننے میں نہ آئے' تو آج خود مسلمان کانوں کی جگہ دلوں کو بند کئے ہوے ہیں' اور شور مچانے کی جگہ گو خاموش ہیں

مگر انکے نفس نے انسانی ہنگاموں کا ایسا غل مچا دیا ہے' کہ خدا کی آواز کسی کے کان میں نہیں پڑتی :

واذا قرأت القرآن جعلنا بينك وبين الذين لا يؤمنون بالآخرة حجابا مستورا وجعلنا على قلوبهم اكنة ان يفقهوه وفي آذانهم وقرا' واذا ذكرت ربك في القرآن وحده ولوا على ادبارهم نفورا (۱۷ : ۸۴)

اے پیغمبر! جس وقت تم قرآن پڑھتے ہو' ہم تم میں اور ان لوگوں میں جنہیں آخرت کا یقین نہیں ایک چھپا دینے والا پردا ڈال دیتے ہیں - نیز انکے دلوں پر غلاف ڈالدیتے ہیں تاکہ قرآن سمجھہ نہ سکیں' اور انکے کانوں میں گرانی پیدا کردیتے ہیں تاکہ سن نہ سکیں -

پس اگر آپکو یہ خلجان پریشان کئے ہوے ہے تو افسوس ہے کہ ہم اسے دور نہیں کرسکتے - اگر ہم کو اپنے مقاصد کے بالتفصیل بیان کرنے کی مہلت نہیں ملی تو مضائقہ نہیں' وہ نہایت مختصر لفظوں میں بھی آج سنائے جاسکتے ہیں - ہم بالاختصار عرض کردیتے ہیں کہ الہلال کا مقصد اصلی اسکے سوا اور کچھہ نہیں ہے کہ وہ مسلمانوں کو انکے تمام اعمال و معتقدات میں صرف کتاب الله اور سنت رسول الله پر عمل کرنے کی دعوت دیتا ہے اور خواہ تعلیمی مسائل ہوں' خواہ تمدنی - سیاسی ہوں' خواہ اور کچھہ - وہ ہرجگہ مسلمانوں کو صرف مسلمان دیکھنا چاہتا ہے - اسکی صدا صرف یہی ہے کہ تعالوا الى كلمة سواء بيننا وبينكم (۳ : ۵۷) اس کتاب الله کی طرف آو' جو ہم اور تم' دونوں میں مشترک ہے' اور جس سے کسی کو اعتقاداً انکار نہیں' مگر عملاً یہ حال ہے کہ :

الذين قالوا آمنا بافواههم ولم تؤمن قلوبهم (۵ : ۴۵)

انہوں نے زبانسے تو کہدیا کہ ہم ایمان لاے ہیں' لیکن انکے دلوں میں ایمان نہیں -

خدا تم کو اپنے کلام کے آگے سر بلند کرتا ہے - تم کیوں اس سے گردن موڑ کر انسانوں کے آگے ذلت کا سر جھکاتے ہو؟ اسکے سوا (الہلال) کی کوئی تعلیم اور کوئی مقصد نہیں : ومن احسن قولا ممن دعا الى الله وعمل صالحا' وقال انني من المسلمين (۴۱ : ۳۳) [اور اس سے بہتر کس کی بات ہوسکتی ہے جو خدا کی طرف دعوت دے اور عمل اچھے کرے اور کہے کہ میں مسلمان ہوں]

(۲)

آپکا دوسرا سوال یہ ہے کہ ہندوستان میں پولیٹکل خیالات کے تین راستے موجود ہیں' (الہلال) کس راہ پر قوم کو چلانا چاہتا ہے؟ پھر آپنے انکو گنوا بھی دیا ہے - لیکن افسوس ہے کہ آپ ایک چوتھی راہ کو بالکل بھول گئے - یہ تین راستے تو آج آپکے سامنے نمودار ہوے ہیں' مگر وہ چوتھی راہ تو وہ قدیمی راہ ہے' جسپر چلکر ہزاروں ہستیاں منزل مقصود تک پہنچ چکی ہیں - آسمان و زمین کے فاطر نے جس وقت انسانوں کو آنکھیں دیکھنے کیلئے عطا فرمائیں اسی وقت اسکے سامنے یہ راہ بھی کھولدی تھی - (آدم) نے اسپر قدم رکھا'

اور (نوح) نے پتھروں کی بارش میں اسکا وعظ کہا - ابراهیم نے اسی کی تنهائی کیلئے قربانگاہ بنائی' اور (اسماعیل) نے اسکے لئے ایڑیاں چلوئیں - (یوسف) نے مصر کے قید خانے میں جب ایک ساتھی نے پوچھا تو اسی راہ کی اس نے رهنمائی کی' اور (موسی) جب وادی ایمن میں روشنی کیلئے بیقرار هوا تو اسی راہ کی تجلی ایک سبز درخت کے اندر نظر آئی - (گلیل) کا اسرائیلی واعظ جب یروشلم کے قریب ایک پہاڑ پر چڑھا تو اسکی نظر اسی راہ پر تھی - اور پھر جب خداوند (سعیر) سے چمکا اور (فاران) کی چوٹیوں پر نمودار هوا تو وهی راہ تھی جسکی طرف اس نے دنیا کو دعوت دی ۔

شرع لکم من الدین ما وصی به نوحاً و الذی اوحینا الیک وما وصینا به ابراهیم و موسی و عیسی ان اقیموا الدین ولا تتفرقوا فیه (۲۴ : ۱۱)

الله نے تمہارے لئے دین کا وهی راستہ ٹھہرایا ہے جس پر چلنے کا اس نے نوح کو حکم دیا اور اے پیغمبر وهی تمہاری طرف اتارا گیا اور اسی کا هم نے ابراهیم اور موسی اور عیسی کو حکم دیا کہ اس دین کے راستے کو قائم رکھنا اور اسمیں تفرقہ نہ ڈالنا -

یہی وہ راہ ہے ' جسکی نسبت (یوسف صدیق) نے قید خانۂ مصر میں یہ کہکر اپنا وعظ ختم کیا تھا کہ .

ذالک الدین القیم ولکن اکثر الناس لا یعلمون (۱۲ : ۴۱) -

یہی سیدھا راستہ ہے ' مگر بہت هیں جو نہیں جانتے -

اور جسکی نسبت (داعی اسلام) کو حکم هوا تھا کہ کہدے -

هذہ سبیلی' ادعوا الی الله' علی بصیرة انا و من اتبعنی (۱۲:۱۰۸)

میرا راستہ یہ ہے - تم سب کو الله کی طرف بلاتا هوں - میں' اور جو لوگ میرے پیرو هیں سب عقل و بصیرت کے ساتھہ اسی دین کے راستے پر هیں -

الحمدالله کہ هم " ومن اتبعنی " کے زمرے میں داخل هیں اور اسی لئے جناب کی قرار دی هوئی ان بیدوں انسانی راهوں سے کوئی واسطہ نہیں رکھتے ' بلکہ اسی حقیقی راہ الهی کی طرف دعوت دیتے هیں - یہ (قرآن) کی بتلائی هوئی راہ صراط المستقیم ہے' اور همارا عقیدہ ہے کہ جو مسلمان اپنے کسی عمل و اعتقاد کیلئے بھی اس کتاب کے سوا کسی دوسری جماعت یا تعلیم کو اپنا رهنما بنائے ' وہ مسلم نہیں ' بلکہ (شرک فی صفات الله) کی طرح (شرک فی صفات القرآن) کا مجرم' اور اسلئے (مشرک) ہے : والحمد الله الذی هدانا لهذا ' وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله" (۷ : ۴۲)

مسلمانوں کے سامنے خود انکی پولیٹکل راہ موجود ہے

اپ پوچھتے هیں کہ " آجکل هندؤں کے دو پولیٹکل گروہ موجود هیں؛ ان میں سے آپ کن کے ساتھہ هیں ؟" گذارش ہے کہ هم کسی کے ساتھہ نہیں بلکہ صرف خدا کے ساتھہ هیں - اسلام اس سے بہت ارفع و اعلی ہے کہ اسکے پیروؤں کو اپنی پولیٹکل پالیسی قائم کرنے کیلئے هندؤں کی پیروی کرنی پڑے - مسلمانوں کیلئے اس سے بڑھکر کوئی شرم انگیز سوال نہیں هوسکتا کہ وہ دوسروںکی پولیٹکل تعلیموں کے آگے جھک کر اپنا راستہ پیدا کریں - انکو کسی جماعت میں شامل هونے کی ضرورت نہیں ' وہ خود دنیا کو اپنی جماعت میں شامل کرنے والے اور اپنی راہ پر چلانے والے هیں ' اور صدیوں تک چلا چکے هیں - وہ خدا کے سامنے کھڑے هوجائیں تو ساری دنیا انکے آگے کھڑی هوجائیگی - انکا خود اپنا راستہ موجود ہے - راہ کی تلاش میں کیوں اوروں کے دروازوں پر بھٹکتے پھریں ؟ خدا انکے سر بلند کرتا ہے تو وہ کیوں اپنے سروں کو جھکاتے هیں ؟ وہ خدا کی جماعت هیں اور خدا کی غیرت (والغیرة من شان حضرة الربوبیة) اسکو کبھی گوارا نہیں کرسکتی کہ اسکی چوکھٹ پر جھکنے والوں کے سر بندوں کے آگے بھی جھکیں : ان الله لا یغفر ان یشرک به و یغفر ما دون ذالک لمن یشاء (۴ : ۲۱۷)

مگر وہ راہ کس طرف لیجانا چاهتی ہے ؟

پس (الهلال) کی اور تمام چیزوں کی طرح پالیٹکس میں بھی یہی دعوت ہے کہ نہ تو گورنمنٹ پر بیجا اعتماد کیجئے اور نہ هندؤں کے حلقۂ درس میں شریک هوجئے ' صرف اس راہ پر چلئے جو اسلام کی بتلائی هوئی صراط المستقیم ہے -

(۱) اسلام کا اساس اولین اصول توحید ہے - وہ سکھلاتا ہے کہ صرف خدا کو مانو ! اور صرف خدا کے آگے جھکو ! اسی سے مدد مانگنی چاهئے اور اسی کی اعانت پر اعتماد کرنا چاهئے (ایاک نعبد و ایاک نستعین) جس طرح خدا کی ذات کو ایک ماننا توحید میں داخل ہے ' اسی طرح اسکی صفات میں کسی دوسری هستی کو شریک نہ کرنا جزو توحید ہے - پس خدا کے سوا کوئی نہیں جسکا حکم انتہائی حکم هو ' کوئی نہیں جو عاجزی و تذلل کا مستحق هو' کوئی نہیں جسکی جبروت و عظمت کے آگے چون و چرا کی گنجائش نہو' اور کوئی نہیں جو ڈرنے اور خوف کرنے کے لائق هستی هو-

(۲) الله تعالے نے مسلمانوں کو خیر الامم بنایا اور دنیا میں ابدی سیادت اور خلافت بخشی ' پس اپنے درجے پر هر مسلمان محسوس کرے اور افسردگی ' بے همتی' خوف و مرعوبیت کی جگہ اپنے اندر بلندی' خود داری' طاقت و استحکام پیدا کرے -

(۳) خدا تعالے نے مسلمانوں کو ایک عادلانہ قوت قرار دیا اور فرمایا کہ (جعلناکم امة وسطا) کہ انکا هر کام عدل و اعتدال پر مبنی هوگا ' پس مسلمانوں کو هر موقعہ پر میانہ روی اور اعتدال کو ملحوظ رکھنا چاهئے -

(۴) مسلمان دنیا میں صلح و امن کا پیام هیں ' انہوں نے تلوار بھی اٹھائی ہے تو صلح کی حمایت میں - پس فتنہ و فساد اگر اوروں کیلئے محبوب و جرم ہے' تو انکے لئے تو معصیت اور فسق ہے - دنیا میں جن قوموں نے فتنہ و فساد کو اختیار کیا وہ قهر الهی سے مغضوب و مردود هوگئے -

(۵) قرآن انکو سکھلاتا ہے کہ

تعاونوا علی البر	ایک دوسرے کی مدد کرو نیکی
والتقوی ولا تعاونوا	اور پرہیزگاری کے کاموں کیلئے' گناہ
علی الاثم والعدوان	و فساد کیلئے نہیں -

وہ دنیا میں خدا کے پاس اس امر کے ذمہ دار ہیں کہ نیکی کی حفاظت کریں اور فساد کو روکیں' پس ہر اچھی بات کرنے والوں کے وہ مددگار ہوں خواہ وہ گورنمنٹ ہو یا کوئی اور قوم -

(۶) قرآن انتظام عالم کیلئے ضروری سمجھتا ہے کہ شخصی استبداد و اقتدار کی مخالفت کرے' اسکی تعلیم یہ ہے کہ خدا کے سوا کوئی نہیں جو انسانوں کو محض اپنی راے اور خواہش کے بنائے ہوے احکام کی تعمیل پر مجبور کرنے کا حق رکھتا ہو:

ما کان لبشر ان یوتیہ	یہ حق کسی بشر کو نہیں پہنچتا
اللہ الکتاب والحکم	کہ اللہ تعالی اسے کتاب اور عقل
والنبوۃ ثم یقول	اور حکم اور نبوت عطا کرے اور وہ
للناس کونوا عباداً لی	لوگوں سے کہے کہ اللہ کو چھوڑ کر
من دون اللہ (۳:۷۳)	میری بندگی کرو

جس چیز کا اختیار انبیاء کرام کو نہیں' اسکا حق کسی دنیوی طاقت و حکومت کو بھی نہیں مل سکتا - البتہ وہ ملت اور جماعت کے اندر اپنی عقل کو مخفی بتلاتا ہے اور کہتا ہے کہ (ید اللہ علی الجماعۃ) اللہ کا ہاتھ جماعت پر ہے' پس اسکے نزدیک وہی حکومت جائز ہوسکتی ہے جو شخصی نہو بلکہ کسی ملت اور قوم کے ہاتھہ میں ہو - اسی بنا پر اسنے مشورے کا حکم دیا :

وامرھم شوری بینھم	اور انکو حکم دیا کہ آپس میں
(۴۲ : ۳۶)	مشورہ کرکے تمام کام انجام دیں
و شاورھم فی الامر	اے پیغمبر تمام امور و معاملات کو
(۳ : ۲۹)	مشورے کے ساتھہ انجام دیا کرو -

پس مسلمانوں کا فرض ہونا چاہئے کہ وہ جائز آزادی کے حصول کیلئے کوشش کریں اور پارلیمنٹری حکومت انہیں جب تک نہ ملجاے اپنے اصول مذہبی کی خاطر چین نہ لیں -

یہ اصول ہیں جنسے ہم اپنی پولٹکل پالیسی طیار کرسکتے ہیں اور جسکے لئے ہمیں نہ تو ماڈریٹ ہندؤں کی کاسہ لیسی کی ضرورت ہے نہ اکسٹریمسٹ کی - اگر ہم ایسا کریں تو ایک اعتدال پسند مگر بے خوف جماعت ہونگے' اور ہم سے کسی فریق کو ضرر اور نقصان کا خوف نہوگا - ہم بالکل اپنے مذہبی اصول کے مطابق ملک کی ملکی ترقی اور آزادی کے لئے سعی کرینگے لیکن ہماری سعی فتنہ و فساد اور شورش و بغاوت سے بالکل پاک ہوگی - قرآن نے ہمکو سکھلایا ہے کہ : ولا تفسدوا فی الارض بعد اصلاحہا [امن کے بعد زمین پر فساد نہ پھیلاؤ] برٹش گورنمنٹ نے یقیناً ہمکو امن دیا ہے اور اس امن میں ہم آزادی کے ساتھہ اپنے مذہبی فرائض انجام دیتے ہیں' پس اب باغیانہ شر و فساد اور مفویانہ قانون شکنی اصلاح کے بعد زمین کو آلودۂ فساد کرنا ہوگا' اور یہ یقیناً خدا کا جرم اور عصیان ہے - قرآن کی یہ تعلیم ہے کہ تعاونوا علی البر والتقوی ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان پس جو لوگ ملک میں فساد پھیلاتے ہوں' خواہ وہ ہندو انارکسٹ ہوں یا جرائم پیشہ جماعتیں' ہمارا فرض ہونا چاہئے کہ انسے دور ہی تھوڑتے ہیں اور بن پڑے تو انکے دفعیے کیلئے کوشش کریں -

<u>گورنمنٹ کو ہم سے مطمئن رہنا چاہیے</u>

گورنمنٹ کو بھی یاد رکھنا چاہئے کہ اگر ہم مسلمان سچے مسلمان ہوجائیں تو جسقدر اپنے نفس کیلئے مفید ہونگے اتنا ہی گورنمنٹ کیلئے بیر اسی قدر اپنے ہمسایوں کیلئے - اسکو بھولنا نہیں چاہئے کہ اگر ہم سچے مسلمان ہوں تو ہمارے ہاتھہ میں قرآن ہوگا' اور جو ہاتھہ قرآن سے رکا ہوا ہو وہ بم کا گولا یا ریوالور نہیں پکڑ سکتا - البتہ یہ بھی سمجھہ لینا چاہئے کہ اسلام نے ہم کو آزادی بخشنے اور آزادی کے حاصل کرنے دونوں کی تعلیم دی ہے - ہم جب حاکم تھے تو ہم نے آزادی دی تھی' اور اب ہم محکوم ہیں تو وہی چیز طلب کرتے ہیں - ہم خدا کی مرضی اسی میں یقین کرتے ہیں کہ قوموں اور ملکوں کو اپنے اوپر آپ حکومت کرنے کیلئے آزاد چھوڑ دیا جاے' اور یورپ خود اسی اصول پر کار بند ہوکر آزاد ہوچکا ہے - ہم انگلستان سے آج اسی شے کے طالب ہیں' جس شے کیلئے وہ خود ایک تک بیقرار تھا -

بیشک اگر اسلام کی بتلائی ہوئی پالٹکس کی راہ ہمارے سامنے ہوگی تو ہم ایک طاقتور گروہ ہونگے' بیخوف ہونگے' اظہار حق میں بے باک ہونگے' کیونکہ ہم خدا کے سوا کسی سے نہیں ڈرتے' لیکن اسلام ہی کے بتلاے ہوے اصولوں کی وجہ سے قانون اور حکومت بھی ہماری طرف سے بے خطر ہوگی - چونکہ ہماری راہ صاف اور غیر مشتبہ ہوگی اسلئے ہماری نیت اور ہماری زبان بھی ایک ہوگی - ہم جوش میں بھی آئیں گے' لیکن ہمارا جوش اور ایسی ٹمشن قانون اور امن کے حدود کے اندر ہوگا' کیونکہ خدا نے کہا ہے کہ فساد مت کرو - ابتک مسلمانوں کے جو پیشوا قوم کو چپ اور غافل رکھنے کی سعی کرتے رہے' وہ اندر ہی اندر پھوڑے کو پکاتے اور راکھہ کے اندر چنگاریوں کو دبانا چاہتے تھے' لیکن اگر ہم اس راہ پر آئے تو ہمارے زخم دل پر نہیں' بلکہ کھلے ہوے چہرے پر ہونگے ہماری خواہشیں اور شکایتوں کے پھوڑے اندر پک کر امن کے جسم کو نقصان نہیں پہنچائیں گے' بلکہ ٹوٹ کر بہہ جائیں گے - ہم شور ضرور مچائیں گے' مگر پھر دل میں کچھہ باقی نہ رہے گا - فریاد ضرور کرینگے مگر اندر شکایتوں کی آگ کو نہیں پالیں گے - پس گورنمنٹ کی بھی مصلحت یہی ہے کہ ہم کو مسلمان بننے کیلئے چھوڑ دے' کیونکہ مسلمان ہونے کے بعد ہم اپنے نفس کیلئے اور نیز تمام عالم کیلئے یکساں طور پر مفید ہستی ہوسکتے ہیں -

* * *

یہ الہلال کی پالیسی ہے' اور یہی دعوت ہے جسکی طرف ہم مسلمانوں کو بلانا چاہتے ہیں - یہ کسی انسانی دماغ کی اختراع نہیں'

اور نہ کسی انسانی گروہ کا اتباع و تقلید ہے، بلکہ اس رب العالمین کے ہے جس نے کتاب و حکمت اور عدل و میزان کے ساتھہ اپنے رسولوں کو دنیا میں بھیجا - یہ راہ ہمارے سامنے کھولدی ہے - وہ اگر توفیق بخشے تو اپنی دی ہوئی زندگی کو اسی دعوت حق میں ختم کردینا چاہتے ہیں - نہ کسی سے جنگ ہے، نہ کسی سے مناقشہ - نہ صلہ کی توقع، اور نہ داد کی امید - اس راہ کے (داعی کرام) کو جو حکم دیا گیا تھا وہ ہمارے سامنے موجود ہے :

فادع، واستقم کما امرت ولا تتبع اھواءھم، وقل آمنت بما انزل اللہ من کتاب، وامرت لاعدل بینکم، اللہ ربنا وربکم، لنا اعمالنا ولکم اعمالکم، لا حجة بیننا وبینکم، اللہ یجمع بیننا والیہ المصیر (۴۲ : ۱۴)

(اے پیغمبر) تو انکو دعوت دے، اور جو حکم دیا گیا ہے اسپر قائم ہو جا، انکی خواہشوں پر نہ چل، اور انکو کہدے کہ تمام اتری ہوئی کتابوں پر میرا ایمان ہے اور مجھکو حکم ملا ہے کہ عدل کروں، وہی اللہ ہمارا اور تمہارا، دونوکا پروردگار ہے ہمارا عمل ہمارے لئے اور تمہارا عمل تمہارے لئے جھگڑے کی کوئی بات نہیں، اللہ ہم سب کو ایک جا جمع کرے گا اور سب کو اسی کی طرف جانا ہے -

اگر (مسلم لیگ) مسلمانوںکی پولیٹکل راہنمائی کرنا چاہتی ہے تو اسکو یہی راہ اختیار کرنی چاہئے : واللہ یہدی من یشاء الی صراط المستقیم -

---

مسلم یونیورسٹی کمیٹی

—*—

ایڈیٹر کامریڈ کی چٹھی

بخدمت جناب ایڈیٹر صاحب الہلال -

جناب من — جناب والا مجوزہ مسلم یونیورسٹی کے متعلق پیشتر بھی بہت کچھہ لکھہ چکے ہیں اور گذشتہ نمبر یعنی ۲۵ - اگست کے پرچے میں بھی اس اہم مضمون پر آنجناب نے خامہ فرسائی فرمائی ہے - نہ صرف بہ حیثیت ایک اڈیٹر کے بلکہ بہ حیثیت ایک فرد قوم ہونے کے بھی جناب والا کو پورا حق حاصل ہے کہ اپنے خیالات کا آزادانہ اظہار فرماتے رہیں اور یہ حق آپ جیسے اہل الرائے کیلئے فرض کے درجے تک پہنچ جاتا ہے - اس کے تسلیم کرنے کے بعد اتنا عرض کرنیکی جرأت کرتا ہوں کہ اس مسئلہ کے متعلق مجھے آنجناب کی بعض رایوں سے اختلاف ہے اور گو اس موقعہ پر اس اختلاف کی تشریح تو میں چنداں ضروری نہیں سمجھتا البتہ آنجناب کے ایک خاص اظہار راے کے متعلق جسکا اثر منجملہ چند دیگر افراد قوم کے مجھپر بھی پڑتا ہے مجھے یہ چند سطور لکھنا پڑیں - اور امید ہے کہ الہلال کے ایک گوشے میں ان کو بھی شرف طبع نصیب ہوگا -

۲۵ - اگست کے پرچے میں " نشۂ شام کی نصف شب " کے عنوان سے ایک لیڈنگ آرٹیکل شایع ہوا ہے جسمیں جناب نے ۱۳ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ کو مسلمانان ہند کے لئے ایسی ہی قابل یادگار تاریخ ثابت کرنیکی کوشش کی ہے جیسی فرانس کے لئے ۱۸ جولائی سنہ ۱۷۸۹ اور انگلستان کے لئے ۲ جون سنہ ۱۶۴۹ قابل یادگار تاریخیں تھیں - افسوس ہے کہ مجھے یاد نہیں کہ ۱۳ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ کو کیا اہم واقعہ مسلمانان ہند کو پیش آیا کہ اس تاریخ کو " نغمۂ شادی " نہیں تو " نوحۂ غم " ہی سے تعبیر دیکر ہمیں یاد رکھنا چاہئے - پھر آنجناب فرماتے ہیں کہ " ۱۲ ڈسمبر کو ابھی زیادہ دن نہیں گزرے تھے کہ ۳۱ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ کی نمودار ہوئی " چونکہ ۱۲ - ڈسمبر کی خصوصیت اوپر کے فقرے میں یہ بیان فرمائی گئی ہے کہ تقسیم بنگال کی تنسیخ کا اسی دن حکم سنایا گیا اسلئے ضرور ہے کہ مراد ۱۲ - ڈسمبر سنہ ۱۹۱۱ سے ہو - اگر ۱۳ - جولائی اس فقرے کے عنوان میں سہو کاتب یا اس ' دور آہنی ' میں سہو کمپوزیٹری سے ۳۱ جولائی کی جگہ چھپ گیا ہے، تب بھی سمجھہ میں نہیں آتا کہ سنہ ۱۹۱۱ میں ۳۱ جولائی کی تاریخ ۱۲ ڈسمبر کے کچھہ دن بعد کیونکر نمودار ہوئی واللہ اعلم بالصواب -

بہرحال تاریخ ۱۳ ہو یا ۳۱ - جولائی کسی سال میں ڈسمبر کے پیشتر آے یا بعد، جس تاریخ کو آنجناب انقلاب فرانس وانگلستان کی تاریخوں کیطرح قابل یادگار تصور فرماتے ہیں اسکے متعلق آنجناب نے جو کچھہ تشریح کی ہے وہ اسقدر ہے کہ اسدن مسٹر (اب سر ہارکورٹ) بٹلر نے ایک تحریر مسلم یونیورسٹی کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کے صدر کے نام ارسال فرمائی تھی - چونکہ اس تحریر کے متعلق آنجناب کو پے درپے غلط فہمیاں واقع ہوئی ہیں اور انہیں پر جناب کی روایتی عمارت کا دار ومدار ہے اسلئے مناسب ہے کہ اس تحریر کے بارے میں آنجناب نے جو کچھہ ارقام فرمایا ہے وہ ناظرین کے پیش نظر رہے - آنجناب تحریر فرماتے ہیں کہ :

" یہی وہ یادگار تاریخ ہے جس نے گویا ہمارے موجودہ دور زندگی کی سب سے بڑی جد وجہد اور ہمارے وقت اور مال کی سب سے زیادہ قیمتی چیز کا فیصلہ کردیا تھا - مگر حکمران کمیٹی نے تمام قوم کو اس سے بے خبر رکھا اور برابر یہی جیختی رہی کہ روپیہ لاؤ روپیہ لاؤ، کیونکہ اسکے سوا اور کوئی رکاوٹ در پیش نہیں واللہ یعلم انہم لکاذبون - انمیں کا ہر فرد ہر واقف کار شخص کی طرح خوب جانتا تھا کہ ایسی یونیورسٹی جو گورنمنٹ کے آہنی پنجے میں دبی ہوئی نہ ہو اسے ملی ہے نہ مل سکیگی - اور پھر قراین اور حالات سے بڑھکر خود صاف صاف لفظوں میں مسٹر بٹلر نے کہدیا تھا کہ شرط آخری نہ ہے کہ جز وکل ہمارے ہاتھہ میں محفوظ رہیگا، لیکن باوجود اس کے پرس کمیونک (کمیونکے) کی اشاعت تک انمیں کا ہر شخص دانستہ دس کروڑ مسلمانوں کو دھوکا دیتا رہا اور صرف اسلئے کہ افشاے راز کے بعد چاندی سونے کی لگاتار بارش جو ہو رہی ہے بند ہو جائیگی - کسی کا لب نہ کھلا کہ سماے شملہ کا شدید القوی جو وحی اسپر نازل کر رہا ہے اسکو اپنی مطلوبہ اشاعت تک تو پہنچادے - صرف ایک نواب وقار الملک کا سچا اور مومن قلب تھا جو ان فریب کاریوں کا متحمل نہ ہوسکا اور عالی گدہ کے علاوہ کی ظلمت اسکے نور ایمان پر غالب نہ آسکی " -

آنجناب کي تحرير ميں مفصلۂ ذيل امور فيصلہ طلب هيں :—

(١) کيا مسٹر بٹلر کي تحرير مورخہ ٣١ - جولائي سنہ ١٩١١ نے کسي طور پر مسلم يونيورسٹي کا فيصلہ کرديا تھا ؟

(٢) کيا مسٹر بٹلر نے " صاف صاف لفظوں ميں " کہديا تھا کہ " سب سے آخري بات يہ ہے کہ جز و کل همارے هاتھہ ميں محفوظ رهيگا " ؟

(٣) کيا " حکمراں کميٹي نے " (جس سے مراد غالبا کانسٹي ٹيوشن کميٹي ہے) " تمام قوم کو اس سے بے خبر رکھا " ؟

(٤) کيا يہ سچ ہے کہ اس کميٹي کا " هر شخص دانستہ دس کروڑ مسلمانوں کو دهوکا ديتارها اسلئے کہ افشاے راز کے بعد چاندي سونے کي لگاتار بارش جو هو رهي ہے بند هوجاتي ؟

(٥) کيا يہ سچ ہے کہ اس تحرير کے متعلق نواب وقار الملک نے کميٹي کے اور ممبروں سے مختلف کوئي رستہ اختيار کيا اور آن کا " سچا اور مومن قلب ان فريب کاريوں کا متحمل نہ هو سکا " ؟

بشکر اس کے کہ ان امور سے بحث کيجاے اتنا عرض کر دينا ضروري ہے کہ مجھے آنجناب کي تحرير کے کسي دوسرے حصے سے اسوقت بحث نہيں ' جو کچھہ جناب والا نے ٣١ جولائي کي تحرير کے متعلق ارشاد فرمايا ہے اور جو کچھہ نتائج اخذ کئے هيں اسوقت وهي معرض بحث ميں هيں اور اگر آنجناب ميري تاچيز تحرير کے متعلق کچھہ ارقام فرمائيں تو اميد ہے کہ اپنے آرٹيکل کے اسي حصے اور مذکورۂ بالا پانچوں امور کے متعلق بحث فرمائينگے -

امر اول کي نسبت گذارش ہے کہ مسٹر بٹلر کي ٣١ - جولائي سنہ ١٩١١ کي چٹھي ميں صرف اسي امر کے فيصلے کا اعلان تھا کہ " گورنمنٹ هند اور حضور ملک معظم کے وزير هند يونيورسٹي کا قائم هونا منظور فرمائينگے " يونيورسٹي کے دستور العمل کي تفصيلات (جيسا کہ سر هارکورٹ بٹلر اپني تحرير مورخہ ٩ - اگست سنہ ١٩١٢ - ميں خود فرماتے هيں) وزير هند کي خدمت ميں اسوقت پيش بھي نہيں هوئي تھيں - نہ معلوم آنجناب نے اس فيصلے سے کيونکر نتيجہ نکال ليا کہ اسکے اعلان کي تاريخ نے " همارے موجودہ دور زندگي کي سب سے بڑي جد و جہد اور همارے وقت و مال کي سب سے زيادہ قيمتي چيز کا فيصلہ کرديا تھا - " ظاهر ہے کہ يہ تحرير يا تو آنجناب کي نظر سے نہيں گذري يا سہو هوگيا - اسلئے يہ امر بديهي ہے کہ آنجناب نے جو نتايج آج اس سے اخذ کئے هيں وہ محض اس ايک فقرے کي غلط فہمي پر مبني هيں جو سر هارکورٹ بٹلر کي حال کي تحرير ميں دهرايا گيا - اور جسے آنجناب نے اپنے آرٹيکل ميں درج فرماکر ٣١ جولائي سنہ ١٩١١ کي اهميت کے متعلق يہ کچھہ لکھا ہے -

امر دوم کے متعلق عرض ہے کہ مسٹر بٹلر کي ٣١ جولائي سنہ ١٩١١ کي تمام تحرير ميں ايک جملہ بھي ايسا نہيں جس سے اشارتاً بھي پايا جاتا هو کہ " جز و کل همارے هاتھہ ميں محفوظ رهيگا " - سواے خدا کے علم غيب کسي کو نہيں اور ممبران کميٹي کے پاس سواے مسٹر بٹلر کي تحرير کے " صاف صاف لفظوں کے " دوسرا ذريعہ اسرار نہاني کے دريافت کرنيکا نہ تھا - جيسا امر اول کے متعلق عرض کيا جاچکا ہے آنجناب کو اس فقرے کے سمجھنے ميں غلط فہمي هوئي جسميں وزير هند کے " اختيارات کامل کو محفوظ رکھنے " کي نسبت تحرير ہے - اسکو آنجناب غالباً مسلم يونيورسٹي ميں گورنمنٹ کے " اختيارات کامل کي حفاظت " سمجھے - در اصل مسٹر بٹلر نے اسوقت صرف اتنا هي لکھا تھا کہ يونيورسٹي کے دستور العمل کي تفصيلات کے متعلق وزير هند نے ابھي کوئي رائے نہيں دي ہے کيونکہ في الحقيقت اسوقت تک مسودہ دستور العمل انکي خدمت ميں ارسال بھي نہيں هوا تھا - اور اسي لئے وزير هند اسکيم کے هر ايک جزو کے متعلق راے دينے کے کامل حق کو محفوظ رکھتے هيں -

امر سوم کے متعلق گذارش ہے کہ کانسٹي ٹيوشن کميٹي نے اس تحرير کے مقابلے ميں اوس بخل سے هرگز کام نہيں ليا جسکا تذکرہ آنجناب نے نہايت شد و مد سے اپنے خاص اور اچھوتے پيرايے ميں فرمايا ہے بلکہ اس " وحي " کو جو نعوذ بالله من ذلک (سماے شملہ) کے (شديد القوى) سے انپر نازل کي تھي هر فرد قوم تک اسي وقت پہنچاديا - ظاهر ہے کہ جو تحرير نہ صرف کامريڈ اور تمام ديگر انگريزي اخبارات ميں شائع هوچکي ہے بلکہ جسکا ترجمہ متعدد اردو اخبارات ميں چھپ چکا ہے اڈيٹر الہلال کي نظر دور اس کے دائرے ميں يا تو اب تک داخل نہيں هوئي يا وهاں سے جلد نکلکر وقف طاق نسيان هوگئي - مگر واقعہ يہ ہے کہ منجملہ ديگر اخبارات کے ٩ - اگست سنہ ١٩١١ کے علي گڈہ انسٹي ٹيوٹ گزٹ ميں يہ تحرير معہ ترجمے کے چھپ چکي ہے اور " امت مظلوم " اور اسکے علماے صغار و کبار (کانبياے بني اسرائيل) کو شملہ کي " وحي " کے متعلق شکايت کي مطلق گنجايش نہيں -

بر رسولاں بلاغ باشد و بس

امر چہارم کي نسبت عرض ہے کہ اگر هم سب لوگ جو کانسٹي ٹيوشن کميٹي کے ممبر هيں بقول آپ کے کاذب هيں اور سات کروڑ (آپکي مردم شماري ميں دس کروڑ) مسلمانوں کو دهوکا ديتے رہے هيں تو تعجب ہے کہ آنجناب جيسے باخبر اور واقف کار مسلمان نے کس طرح انہيں دهوکا کھانے ديا - گو مسلمان ملکے عرفان سے غائب هوچکے هوں مگر يہ کيونکر ممکن تھا کہ ساقي کي ترغيب کا اثر کچھہ نہ هو -

ميں اور بزم مے سے يوں تشنہ کام آؤں
گر ميں نے کي تھي توبہ ساقي کو کيا هوا تھا

مانا کہ الہلال افق عالم پر اسوقت تک نمودار نہ هوا تھا مگر آزادي کے بدر کامل کو بھي کيسا گہن لگا تھا کہ آج کامل ايک سال بعد ظلمت علي گڈہ پر نور ايمان غالب آيا ہے - ٣١ جولائي کي تحرير ٩ - اگست سنہ ١٩١١ تک شايع هوچکي تھي مگر آنجناب اڈيٹر بھي قوم کي پنچايت ميں هم بيچاروں کو ٢٥ - اگست

بسنہ ۱۹۲۲ کو سزا دلوانا چاہتے ہیں کہ ہم سال بھر تک ٹھوکا دیتے رہے اور لطف یہ ہے کہ چونکہ آپ با خدا ہیں اسلئے خدا سے بھی گواہی دلوائے ہیں کہ ہم لوگ دروغ گو ہیں -

امر آخر کے متعلق عرض ہے کہ جو کچھہ آنجناب نے نواب وقار الملک بہادر کی ستایش فرمائی ہے نواب موصوف اس کے اور اس سے زاید کے مستحق ہیں لیکن علی گڈہ کے " علایق " انکا دامن استطرح پکڑے ہوے ہیں کہ ان جیسے " سچے اور مومن قلب والے " کا " نور ایمان " بھی " علی گڈہ کے علائق کی ظلمت " پر غالب نہ آسکا " اور کمیٹی کے ہر کاذب اور دھوکے باز ممبر کی طرح نواب صاحب قبلہ بھی ان فریب کاریوں کے نہ صرف متحمل ہی ہوئے بلکہ بقول آپ کے سب سے زیادہ وہی " جبخلتے رہے کہ روپیہ لا روپیہ لا کیونکہ اس کے سوا اور کوئی رکاوٹ در پیش نہیں " -

جب مسٹر بٹلر کی یہ تحریر اسٹی ٹیوٹ گزٹ میں شایع ہوئی تو آسی کی پیشانی پر نواب صاحب قبلہ کی بھی ایک تحریر شایع ہوئی جسمیں درج تھا کہ - " نہایت خوشی اور شکریے اور مبارک بادی کے ساتھہ ذیل میں آنریبل مسٹر بٹلر بالقابہ کا ہدایت نامہ (جو جناب ممدوح نے آنریبل سر راجہ محمد علی محمد خان صاحب بہادر کے - سی - آئی - اے - اوف محمود آباد پریسیڈنٹ مسلم یونیورسٹی کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کے نام ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۱۱ ع کو شملے سے تحریر فرمایا ہے) درج کیا جاتا ہے اس کو پڑھکر یقین ہے کہ مسلمانوں کا ہر فرد قوم گورنمنٹ کا دل شکر گذار ہوگا اور جن صاحبوں کو اس بات کا انتظار تھا کہ گورنمنٹ اوف انڈیا ایک جداگانہ قومی یونیورسٹی کے قائم کرنے پر رضامند ہوگی یا نہیں ' وہ اب پورے اطمینان کے ساتھہ ہمہ تن اس بات کے لئے کوشاں ہونگے کہ جس قدر جلد ممکن ہو اس کام کے لئے روپیہ فراہم کریں .... باقی تفصیلات ہیں جو بعد کو طے ہوتی رہینگی معاملے کا تمامتر نچوڑ اور دار و مدار (جیسا کہ آنریبل مسٹر بٹلر کے مراسلے میں صاف طور پر تحریر ہے اور جیسا کہ اس سے پیشتر بار بار ظاہر کیا جا چکا ہے) محض کافی روپے کے وصول ہونے پر ہے "

آنجناب نے صرف سر ہارکورٹ بٹلر کی ۹ - اگست سنہ ۱۹۱۲ کی تحریر کا ترجمہ علی گڈہ اسٹی ٹیوٹ گزٹ میں پڑھا اور اسمیں جو فقرہ ۳۱ - جولائی سنہ ۱۹۱۱ کے مراسلے سے ماخوذ تھا اسکی غلط تاویل فرما کر بلا غور و فکر اور بے تامل پچاس ساٹھہ مسلمانوں کو کاذب اور فریبی ٹھیرا دیا اور (آگے آیت) کلام الہی سے اپنے دعوی کی تصدیق بھی حسب معمول فرمادی شاید ظن مومن کی یہی تعریف ہو! مگر یہ مسایل مذہبی ہیں اور میں محض سگ دنیا - البتہ اتنا ضرور عرض کرونگا کہ یہ طریقہ اخبار نویسی خواہ لکھنے والے کے لئے کتنا ہی دل خوش کن اور عوام کے لئے کیسا ہی دلچسپ کیوں نہ ہو جنپر سب و شتم کی بوچھار پڑتی ہے اُن کے لئے ضرور بہت کچھہ دل شکن ہے - چونکہ اس بار کی بوچھار میں میں بھی خشک دامن نہ رہ سکا اسلئے محض اپنی ذاتی بچاؤ کی غرض سے نہ بلکہ قومی مفاد کے خیال سے ان سطور کے لکھنے کی ضرورت پیش آئی -

یہاں تک تو صرف اُن واقعات سے استدلال کیا گیا ہے جنکا علم ہر پڑھے لکھے مسلمان کے لئے ممکن الحصول تھا اور جنسے بہت سے پڑھے لکھے مسلمان واقف ہے اب اتنا اور عرض کرنا ہے کہ کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کے صدر کے پاس اونہیں مسٹر بٹلر کی ایک اور تحریر بھی آئی ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۱۱ کی لکھی ہوئی بصیغۂ راز آئی تھی اور اسی وجہ سے وہ آجتک عام طور پر شائع نہیں ہوئی اور اسکا علم عام طور پر مسلمانوں کو نہیں - کانسٹی ٹیوشن کمیٹی کے ممبر ہونیکی حیثیت سے اس تحریر اور ملفوفہ نوٹ کی نقل میرے پاس بھی آئی تھی اور وہ دونوں اسوقت میرے پیش نظر ہیں - نوٹ میں اس کانفرنس کی مختصر روئداد درج تھی جو مئی سنہ ۱۹۱۱ میں گورنمنٹ ہند کے ممبروں اور کمیٹی کے ایک ڈپوٹیشن کے درمیان ہوئی تھی ' - اور اصل مراسلے میں اُن امور کا ذکر تھا جنمیں گورنمنٹ ہند نے کانفرنس کے بعد تغیر و تبدل کرنا چاہا تھا - الحاق کا مسئلہ اِن دو امور میں شامل نہ تھا اور کانفرنس کی روئداد کے نوٹ میں اسکے متعلق صاف درج تھا (کہ بیرونی درسگاہوں کا الحاق ہوگا مگر الحاق کے وقت چانسلر کی منظوری لینی لازمی ہوگی -)

اب اس کے بعد بھی آنجناب کے نزدیک ہم ہی گالیوں کے مستحق ہیں تو شوق سے گالیاں دیجئے

بدم گفتی و خرسندم عفاک اللہ نکو گفتی
جواب تلخ می زیبد لب لعل شکر خارا

اخیئے میں تو " سمائے شملہ " کے " شدید القوی " کی " وحی " کو اپنی " مظلوم امت " تک پہنچاچکا - اب آنکی باری ہے کہ اپنی مجہول امت کے لئے اسکی تفسیر فرمائیں تاکہ اسکے پیروں ذہن نشیں ہوجاے کہ اگر گورنمنٹ نے ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۱۱ کو یونیورسٹی کے قایم ہونے کو اصولاً علانیہ منظور فرمایا اور بصیغۂ راز الحاق کو قائم رکھنے کی بھی اطلاع دے دی تو در اصل یہی مطلب تھا کہ اُس نے " ہمارے موجودہ دور زندگی کی سب سے بڑی جد و جہد اور ہمارے وقت و مال کی سب سے زیادہ قیمتی چیز کا فیصلہ کردیا " - اور ہمارے لئے ۳۱ جولائی سنہ ۱۹۱۱ کی تاریخ کو (یا ۱۳ جولائی کو) جو ۱۲ دسمبر سنہ ۱۹۱۱ سے کچھہ ہی دنوں بعد نمودار ہوئی تھی ایسا ہی قابل یادگار بنادیا جیسا کہ فرانس کے انقلاب یا انگلستان کی بغاوت عظمی کی تاریخیں ہیں -

کچھہ ہی سہی مگر آنجناب نے مضمون کا عنوان اچھا سوچا تھا - " نشۂ شام کی نصف شب " کی سرخی شان نزول کے لئے نہایت موزوں ہوتی مگر ذرا قبل از وقت ثابت ہوئی معلوم ہوتا ہے کہ رمضانی نے اصل وقت سے کچھہ گھنٹے قبل ہی یہ کہکر چونکا دیا کہ :

زلفش بہ کمر رسیدہ باشد

نیاز مند محمد علی
(ایڈیٹر کامریڈ)

عرض حال

— * —

بیخود اس دور میں ہیں سب حاتم
اندنوں ایسا شراب سستی ہے

افسوس ہے کہ پچھلے نمبر میں ہم اپنے محب عزیز و جلیل مسٹر محمد علی کی دلچسپ مراسلت درج نہ کر سکے - بدہ کے دن انہوں نے مراسلت لکھی تھی لیکن علالت کی وجہ سے صاف نہو سکی اور جمعہ کی رات کو ملی، اس وقت تک تمام اخبار کمپوز ہو چکا تھا اور صرف آخر کے دو تین صفحے باقی رہگئے تھے - مجبوراً اشاعت ملتوی کر دینی پڑی - اس تحریر کے اصل موضوع کی نسبت جو کچھ عرض کرنا تھا ہم پچھلی اشاعت میں عرض کر چکے ہیں لیکن ضمناً بہت سی باتیں ایسی آگئی ہیں جنکی نسبت مکرر کچھہ نہ کچھہ عرض کرنا ضروری ہے - انکی تحریر کا خلاصہ غالباً یہی امور ہیں

(۱) تمہید میں بعض حقائق و معارف (علم الاعداد) اور (علم تقویم) کا انکشاف کہ (۳۱) اور (۱۳) باوجود اپنے اجزائے ترکیبی کے اتحاد کے مختلف عدد ہیں اور جب سن شمسی کے مہینے جنوری سے گننا شروع کیجئے تو جولائی ساتویں اگلی در، مگر دسمبر ضرور ہے کہ تعداد میں بارھویں پر آئے، پس جولائی مقدم ہے نہ کہ دسمبر -

(۲) آنریبل سر بٹلر کی ۱۳ جولائی والی چٹھی میں صرف یونیورسٹی کی منظوری کی اطلاع تھی، یونیورسٹی کی تفصیلات سے اسے کوئی تعلق نہ تھا پس وہ کوئی فیصلہ کن تحریر نہ تھی -

(۳) یہ تحریر پوشیدہ نہیں رکھی گئی بلکہ فوراً شائع ہوگئی -

(۴) جن لوگوں کو الزام دیا جاتا ہے کہ انہوں نے اصلیت سے قوم کو بے خبر رکھکر صرف روپیہ کے جمع کرنے پر زور دیا (نواب وقار الملک) بھی انمیں شامل ہیں -

امر اول کی نسبت تو کچھہ عرض کرنے کی گنجائش ہی نہیں، سوا اسکے کہ ان حقائق کے انکشاف کیلئے اپنے دوست کے شکر گذار ہوں اور اپنی غلطی کا اعتراف کرکے ابتدہ اس سے فائدہ اٹھانے کی سعی کریں -

البتہ امر دوم و سوم اصل موضوع بحث ہیں - ہمارے دوست لکھتے ہیں کہ " افسوس ہے کہ مجھے یاد نہیں کہ ۳۱ جولائی کو کونسا اہم واقعہ پیش آیا کہ اس تاریخ کو نعمہ شادی نہیں تو نوحۂ غم ہی سے تعبیر کرکے ہمیں یاد رکھنا چاہیئے ؟ "

ہمارے دوست کی سی حیرانی تو نہیں، مگر تھوڑی سی حیرانی ہمیں بھی ہے کہ جس لیڈنگ آرٹیکل کا حوالہ دیکر وہ ۳۱ جولائی کی اس خصوصیت کو بیان کر رہے ہیں وہ الہلال کی کس اشاعت میں شائع ہوا ہے ؟ ۲۸ اگست کے لیڈنگ آرٹیکل میں ہم نے بیشک ۱۳ - یا ۳۱ - جولائی کا تذکرہ کیا ہے لیکن نہ تو اسے انقلاب فرانس کی طرح یادگار، اور نہ نغمۂ شادی کی جگہ نوحۂ غم کا یادگار بتلایا ہے - اس مضمون کا عنوان یہ تھا " مسلم یونیورسٹی اور اس ضمن میں چند متفرق خیالات " یہی وجہ ہے کہ درمیان میں روک روک کر چھوٹے چھوٹے نوٹ لکھے گئے تھے اور انہیں کے مجموعے کو لیکر کے صفحے میں درج کردیا تھا - ابتدا کے دو نوٹ جنکے اقتباسات ہمارے دوست نے دیے ہیں اگر متعلق ہوسکتے ہیں تو صرف تیسرے نوٹ سے جسمیں تنسیخ تقسیم بنگال کا تذکرہ ہے - بیشک ہم ۱۲ دسمبر کی تاریخ کو مسلمانان ہند کیلئے اور قوموں کی یادگاری تاریخوں سے کم اہم نہیں سمجھتے جو مسلمانوں کی پولیٹکل خود کشی کو ہمیشہ یاد دلاتی رہیگی -

اسکے بعد ہم نے ۳۱ - جولائی کا ضرور ذکر کیا ہے اور جیسا کہ ہم لکھہ چکے ہیں سلسلۂ سخن کو قائم رکھنے کیلئے یہ ایک سہارا ضرور تھا لیکن کوئی ایسا سہارا نہیں جسکو نکال لیجئیگا تو ہم اپنی جگہ پر قائم نہ رہسکیں گے - آپ صرف اس تاریخ کے پیچھے کیوں پڑگئے ہیں، یہ تو ایک جزئی بحث ہے - اصل بحث تو وہ طرز عمل ہے جو کمیٹی نے ابتدائے کار سے اختیار کیا اور روپیہ دینے والی قوم کو راز داری کی ظلمت میں رکھکر صرف گورنمنٹ سے اپنی پر اسرار صحبتوں میں مصروف رہی - آپ فرماتے ہیں کہ یہ چٹھی فوراً شائع کردی گئی تھی - ہم تسلیم کرلیتے ہیں کہ خاص اس چٹھی کے اخفا کی نسبت ہم نے جو جملے لکھے تھے وہ صحیح نہ تھے، لیکن اس سے کیا ہوتا ہے " اصل بحث تو یہ ہے کہ کمیٹی نے ہمیشہ صرف روپیہ مانگا، حالانکہ وہ جانتی تھی کہ جس یونیورسٹی کا قوم کو متوقع بنا رہی ہے اسکے لئے صرف روپیہ کا جمع کرلینا ہی کافی نہیں ہے - کیا یہ سچ نہیں ہے کہ کانسٹیٹیوشن کی ترتیب میں برابر گورنمنٹ سے مشورہ کیا جاتا رہا، مسودات اسکے پاس بھیجے جاتے رہے، ایک ایک دفعہ کی نسبت گفت و شنید کے موقعہ پیش آئے، لیکن قوم سے صرف روپیہ ہی کا تعلق رکھا ؟ پھر کیا اسکا سبب یہی نہیں تھا کہ افشائے حال کے بعد چاندی سونے کی بارش رک جائیگی ؟ آپ فرماتے ہیں کہ ستمبر سے پہلے ستمبر میں عدم الحاق کا سوال اٹھایا گیا تھا، لیکن جس وقت دہلی کانفرنس میں آنریبل سر بٹلر کہہ رہے تھے کہ " روپیہ راجہ صاحب کے پاس جمع کرو اور یونیورسٹی لو ! " اس وقت تو کمیٹی کو معلوم ہو چکا تھا کہ صرف روپیہ ہی کافی نہیں ہے، پھر کیا قوم پر یہ ظاہر کیا گیا ؟ مالکم کیف تحکمون ؟ ستمبر کے بعد کئی بار لوگوں کے کانوں میں عدم الحاق کے مسئلہ کی بھنک پڑی، اور بعض اخبارات نے اس تذکرے کو چھیڑا بھی، لیکن صدای زر طلبی کے ہنگامے نے کبھی اسکو آگے بڑھنے نہیں دیا اور ہمیشہ کوشش کی گئی کہ اسکے متعلق کوئی صاف بات قوم کے سامنے نہ آجائے - تمام مسلمانوں کو گورنمنٹ کا شکر گذار ہونا چاہئے کہ اپنا فیصلہ سنا کر انکو ہشیار کردیا اور کمیٹی کو لیت و لعل کا موقعہ نہیں دیا، ورنہ (بقول آپ کے) یونیورسٹی تو موجودہ صورت سے بھی بدتر حالت میں کب کی لی جا چکی ہوتی -

لیکن یونیورسٹی کی تسلیم [illegible] صرف ۳۱ جولائی ہی کو

ہمارے دوست کی نظر کیوں ہے ؟ کیوں اسکی تخصیص و تحدید کا اس درجہ شدید اہتمام ہے کہ تمہید کی تصریح پر بھی قناعت نہ کر کے پھر اصل مضمون میں دوبارہ پیمایش کا فیتہ آپکے ہاتھ میں نظر آتا ہے اور اپنے دائرۂ بحث کیلئے ایک چھوٹا سا ٹکڑا ناپ کر بتلا دیتے ہیں کہ :

" پیشتر اس کے کہ ان امور سے بحث کیجاے اتنا عرض کردینا ضروری ہے کہ مجھے آنجناب کی تحریر کے کسی دوسرے حصے سے اسوقت بحث نہیں - جو کچھ جناب والا نے ۳۱ جولائی کی تحریر کے متعلق ارشاد فرمایا ہے اور جو کچھ نتایج اخذ کئے ہیں اسوقت وہی معرض بحث میں ہیں اور اگر آنجناب میری ناچیز تحریر کے متعلق کچھ ارقام فرمائیں تو امید ہے کہ اپنے آرٹیکل کے اسی حصے اور متذکرۂ بالا پانچوں امور کے متعلق بحث فرمائینگے "

تمام بحث کمیٹی کے اس طرز عمل پر ہے جس نے (یونیورسٹی) کے مسئلے کو خوف مصنوعی طریقے سے انجام دینا چاہا ' وہ ایک سلسلۂ مضمون ہے ' جسکے پیشتر بھی " بہت کچھ " لکھا جا چکا ہے ' اور اس سے ہمارے دوست کو " اختلاف " بھی ہے ؟ لیکن باوجود اسکے وہ اپنا پورا زور قلم و دماغ صرف اسی پر صرف کرتے ہیں کہ ۳۱ جولائی کو کمیٹی نے چٹھی شائع کردی تھی - کیا اسکا یہ مطلب تو نہیں ' کہ یونیورسٹی کی تمام بحث میں چونکہ صرف یہی پہلو خامہ فرسائی کیلئے ایک سہارا رکھتا تھا اسلئے اور پوری بحث کو تو غلط انداز نظر بھی نصیب نہ ہوئی مگر تمام غضب نگاہوں کیلئے اسی کو چن لیا گیا ؟

اگر قومی اعتراضوں میں سے صرف ایک ضعیف اعتراض ہی کو لیکر جواب دیجئے گا ' تو ضرور ہے کہ جواب کی تقویت کیلئے اعتراض کو بھی قوی دکھلانے کی کوشش کی جاے - ہمارے دوست نے بھی اپنے تئیں ایسی حالت میں چھوڑ دیا ہے کہ انکی نسبت اس کوشش کا گمان کیا جاسکتا ہے - وہ تمام بحث میں سے صرف ۳۱ جولائی کے الزام ہی پر خامہ فرسائی کی گنجایش دیکھتے ہیں ' اس لئے پوری بحث کی قوت کو اسی نقطے میں سمیٹنے کی کوشش فرمانے لگے ' مگر ہم تو اس کوشش کو زیادہ سودمند نہیں پاتے - اصل بحث صرف روپیہ کی طلب ' اور قوم کے سامنے رازداری کا حجاب مستور ڈالنا ہے -

یہ کیسی مفید بات ہوتی اگر ہمارے دوست چند سطروں میں ہمیں اس غلطی پر متنبہ کردیتے اور علیگڈھ گزٹ کا حوالہ دیکر باقی تمام وقت اصل مبحث پر صرف کرتے - اگر ایسا ہوتا تو شاید ہماری اصلی غلطی بھی ہم پر منکشف ہوجاتی اور بحث کا خاتمہ بھی ہوجاتا - جنگ و مناقشہ اور محض الزام و ادعا نہیں ' بلکہ پچھلے سفر کا ماتم اور آیندہ راہ کا تعین درپیش ہے - ہم بالکل سچ سچ عرض کرتے ہیں کہ اپنی اس غلطی کے علم کیلئے بھی آپکے شکر گذار ہیں ' مگر ساتھ ہی متاسف ہیں کہ یہ تنبیہ اصل بحث کیلئے بے اثر ہے ' اور جو گرہ پڑی تھی وہ ابتک نہیں کھلی -

آپ کہتے ہیں کہ آنریبل سر بٹلر کی چٹھی کوئی فیصلہ کن تحریر نہ تھی - اسکی نسبت گذشتہ اشاعت میں ہم عرض کرچکے ہیں ' مکرر ملتمس ہیں کہ ہمارے مقصد سے اتنا تجاہل تو نہ کیجئے - جن تصدیقات کی نسبت حق راے دہی کے اختیارات کو وزیر ہند نے محفوظ رکھا تھا یہ وہی تو ہیں جنکا استعمال آج آپکو ایسی جنس محبوب و مطلوب کی خریداری سے باز رکھتا ہے اور اس " کالاے بد " کو لوٹا دینے ہی کا فیصلہ کرلیا گیا ہے - ایسی حالت میں آپکا نہیں بلکہ آپکی اس قابلانہ وکالت کے موکلوں کا تو یہ فرض ضرور تھا کہ قوم کو صرف روپیہ دینے ہی کی دعوت نہ دیتے -

رہا (نواب وقار الملک) کا بھی روپیہ کے جمع کرنے پر زور دینا - تو انصاف کیجئے کہ زیر بحث مضمون میں انکو کس احتیاط سے مستثنی کیا گیا ہے اور جناب اس موقعہ پر کمیٹی کی عام صف میں انہیں کیونکر سمجھتے ہیں ؟ نواب صاحب قبلہ کی نسبت ہم نے جو کچھ لکھا تھا اسمیں انکی اس تحریر کی صداقت کا اعتراف کیا تھا جو کمیٹی کے اعلان سے پہلے انہوں نے شائع کی تھی اور جسکی اشاعت کے ساتھ ہی عمل میں گیا تھا کہ اب لوگ اپنی تھیلیوں کی بندش سخت کردینگے - ہمارا مقصود یہ تھا کہ وہ بالاخر متحمل نہوسکے ' اور اصل حقیقت سے پردہ اٹھادیا - افسوس ہے کہ جناب نے اسکی نسبت ایک حرف بھی نہیں کہا -

* * *

یہاں تک تو ہمارے دوست کی سنجیدہ بحث تھی ' لیکن اسکے علاوہ انکی دلچسپ تحریر میں بہت سے لطائف و ظرائف بھی ہیں اور اب سنجیدہ بحث سے اکتا کر ہمارا بھی جی چاہتا ہے کہ کچھ دیر کیلئے مزاح و ظرافت سے دفعۂ سخن کا مزہ بدلدیں -

۳۱ جولائی کی چٹھی شائع کرنے کے ذکر کے بعد فرماتے ہیں کہ - " امت مظلوم اور اسکے علماے معارف و کبار (کاہنان بنی اسرائیل) کو وحی شملہ کے متعلق شکایت کی مطلق گنجایش نہیں " ہمارے دوست نے " کاہنان بنی اسرائیل " کی تشبیہ خوب دی بیشک یہ وحی تو پیغام بران شملہ نے ضرور اپنی زبان امت تک پہنچادی تھی ' مگر فرض ابلاغ سے سبکدوش ہوتے میں اتنی جلدی نہ کہئے یہ اصلی مطالبہ تو شملہ کے (کوہ طور) کے آس پاس و جوار کا ہے جو بالآخر " لن ترانی " کی صداے ہوش افگن پر ختم ہوئی - امت کی ساری حیرانی اسمیں ہے کہ (کوہ سینا) کی چالیس راتوں کی جگہہ (کوہ شملہ) کی عبادت گذاری اور اطاعت شعاری میں اپنے چالیس سال بسر کردیے - پھر بھی " رب ارنی انظر الیک " کے جواب میں " ولکن انظر الی الجبل " ہی کا جواب ملا ! اب تو یہ حیرانی یہاں تک بڑھ گئی ہے کہ خود آپکی شریعت کے " علماے معارف و کبار " بھی اس ترانے پر وجد کر رہے ہیں -

عشق اگر مرد ست مردے تاب دیدار آورد
ورنہ چوں موسیٰ بسے آورد و بسیار آورد

" دس کرور " کی مردم شماری بھی آپ ہی لوگوں کے معرکۂ رقابت و مسابقت کی بتلائی ہوئی ہے - میری جانب تو اسے منسوب نہ کیجئے - آپ لوگ جب ہندوؤں کے مقابلے میں اپنی تعداد کو بڑھاکر زیادہ ملازمتیں یا کونسل میں نشستیں حاصل کرنا چاہتے ہیں تو

تیس قوموں کی تعداد کا بھی ایک اوسط لگا کر بے دریغ دس کروڑ تک اپنا وزن بڑھا لیتے ہیں -

اسکے بعد آپ پوچھتے ہیں کہ اگر یونیورسٹی قوم کو دھوکا دے رہی تھی تو اس وقت تم کہاں تھے ؟ بھائی ! کسی اعتراض کے جواب کیلئے یہ کوئی دلیل تو نہیں ہو سکتی، تعجب ہے کہ آپکے قلم سے یہ سطور نکلے - آپنے اس موقعہ پر (ہلال) کے صلح کو تو خوب دکھایا ' لیکن چند چیزیں شاید میرے لئے چھوڑدیں - اصل بات یہ ہے کہ یونیورسٹی کے ہنگامے کا اثر غلط ایسا ہوگیا تھا کہ اگر آداب بھی اکھاڑ دیتا تب بھی ناراضی سے بدست ہی بھاگنی پڑتی - آپکو خود معلوم ہے کہ میں اس وقت جبکہ یونیورسٹی کے اشارے پر جلد جلد چوٹیں پڑرہی تھیں، اب میں اور مجھہ میں بازھا اسکا تذکرہ آتا رہ ابھی میں نے اس کوئی وقعت نہیں دی - یعنا پبلک میں آواز بلند کرنا' نہ یہ اس وقت بالکل لاحاصل تھا - لوگوں کو اسقدر محو" اور مدہوش کر دیا گیا تھا کہ اس طرح کی صداؤں سے کوئی ہمدردی پیدا نہیں ہوسکتی تھی' بیچارے (شیخ غلام محمد) مرحوم نے چند اعتراضات کئے اور علی گڈہ گزٹ نے گالیاں دیں اور اسے جہل سادہ پر طلاداہ اچھے میں کہا کہ بیٹے جدھہ لاؤ' پھر اعتراض کرنا - (میر ممتاز علی) بار بار پوچھتے رہے کہ یونیورسٹی ہے کیا شے؟ مگر اسکے جواب نہیں دیا' اور جواب دینے کیونکر' جبکہ اصل مقصد کو ان صداؤں سے کوئی خلل نہیں پہنچتا تھا - (شیخ غلام محمد) مرحوم نے اسی زمانے میں مجھے لکھا تھا کہ یونیورسٹی کی نسبت کچھہ لکھو' مگر ہم نے لکھدیا کہ اس وقت لکھنے سے کوئی فائدہ نہیں ' تعجب نہیں کہ بہت جلد حالات خود متغیر ہو جائیں - ہمارا یہ خط دفتر وکیل میں اگر ڈھونڈھا جائے تو شاید اب بھی موجود ہو -

آپنے " آزادی کا بدرقہ ہل " اگر مقصد (ہلال) کا صلح بتانے کیلئے لکھا ہے تو اس روز عبارت سے خود بھی مزہ لیتا ہوں' لیکن اگر طعناً ہے تو مزاح سے الگ ہوکر مجھے کہنے دیجئے کہ آزادی اور آزاد بدانی کے درجے کو تو اپنی بساط سے بہت بلند سمجھتا ہوں - اس منزل تک پہنچنے کیلئے جن قربانیوں اور خود فروشیوں کی ضرورت ہے وہ ہر کس و ناکس کو نصیب نہیں ہوسکتیں - میرے دل میں تو ایک لمحہ کیلئے بھی اس دعوے کا خطرہ نہیں گذرا ' لیکن میری محرومی سے آزادی کی آواز دنیا سے معدوم نہیں ہوسکتی - اسکو مجھہ میں نہ ڈھونڈھیے ' البتہ اسکی آواز اٹھے تو کانوں کو بند بھی نہ کیجئے '

منکر نتوان گشت اگر دم زنم از عشق
این نشہ بمن گر نبود با دگرے ہست

آپ متعجب ہیں کہ " ظن المومنین خیرا " کی کیا یہی تعریف ہے کہ کمیٹی کو ایسے سخت الزام دیے جائیں ؟ لیکن آپنے اسپر غور نہیں کیا کہ آخر حسن ظن کی کوئی حد بھی تو ہونی چاہئے - برسوں مسلمانوں نے اپنے لیڈروں کے ساتھہ حسن ظن سے کام لیا لیکن اس حسن ظن کا جو نتیجہ نکلا' وہ آپکے دل میں اور میری زبان پر ہے - اب تو کچھہ دنوں سوء ظن ہی سے کام لیجئے دیکھئے - آپنے " سگ دنیا " کے لقب کی ٹوپی خود ہی اپنے سر اوڑھلی' حالانکہ جن سروں کیلئے قطع کی گئی تھی انکو

آپ مجھسے بہتر جانتے ہیں گو اب اس طرف اشارہ نہ کریں - حیران ہوں کہ آپکو کسی خیال میں اپنے سے مختلف نہیں پاتا لیکن پھر دیکھتا ہوں تو بہت دور ہوں - اصل بات یہ ہے کہ جام تو آپکے ہاتھہ میں بھی ہے مگر " فسق " کے الزام کیلئے میرا ہی وجود موزوں ہے :

لالہ ساغر گیر و نرگس مست و بر ما نام فسق !

آپ لوگ عقلمند ہیں - سب کچھہ جانتے ہیں' مگر بولتے ہیں تو مصلحت وقت' اقتضائے زمانہ' مصالح قومی' اور معانی زہر آلود مگر الفاظ شہد نما کے ساتھہ - لیکن ہم بد تمیز ہیں - بات کرنے کا سلیقہ نہیں - بد زبان اور بے لگام - جو دل میں آتا ہے بے سوچے سمجھے منہ سے نکال بیٹھتے ہیں - تمیز ہو تو زہر کھلا کر شہد کی داد لے لیں' سب کچھہ کہہ جائیں' مگر ہر دلعزیزی کو ٹھیس نہ لگے -

آگے چلکر ارشاد ہوا ہے کہ " سب و شتم کا طریقۂ اخبار نویسی گو دل خوش کن ہو مگر جنکے دو چار ہوتی ہے انکے لئے دلشکن ہے " لیکن یہ تو مجھے بھی معلوم ہے کہ یہ طریقہ انکے لئے دلخوش کن نہیں بلکہ دلشکن ہے' مگر تمام قوم کے دل ٹوٹے ہوئے ہیں ' اب ذرا جوڑ دیجئے کہ چند اشخاص کے دلوں کو بھی چوٹ لگے - اسکی زیادہ فکر نہ کیجئے - رہی اپکی شمولیت تو آپکو اس گروہ میں ہم شامل ہی کب کرتے ہیں -

آپنے " امت مظلومہ " کے مقابلہ میں " امت مجہول " کا مرادف توصیفی خوب ڈھونڈ نکالا' لیکن میں تو جس امت میں ہوں؛ الحمد للہ وہ مجہول نہیں بلکہ تیرہ سو برس سے مشہور و معروف ہے -

آخر میں جناب نے عنوان مضمون " نشۂ شام کی نصف شب " کی داد دی ہے' لیکن اب میں خود تو اس عنوان کو قابل داد نہیں سمجھتا' کیونکہ " نصف شب " کی جگہ " صبح خمار " نظروں کے سامنے دیکھہ رہا ہوں - البتہ " زلفش بہ کمر رسیدہ " کا مصرعہ جناب نے اچھا یاد دلا دیا ' اگرچہ یونیورسٹی کمیٹی کی رازداری کی زلف ابھی ہم شبی امر تک نہیں' بلکہ ابھی صبح تک کی جمع شدہ شدہ میں پھنسک رہی ہے -

---

جناب ممدوح نے الہلال کی پچھلی اشاعت کے مضمون کا جواب بھی بھیجدیا ہے' مگر افسوس ہے کہ اس نمبر کے تمام صفحے اسی بحث میں صرف ہوچکے ہیں - اب اور گنجائش نہیں' انشاء اللہ آئندہ نمبر میں درج کردی جائےگی -

---

ناموران جنگ طرابلس

نامور قہرمان مدافعۂ ملی

ادھم باشا کمانڈر طبروق

— * —

" اٹلی نے اسلام کا ایک چھوٹا سا افریقی علاقہ لینا چاہا تھا ' مگر فی الحقیقت اس نے اسلام کو سب کچھہ دیدیا " یہ پُر زور حملہ تھا ' جو (ادھم پاشا) نے (الحق) ازمیر کے نامہ نگار سے کہا -

انہوں نے کہا کہ " آپ غور کیجئے کہ یہ پہلی صدی ہم پر کیسی افسردہ گذری ؟ ہم جو دنیا سے اپنا ہی حالت نے ' اس تمام مدت میں صرف دبتے ہی رہے - جن سر زمینوں کو حامیان اسلام نے اپنی خون کی قیمت دیکر خریدا تھا ' وہ ہم نے عدوں کو ایک نگاہ مہر پر دیدی - ہمارے سپاہیانہ جذبات افسردہ ہوگئے تھے - ہمارا عالمگیر رشتۂ اتحاد ٹوٹ گیا تھا - وطنی جانفروشی اور ملی شرف و وقار کے تحفظ کا جوش جسمیں ہم ایک ہزار برس تک پالے تھے ' اب روز بروز ہم میں مفقود ہو رہا تھا ' طبیعتیں بجھہ گئی تھیں ' اور ہمتیں پست ہوگئی تھیں - کریمیا ' بلقونا ' اور یونان کے میدانوں میں ضرور ہمکو جانا پڑا ' لیکن وہ محض حکومت کے تحفظ کا سوال ' اور سپاہیوں کا افسروں کے حکم کی تعمیل کرنا تھا ' کوئی ملی جذبہ اور وطنی جوش نہ تھا ' لیکن (جنگ طرابلس) نے ظاہر ہوکر یکایک ہمکو بیدار کردیا ' یہ ایک خدا کا پیام تھا جسکی آواز سے کوئی کان غافل نہیں رہا - یہ ملی زندگی کی ایک آگ تھی ' جس نے بھڑک کر ہمارے ہر سرد جذبے میں حرارت پیدا کردی - اگر غافل قوموں کو ہشیار کرنے کیلئے جنگ و جدال ایسی ہی مفید شے ہے ' جیسی یہ جنگ طرابلس ؟ تو یقین کیجئے کہ میں اس پر جنگ کو ترجیح دینے سے نہیں شرماتا - خونریزی سے بڑھکر دنیا میں کوئی زندگی بخش شے نہیں - (اٹلی) کا حملہ ہمارے لئے ایک پیغام زندگی تھا ' اور اب جبکہ دنیا میں زندہ رہنے کی امید ہم کھوکر پھر پاچکے ہیں - آرزو کرتے ہیں کہ یہ جنگ کبھی بھی ختم نہو — "

پھر انہوں نے اپنی حالت کی طرف توجہ دلائی ' اور کہا :

" آپ دیکھتے ہیں کہ میری عمر ساٹھہ سال سے متجاوز ہے ' میرا وطن اصلی (حلب) ہے ' اور خالص عربی النسل ہوں ' ابتدا سے فوجی زندگی اختیار کی اور ساری جوانی اسمیں بسر کرکے اب پنشن لی تھی اور آخری ایام حیات وطن میں بسر کر رہا تھا ' لیکن جونہی اٹلی کے حملے کی خبر سنی ' بیقرار و مضطر ہو گیا -

حکومت کو خبر بھی نہ دی - ایک عام والنٹیر کی حیثیت سے چل نکلا - الحمد للہ کہ خدا نے میری سعی مشکور فرمائی ' اور سات ماہ تک خدمت وطن و ملت میں مصروف رہا - اب بھی اس سر زمین مقدس کو نہ چھوڑتا ' لیکن افسوس ہے کہ میرے پاؤں میں ایک سخت مرض پیدا ہو گیا ' میں نے دیکھا کہ اب میرا وجود وہاں پوری طرح مفید نہ ہوگا ' علاج کیلئے مصر آنا تھا ' اور اب (حلب) جا رہا ہوں - لیکن جب ضرورت ہوگی انشاء اللہ پھر میدان جہاد میں اپنے نفس حاضر کر دونگا - "

انصاف کیجئے کہ ایک پنشنر اور ساٹھہ سال کے بوڑھے سپاہی کیلئے ' جو اب اپنے اہل و عیال میں رہکر آخری ایام حیات بسر کرنا چاہتا ہو ' کونسی چیز تھی ' جس نے سب کچھہ چھڑاکر اسکو میدان جہاد میں پہنچا دیا ؟ کیا ایسے جذبات اشرف و اقدس ہمدو پہلے بھی نصیب ہوئے تھے ؟ معلوم کیا موقوف ہے ؟ اس وقت طرابلس میں جسقدر عثمانی مجاہدین موجود ہیں ' ان میں ایک بھی ایسا نہیں جسکو حکومت نے بھیجا ہو یا محض ملازمت اور فوجی فرض کے خیال نے پہنچایا ہو - سب کے سب والنٹیر ہیں جنہوں نے خود ہی اپنے نفس اس خدمت کیلئے منتخب کیا ' اور خود ہی تمام مصائب راہ گوارا کرکے وہاں تک پہنچ گئے - صرف فوجی زندگی کے عادی اشخاص ہی نہیں ہیں ' بلکہ تحقیق کیجئے کا تو ان میں بہت سے ارباب قلم نکلیں گے ' بہت سے مدرسوں کے حجروں میں بیٹھنے والے طالب علم ملینگے - پچاسوں ملکی عہدیدار ہونگے جو جنگ کی خبر سنتے ہی اپنی اپنی جگہ سے چل کھڑے ہوے اور آج ایک معجزہ نما فوجی گروہ کی صورت میں دنیا کو اپنے محیر العقول کارناموں سے مبہوت کر رہے ہیں -

ایسے موقعے قدرت ہمیشہ نہیں دیتی - یاد رکھئے کہ اگر اسلام کو ابھی دنیا میں زندہ رہنا ہے تو جنگ طرابلس اسکے نئے دور حیات کا دور پیدائش ہے "

[illegible] طرابلس

مصر اور قسطنطنیـــہ کي ڈاک کا خـلاصـــہ

— * —

حالات جنگ بدستور هیں ' مگر خاموشي بڑهتي جاتي ہے - چهوٹے چهوٹے بے اثر واقعات کے سوا کوئي اهم واقعہ سنئے میں نہیں آتا - بنغازي میں اٹالین کیمپ کا بڑا حصہ معدي امراض کي شدت سے هلاک هوچکا ہے - دوسري تمرد اور سرکشی کے واقعات سے کوئی دن خالی نہیں جاتا - (مصراطہ) کے قبضے کي خبر جو پچهلے دنوں روما سے شائع کي گئي تهي ' ویسي هي غلط تهي ' جیسي روما کي خبروں کو هونا چاهئے - اس هفتے کي عربي ڈاک سے معلوم هوتا ہے کہ (مصراطہ) کے متصل مجاهدین کي ایک طاقتور جماعت مقیم هوگئي ہے -

اٹالین درندوںکا غول ' جو شہر کے عربوں کو اپنے اندر لیے هوے جارها ہے ' تاکہ ساحلي میدانوں میں جمع کرکے گولیوں سے هلاک کردے

باقاعدہ طور پر تمام معاملات پر غور و بحث کرتي هیں - اور پهر پوري جمعیت خاطر کے ساتهہ انکو انجام دیتي هیں -

---

صلح کي افواهیں گذشتہ هفتوں میں اوڑتي رهي هیں - اب ریوٹر کي تار برقي ہے کہ عارضي طور پر بہ تعویق ملتوي هوگئي ' اسلئے کہ اٹلي نے بعض ایسي بحثیں چهیڑ دي هیں جن پر باب عالي کو غور کرنا پڑیگا ' تاهم سرکاري حلقوں میں وثوق کے ساتهہ یقین کیا جاتا ہے کہ قرار داد امید افزا ہے -

لیکن ترکي کا سرکاري حلقہ در اس سے بالکل منکر ہے -

روما کي خبریں ابتک بدستور ظاهر کر رهي هیں کہ دنیا کے تمسخر کي همیں خبر نہیں !

۵ - کي تار برقي میں بیان کیا گیا ہے کہ هم نے طرابلس پر طبروق کے ساحلي خط تک قبضہ کر کے لڑائي کا پہلا مرحلہ طے کر لیا ہے - اب حکومت کا ارادہ ہے کہ اندرون ملک کي جانب متوجہ هو ' اسلئے فوج کا ایک حصہ خاص طرابلس ' اور ایک حصہ سائرنیکا میں خود مختارانہ طور پر متعین کیا جاے‌گا -

اندرون ملک میں بڑهنے کا ارادہ آج هي نہیں بلکہ روز اول سے ہے ' لیکن جو نتائج اس ارادے کو ابتک نصیب هوے هیں ' وهي آیندہ بهي نصیب هونگے -

---

جنرل (کنیوا) کو اب بلا لیا جاےگا اور اسکي جگہ لفٹننٹ جنرل (ریگني) متعین کئے جائیں‌گے - اندرون ملک میں بڑهنے کي مہم شاید اب انکے هاتهوں انجام کو پہنچے ' مگر یہ اسي صورت میں ممکن ہے کہ جو جنگي جہاز ساحل طرابلس پر کهڑے هیں ' انکو کسي طرح ریگستان میں تیرا کر لیجانے کي ترکیب پیدا کي جاے -

---

براہ کرم خط و کتابت میں اپنا نام اور پتہ صاف صاف لکها کیجئے بہت سے خطوط بغیر تعمیل کے پڑے هیں کیونکہ انکا پتہ ٹهیک پڑها نہیں جاتا

منیجر

اٹالین کیمپ سے کبهي کبهي هوائي جہاز اوڑ کر تهوڑي دیر کیلئے فضا میں نمودار هوجاتے هیں ' مگر عثماني کیمپ میں جونهي انگلیاں اوٹهتي هیں ' معاً پرواز کا رخ عقب کي طرف هو جاتا ہے - ١۵ - اگست کو ایک هوائي جہاز نے چند گولونکے پهینکنے کی کوشش کي مگر عثماني کیمپ کي توپوں نے مہلت نہ دي -

---

(الحق) کا نامہ نگار درنہ سے لکهتا ہے : " عثماني کیمپ بدستور نہایت امن و سکون کی حالت میں ہے ' دشمنونکي بزدلي اور نامردي کا افسانہ کہتے کہتے هم تهک گئے ' اور اب اور کہاں تک بیان کریں ' حالت روز بروز بدتر هوتي جاتي ہے اور سمجهہ میں نہیں آتا کہ ایک قوم کیوں اپنے تئیں بیکار هلاک کرانے کیلئے اڑ گئي ہے ؟

غازي (انور پاشا) آجکل کي فرصت کو بالکل تعلیمي اور انتظامي تدبیرات میں صرف کر رهے هیں - معلوم هوتا ہے کہ صحراے افریقہ میں بیسویں صدي کي ایک باقاعدہ جمہوري حکومت قائم هوگئي ہے ' جسکا کوئي صیغہ بهي معطل نہیں ' اور (انور پاشا) اس جمہوریت کا پریسیڈنٹ ہے - انتظامي امور کي هر شاخ کیلئے عرب قبائل اور افسران عثماني کی مشترک مجلسیں قائم هیں جو بالکل

Printed & Published by Abul Kalam Azad, at The Hilal Electrical Printing Works, 7-1. McLeod Street, Calcutta.

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحکیم)

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad,

7-1, MacLeod street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی
احمد المکنیٰ بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ – ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۱۰ — کلکتہ : یکشنبہ ۱۵ سپٹمبر ۱۹۱۲ ع — جلد ۱

فہـــرس

تصـــاویـــر

اعتذار

اور

اطــــلاع

— * —

(۱) الهلال کی به لحاظ مضامین اس وقت تک جو کچھه حالت رهی' اسے گو آپنے نظر لطف و کرم سے دیکھا هو' مگر حقیقت یه هے که خود اس عاجز نے تو ابتک ایک نمبر کو بھی لائق اطمینان حالت میں نه پایا ' لیکن عرض نہیں کرسکتا که آجتک جتنے پرچے نکلے' وه کس عالم میں نکلے' اور کیسی حالت میں لکھے گئے ؟

(۲) گو حالات بدستور هے' مگر اب زیاده عرصے تک اس کوفت کو برداشت نہیں کرسکتا که پرچه نکالوں اور اپنے پیش نظر نمونے سے اسے ناقص پاؤں'

(۳) پس میرے بس کی جو باتیں هیں' انکے لئے اب مستعد هوگیا هوں - ایک بڑا نقص رسالے کے مضامین کی بے ترتیبی اور بے قاعدگی تھی - ضخامت کی قلت کی وجه سے ضروری تھا که مضامین پورے اختصار اور انتخاب کے ساتھه لکھے جائے ' ضروری اور مقدم باتوں کو چن لیا جاتا ' اور اتنی هی ضخامت کے اندر تمام ابواب و عنوان اپنی اپنی جگه پر قائم رکھے جاے ' لیکن ابتک ایسا نہوسکا ' پہلی بات: جو انشاء الله ۳۰ ستمبر کی اشاعت سے آپ دیکھیں گے' وه اس نقص کا انسداد هوگا -

(۴) ابتک جسقدر تصویریں نکلیں ' ایک هی موضوع یعنی طرابلس کے متعلق تھیں ' اینده اس دائرے کو وسعت دی جاے گی -

(۵) پریس کی دقتوں کی وجه سے پرچے کی اشاعت میں بھی تاخیر هو جاتی هے - اب انشـــاء الله یه شـــکایت بھی دور هوجاے گی -

(۶) ان نقایص کا علاج میں کر سکتا هوں ' اور کرونگا ' لیکن افسوس که نقص اصلی یعنی قلت ضخامت و تصاویر کا علاج میرے بس کا نہیں هے - اگر ناظرین چاهیں تو ایک ماه کے اندر دفتر کو طیار کردیسکتے هیں که کم از کم ڈیوڑ هی ضخامت کے ساتھه الهلال شائع هوا کرے والامر بیده سبحانه وتعالیٰ -

[ایـــڈیٹـــر]

مسلم یونیورسٹی کمیٹی

— * —

میری وفا کی داد ' نہ جرم عدو سے بحث '
کیا خوبیاں ہیں میرے ہی غافل شمار میں !

جناب مسٹر محمد علی نے پہلی ستمبر کا الہلال دیکھنے کے بعد جو دوسری مراسلہ بھیجی تھی ' وہ آج کسی دوسری جگہ درج کی جاتی ہے -

(۱) میں نے پہلی ستمبر کی اشاعت میں آپکی نسبت جو الفاظ لکھے تھے ' تعجب ہے کہ آپ انکو " شاعرانہ مدح و ستائش " سے تعبیر کرتے ہیں ' اور پھر لطف یہ ہے کہ اسکو سنجیدہ لہجے میں فرماتے ہیں اور ایک ایسے سم آلود قلم کی طرف " شاعرانہ مداحی " منسوب کرتے ہوئے آپکو ہنسی نہیں آتی ' جسکے " سب و شتم " سے ایک زمانہ نالاں ہے !

لیکن معاف کیجئے گا - جن اوصاف سے یہاں آپکو بطور " امر واقعہ " کے انکار ہے ' یہ تو وہی اوصاف ہیں ' جنکا چند سطر کے بعد خود آپکو بھی بجا طور پر ادعا ہے - میں نے آپکی نسبت لکھا تھا کہ " ان میں جوش اور ارادی ' دونوں ہیں " یا کمتروں کے سر بر آوردہ ممبروں کی نسبت " کامزید اظہار حق میں بے پروا ہے " - آپ اپنی تحریر کی تمہید میں فرماتے " شاعرانہ مدح و ستائش " سے تعبیر کرتے ہیں ' لیکن دوسرے پیرے میں خود ہی لکھتے ہیں کہ " الحمد اللہ ' اس وقت تک میں اصول صداقت کے خلاف عمل کرنے کا مجرم نہیں ہوا " ذرا مجھے سمجھا دیجئے کہ دونوں بیانوں میں کیا فرق ہے ؟ آپ خود اپنی نسبت جو کچھ فرمائیں ' وہ تو مورخانہ اظہار واقعہ ہو ' اور میں وہی وصف آپکی طرف منسوب کروں تو شاعرانہ مداحی ہو جائے ' ان ھذا لشی عجاب !

مجھے آپسے شکایت ہے کہ آپ نے " شاعرانہ مداحی " کو میری طرف منسوب کیا ' جسکو اپنے عقیدت میں ایک مسلمان کیلیے سب سے بڑی معصیت سمجھتا ہوں ' حالانکہ آپکے پاس الفاظ کی کمی نہ تھی -

(۲) ۳۱ - اور ۱۳ - جولائی کی بحث چلی ہی جاتی ہے - مجھکو تو اسکا خیال بھی نہیں ہوا ' اور آپ اسے کہاں لیجاکر دیکھتے ہیں ؟ آپکی پچھلی مراسلت میں اسکا ذکر تھا ' لیکن یہ سمجھکر کہ اصل بحث پر کوئی اثر نہیں پڑتا ' میں نے اس سے بالکل تعرض نہیں کیا - اب ۲۵ - اگست کے الہلال کو اٹھاکر دیکھتا ہوں تو اصل نوٹ میں تو ۳۱ - جولائی کی تاریخ درج ہے (نمبر ۷ صفحہ ۳ - کالم ۲ -) لیکن اس کی سرخی میں ۳۱ - کی جگہ ۱۳ - ہے - معلوم ہوتا ہے کہ کمپوزیٹر نے ۳۱ - کی جگہ سرخی میں ۱۳ - کمپوز کردینے کی غلطی کی ' جو انکی عادت مستمرہ بلکہ طبیعت ثانیہ ہے - عبارت کی غلطی فوراً محسوس ہو جاتی ہے ' مگر اسطرح کی غلطیوں کا بغیر مقابلۂ اصل و تحقیق پتہ لگ نہیں سکتا ' مصحح صاحب کی نظر بھی نہیں پڑی ' اور جب چھپ گئی ' تو خود میں بھی اسی کو صحیح سمجھتا رہا - تاہم اب اس بارے میں زیادہ لکھنے کی ضرورت نہیں ' آپ دہلی جا رہے ہیں ' اور پریس کی مشکلات سے سابقہ پڑنے والا ہے ' خوش ہوں کہ انشاء اللہ بہت جلد ۳۱ - اور ۱۳ - کے اختلاف کی علت آپ پر منکشف ہو جائے گی -

(۳) آپنے میری طرف " غلط بیانی " کو بھی منسوب کیا ہے - اگر غلط بیانی کے مفہوم میں عمد اور نیت بھی داخل ہے تو اپنی نسبت ایسا کہہ سکتا ہوں کہ میں جھوٹ نہیں بولتا - شاید اس لفظ کے لکھنے میں بھی اپنے جلدی کی - واللہ یعلم خائنۃ الاعین وما تخفی الصدور ' واللہ علی ما اقول شہید - جو شخص اپنے خدا سے اسقدر بے پروا ہو ' کہ مصالح ملی اور خدمت قومی کے مباحث میں " غلط بیانی " کرنے سے نہ شرمائے ' میں اسکی شقاوت کو (ابو جہل) اور (مسیلمہ) کی شقاوت سے کم نہیں سمجھتا - جس دن میرے دل میں اسکا خطرہ بھی گذرنے والا ہو (تمام انسانوں سے خواستگار امین ہوں) کہ اس دن سے پہلے خداے منتقم و قہار مجھکو دنیا سے اٹھالے -

و یرحم اللہ عبداً ' قال امینا

(۴) " آپنے بغیر میری تحریر چھاپے اسپر جرح و تعدیل کیوں شروع کردی ؟ "

یہ بھی صحیح نہیں - آپسے غالباً بدھ کی شام کو گفتگو ہوئی تھی ' اس وقت تک اخبار کا پہلا جز مقصدہ مکمل ہوچکا تھا اور صرف (شذرات) کے صفحے اور آخر کے چار صفحے باقی تھے - آپنے مراسلت کا مسودہ دکھلا کر کہا تھا کہ کل تک بھیجدونگا میں نے خیال کیا کہ اسکے لیے آخری صفحات میں دو کالم نکل آئینگے ' ابتدائی صفحات میں جواب درج کردیا جائے - مراسلت کا مقصود معلوم تھا ' یہ فرض کرکے کہ آپکی مراسلت کل آجائے گی اور درج ہو جائے گی ' اخبار کے کام کو جاری رکھنے کیلیے اسی دن شام کو مضمون لکھکر پریس میں دیدیا ' لیکن آپکی مراسلت جمعہ کی رات کو ملی اور پھر اسقدر مبسوط ' کہ اسکے لئے کئی صفحے مطلوب تھے - مجبوراً درج ہونے سے رہگئی -

(۵) پھر میں نے جو کچھ لکھا ' صرف اسی امر کی نسبت لکھا ' جسکو آپ مراسلت میں لکھنے والے تھے ' اور یہ کوئی پرائیویٹ گفتگو نہ تھی اور نہ اسکا حوالہ دینا فرض اخبار نویسی کے خلاف ہو سکتا ہے اگر میں نے کسی ایسی بات کا تذکرہ کیا ہوتا جسکو آپ مراسلت میں درج نہ کرچکے ہوتے تو آپکی شکایت درست ہو سکتی - ۳۱ جولائی کی چٹھی کی اشاعت و عدم اشاعت کی نسبت اپنے جو کچھ کہا ' یہ وہی تھا جو مراسلت میں علانیہ آپ لکھ چکے ہیں - اگر مجھکو پرائیویٹ صحبتوں کی باتوں کو لکھنا ہوتا ' تو آپکی اور میری اس دو سال کی ہر دوسرے اور تیسرے دن کی صحبتوں میں سیکڑوں باتیں ہر طرح کے معاملات پر ہوچکی ہیں اور ہر شخص سے ہوتی ہیں - لیکن پبلک میں لکھنے اور بولنے کیلئے تو صرف پبلک تحریرات ہی کارآمد ہیں ' اور مطمئن رہیں کہ اس اصول سے بے خبر نہیں -

(۶) ایک چوتھائی صدی سے زیادہ عرصے تک مسلمانوں نے اپنے رہنماؤں پر تمام کام چھوڑ دیے ' اپنا فرض صرف یہ سمجھا کہ جسقدر روپئے کی ضرورت ہو مہیا کردیں ' قوی سے قوی اعتقاد اور محکم سے محکم اعتماد جو کوئی جماعت اپنے پیشواؤں پر کرسکتی ہے ' اس سے کوئی انکار نہیں کرسکتا - کہ مسلمانوں نے اپنے پیشواؤں پر کیا - مسلمانوں کو صدیوں کی تقلید اور استبداد نے پیشتر ہی سے اسکا عادی بنا دیا تھا ' فرق صرف اتنا ہوا کہ پہلے ہر بڑی پگڑی اور ہر طویل الذیل جبے کی پرستش کرتے تھے ' اب فراک کوٹ اور ترکش کیپ کی بھی پوجا شروع کردی - لیکن الحمد للہ کہ اب لوگوں کی آنکھیں کھلی ہیں ' اور سمجھنے لگے ہیں کہ قوم کو لیڈروں ہی پر سب کچھہ چھوڑ دینا نہیں چاہیے - جو لوگ ابتک قوم کے تمام کاروبار کو اپنی آبائی وراثت سمجھتے تھے اور اسلئے چند شریک جائداد وارثوں کے سوا اور کسی شخص کیلیے حق مداخلت تسلیم نہیں کرتے تھے ! اب وہ دیکھتے ہیں ' تو مطالبات کا ہجوم ہر طرف سے بڑھ رہا ہے ' اور پہلی مرتبہ مسلمانوں میں طبقۂ خواص کے مقابلہ میں عام پبلک نے اپنے تئیں نمایاں کیا ہے پس بہتر ہے کہ یہ وقت فیصلہ کن ہو ' اور اگر فیصلہ کن نہیں ہے ' تو فیصلہ کن بنایا جاے - اب اپنے تئیں زمانے کی مرضی پر نہیں چھوڑ دینا چاہئے - تغیرات کی حرکت کسی متنزل قوم کو ہمیشہ نصیب نہیں ہوتی - جو حرکت اس وقت پیدا ہوگئی ہے ' اگر وہ ضائع کردی گئی ' تو پھر ایک بہترین فرصت کے کھودینے کا ہمارے لئے ماتم ہوگا - مقدم امر یہ ہے کہ پچھلے حساب کی غلطیاں صاف کردی جائیں - جب تک یہ نہوگا ' آئندہ کیلئے آپ کوئی صحیح میزان نہیں لگا سکتے - آج جسقدر صاحبان امر و اقتدار قوم میں موجود ہیں ' ان میں سے ہر شخص کی اصلی صورت قوم کے سامنے آجانی چاہئے - تاکہ ماضی کے تجارب سے مستقبل کی درستگی میں مدد لی جاسکے اور قوم فیصلہ کرسکے کہ آئندہ کسی پر اعتماد کرنا چاہئے ' اور کون واقعی اصلی عزت کا مستحق ہے ؟

اسی بنا پر میں نے ۲۵ اگست کی اشاعت میں اپنے دوست سے چند سوالات کیے تھے - ناظرین براہ عنایت ان سوالات کو اس موقعہ پر پیش نظر رکھہ لیں -

ان سوالوں سے مقصود یہ تھا کہ یونیورسٹی کا مسئلہ قومی خدمات کیلیے ایک اچھی آزمائش تھی ' قوم کو اب معلوم ہوجانا چاہئے کہ کون کون لوگ اس آزمائش میں ٹھیک اترے ؟ اور کن کن لوگوں نے گورنمنٹ کے مطالبات کو قوم کی مطالبات پر ترجیح دی ؟ اور یہ بھی ممکن ہے کہ ایک واقف حال مگر بے لاگ قلم کروڑوں نفوس ملت کی خاطر چند مخصوص افراد خواص کی پروا نہ کرے اور اصلیت سے پردا اٹھادے :

یہ کہکے رخنے ڈالدے انکی نقاب میں
اچھے برے کا حال کھلے کیا حجاب میں

میں جانتا تھا کہ عجائب کاروبار انسانی میں ایک مقام وہ بھی ہے جہاں مدح پسند انسان اپنی برائی سن لینا تو گوارا کرلے سکتا ہے ' مگر دوسرے لوگونکی نسبت اسکی زبان نہیں کھل سکتی - اور پھر یہ بھی ضرور نہیں کہ اگر ایک شخص عقل و ہوش کھو کر مفت میں سارے جہان کو اپنا دشمن بنا لے ' تو اور صاحبان دانش و ہوشمندی بھی اپنی ہر دلعزیزی کو تاراج نادانی کریں - تاہم جی میں آیا کہ :

غلط سہی اثر آہ و نالہ ' پر ناظم
رہے نہ دل میں ہوس ' آؤ یہ بھی کر دیکھو

میرے دوست نے جن سطروں میں میرے سوالوں کا جواب دیا ہے ' اسے معلوم ہوتا ہے کہ ارزو مند ان سوال کیلئے شاید محرومی نہ ہوتی ' مگر کیا کیجیے کہ " طعن اقربا " اور " شکوۂ رقیب " کا خیال اجازت نہیں دیتا - جبرا میرے چپ کرانے کیلئے تو شاید یہ جواب سب سے کام دیجاے ' مگر حکیم (مومن خان) تو تسلیم نہیں کرتے :

کسسے گلے رقیب کے کیا طعن اقربا
تیرا ہی جی نہ چاہے تو باتیں ہزار ہیں

آپ میرے سوالات کو " اہالیان کمیٹی کی دیانات کے متعلق اخبارات میں مضمون نویسی " سے تعبیر کرتے ہیں اور پھر اسکو سب سے زیادہ " بے ہودہ مشغلہ " قرار دیتے ہیں ' مگر یقین کیجیے کہ یہ ایک نہایت خطرناک اخلاقی غلطی ہے ' جس نے اسلام کے احتساب عمومی کی روح اور اعلان حق و صداقت کی قوت کو غارت کردیا ہے - نہیں معلوم کیسا منحوس وقت تھا جب (بنی امیہ) نے (خدا انسے انصاف کرے) اسلام میں اس غلطی کی بنیاد ڈالی اور پھر یہ اسطرح جسم امت میں سرایت کرگئی کہ آج تک ہمارے جسم میں " مرض الی دم " کے ساتھہ موجود ہے - یہ کس اخلاق کا فتوا ہے کہ تعین و تشخص یا آجکل کی اصطلاح میں " ذاتی بحث " ہر حال میں جائز نہیں ؟ بیشک ذاتی اغراض کیلئے ایک دوسرے کی برائی کرنا ممنوع ہے ' اور عام برائیوں کے انسداد کی اولین تدبیر یہ ہے کہ بغیر تعین عام طور پر برائیوں کو برا کہا جاے - لیکن جب اسی معاملے میں جماعت اور افراد کا مقابلہ ہو جاے ' تو اس وقت جماعت کے فوائد کیلئے چند افراد کے اعمال پر بحث کرنا ذاتی بحث نہیں ' بلکہ صحیح طور پر جماعتی فوائد کی بحث ہے ' اور بعض حالتوں میں اخلاقاً و دیناً فرائض انسانی میں داخل - پھر اسپر بھی غور کیجیے کہ آپ پبلک زندگی کی نکتہ چینی کو " ذاتیات کی بحث " سے تعبیر کرنے کی کیسی تعجب انگیز غلطی کر رہے ہیں - جو لوگ اپنی پرائیویٹ زندگی سے نکلکر خود ہی پبلک زندگی میں آگئے ہیں ' انہوں نے ایسا کرکے خود ہمیں دعوت دی ہے کہ انکے ہر عمل اور ہر فعل کا تجسس کریں ' انکی زندگی اب " ذاتی " کب رہی ' وہ تو اب قوم کیلیے ' اور اسلیے قوم کی ہوگئی - آپ جب تک اپنے گھر میں ہیں ' کسی کو آپسے بحث نہیں ' لیکن جب آپ بازار میں آکر کھڑے ہوگئے تو ہر شخص آپکو گھورے گا - آپنے خود اپنے تئیں نمایش گاہ میں رکھدیا ہے ' اب تو ہم آپکو کسی طرح نہیں چھوڑ سکتے ' آپکی ایک ایک حرکت کی نگرانی کریں گے ' آپکے ہر حسن و قبح پر

نہ تامل رائے دیں گے' آپکي خوبیوں اور برائیوں کو جانچیں گے - اور آپکا نام رائے زني کرنے کیلیے ھماري زبانوں پر چڑھجائے گا - یہ عجیب بات ہے کہ کچھہ لوگ گھروں کے دروازے بند کرکے بازار کے لین دین کا فیصلہ کریں' اور اگر بازار والے تجسس کریں تو کہا جائے کہ یہ گھر کے اندر کے معاملات یعنی " دانیات " ھیں - آپسے کوئي نہیں پوچھتا کہ آپنے آج اپنے نوکرکو کیوں جھڑکي دي' اور بلا قصور اپنے کسي عزیز کے کیوں طمانچہ مارا؟ لیکن ھماري قسمتوں کا فیصلہ کرنے بیٹھیے گا تو ھم ضرور تجسس کرینگے کہ اندر بیٹھے ہوئے کیا کر رہے ھیں -

جو شخص پیشوائي اور رہنمائي کي زندگي اختیار کرتا ہے اسکي زندگي کا کوئي حصہ پرائیوٹ نہیں ہوسکتا' اور اگر اسکي زندگي میں کوئي راز ہو تو وہ پیشوائي کا اہل نہیں - وہ جو کچھہ گھر کے اندر کرتا ہے اس سے بھي بحث کرنے کا پبلک کو حق حاصل ہے -

خیر یہ تو پھر اصولي بحث چھڑ گئي - موجودہ حالت میں تو میں نے اپنے دوست سے جو سوالات کیے تھے' وہ انکے دور کے نہ تھے - ان میں کسي شخص کے ذاتي کاروبار کي نسبت سوال نہ تھا' بلکہ اس نے جو کچھہ قوم کیلئے کیا ہے' اسکي نسبت پوچھا گیا تھا - یہ نہیں پوچھا تھا کہ ممبران کمیٹي اپنے گھروں میں کیا کرتے ھیں؟ بلکہ پوچھا تھا کہ شملہ میں بیٹھکر کیا کیا کرتے تھے؟ لیکن میرے دوست کي رائے میں یہ بھي دانیات کي بحث ہے' نیز سب سے زیادہ بے ہودہ مشغلہ! خیر! یہاں تک مضائقہ نہیں' مگر آگے چلکر فرماتے ھیں کہ اس سے " نہ خدا خوش اور نہ قوم کا کوئي مفاد " آپنے دو فریقوں کا تو ذکر کیا' مگر ایک تیسرے فریق یعنی لفٹننٹ گورنر کو چھوڑ دیا' حالانکہ:

ھمیں ورق کہ سیہ گشتہ' مدعا اینجاست

خدا کي خوشنودي و عدم خوشنودگي کا ذکر تو جانے ھي دیجئے' ھماري روزمرہ کي بول چال میں یہ ایک ایسا عام جملہ ہوگیا ہے جو زبان و قلم سے نکل جاتا ہے' مگر دل کو خبر بھي نہیں ہوتي کہ کیسي عظیم الشان بات منہ سے نکل رہی ہے؟ اسکي رضا کي تو ھمیں اتني فکر بھي نہیں' جتني اپنے کسي خوش پوشاک دوست کے چوبدار کي ہوتي ہے - اگر کہوں کہ اسکي رضا جوئي کي تو پہلي شرط الحب في اللہ والبغض في اللہ [خدا کي راہ میں دوستي اور خدا کي راہ میں دشمني] کي مرہبانی ہے' تو مجھے یقین کرنا چاہئے کہ میں اس دور عقل و دانش میں پاگل ہوگیا ہوں' یا کم از کم دماغ اتنا تو ضرور بیمار ہے کہ " اس سے کسي بحث کا صاف ہونا محال ہے "

بہر حال خدا کي رضامندي کی زیادہ فکر نہ کیجئے' رہا قوم کا مفاد' تو آپ اور ھم' دونوں الگ ہوئے جاتے ھیں' قوم ھي کو فیصلہ کرنے دیجئے کہ ان سوالوں کے صاف ہو جانے میں اسکا مفاد تھا' یا انکے ٹالدینے میں؟ اسکا تاریکي میں رہنا اسکے لیے بہتر ہے' یا روشني میں آجانا؟ وھل یستوي الظلمات والنور؟ وھل یستوي الاعمی والبصیر؟

ایک لحاظ سے دیکھا جائے تو گو آپنے بظاہر جواب دینے سے اغماض کیا ہے' مگر اچھي طرح کان لگا کر سنتے ھیں تو اغماض کي زبان پنہان بھي کچھہ کہنا چاھتي ہے - آپ لکھتے ھیں کہ " جو صداقت بے محل اور دل شکن ہو' راستي فتنہ انگیز کے ذیل میں شمار کي جاتي ہے " دراصل آپنے یہ جملہ کہکر ھمیں سبھي کچھہ بتلا دیا - اس سے معلوم ہوگیا کہ:

(الف) " راستي فتنہ انگیز " کے قانون کے واضع کا بتلایا ہوا ایک اور اصول بھي ہے کہ " اندا کہ حساب پاکست از محاسبہ چہ باک " اس اصول کي بنا پر معلوم ہوگیا کہ یہ سوالات جن حضرات کے حساب و کتاب کو جانچنا چاھتے ھیں' انکو اپنا حساب دینے میں ضرور " باک " ہے اور اسي لئے میرے دوست نہیں چاھتے کہ ان حضرات کا بھي کھاتا دکان کے مقفل صندوق سے باہر نکالا جائے -

(ب) ان سوالات کے جواب میں ھمارے دوست کو بعض ایسي باتیں کہني پڑینگي' جو ھیں تو " صداقت " میں داخل' لیکن ساتھہ ھي جن حضرات کي نسبت کہي جاینگي' انکے لیے دلشکن بھي ہونگي - اور یہ بالکل قدرتي ہے - ایک شخص کے محاسن بیان کیے جائیں گے تو خوش ہوگا اور عیوب کھولیے گا تو چیں بجبیں ہوگا -

(ج) نیز جو کچھہ جواب دیا جائے گا' اسمیں ایسي " راستي " ہوگی جس سے ھمارے دوست کو کسي فتنے کے پیدا ہوجانے کا خوف ہے' اور في الحقیقت ایک برسونکي قابض اور خود مختار جماعت کے طرف سے قوم کا بدظن اور مایوس ہوجانا ایک بڑا فتنہ ہے -

(د) اور سب سے آخر یہ کہ ممبران کمیٹي میں کچھہ لوگ ایسے ھیں' جنکے کام علانیہ پبلک میں لانے کے قابل نہیں' اور ان میں فتنہ انگیزي اور ناراضگي کے پیدا ہو جانے کي گنجایش ہے' مگر دنیا کا ایسا خیال ہے کہ سچے کام کرنے والونکي زندگي میں کوئي راز نہیں ہونا چاہئے -

میرے تمام مضمون کا ماحصل یہ سوالات ھي ہیں' مگر میرے دوست " بے ہودہ مشغلہ " کہکر اس تیزي سے آگے نکل گئے ھیں' گویا یہ بھي " جولائي کے دسمبر سے پہلے آنے کا " مسئلہ ہے' جسکے لئے کسي بحث و نظر کي ضرورت ھي نہیں - اگر وہ تیزي سے راہ گذر سکتے ھیں' تو میرا ھاتھہ بھي کوتاہ نہیں:

گر تو دامن بکشي دست کسے کوتہ نیست

چاہوں تو دامن کو چھو سکتا ہوں' لیکن مجھہ سے بچکر جہاں جانا چاھتے ھیں' وہ راہ بھي شاید پیچ و خم کھاکر مجھي سے ملجانے والي ہے' اسلئے انکے سفر میں خلل ڈالنا نہیں چاھتا - اور خوش ہوں کہ ایک " غلط بیان " اور " ناقابل بحث دماغ " سے الگ رہکر بھي - الحمد للہ کہ وہ اسکے ساتھہ ھي ھیں - یہ اپني اپني بصیرت اور سمجھہ ہے' عجب نہیں کہ انہوں نے مقصود تک پہنچنے کیلئے جو راہ اختیار کي ہے' وھي زیادہ پرامن اور کامیاب ہو - باہر بیٹھکر نکتہ چیني کردینا آسان ہے' مگر کام میں شریک ہوکر درستگي کي سعي کرنا مشکل ہے -

الہلال

۱۰ ستمبر ۱۹۱۲

عید الفطر

عید آمد و افزود غم را غم دیگر
ماتم زدہ را عید بود ماتم دیگر

دنیا کی ہر قوم کیلئے سال بھر میں دو چار دن ایسے ضرور آتے ہیں' جنکو وہ اپنے کسی قومی جشن کی یادگار سمجھکر عزیز رکھتی ہے' اور قوم کے ہر فرد کیلئے انکا ورود عیش و نشاط کا دروازہ کھولدیتا ہے۔

مسلمانوں کا جشن اور ماتم' خوشی اور غم' مرنا اور جینا : جو کچھ تھا خدا کیلئے تھا :

قل ان صلاتي ونسكي ومحياي ومماتي لله رب العالمين' لا شريك له' وبذالك امرت وانا اول المسلمين (۶ : ۱۶۲)

کہدے کہ میری نماز' میری تمام عبادت' میرا مرنا' میرا جینا' جو کچھ ہے اللہ کیلئے ہے' جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے اور جسکا کوئی شریک نہیں - مجھکو ایسا ہی حکم دیا گیا ہے' اور میں مسلمانوں میں پہلا مسلمان ہوں -

اورونکا جشن و نشاط لذائذ دنیوی کے حصول اور انسانی خواہشوں کی کامجوئیوں میں تھا' مگر انکے ارادے مشیت الٰہی کے ماتحت' اور خواہشیں رضائے الٰہی کی محکوم تھیں - انکے لئے سب سے بڑا ماتم یہ تھا کہ دل اُسکی یاد سے غافل' اور زبان اسکے ذکر سے محروم ہو جائے' اور سب سے بڑا جشن یہ تھا کہ سر اسکی طاعت میں جھکے ہوے اور زبان اسکی حمد و تقدیس سے لذت یاب ہو

انما يومن بآياتنا الذين اذا ذكروا بها' خروا سجداً وسبحوا بحمد ربهم وهم لا يستكبرون' تتجافي جنوبهم عن المضاجع' يدعون ربهم خوفاً وطمعا (۳۲ : ۱۶)

ہماری آیتوں پر وہ لوگ ایمان لاتے ہیں' کہ جب انکو وہ یاد دلائی جاتی ہیں' تو سجدے میں گر پڑتے ہیں' اور اپنے پروردگار کی حمد و ثنا کے ساتھہ تسبیح و تقدیس کرتے ہیں' اور وہ کسی طرح کا تکبر اور بڑائی نہیں کرتے - رات کو جب سوتے ہیں تو انکے پہلو بستروں سے آشنا نہیں ہوتے اور امید و بیم کے عالم میں کروٹیں لیکر اپنے پروردگار سے دعائیں مانگتے رہتے ہیں -

انکو پیشگاہ الٰہی سے طاعت و شکرگذاری کے جشن کیلئے دو دن ملے تھے - پہلا دن (عید الفطر) کا تھا - یہ اُس ماہ مقدس کے اختتام اور افضال الٰہی کے دور جدید کے ابتدائی یوم کا جشن تھا' جسمیں سب سے پہلے خدا تعالیٰ نے اپنے کلام سے انکو مخاطب فرمایا :

شهر رمضان الذي انزل فيه القرآن (۲ : ۱۸۱)

رمضان کا مہینہ' جسمیں قرآن کریم اول اول نازل کیا گیا -

اسی مہینے کے آخری عشرے میں سب سے پہلے انہیں وہ نور ہدایت اور کتاب مبین دی گئی' جس نے انسانی معتقدات و اعمال کی تمام ظلمتوں کو دور کیا اور ایک روشن اور سیدھی راہ دنیا کے آگے کھولدی

قد جاءكم من الله نور وكتاب مبين يهدي به الله من اتبع رضوانه سبل السلام (۵ : ۱۸)

بیشک ! خدا کی طرف سے تمہارے پاس (قرآن) ایک روشنی اور کھلی کھلی ہدایت بخشنے والی کتاب بھیجی گئی - اللہ اسکے ذریعے اپنی رضا چاہنے والوں کو سلامتی کی راہوں پر ہدایت کرتا ہے -

انسانی ضمیر کی روشنی' جذبہ ظلمت ضلالت سے چھپ گئی تھی' فطرت کے حسن اصلی پر جب انسان نے بد اعمالیوں کے پردے ڈالدیے تھے' قوانین الٰہی کا احترام دنیا سے اٹھہ گیا تھا' اور طغیان و سرکشی کے سیلاب میں خدا کے رسولوں کی بنائی ہوئی عمارتیں بہہ رہی تھیں —

ظهر الفساد في البر والبحر بما كسبت ايدي الناس (۳۰ : ۴۰)

خشکی اور تری' دونوں میں انسانوں کے اعمال بد کی وجہ سے فساد پھیل گیا -

اُس وقت یہ پیغام صداقت دنیا کیلئے نجات اور ہدایت کی ایک بشارت بنکر آیا' اس نے جہل و باطل پرستی کی تباہی سے دنیا کو دائمی نجات دلائی' اصول و تعالیم الٰہیہ نے فنا و ثبات کا مردہ سنایا' نئی عمارت گو خود نہیں بنائی مگر پرانی عمارتوں کو ہمیشہ کیلئے مضبوط کردیا - نئی تعلیم گو نہیں لایا' لیکن پرانی تعلیموں میں بقائے دوام کی روح پھونکدی - مختصر یہ ہے کہ فطرۃ اور نوامیس فطرۃ کی گم شدہ حکومت پھر قائم ہوگئی

فطرة الله التي فطر الناس عليها لا تبديل لخلق الله ذالك الدين القيم ولكن اكثر الناس لا يعلمون (۳۰ : ۲۹)

یہ خدا کی بنائی ہوئی سرشت ہے جسپر خدا نے انسان کو پیدا کیا ہے - خدا کی بنائی ہوئی بناوٹ میں رد و بدل نہیں ہو سکتا' یہی (راہ فطرت) دین کا سیدھا راستہ ہے' مگر اکثر آدمی ہیں جو نہیں سمجھتے -

یہی مہینہ تھا' جسمیں دنیا کے روحانی نظام پر ایک عظیم الشان انقلاب طاری ہوا' اسی مہینے میں وہ عجیب و غریب رات آئی تھی' جس نے اِس انقلاب عظیم کا ہمیشہ کیلئے ایک اندازہ معین کرکے فیصلہ کردیا تھا' اور اسی لئے وہ (لیلۃ القدر) تھی' اسکی نسبت فرمایا کہ وہ گذشتہ رسولوں کی عبادتوں کے ہزار مہینوں سے افضل ہے' کیونکہ اُن مہینوں کے اندر دنیا کو جو کچھ دیا گیا تھا' وہ سب کچھ مع خدا کی نئی نعمتوں اور عطا کردہ فضیلتوں کے اس رات کے اندر بخشدیا گیا :

انا انزلناه في ليلة القدر

قرآن کریم نازل کیا گیا لیلۃ القدر میں

وما ادراک ما لیلة القدر؟ — اور تم جانتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا ہے ؟
لیلة القدر خیر من الف شهر — وہ ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں پر افضلیت رکھتی ہے -
(۹۷ : ۱)

یہی رات تھی جسمیں ارضِ الہی کی روحانی اور جسمانی خلافت کا ورثہ ایک قوم سے لیکر دوسری قوم کو دیا گیا ' اور یہ امر، قانون الہی کے مطابق ہوا ، جسکی خبر (داؤد) علیہ السلام کو دی گئی تھی :

و لقد کتبنا فی الزبور من بعد الذکر ان الارض یرثها عبادی الصالحون (۲۱ : ۱۰۶) — اور ہم نے (زبور) میں پند و نصیحت کے بعد لکھدیا تھا کہ بیشک زمین کی خلافت کے ہمارے صالح بندے وارث ہونگے -

اس قانون کے مطابق دو ہزار برس تک (بنی اسرائیل) زمین کی وراثت پر قابض رہے ' اور خدا نے انکی حکومتوں ' انکے ملکوں ' اور انکے خاندان کو تمام عالم پر فضیلت دی :

یا بنی اسرائیل اذکروا نعمتی التی انعمت علیکم وانی فضلتکم علی العالمین (۲ : ۴۴) — اے بنی اسرائیل ! ان نعمتوں کو یاد کرو جو ہم نے تم پر انعام کیں ' اور (مدر) ہم نے تمکو (اپنی خلافت دیکر) تمام عالم پر فضیلت بخشی -

یہی مہینہ ' اور یہی لیلة القدر تھی ' جسمیں اسی الہی قانون کے مطابق نیابت الہی کا ورثہ (بنی اسرائیل) سے لیکر (بنی اسماعیل) کو سپرد کیا گیا - وہ پیمانِ محبت جو خداوند نے بیابان میں (اسحاق) سے باندھا تھا ' وہ پیغامِ بشارت جو (یعقوب) کے گھرانے کو کنعان سے ہجرت کرتے ہوئے سنایا گیا تھا ' وہ الہی رشتہ جو (کوہ سینا) کے دامن میں خدا نے ابراہیم و اسحاق کے (بزرگ موسی) کی امت سے جوڑا تھا ' اور جسنے زمین فراعنہ کی غلامی سے انکو نجات دلائی تھی - خدا کی طرف سے نہیں ' بلکہ خود انکی طرف سے توڑ دیا گیا تھا - (داؤد) کے بنائے ہوئے (ہیکل) کا دورِ عظمت ختم ہو چکا تھا ' اور وہ وقت آگیا تھا کہ اب (اسماعیل) کی چنی ہوئی دیواروں پر خدا کا نعمت و اقبال و ابدیالی بچھایا جائے - یہ نصب و عزل ' عزت و ذلت ' قرب و بعد ' اور ہجر و وصال کی رات تھی ' جسمیں ایک محروم اور دوسرا کامیاب ہوا ' ایک کو دائمی ہجر کی سرگشتگی ' اور دوسرے کو ہمیشہ کیلئے وصل کی کامرانی عطا کی گئی ' ایک کا بھرا ہوا دامن خالی ہوگیا ' مگر دوسرے کی آستینِ افلاس بھر دی گئی ' ایک پر قہر و غضب کا عتاب نازل ہوا :

ضربت علیهم الذلة والمسکنة وباؤا بغضب من الله (۲ : ۵۸) — بنی اسرائیل کو (انکی نافرمانیوں) کی سزا میں ذلت اور محتاجی میں مبتلا کردیا گیا اور اللہ کے بھیجے ہوئے غضب میں آگئے -

[illegible] کو اس مہینہ کے خطاب سے سرفراز کیا :

[illegible] منکم وعملوا الصالحات — تم میں سے جو لوگ ایمان لائے اور عمل بھی اچھے کیے ' خدا کا انسے وعدہ ہے کہ

لیستخلفنهم فی الارض کما استخلف الذین من قبلهم (۲۴ : ۵۴) — انکو زمین کی خلافت بخشیگا جسطرح ان سے پیشتر کی قوموں کو اسنے بخشی تھی -

یہ اسلئے ہوا کہ زمین کی وراثت کیلئے " عبادی الصالحون " کی شرط لگادی تھی ' بنی اسرائیل نے خدا کی نعمتوں کی قدر نہ کی ' اسکی نشانیوں کو جھٹلایا ' اسکے احکام سے سرتابی کی ' اسکی بخشی ہوئی اعلی نعمتوں کو اپنے نفسِ ذلیل کی بتلائی ہوئی ادنا چیزوں سے بدلدینا چاہا :

اتستبدلون الذی هو ادنی بالذی هو خیر ؟ (۲ : ۵۸) — خدا کی دی ہوئی اعلی نعمتوں کے بدلے تم ایسی چیزونکے طالب ہو جو انکے مقابلے میں نہایت ادنا ہیں ؟

خدائے قدوس کی زمین کثافت اور گندگی کیلئے نہیں ہے - وہ اپنے بندوں میں سے جماعتوں کو چن لیتا ہے ' تاکہ اسکی طہارت کیلئے ذمہ دار ہوں - لیکن جب خود انکا وجود زمین کی طہارت و نظافت کیلئے گندگی ہوجاتا ہے ' تو غیرت الہی اس بارآلودگی سے اپنی زمین کو ہلکا کردیتی ہے - بنی اسرائیل نے اپنے عصیان و تمرد سے ارض الہی کی طہارت کو جب داغ لگادیا ' تو اسکی رحمتِ غیور نے (کوہ سینا) کے دامن کی جگہ (دو قدس) کی وادی کو اپنا گھر بنایا ' اور (شام) کے مرغزاروں سے روٹھکر (حجاز) کے ریگستان سے اپنا رشتہ قائم کیا ' تاکہ آزمایا جائے کہ یہ نئی قوم اپنے اعمال سے کہانتک اس منصب کی اہلیت ثابت کرتی ہے ؟

ثم جعلناکم خلائف فی الارض لننظر من بعدهم کیف تعملون ؟ (۱۰ : ۱۵) — اور بنی اسرائیل کے بعد پھر ہم نے تم کو زمین کی وراثت دی تاکہ دیکھیں کہ تمہارے اعمال کیسے ہوتے ہیں ؟

پس یہ مہینہ بنی اسرائیل کی عظمت کا اختتام ' اور مسلمانوں کے اقبال کا آغاز تھا ' اور اس نئے دورِ اقبال کا پہلا مہینہ (شوال) سے شروع ہوتا تھا ' اسلئے اسکے یومِ ورود کو (عید الفطر) کا جشنِ ملی قرار دیا تاکہ اتصالِ الہی کے ظہور اور قرآن کریم کے نزول کی یاد ہمیشہ قائم رہے ' اور اس احسان و اعزاز کے شکریے میں تمام ملتِ مرحومہ اسکے سامنے سر بسجود ہو :

واذکروا اذ انتم قلیل مستضعفون فی الارض تخافون ان یتخطفکم الناس فآواکم وایدکم بنصره ورزقکم من الطیبات لعلکم تشکرون (۸ : ۲۶) — اور اس وقت کو یاد کرو ' جب مکہ میں تم نہایت کم تعداد اور کمزور تھے ' اور ڈرتے تھے کہ کہیں لوگ تمہیں زبردستی پکڑ کے اڑا نہ لیجائیں ' لیکن خدا نے تمکو جگہدی ' اپنی نصرت سے مدد کی ' عمدہ رزق تمہارے لئے مہیا کردیا ' اور یہ اسلئے تھا تاکہ تم شکر ادا کرو -

• • •

مگر یہ عید الفطر کا جشنِ ملی ! یہ ورود ذکر و رحمتِ الہی کی یادگار ! یہ سربلندی و افتخار کی بخشش کا یادآور ! یہ [illegible] کامرانی و فیروزی و شادمانی !! اس وقت تک کیلئے بخشش و سرور [illegible] تھا ' جب تک ہماریہ سر تاجِ خلافت سے سربلند ہونے کیلئے

اور جشن خلعت نیابت سے مفتخر ہونے کیلئے - عزت و عظمت جب ہمارے ساتھہ تھی ' اور اقبال و کامرانی ہمارے آگے دوڑتی تھی - خدا کی نعمتوں کا ہم پر سایہ تھا ' اور اللہ کی بخشی ہوی خلافت کے تخت جلال پر متمکن تھے - لیکن اب ہمارے اقبال و کامرانی کا تذکرہ صرف صفحات تاریخ کا ایک افسانۂ ماضی رہگیا ہے -

دنیا کی اور قومیں ہمارے لئے وسیلۂ عبرت تھیں ' لیکن اب خود ہمارے اقبال و ادبار کی حکایت اوروں کے لئے مثال عبرت ہے - ہم نے خدا کی دی ہوی عزت و کامرانی کو ہواے نفس کی بتلائی ہوی راہ مذلت سے بدل لیا ' اسکے عطا کیے ہوے منصب خلافت کی قدر نہ پہچانی ' اور زمین کی وراثت و نیابت کا خلعت ہمکو راس نہ آیا - اب ہمارے عید کی خوشیوں کے دن گئے ' عیش و عشرت کا دور ختم ہو گیا ہم نے بہت سی عیدیں تخت حکومت و سلطنت پر دیکھیں ' اور ہزاروں شادیانے سریر خلافت کے آگے بجواے - ہم پر صدہا عیدیں ایسی گذریں ' جب دنیا کی قومیں ہمارے سامنے سر بسجود تھیں ' اور عظمت و شوکت کے تخت الٹے ہوے ہمارے سامنے تھے - اب عید کے عیش و طرب کی صحبتیں ان قوموں کو مبارک ہوں ' جنکی عبرت و تنبیہ کیلیے ابتک ہمارا وجود بار زمین ہے - ان کو خوش نصیب سمجھئے جو اپنے دور اقبال کے ساتھہ خود بھی مٹ گئے - ہمارا اقبال جا چکا ہے مگر ہم خود ابتک دنیا میں باقی ہیں - شاید اسلئے کہ غیروں کے طعنے سنلیں ' اور اپنی ذلت و خواری پر آنسو بہا کر قوموں کیلیے وجود عبرت ہوں : -

در کار ما ست نالہ و من در ہواے او
پروانہ چراغ مزار خودم ما !

* * *

اس دن کی یادگار ہمارے لیے عیش و طرب کا پیام بھی ' کیونکہ یہی دن ہمارے صحیفۂ اقبال کا صفحۂ اولین تھا ' اور اسی تاریخ سے ہمارے ہاتھوں قرآنی حکومت کا دور جدید قلوب و اجسام کی زمین پر شروع ہوا تھا - اس دن کا طلوع ہمکو یاد دلاتا تھا کہ بد اعمالیوں نے کیونکر بنی اسرائیل کو دو ہزار سالہ عظمت سے محروم کیا ' اور اعمال حسنہ کے شرف و افتخار نے کیونکر ہمیں برکات الہی کا مہبط و مورد بنایا ؟ اس دن کا آفتاب جب نکلتا تھا ' تو ہمیں خبر دیتا تھا کہ کس طرح خدا کی زمین نافرمانیوں کی ظلمت سے تاریک ہوگئی تھی ' اور پھر کس طرح ہمارے اعمال کی روشنی افق عالم پر درخشاں بنکر نمودار ہوی تھی ؟ لیکن :

فخلف من بعدہم خلف ' اضاعوا الصلوٰۃ ' واتبعوا الشہوات ' فسوف یلقون غیا (۱۹ : ۶۰)

پھر انکے بعد ایسے نا خلف پیدا ہوے جنہوں نے خدا کی عبادت کو ضائع کردیا اور نفسانی خواہشوں کے پیچھے پڑگئے ' پس بہت جلد انکی گمراہی انکے آگے آے گی

اب یہ روز یادگار اگر یادگار ہے ' تو عیش و شادمانی کیلیے نہیں ' بلکہ حسرت و ناکامی کیلیے - اگر یاد اور رقابت ہے ' تو عطاء و بخشش کی فیروز مندیوں کیلئے نہیں ' بلکہ ناقدری و کفران نعمت کی مایوسی و حسرت سنجی کیلیے - پہلے اس کامرانی کی یاد تھا ' کہ ہم دولت قبولیت سے سرفراز ہوے ' مگر اب اس نا مرادی کی حسرت کو تازہ کرتا ہے کہ ہم نے اسکی قدر نہ کی اور ذلت و عقوبت سے دوچار ہیں - پہلے اس وقت سعادت کی یاد تازہ کرتا تھا ' جو ہماری دولت و اقبال کا آغاز تھا ' اور اب اس دور مسکنت و ذلت کا زخم تازہ کرتا ہے ' جو ہماری عزت و کامرانی کا انجام ہے - پہلے یکسر جشن و نشاط تھا ' مگر اب یکسر ماتم و حسرت ہے - جشن تھا ' نو (قرآن کریم) کے نزول کی یادگار کا ' جس نے پہلے ہی دن اعلان کردیا تھا کہ :

یا ایہا الذین امنوا ! ان تتقوا اللہ یجعل لکم فرقانا (۸ : ۳۰)

مسلمانو ! اگر تم خدا سے ڈرتے رہے (اور اسکے احکام سے سرتابی نہ کی) تو وہ تمام عالم میں تمہارے لئے ایک امتیاز پیدا کردیگا -

اور اب ماتم ہے تو اسی قرآن کی اس پیشین گوئی کے ظہور کا کہ :

ومن اعرض عن ذکری فان لہ معیشۃ ضنکا (۲۰ : ۱۲۳)

اور جس نے ہمارے ذکر سے روگردانی کی ' اس کی زندگی دنیا میں تنگ ہوجاے گی -

پہلے اسکی (بشارت) کو یاد کرکے جشن مناتے تھے ' اور اب وہ وقت ہے کہ اسکی (وعید) کے نتائج کو گرد و پیش دیکھکر عبرت پکڑیں - اب عید کا دن ہمارے لیے عیش و نشاط کا دن نہیں رہا ' البتہ عبرت اور موعظت کی ایک یادگار ضرور ہے

وکذالک انزلناہ قرآنا عربیا وصرفنا فیہ من الوعید ' لعلہم یتقون او یحدث لہم ذکرا (۲۰ : ۱۱۳)

اسیطرح ہم نے قرآن کو عربی زبان میں نازل کیا اور اسمیں طرح طرح کی وعیدیں درج کیں ' تاکہ لوگ پرہیزگاری اختیار کریں یا اسکے ذریعے سے انکے دلوں میں عبرت اور فکر پیدا ہو -

* * *

دنیا میں عیش کی گھڑیاں کم میسر آتی ہیں ' پھر سال بھر کے اس تہوار جشن کو کیوں نہ عزیز رکھا جاے ؟ میں بھی نہیں چاہتا کہ آج عید کی خوشیوں میں سرمست عیش و نشاط ہوں ' اور میں افسانۂ غم چھیڑ کر آپکے لذت عیش کو منغص کردوں - مگر یقین کیجیے کہ اپنے دل اندوہ پرست کی بیقراریوں سے مجبور ہوں - قاعدہ ہے کہ ایک غمگین دل بہلانے عیش کی گھڑیوں سے بڑھکر اور کوی وقت غم کے حوادث کا یاد آور نہیں ہوتا - ایک غمزدہ ماں ' جو سال بھر کے اندر اپنے کئی فرزندوں کو کھو چکی ہو ' اگر عید کے دن اسکو اپنی بقیہ اولاد کے چہرے دیکھکر خوشی ہوگی تو ایک ایک کرکے اسکے گم گشتہ لخت جگر بھی سامنے آجائیں گے - ایک بد بخت ' جو اپنا تمام مال و متاع غفلت و بے ہوشی میں ضائع کر چکا ہو ' عید کے دن جب لوگونکی زرق برق ' اور پر جواہر کلاہوں کو دیکھے گا ' تو ممکن نہیں کہ اسکو اپنی کھوی ہوی دولت کے ساز و سامان یاد نہ آجائیں - دیکھتا ہوں تو یہ جشن کی عیدیں عیش و مسرت کا پیام نہیں ' بلکہ یاد اور درد و حسرت ہیں - آہ ! کیا دنیا میں غفلت و سرشاری کی حکومت ہمیشہ سے ایسی ہی ہے ؟ کیا دنیا میں ہمیشہ

نیند زیادہ اور بیداری کم رہی ہے ؟ یہ لوگوں کو کیا ہو گیا ہے کہ ایک دن کی خوشیوں میں بیخود ہو کر ہمیشہ کے ماتم و اندوہ کو بھول گئے ہیں ؟ بزم جشن کی طیاریاں کسکے لیے ' جبکہ دنیا اب ہمارے لیے ایک دائمی ماتمکدہ بنگئی ہے ؟ عیش و نشاط کی بزموں کو آگ لگا دیجیے ' عید کے قیمتی کپڑوں کو چاک چاک کر ڈالیے ' عطر کی شیشیوں کو اپنے بدبخت دلوں کی طرح الٹ دیجیے ' اور اسکی جگہ مٹھیوں میں خاک و گرد بھر بھر کر اپنے سر و سینے پر اڑا ڈالیے - رنگین لباسوں اور زرنشین قباؤں کے پہننے کے دن اب گئے :

ما خانہ رمیدگان ظلمیم

پیغام خوش از دیار ما نیست

* * *

لیکن اس طلسم سرائے ہستی کی ساری رونق انسان کی بشاشت و سرشاری سے ہے - ممکن ہے کہ جشن عید کے ہنگاموں میں غم و اندوہ کی یہ آہیں آپکے کانوں تک نہ پہنچیں - تاہم اسکو نہ بھولیے کہ پیروان اسلام کا حلقہ صرف آپ ہی کے وطن و مقام پر محدود نہیں ' وہ ایک عالمگیر برادری ہے ' جسمیں چین کی دیوار سے لیکر افریقہ کے صحرا تک چالیس کرور انسان ایک ہی رشتے کی زنجیر میں منسلک ہیں - اگر (طرابلس) میں قتیلان ظلم و ستم کی لاشیں تڑپ رہی ہیں تو یہ عیش پرستی الم انگیز ہے ' جو آپکو عید کی خوشیوں میں سرمست کر رہی ہے - اگر (ایران) میں اپنے اخوان ملت کو حرم وطن پرستی میں پھانسیاں دی جا رہی ہیں ' تو وہ آنکھیں پھوٹ جائیں جو ہندوستان میں اشکبار نہوں - اگر (مراکو) میں (اسلام) کا آخری نقش حکومت مٹ رہا ہے ' تو کیوں نہیں ہندوستان کے عیشکدوں میں آگ لگ جاتی ؟

اسلام کسی اخوت عمومی تعلقوم و مرزبوم سے پاک ہے ' اور اسکا ایک ہی خدا ہے ایک ہی آسمان کے نیچے تمام پیروان توحید کو ایک جسم واحد کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہے ان ہذہ امتکم امۃ واحدۃ و انا ربکم فاعبدون - پس جسم اسلام کا ایک عضو درد سے بیقرار ہے ' تو تمام جسم کو اسکی تکلیف محسوس ہونی چاہئے - اگر زمین کے کسی حصے میں مسلمانوں کا خون بہہ رہا ہے تو تعجب ہے ' اگر آپ کے چہرے پر آنسو بھی نہ بہیں - اگر غفلت کی سرمستیوں نے پچھلے حوادث بھلادیے ہیں ' تو آج بھی جو کچھہ ہو رہا ہے آپکے وقف ماتم ہو جانے کے لیے کافی ہے -

* * *

قومی زندگی کی مثال بالکل افراد و اشخاص کی سی ہے - بچپنے سے لیکر عہد شباب تک کا زمانہ ترقی و نشو و نما و عیش و نشاط کا دور ہوتا ہے - ہر چیز بڑھتی ہے ' اور ہر قوت میں افزائش ہوتی ہے - جو دن آتا ہے ' طاقت و توانائی کا ایک نیا پیام لاتا ہے طبیعت جوش و امنگ کے نشے میں ہر وقت مخمور رہتی ہے ' اور اس سرخوشی و سرور میں جس طرف نظر اٹھتی ہے ' فرحت و انبساط کا ایک بہشت زار سامنے آجاتا ہے - اس طلسم زار ہستی میں انسان سے باہر نہ غم کا وجود ہے اور نہ نشاط کا ' البتہ ہمارے پاس دو آنکھیں ضرور ایسی ہیں جو اگر غمگین ہوں ' تو کائنات کا ہر ظہور غم آلود ہے ' اور اگر مسرور ہوں ' تو ہر منظر سرمایۂ انبساط ہے - عہد شباب و جوانی میں آنکھیں سرمست ہوتی ہیں ' اور دل جوش و امنگ سے متوالا - غم کے کانٹے بھی تلووں میں چبھتے ہیں تو معلوم ہوتا ہے کہ فرش گل پر سے گذر رہے ہیں - خزاں کی افسردگی بھی سامنے آتی ہے ' تو نظر آتا ہے کہ عروس بہار سامنے آکر کھڑی ہوگئی ہے - دل جب خوش ہو ' تو ہر شے کیوں نہ خوش نظر آے ؟

لیکن بڑھاپے کی حالت اس سے بالکل مختلف ہوتی ہے - چیزیں بڑھتی نہیں ' اب روز بروز گھٹنے لگتی ہیں - جن قوتوں میں ہر روز افزائش ہوتی تھی ' اب روز بروز اضمحلال ہوتا ہے - طاقت جواب دیدیتی ہے ' اور عیش و مسرت کنارہ کش ہوجاتے ہیں - جو دن آتا ہے ' موت و فنا کا ایک نیا پیغام لاتا ہے - اور جو دن گذرتا ہے ' حسرت و آرزو کی ایک یاد چھوڑ جاتا ہے - دنیا کے سارے عیش و عشرت کے جلوے دل کی عشرت کامیوں سے تھے ' لیکن دل کے بدلنے سے آنکھیں بھی بدل جاتی ہیں - پہلے غم کی تصویر بھی شادمانی کا مرقع نظر آتی تھی ' اب خوشی کے شادیانے بھی بجتے ہیں ' تو انمیں سے درد و اندوہ کی صدائیں سنائی دیتی ہیں -

قوموں کی زندگی کا بھی یہی حال ہے - ایک قوم پیدا ہوتی ہے ' بچپنے کا عہد بے فکری کاٹ کر جوانی کی طاقت آزمائیوں میں قدم رکھتی ہے - یہ وقت کار و بار زندگی کا اصلی دور اور قوی صحت و تندرستی کا عہد نشاط ہوتا ہے - جہاں جاتی ہے اوج و اقبال اسکے ساتھہ ہوتا ہے - اور جس طرف قدم اٹھاتی ہے ' دنیا اسکے استقبال کے لیے دوڑتی ہے - لیکن اسکے بعد جو زمانہ آتا ہے ' اسکو " پیری و صد عیب " کا زمانہ سمجھیے کہ قوتیں ختم ہونے لگتی ہیں ' اور مزاج میں تدریجاً کمی ہونا شروع ہو جاتا ہے - طرح طرح کے اخلاقی و تمدنی عوارض روز بروز پیدا ہونے لگتے ہیں ' جمعیت و اتحاد کا شیرازہ بکھر جاتا ہے ' اجتماعی قوتوں کا اضمحلال نظام ملت کو ضعیف و کمزور کر دیتا ہے - وہی زمانہ جو کل تک اسکی جوانی کی طاقت کے آگے دم بخود تھا ' آج اسکے بستر پیری کے ضعف و ناطاقتی کو دیکھتا ہے ' تو ذلت و حقارت سے ٹھکرا دیتا ہے -

(قران کریم) نے اسی قانون خلقت کی طرف اشارہ کیا ہے :

الله الذي خلقكم من ضعف ' ثم جعل من بعد ضعف قوة ' ثم جعل من بعد قوة ضعفا و شيبة - يخلق ما يشاء و هو العليم القدير (۳۰ : ۵۴)	اللہ وہ قادر مطلق ہے جس نے تم کو کمزور حالت میں پیدا کیا ' پھر بچپنے کی کمزوری کے بعد جوانی کی طاقت دی ' پھر طاقت کے بعد دوبارہ کمزوری اور بڑھاپے میں ڈالدیا - وہ جس حالت کو چاہتا ہے پیدا کر دیتا ہے ' اور وہی تمہاری تمام حالتوں کا عالم اور ہر حال کا ایک اندازہ کر دینے والا ہے

شاید ہماری جوانی کا عہد ختم ہو چکا ' اب " صد عیب " پیری کی منزل سے گذر رہے ہیں - ہمارا بچپن جسقدر حیرت انگیز اور جوانی کی طاقتیں جس درجہ زلزلہ انگیز تھیں ' دیکھتے ہیں تو

مقالات

بڑھاپے کے ضعف و نقاہت کو بھی انتہا تک پہنچا دیا ہے - شاید اسکے بعد اب منزل فنا درپیش ہے - چراغ تیل سے خالی ہوا جاتا ہے ' اور چولہا خاکستر سے بھرتا جاتا ہے - گذشتہ باتوں کی صرف ایک یاد رہگئی ہے ' اور جوانی کے افسانے خواب و خیال معلوم ہوتے ہیں - لیکن اگر یہی منتہا ہے تو مضطر کیوں ہے ؟ صبح فنا آگئی ہے تو شمع سحر کو بجھہ ہی جانا چاہئے - جس بزم اقبال و عظمت میں اب ہمارے لیے جگہ نہیں رہی ' بہتر ہے کہ اوروں کے لئے اسے خالی کردیں - ہم نے ایک ہزار برس سے زیادہ عرصے تک دنیا میں زندگی کے اچھے برے دن کاٹے ' اور ہر طرح کی لذتیں چکھہ لیں - حکمرانی کے تخت پر بھی رہے ' اور محکومی کی خاک پر بھی لوٹے - علم کی سر پرستی بھی کی ' اور جہل کی رفاقت میں بھی رہے - عیش و عشرت کی بزم آرائیوں میں بھی تو اپنی نظیر نہیں رکھتے تھے ' اور اب حسرت و آرزو کے غمکدے میں ہیں ' تو اسمیں بھی ایک شان یکتائی رکھتے ہیں - زمانہ نے ہمارے مٹانے کا فیصلہ کرلیا ہے تو اب دیر نہ کرے لیکن وہ ہم مٹ جائینگے مگر ہمارے مٹائے ہوے نقشوں کا مٹانا آسان نہوگا - تاریخ ہمکو کبھی نہ بھلا سکے گی ' اور ہمارا افسانۂ عبرت ہمیشہ عبرت گران عالم کو یاد آ آ کر خون کے آنسو رلاے گا -

گو کہ ہم صفحۂ ہستی پہ تھے ایک حرف غلط
لیک اٹھے بھی تو اک نقش بٹھا کے اٹھے :

* * *

رات کے پچھلے پہر کی تاریکی اور سناٹے میں یہ سطریں لکھہ رہا ہوں - میرا قلب مضطر ' اور آنکھیں اشکبار ہیں - امید کے اشتیاق میں حسنکان انتظار کروٹیں بدل رہے ہیں ' مگر میری نظر ایک جھلملاتے ہوے تارے پر ہے - دیکھتا ہوں تو یاس و نا امیدی کی رات گو تاریک ہے ' مگر پھر بھی ہماری امید کے افق پر ایک آخری ستارہ جھلملا رہا ہے - جن آنکھوں سے ہم نے خشک درختوں کو کٹتے دیکھا ہے ' انہیں آنکھوں نے خشک درختوں کو سرسبز و شاداب بھی ہوتے دیکھا ہے -

ومن آیاتہ ان یریکم البرق خوفاً و طمعاً ' و ینزل من السماء ماء فیحیی بہ الارض بعد موتہا ؛ ان فی ذلک لآیات لقوم یعقلون (۳۰ : ۲۴)

اور خدا کی قدرت کی نشانیوں میں سے ایک یہ نشانی بھی ہے کہ وہ تمکو ڈرانے اور امید کرانے کیلئے بجلی دکھلاتا ہے ' پھر آسمان سے پانی برساتا ہے اور اسکے ذریعے سے زمین کو اسکے مرنے کے بعد زندہ کردیتا ہے - بیشک عقلمندوں کیلئے ان باتوں میں قدرت الہی کی بڑی بڑی نشانیاں ہیں

تمــدن خطــرہ میــں

— * —

[از خامہ مسٹر عبد الماجد (لکھنؤ)]

— —

ذیل کا مضمون ایک فرنچ عالم مسیو گیرق (M. Rem - L. Gerard) کے اس مضمون کا ترجمہ ہے ' جو اس کے عنوان بالا سے انگلستان کے مشہور علمی سہ ماہی رسالہ (ہبرٹ جرنل) بابت جنوری سنہ ۱۹۱۲ ع میں شائع کیا تھا - گذشتہ جون اور جولائی کے الندوہ میں میں نے ایک مضمون لکھا تھا ' اسکے مطالعہ سے ناظرین کو معلوم ہوگا کہ میل نے سنہ ۱۸۳۶ ع میں جو خواب دیکھا تھا ' اسکی تعبیر کن کن حیثیتوں سے آج پوری ہو رہی ہے - فاضل مضمون نگار کی دقت نظر کے اعتراف کے ساتھہ ہمکو مجبوراً یہ بھی کہنا پڑتا ہے ' کہ وہ قدامت پرستی کے جوش میں کہیں کہیں واقعات سے بہت دور جا پڑتا ہے امید نہیں کہ دلدادگان تہذیب جدید اس مضمون کو پڑھکر خاموش رہیں - اگر ناظرین اس مسئلہ سے دلچسپی ظاہر کرینگے تو ممکن ہے کہ بحث کا دوسرا رخ بھی اردو میں منتقل کردیا جائے -

(۱)

آج کل فرانس اور اسکے ساتھہ کل لاطینی نسل (۱) کے زوال پر زیادہ تر زور دیا جاتا ہے اور اسکی عجیب سی صورت ہوگئی ہے ' لیکن زیادہ غور کے بعد یہ معلوم ہوگا ' کہ وہی علامات زوال جو فرانس میں اسقدر واضح طور پر نمایاں ہیں ' انکا وجود بہ اختلاف مدارج یورپ کے دیگر متمدن ممالک میں بھی ہے ' اور ان سے غیر لاطینی قومیں یعنی انگریز اور جرمن بھی مستثنی نہیں - بہ خلاف اسکے ان ممالک میں ' جنہوں نے دو چار صدیوں سے سطح تمدن کے بلند کرنے میں کوئی خاص حصہ نہیں لیا تھا ' اب پھر کچھہ بیداری کے آثار پیدا ہو چلے ہیں - اس بنا پر انحطاط تمدن پر بحث کرتے ہوے بجائے فرانسیسی تمدن کو مختص کر لینے کے عام مغربی تمدن کے اسباب زوال کو پیش نظر رکھنا زیادہ مناسب ہوگا - ان اسباب کا وجود تقریباً ہر متمدن ملک میں ہے ' لیکن فرانس میں انکے زیادہ نمایاں ہونے کی وجہ یہ ہے کہ فرانس اپنے رفتار ارتقاء میں دیگر ممالک سے کئی منزل آگے ہے ' اور اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے ' کہ زوال بھی

---

(۱) لاطینی نسل سے مراد ان ممالک کے باشندے ہیں جو مغربی یورپ میں واقع ہیں اور جنکی زبانوں کا اصل ماخذ لاطینی زبان ہے - مثلاً اٹلی ' فرانس ' اسپین ' وغیرہ - اسکے مقابلہ میں جرمن نسل ہے ' جس سے مراد انگریز و جرمن قوم سے ہے - مترجم

سب سے پہلے اسی کا ہوا - اگلے صفحات میں ہم پہلے علامات زوال کا استقصاء کرینگے ' پھر انکے اسباب پر غور کرینگے ' اور اسکے بعد یہ بتائینگے کہ آیا ان خرابیوں کی اصلاح ممکن ہے -

عـــــلامـــــات

اجتماعیت ' اور خصوصاً انگلستان و فرانس جیسی عظیم الشان جماعتوں کی امتیازی خصوصیت یہ ہے ' کہ افراد کی ہستی اور شخصیت سے قطع نظر کرکے خود اس جماعت کی بھی ایک مستقل زندگی ' ایک مستقل ہستی ہوتی ہے ' اور کسی قوم کی عظمت و پستی کا صحیح معیار یہی حیات اجتماعی ہے ' لیکن اجتماعی زندگی اسوقت تک ممکن نہیں ' جبتک کہ افراد میں اشتراک عمل نہ ہو ' اور یہ صرف اس صورت میں ہوسکتا ہے ' کہ افراد کے اغراض ' افراد کی دلچسپیاں ' عام و مشترک ہوں ' اور وہ اپنی متفرق قوتوں اور متضاد سمتوں میں منتشر کرنے کے بجاے اپنی مقاصد عامہ کے حصول میں صرف کریں - گویا ہیئت اجتماعی کی روح یا مایۂ خمیر جو کچھہ ہے ' مشارکت و اتحاد عمل ہے - اور اسی کے برعکس بد نظمی ' نفاق ' تفرقہ پسندی ' یہ سب زوال تمدن کے مقدمات ہیں -

فرانس کی موجودہ حالت کو ہم جب اس معیار پر جانچتے ہیں ' تو معلوم ہوتا ہے کہ اس میں بد نظمی کے شواہد نہایت واضح صورت میں موجود ہیں - اس سلسلہ میں سب سے پہلے میں مذہبی بدنظمی کا ذکر کرونگا -

فرانس میں مذہب کا دھیمی اثر تو خیر ایک بڑی حد تک ابھی باقی ہے ' لیکن معاشرتی اثر یعنی وہ اثر جو نظام اخلاق کی محافظت و نگرانی کرتا ہے ' بہت کچھہ مٹ چکا ہے - اگلے زمانے میں مذہب اور سلطنت گویا توام تھے ' ایک دوسرے کی مدد سے تقویت تھی ' لیکن اب جبکہ ان میں افتراق ہوگیا ہے ' دونوں کی قوت کمزور ہوگئی ہے ' گو نسبتاً زیادہ نقصان مذہب ہی کو پہنچا ہے - چنانچہ آج حیات اجتماعی میں تو مذہب کا پتہ تک نہیں چلتا ' ہاں افراد کی پرایوٹ زندگی میں بعض مخصوص مواقع پر (شادی و غم کے مراسم کے ساتھہ) کبھی مذہب کی جھلک نظر آجاتی ہے - اور یہ بالکل ممکن ہے کہ آدمی کہ مراتب تمام ساری عمر مذہب سے بیگانہ ہوا رہے - لیکن ملکی و سیاسی قوت بھی اس افتراق سے بجاے فائدہ کے نقصان ہی میں رہی - اسلئے کہ اختلال عقاید ' اختلال معاشرت کا پیش خیمہ ہے ' اور نظام معاشرت میں اختلال ' ملکی قوت کے حق میں سخت خطرناک ہے -

فرانس میں یوں تو مذہب کا معاشرتی اثر بہت زیادہ کبھی بھی نہیں رہا تھا ' تاہم پہلے اتنا ہوتا تھا ' کہ مذہب اکثر لوگوں کو ایک ضابطۂ اخلاق کی بالا دستی کا پابند رکھتا تھا ' لیکن اب جونکہ مذہب رخصت ہوگیا ہے ' عوام مطلق العنان ہوگئے ہیں ' وہ اپنے اوپر حقوق ہمسایہ ' حقوق جماعت ' حقوق وطن ' غرض کسی شے کو واجب نہیں سمجھتے - وہ ہر قسم کی پابندی ' ہر قسم کی قید ' ہر قسم کی بندش سے آزاد ہونا چاہتے ہیں ' اور حقوق طلبی کے ہنگامۂ شدید میں فرض شناسی کو بالکل فراموش کرگئے ہیں - انہی وجوہ سے آج فرانس کی اخلاقی حالت ناگفتہ بہ ہے ' میں اسکا اس موقع پر کچھہ ذکر کرتا لیکن یہ واقعات اس کثرت سے معرض تحریر میں آچکے ہیں ' کہ اب کچھہ لکھنا تحصیل حاصل ہے -

ایک اور اہم علامت زوال ' شرح پیدایش کا روز افزوں تنزل ہے ' اتنی بات ہر شخص جانتا ہے کہ فرانس کی آبادی بحساب پہلے کے اب ایک حالت پر منجمد ہوکر رہ گئی ہے ' بلکہ اکثر مقامات میں تو شرح اموات شرح پیدایش سے بہت زیادہ ہے ' اور یہ بین دلیل ادبار ہے - جس قوم کی آبادی میں اضافہ نہیں ہوتا ' اسکی مثال اس فوج سے دی جاسکتی ہے ' جو میدان کارزار میں گھر جاتی ہے - ایسی قوم خطرات میں گھری ہوئی ہے ' گو یہ خطرات بیرونی غنیم کے مقابلہ میں نہیں ' بلکہ اجانب کے اندرونی حملوں کے پیدا کردہ ہیں - (مسیولی بان) اپنی تصنیف "سایکلوجی آف سی پیپلس " میں یہ دلایل ثابت کر چکے ہیں کہ قومیت و تمدن کے فنا کرنے میں بیرونی دشمنوں کی کوششیں اتنی کارگر نہیں ہوتیں جتنی اندرونی غنیم کی - ایک زمانہ میں رومۃ الکبریٰ میں بھی شرح پیدایش ایسی ہی گھٹ گئی تھی ' اور نتیجہ یہ ہوا کہ چند روز کے عرصہ میں تمدن رخصت تھا - (لی بان) کہتے ہیں :

" اگر بار بیرینس (فاتحین روم) بجاے حملۂ جنگ کے صرف اتنا ہی کرتے ' کہ روم کی گھٹتی ہوئی آبادی میں رفتہ رفتہ اپنے افراد کو زیادہ تعداد میں شامل کرتے جاتے ' تو بھی تاریخ پر کچھہ اثر نہ پڑتا - فرق محض اسقدر ہوتا ' کہ یوں تو معرکہ آرائی میں انہوں نے سلطنت روم کو شکست دی ' اور اس صورت یعنی تدریجی اختلاط ' میں وہ رومی قومیت کی عمارت کو تعداد سے ہلادیتے "

یہی مصنف پھر ایک جگہ لکھتا ہے :

" آج یورپ میں ایک سلطنت فرانس ایسی ہے " جسکو پھر اسی خطرہ کا سامنا ہے - یہ ملک گو معمول ہے " مگر اسکی آبادی میں انجماد پیدا ہوگیا ہے - اور اسکے حوالی میں ایسے ممالک ہیں - جنکی آبادی بڑھتی جاتی ہے - اسکا لازمی نتیجہ یہ ہے کہ اگر اس خرابی کی روک تھام نہ ہوئی ' تو کوئی دن جاتا ہے ' کہ فرانسیسی آبادی کا ایک ثلث جرمن عنصر میں مخلوط ہو جائیگا ' اور ایک ثلث اٹالین میں - ان خطرات کے ساتھہ کسی قوم کے نوحہ بلکہ اسکی ہستی کا خدا ہی حافظ ہے - اصل یہ ہے کہ مہلک سے مہلک معرکۂ جنگ کے نقصانات بھی اس تدریجی اور اندرونی حملے کے خطرات کے مقابلہ میں ہیچ ہیں "

شرح پیدایش میں اضافے کیلیے ہمارے مقنن طرح طرح کے منصوبہ باندھرہے ہیں ' لیکن یہ تدابیر فرانس میں ویسی ہی بے اثر رہینگی ' جس طرح رومائے قدیم میں رہی تھیں -

اس میں شبہ نہیں ' کہ شرح پیدایش میں تنزل کے بعض اسباب اقتصادی ہیں ' جنکا علاج ہمارے واضعین قانون کرسکتے ہیں ' لیکن

اسکا حقیقی اور اصلی سبب نفس پرستی ہے ' جس کا روکنا کسی قانون کے بس میں نہیں - جب مرد کی عیش پرستی اس درجہ تک پہنچ جاے کہ اہل و عیال کی پرداخت درد سر معلوم ہونے لگے ' اور عورت پر فرائض امومۃ بار ہونے لگیں ' تو تعزیرات سیاسی کیا کرسکتے ہیں ؟

اسی ضمن میں یہ نکتہ بھی قابل لحاظ ہے ' کہ (جیسا کہ مسیو پال فگیت نے لکھا ہے) اب مصنفہ عورتوں کے تخیلات میں انقلاب عظیم ہوگیا ہے - پہلے انکا مطمح نظر بلند و شریفانہ تھا ' مگر اب محض دلچسپی و حظ نفس رہ گیا ہے - اب عورت کسی موقع پر بھی مرد کے مقابلہ میں ضبط نفس گوارا نہیں کرسکتی ' وہ عورت اپنے حقوق کا شدید مطالبہ کرتی ہے ' لیکن اسکے معاوضہ میں اپنی جانب سے ایک ذرہ ایثار کرنے کے لئے تیار نہیں - بے شبہ نسوانی انفرادیت کا یہ زور ' انتہاے تمدن کی علامت ہے (اسلئے کہ نیم متمدن ممالک میں ایک ضعیف طبقہ کے لئے اتنی آزادی ممکن نہیں) لیکن اسی کے ساتھہ یہی چیز اسکے زوال کا بھی پیش خیمہ ہے - یہ غیر معتدل حرارت ' یہ "طاق العنانی" ایک طرف تو تمدن کے معراج کمال کی دلیل بین ہے ' دوسری طرف صداے جرس ہے ' کہ قافلۂ قوم اب منزل تمدن سے کوچ کرے - یہ اچھی طرح یاد رکھنا چاہئے کہ جس قوم کے طبقۂ اناث کو فرائض امومۃ سے عار آتا ہے ' وہ قوم اپنے ہاتھوں اپنی قبر کھود رہی ہے -

۷ اعتقادی اور معاشرتی بد نظمیوں کے ساتھہ ایک تیسری بدنظمی سیاست کے متعلق بھی ہے - آزادی کی اس تحریک نے ' جس نے مذہب اور معاشرت کی بنیادیں متزلزل کردی ہیں ' یہ کیونکر ممکن تھا ' کہ نظام سیاسی کو صدمہ نہ پہنچاتا ؟ اس سیاسی بد نظمی کا نام (انارکزم) ہے - اس سے سلطنت کے قوت و اقتدار میں بہت کچھہ فرق آگیا ہے - فرانسیسی گورنمنٹ ' جو غیر معتدل مرکزیت اور ضعف شدید کی جامع ہے ' اسکا کل سہارا پارلیمنٹ ہے ' حالانکہ اسکے ارکان میں نہ قابلیت ہے اور نہ قوم کا اعتماد عام انہیں حاصل ہے -

مسیو ایمیل فگیت کا یہ محض دعوی نہیں ' بلکہ بد قسمتی سے ایک ثابت شدہ مسئلہ ہے کہ جمہوری حکومت کا لازمی نتیجہ افراد میں ناقابلیت ' اور ذمہ داری کا خوف پھیلانا ہے - چنانچہ آج قوم کے مقاصد عالیہ نہ صرف نظر انداز کئے جاتے ہیں ' بلکہ گورنمنٹ اور اہل حرفہ و تجارت پیشہ گروہوں کے درمیان ' جنکے اوپر حقیقۃ فلاح ملک کا انحصار ہے ' ایک ہنگامۂ مخالفت برپا ہے - اس کشمکش کا نتیجہ یہ ہے ' کہ ہڑتالیں ' فسادات ' بلوے روزمرہ کے معمولی واقعات بن گئے ہیں ' جنکے سامنے گورنمنٹ بے دست و پا ہے - ریلوے ملازمین کی ہڑتالوں سے سارے ملک کے کاروبار رک جاتے ہیں ' اور گورنمنٹ انکے انسداد سے عاجز ہے - حال میں جو سنڈیکلسٹ تحریک پیدا ہوئی ہے ' اسکا مقصد : لاقیہ انارزم (فوضویت) پھیلانا (۱) ہے - سوشلسٹ پھر بھی غنیمت ہے کہ تو

(۱) - سنڈیکلازم کی جدید تحریک کا خاص منشا یہ ہے ' کہ ہر پیشہ کے لوگ اپنی اپنی مجلس قایم کرکے ' باہمی رضامندی سے

وہ سوسایٹی کے موجودہ نظام کو بدلکر ایک نیا نظام بنانا چاہتے ہیں ' تاہم اس مقصد کے حصول کے لئے وہ افراد پر سخت سے سخت ذمہ داریاں عاید کرنے کے لئے بھی تیار ہیں - بہ خلاف اسکے سنڈیکلزم کی صداے بے ہنگام کا ماحصل محض یہ ہے کہ " اوقات محنت گھٹاؤ ' اور کام کی اجرت بڑھاؤ " یہ لوگ اس عام شور میں اسکا بھی خیال نہیں کرتے ' کہ علم الاقتصاد کے اصول سے انکا مطالبہ کس حد تک حق بجانب ہے ؟

گورنمنٹ کی کمزوری سے فایدہ اٹھا کر لوگ روز بروز اپنے مطالبات میں اضافہ کرتے جاتے ہیں ' اور مزدوری پیشہ گروہ کی کامیابی دیکھکر دیگر باشندگان ملک بھی اپنے اپنے جتھے بنا کر گورنمنٹ سے اپنے لئے خاص مراعات چاہتے ہیں - ایسی حالت میں گورنمنٹ سخت دقت میں پڑجاتی ہے ' اگر ان درخواستوں کو نامنظور کرتی ہے ' تو درخواست دہندگان کی طرف سے شورش کی دھمکی ہے ' اور اگر منظور کرتی ہے ' تو دوسرے گروہ ' جنکے علی الرغم یہ مراعات کئے گئے ہیں ' آمادۂ سرکشی ہوجاتے ہیں - درحقیقت اب وہ زمانہ قریب آرہا ہے جبکہ ہمارے ارباب وطن ' بقلیل مشقت و بکثیر معاوضہ کے مطالبات پر قانع نہ ہوکر گورنمنٹ سے یہ بھی درخواست کرنے لگیں گے - کہ وہ بلا معاوضہ ہمارے مشاغل تفریح کا بھی سامان کردے ' اسوقت قدیم رومن زندگی کا نمونہ دنیا ایک بار پھر دیکھہ لیگی ' اور اسوقت لوگوں کو یہ نظر آجائیگا کہ قوموں کے عروج و زوال کا نقشہ پیش کرتے ہوے تاریخ کیونکر اپنا اعادہ کرتی ہے - لیکن یقین رکھنا چاہئے کہ جس دن اس قسم کی کوئی صدا فرانس سے بلند ہوئی وہ ساعت اسکے حیات اجتماعی کی آخری سانس ہوگی -

مذکورہ بالا علامات زوال ' جیسا کہ ہم اوپر لکھہ آئے ہیں ' فرانس کے علاوہ مغربی یورپ کے اور ممالک میں بھی موجود ہیں ' جن میں سے ہم انگلستان کا انتخاب کرتے ہیں جو آثار سلف پر چلنے اور قدیم مذہبی روایات کی پاسداری میں خاص طور پر مشہور ہے -

مذہب کا جوا سرے سے اپنی گردن سے اتار ڈالنا ' چونکہ انگریزی نسل کے خصائص فطری کے منافی ہے ' اسلئے الحاد و دہریت کو انگلستان میں پوری کامیابی نہیں ہوئی ' تاہم اتنا ضرور ہوا کہ حیات منزلی پر مذہب کا اثر ' جو کچھہ عرصہ پیشتر تھا ' اب باقی نہیں رہا - پروٹسٹنٹ مذہب میں (جو انگریزوں کا ملکی مذہب ہے) جوں جوں پاپائیت آتی جاتی ہے ' اسی قدر حیات منزلی پر اسکا اثر ہلکا پڑتا جاتا ہے - پھر دولت کی افزایش ' ممالک غیر کا سفر (جو من جملۃ القوم انگریزوں کی طبیعت ثانیہ

[بقیہ نوٹ پہلے کالم کا]

ایسے قوانین بنالیں ' جن سے انکا کوئی فرد انحراف نہ کرسکے - مثلاً تجارت پیشہ گروہ کی جو مجلس ہوگی وہ اسباب تجارت کا ایک خاص نرخ مقرر کردیگی ' جس میں کوئی تاجر کمی و بیشی نہ کرسکیگا - اور ایک شے تمام شہر بلکہ تمام ملک میں ایک ہی نوعیت اور ایک ہی قیمت کی مل سکیگی - مترجم

بنا جاتا ہے) باہر والوں اور خصوصاً جرمنی و امریکہ کے باشندوں کی انگلستان میں کثرت ' یہ سب چیزیں اور اسی اثر کو زایل کرنے میں معین ہو رہی ہیں - چنانچہ کچھ روز پیشتر یہاں کے طبقۂ اعلی کی زندگی میں جو پاکیزگی تھی' اب بجائے اسکے اخلاقی حیثیت سے آثار انحطاط نمایاں ہیں - روزمرہ کے جزئی واقعات علحدہ علحدہ تو بہت معمولی معلوم ہوتے ہیں ' لیکن انکا مجموعہ ایک خاص اہمیت رکھتا ہے ' اور اس سے صاف پتہ چلتا ہے ' کہ ایک ربع صدی میں ملک نے کتنا بدل دیا - غور کرو کہ اس ملک میں طلاق کے مقدمات کس کثرت سے دایر ہوتے ہیں ' انکی اشاعت کا پبلک کس بیتابی سے انتظار کرتی ہے' اور پھر پبلک کے اس مذاق کو دیکھکر اسی قسم کے واقعات کا پلاٹ لیکر کتنے ناول دیئے کئے جارہے ہیں ' جو اب سے چند سال پیشتر مخرب اخلاق تصور کیے جاتے ' مگر آج شایقین کی قدردانی اتنی ملک کے اس سرے سے اس سرے تک پھیلادیتی ہے ! یا مثلاً یکشنبہ کا روز پہلے عبادت اور مذہبی مشاغل کے لئے مخصوص تھا ' مگر اب انگریزوں کے دل میں اسکا تقدس و احترام بالکل باقی نہیں رہا ' اب وہ اتوار کو بھی مثل ہفتہ کے دیگر ایام کے معمولی لہو و لعب میں صرف کردیتے ہیں -

عواید رسمی و عقاید مذہبی کی بندشوں میں یہ رخنہ پیدا ہوجانا اپنے نتایج کے لحاظ سے نہایت اہم ہے ' اسلئے کہ بہ ظاہر تو یہ نظر آتا ہے کہ اب بہت سی بیڑیاں پیر سے کٹ گئیں ' اور قدامت پرستی کے بجاے روشن خیالی کے آثار زیادہ شایع ہوتے ہیں' لیکن در حقیقت یہی چیزیں جو بادی النظر میں اسقدر خفیف معلوم ہوتی ہیں ' اس بدنظمی و بغاوت کا پیش خیمہ ہیں ' جسکی روک تھام کسی کے بس میں نہیں - اس بنا پر امر تنقیح طلب یہ ہے کہ ان تغیرات اور ان آزاد خیالیوں کا اثر باشندگان انگلستان کی زندگی پر کیا پڑا ہے ؟ یہ سوال گو اہم ہے' مگر بحث طلب نہیں ' اسلئے کہ یہ ایک ناقابل انکار واقعہ ہے کہ انگریزی نسل نے حیات اجتماعی کو قیمت میں دیکر اپنے افراد کے لئے لطف و مسرت حاصل کی ہے - ایک بڑی بات یہ ہے کہ انگریزوں کو اب اعتماد نفس نہیں رہا ' انحطاط قومیت کا خوف انکی رگ رگ میں سرایت کرگیا ہے اور یہ خاص علامت زوال ہے - لیکن اس سے بھی زیادہ خطرناک علامت یہ ہے کہ شرح پیدایش میں بھی تنزل شروع ہوگیا ہے - چنانچہ سنہ ۱۸۷۸ میں فی ہزار ۳۶،۳ کی شرح تھی جو سنہ ۱۹۱۰ میں گھٹ کر ۲۴،۸ رہ گئی - اسکا نتیجہ یہ ہوتا ہے ' کہ انگریزی نسل جو صدہا سال کی ارتقاء ترقی کی پیداوار ہے' چند دوروں ہی میں مختلط النسب ہوجاے گی' اور یہ خلط نسل ' اسکی اخلاقی و مادی زندگی کے زوال کی بین دلیل ہے -

اسی طرح علامات زوال' یورپ کے تمام ملکوں میں موجود ہیں - چنانچہ بلجیم کے اکثر حصوں میں اوسط شرح پیدایش فرانس کے مقابلہ میں بھی کم ہے' اور یہی کیفیت جرمنی میں بھی شیرازۂ اخلاقی کے انتشار کے ساتھہ پیدا ہو چلی ہے - بے شبہ جرمنی کا آفتاب عروج اسوقت نصف النہار پر ہے' یہاں موجودہ رفتار تمدن کو دیکھکر کون انکار کر سکتا ہے کہ جو حالت آج فرانس کی ہے' وہی ایک نصف صدی کے بعد جرمنی کی بھی نہ ہوگی ؟

ایک اور علامت زوال ' جمہوری حکومت کا دور دورہ ہے - جمہوری اور دستوری سلطنت آج اکثر ممالک یورپ میں قایم ہے ' لیکن اسطرح کے طرق جہانبانی میں جہاں تقریباً ہر شخص کو ووٹ دینے کا حق حاصل ہوتا ہے' پارلیمنٹ میں عموماً ناقابل ممبر منتخب ہونے لگتے ہیں' ذہنی حیثیت سے اسکی وقعت باقی نہیں رہتی ' اور آخر کار یہی ملک کی تباہی کا باعث ہوتا ہے - چنانچہ آسٹریا و بلجیم کی دستوری حکومتوں کے واقعات ہمارے دعوی کے شواہد قوی ہیں - ہاں انگلستان بے شبہ ایک مستثنی مثال ہے' جسکی وجہ یہ ہے' کہ انگلستان کی پارلیمنٹ ارکان کی قابلیت اور انکے مفید عملی کارناموں کے لحاظ سے دنیا کی بہترین پارلیمنٹ ہے' تاہم انگریز بھی اپنی خوبیوں کو اس تجویز سے غارت کررہے ہیں کہ آیندہ سے ہاوس آف کامنز کے ارکان تنخواہ دار ہونگے - اس تجویز پر عملدر آمد کے یہ معنی ہونگے کہ جن لوگوں نے پالیٹکس کو بہبود ملک کے لئے نہیں' بلکہ محض روپیہ کمانے کی غرض سے اختیار کیا ہے' وہ بھی پارلیمنٹ میں در آینگے -

انحطاط کی آخری علامت غیر معتدل مساوات پسندی ہے' جسکا ماحصل یہ ہے کہ سوسایٹی کے موجودہ طبقات کا فرق مراتب مٹادیا جاے اور تمام افراد کے حقوق ہر حیثیت سے مساوی ہوجائیں ! حالانکہ تاریخ علانیہ شہادت دے رہی ہے کہ دنیا میں ابتک جتنے عظیم الشان کام ظہور میں آچکے ہیں' انکے انجام دینے والے عام افراد نہ تھے' بلکہ خاص خاص افراد کے ہاتھہ تھے - ہم اس موضوع پر اپنے ایک اور مضمون میں مفصل بحث کرچکے ہیں اسلئے یہاں اسکی تفصیل غیر ضروری ہے -

یہانتک علامات کا ذکر تھا ' اب ہم دوسرے نمبر میں انکے اسباب پر غور کرینگے -

---

ضروری اطلاع

(۱) الہلال ہر اتوار کو شائع ہوتا ہے' اور اتوار ہی کے دن' ورنہ پیر کے دن تو ضرور ڈاک میں پڑجاتا ہے - ڈاک کی روانگی میں بھی ہر ممکن احتیاط سے کام لیا جاتا ہے - پس اگر ٹھیک وقت پر رسالہ نہ پہنچے تو اسی وقت دفتر کو اطلاع دی جاے ' اگر اس ہفتے کے گذر جانے کے بعد مکرر طلب کیا جاے گا تو بلا قیمت روانہ نہوگا -

(۲) یہ اتفاقی صورتیں ہیں' لیکن اگر ہر ہفتے اس طرح کی صورتیں آپکو پیش آتی ہیں ' تو دفتر کو اطلاع دینے کے ساتھہ اپنی ڈاک کے انتظام اور مقامی پوسٹ آفس پر توجہ فرمایئے - ممکن ہے کہ کسی طرح کی بدنظمی ثابت ہو - اکثر حضرات جو ہمیشہ رسالے کے نہ ملنے کی شکایت کرتے تھے ' اب خود لکھتے ہیں کہ دفتر سے رسالہ ضرور جاتا ہے لیکن ڈاک کی بدنظمی ' چٹھی رسانوں کی غفلت یا دانستہ بے عنوانی' بعض ہمسایوں اور ہم محلہ اشخاص کی دست برد اور اسی طرح کے اسباب مقامی سے ضائع ہوجاتا ہے - یہاں تک کہ بعض قدردانوں نے تو لکھدیا ہے کہ پرچہ بیرنگ بھیجا جاے !

[منیجر]

مراسلات

مسلم یونیورسٹی

— * —

ایڈیٹر کامریڈ کی دوسری چٹھی

بخدمت ایڈیٹر صاحب الہلال

جناب من — پہلی ستمبر کا الہلال نظر سے گزرا - میری نسبت جو کچھ آپنے تحریر فرمایا ہے میں اسکا شکریہ بھی اسی جوش و شوق سے ادا کرتا مگر اپنے پر جو نظر ڈالی تو وہ شاعرانہ مدح و ستائش اور ھی کی معلوم ھولی - کاش میں اسکا اھل ھوتا اور آپکی تعریف کا تھوڑا بہت حق بھی ادا کرسکتا ! اور اسمیں کچھہ کسر نفسی یا خواہ مخواہ کا تصنع نہیں ایک امر واقع ہے جو عرض کیا -

مگر میری سمجھہ میں یہ نہیں آیا کہ آپنے بعد میری تحریر چھاپے اسپر جرح و تعدیل کیونکر شروع کردی - یہ تو بڑے غضب کی بات ہے کہ آپ پرائیوٹ گفتگو کا حوالہ اخبار میں دیکر اسپر تنقید کرتے ہیں جو کہ اصول جراید نویسی کے سر تا سر خلاف ہے - اور پھر اسپر مصر ہیں کہ میں اعلیحضرت کمیٹی کی " ذاتیات " کے متعلق اخبارات میں مضمون نویسیاں کروں - جس سے زیادہ بیہودہ مشغلہ کوئی ہو نہیں سکتا - کہ نہ خدا خوش اور نہ قوم کا کوئی مفاد - راست گفتاری کا بیشک میں قائل ہوں اور الحمد للہ کہ اسوقت تک اصول صداقت کے خلاف عمل کرنے کا مجرم نہیں ہوا لیکن وہ صداقت جو بے محل ہو اور دل شکن ہو راستئی فتنۂ انگیز کی ذیل میں شمار کی جاتی ہے اور اسے میری بے اصولی سمجھئے یا کمزوری میں اس قسم کی راستی کو پسند نہیں کرتا -

میں اس بات پر سخت متاسف ہوں کہ آپنے اس پچھلے پرچے میں بھی اس قسم کی غلط بیانیاں (گو صورت بدلکر) قائم رکھیں جو پہلی مرتبہ کی تھیں - ۱۳ جولائی جسکا آپنے پھر اعادہ کیا ہے اصل میں ۳۱ جولائی ہے اور اسدن سر ھار کورٹ نے خط تحریر کیا ہے جو راجہ محمود آباد کے پاس سے ہوتا ہوا تین چار روز کے بعد علی گڑھ پہنچا ہوگا - اسکی اشاعت اسی ہفتے کے انسٹی ٹیوٹ گزٹ کے ذریعے کردی گئی یعنی ۹ - اگست کے اخبار میں جگہ دی اور بغیر تاخیر چھاپ دیا گیا پھر بھی آپ یکم ستمبر کو یہی لکھتے ہیں کہ :

" ہم نے گذشتہ نمبر میں آنریبل سر بٹلر کی چٹھی کا اقتباس دیکر لکھا تھا کہ انہوں نے جو کچھہ لکھا کمیٹی نے اسے عام اصول رازداری کے مطابق قوم کو اس سے بے خبر رکھا " لیکن ہمارے دوست مسٹر محمد علی فرماتے ہیں کہ یہ صحیح نہیں دو مہینے بعد تو سر بٹلر کی چٹھی تمام اخباروں میں چھاپدی گئی تھی " ہم تسلیم کرتے ہیں کہ ایسا ضرور ہوا تھا لیکن ہمارے مقصود بحث پر اس سے کوئی اثر نہیں پڑتا بیشک کمیٹی نے اس چٹھی کو دو مہینے بعد اسلئے چھاپدیا تھا کہ اُس سے یونیورسٹی کی منظوری کی بشارت سنانے کا کام لے - لیکن بحث صرف اسمیں ہے کہ قوم کو جس قسم کی یونیورسٹی کا متوقع بنا کر روپیہ لیا جا رہا تھا ابھی اسکی کوئی منظوری نہیں ملی تھی اور نہ ان پہلوؤں کو بظاہر چھوڑا گیا تھا - یہہ وہی امور تھے جنکی نسبت وزیر ھند نے حق رائے دھی کے کامل اختیارات آخر تک محفوظ تھے جو بالآخر عدم اتفاق اور وائسرائے کے اختیارات چانسلر کی صورت میں استعمال کئے گئے اور اسی داستان کے اور ابواب باقی ہیں پس فی الحقیقت مجوزہ یونیورسٹی کی توقعات کا تو اُسی وقت فیصلہ ہوگیا تھا کہ روپیہ کی فراہمی کے بعد آن کی امانت واپس دیا جائے گا لیکن کمیٹی نے درامہ کمیونک کی اشاعت تک قوم کے سامنے سے پردہ نہیں ہٹایا ...... الخ "

اب پچھلی مرتبہ ۲۵ - اگست کے الہلال سے مقابلہ کیجئے - جسمیں آپ نے صاف صاف لکھدیا ہے کہ " کمیٹی نے تمام قوم کو اس سے (سر بٹلر کے خط سے) بے خبر رکھا " - اب آپ تسلیم کرتے ہیں کہ دو ماہ بعد چھاپا گیا تھا - مگر یہ تسلیم نہیں کرتے کہ پہلی دفعہ جو ہم نے چھاپا وہ بالکل بے بنیاد ہے - دوسرے جیسا کہ اوپر عرض کیا گیا دو ماہ بعد چھاپنا بھی جناب کی اختراعی سہو ہے کیونکہ خط مذکور کی اشاعت میں ایک ہفتے سے بھی کم لگا اور جلدی سے جلدی اسکو طبع کردیا گیا - [اسکا تو دو مرتبہ اعتراف کرچکا ہوں - الہلال]

دوسری بات کہ " قوم کو جس قسم کی یونیورسٹی کا متوقع بناکر روپیہ لیا جا رہا تھا ابھی اسکی کوئی منظوری نہیں ملی تھی " سو اسکا یونیورسٹی کمیٹی نے کبھی دعوی نہیں کیا اور نہ اس قسم کا دعوی ممکن تھا - بے شک منظوری نہیں ملی تھی اور شاید جناب ھی کمیٹی کی کوئی تحریری یا تقریری سند اس قسم کی پیدا کریں جسمیں اُس نے یہ کہا ہو کہ منظوری ملگئی ہے -

آپ کہتے ہیں کہ " ان پہلوؤں کو نہیں چھوڑا گیا تھا " اسکا جواب وہ طومار ہے جو اخباروں میں برابر چھپتا رہا ہے - پبلک پلیٹ فارموں پر بارہا جس کے متعلق تقریریں ہوئیں اور جس سے ہر خواندہ مسلمان واقف ہے - [لیکن خود کمیٹی نے کیا کیا ؟ الہلال]

آپ لکھتے ہیں " یہ وہی امور تھے جنکی نسبت وزیر ھند کے حق رائے دھی کے کامل اختیارات آخر تک محفوظ تھے " اس کو پچھلے پرچے سے ملائیے جسمیں سر بٹلر کی چٹھی کے اقتباس میں آپ نے تحریر فرمایا ہے کہ " جو اسکیم صاحب وزیر ھند کے سامنے پیش ہوگی اسکی تمام تفصیلات کے متعلق وہ اپنے اختیارات کامل کو محفوظ رکھتے ہیں " [یہ تو خود مسٹر بٹلر کے الفاظ ہیں -]

کیا حق رائے دھی کا محفوظ رکھنا اور تمام تفصیلات کے متعلق

ناموران

اختیات کا محفوظ رکھنا ایک ہی معنی رکھتا ہے ؟ اگر آپ کی حس انصاف شناسی اس عظیم الشان فرق کے امتیاز سے قاصر ہے تو بغیر کسی بحث کا آپ سے صاف ہونا محال ہے ۔ تاہم ایک اخبار نویس ہونے کی حیثیت سے عرض کروں کہ آپ کا پہلا فرض اس اصولی غلطی کا اعتراف ہونا چاہئے تھا جس نے مطالب کو کہیں سے کہیں پہنچادیا - [مجھے غلطی کے اعتراف سے کبھی گریز نہیں - و انی لاستغفر اللہ فی کل یوم سبعین مرۃ] آپ کا یہ فیصلہ " پس فی الحقیقت مجوزہ یونیورسٹی کی توقعات کا تو اسی وقت فیصلہ ہوگیا تھا " ایک ایسا الہامی نقطہ ہے جو خدا کے سوا کسی شخص پر منکشف نہیں ہوا - ۳۱ جولائی کو بھی مسلم یونیورسٹی زندہ تھی اور بقول آپ کے " دس کروڑ " مسلمان بھی موجود ہیں - [لیکن ایمپریل یونیورسٹی کے جلسے میں تقریر کرتے ہوئے تو خود آنریبل سید امیر علی " دس کروڑ " کی آبادی بتلاتے ہیں - ۱۲ اگست والی تقریر کا حوالہ دیکر اسے بازپرس کیجئے - الہلال] انہیں سے کسی خدا کے بندے نے سر ہارکورٹ کے مذکورہ خط سے اس قسم کا مطلب نہیں نکالا جو اسوقت جناب کو سوجھا ہے - پس درحقیقت اس اعتراض کا یہ وقت ہی نہیں - اگر کسی صاحب کو اس خط سے مایوسی ہوئی تھی تو انکو اسی وقت اپنا احتمال ظاہر کردینا تھا - [اسکا جواب دے چکا ہوں - الہلال]

افسوس ہے کہ مجھے دوبارہ سمع خراشی کرنے کی ضرورت پیش آئی اسکی معافی مانگتا ہوں اور دو جملے عرض کرکے اپنی مراسلت ختم کرتاہوں - کامریڈ کے متعلق جو آپ نے لکھا کہ اسکی تحریریں کمیٹی کی روئدادیں نہیں ہوسکتیں بلکہ وہ ایک فرد کی رائے سمجھی جائنگی ' درست ہے - لیکن اپنے تکلف دہ الزام کو فراموش نہ کیجئے جسمیں جناب نے کمیٹی کے ہر فرد پر فریب دہی اور اخفا کا جرم عاید کیا تھا اور واللہ یعلم انہم لکاذبون کی مہر بھی لگادی تھی - [میرا مقصود کمیٹی کے مخصوص حکمراں طبقے سے تھا - اس آرٹیکل میں جابجا حکمراں طبقے پر زور دیا گیا ہے اور اس سے پہلے بھی تصریح کرچکا ہوں - یونیورسٹی کی رازداریوں کا اصلی حلقہ ہمیشہ محدود رہا ہے - عام ممبر - جنکی پچاس ساٹھ کی تعداد پر آپ بار بار زور دیتے ہیں - انصاف فرمایئے کہ ان میں کتنے ہیں جنکو ابتدا سے تمام معاملات کی خبر رہی ہے ؟ الہلال]

نامور ماسٹا پرست فیورز

ابراہیم تیسریانک

— : —

حیات بعد الممات

قدرت الہی کے مظاہر و آیات میں سب سے بڑی نشانی احیائے اموات ہے اور اسکے لیے کسی مافوق الفطرۃ معجزے کی ضرورت نہیں ' کارزار فطرت میں روزمرہ قدرت الہی اپنا یہ اعجاز دکھلاتی ہے ' اور کائنات عالم کی کوئی ہستی نہیں ' جسکے اندر ہر وقت اور ہر لمحے حیات بعد الممات کا قانون جاری و ساری ہو - ہزاروں ہستیاں ہیں جو اس حیات سرائے عالم میں روز مرتی ہیں اور پھر زندہ ہوتی ہیں ' ولکن اکثرہم لا یعلمون -

قرآن کریم ہر جگہ آثار قدرت اور آیات فطرۃ کے بیان سے وجود الہی پر استدلال کرتا ہے مگر شاید سب سے زیادہ اس نے زور اسی نشانی پر دیا ہے ۔

یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی ویحیی الارض بعد موتہا ' وکذالک تخرجون (۳۰ : ۱۸)

خدا تعالی زندگی سے موت ' اور موت سے زندگی کو پیدا کرتا ہے اور جب زمین پر موت چھا جاتی ہے ' تو اسے پھر زندہ کردیتا ہے - اور (سونچو تو) اسی طرح تم کو بھی موت کے بعد زندا کھڑا کردیگا -

لیکن انسان کی ایک قدیمی نادانی یہ ہے کہ گوشت اور خون سے بنے ہوئے جسم کی حرکت ہی کو زندگی ' اور اسکے جمود ہی کو موت سمجھتا ہے - حالانکہ اس جسم کی موت و حیات بھی ایک بالاتر قانون حیات و ممات کے ماتحت ہے - آسمان اس سے دور ہے ' مگر زمین تو قدموں کے نیچے ہے ' اگر نظروں کو اوپر نہیں اٹھاتا تو تعجب ہے کہ نیچے بھی نہیں دیکھتا ؟ زمین جب اپنی زندگی کی تمام علامتوں سے محروم ہو جاتی ہے - اسکی سطح پر کھیلنے والی وہ دلفریب زینتیں ' جنکے العاب حیات سے اسکی ساری رونق اور دلکشی ہے ؛ ایک ایک کرکے اس سے رخصت ہو جاتی ہیں - عالم نباتات کی وہ ارواح طیبہ ' جنکے مظاہر جمال کے الوان مختلفہ سے اسکا چہرہ اجرام سماوی کے حسن کو بھی شرمندہ کر دیتا ہے ؛ خزاں کے لطمات ہلاکت کی تاب نہ لاکر اسکی گود میں تڑپ تڑپ کر جان دیدیتی ہیں - روح نباتاتی کا کوئی اثر اسمیں باقی نہیں رہتا - کھیت خشک ہوجاتے ہیں ' باغ جنگل نظر آتے ہیں - اور سرچشمۂ حیات یعنی پانی بھی اپنی بخشایشوں کو روک دیتا ہے -

اس وقت زمین یکسر موقع موت و ہلاکت ہو جاتی ہے - لیکن پھر جب "حیات بعد الممات" کا قانون رونما ہوتا ہے، تو موسم بہار رحمت الٰہی کا پیغام لیکر آتا ہے - خزاں کی تمام علامتیں ایک ایک کرکے رخصت ہونے لگتی ہیں، خشکی کی جگہ تر و تازگی، افسردگی کی جگہ شگفتگی، اور موت کی جگہ زندگی کے آثار ہر طرف نظر آنے لگتے ہیں - پھر کیا یہ اموات کی حیات، اور اجساد کا حشر نہیں ہے؟

اس سے بھی بڑھکر اس قانون الٰہی کے وہ مظاہر ہیں جنمیں زندگی موت کے بعد نہیں، بلکہ موت سے زندگی، اور زندگی سے موت پیدا ہوتی ہے: یخرج الحی من المیت ویخرج المیت من الحی - غور کرکے دیکھا جائے تو دنیا میں اسکی ہزاروں مثالیں ملینگی - کتنی گمراہیاں ہیں، جنسے رہنمائی کی حرکت پیدا ہوتی ہے؟ کتنی تاریکیاں ہیں، جنکی شدت روشنی کو دعوت دیتی ہے؟ اور پھر کتنی خونریزیاں ہیں، جنمیں گو خون کی ندیاں بہتی ہیں، لیکن انہیں سے حیات و زندگی کی روح پیدا ہوکر دنیا میں پھیل جاتی ہے - بنی اسرائیل کی سختی و شداید جلالت ہی نے ظہور (مسیح) کا سامان کیا - کعبے کی دیواروں پر سیکڑوں بتوں کی صورتیں کیسی سخت تاریکی تھی؟ لیکن یہی تاریکی جب حد درجہ تک پہنچ گئی، تو آفتاب توحید کعبے کی چھت پر طلوع ہوا - صلیبی لڑائیوں نے صدیوں تک یورپ اور ایشیا کے امن کو تاراج کیا، لیکن یہی لڑائیاں تھیں، جنھوں نے یورپ کے دور جدید کی بنیاد رکھی، اور سیکڑوں تمدنی اور اخلاقی فوائد تمام اقوام مغرب نے حاصل کیے -

* * *

پچھلے نمبر میں (ادھم پاشا) کی ایک تقریر ہم نے انہیں کالموں میں درج کی تھی - انہوں نے (الحق) کے نامہ نگار سے کہا تھا کہ اٹلی نے ہم سے ایک چیز لینی چاہی تھی، مگر اس نے سب کچھ ہمیں دیدیا - درحقیقت جنگ طرابلس بھی اس قدرت الٰہی کی ایک بہت بڑی مثال ہے کہ:

یخرج الحی من المیت   وہ موت سے زندگی، اور زندگی سے

ویخرج المیت من الحی   موت پیدا کرتا ہے -

جنگ طرابلس ایک خونریزی تھی، لیکن غور کیجیے تو اسی خونریزی نے اسلام کے نئے دور حیات کی بنیاد رکھدی ہے - دنیا میں اصلی طاقت اخلاقی طاقت ہے، اور اصلی فتح، اخلاقی فتح ہے - اس جنگ کا سب سے بڑا احسان یہ ہے کہ اس نے مردہ جسدوں میں روح پھونکدی، اور ایک اصلی اور حقیقی اخلاقی حرکت تمامی عالم اسلامی میں پیدا کردی -

اس اثر کی سب سے بڑی مثال اسلام پرستی کا وہ حیرت انگیز جوش ہے، جو اعلان جنگ کے ساتھہ ہی تمام عالم اسلامی اور علی الخصوص تمام عثمانی ممالک میں پیدا ہوگیا - ترکوں کا کوئی طبقہ اور کوئی جماعت ایسی نہیں ہے جو آج طرابلس کے مختلف میدانوں میں سرگرم قتال دفاع نہو - سب سے زیادہ گروہ طلبا اور اہل قلم کا ہے، جنھوں نے تلوار کو بلند ہوتے دیکھا، تو خود بھی اپنے قلم کو تلوار سے بدل لیا - اس سے پیشتر ہم متعدد اشخاص کا ذکر کرچکے ہیں، لیکن آج جو تصویر آپکے سامنے ہے، اسکی عزت و احترام میں کمی نہ کیجیے کہ وہ اسلام پرستی اور ملی فدا کاری کے شرف و تقدیس کی ایک مقدس مثال ہے -

* * *

سب سے پہلے (ابراہیم ثریا بک) کے چہرے پر ایک نظر ڈالیے، آپکے لیے یہ کوئی نئی وضع اور قطع نہیں ہے - ہندوستان میں نئی صحبت کے سیکڑوں نوجوان اس قطع کے آپنے دیکھے ہونگے - اگر آپکو معلوم نہ ہوتا کہ ایک تعلیم یافتہ ترک کی تصویر ہے، تو عجب نہیں کہ آپ اسے (علی گڈہ کالج) کا ایک فیشن ایبل گریجویٹ قرار دیتے - لیکن

شتان ما بین الیزیدین فی الندی
یزید سلیم و الاغر ابن حاتم

یہی چہرہ جو زیب و آرائش اور وضع و قطع کی ترتیب کا نمونہ نظر آتا ہے، یہی گردن جسمیں دا وضع کالر کے حلقے اور نکٹائی کی چست اور صحیح بندش سے خوشنمائی اور زیبائی پیدا کی گئی ہے، یہی جسم جو قیمتی اور خوش قطع کپڑوں کے اندر راحت طلبیوں اور آرام پسندیوں کا ایک مرقع معلوم ہوتا ہے؛ آج مہینوں سے ریگستان افریقہ میں تپتی ہوئی زمین، پر غبار آسمان، موسم زدہ فضا، اور بسا اوقات کسی پرانے کمل کے تانے ہوے خیمے، یا نخلستان سے گھرے ہوے جھنڈ، اور گولیوں کی بارش، اور توپوں کی آتشباری کے اندر ایک سخت جان اور عادی سپاہی کی طرح مصروف قتال و دفاع ہے! جو سر کل تک خوشنما فیز سے محفوظ تھا، آج میدان قتال کی گرد و غبار کیلیے برہنہ کردیا گیا ہے - جن آنکھوں پر کل تک نازک کمانیوں کی عینک چڑھی ہوئی تھی - آج مجاہدین کے گھوڑوں کی اڑائی ہوئی خاک کے سرمے کے انتظار میں کھلی ہوئی ہیں - جو گردن کل تک رنگین نکٹائی کے حلقے سے خوبصورت بنائی گئی تھی، آج راہ اسلام پرستی میں نکلے ہوے خون کی چھینٹوں سے رنگین ہو رہی ہے - اور جو جسم کل تک خوش قطع و بسنت کوٹ سے ملبوس تھا، آج دشمنان ملت کی گولیوں کے زخم کیلیے کھولدیا گیا ہے!!

* * *

اسلامی خصائص کی یہ اصلی تصویر ہے، جو آج صدیوں کے بعد نظر آرہی ہے - اسلام دین اور دنیا، دونوں کو ایک ہی زندگی کے اندر جمع کرنا چاہتا ہے - وہ کھلے دل سے اجازت دیتا ہے کہ قانون فطرت و اعتدال کے ساتھہ جس قدر جائز عیش اور آرام و راحت تم دنیا میں حاصل کرسکتے ہو، کرو - عمدہ کپڑے پہنکر حسن بدنی کا شوق ہے تو یہ کوئی جرم نہیں - زیب و آرائش سے اپنے چہروں کو خوشنما بنانا چاہتے ہو تو اسکی کوئی پرسش نہیں - دنیا میں لذتیں برتنے کیلیے، اور آرام و راحت حاصل کرنے کیلیے ہی پیدا کی گئی ہیں - لیکن ساتھہ ہی صرف لذائذ حیات ہی کے نہوجاؤ، کہ یہ پھر شرک اور ماسوا پرستی میں داخل ہوجاے گا (انکم و ما تعبدون من دون اللہ حصب جہنم) - تمہارے جسم

ارض طرابلس

قیمتي ملبوسات میں رهیں تو مضائقه نهیں' لیکن پهٹے هوے کمل کے اوڑهلینے سے بهي انهیں عار نهو - تمهارے پاؤں مخملي قالینوں پرچلیں تو کیا هرج هے - لیکن کهي کانٹوں اور تپتي هوي ریگ پر بهي چهل قدمي کرلیں - ان چیزوں میں سے کوئي شے تمهیں خاکساري اور خاک نشیني سے مانع نه آے' اور کوي لذت صرف اپنا هي پرستار نه بنالے -

بهي تاریخ جنگ میں ایسا نهیں هوا' جسمیں اٹالین هوائي جهازوں نے همارے کیمپ کے ایک کتے کو بهي زخمي کیا هو - ابتدا میں تو سادہ لوح عرب دیکهکر کسي قدر حیران هوگئے تهے لیکن جب غازي (انور پاشا) نے انکو هوائي جهاز دکهلا کر سمجها دیا که یه ایک معمولي شے هے جس سے هم بهي کام لے سکتے هیں' تو پهر انکے لیے ایک معمولي تماشا هوگیا' اور ابتو انکي بندوقیں هر وقت فضا میں اپنا بالائي شکار ڈهونڈ هلي رهتي هیں -

اسوقت کتنے هي مرتبه هوائي جهازوں کو مضروب هونا پڑا هے اور کتنے جهاز ران زخمي هوکر صحرا میں یا اطراف و حوالي کے کهیتوں اور باغوں میں گرے هیں - "

اٹالین هوائي جهاز اپني چهاوني کي طرف بهاگا جارها هے' اور مجاهد (براعصه) کا شیخ بندوق سے فیر کر رها هے -

(بنغازي)

مصر اور قسطنطنیه کي ڈاک

کا خـــلاصــه

— • —

اس هفتے بهي کوی اهم خبر نهیں' حالات بدستور اور خاموشي چهای هوی هے - اٹالین اپني قلعه بند چهاونیوں اور مورچوں کے اندر بند رهکر زیاده سے زیاده یه کرسکتے هیں' که هوای جهازوں پر چند بم کے گولے لیکر بیٹهه جائیں لیکن عثماني نشانه اندازوں کے خوف سے نه صرف زمین' بلکه اب اسمان کی محفوظ فضا بهی ان پر تنگ هوگئي هے - ابتداے جنگ سے لیکر اس وقت تک سیکڑوں مرتبه هوائي جهاز کي آزمایش کي گئي' لیکن هر مرتبه ناکامي هوي - جس وقت هوائي جهازوں کا اٹلي نے بند و بست کیا هے' تو اٹالین اخبارات نے اپنے معمولي فخر و غرور کے لہجے میں کہا تها که اس عجیب و غریب ایجاد سے جنگ میں عملي کام لینے کا اولین شرف اٹلي کو حاصل هوگا - لیکن ابتک اس تمام شرف و افتخار کے کارنامے کا خلاصه یه هے که چند جهاز فضا میں اوڑے اور پهر اوٹ کر چلے آئے' بعض نے چهپے هوئے پمفلٹ اور کاغذ عربي چهاؤنیوں کے آگے پهینکدیے' اور اس کو انتهای بهادري سے تعبیر کیا - شجاعت و کاردانی کا بهت هیجان هوا تو چند بم کے گولے بهي اوپر سے پهینکدیے' لیکن قبل اسکے که انکا نتیجه دیکهنے کي خوشي حاصل کریں کسی عربي سوار کي بندوق' یا کسی عثمانی توپچي کے نشانے سے خود هي شکار هوگئے !!

اخبار (الزهره) ٹیونس کا نامه نگار لکهتا هے " غالباً سب سے پہلا هوائي جهاز آغاز جنگ سے تین هفتے کے بعد طرابلس پهنچا تها اور اسکے بعد متعدد جهاز چند مہینوں کے اندر پهنچ گئے' لیکن اگر اس حیرت انگیز ایجاد کے موجدوں کو معلوم هوتا که یورپ کي ایک انتهائي ایجاد کو اس طرح افریقه میں جاکر ذلیل هونا پڑے گا' تو میں سمجهتا هوں که وه قدیم زمانے کے کاهنوں کي طرح اپنے عملیات کي تعلیم کیلیے یه شرط لگا دیتے که " نا اهلوں کو نه سکهلایا جاے " - آجتک ایک واقعه

ایک اٹالین هوائي جهاز کي گرفتاري

خود (ریوٹر) نے بهي اس هفتے اٹالین هوای جهازوں کے ایک ایسے هی کارنامے کي خبر دي هے : " اٹالین کپتان (مونٹو) جسوقت اپنا هوائي جهاز (زوارہ) سے آڑاتا هوا طرابلس کي راه جارها تها' بدقسمتي سے عربوں میں گر پڑا - لیکن خوش قسمتي یه تهي که نه جهاز کے چوٹ آئي' نه جهاز ران زخمي هوا' دونوں صحیح سلامت ترکي هیڈ کوارٹر میں پهنچا دے گئے - "

تعجب هے که (ریوٹر) کو یه خبر شائع کرنے کیلیے کیونکر معلوم هوی ؟

(بنغازي) میں شہر کے ارد گرد عارضي قلعے بنالیے هیں' اور (بقول نامه نگار المؤید) ان میں شب و روز چهپے رهتے هیں - عرب اور ترک لاکهه لاکهه کوشش کرتے هیں که کسي طرح باهر نکل کے مقابله کریں مگر کبهي کبهي مورچوں کے اندر سے گولوں کو ضائع کردینے کے سوا انهوں نے هر طرح کے جنگي کاموں کي قسم کهالي هے -

مجاهدین ترک و عرب سے تو مقابله کرنے کي جرات نهیں هوتي مگر بے قصور شهر کے باشندوں پر اپنے بزدلانه مظالم شروع کردیتے هیں کوي هفته ایسا نهیں جاتا جسمیں ایک گروه باشندگان شهر کا بغیر قصور کے گرفتار نه کرلیا جاتا هو' اور اسے پهر جلاوطني کي سزا دیکر اٹلي نه بهیجدیا جاتا هو - اٹلي بهیجنے سے شاید یه مقصود هوگا که جس طرح ابتداے جنگ میں شفاخانوں کے بیمار ترکوں کو اسیران جنگ کے نام سے اٹلي بهیجدیا تها اور انکو روما کے گلي کوچوں میں پهرا کر ملکي فتح و نصرت کے شادیانے بجاے گئے تهے' اسي طرح اب شهر کے کاروباري عربوں کو گرفتار کرکے روما میں یه دکهلایا جاے که هم آجکل بهي اپني عدیم النظیر فتوحات میں سرگرم هیں اور جماعتوں کي جماعتیں دشمن کي قید هو رهي هیں !!

Printed & Published by ABUL KALAM AZAD, AT THE HILAL ELECTRICAL PRINTING WORKS, 7-1, McLeod Street, CALCUTTA.

آئندہ نمبر میں غازی انور پاشا کی دوسری رنگین تصویر مع مناظر جنگ کے شائع ہوگی

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين — القرآن الحكيم

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad,

7-1, MacLeod street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

مدیر مسئول و خصوصی
احمد المکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۱-۷ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

نمبر ۱۱ — کلکتہ : یکشنبہ ۲۲ ستمبر ۱۹۱۲ع — جلد ۱

فہرس

لوحۂ امید

— * —

اس هفتے جب هم نے "صبح امید" کے عنوان سے لکھا ' تو خیال هوا که مستقل تصاویر کے سلسلے میں کوئی ایسی تصویر شائع کریں جسکا نظارہ اس صبح امید کیلیے نسیم بشارت کا کام دے' اور یہ اشاعت هر حیثیت سے (صحیفۂ امید) کي مصداق ثابت هو -

(الہلال) جب هم نے شائع کیا ' تو ابتدا هي میں خیال هوا تها که اعلی حضرت (ملک معظم) کي تصویر کسي نه کسي اشاعت میں شائع کریں؛ لیکن عمدہ بلاک بغیر عمدہ عکسي تصویر کے بن نہیں سکتا تها - یہ حسن اتفاق هے که اسي هفتے بلاک طیار هوگیا ' اور یہ لوحۂ امید ناظرین کے سرور وانبساط کیلیے انکے سامنے هے -

هم نے ملک معظم کي تصویر کو (لوحۂ امید) کہا ' اسلیے که وہ گذشتۂ سیاحت هند میں جو (پیغام امید) هندوستان کو دے گئے هیں' اس نے هیشه کیلیے انکي یاد کو ایک لوحۂ امید کي صورت میں پائدار کردیا هے - هندوستان کو یقین هے که جلد یا بدیر' مگر اس پیغام امید کے بعد وہ شاهد مقصود کو ضرور اپنے سامنے دیکھے گا - هم کو هندوستان کي گورنمنٹ اور اسکے ماتحت حکام سے خواہ کتني هي شکایتیں هوں' مگر دنیا کو یاد رکھنا چاهیے که اس پیغام امید کي محبت اور وفاداري سے کوئی دل خالي نہیں -

اس هفتے کي اشاعت کو ایک خاص مناسبت اس تصویر کے ساتهہ یہ بهي هے که هم نے لیڈنگ ارٹیکل میں مسلمانان هند کي ایک امید افزا حرکت کا ذکر کیا هے' هم کو امید هے که (ملک معظم) کا عهد امید جہاں هندوستان کے گذشتہ سیاسي انقلابات کے لحاظ سے یادگار رهے گا' وهاں یہ بهي هم کبهي نہ بهولیں گے که انهي کے سایۂ عاطفت میں هم نے برسوں کي غفلت کے بعد هشیاري کي کروٹ لي - اور ایک سچي مگر وفادارانہ سیاسي تحریک کا هم میں اغاز هوا -

هم مسلمان هیں ' همارے سر صرف خداے واحد و ذوالجلال کے آگے جهکتے هیں' مگر همارے دل کے دروازے محبت اور وفاداري کیلیے کهلے هوے هیں -

---

گذشتہ اشاعت میں " تمدن خطرے میں " کے عنوان سے جو تحریر درج کي گئي تهي' اسکا دوسرا ٹکڑا بهي آجکي اشاعت میں شائع کیا جاتا هے - امید هے که ناظرین نے اسے سرسري نظر کے حوالے نہ کیا هوگا - اس مضمون میں یورپ کے ایک مستند اهل قلم نے موجودہ تمدن کے جو عوارض و مہالک بیان کیے هیں' وہ موجودہ دور کا فی الحقیقت ایک فتنۂ عظیم هے -

اسکا ترجمہ همارے لائق دوست مسٹر عبد الماجد صاحب بي - اے - نے رسالہ (الندوہ) لکهنؤ کیلیے کیا تها ' چونکه الندوہ بند هوگیا هے (اور نہایت افسوس کے ساتهہ یہ کہنا پڑتا هے) اسلیے اسکے دفتر سے یہ ترجمہ همارے پاس بهیجدیا گیا تها ' جسے نہایت خوشي کے ساتهہ هم نے شائع کردیا -

---

لکھنؤ سے ایک گمنام مراسلت

— * —

لکھنؤ سے ایک صاحب نے مراسلت بھیجی ہے ' جو کسی دوسری جگہ درج کردی گئی ہے - اس مراسلت کے نیچے نام نہیں دیا گیا ہے اسکے ساتھہ جو خط تھا ' اسمیں ایک شخص کا نام مع ایک بیرسٹر صاحب کی کوٹھی کے پتے کے درج ہے ' مگر جانتا ہوں کہ مراسلت کی گمنامی اور خط کی صراحت ' دونوں یکساں ہیں - پہلے تو خیال ہوا کہ جو شخص اپنے اندر اتنی جرات بھی نہیں پاتا ' کہ علانیہ آکر مجھسے سوال کرے ' وہ کسی طرح تخاطب کا اہل نہیں ' لیکن پھر خیال ہوا کہ اس تحریر میں ایک سوال میرے دانی علم و جہل کی نسبت بھی ہے ' اور شاید میرا نفس اس پردے میں اپنی تنقیص و مذمت کے سوال کو ٹالنا چاہتا ہو' اسلیے با وجود اس افسوس کے کہ اسکی اشاعت اور جواب میں متعدد صفحے صرف ہونگے ' وہ کار آمد مضامین کیلیے ظلم ہوگا ' اس تحریر کو شائع کرکے مجبوراً چند سطریں یہاں لکھتا ہوں - لیکن انسانی اخلاق کی بوالعجبی کی یہ کیسی عمدہ مثال ہے ' ایک شخص با وجود فقیر بے نوا ہونے کے ملک کی سب سے بڑے مجہول ' با رسوخ صاحب نفوذ و اقتدار ' اور حکام رس گروہ کو علانیہ اسکی غلطیوں پر ٹوک رہا ہے ' اپنے عقیدت اور بصیرت کے مطابق انکے جس خیال و عمل کو خلاف صواب سمجھتا ہے ' سخت سے سخت الفاظ اور شدید سے شدید لب و لہجہ میں صاف صاف ظاہر کر دیتا ہے ' اور اعلان حق کی راہ میں کسی دنیوی اثر اور انسانی طاقت کا اپنے اندر خوف نہیں پاتا - مگر اسکے مقابلے میں رائے کا یہ حال ہے کہ اول تو سرگوشیوں اور گھر کی صحبتوں میں برا بھلا کہہ لینے کے سوا کوئی ظاہر اختلاف موزوں و معتدلہ خیالات سے غلطیوں کو سلجھانے کی سعی نہیں کرتا ' اور اگر (بدقسمتی) کے اتفاق کبھی سے گاہ گاہ آجانے والی صداے موت کی طرح ' کبھی کوئی صدا اٹھتی بھی ہے ' تو اسکا یہ حال ہوتا ہے ' کہ ایک شخص مسودہ لکھتا ہے ' دوسرے سے صاف کرایا جاتا ہے ' تیسرا خط لکھتا ہے ' اور پھر اتنی جرات بھی نہیں ہوتی کہ علانیہ اپنا نام ظاہر کریں !

خدا کی تو کیا حالی و ما کیا واعظ !

اس سے بھی عجیب تر یہ ہے کہ میں جو کچھہ لکھتا ہوں ' قوم کے سب سے بڑے طبقے کے خلاف لکھتا ہوں - اسلیے انسانی کمزوری سے اپنے تئیں چھپا سکتا تھا ' لیکن جو حضرات میری مخالفت میں قلم اٹھاتے ہیں ' وہ تو گویا عام شاہراہ پر قدم اٹھاتے ' اور ہر دل عزیزی کا ایک نیا استحقاق پیدا کرتے ہیں ' تو انکے لیے چھپنے کی کیا وجہ ہوسکتی ہے ؟ کیا حق و صداقت کی طاقت بخشی اور گمراہی کے قدرتی تذلل و بے ہمتی کی یہ ایک کھلی نشانی نہیں ہے ؟ پھر کوئی آنکھہ ہے جو دیکھے ' اور دل ہے جو سوچے ! ان فی ذلک لذکری ' لمن کان لہ قلب ' او القی السمع و ہو شہید (۵۰ : ۳۷)

تاہم اپنے نقاب پوش دوست کا ان سوالات کیلیے بھی ممنون ہوں - ممکن ہے کہ ان سوالات سے کوئی مفید نتیجہ انکے پیش نظر ہو ' اور جیسا کہ وہ کہتے ہیں - اسکا انکشاف قوم کو فائدہ پہنچاے انکو اور الہلال کے تمام ناظرین کو بدلنا نہیں چاہیے کہ خلوص اور نیک نیتی کے ساتھہ عرض حال کرنے کی سعی کرتا ہوں ' عصمت اور غلطیوں سے پاک ہونے کا تو میں نے کبھی بھی دعوا نہیں کیا - وہ یقین فرمائیں کہ میں اپنی غلطیوں کو دکھلا دینے والے قلم کا نہایت بے چینی کے ساتھہ منتظر رہتا ہوں : کما ینتظر الظمآن الماء البارد ۔

اب میں چند سطریں ہر سوال کے جواب میں دفعہ وار عرض کرکے دوسرے کاموں میں مشغول ہوتا ہوں -

(۱) یونیورسٹی کے مسئلے کو میں تو تعلیمی ہی سمجھتا ہوں لیکن آپکی لیگ اس سے متفق نہیں ' امرتسر میں جو رپورٹ سکریٹری صاحب نے پیش کی تھی ' اسکی تمہید میں لکھا تھا کہ " تعلیم سے بڑھکر اور کوئی پالیٹکس نہیں ہے - مسلمان گو ابتک پالیٹکس سے الگ رہے مگر وہ تعلیم کے مسئلہ میں مصروف تھے ' اور یہ ایک نہایت دقیق اور غامض پولیٹکل مسئلہ ہے " اب آپ جس راے کو مفید مطلب دیکھیں ' اختیار فرمائیں -

(۲) مجھے معلوم نہیں کہ ہماری قوم کے " رہے سہے ماہرین فن " کی الحاق و عدم الحاق کی نسبت کیا راے ہے ' اور نہ معلوم کرنے کی ضرورت ' آپ یونیورسٹی کے ان جھگڑوں کو مجھسے اسطرح پوچھہ رہے ہیں ' گویا میں یونیورسٹی کے معاملات کا ذمہ دار ہوں ! میں نے ہی لوگوں کو یونیورسٹی کی طرف دعوت دی ہے ' لاکھوں روپیہ انسے وصول کیا ہے ' اور پھر میں نے ہی ۱۱ - اگست کو لکھنؤ میں مجلس منعقد کی ہے ' اور عدم الحاق کی صورت میں یونیورسٹی کے لینے سے انکار کردیا ہے ! !

اگر آپکے اندر ان دقائق و رموز تعلیم کیلیے کوئی بے چینی ہے تو براہ کرم میرے وقت کو تو ضائع نہ کیجیے ' سب سے پہلے اپنے مرشد کل اور ہادی سبل سے پوچھیے ' جو علانیہ الحاق کی تائید میں تار دیتے ہیں ' پھر نواب وقار الملک ' راجہ صاحب محمود آباد ' میاں محمد شفیع اور سب سے بڑھکر " ہمدرد قوم " مسٹر محمد علی سے پوچھیے ' جو الحاق کی تائید میں " مدلل اور مفصل " تحریروں کا ایک سلسلہ قائم کیے ہوے ہیں ' اور رنگ بدر چھاپ چھاپ کر اس مسئلے کی نسبت قوم میں ایک عام ادبی تفشن پھیلا رہے ہیں -

مجھے ان معاملات سے کیا تعلق ؟ میں تو ۱ - ستمبر کی اشاعت میں اپنی اصلی راے ظاہر کرچکا ہوں کہ الحاق اور عدم الحاق کیا معنے ' سرے سے یونیورسٹی کے وجود ہی کو قابل بحث سمجھتا ہوں !

دھن کا ذکر کیا یاں سر ہی غائب ہے گریباں سے

میرا عقیدہ تو یہ ہے کہ یونیورسٹی خواہ الحاقی ہو یا غیر الحاقی مسلم کے نام سے ہو ' خواہ علی گڈہ کے ' جتنی قیمت میں لی جاتی ہے ' اتنی قیمت کی متاع کسی صورت میں نہیں :

فاش می گویم و از گفتۂ خود دلشادم

مجھکو تو بعض اوقات یونیورسٹی کمیٹی کی اس خوش قسمتی پر ہنسی آجاتی ہے کہ پریس کمیونک کی بے وقت اشاعت نے لوگوں کو الحاق و عدم الحاق کی بحث میں الجھادیا ' اور انکے معاملات جو بمنزلۂ بنیاد کار ہیں ' اور جن پر اصلی شورش اور

توفیق کا نور مبین تاریکیوں میں مشعل راہ نما' اور گمراہیوں میں دست ہدایت ہے :

الذي خلقني فهو يهدين' و الذي هو يطعمني و يسقين' و اذا مرضت فهو يشفين' و الذي يميتني ثم يحيين' و الذي اطمع ان يغفر لي خطيئتي يوم الدين (۲۲ : ۸۳)

وہ' جس نے مجھکو پیدا کیا' اور پھر ہدایت کی راہیں میرے آگے کھول دیں - وہ' کہ میں بھوکا ہوتا ہوں تو مجھے کھلاتا' اور پیاسا ہوتا ہوں تو پلاتا ہے - اور وہ' کہ جب اپنی بداعمالیوں سے بیمار پڑتا ہوں' تو اپنی رحمت سے شفا دیدیتا ہے - جو مجھکو موت کے بعد حیات بخشیگا' اور جسکی رحمت سے امید رکھتا ہوں کہ قیامت کے دن میری خطاؤں سے درگذر کریگا -

مسلمانوں کی گذشتہ یونیورسٹی کی وجہ تسمیہ کی نسبت بھی آپکا سوال نا قابل فہم ہے' اور نہیں معلوم اس سوال سے کیا مقصد ہے ؟ اول تو یہ بھی صحیح نہیں کہ تمام یونیورسٹیاں شہر اور بانی کے نام سے مشہور ہولیں' اور بالفرض ہوئی بھی ہوں تو مشہور ہوجانا دوسری چیز ہے اور نام رکھنا دوسری بات - پھر کیا آپکا یہ ارادہ ہے کہ مجوزہ یونیورسٹی کو بھی " سر آغا خاں یونیورسٹی " کے لقب سے سرمایہ ادور فخر کونین بنایا جاے ؟ اگر یہی مقصد ہے تو اسکے لیے اس تلاش و جستجو کی ضرورت نہیں' یہاں پہلے ہی سے سمجھ لیا گیا ہے کہ اسکا نام مسلم یونیورسٹی ہو خواہ اور کچھ' وہ بہر حال ویسی ہی مسلم یونیورسٹی ہوگی' جیسا اس وقت علی گڈہ کا محمڈن کالج ہے - پس نفاق کی جگہ دلدادگی اس راست بازی میں زیادہ خوبی ہے کہ " مسلم " کی جگہ " آغا خان یونیورسٹی " ہی اسکا اسم مبارک تجویز کیا جاے -

(٦) آپکو کیا معلوم' یونیورسٹی کا ابھی غلغلہ بلند بھی نہیں ہوا تھا کہ میں انہیں اغراض و مقاصد سے ایک اخبار نکالنے کی فکر میں تھا' کیونکہ جب تک ذاتی اخبار نہوتا' ان خیالات کی اشاعت مشکل تھی - کوئی اخبار بھی اسے گوارا نہ کرتا کہ میرے مضامین شائع کرکے اپنے تئیں ارباب حل و عقد کی نظروں میں مغضوب بناے - لیکن اللہ کی مشیت نے مجھے مہلت نہ دی اور کئی سال اسمیں نکل گئے - میرے محب و محبوب دوست مسٹر محمد علی اور بعض احباب کو اسکی خبر ہے - پس یونیورسٹی کے ہنگامے پر میں کوئی تحریر شائع نہ کرسکا' اور اب الہلال نکلا تو اپنے خیالات ظاہر کرنے لگا -

یہ اصلی واقعہ ہے - رہا اس تحریر کا وہ حملہ' جسے آپنے نقل کیا ہے' تو افسوس ہے کہ آپ عبارت کا محمل اور موقعہ سمجھنے سے بے پرواہی کرتے ہیں' وہاں تو بطور الزامی حجت کے کہا گیا ہے کہ اگر کوئی آواز بلند بھی کی جاتی تو " لوگوں کو اس درجہ متوالا کردیا گیا تھا کہ اس طرح کی صداؤں سے کوئی ہشیاری پیدا نہیں ہوتی "

اور بالفرض اسے تسلیم بھی کرلیا جاے' تو بھی نہیں معلوم کہ آپ کے استدلال کو کیا فائدہ پہنچ سکتا ہے ؟ کیا اصلاح و ہدایت کو طبائع کی صلاحیت اور مستعدی کے وقت شروع کرنا' اور اپنے قرار دادہ مصالح کی وجہ سے حق گوئی کی جگہ باطل پرستی کو اختیار کرنا' دونوں ایک ہیں ؟ :

افمن كان على بينة من ربه كمن زين له سوء عمله واتبعوا اهواءهم ؟ (۴۷ : ۱۶)

کیا وہ لوگ' جو اپنے پروردگار سے بتلاے ہوے کھلے رستے پر ہیں' ان لوگوں کی طرح ہوسکتے ہیں' جنکو اپنے اعمال بدمیں خوبی نظر آتی ہے اور اپنے ہواے نفس پر چلتے ہیں ؟

یقین کیجیے کہ میں اظہار خیال میں کسی سہارے کا محتاج نہیں' اگر تمام ملک و قوم میرے راے کا مخالف ہو اور ایک انسان بھی ساتھ نہ دے' جب بھی توفیق الٰہی کی نصرت پہنچتی ہے میں اپنے تئیں ایک مسلم فوج اور ایک پوری قوم سمجھتا ہوں -

آپ " امر بالمعروف و نہی عن المنکر " کو جو کہ ایک اسلامی فرض' اور قرآن کریم کے قائم کیے ہوے الفاظ ہیں - بغیر کسی تامل کے " مشتبہ الحقیقۃ " اور " مرعوب کن دعاوی " لکھتے ہیں' اور اسلامی اصطلاحات قرآنیہ کا علانیہ استہزا کرتے ہیں - آپ میری نسبت جو جی چاہے لکھیں' میں بخوشی سن لونگا' لیکن شعائر الٰہیہ کے استہزا اور استخفاف کا کسی طرح متحمل نہیں ہو سکتا : و من يعظم شعائر الله' فانها من تقوى القلوب (۸ : ۳۳)

بھائی ! امر بالمعروف اور نہی عن المنکر پر کیا موقوف ہے' یہ تو بہت اونچے درجے کی باتیں ہیں' اسلام کی جو عام اور روزانہ اعمال کی تعلیمات ہیں' وہ بھی تم لوگوں کیلیے بے معنی اور " مشتبہ العقیدۃ " ہیں' اعتقاداً بھی اور عملاً بھی - : كبرت كلمة تخرج من افواههم' ان يقولون الا كذبا (۱۹ : ۷۲)

غالباً آپ میری تحریرات میں جس " افراط ضلع گوئی و استعارات " کے شاکی ہیں' اس سے بھی جابجا قرآن مجید کی آیات سے استشہاد اور اسکی تلمیحات مراد ہونگی' ورنہ میرے مذاق تحریر کا تو حال ہے کہ اگر چاہوں بھی' تو ضلع گوئی پر قادر نہیں ہو سکتا -

آخر میں آپ سے بمنت التماس ہے کہ اگر خامہ فرسائی کا ارادہ ہے تو اس طرح کی لا حاصل بحثوں میں اوقات خراب نہ کیجیے' یہ کونسا مفید طریق بحث ہے کہ جن چیزوں سے مجھے کوئی تعلق نہیں' اور کبھی انکی نسبت کوئی دعوا نہیں کیا' انکا سوال بیکار آپ مجھسے کرتے ہیں - کیا یہ بہتر نہوگا کہ آپ الہلال کے اصلی مباحث مذہبی و سیاسی پر نظر ڈالیں' اور انکی غلطیوں پر مجھکو متنبہ کرکے ایک صحیح خدمت ملی کی راہ قائم کرنے میں ساعی ہوں ؟

اور ہاں اگر آیندہ بھی آپکو اسی طرح شان تبرقع و نقاب آرائی میں آنا ہو تو اسکا خیال رہے' کہ یہ جالی دار نقاب تو میری نظروں کو دھوکا دینے کیلیے کافی نہیں - اتقوا من فراسة المومن فانه ينظر بنور الله - یہ بھی کوئی نقاب میں نقاب ہے کہ کہیے' تو پیشانی کی چڑھی ہوئی شکنیں تک ایک ایک گن دوں ! پھر کبھی آئیے تو حریر و کمخواب کا کوئی نقاب ڈالکر آئیے' زیب و زینت میں بھی افزایش ہو جاے گی' اور پردا بھی ڈھنکا رہجاے گا -

[ناظرین سے معافی خواہ ہوں کہ کئی صفحے اس سوال و جواب میں غارت گئے' لیکن اسمیں بھی چند مصلحتیں تھیں - اب آیندہ اشاعت سے تو قطعی ارادہ کرلیا ہے کہ سوا مفید' مقتضب' ضروری اور مختصر مضامین کے اور تمام بحثوں سے بالکل غض بصر کرلونگا]

۲۲ ستمبر ۱۹۱۲

— * —

صبح امید

— * —

وهو الذي ينزل الغيث من بعد ما قنطوا وينشر رحمته
وهو الولي الحميد (۴۲ : ۲۷) - (۱)

— : —

به بدمستي سزد ' گر مهم سازد مرا ساقي
هنوز از بادهٔ پارینه ام پیمانه پر دارد

(۱)

نزول رحمت الہي و حیات بعد الممات

قدرت الہي کي بخشائشوں کو کون شمار کرسکتا ہے ؟

وان تعدوا نعمة الله لا تحصوها (۱۴ : ۳۴)	اگر تم اللہ کي نعمتوں کا شمار کرنا چاہو تو کبھي نہ کرسکو گے -

عالم کائنات کي کونسي شے ہے جو اپنے اندر قدرت الہی کی کوئي نشاني نہ رکھتي ہو ؟

وكاين من ايت في السماوات والارض يمرون عليها وهم عنها معرضون (۱۲ : ۱۰۵)	اور آسمان و زمين میں اللہ کي قدرت و عظمت کي کتني هي نشانیاں هیں ' جن پر سے غافل انسان گذر جاتا ہے ' اور غور نہیں کرتا -

(۱) اور وهي خدا تو ہے کہ جب خشک موسم میں لوگ بارش کي طرف سے بالکل نا امید اور مایوس هو جاتے هیں ' تو وہ اپني رحمت کے بادلونکو پهیلا دیتا ہے اور مینه برسنا شروع هو جاتا ہے - وهي کارساز حقیقي اور سزاوار حمد و تقدس ہے - [قرآن مجید میں آثار قدرت الہي کو بیان کرتے هوے بارش کے نزول اور زمین کے حیات نباتاتي پر جا بجا زور دیا گیا ہے ' مگر في الحقیقت یہ ایک تمثیل ہے ' جسکے ذریعے هر طرح کی اخلاقي اور روحاني هلاکت اور حیات بخشي کا سمجھانا مقصود ہے - تمام آیتوں اور انکے سیاق و سباق پر غور کیا جاے ' تو یہ مطلب واضح هو جاتا ہے - عربي میں " یاس " اور " قنوط " نا امیدي کے معنوں میں مرادف الفاظ هیں - مگر " قنوط " کا اطلاق اس نا امیدي پر هوتا ہے جو یاس سے بھي زیادہ سخت و شدید هو ' اور نیز جسمیں نیک توقعات سے مایوسي هو (القنوط اعظم الیاس ' والیاس من الخیر - مفردات امام راغب) اس آیت میں " یاس " کي جگہ " قنوط " کا لفظ اسي لیے فرمایا ہے کہ رحمت الہي کا نزول انتہا درجہ کي نا امیدي اور قطعي یاس کے بعد هوتا ہے -]

لیکن عالم سماوي کے آثار و آیات میں ایک بہت بڑي نشاني بارش کا نزول ' اور زمین کي نباتاتي حیات و ممات ہے

الله الذي يرسل الرياح فتثير سحابا ' فيبسطه في السماء كيف يشاء ويجعله كسفا ' فترى الودق يخرج من خلاله ' فاذا اصاب به من يشاء من عباده ' اذا هم يستبشرون (۳۰ : ۴۸)	اللہ هي ہے جو هواوں کو بھیجتا ہے ' اور وہ بادلوں کو انکي جگہہ سے ابھارتي هیں ' پھر خدا جس طرح چاهتا ہے انسے کام لیتا ہے ' کبھي تو بادلوں کو آسمان پر پھیلا دیتا ہے ' کبھي انکے ٹکڑے ٹکڑے کردیتا ہے اور تم کو ایسا نظر آتا ہے کہ گویا انکے بیچ سے مینه نکلا چلا آتا ہے - پھر جب خدا اپنے بندوں میں سے جن پر چاهتا ہے اُسے برسا دیتا ہے ' تو وہ خوشیاں منانے لگتے هیں -

اس خاکدان حیات کی ساري زندگی پانی کے وجود سے ہے :

وجعلنا من الماء كل شيء حي (۲۱ : ۳۰)	اور هم نے دنیا کی هر چیز میں پانی سے زندگي اور زندگی کي شادابی رکھی -

جب زمین آفتاب کے آتشکدۂ حرارت سے قریب هوجاتی ہے ' اُسکي شعلہ باریوں سے سطح زمین کا ذرہ ذرہ تپنے لگتا ہے ' زندگي کي تمام علامتیں مفقود هو جاتي هیں ' هر شے پر مردنی ' اور هر چہرے پر افسردگي چھا جاتي ہے ' درخت اتر جاتے هیں ' ندیاں خشک هو جاتي هیں ' زمین کے اندر کا خزانۂ رطوبت بھی خالی هوجاتا ہے اور سبزہ و گل کي تر و تازگی اور پھلوں کي شادابی ' دونوں خشک سالی کی تمع سے هلاک هوجاتي هیں ؛ تو اُس وقت زمیں اور زمین پر بسنے والي هر نباتاتي اور حیواني روح پانی کیلیے بیقرار هوتی ہے اور کوئي آنکھ نہیں هوتي ' جو آسمان کي طرف امید سے نہ اٹھتي هو اور پھر مایوس هوکر العطش ' العطش " نہ پکارتي هو - لیکن جب مایوسي انتہا درجے تک پہنچ جاتي ہے ' اور امید کا کوئي سہارا باقي نہیں رهتا ؛ تو پھر یکایک عالم سماوي میں ایک انقلاب عظیم نمودار هوتا ہے اور بجلی کی چمک ' اور بادل کی گرج ' صداے امید بنکر دنیا میں پھیل جاتی ہے

فانظر الى اثار رحمت الله كيف يحيي الارض بعد موتها ' ان ذلك لمحي الموتى ' وهو على كل شيء قدير (۳۰ : ۴۹)	پس رحمت الہی کي ان نشانیوں کو دیکھو ' کہ کیونکر وہ زمین کو موت کے بعد دوبارہ حیات بخشتا ہے ؟ بیشک وہ مردونکو جلانے والا ہے اور هر شے پر قادر ہے -

اخلاقي و قلبي حیات و ممات

انساني قلوب کی حیات و ممات ' اور قوموں کي اخلاقي زندگي اور موت کا بھي یہی حال ہے - مایوسیاں جب حد درجے تک پہنچ جاتي هیں ' اور انساني سعي امید کي کوئی راہ اپنے سامنے نہیں دیکھتی ؛ تو وہ خدا ' جو انسانکي جسماني زندگي کیلیے اپنے آسمان کو حکم دیتا ہے کہ باران رحمت کا دروازہ کھولدے - ضرور ہے کہ انسان کي قلبي زندگي کیلیے بھي اپني ملائکۂ رحمت کو بھیجدے ' تاکہ پیغام امید سے مردہ دلوں میں زندگي کي حرکت پیدا کردیں -

امید

گذشتہ چند سالوں سے تمام عالم اسلامی میں ایک اخلاقی بیداری کے جو آثار نمایاں ہو رہے ہیں، وہ امید دلاتے ہیں کہ شاید ہماری مایوسیوں کی انتہا سے امید کا آغاز شروع ہو، لیکن آج ہم صرف مسلمانان ہند کے موجودہ حالات پر نظر ڈالنا چاہتے ہیں -

ہم نے ابتدائے اشاعت سے (الہلال) میں مسلمانوں کی گذشتہ اور موجودہ حالت پر مرثیہ خوانی کی ہے، اور انکے اعمال زندگی کی ہر شاخ کو مایوسی کی نظر سے دیکھا ہے، لیکن حضرت (یعقوب) نے اپنے لڑکوں کو نصیحت کی تھی کہ لا تایئسوا من روح اللہ - اللہ کی روح رحمت سے مایوس نہو - اور (اسلام) پہلی چیز جو اپنے پیرو کو بخشتا ہے، وہ (امید) ہی ہے -

ومن یقنط من رحمۃ ربہ الا الضالون (۱۵ : ۵۶) اور اللہ کی رحمت فرمائی سے کافروں کے سوا اور کون نا امید ہوسکتا ہے؟

نو مید مشو، کہ نا امیدی کفرست

دیکھتے ہیں، تو باوجود این ہمہ اسباب مایوسی، پھر بھی امید نے ہمیں بالکل چھوڑ نہیں دیا ہے، اور ہندوستان میں جو تغیرات و انقلاب پچھلے دنوں کے اندر ظاہر ہوئے ہیں، انہوں نے مسلمانوں کے موجودہ حالات میں امید کی ایک جھلک نمایاں کردی ہے - گو بارش کے برسنے میں دیر ہو، مگر موسم آثار و علائم سے خالی نہیں -

بیداری کی ایک کروٹ

انسان کی تمام اندرونی قوتیں اور جذبات خارجی محرکات کی محتاج ہوتی ہیں، اور انکی مثال سوئے ہوئے انسان کی سی ہوتی ہے، جو گو زندہ ہے، مگر حرکت کرنے کیلیے کسی بیدار کن صدا کا محتاج ہے - ہندوستان میں مسلمانوں کی تمام نشو و ارتقا کی قوتیں ابتدا سے وقف غفلت رہیں، انکو کوئی جگانے والا ہاتھ، اور کوئی ہشیار کرنے والی صدا نصیب نہیں ہوئی - قوموں کی زندگی کی اصلی قوت عوام کا طبقہ ہے، مگر اس طبقہ کی قوت چند نفوس خواص کے ہاتھ میں ہوتی ہے، انکی بیداری سے تمام ملت بیدار رہتی ہے، اور انکی غفلت سے تمام ملت پر غفلت چھا جاتی ہے - لیکن بد بختی سے مسلمانوں کے رہنماؤں کا یہ حال رہا کہ:

او خویشتن گم ست، کرا رہبری کند

خدا کی بخشائش عام ہے، فطرت کی فیاضیوں میں نسل و قوم کی تمیز نہیں، اور آوروں کے جسم کے اندر جو خون ہے، وہی ہماری رگوں کے اندر بھی دوڑ رہا ہے - ہندوستان میں گذشتہ نصف صدی کے اندر بیسیوں تغیرات ہوئے، تعلیمی رفتار کو خواہ کتنا ہی سست کہا جائے، مگر ترقی رفتار سے تو کوئی انکار نہیں کرسکتا، سب سے بڑی چیز شب و روز کے ساتھیوں کی حرکت تھی اور کوئی نظر ایسی نہ تھی جسکے سامنے سے قافلے نہ گذر رہے ہوں اور شہسواروں کی اوڑائی ہوئی گرد سے غبار آلود نہوتی ہو - ضرور تھا کہ غافل دلوں میں امنگ اور حرکت کی گدگدی پیدا ہوتی، اور ساتھیوں کو دوڑتے دیکھکر بلا قصد بھی پاؤں حرکت کرنے لگتے - مگر بد بختی یہ تھی کہ لگام ان ہاتھوں میں تھی، جو لگام سے لگام کا نہیں، بلکہ زنجیر کا کام لیتے تھے، اور بیداری کے قدرتی ولولوں اور امنگوں کو ہمیشہ اپنی مصنوعی خواب مقناطیسی کے عمل سے دبا دینا چاہتے تھے، دلوں میں جوش اٹھتا تھا، اور آنکھیں راہ مقصود کو ڈھونڈھتی بھی تھیں، لیکن جوش یا تو دبا دیا جاتا تھا، یا اسکے لیئے ایک غلط مصرف پیدا کر دیا جاتا تھا، جسمیں خرچ ہوکر ضائع ہوجاتا تھا - اور تلاش راہ کی خواہش کو یا تو بیچ سے روک دیا جاتا تھا، یا پھر ایک پر پیچ و خم راہ ضلالت سامنے کردی جاتی تھی، تاکہ جستجوے منزل کا قدم اسی میں بھٹک کر رہجائے

مسلم یونیورسٹی کا ہنگامہ

اسکی کتنی صاف اور بین مثال ہمارے سامنے ہے! مسلمانوں کی افسردگی اور بے ہمتی کے افسانے نصف صدی سے ہماری انجمنوں کا دائمی مرثیہ ہیں، لیکن مسلم یونیورسٹی کی صدائے تحریک کے بلند ہوتے ہی تمام ملک میں ایک عام جوش و خروش پیدا ہوگیا - ملک کا کوئی حصہ اور قوم کا کوئی طبقہ نہیں، جسکے اندر اس صدا نے حرکت پیدا نہ کردی ہو، علی الخصوص صوبجات متحدہ اور پنجاب میں نوجوان نثارانہ فدا کاریوں کے ولولے نظر آنے لگے، اور بازار کے دکاندار اور دیہاتوں کے کاشتکار تک پوری دلچسپی اور شغف کے ساتھ اسکے چندے میں شریک ہوئے - غور کیجیے کہ یہ کیا بات تھی؟ بار بار کہا گیا ہے کہ مسلمانوں کی عام تعلیمی خواہش اور جستجو کا یہ نتیجہ تھا، لیکن اس سے بڑھکر اور کوئی غلط بیان نہیں ہوسکتا - جن لوگوں نے لاہور میں یونیورسٹی ڈیپوٹیشن کی گاڑیاں کھینچی ہیں، راہ میں جلوس کو روک کر شربت کے گلاس تقسیم کیے ہیں، اور کوٹھوں اور برامدوں پر سے پھولوں کے گلدستے پھینکے ہیں، اور پھر سب سے زیادہ یہ کہ قصبوں اور دیہاتوں میں جن لوگوں نے سیکڑوں روپیوں کی رقمیں چندے میں شامل کی ہیں - ہمکو بتلایا جائے کہ ان میں کتنے آدمی تھے جو یونیورسٹی کی ضرورت کو محسوس کرنا ایک طرف، اسکی حقیقت سے بھی واقفیت رکھتے تھے؟

اصل یہ ہے کہ یہ تمام جوش و ہنگامہ اس امر کا ایک ثبوت تھا کہ لوگ سوتے سوتے اب تھک گئے ہیں، اور قلوب حرکت اور جد و جہد کے قدرتی ولولوں کو اور زیادہ نہیں روک سکتے - طبیعتوں میں جوش بیقراری پیدا کر رہا ہے، قوتیں ابھرنے کیلیے بے چین ہیں اور جذبات مضطرب ہیں، کہ باہر سے کوئی صدا سنیں، تو لبیک کہکر اٹھ کھڑے ہوں - یونیورسٹی کی صدا غیر معمولی بلند آہنگی سے بلند ہوئی، تو جوش و قوت کا سیلاب اسی رخ بہنے لگا - پاؤں چلنے کیلیے بیقرار تھے، جو راہ سامنے نظر آگئی، اسی پر دوڑنے لگے - یہ کام کرنے والوں کا کام تھا کہ طاقتوں اور امنگوں کیلیے ایک صحیح مصرف تجویز کرتے، اور انجن کو پٹری کی لائن پر چلاتے، اسکی اسٹیم کو جنگل میں دوڑا کر ضائع نہ کردیتے - لیکن وہ روز اول سے اس کوشش میں معین ہونے کی غلطی کر رہے ہیں، کہ یا تو قدرتی

ولولوں کو دبا دیا جاتا ہے ' اور یا پھر ایک غلط راہ پر لگا کر راہ مقصود سے غافل کر دیا جاتا ہے -

قلبی ولولوں کو روکنا ممکن نہیں

لیکن تاہم دل کے جوش اور ولولے کو باہر کی کوئی طاقت نہیں دبا سکتی ' قدرتی نشوونما کو خواہ کتنا ہی روکیے ' وہ ابھر ہی کر رہے گا - آپ نے بارہا اپنے دروازے کے آگے کسی بے موقعہ درخت کے پودے کو بڑھتے دیکھکر کچل دیا ہوگا ' مگر چند دنوں کے بعد پھر دیکھا ہوگا ' تو اسکی جگہ خالی نہوگی - یہ قدرت کے کاروبار ہیں اور انمیں کوئی خلل نہیں ڈال سکتا - مسلمانوں کے دلوں کو برسوں تک زمانے کی آوازوں سے غافل رکھا گیا ' لیکن یہ ایک زبردستی کی پٹی تھی جو انکی آنکھوں پر باندھدی گئی تھی - ممکن تھا کہ ابھی کچھہ اور زمانہ غفلتوں اور گمراہیوں کو مہلت کا ملجاتا ' لیکن ہم نے جاگنے میں دیر کی تھی ' تو قدرت نے جگانے میں اور زیادہ دیر نہ کی - یکے بعد دیگرے چند واقعات و تغیرات نے بھی ظہور کر کے تنبیہ اور غفلت شکنی میں مدد دی ' اور الحمد لله کہ اب موجودہ حالات کو دیکھتے ہیں ' تو مایوسی کی جگہ امید کے انوار غالب پاتے ہیں - گو اب تک کوئی اصلی حرکت پیدا نہیں ہوئی ہے ' نہ تو پچھلی راہ سے پورے قدم ہٹے ہیں ' اور نہ آئندہ کیلیے کوئی نئی راہ متعین ہوئی ہے - ابتک جو کچھہ تغیرات ہوے ہیں ' صرف ذہن و دماغ تک محدود ہیں ' اور وہ بھی کوئی کامل تغیر نہیں ' بلکہ صرف ایک جنبش ہے جو دماغوں کے جمود نے محسوس کی ہے ' پھر جو کچھہ بھی ہے ' کسی متحد رشتے میں منسلک نہیں ' اور ابتک اتحاد و مبادلۂ آراء کی برکت سے محروم ہے - تاہم ہر حرکت کی ابتدا جنبش سے ' اور ہر عمل کا آغاز ذہن و خیال سے ہوتا ہے - بہتوں کی نیند کے متوالے اگر ابھی کروٹ ہی لے رہے ہیں ' تو اٹھکر بیٹھہ جانے کیلیے جلدی نہ کرنی چاہیے - شب کی سرمستیوں کا ابھی کچھہ عرصے تک تو خمار رہے ہی گا ' عجب نہیں کہ نئے موسم کے آنے تک کچھہ زمانہ تداخل کی بے عنوانیوں کا بھی گذرے ' لیکن ہر حال میں عقل و ہوشمندی ' حزم و احتیاط ' اور اعتدال و توسط کے ساتھہ نظر عواقب امور پر رہنی چاہیے : وهو الذي ينزل الغيث من بعد ما قنطوا ' و ينشر رحمته وهو الولي الحميد (۴۲ : ۲۷)

انسانی ضلالت کا اصلی مبدء

ہر اصلاحی تحریک و دعوت کیلیے پہلی منزل " تقلید " کی بندشوں کو توڑنا ہے ' کیونکہ تقلید کے اهرمن سے بڑھکر انسان کی تمام یزدانی خصائل کا اور کوئی دشمن نہیں - انسانی اعمال کی جسقدر گمراہیاں ہیں ' ان سب کی تخم ریزی صرف تقلید ہی کی زمین میں ہوتی ہے - اسلیے راہ اصلاح کا اولین منظر یہ ہے کہ تقلید پرستی کے سلاسل و اغلال سے انسان کو نجات حاصل ہو - خدا تعالے نے ہر انسانی دماغ کو سوچنے والا ' اور ہر آنکھہ کو دیکھنے والا بنایا ہے :

الم نجعل له عينين ؟ — کیا ہم نے انسان کو دیکھنے کیلیے دو آنکھیں نہیں دیں ؟ اور بولنے کیلیے زبان اور لبیں
ولسانا و شفتين — نہیں عطا کیں ؟ اور پھر ہدایت و ضلالت کی
وهديناه النجدين ؟ (۹۰ : ۸) — دونوں راہیں اسکے سامنے نہیں کھول دیں ؟

اسلیے ہر انسان اپنی ہدایت و گمراہی کا ذمہ دار ' اور اپنے فکر و دماغ سے کام لینے کیلیے خود مختار ہے - لیکن انسان کی تمام قوتیں نشو و نما کی محتاج ہیں ' اور نشو و نما ہو نہیں سکتی ' جب تک قوتوں کو بغیر کسی سہارے کے خود ورزش کرنے کیلیے چھوڑ نہ دیا جاے - انسان چلنے کی قوت اپنے ساتھہ لیکر آتا ہے ' مگر بچے کو جب تک خود کھڑا ہونے اور پاؤں پر زور دینے کیلیے چھوڑ نہ دیجیے گا ' کبھی اسکے پاؤں نہیں کھلیں گے - تقلید سے پہلی ہلاکت جو انسانی دماغ پر چھا جاتی ہے - وہ یہی ہے کہ انسان اپنے چند پیشواؤں اور مقتداؤں کی تعلیم یا آبا و اجداد کے طریق و رسوم پر اپنے تئیں چھوڑ دیتا ہے ' اور صرف انہیں کا تعبّد کرتے کرتے خود اپنی قوتوں سے کام لینے کی عادت بھول جاتا ہے - اس عالم میں پہنچکر اسکی حالت بالکل ایک چارپائے کی سی ہو جاتی ہے ' اور انسانی ادراک و تعقّل کی تمام علامتیں مفقود ہو جاتی ہیں - انسان کا اصلی شرف نوعی اور ما به الامتیاز ' اسکے دماغ کا تدبّر و تفکر اور اجتہاد و تجسس ہے - دنیا میں جسقدر علوم و فنون کا انکشاف ہوا ' قوانین الہیہ اور نوامیس فطریہ کے چہروں سے جسقدر پردے اٹھے ' اشیاے کائنات کے خواص کا جو کچھہ سراغ لگا ' تمدن و مصنوعات میں جس درجہ ترقیاں ہوئیں ' نئے نئے آلے اور نئے نئے وسائل راحت جسقدر ایجاد ہوے ' غرضکہ انسان کے ارتقاے ذہنی و فکری کے جسقدر کرشمے دنیا میں نظر آرہے ہیں ' یہ تمام تراسی انسانی تفکّر و تدبّر کے نتائج ہیں - لیکن تقلید پرستی کی عادت ہلاکت و بربادی کی ایک چٹان ہے ' جو انسانی تفکر و تدبر اور ادراک و تعقّل کی تمام قوتوں کو کچل ڈالتی ہے ' اور اسکی قوت نشو و نما کا دائمی سد باب کر دیتی ہے - (قرآن کریم) جس دعوت کو لیکر آیا ' فی الحقیقت اسکا اصلی مقصد بھی یہ تھا کہ تقلید اور استبداد فکری کی زنجیروں سے انسان کو نجات دلاے - بت پرستی اور انسان پرستی کی تمام شاخیں بھی اسی تقلید آبا و رسوم سے پیدا ہوئی ہیں ' اسلیے قرآن نے اپنی تعلیم توحید کا اساس بھی انسان کی اجتہاد فکری پر رکھا اور تفکر پر زور دیا :

افلا يتدبرون القرآن ' ام على قلوب اقفالها ؟ (۴۷ : ۲۶) — کیا لوگ اپنے دماغ سے قرآن پر غور نہیں کرتے ' یا انکے دلوں پر قفل لگ گئے ہیں ؟

مقلدین محض کو چارپایوں اور حیوانوں سے تشبیہ دی ' اور پھر اسکو بھی اظہار ضلالت کیلیے ناکافی قرار دیکر انسے بھی بدتر فرمایا :

لهم قلوب لا يفقهون بها ' ولهم اعين لا يبصرون بها ' ولهم اذان لا يسمعون بها ' اولائك كالانعام بل هم اضل (۷ : ۱۷۸) — انکے پاس دل و دماغ ہیں ' مگر نہیں دیکھتے - کان ہیں ' مگر نہیں سنتے - خود اپنے ذہن سے کام نہ لینے اور مقلد محض ہونے میں وہ مثل چارپایوں کے ہیں ' بلکہ انسے بھی گمراہ تر -

[یہ مضمون نہایت وسیع ہے - انشاء اللہ تعالی (الحدیث والسلام) کے سلسلے میں ہم عنقریب (تقلید) پر ایک مستقل مضمون لکھیں گے اور اسمیں پورے بسط کے ساتھ دکھلائیں گے کہ اصطلاح قرانی میں درحقیقت (اغلال و سلاسل) سے بھی مقصود یہی تقلید و استبداد فکر ہے اور غالباً وہ اس موضوع پر ایک نئی نظر ہوگی]

تقلید کے سلاسل و اغلال سے رہائی

پس خواہ مذہبی اصلاح ہو' یا اخلاقی - تمدنی ہو یا سیاسی - ہر راہ میں پہلا پتھر تقلید کا حائل ہوتا ہے ' اور یہ اگر ہٹ جائے تو پھر آگے کیلیے راہ صاف ہے - ہم کو مسلمانوں کے موجودہ سیاسی تغیرات میں سب سے پہلی علامتِ امید جو نظر آتی ہے' وہ یہ ہے

کہ اس راہ میں لیڈروں کی تقلید و اتباع کی جو زنجیریں برسوں سے قوم کے پاؤں میں پڑی تھیں - الحمد للہ - کہ انکو توڑ کر پھینک دینے کیلیے ہر پاؤں بیقرار ہے - اور اب آور زیادہ اس بوجھہ کو برداشت کرنا نہیں چاہتا - ابتک فی الحقیقت پالٹکس میں نہ تو قوم کی کوئی پالیسی تھی اور نہ کوئی رائے' صرف چند ارباب رسوخ و اقتدار تھے' جو اپنے محلوں میں بیٹھکر تجویز باہم کرلیا کرتے تھے اور پھر تمام قوم کی آنکھوں پر پٹی باندھکر اسکے ہاتھوں میں اپنی چھتری پکڑا دیتے تھے ' اور وہ کولھو کے بیل کی طرح انکے بنائے ہوے مرازِ ضلالت کا طواف کرتی رہتی تھی - اصلی قوت عام قوم کی ہے' اور سچی پالسی وہی ہے جو خود قوم کے دماغوں میں پیدا ہوئی ہو' لیڈروں کا کام یہ ہونا ہے کہ اسکی نگہداشت کریں' اور اسکو ایک صحیح اور با قاعدہ تنظیم کے ساتھہ ہمیشہ قائم رکھیں - مسلمان لیڈروں نے نہ تو کبھی خود قوم کو سوچنے اور سمجھنے کا موقعہ دیا اور نہ خود قوم کو اپنے دماغی اجتہادِ فکری اور قوت تفکر و تدبر سے کام لینے کی مہلت ملی - ابتدا سے لیڈروں کی یہی تعلیم رہی کہ تقلید و اتباع پر قناعت کرو' اور جو کچھہ کہا جائے اسپر چون و چرا مت کرو کیونکہ ابھی تم میں تعلیم نہیں' اور کئی صدیوں تک چارپایوں کی زندگی بسر کرنے کیلیے مجبور ہو - گویا (نعوذ باللہ) پیشوایان قوم کا صحیفۂ تعلیم بھی کلام الہی تھا کہ :

و اذ قری القران حب قرآن کریم پڑھا جائے' تو پوری توجہ فاستمعوا لہ و انصتوا اور انقطاع کے ساتھہ سنو اور چپ رہو تاکہ لعلکم ترحمون (۷:۲۰۳) تم پر اللہ کی نظر ترحم مبذول ہو - (۱)

(۱) احناف اس آیت سے (قراۃ فاتحہ خلف الامام) کے خلاف استدلال کرتے ہیں - ہمارے لیڈروں کا بھی یہی حکم ہے کہ جب ہم اپنے معبود کے آگے سر بسجود ہونے کیلیے محراب عبادت میں کھڑے ہوں' تو تم ہماری امامت کے پیچھے مقتدی بنکر کھڑے ہو جاؤ - لیکن شرط یہ ہے کہ جو کچھہ ہماری قرات ہو' خاموشی کے ساتھہ سنتے رہو' خود تمہاری لبیں تک نہ ہلیں - اور پھر اسمیں یہاں تک شدت ہے کہ صرف نماز کی قرات جہری ہی کیلیے یہ حکم نہیں ہے' جو اسٹیج کی عبادت گاھوں میں پڑھی جاتی ہے' بلکہ راز دارانہ مشورت گاھوں کی ان نمازوں میں بھی' جنمیں امام آھستہ قرات پڑھتا ہے !

ہمارے سلف صالحین کی تو تعلیم تھی کہ اللہ پر توکل کرو اور مقام تفویض حاصل کرو' لیکن لیڈروں کی تعلیم یہ تھی کہ گورنمنٹ پر توکل و تفویض کی عادت ڈالو کہ وہی کارساز حقیقی اور مجیب الدعوات و قاضی الحاجات ہے !

واتخذوا من دون اللہ الھۃ لیکونوا لھم عزا ' کلا ' سیکفرون بعبادتھم ویکونون علیھم ضدا (۱۹ : ۸۴)

اور انھوں نے خدا کو چھوڑکر اوروں کو اپنا معبود بنا رکھا ہے تاکہ انکے لیے عزت ہو لیکن یہ تو کبھی ہونے کا نہیں' عزت کی جگہ یہ معبود انکی بندگی سے انکار کرینگے اور الٹے انکے دشمن ہوجائیں گے

لیکن اب حالات بدل گئے ہیں' اور قوم ان احکام کی تعمیل کرتے کرتے اکتا گئی ہے - یہ پہلا موقعہ ہے کہ عوام نے اپنی قوت کو محسوس کیا ہے ' اور لیڈروں کی تقلید محض کی جگہہ خود اپنے دماغ اور فکر سے اپنے مصالح پر غور کرنا چاہا ہے' پس فی الحقیقت یہ قومی زندگی کیلیے سب سے بڑی بشارت' اور روح ملی کا پیغام حیات ہے ' اور ہم اسکو کوئی معمولی حرکت نہیں سمجھتے -

ڈھاکا یونیورسٹی اور مسئلۂ الحاق علی گڈہ

بلکہ اگر مذہب امید کی تعلیمات کو زیادہ کشادہ دلی کے ساتھہ قبول کیا جائے ' تو کہا جاسکتا ہے کہ جتنے قلیل عرصے کے اندر خیالات میں تغیرات کی روشنی پیدا ہوئی ہے ' وہ گذشتہ تاریکی کو دیکھتے ہوے تعجب انگیز ہے - یا تو لوگوں کا یہ حال تھا کہ لیڈروں کے ہر حکم کے آگے " سمعنا و اطعنا " کہتے ہوے سربسجود ہوجاتے تھے' یا یکایک دلوں کی کل اسطرح بگڑ گئی کہ ہز ہائنس سر (آغا خاں) ڈھاکا یونیورسٹی کو تقسیم بنگال کا نعم البدل قرار دیکر حکم دیتے ہیں کہ " تنسیخ تقسیم پر اظہار ناراضی کی جگہ گورنمنٹ کا شکریہ ادا کرو " اور لیگ کے دفتر میں جلسہ منعقد کیا جاتا ہے ' لیکن نہ تو کوئی بندۂ خدا (مولوی عزیز مرزا مرحوم) کی سنتا ہے اور نہ اس فرمان عالی کی تعمیل کیلیے آمادہ ہوتا ہے !

ہیں آج کیوں ذلیل' کہ کل تک نہ تھی پسند
گستاخی فرشتہ ہماری جناب میں

اس سے بھی بڑھکر یونیورسٹی کے الحاق کا مسئلہ ہے - یہ مسئلہ فی نفسہ خواہ اہم ہو یا نہو' لیکن قوم کی خواہشوں کے ضرور خلاف تھا' اگر پچھلے وقتوں کی صحبتیں ہوتیں' تو لوگ اسپر غور کرنے کی زحمت بھی گوارا نہ کرتے' لیکن پریس کمیونک کی اشاعت کے ساتھہ ہی تمام ملک میں ایک عام جنبش پیدا ہوگئی ' اور لیڈروں نے قوم کی قوت کو اسقدر محکم دیکھا کہ قوم کو اپنے آگے جھکانے کی جگہ' پہلی مرتبہ خود اسکے آگے جھک گئے !

یہ حالات یقیناً مایوسیوں کی شبِ تاریک میں ایک " صبح امید " کی آمد کے آثار ہیں - پہلی شے یہی تھی کہ تقلید کی بندشیں ڈھیلی ہوں اور پاؤں خود چلنے کیلیے حرکت کریں - الحمد للہ کہ اس اولین منزل کو اپنے سامنے پاتے ہیں -

مقالات

تمدن خطرہ میں

--- * ---

(۲)

اسباب

مذکورہ بالا علامات کو ایک سرسري نظر سے دیکھنے کے بعد جو خاطبانہ خیال پیدا ہوتا ہے وہ یہ ہے ' کہ اِن تمام خرابیوں کی جڑ قدیم مذہبی احکام سے عدول اور الحاد کی ترقي ہے ؛ اور اس راے تائید کي بہ ظاہر اس مشاہدہ سے بھي ہوتي ہے ' کہ آج جو قومیں قعر زوال کے دہانے تک پہنچ چکي ہیں ' وہ وہي ہیں ' جو اپنے مذہب سے آزاد ہونے میں سب سے پیش پیش ہیں -

لیکن ایک غایر نظر بتاتي ہے کہ یہ نتیجہ نکالنا ' واقعات کی صحیح ترتیب الٹ دینا ہے - بے شبہ یہ خیال عام طور سے شایع ہے کہ تمدن و اخلاق کو معرض وجود میں لانے کے اصل اسباب مذہب و الہمات ہوتے ہیں' مگر یہ خیال جسقدر عام ہے' اُسي قدر غلط و گمراہ کن بھي ہے - ہمارے نزدیک کسي وحشي قوم کے متعلق یہ توقع رکھنا ' کہ اگر ایک متمدن قوم کے معتقدات و آداب اسکے درمیان لاکر پھیلادے جائیں ' تو وہ بھي ویسي هي متمدن و شایستہ ہوجائیگی ' صرف غلطی هي نہیں بلکہ حماقت ہے - اسلئے کہ عقاید' تمدن کے اجزا ہوتے ہیں نہ کہ اسکی علت - اِن دونوں کے درمیان رشتۂ معاصرت و اتحاد زماني ہے نہ کہ نسبت تعادل -

اصل یہ ہے کہ کسي قوم کے عروج کا انحصار محض اسکے بقاء و حیات کے ایک احساس طبعی پر ہے' یعني صرف اس امر پر کہ اُس قوم میں تطابقِ ماحول کي فطري صلاحیت کس حد تک موجود ہے - زندہ قومیں وہ ہیں' جن میں گرد و پیش کے موثرات کے تغیر کے ساتھ خود بھي متغیر ہو جانے کي اضطراري تحریک پیدا ہوتی ہو' اور جس قوم میں یہ استعداد باقي نہیں' اسکي نفس شماري کرنا چاهیے - اس لحاظ سے یہ کہنا درست نہیں کہ کوئي قوم اسلئے زندہ ہے کہ وہ فلاں فلاں مناسب وقت عقاید کي پابند ہے؛ بلکہ یہ کہنا زیادہ قرین صحت ہے' کہ " کوئي قوم فلاں فلاں مبني علے المصالح عقاید کی اسلئے پابند ہے کہ زندہ ہے " علی هذا کوئي قوم اسلیے مردہ نہیں ہو جاتي کہ وہ چند معین عقاید سے منحرف ہوگئي ہے' بلکہ چونکہ وہ مردہ ہوگئي ہے' اسلئے اُن معتمین عقاید سے منحرف ہو جاتي ہے - اس کلیہ کي عملي تشریح سب سے زیادہ جرمن نسل (یعني باشندگان انگلستان و جرمن) نے کي ہے - اصلاح کلیسا کي تحریک کے ساتھ هي یہ نسل تاڑ گئي' کہ یہ تحریک مصالح وقتي کے لحاظ سے کتنی ضروري ہے ' اور فوراً اسنے -

چلو تم اُدھر کو ہوا ہو جدھر کي

پیر عمل کرکے اپنے تئیں اقتضایات زمانہ کے مطابق بنالیا ' یعنے رومن کتھولک کے بجاے پروٹسٹنٹ مذہب اختیار کرلیا - اسي طرح

آج بھي جو قومیں تنزل کي راہ میں قدم زن ہیں ' انکے انحطاط کا اصلي راز یہ ہے ' کہ ایک صدي کے عرصہ میں زمانے نے جو ترقي کي ہے ' اور اب جو مقتضیات زمانہ ہیں ' انکے مطابق یہ قومیں ابھي اپنے آپ کو نہیں ڈھال سکي ہیں ' بلکہ ابتک اپني پراني روش پر قایم ہیں - اس عدم تطابق کا پہلا نتیجہ عقاید و اخلاق میں اختلال ' اور آخري نتیجہ ' حیات سیاسی و حیات منزلي کا اختلال ہے ' یہانتک کہ اُس قوم کے قدم نقطۂ زوال تک پہنچ جاتے ہیں - [مگر یہ خیال صحیح نہیں اور ہم آئندہ اسپر بالتفصیل بحث کرینگے - الہلال]

میں جس شے پر خصوصیت کے ساتھ زور دینا چاہتا ہوں ' وہ اس تطابق ماحول کی وجدانیت ہے - یعني هم اس نتیجہ پر کسی برهان یا استقراء کي مدد سے نہیں پہنچے' بلکہ خود ہمارا ذوق و وجدان اسکی جانب همیں لے جاتا ہے - رومۃ الکبریٰ کي عظیم الشان سلطنت کو فتح کرکے جب وحشیوں نے مذہب عیسوی اختیار کیا ' تو ظاهر ہے ' کہ اس مذہب کی تعلیمات انکی سفاکی و خون ریزي کے بالکل منافي تھیں' مگر انہوں نے اپنے ان سفاکانہ جذبات کو دبا ڈالا؟ اور دفعۃً تمدن کے مدارج عالیہ طے کرنا شروع کردیے ' لیکن کیا انہوں نے اس نتیجہ کے لیے کچھ مقدمات ترتیب دیے تھے ؟ کیا قوانین استقراء سے مدد لی تھی ؟ نہیں' یہ کچھ نہ تھا ' بلکہ انکا رہبر محض ذوق سلیم اور صحیح احساس طبعی تھا - وجدان کي اس اهمیت پر لوگوں کو تعجب ہوگا ' لہذا میں اسکي حیرت رفع کرنے کي غرض سے یہ کہنا چاہتا ہوں ' کہ وجدان کوئي حقیر شے نہیں ' بلکہ وہ نہ صرف ہمارے انفرادی' بلکہ ہمارے تمام اسلاف کے متعدد تجارب کا لب لباب ہے - قوانین ارتقاء کی رو سے هم اپنے اسلاف کي خدو خال خصوصیات هي کے وارث نہیں ہوتے' بلکہ انکے تمام مدرکات' محسوسات' جذبات' وغیرہ بھي توارث کے ذریعہ سے هم تک منتقل ہوتے ہیں' اور اس لحاظ سے ہمارا وجدان گویا ایک رجسٹر ہے' جس میں نہایت اختصار کے ساتھ گذشتہ نسلوں کے کل تجارب محفوظ ہیں - (۱)

با این همه هم کو استدلال کي اهمیت سے انکار نہیں - هم جو کچھ کہنا چاہتے ہیں' وہ یہ ہے ' کہ استدلال اور وجدان کے حدود عمل جداگانہ ہیں - اصناف حکمت (مثلاً ریاضي' طبعیات' وغیرہ) میں تو بے شبہ همیں ہر وقت استدلال کا سہارا ڈھونڈھنا چاهیے ' اسلیے کہ ان چیزوں میں مقدمات بالکل معروف' متعین ' و قطعي ہوتے ہیں' اور اُن میں شک و شبہ کي گنجایش نہیں ہوتي ؛ لیکن اُن

---

(۱) - ناظرین کو خیال رکھنا چاهئے' کہ یہ کوئي سایئنس کا مسلمہ مسئلہ نہیں ' بلکہ هربرٹ اسپنسر اور اسکے اتباع کا ' جس میں ہمارے مضمون نگار کا بھي شمار ہونا چاهئے ' ایک نظریہ ہے ' اور اسکے مخالف سایئنس دانوں کي ایک جماعت کثیر موجود ہے - مترجم

علوم میں جنکی بنیاد قیاسات و نظریات پر ہو' اور جنکے مسایل اسقدر پیچیدہ و غامض ہوں کہ تحقیقات کنندہ کے لیے قدم قدم پر لغزش پا کا اندیشہ ہو' یا بہ الفاظ دیگر اُن علوم میں جنکا موضوع بحث ماوراء مادیات ہوتا ہے' ہمکو اپنے نفس بجاے دلایل و براہین کے احساسات طبعی کے ہاتھہ میں دیدینا' بدرجہا بہتر ہے - ایسی حالتوں میں ہمیں وجدان کے آگے گردن ڈال دینا چاہیے' اور اسکے احکام پر بے چوں و چرا کاربند ہونا چاہیے - اسی کے ساتھہ یہ بھی یاد رکھنے کی بات ہے کہ ایک زندہ قوم کے احساسات طبعی کبھی گمراہ کن نہیں ہوسکتے' اور جو قوم مریض نہیں' اسکا وجدان ترقی و عروج کے راستے کی جانب از خود رہنمائی کریگا - ہاں جب ہمکو وجدان کے توسط سے اعتقاد و عمل کے اصولی مسایل مل جائیں' تب البتہ عقل و منطق کو ہاتھہ لگانا چاہیے' اور اسوقت انکا کام یہ ہوگا کہ انہیں اصولی مسایل کی داغ بیل پر قوانین' نظامات' وغیرہ تمدن کی پوری عمارت قایم کریں - لیکن اس عمارت کا استحکام اسی وقت تک ہے' جبتک کہ اسکی بنیاد چشم تنقید سے پوشیدہ ہے - ادھر اس پر منطقی نکتہ چینی' اور علمی رد و قدح شروع ہوئی' اور ادھر ساری عمارت منہدم ہوگئی -

خلاصہ یہ ہے' کہ انحطاط اقوام کی حقیقی علت' فساد ذوق ہے' نہ کہ ضعف عقل - بلکہ قرب زوال میں تو قوت استدلال اور منطقی موشگافیوں کا عین شباب ہوتا ہے - زوال پذیر قوم کے افراد وہ تو دلایل کی مدد سے بتادیتے ہیں' کہ قدیم عقاید میں یہ نقایص تھے' یہ توہم پرستی تھی' یہ تناقضات تھے' لیکن چونکہ ذوق فاسد ہوتا ہے' اسلئے یہ نہیں بتاسکتے کہ قدیم عقاید کا نعم البدل کیا ہونا چاہیے ؟

قوموں کا انتہاے عروج اور انکے فساد ذوق کا تلازم' ہمیں یہ کہنے پر مجبور کرتا ہے کہ کہیں یہ تمدن کا لازمی نتیجہ تو نہیں ؟ اس سوال کا عام طور سے یہ جواب دیا جاتا ہے کہ تمدن ضد فطرت ہے' یعنی ہم تمدن میں جتنی زیادہ ترقی کرتے جاتے ہیں' اتنا ہی فطری حالت سے دور پڑتے جاتے ہیں' اور اسکا لازمی نتیجہ یہ ہوتا ہے کہ فطرت کی متواتر خلاف ورزیاں آخر ایک روز رنگ لاتی ہے' اور آخر کار ہمیں زوال کا منہ دیکھنا نصیب ہوتا ہے - لیکن یہ جواب میرے نزدیک صحیح نہیں' کیونکہ اولاً تو تمدن و فطرت میں کوئی تناقض نہیں' ایک متمدن فرد کی ضروریات زندگی بھی ویسی ہی فطری ہوتی ہیں' جیسی کہ ایک وحشی انسان کی' ثانیاً یہ کہ تمدن کی رفتار برابر ترقی کی جانب ہے - خاص خاص تمدن مٹ گئے' لیکن نفس تمدن میں برابر نشو و نما ہو رہا ہے - اس درخت کے برگ و بار ہزارہا مرتبہ کاٹ ڈالے گئے' لیکن اسکی جڑ روز بروز مضبوط ہوتی جاتی ہے - اگر فطرت رفتار تمدن کی مزاحمت کرتی رہتی' تو یہ کیونکر ممکن تھا ؟

اصل یہ ہے' کہ جس طرح افراد کی زندگی ہوتی ہے' ویسی ہی جماعات کی بھی ہوتی ہے' اور جس طرح افراد کے لیے موت لازمی ہے' ویسے ہی جماعت کے لیے بھی ایک میعاد مقرر ہے - جب کوئی تمدن اپنی عمر طبعی کو پہنچ چکتا ہے' تو افراد کی طرح اسکے اعضا و جوارح کی قوت میں بھی خود بخود انحطاط و اضمحلال پیدا ہوجاتا ہے - ہاں فرق اتنا ہے' کہ کوئی تمدن سرے سے فنا نہیں ہوجاتا' بلکہ اپنے آثار چھوڑ جاتا ہے - آیندہ تمدن انہی کے آثار قدم پر چلتے ہیں' اور اخلاف اپنے اسلاف کے روشن کردہ چراغ کی رہبری میں منازل ترقی طے کرتے ہیں - اِن حالات کے ساتھہ یہ توقع رکھنا کہ ہمارا موجودہ تمدن فنا و زوال کے قوانین سے مستثنی ہے' خود ہماری خیرہ سری ہے' تاہم ہمیں مایوس ہوکر جد و جہد سے غافل نہ ہو جانا چاہیے' بلکہ حتی الامکان تدابیر بقا پر غور کرنا چاہیے -

تدابیر اصلاح

موجودہ متمدن اقوام ایک ایسے حربے سے مسلح ہیں' جس سے متقدمین کے اسلحہ خانے خالی تھے' اور یہ قانون ارتقاء اور مسایل علم النفس کا علم ہے - ان چیزوں کی اعانت سے ہم ایسے ایسے علاج سوچ سکتے ہیں' جن تک قدما کے ذہن کی بھی رسائی نہیں ہوسکتی تھی -

یہ مان لینے کے بعد کہ اصل مرض عقل میں نہیں بلکہ وجدان میں ہے' یہ تسلیم کرنا بداہۃً لازم آتا ہے کہ جو حضرات طرز علاج' نقایص عقل کی اصلاح کرنا چاہتے ہیں' وہ یہاں سرے سے بے محل ہیں' اصل میں اصلاح ذوق کی کوشش ہونا چاہیے - احساس طبعی کے اجزاء ترکیبی حسب ذیل ہیں :-

قوت ارادی' عزم' شوق بقا' مبادلات - اور ہمیں انہی چیزوں کو قوی کرنے کی حاجت ہے' اسکے بعد ضروریات زمانہ کے مطابق معتقدات خود ہی پیدا ہوجاینگے - یہ ظاہر ہے کہ اس کوشش میں کامیابی نہیں ہوسکتی' تاوقتیکہ ہمارے بچے ابتدا ہی سے اسکے خوگر نہ لیے جائیں' یا دوسرے الفاظ میں' جبتک ہماری ابتدائی تعلیم انہیں اصول پر مبنی نہ ہو - یہاں مجھے یہ بھی کہنا ہے کہ انگریزی تعلیم میں یہ نکتہ ایک بڑی حد تک ملحوظ رکھا جاتا ہے' مگر افسوس ہے کہ مروج تعلیم میں نہیں -

نصاب و طرز تعلیم میں اصلاح کے پہلو بہ پہلو ایک دوسری اہم اصلاح ہماری جسمانی تربیت کے بارے میں ہونا چاہئے' اور جسمانی ضعف کو' جو ہم میں روز افزوں ترقی کرتا جاتا ہے' روکنا چاہیے' اخلاقی زندگی اور مادی زندگی' دماغی صحت' اور جسمانی صحت' سب کی قدیم تفریقات آج مٹ گئی ہیں' اور اب یہ تقریباً مسلم ہوگیا ہے' کہ کوئی اخلاقی مرض' کوئی دماغی فتور' کوئی ذہنی نقص' ایسا نہیں' جسکی علت کوئی جسمانی کمزوری اور بیماری نہ ہو - اس بنا پر ہمارے احساسات کے مریض ہونے کے یہ معنی ہیں' کہ ہمارے اجسام مریض ہیں' اور اسلیے اصلاح وجدان کا بہترین ذریعہ جسم اور جسمانی صحت کی فکر و پرداخت ہے - ایک صحیح الجسم شخص میں شوق حیات ہوتا ہے' اعتماد نفس ہوتا ہے' اور سب سے بڑھکر یہ' کہ اسکے مزاج میں اعتدال ہوتا ہے' اور یہی چیزیں اخلاقی و دماغی زندگی کی روح ہیں -

الغرض یہ ہے مختصر الفاظ میں ہمارے قومی مرض کی

مراسلات

تشخیص اور اسکا علاج - میں دوبارہ کہتا ہوں ' کہ قوم کی زندگی صرف ہمارے اطبا کے ہاتھ میں ہے' اگر وہ ہماری اولاد کے حفظان صحت کی خبرگیری رکھیں ' تو مستقبل قریب میں کسی خطرہ کا اندیشہ نہیں - یہ امرباعث مسرت ہے کہ بعض بعض جگہہ اس اصول پر عمل شروع ہوگیا ہے ' اور وہاں ایک محدود پیمانہ پر اسکے حوصلہ افزا اثرات بھی ظاہر ہو رہے ہیں ' لیکن ضرورت ہے ' کہ اس اصول کو کافی وسعت دی جائے ' تاکہ اسکا فایدہ ہر جماعت اور ہرگوشۂ ملک کے افراد تک پہنچ سکے -

مسلم یونیورسٹی

--*--

گر خامشی سے فائدہ اخفاے حال ہے
خوش ہوں کہ میری بات سمجھنی محال ہے

* * *

الحاق کی جو شرط نہ مانی جناب نے
کیا جانے کیا حضور کے دل میں خیال ہے

" مسلم " کے لفظ میں تو کوئی بات ہی نہ تھی
کیا اس میں بھی حضور کو کچھہ احتمال ہے ؟

اسباب سوء ظن کے نئے کچھہ عیاں ہوے
یا یونہی سے شیشۂ خاطر میں بال ہے ؟

ہم تو ازل سے حلقۂ بگوش نیاز ہیں
یہ سر ہمیشہ زیر قدم پایمال ہے

ہم نے تو وہ ثنا و صفت کی حضور کی
جو خاص شیوۂ صفت ذوالجلال ہے

ایا کبھی نہ حرف تمنا زبان پر
یاں تک تو ہم کو پاس ادب کا خیال ہے

کم بخت غیر کو ہے خوشامد کا سوء ظن
آئین بندگی میں جو مہمک و کمال ہے

اردو کے باب میں جو ذرا کھلگئی زبان
اب تک جبین پہ عرق انفعال ہے

دامن غبار حق طلبی سے رہا ہے پاک
یہ قیس خاص رہبر دیرینہ سال ہے

آیا جو حریت کا کبھی دل میں وہم بھی
سمجھادیا کہ جوش جنوں کا ابال ہے

اب تک اسی طرح یہ ہیں بندگان خاص
گو صحبت عوام میں کچھہ قیل و قال ہے

گردن جھکی ہوی ہے ' زبان گر ہے شکوہ سنج
باطن ہے اعتقاد ' جو ظاہر ملال ہے

* * *

الحاق سے کچھہ اور نہ تھا مدعاے خاص
بس ایک عموم درس وفا کا خیال ہے

یعنی کہ پھیل کر یہ زمانے کو گھیر لے
اب تک جو مختصر یہ علیگڈہ کا حال ہے

یہ پالسی ہے شاہرہ عام ' قوم کی
اس سے کوئی الگ ہے تو وہ خال خال ہے

پھر بھی حضور کی نہ گئیں سرگرانیاں
پھر بھی گنہگار سرا پا بال بال ہے

اتنی سی آرزو بھی پذیرا نہ ہو سکی
اب کیا کہیں کہ اور بھی کچھہ عرض حال ہے

* * *

سنتے رہے وہ غور سے یہ داستان غم
جب ختم ہوگئی تو یہ لب پر مقال ہے

" حد سے اگر بڑھے تو بہو جاے گا عدو
وہ درسگاہ ' روح وفا کا جو خیال ہے "

(اشاف)

خاتمہ پر پھر یہ سوال پیدا ہوتا ہے ' کہ کیا اس تدبیر پر عمل پیدا ہونے سے قوم کو حیات ابدی حاصل ہو جائیگی ؟ کیا وہ خطرۂ زوال سے ہمیشہ کے لیے محفوظ ہو جائیگی ؟ اس سوال کا اثبات میں جواب دینا ' توقعات جایز کے حدود سے باہر نکل جانا ہے ' تاہم یہ ضرور ہے ' کہ اس طرح وہ اپنی ہستی ایک عرصۂ دراز تک قایم رکھہ سکتی ہے ' اگر اس کوشش میں کامیابی ہوگئی ' اور ہم نے اپنے زمانۂ تمدن کو زیادہ وسیع کرکے کچھہ اور کارہاے نمایاں کرلیے ' تو یقین رکھنا چاہیے ' کہ ہمارے اخلاف ' جو ہم سے دانشمند تر ہونگے ' ہمارے کارناموں کو ہرگز نظر انداز نہ کرینگے ' اور جس طرح آج ہم میں سے کوئی تعلیم یافتہ فرد یونان و روم کی منت پذیری سے بے نیاز نہیں رہ سکتا ' اسی طرح وہ لوگ بھی ہمارے احسانات کے اعتراف سے دریغ نہ کرینگے -

ہماری قومی صلاحکار

ببین تفاوت رہ از کجاست تا بکجا

استاذنا ابو الکلام آزاد [براہ کرم آیندہ اس طریق تخاطب سے معاف فرمائیں کہ اسکا اہل نہیں - الہلال] میں بیان نہیں کرسکتا کہ آپکے بیش بہا خیالات کو کس وقعت کی نظر سے دیکھتا ہوں اور میں زبان قلم سے یہ ادا کرنے میں قاصر ہوں کہ آپ کی ہر صائب رائے کی میں کسقدر عزت و احترام کرتا ہوں مگر میں اپنے تحیر و استعجاب کی بھی کوئی حد نہیں پاسکتا جس وقت میں نے بالکل دو متضاد باتوں کو ہم آغوش پایا ' یعنی ایک جانب تو یہ ارشاد' کہ مسلمانوں کو قلت کے باعث ہندوؤں سے ڈرنے کی کوئی ضرورت نہیں ' تمثیلاً آپ نے واقعہ جنگ بدر کی جانب اشارہ فرمایا ہے اور پھر دوسری طرف اسکے برعکس مسلمانوں کو یہ تلقین کی ہے کہ :

" تمکو ہندوستان میں رہنا ہے تو اپنے ہمسایوں سے معانقہ کرلو اور زندہ رہنا ہے تو اُنسے الگ رہنے کا نتیجہ دیکھہ چکے' اب انسے مل جاؤ ' اگر انکی طرف سے رقابت ہے تو اسکی پروا مت کرو "

الله الله کہاں تو یہ عالی ہمتی کی باتیں ' کہ تم خدا کی فوج کے سپاہی ہو' تمہارے ہی تو سلف صالحین ہیں جنہوں نے بحر و بر میں اپنے سکے بٹھادیے' ایک عالم کو مسخر کرلیا' ساری دنیا کے روبرو دعوت اسلام کا دسترخوان بچھادیا ' فتح و نصرت کے علم کو یہاں تک بلند کیا کہ اپنے حوصلوں سے بھی زیادہ اونچا کردیا - یا یہ پست ہمتی کی تعلیم کہ اگر زندگی چاہتے ہو تو حلقہ بگوش کفر ہوجاؤ ' وہ تغافل شعاری سے کام لیں ' اغماض بھی کریں' ہماری جبین نیاز کو ٹھکرائیں بھی' مگر ہم اسپر بھی کلیجہ چیر کر ایک مسلمان دل کو بت نا آشنا کی مٹھی میں دیدیں - افسوس جب خضر ہی کعبۂ مقصود کا راستہ بتانیکے بجاے صنم خانہ کی گلیوں میں لیجاکر کھڑا کردیں بلکہ آستانہ بوسی کا مشورہ دیدیں ' تو پھر کہئیے کہ اب راہ راست کا پتہ کون دے -

یہ میں نے مانا کہ ' مسلمان دنیا میں خدا کے خلیفہ ہیں اور انکو اوسی حیثیت سے ہر کہ و مہ پر نظر کرنی چاہیے اور اسکا بہتر استنباط اس آیت سے ہو سکتا ہے : لا ینھٰکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و یخرجوکم من دیارکم ان تبروھم و تقسطوا الیھم - اس آیت سے یہ معلوم ہوتا ہے کہ تمام اقوام غیر اسلام سے نیکی کرنا اور منصفانہ برتاؤ کرنا جائز ہے ' مگر اسوقت جب کہ وہ برسر صلح ہوں اور اس بات کو آپ نے بھی قبول فرما لیا ہے کہ ہندو مسلمانوں سے بیگانہ وار ہیں اور پھر بیگانہ واری بھی کیسی' العظمۃ للہ' جسکا کچھہ ٹھکانا ہی نہیں' کلام مجید میں اگر دینی جنگ کی شرط ہے تو اب ہندو مسلمانوں کے درمیان پولٹکل جنگ جاری ہے جو اُس دینی جنگ سے زیادہ خطرناک اور مہلک ہے' سنان و خنجر کے بجاے اب زبان کی تلوار سے دلوں کو دو نیم کیا جا رہا ہے جسکی نسبت جناب علی مرتضیٰ کے فرمان ہے :

جراحات السنان لھا التیام ۔ ولا یلتام ما جرح اللسان

تیر کے زخم بھرآتے ہیں مگر زبان کا بنایا ہوا زخم کبھی نہیں بھرتے - الغرض اسوقت اگر صریحاً نہیں ' تو معناً ایک خطرناک تصادم خیالات ہورہا ہے جو فی الواقع ایک قسم کی جنگ ہے اور جب یہ کیفیت ہے تو پھر اس آیت کریمہ کے عمل کا بھی وقت نہیں ہے -

ہندوؤں سے دوستی کرنا اور وہ بھی دنیاوی عزت کے لیے جیسے استاذنا آپ متمنی ہیں ' میرے نزدیک تو منشاے الہی کے بالکل خلاف ہے - کیونکہ صاف الفاظ میں ایسا معلوم ہوتا ہے کہ شاید اسی وقت کیلیے یہ آیت پاک نازل ہوئی - الذین یتخذون الکافرین اولیاء من دون المومنین - ایبتغون عندھم العزۃ فان العزۃ للہ جمیعا (۴ ۱۳۹) جو مومنوں کو چھوڑ کر کافروں کو دوست بناتے ہیں کیا انکے پاس وہ عزت چاہتے ہیں (یہی یاد رکھو) کہ تمام عزت الله کے واسطے ہے - کلام مجید میں اسی قسم کی اکثر آیات ہیں ' مگر استاذنا ! تعجب ہے کہ آپ سا قرآن مجید کا ماہر جو ہر طرح کے مضمون کو ربانی کلام سے زینت دینے والا ہو' جو مسلمانوں میں اسلامی روح کے پھونکنے کا عزم بالجزم رکھتا ہو' جو مسلمانوں کو قرون اولی کے عادات و اطوار کا وعظ کرتا ہو اور وہ کفر کی تاریکی میں ایسا صراط مستقیم سے بھٹک جائے' کہ دوسروں کو بھی اوسی کی جانب لیجانے کی کوشش کرے -

استاذنا ! مسلمانوں کا ابھی کچھہ بھی نہیں بگڑا' وہ جیسے شیر پہلے تھے ویسے ہی اب بھی ہیں' ہاں غفلت و جہالت کا خمار ہے اور نشہ شام کی گو اب صبح ہوئی ہے مگر در اصل صبح نو ہوے' مدت ہوئی' ترقی کا آفتاب نصف النہار پر آپہنچا - لیکن اس آفتاب کو تقسیم بنگالہ اور مسلم یونیورسٹی کے دو زبردست تاریک بادل چھپائے ہوے تھے جنہوں نے روز روشن کو شب دیجور بنا رکھا تھا ' للہ الحمد کہ وہ نہ برسنے والے بادل جنکو مسلمان ابر مطیر سمجھے ہوئے تھے ہٹ گئے' اور مسلمانوں کو معلوم ہوگیا کہ واقعی وہ بڑی غفلت میں تھے ' اب قوم میں ایک تازہ جوش ہے' قوم اپنی قوت بازو پر بھروسا کرے اپنی موجودہ حالت کو خبرباد کہے اور ہاتھہ پاؤں چلاے تو سب کچھہ کرسکتی ہے - مسلمانوں کو ضرورت نہیں ہے کہ وہ دوسروں پر سواے ذات باری تعالی کے بھروسہ کریں ومن یتوکل علی اللہ فھو حسبہ - مسلمان اگر اپنی پوری قوت سے کام لیں تو وہ کانگریس سے زیادہ زبردست ایک پولیٹکل انجمن قایم کرسکتے ہیں وہ اپنی آواز کو کانگرسیوں سے زیادہ بلند کر سکتے ہیں مگر یہ سب کیوں نہیں ہوتا ؟ محض اسی وجہ سے کہ مسلمانوں میں متحد الخیالی نہیں' ہم آوازی نہیں' یگانگت و یکجہتی سے واقف نہیں ' اور یہ سب سے بڑا مرض اُن مسلمانوں میں ہے جو زیور علم و فضل سے آراستہ ہیں - جاہل مسلمانوں میں اسوقت بھی ایسے مضبوط موجود ہیں کہ اُنکو اگر رسی کا سانپ بتلادیا جاے تو مشکل سے اسکو پھر کوئی دوسری چیز کہینگے -

استاذنا ! آپ ہی کے اس فرمانے سے اور نیز مسلم لیگ کی صدائے [illegible] سے کیا مسلمانوں کو یہ جرأت ہوئی ہے کہ وہ انہیں لگے ہیں .

طرابلس کے روسی پنجے میں پھنس جانے اور طرابلس پر اٹلی کے قبضہ ہو جانے اور مسلم یونیورسٹی کا چارٹر نہ ملنے اور تقسیم بنگالہ کے منسوخ ہوجانے سے اب مسلمانوں کو هندوں کی رفاقت یاد آئی ہے گویا ان سب باتوں کی تلافی هندوں کی حلقه بگوشی سے ممکن ہے -

لستاذنا ! میں بار بار یہی کہونگا کہ آہ ! یہ صریحاً اسلام کی توهین تضحیک اور آبروریزی ہے - مسلمان اسوقت جو کچھہ ذلیل هورہے هیں وہ محض اسوجہ سے کہ انہوں نے اسلامی اوصاف چھوڑ دیے هیں ورنہ آج بھی خدا کا پاک مذهب اور خدا کے پاک مذهب کے پیرو قرون اولی کی طرح دنیا میں سرفراز "فتحمند" اور مظفر و منصور هوسکتے هیں اخیر میں اسقدر میں مکرر عرض کرونگا کہ مسلمانوں کو کافروں کی دوستی سے کوئی فائدہ هرگز نہوگا بلکہ وہ رهی سہی عزت بھی کھو بیٹھیں گے - کفر واسلام کا اتحاد اجتماع ضدین ہے - اور یہ محال ممکن ہے -

نہ پہونچیں دامن الیاس گرداب بلا میں هم
کہ بدتر ڈوب مرنے سے ہے جینا اس سہارے کا

راقم محمد حسن - آزاد - از اٹاوہ

لکھنؤ سے ایک گمنام چٹھی

— * —

جناب اڈیٹر صاحب الهلال

چونکہ جناب کو مسلم یونیورسٹی کے مسئلہ سے نہایت گہری دلچسپی معلوم ہوتی ہے' یہاں تک کہ بعض مرتبہ الهلال کا پورا نمبر اسی بحث کی نذر هو جاتا ہے اسلئے اس مسئلہ سے متعلق سوالات ذیل با ادب تمام خدمت عالی میں عرض کیے جاتے هیں اُمید ہے کہ الهلال کے ذریعہ سے انکے جوابات جلد مرحمت هونگے -

(۱) یونیورسٹی کا مسئلہ ایک تعلیمی مسئلہ ہے یا پولیٹکل ؟ اگر سیاسی ہے - تو تکلیف فرما کر اوسکے وجوہ عنایت هوں اور اگر تعلیمی ہے تو یہ فرمایئے کہ فن تعلیم کے موجودہ یوروپین علماء خصوصی ' اصولی حیثیت سے اقامتی یونیورسٹیوں کو کیمبرج - آکسفورڈ - کولمبیا - پرنسٹن وغیرہ کے نمونہ پر زیادہ پسند کرتے هیں یا الحاقی یونیورسٹیوں کو ' جیسی کہ الہ آباد یونیورسٹی ہے اور جسکے نمونہ پر آپ مجوزہ مسلم یونیورسٹی کو بنانا چاهتے هیں ؟

(۲) نیز یہ فرمائیے - کہ اسوقت هندوستان میں رہ کے سب جو کچھہ ماهرین فن تعلیم هیں - مثلاً مسلمانوں میں سید حسین بلگرامی - سید علی بلگرامی مرحوم - ڈاکٹر ضیاء الدین - اور انگریزوں میں مسٹر ڈی - لافوس - ڈاکٹر وینس - مسٹر کیمرن - مسٹر مکنزی - کیا یہ لوگ تعلیمی نقطۂ خیال سے الحاقی یونیورسٹی کے قیام کی تائید کرتے هیں ؟

(۳) اسی سلسلہ میں اگر جناب اسکی بھی تصریح فرمادیں تو عین عنایت هوگی کہ خود جناب والا کو مغرب یا مشرق کی کن کن یونیورسٹیوں میں اعلی یا ادنی تعلیم حاصل فرمانے کا اتفاق ہوا ہے ؟ یا کن کن یونیورسٹیوں کے کلنڈر ملاحظہ سے گذر چکے هیں ؟ یا فن تعلیم و اصول تربیت کتنے عرصہ تک زیر مطالعہ رہے هیں ؟ تا کہ پبلک کو یہ فیصلہ کرنے میں آسانی هو کہ جناب کی رائیں اس مسئلہ میں کہاں تک قابل وقعت هیں ؟

(۴) چونکہ جناب والا هر شے کو مذهبی نقطۂ خیال سے دیکھتے اور دوسروں کو دکھاتے هیں اور اس امر کے مدعی هیں کہ " مسلمانوں کی اخلاقی زندگی هو یا علمی - سیاسی هو یا معاشرتی - دینی هو یا دنیوی - حاکمانہ هو یا محکومانہ - قرآن هر زندگی کیلئے ایک اکمل ترین قانون اپنے اندر رکھتا ہے " نیز یہ کہ آپکے عقیدہ میں " هر وہ خیال جو قرآن کے سوا اور کسی تعلیم گاہ سے حاصل کیا گیا هو وہ ایک کفر صریح ہے " اس بنا پر یہ التماس ہے کہ یونیورسٹی کے الحاقی هونیکی تائید میں جناب کوئی نص صریح پیش فرماکر قوم کو ممنون احسان بنائیں -

(۵) جناب والا کو بدات خود تو مشاغل کی وجہ سے شاید مطالعہ کی فرصت کم ملتی هو لیکن علامہ شبلی کے فیض صحبت سے غالباً تاریخ اسلام کے متعلق آپکو کافی معلومات حاصل هو گئے هوں - پس مہربانی کرکے فرمائیے کہ مسلمانوں نے اپنے عہد عروج میں جو یونیورسٹیاں قائم کی تہیں کیا انمیں سے کسی ایک کا بھی نام جامعۂ اسلامیہ یا اوسکے مثل تھا ؟ یا وہ یونیورسٹیاں همیشہ اسماً اپنے بانی یا مقام کی جانب منسوب هوتی تہیں - مثلاً نظامیہ بغداد - حلبیہ - مرادیہ - عزیزیہ - وغیرہ ؟

(۶) ۸ ستمبر کے الهلال میں آپنے همدرد قوم مسٹر محمد علی کی معقول و مدلل تحریر کے جواب میں ایک جگہہ یہ فرمایا ہے - کہ سالگذشتہ میں جب مسلم یونیورسٹی کا غلغلہ نہایت بلند آهنگی سے برپا تھا اوسوقت آپنے پبلک کو اس مہلک غلط فہمی پر متنبہ کرنا صرف اسلئے مناسب نہیں خیال کیا کہ آپکی آواز کے اثر رکھتی لیکن کیا اس عبارت سے یہ مفہوم نہیں نکلتا کہ جناب والا صرف هوا کے رخ پر چلتے هیں ؟ جبتک دیکھا کہ کوئی اپنا هم آواز نہیں ملتا ہے اسوقت تک احقاق حق - امر بالمعروف - نهی عن المنکر - اور اسی قسم کے تمام مقدس العقیدت لیکن مرعوب کن دعاوی پردۂ خفا میں مستور رہے - لیکن جب یہ نظر آیا کہ پبلک کی تائید کا کچھہ سہارا ملجائیگا - اسوقت یہ دریا بے اختیار اُبل پڑا -

اس ضمن میں اس امر کا بھی بہ ادب مستفسر هوں کہ اگر دوسرے لوگ بھی آپ هی کے مثل مصلحت اندیشی و زمانہ شناسی کے ساتھہ الفاظ زبان سے نکالتے هیں تو کونسا اخلاقی جرم کرتے هیں ؟ امید ہے کہ جناب والا ان سوالات کے جواب کی زحمت جلد گوارا فرمائینگے - لیکن اسکے ساتھہ یہ بھی التجا ہے کہ کرم فرماکر بجائے استعارات اور ضلع گوئی کی افراط کے واقعات و دلایل پر زیادہ توجہ مبذول رہے -

راقم

تیری رسوائی کے خون شہدا درپے ہے
دامن یار خدا ڈھانپ لے پردہ تیرا

علامہ رشید رضا اور مدرسۂ عالیہ دیوبند

— * —

مکرمی جناب ایڈیٹر صاحب " الہلال " - السلام علیکم -

تازہ مصری ڈاک سے جو رسالہ المنار مورخہ ۳۰ شعبان ۱۳۳۰ ھ (۱۳ اگست سنہ ۱۹۱۲) وصول ہوا ہے اوسکے صفحہ ۶۲۱ پر علامہ رشید رضا صاحب نے مدرسہ عالیہ دیوبند کے متعلق حسب ذیل خیالات ظاہر کیے ہیں - امید ہے کہ آپ اخبار میں ان چند سطور کو جگہ دیکر ممنون فرمائینگے -

ترجمہ مضمون

...... میں نے مدرسہ دیوبند میں جو - ازہر ہند کے لقب سے مشہور ہے - ایک جدید علمی و دینی ترقی دیکھی ' اور مجھے امید ہے کہ اوس سے عظیم الشان نفع ہے .. .. میں نے اوسکے متعلق چند مشورے دیے اون میں بعض مشورے ایسے پائے گئے جو پہلے ہی سے اون کے خیال میں آچکے تھے اور اون پر عمل شروع ہوگیا تھا - ...... ہندوستان کی کسی چیز کو دیکھکر میری آنکھ ایسی ٹھنڈی نہیں ہوئی ' جیسی مدرسہ دیوبند کو دیکھکر ٹھنڈی ہوئی ' اور وہاں مجھکو کسی چیز سے اسقدر خوشی نہیں ہوئی ' جسقدر کہ اس مدرسہ کے علماء کی غیرت اور اخلاص کو دیکھکر خوشی ہوئی [ماقرت عینی بشئ فی الهند ' کما قرت برؤیۃ مدرسۃ دیوبند ' ولا سررت بشئ هناک ' کسروری بما لاح لها من الغیرۃ والاخلاص فی علماء هذه المدرسۃ] ہندوستان کے مختلف شہروں میں میرے مسلمان بھائیوں نے اس مدرسہ کا مجھہ سے تذکرہ کیا تھا اور اکثر دنیا دار لوگ اس مدرسہ کے علماء کو جمود اور تعصب کے ساتھہ متہم کرتے تھے اور شکایت ظاہر کرتے تھے کہ اس مدرسہ کا نفع زیادہ عام ہونا چاہئیے - الحمد للہ کہ میں نے اونکو اون تمام چیزوں سے بالا تر پایا جو بطور اون کی تعریف یا تنقید کے میں نے سنی تھیں ' اور مجھے امید ہے کہ میرا جو گمان اون کی نسبت ہے ' وہ صحیح ثابت ہو ' کیونکہ منجملہ ان مسلمان علماء دین کے جنسے کہ میں واقف ہوا ہوں ' وہ ایسے ہیں جو " جمود " اور " غرور " سے سب سے زیادہ دور ہیں [وقد رأیتهم وللہ الحمد فوق جمیع ما سمعت عنهم من ثناء وانتقاد ' وارجو ان یصدق ظنی فیهم بانهم من ابعد جمیع من عرفت من علماء الاسلام الدینیین عن الجمود والغرور]

...... میں اپنے سفرنامہ میں تفصیل کے ساتھہ اس کے معائنہ کا حال لکھونگا اور جو تقریریں وہاں کی گئیں اون کو درج کرونگا اور خاصکر وہ تقریر جو مدرسہ کے ایک عالم نے مدرسہ کی تاریخ اور علم کے رفتار کے متعلق کی تھی . ... -

نوٹ — علامہ رشید رضا نے مدرسہ عالیہ دیوبند کے مشہور جمود اور تعصب کے متعلق جو کچھہ سنا تھا ' وہ کوئی نئی بات نہ تھی ' اس قسم کی رائیں ہمیشہ سنی جاتی ہے - ان اہل الرائے حضرات کی خدمت میں یہ ادب التماس ہے کہ وہ بھی اگر اس قسم کی رائے قائم کرنے سے پہلے براہ راست تجربہ سے واقفیت حاصل فرما لیا کریں ' تو عجب نہیں آن کے قلب کو بھی وہی ٹھنڈک پہونچ گئے ' جو علامہ جمال الدین افغانی اور علامہ شیخ محمد عبدہ مصری کے جانشین رشید کی آنکھوں کو پہنچی - والسلام

خاکسار انیس احمد بی - اے (علیگ)
طالب علم مدرسہ عالیہ دیوبند

از دفتر کانفرنس علی گڈہ

— * —

جناب من تسلیم - رسالہ اتالیق جو بطور رسالہ کانفرنس طبع ہوا ہے - آپکی خدمت میں بھیجتا ہوں - اوسکے ملاحظہ سے آپ کو معلوم ہوگا کہ وہ خاص طور پر بچوں کے لیے تیار کیاگیا ہے - اصلی غرض یہ ہے کہ ایک سلسلہ اس قسم کے رسالوں کا ہو ' جس میں اسلام ' اسلام کے بانی ' اور اسلام کے قابل یادگار حامیوں کے حالات اور اخلاق کے متعلق مضامین مختصر اور سہل طور پر لکھے جاویں - اور نیز تاریخ اسلامی تاریخ کے خاص خاص حالات بطور قصوں کے لکھے جاویں - تاکہ اسلامی گھروں میں ابتدا سے وہ پڑھائے جائیں - اور بجائے اسکے کہ ہماری مائیں اور بہنیں اپنے بچوں اور چھوٹے بھائیوں سے چڑے اور چڑیا کی کہانی کہیں ' وہ بانیے اسلام اور قرون اول [اولی] کے مسلمانوں کے حالات اونکے کانوں میں ڈالیں - اور بجائے اسکے کہ ہماری مائیں بچوں کے لیے سونے کے سہرے کی دعائیں مانگیں - وہ ابتدا سے انکے متعلق اولوا لعزمانہ منصوبے قرار دیں ' اور بزرگان سلف کے نمونے اونسے پیدا کرنیکی خواہش کریں - جو سلسلہ کانفرنس کی طرف سے رسالوں کا طبع کرنا مقصود ہے ' اوسکا یہ پہلا رسالہ ہے -

مجھکو امید ہے کہ یہ مفید ثابت ہوگا - اب قوم کے آن بزرگوں سے جو نہ صرف اہل قلم ہیں ' بلکہ اسلامی اور اخلاقی مضامین پر بھی جنکو عبور ہے استدعا ہے کہ وہ اسپر توجہ کریں اور ان رسالونکی تکمیل میں مدد فرمائیں -

مولوی مخدوم عالم صاحب نے اس رسالہ کو نہایت توجہ اور قابلیت سے لکھا ہے اور اس رسالہ کے لیے جو انعام قرار پایا تھا ' کمیٹی نے وہ انعام اونکو دیا ہے - آیندہ جو رسالے لکھے جاوینگے اور پسند ہوں اونکے لیے ہر ایک رسالے کی مطابق انعامات دیے جائینگے -

رسالوں میں یہہ لحاظ رکھا جاوے کہ اوسکے مضامین اور طرز عبارت میں تدریجی ترقی ہو - میں امید کرتا ہوں کہ اس مسئلہ پر بہت جلد ہماری قوم کے اہل قلم توجہ فرمائینگے - خاکسار - آفتاب احمد

[الہلال] رسالے کے دیکھنے کی مہلت نہیں ملی ' مگر آپکے اس ارادے کا خیر مقدم کرتا ہوں - جزاکم اللہ میرا ایک عرصے سے یہ خیال ہے کہ مسلمانوں کی موجودہ مذہبی تعلیم کبھی درست نہیں ہوسکتی جب تک ابتدا سے لیکر آخر تک انکے نصاب تعلیم کا مرکز قرآن نہو اور جب تک تمام علوم اسی مرکز کے گرد جمع نہ کیے جائیں - ضرورت ہے کہ بچوں کی ابتدائی تعلیم کیلیے ایسے رسالے لکھے جائیں جنمیں ہر مضمون قرآن سے ماخوذ ہو مگر اسطرح اخذ کیا جائے ' کہ محسوس نہو ' اور پڑھنے والے کے [illegible] ہی القرآن الکریم کر [illegible] - اگر [illegible] چاہے تو میں [illegible] ایک [illegible] مرتب [illegible] نیت سے [illegible]

نامورانِ غزوۂ طرابلس

میدان جہاد سے

جنگ کے تازہ ترین کوائف کے متعلق ایک چٹھی

(از معلم عزیزیہ - ۱۲ - اگست)

ماہ رواں میں ادھر کوئی غیر معمولی جنگی حرکت وقوع میں نہیں آئی' میں نے خیال کیا کہ اسلامی کیمپوں کا ایک دورہ کرکے تازہ حالات کا مشاہدہ کروں - چنانچہ ۴ - اگست کو (غریان) سے روانہ ہوا ' اور آج یہاں سے آپکو خط لکھہ رہا ہوں - میں نے جنزور فندق ابن عشیر اور عزیزیہ کی اسلامی چھاؤنیوں کو دیکھا ' اور الحمد للہ بالعموم ہر جگہ امن و اطمینان اور کامل درجہ کا انتظام و اہتمام نظر آیا - ادھر جو کچھہ عرصے سے کسی عظیم الشان معرکے کی خبر نہیں آئی تو اسکا سبب اسلامی لشکر کا فرض جہاد سے تساہل نہیں ہے' بلکہ تمام اٹالین چھاؤنیوں نے جو ایک جدید طریقہ جنگ پر عمل درآمد شروع کردیا ہے - یعنی اپنی خندقوں اور استحکامات مشیدہ میں موت کی خاموشی کے ساتھہ چھپے رہنا ' اور مجاہدین کے سخت سے سخت غیرت دلانے اور شرمانے پر بھی نہ نکلنا - اسکی وجہ سے ہمارے مجاہدین کی سیف خون آشام جہاد کو اپنے جوہر دکھلانے کا موقع ہی نہیں ملتا -

تا ہم مجاہدین انکو اس حال میں بھی چین سے سونے نہیں دیتے ' اٹالین معلوق کیا ہے اب سرزمین طرابلس میں کبھی طرح راحت اور چین نہیں - ہمیشہ مجاہدین کی چھوٹی چھوٹی ٹکریاں معمولی بندوقیں کاندھوں پر رکھکر نکل جاتی ہیں ' اور بے خطر انکی گڑھیوں اور مورچوں کے سامنے پہنچکر للکار تی ہیں ' اور غیرت دلاتی ہیں کہ کسی طرح باہر نکلیں - آپ شدت تعجب سے شاید باور نہ کریں کہ شجاعت و عزیمت کے یہ الہی پیکر ایسے بےخوف و جانفروش ہیں کہ اکثر مرتبہ انکے مورچوں کے اندر گھس گئے ہیں اور انکے سامان و ذخیرے کو غارت کردیا ہے - کئی بار ایسا ہوا ہے کہ انکے نظروں کے سامنے بندوقیں لا ئیں تڑپاکر اور انکے مفید و قیمتی حیوانات اپنے ساتھ صاف نکل آئے ہیں ! دنیا مانے یا نہ مانے مگر میں اپنے مشاہدات کو کیا کروں ؟

کل کا تازہ ترین واقعہ ہے کہ میں نے تیس مجاہدوں کی ایک جماعت دیکھی جو اٹالین مورچے سے مسعدات آرہی تھی ' انکے ہاتھوں میں وہ قیمتی گنیں کی مشعلیں تھیں جو اطالی اپنے یہاں استعمال کرتے ہیں اور کاندھوں پر انکی طرح طرح کی وردیاں اور کپڑے پڑے تھے اور جا بجا لدے ہوئے گدھوں اور ۹ - بکریوں کو اپنے آگے ہنکاتے ہوئے لا رہے تھے - یہ تمام چیزیں انہوں نے ابھی ابھی اٹالین چھاؤنی میں لوٹی تھیں ! !

ایک عظیم الشان امدادی قافلے کی روانگی

عالم اسلامی کیلیے ایک بہت بڑی خوش خبری یہ ہے کہ ایک عظیم الشان امدادی قافلہ (فزان) سے روانہ ہوا ہے ' جسمیں چار ہزار اونٹھ لشکر مجاہدین کے لیے ذخیرۂ رسد اور آلات جنگ سے لدے ہوے ہیں ' اور اسکا ایک ابتدائی حصہ ۲۶ - اونٹوں کا ۴ - اگست کو (عریاں) پہنچ گیا - یہ وہ الہی انتظامات ہیں ' جنسے خدا اپنے مجاہدوں کی مدد فرمایا کرتا ہے -

اٹالین جنگ مکر و خداع

قیمتی توپوں اور انکے آتشبار دہانوں سے تو اب غریب اٹلی

نامور غیرت و حمیت

اٹھارہ برس کا ایک عثمانی مجاہد
احمد حلمی بیک

یہ قسطنطنیہ کے مدرسۂ حربیہ کا ایک سعید دانہ نوجوان ہے جو حربیہ کے آخر سال میں متعلم تھا ' اٹلی کے اعلان حرب کے ساتھہ ہی غیرت و حمیت ملی سے مجبور ہوگیا ' اور اپنی خدمات راہ جہاد کیلیے وقف کردیں - جزیرہ رودس کے مدافعہ میں اسکے کارہائے نمایاں تاریخ عثمانی میں یادگار رہینگے - اللہم انصر من نصر دین محمد و جعلنا منہم ' واخذل من خذل دین محمد ولا تجعلنا منہم ! !

اخبار طرابلس

مايوس هوگئي هے ' اسليے جدهي خوف هے - صرف اندر بيٹهے بيٹهے مكر و فريب كي تدبير يقيوں پر خرچ كي جاتي هے - ابتداے جنگ سے طرح طرح کے پر فريب و كذب رسالے چهاپكر عربوں ميں تقسيم كراتے هيں ' اور طرح طرح كي روشنوں كي طمع دلا كر راہ لانا چاهتے هيں ' مگر اسكي باوار زرو برور باوز بياثہ مهلک هورهي هے - حال ميں جو نئے خطوط چهاپكر اطاليوں نے تقسيم كيے هيں انكي چند كاپياں اس خط کے ساتهه بهيجتا هوں - اس سے آپ اندازه كرسكيں گے كه اب انكي جبن و نامردي كهاں تک پهنچ گئي هے ' اور عربوں کے استقامت و شجاعت سے مجبور و تنگ حال هوكر كسي طرح ذلت و عاجزي کے ساتهه انکے آگے گڑگڑا رهے هيں ؟

ان خطوں سے اسكا بهي اندازا كيا جاسكتا هے كه يه لوگ علاوه اور تمام رذائل انساني کے جهوٹ بولنے ميں بهي كيسے بے باک هيں ' جبكه تمام عالم اور دوست و دشمن اطاليوں كي ناكامي پر هنس رها هے - يه حيا فروش عربوں كو لكهتے هيں كه " ابتک هم نے هميشه فتح و نصرت پائي اور آئنده بهي اميد هے كه تمهارے دشمن تركو نسے تمهارا ملک خالي كردينگے "

ان احمقوں نے سمجهه ليا هے كه عرب بالكل وحشي هيں اور انهيں دنيا كي كچهه خبر نهيں ' چنانچه ان چٹهيوں ميں لكها هے كه هم نے طرابلس سے باهر بهي تركوں كو هر جگهه شكست دي ' انكے ملک چهين ليے ' عنقريب تركي حكومت كا خاتمه هوجاے گا ! ! [كبرت كلمة تخرج من افواههم ان يقولون الا كذبا - الهلال] - (نامه نگار خصوصي العلم)

ساحل برقه اور سيدي عبد الجليل

ميں بهي پچهلے دنوں دو سخت معركے هوے ' جسكي خبر اٹلي نے اپني عادت مستمره کے مطابق پوشيده ركهي - اخبار (الزهره) كا نامه نگار تار ديتا كه " ساحل برقه ميں مجاهدين عرب نے حمله كركے دشمنوں كو پهر جنگي جهازوں ميں محصور كرديا ' ٢٥٠ لاشيں انهوں نے ميدان ميں چهوڑيں اور همارے صرف ١٥ - شهيد اور ٩ مجروح هوے - مال غنيمت ميں ٣٠٠ - بندوق ٩٠٠٠ گولياں اور دو اونٹهه كپڑونسے لدے هوے هاتهه آے - اسكے بعد (سيدي عبد الجليل) ميں مقابله هوا - الحمد لله اب فتح و نصرت کے ساتهه اس پر عثماني جهنڈا لهرا رها هے - اس مقابلے ميں بهي ٥٠ بندوقيں اور نصف ملين کے قريب گولياں هاتهه آئيں -

زواره ' ابو كماش ' اور سيدي سعيد ميں انشاء الله ٢٠ - يا ١٥ رمضان كو ايک فيصله كن متفقه حمله تمام اسلامي چهاونيوں سے كيا جاے گا ' جسكے انتظامات هورهے هيں -

رپوٹر كي روايات

ميں اس هفتے (علاوه روما كي مكذوبات و مفتريات کے) متعدد صلح كي مضطرب خبريں تهيں - جنكي يکے بعد ديگرے تصديق و تغليط هوتي رهي اور سلسله جاري هے - جب كبهي صلح کے خلاف كوئي خبر شائع هوتي هے ' تو روما سے فوراً اسكي تغليط كي جاتي هے ' اور قرار صلح پر زور ديا جاتا هے - اس سے صاف معلوم هوتا هے كه يه اشاعت اخبار صلح بهي ايک سخت پر فريب مصلحت پر مبني هے - تاهم اسقدر ضرور صحيح هے كه موجوده وزارت عثماني صلح كي قرار داد ميں نيم سركاري طور پر كچهه شركت ضرور ركهتي هے - اور اگر خدا نخواسته اس نے حفظ طرابلس کے خلاف كسي قرار داد كو منظور كرليا ' تو يه سب سے بڑي اسلامي مصيبت هوگي ' جو دولت عثمانيه خود اپنے هاتهوں فتح و كاميابي کے بعد مول لے گي - الله تعالے دولت و وزارت کے ولاة امور كو نيک توفيق عطا فرماے -

حضرة شيخ سنوسي كا ورود

--- : ---

٧ - ستمبر كو (سيوه) سے شيخ (علي بک فهمي كامل) مالک اللوا کے نام اسکے نامه نگار خصوصي كا تار پهنچا هے كه

" شيخ سنوسي الكبير اپني فوج جرار کے ساتهه جغبوب پهنچ گئے - اور ميدان جهاد كي طرف متوجه هوے - استقبال كا منظر نهايت عظيم الشان تها - تفصيلي حالات خط ميں جاتے هيں "

مصـــراطـــه

كي نسبت اواخر جولائي ميں روما سے خبر دي گئي تهي كه ايک سخت جنگ کے بعد هم نے اسپر قبضه كرليا - ليكن اب تازه عربي ڈاک سے اچهي طرح اسكي تكذيب هوگئي هے اور حالت بالكل برعكس هے - اخبار (الزهره) كا نامه نگار خبر ديتا هے كه " مصراطه ميں ايک سخت و شديد جنگ کے بعد مجاهدين نے دشمنوں كو فرار پر مجبور كرديا ' ٥ - هزار کے قريب انکے آدمي مقتول ' اور ٣ سو مجروح هوے - همارے صرف ساڑهے تين سو شهيد ' اور ٥٠ - مجروح - مال غنيمت بكثرت هاتهه آيا - اب دشمن سے مصراطه بالكل خالي هوگيا هے ' اور عثماني حكومت قائم هے "

Printed & Published by Abul Kalam Azad, at The Hilal Electrical Printing Works, 7-1, McLeod Street, Calcutta

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين
القرآن الحكيم

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی
احمد المکنی بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

Al-Hilal,
Proprietor & Chief Editor
Abul Kalam Azad,
7-1, MacLeod street,
CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.
Half-yearly „ „ 4-12.

نمبر ۱۲ — کلکتہ : یکشنبہ ۲۹ سپٹمبر ۱۹۱۲ء — جلد ۱

فہرس

اطلاع ضروری

— * —

(۱) جن صاحبوں کو دفتر الہلال کی بعض بد نظمیوں کی شکایت تھی ' یا خطوط کے جواب کے بدیر ملنے کی شکایت کرتے تھے ' وہ اب مطمئن رہیں کہ نئے ماہ سے تمام انتظامات سابقہ بدلدیے گئے ہیں ' اور آیندہ کیلیے وسیع پیمانے پر انتظام ہورہا ہے ' انشاء اللہ آیندہ انہیں کسی قسم کی شکایت پیش نہیں آے گی -

(۲) جو خطوط خاص ایڈیٹر صاحب کے جواب لکھنے کیلیے الگ رکھہ لیے جاتے تھے ' اب انشاء اللہ عنقریب انکے جوابات ' دفتر سے روانہ ہونا شروع ہو جائیں گے - (منیجر)

— : —

گذشتہ نمبر کے ساتھہ جو مطبوعہ چٹھی شائع ہوئی تھی ' اسکے جوابات آنا شروع ہوگئے ہیں ' لیکن جن حضرات نے ابتک توجہ نہیں فرمائی ہے ' امید ہے کہ جلد متوجہ ہونگے - (ایڈیٹر)

اعلان

— * —

(۱) دفتر الہلال کے موجودہ انتظامات کیلیے گو اس ماہ سے حد نئے اشخاص کا تقرر ہو گیا ہے - مگر اور ہونیوالے نام عنقریب پیش آنے والے ہیں - انکے علاوہ انتظامی ' اور ایڈیٹوریل ' دونوں صیغوں کیلیے کثیر التعداد معاونین کی ضرورت ہے -

(۲) ایڈیٹوریل اسٹاف ' اور صیغۂ تصنیف و تالیف کیلیے علوم عربیہ کے فارغ التحصیل ' یا منتہی درجہ تکمیل طلبا ' نیز لائق انگریزی داں اصحاب کی اعانت مطلوب ہے ' تنخواہ ۵۰ سے ۱۵۰ تک باختلاف حالت دی جاے گی ' اور اسکے لیے سند اور ڈگریوں ہی کی نہیں ' بلکہ لیاقت ' صلاحیت ' اور خدمت ملی کے جوش سے ولولے اور جوش کی بھی ضرورت ہے ' البتہ فارغ التحصیل عربی داں اور گریجوئیٹ ضرور ترجیح کا حق رکھتے ہیں -

(درخواستیں ۱۵ اکتوبر سے پہلے آنی چاہئیں)

الہلال کا یوم اشاعت

— * —

الہلال کی اشاعت کا دن بعض سہولتوں کے خیال سے اتوار رکھا گیا تھا ' لیکن اسمیں ایک سخت غلطی یہ ہوئی تھی کہ اتوار کے دن کلکتہ میں ولایت کی ڈاک پہنچتی ہے اور اسی میں مصر اور ترکی وغیرہ کے اخبارات ہوتے ہیں - اتوار کے دن شائع ہونے کے یہ معنے ہیں کہ سنیچر کی شام تک اخبار مکمل ہوجاے ' پس یہ نا ممکن ہے کہ نئی ڈاک کے مضامین کے تراجم و اقتباسات اسمیں درج ہوسکیں ' پچھلی ڈاک کے ترجمے دیے جائیں تو وہ ایک ہفتے کی پرانی خبریں ہوجاتی ہیں - اس بنا پر فیصلہ کرلیاگیا ہے کہ آیندہ سے رسالہ اتوار کی جگہ بدھہ کے دن شائع ہواکرے تاکہ تازہ ترین ولایت کی ڈاک کے مضامین درج کیے جاسکیں آیندہ پرچہ بدھہ کے دن نکلے گا ' اور انشاء اللہ کبھی اسکی اشاعت میں تاخیر نہوگی -

شذرات

گذشتہ نمبر میں (ملک معظم) کی جو تصویر شائع ہوئی ہے' اسکے دیکھہ لینے کے بعد ہم ناظرین کو الہلال پریس کی طرف توجہ دلانا چاہتے ہیں۔

ابتداے اشاعت سے بعض احباب نے اسکی شکایت کی ہے کہ الہلال میں تمام تصویریں یکساں نہیں چھپتیں - اکثر عرصے سے جسقدر تصویریں چھپ رہی ہیں' ان میں یہ نقص نہیں پایا جاتا' تاہم اس تصویر کے شائع ہوجانے کے بعد ہم سمجھتے ہیں کہ ان حضرات نے الہلال کو باعتبار تصاویر عام انگریزی رسائل سے کم نہ پایا ہوگا -

اصل بات یہ ہے کہ ان چیزوں کا آپ حضرات کو تجربہ نہیں' الہلال پریس میں تصاویر اور چھپائی کا جو انتظام کیا گیا ہے' وہ انگریزی رسائل کے پریسوں سے کسی بات میں کم نہیں ہے' لیکن اگر سرے سے تصویر کی اصلی کاپی ہی خراب ہو' تو پریس اسکے لیے کیا کرسکتا ہے؟ احباب زیادہ تر طرابلس کے مناظر کے شائق ہیں' ہم نہایت کوششوں سے مہیا کرتے ہیں' لیکن اُن میں عمدہ عکسی تصاویر جنکا عمدہ بلاک طیار ہوسکتا ہے' بہت کم ہوتی ہیں - اٹالین ذرائع کی تصاویر تو ہزاروں لندن نیوز' اسکیچ' اسفیر' گریفک وغیرہ میں چھپ چکی ہیں - لیکن جو صحیح تصویریں عثمانی ذرائع سے ملتی ہیں' وہ عموماً نہایت بے سروسامانی کی حالت میں پہنچی ہوئی ہوتی ہیں' پھر بھی ہم ایک ایک تصویر کو صرف قابل نقل بنانے کیلیے ایک پورے بلاک کی بنوائی خرچ کر دیتے ہیں -

چونکہ (ملک معظم) کی تصویر عمدہ عکسی تصویر سے لی گئی' اسلیے کس قدر روشن اور نمایاں ہے؟

اب عنقریب جب علمی و تاریخی مضامین با تصویر شروع ہونگے اور دیگر ابواب کے متعلق تصویریں شائع کی جائنگی' اس وقت ناظرین کو پریس کے انتظامات کا اندازہ ہوگا -

---

غازی انور بے کی دوسری رنگین تصویر اس اشاعت میں شائع کی جاتی ہے - یہ تصویر ابھی آٹھہ دس پیشتر کی ہے اور جو تصویر اس سے پہلے شائع کی گئی تھی' وہ حال کی تھی - عمر کا فرق دونوں تصویروں سے صاف نمایاں ہے - انشاء اللہ عنقریب غازی موصوف کی تیسری تصویر بھی شائع کی جائیگی' جو بالکل عربی لباس میں ہے اور اس وقت کی ہے' جب کہ آغاز جنگ طرابلس کے زمانے میں وہ تمام صحراے لیبیا کے قبائل میں دورہ کر رہے تھے -

الہلال روز بروز قدم آگے بڑھا رہا ہے' اور یوم اشاعت کے دن جہاں تھا' اس سے ایک منزل آگے ہی ہے (والحمد اللہ علی احسانہ) لیکن اب دیکھنا یہ ہے کہ ناظرین بھی اپنے فرض کو محسوس فرماتے ہیں یا نہیں؟ ہم نے تو سردست خموشی ہی کی ٹھان لی ہے اور ہمارے جمع و خرچ کا جو حال ہے' وہ دفتر میں آکر کوئی صاحب دیکھیں تو معلوم ہو -

---

اصبروا! و رابطوا! یہ بحث عام طور پر کی جارہی ہے کہ جب وزیر ہند کا فیصلہ مسلم یونیورسٹی کی امیدوں کے خلاف صادر ہوچکا ہے' تو اب یونیورسٹی لی جاے یا نہیں؟ و باستثناے بعض اشخاص عام پبلک کی راے بھی معلوم ہوتی ہے کہ نہ لی جاے - اسکے بعد اب اسپر بحث شروع ہوئی ہے کہ نہ لی جاے تو روپیے کو کیا کیا جاے؟ اسکے جواب میں بھی مختلف رائیں ظاہر کی جارہی ہیں' اور بظاہر قوم کا رجحان اسطرف بڑھ رہا ہے کہ اس روپیے کو کسی زیادہ وسیع المنفعۃ کام میں لگادیا جاے۔

ہم ایک لمحہ کیلیے پسند نہیں کرینگے کہ عام پبلک کو اپنے خیالات کے اظہار سے کسی عنوان بھی روکا جاے' اس قسم کے تمام فیصلے فی الحقیقت اصلی حق راے دہی عام پبلک ہی کو ہے اور اگر اسکو نہیں ہے تو پھر کسی کو نہیں - لیکن یہ ضرور کہینگے کہ کاموں میں اگر تقدیم و تاخیر کی قدرتی ترتیب قائم رکھی جاے تو بہتر ہے - سب سے پہلے مسلمانوں کو ایک مرتبہ اسکا فیصلہ کرلینا چاہیے کہ آیا انہوں نے اپنے اندر عام قومی راے کی قوت پیدا کرلی ہے اور وہ اسکے لیے پورے طور پر مستعد ہوگئے ہیں کہ ایک متفق اور متحدہ عام آواز قائم کرکے کارفرما طبقے کو تعمیل پر مجبور کردیں؟ اگر اسکا جواب اخباروں کے صفحوں پر نہیں' بلکہ دل کے صفحوں پر اثبات میں ملے' تو پھر یہ روح ملی کے عود کرنے کی پہلی تاریخ ہوگی - اس وقت قوم کو چاہیے کہ جو اسکی راے میں آے اور جس خیال پر سب متفق ہوجائیں اس پر جم کر کھڑی ہوجاے' اور وہی کرگذرے جو اسکی راے میں بہتر ہو - لیکن اگر ایسا نہیں ہے تو صرف چند دنوں کیلیے اخبارات میں گرمی طبع کی نمایش کرنا لا حاصل ہے اور نیا موسم سرما عنقریب آنے والا ہے' بہتر ہے کہ کل جو نتیجہ نکلتا ہے وہ آج ہی نکل آے' جہاں برسوں تک اپنے جوش اور رہنمائی کی قسمت لیڈروں کے ہاتھہ میں دیکھی ہوئی وہاں ایک یونیورسٹی کا مسئلہ اور سہی - جسطرح' اور جن شرطوں پر انکا جی چاہے لیلیں - البتہ آئندہ کیلیے کوشش کرو کہ تمہارے اندر اسلام کے معتقدات اور اعمال کی اصلی روح پیدا ہوجاے - اگر تم نے ایسا کرلیا' تو تم میں سے ہر مرد ایک زندہ مسلم یونیورسٹی ہوگا' جسکو علیگدہ کی چونے اور اینٹ کی بنی ہوئی یونیورسٹی کی کوئی پروا نہوگی - اصلی یونیورسٹی ایک مسلمان کا مومن قلب ہے' جو چاہے تو سارے عالم کو اپنے مرکز سے ملحق کرلے -

---

حب الدنیا راس کل خطیئۃ بعض اشخاص کی راے ہے کہ "جو لوگ یونیورسٹی کے روپیے کے بارے میں راے دے رہے ہیں' پہلے بتلائیں کہ انہوں نے خود کتنا چندہ دیا ہے؟ ورنہ انہیں راے دینے کا کوئی حق نہیں"

ہم دیکھتے ہیں کہ ملک کی بعض جماعتیں دولت کو پوجتے پوجتے اب اسدرجہ فنا فی المعبود ہوگئی ہیں' کہ انہیں روپیہ کے سوا اور کچھہ نظر ہی نہیں آتا:

آخر این صفرا بہ سودا می کشد

یہ سب نتائج اس جماعت کے عملی الحاد اور اسلام سے بیگانگی کے ہیں - یا للعجب! آج ایک مسلمان کو باوجود ادعاے اسلام و توحید یہ کہتے ہوے کوئی ندامت نہیں رہی کہ پیروان اسلام کے مفاد پر بحث کرنے کا صرف ایک محدود گروہ کو حق حاصل ہے اور جس نے ہماری چندے کی مٹھی نہیں گرمائی' اسے زبان ہلانے کا کوئی حق نہیں؟ ساء مایحکمون

ہم نے ادھر ارادہ کرلیا تھا کہ ہر طرف سے کان بند کرکے صرف اسے [illegible] و مقاصد کی اشاعت میں مصروف ہوجائیں' مگر کیا کریں [illegible] کے مقولات کو سنکر اپنے اندر اسکا ضبط کی طاقت نہیں [illegible] سے تو قومی خدمت کا [illegible]

قائم رکھنا چاہتے ہیں مگر عملاً اسلام کی اصلی روح و قوت کو مٹانا چاہتے ہیں - قرون اولی میں جب ایک راہ چلتی بڑھیا خلیفۂ اعظم کو سر راہ ٹوکتی تھی ' تو کیا اس سے یہ پوچھا جاتا تھا کہ خود تو نے بیت المال میں کتنا روپیہ داخل کیا ہے ؟ جب مسجد نبوی میں ایک شخص فاروق اعظم کو منبر پر خطبہ دیتے ہوے روکدیتا تھا ' تو کیا بتلایا جا سکتا ہے کہ اس سے اسلامی معاملات پر حق راے دہی کا ٹکٹ مانگا جاتا تھا ؟ علی گڈہ کالج کی تاریخ کورٹ لینا ' اور اسکے ٹرسٹیوں اوز وایسراے اور گورنروں کے جوابوں کو حفظ کرلینا دوسری شے ہے ' اور اسلام کو جاننا دوسری شے ہے - یہ کیا کفر آمیز استبداد و تحکم ہے ' جسکی زنجیریں برسوں سے قوم کے پاؤں میں ڈالی جارہی ہیں ؟ غریب مسلمان ایک کھیلنے کا گیند بنگئے ہیں ' جس نے چاہا لیڈری کی ایک ٹھوکر لگائی ' اور اپنی طاقت کی نمایش کردی - آخر ان بر خود غلط نادانوں نے اسلام ' اور سلام کے پیروؤں کو کیا سمجھ لیا ہے ؟ هل عندكم من علم فتخرجوه لنا ؟ ان تتبعون الا الظن ' وان انتم الا تخرصون (۶ : ۸۴) (۱)

کاش یہ معاصرین جس عقیدت و نیازمندی سے علی گڈہ کالج کے ایڈرسوں کے مجموعے کی تلاوت کرتے ہیں ' اسکے عشر عشیر توجہ سے کبھی قرآن اور تاریخ پیروان قرآن کو بھی پڑھ لیتے -

یونیورسٹی اگر مسلمانوں کی ہے ' اگر انکے روپیہ سے بنائی جا رہی ہے ' اور اگر مسلمانوں میں اسلام کی روح کا ایک ذرہ بھی باقی ہے تو یاد رکھنا چاہیے کہ ایک نو مسلم چمار - جس نے ایک پھوٹی کوڑی بھی کبھی لیڈروں کے سپرد نہیں کی ہے - یہ حق رکھتا ہے کہ بلا استثنا ہر اسلامی اور قومی معاملے کی نسبت راے دے ' اور اگر لیڈر مسلمانوں کے لیڈر ہیں تو مجبور ہیں کہ اسکی آواز پر کان دھریں - یہ حق ہر قائل کلمۂ لا الہ الا اللہ کو حاصل ہے - اسمیں تمہاری بنائی ہوئی شرطوں کو کوئی دخل نہیں - چندہ دینے یا نہ دینے کا کوئی سوال نہیں - یہ حق خدا کا ' اسکے قران کا ' اور اسکے رسول کریم کا دیا ہوا ہے ' پھر کیا تم میں کسی کو طاقت ہے جو اسے چھین لے ؟ -

---

اسلام کی روح حریت اس بارے میں اسلام کی تعلیم اور اسکے مظاہر بالکل صاف اور غیر مشتبہ ہیں - اسلام نے امر بالمعروف و نہی عن المنکر کو ہر مسلمان پر فرض کردیا ہے ' اور اس اصول کو اعمدۂ دین متین و اکبر اساطین قوام ملت سے قرار دیا ہے ' بلکہ اصل شرف و امتیاز ملت مرحومہ : كنتم خير امة اخرجت للناس تامرون بالمعروف وتنهون عن المنكر - احادیث کو دیکھا جاے تو منجملہ صدہا احادیث کے ایک مشہور حدیث (صحیح مسلم) میں ملتی ہے ' جسکو حضرت (ابو سعید) خدری نے روایت کیا ہے :

من راى منكم منكرا فليغيره بيده فان لم يستطع فبلسانه فان لم يستطع فبقلبه ' وذلك اضعف الايمان

تم میں سے جو مسلمان کوئی خلاف حق بات دیکھے تو اسے چاہیے کہ اپنے ہاتھہ کے زور سے اسکا انسداد کرے ' اگر اسکی طاقت نہ پاے تو زبان سے اسکی برائی ظاہر کردے ' اور اگر اسکی بھی قدرت نہ دیکھے تو خیر ' دل ہی دل میں اسکو برا سمجھے ' مگر یہ آخری صورت ایمان کا نہایت ضعیف درجہ ہے -

---

(۱) کیا تمہارے پاس کوئی اور علم شریعت ہے جو تم دکھا سکتے ہو ؟ حقیقت یہ ہے کہ کچھہ بھی نہیں ' صرف اپنے نفس کے ظنوں پر چلتے ہو اور خالی اٹکلیں دوڑاتے ہو -

نسائی ' ترمذی ' اور ابن ماجہ نے بھی اسی روایت کو لیا ہے ' اور نسائی کی روایت میں ہر صورت کے بعد " فقد برئ " کا لفظ بھی موجود ہے ' کہ اگر اتنا بھی اس نے کردیا تو اپنے مرض سے بری ہوگیا -

اسکے بعد خود آنحضرت اور صحابۂ کرام کا طرز عمل ہے ' اسکا یہ حال ہے کہ نہ صرف خلفاے اربعہ ' بلکہ خود مہبط وحی ' اور مورد " ماينطق عن الهوى " کے سامنے صحابہ بے دھڑک اپنے اعتراضات و شبہات پیش کرتے تھے ' اور انکی جرأت افزائی کی جاتی تھی - حضرت عمر نے (صلح حدیبیہ) کے موقعہ پر جس سختی سے اپنا اعتراض پیش کیا تھا ' وہ ہر تاریخ میں ملسکتا ہے -

خلفاے اسلام کا اس بارے میں جو طرز عمل تھا ' وہ آجکل بار بار دھرایا جا چکا ہے - حضرت (عمر) کے زمانے میں جس شخص کا جی چاہتا تھا " واللہ ما عدلت یا عمر " کہکر سر راہ ٹوکدیتا تھا ' اور وہ اس سے خوش ہوتے تھے کہ اسلام اور عربی خون کی آزادی کا اصلی جوہر ہے - البتہ (بنی امیہ) نے اس روح حریت کو غارت کیا اور لوگوں کی زبانوں پر تلوار کی ضرب سے مہر لگا دی -

یا سبحان اللہ ! ! جس قوم کے ہر فرد کو سید المرسلین کے جانشینوں سے بیت المال کے حساب لینے کا حق تھا ' اور وہ جب چاہتے تھے ' خلیفۂ اسلام کی دیانت داری کو جانچ سکتے تھے ' آج اسکو کہا جاتا ہے کہ ان لیڈروں کے آگے قوم کے روپیے کی نسبت کوئی راے نہ دو ' جنکو آور تو آور ' آجتک اسلام کے عام احکام صوم و صلوۃ پر بھی عمل کرنے کی توفیق کبھی نہیں ملی ! ! فما لهؤلاء القوم ' لا يكادون يفقهون حديثا -

اصل بات یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی خاموشی اور غلط اصول اعتماد سے کام کرنے والوں کو جس مطلق العنانی کا عادی بنا دیا تھا ' اسکا یہ لازمی نتیجہ ہے - تاہم ہم دیکھتے ہیں کہ خود کام کرنے والے تو اب اسطرح کی کوئی بات زبان سے نہیں نکالتے ' ان میں بعض ایسے لوگ بھی ہیں ' جو قوم کی مداخلت کو بنظر استحسان دیکھتے ہیں ' لیکن یہ انکے خواہ مخواہ کے دوست اسطرح کے خیالات ظاہر کرکے پبلک میں لیڈروں کو اور زیادہ بدنام کررہے ہیں -

---

قومی صلاح کار کے عنوان سے گذشتہ نمبر میں ایک مراسلہ شائع ہوئی تھی ' اسکی نسبت چند الفاظ عرض کرنا ضروری ہے مگر ہم کو حال نہیں رہا -

ہمارے لائق دوست کے تمام مضمون کا خلاصہ یہ تھا کہ مسلمانوں کو صرف خدا پر اعتماد ' اور اسی کا سہارا ڈھونڈھنا چاہیے ' اور کسی پر بھروسہ کرنے کی ضرورت نہیں ' اور اسی کی وہ ہمیں دعوت دیتے ہیں ' لیکن تعجب ہے کہ اگر خود ہمیں اس دعوت کے دینے کی ضرورت ہے ' تو پھر الہلال روز اشاعت سے لیکر آجتک کیا لکھتا رہا ؟ برادر من ! آپنے یہ تو کمال ہی کیا کہ الہلال کی آواز کی بازگشت خود اسکے ہی آگے دھرا دی ' ہمارا تو اصلی رونا ہی یہی ہے کہ مسلمان ساری دنیا میں ذلیل و عاجز ہو رہے ہیں مگر خدا کے دروازے پر نہیں جھکتے - باقی رہا الہلال کا وہ نوٹ ' جسپر آپ بہت برہم ہیں ' تو براہ عنایت اسپر ایک نظر اور ڈال لیجیے ' ہم کو تو اس نوٹ کے اندر کوئی متضاد خیال نظر نہیں آتا - بیشک مسلمانوں کو نہ تو محض گورنمنٹ پر اعتماد کرنا چاہیے اور نہ ہندوں کا اتباع کرنا چاہیے مگر ملنا سب سے چاہیے - آپنے " اندماج و اعتماد " اور " اتحاد " میں فرق نہیں کیا -

حیرت ہے کہ الہلال نے جس چیز کو اپنی دعوت کا اصل اصول

قرار دیا ہے ' اسی کی طرف آپ اسے دعوت دیتے ہیں " الہلال کی پولیٹکل تعلیم " کے عنوان سے جو لیکچر نکل چکا ہے شاید آپکی نظر سے نہیں گذرا ' ہم تو خود اسے مسلمانوں کی سب سے بڑی غلطی سمجھتے ہیں کہ ہمیشہ انہوں نے اپنے سامنے دو راستے ہی دیکھے - یا گورنمنٹ پر اعتماد ' اور یا ہندوں اور کانگریس کی شرکت - یعنی ہمیشہ آزادی سیاسی کو ہندوں کا مرادف سمجھا ' مگر خود اپنے تئیں بھولے رہے ' اور اسلیے بھولے رہے کہ خدا کو بھلا دیا : ولا تکونوا کالذین نسوالله فانساهم انفسهم [ان لوگوں کی طرح گمراہ نہو جاو ' جنہوں نے خدا کو بھلا دیا تھا ' نتیجہ یہ نکلا کہ خود اپنے ہی کو بھول گئے - ۵۹ : ۲۰] اب آپ سے ہماری تمام سعی و جہد کا ماحصل یہ ہے کہ مسلمانوں کو یاد دلادیں کہ دنیا میں رہنے کیلیے جتنی چیزیں مطلوب ہیں ' وہ خود انکے پاس موجود ہیں ' اوروں کے دروازوں کو دریوزہ گری کیلیے کیوں تک رہے ہیں ؟

شاید آپکی راے ہے کہ یہ ہندؤں کے ساتھ اتحاد بھی مسلمانوں کیلیے مضر ہے ' مگر افسوس کہ ہم اس سے متفق نہیں ہو سکتے اور یہ ایک مسئلہ طویل ہے جسکے لیے یہ موقعہ موزوں نہیں -

---

مسلم گزٹ کی گذشتہ اشاعت میں ہمارے لائق اور پر جوش دوست جناب مولوی ابو الکمال عبد الودود صاحب بریلوی بی اے کی ایک تحریر نکلی ہے ' جس میں انہوں نے نہایت سنجیدگی اور اصابت راے کے ساتھ مسلم یونیورسٹی کے گذشتہ واقعات پر نظر ڈالی ہے ' اور پھر اس سے نہایت قابل غور نتائج اخذ کیے ہیں ' گویا اُن امور پر اتفاق کیا ہے جو ہم عرصے سے لکھ رہے ہیں -

ہمکو خاص طور پر اس تحریر کے ذکر کی ضرورت یہ پیش آئی کہ ہم مولوی ابو الکمال صاحب کو برسوں سے ہر طرح کے قومی خدمات کا کامل درجہ شائق ' اور ان میں اپنے وقت و مال کو خرچ کرنے کا سچا اور مخلصانہ جوش پاتے ہیں - وہ علی گڈہ پارٹی سے ہمیشہ حسن ظن رکھتے تھے ' اور کوئی صحبت اسکی نہیں ہوئی تھی جسمیں شریک نہوئے ہوں - غالباً بریلی کی مسلم لیگ کے وہ سکریٹری بھی ہیں - لیکن چونکہ وہ جو کچھ کرتے تھے ' بالکل مخلصانہ ' اسلیے جب انہوں نے یونیورسٹی کے معاملے میں اعلی طبقہ کے کاموں کو قابل اعتراض پایا ' تو صاف صاف مخالف ہوگئے -

آج جو لوگ محض ہٹ اور ضد کی بنا پر اپنے نفس تغیرات سے غیر موثر ظاہر کرتے ہیں ' کیا اچھا ہو کہ مولوی صاحب کی مثال سے فائدہ اٹھائیں -

---

مسئلۂ مصر لارڈ کچنر اپنے مقصد تقرر مصر کو جلد سے جلد حاصل کرنے کیلیے تیزی سے چلنے ہی نہیں بلکہ بے تحاشا دوڑ رہے ہیں ' لیکن دریاے نیل کی ساحلی سرزمین میں ریت بھی ہے اور ترائی بھی ' پانوں دھنس بھی جاسکتا ہے اور پھسل بھی سکتا ہے ' تاہم انکے ہاتھ میں آہنی عصا بھی موجود ہے -

شمالی افریقہ میں جس ٹریپولی کا تماشا ابھی ختم نہیں ہوا ہے ' قسطنطنیہ میں نئے احزابی انقلاب کا جو پراسرار کھیل کھیلا جارہا ہے ' سوئٹزرلینڈ میں صلح کا جو نامہ و پیام جاری کیا جا رہا تھا ' یہ سب دور دراز کے گوشے ایک ہی سیاسی حکمت عملی کے جال کے ہیں ' اور انہیں تین گوشوں کا چوتھا ' لارڈ کچنر کا مصر میں تقرر تھا - آج جو واقعات مصر میں ہورہے ہیں ' انکو بھی انہیں کے ساتھ ملاکر دیکھنا چاہیئے :

[illegible]

نئی وزارت نے زمام حکومت ہاتھ میں لیتے ہی سب سے پہلا کارنامۂ شرف جو انجام دیا ' وہ مسئلۂ صلح کی سلسلہ جنبانی میں شرکت تھی اور اسکے بعد دوسرا کارنامہ یہ تھا کہ شیخ عبد العزیز چاویش کو بغیر کسی انکار کے گورنمنٹ مصر کی انگریزی سیاست کے حوالے کردیا :

تو دانی حساب کم و بیش را

اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ مختار پاشا کی وزارت اور انگلستان کے اندرونی تعلقات کیسے ہیں ؟

مصر کا انگریزی آرگن (ایجپشین گزٹ) اس واقعہ پر طمانیت مسرت بلند کرتے ہوے لکھتا ہے کہ مصر اور ترکی کے باہمی تعلقات میں اس پہلے واقعہ نے مستقبل کیلیے ایک ایسی نظیر قائم کردی ہے جس سے ہماری سیکڑوں گتھیاں سلجھ جائیں گی - قسطنطنیہ جو کچھ دنوں سے مصری سازشوں کا ہیڈ کوارٹر بن رہا تھا ' بلا شبہ نئی وزارت نے اپنے منصفانہ اور قانون پرورانہ عمل سے ثابت کردیا کہ وہ بہت جلد مصر کیلیے صاف کردیا جائے گا ' لیکن ہمکو موجودہ فرصت سے بہت جلد فائدہ اٹھانا چاہیے ' کیونکہ ترکی کی وزارت گردی کے مستقبل کی کس کو خبر ہے ' اگر آیندہ انتخاب میں انقلاب ہوگیا ' تو شاید ہم کو اسکا باسانی کا موقعہ نہ ملے -

پچھلی ڈاک میں الہلال العثمانی کے جو نمبر آئے ہیں ' انسے معلوم ہوتا ہے کہ شیخ چاویش آنے والی مصیبت سے باخبر ہوچکا تھا اور انقلاب وزارت سے گو حالات بدل گئے تھے مگر تاہم اسکو محال سمجھتا تھا کہ گورنمنٹ عثمانی اسکے حوالہ دینے کو میں اسدرجہ جلدی کرے گی - کہا جاتا ہے کہ سعید پاشا نے کئی ہزار روپیہ اسکو ٹائپ اور پریس کیلیے دیا تھا اور دو سو پاونڈ ماہوار دیتی تھی مگر مختار پاشا نے اس اعانت سے انکار کردیا ' المقطم اور لسان الحال اس واقعہ کو اسطرح لکھتے ہیں گویا انہوں نے سعید پاشا کا کوئی بہت بڑا پوشیدہ جرم فاش کردیا ' حالانکہ اگر یہ واقعہ سچ بھی ہو ' تو دار الخلافۂ عثمانی میں ایک عمدہ عربی اخبار کے اجرا کیلیے مدد دینی قابل صد تعریف جرم ہے - (طنین) جسکو بند کردیا گیا تھا ' (حادث) کے نام سے نکلا ' اور آج جو پرچے آئے ہیں ان پر (سعدن) کا نام ہے - حامد بک دستور ایڈیٹر اور بابان حقی پروپرائٹر ہیں - الہلال عثمانی میں اب ترکی حصہ بڑھا دیا گیا ہے اور (جلال نوری بک) چیف ایڈیٹر (جون ترک) اسکا ایڈیٹر مقرر ہوا ہے -

سعدیہ جہاز جس پر شیخ چاویش مصر کو روانہ کیا گیا تھا ۹ - ستمبر کو اسکندریہ پہنچ گیا ' ابتک اسکا فیصلہ نہیں ہوا ہے کہ کس قسم کی عدالتی کارروائی کی جائے گی -

---

بلقان کی مشکلات میں ابتک کوئی کمی نہیں ہوئی بلکہ حالات مخدوش تر ہوتے جاتے ہیں ' بظاہر بقیہ یورپین ترکی کے تصفیے کیلیے اس وقت سے فائدہ اٹھانے کا بلقان سے باہر بھی ارادہ پیدا ہو رہا ہے - ایم سازانوف روسی وزیر خارجہ اور سر ایڈورڈ گرے کی ملاقات ' کونٹ برچبولڈ کی تجویز کی از سرنو تازگی ' آسٹریا کی باب عالی کو اجراے اصلاحات کیلیے دھمکی ' صوفیا کے پے در پے جلسے ' یہ واقعات ابتک بدستور پیچیدگی اور اغتشاش ظاہر کر رہے ہیں -

مگر باب عالی نے ایک نئی فوجی نمایش ایڈریانوپل میں شروع کردی ہے اور خواہ طرابلس کے اندر کچھ ہی ہورہا ہو ' اور اندرونی نزاعات کتنے ہی شدید ہوں ' مگر الحمد للہ کہ ترک مسلمان اور سپاہی ہیں ' اور بلقان کے ساتھ جو کچھ ہوگا ' وہ دریا میں نہیں ' بلکہ خشکی پر ہوگا جس کیلیے دنیا بھر میں انکو کسی فوج سے خوف نہیں

الهلال

۲۹ ستمبر ۱۹۱۲

صبح امید

وهو الذي ينزل الغيث من بعد ما قنطوا وينشر رحمته وهو الولي الحميد (۴۲ : ۲۷) -

(۲)

کسیکه محرم راز صبا ست ' مي داند
که با وجود خزاں بوے یاسمن باقیست

[illegible] علامت : رهباني اقتدار کا خاتمه

[illegible] اقتدار [illegible]
[illegible] رهباني سطوت و تسلط (۱) کا خاتمه
هوگیا ' جس نے قوم کے قلوب و ادهان کي ذاتي قوت سلب کرلي
تهي ' اور کسي متنفس کو اسکے آگے چوں و چرا کرنے کي جرات
نہیں هوتي تهي - اسطرح کے پر خوف رعب کا کسی ایک گروہ
کے قبضے میں رهنا ' همیشه سے قوموںکے دماغي تنزل کي ایک
حقیقي علت رها هے ' اور تقلید کي جسقدر گمراهیاں هیں ' وہ اسی
رعب و جبروت کي هوا میں نشو نما پاتي هیں - هم نے گذشته نمبر
میں کہا تها که هر اصلاح کي اولین منزل تقلیدي بندشوں سے رهائي
هے ' لیکن تقلید کے قید خانے سے آدمي نکل نہیں سکتا ' جب تک
پیشواؤں کے رعب و جبروت کي زنجیروں سے رهاي نه پاے - انسان
کے نظام دماغي پر صرف اعتقادات کي حکومت هے ' اسکے تمام حاسے
اسي شے کے ماتحت ' اور تمام اعمال و افعال اسي سے وابسته هیں '
پس جب اسکا دماغ کسي خارجي عظمت و جبروت کے اثر سے
مرعوب هو جاتا هے ' تو اسکے تمام اعمال و معتقدات میں اس
مرعوبیت کا اثر سرایت کرجاتا هے ' بلکه وہ جو کچهه دیکهتا اور
سنتا هے ' وہ بهي اس مرعوبیت کے اثر سے خالي نہیں هوتا - چونکه
اسکي قوت فکري بیکار هوجاتي هے ' اسلیے یه مرعوبیت جو کچهه
دکهاتي هے ' دیکهتا هے ' اور جو یقین دلاتي هے ' یقین کرتا هے -

ایک بت پرست جب انتہا درجے کي عاجزي کے ساتهه ایک
پتهر کي مورت کے آگے سر جهکاتا هے ' تو کیا اسکا دماغ مختل
هو جاتا هے ؟ کیا اسکي قوت بصارت جواب دیدیتي هے ؟ کیا سونچنے
اور سمجهنے والي قوت اسکے دماغ سے اس وقت چهین لي
جاتي هے ؟ اور کیا اولي خاص قوت تفکر موحد و اله پرست انسان
کو نصیب هے ' جو بت پرستوں کو نصیب نہیں ؟ پهر کیا بات هے
که [illegible] هوش [illegible] پتهر کا ایک [illegible]
[illegible] اسی شے [illegible] پرستش [illegible]
[illegible] کرشمه دیکهتا هے ' اور جو [illegible] فکري [illegible]
اسکي طاقتوں کا اُسے یقین دلاتي هے ؟

اسکا اصلي سبب یہي هے که تقلید آباؤ رسوم نے ان بتوں کي
عظمت و جبروت سے اسکے دماغ کو مرعوب کردیا هے ' اور تمام قوتیں

---

(۱) عربي میں عیسائیوں اور یہودیوں کے روحاني مقتداؤں اور
علما کو احبار و رهبان کہتے هیں - احباري و رهباني تسلط سے انکا وہ
مشرکانه اقتدار مقصود هے ' جو چوتهي صدي عیسوي میں تمام
اقوام بني اسرائیل پر چهایا هوا تها ' اور جسکي وجه سے انکے هاتهه میں
تمام الهي احکام و قوانین چلے گئے تهے - جس چیز کو چاهتے تهے قوم پر
حرام کردیتے تهے ' اور جسکو چاهتے تهے حلال کردیتے تهے - کسي عام
فرد قوم کو حق حاصل نه تها که اپنے ذاتي تفکر اور اجتہاد سے کسي
مسئلے پر غور کرے ' اور اپني زندگي کے اعمال و معتقدات کا خود
فیصله کرے - قرآن کریم نے تقلید کي پرستش کا استیصال کرتے هوئے
سب سے بڑي توحیدي ضرب اس اقتدار پر لگائي ' اور فرمایا که اتخذوا
احبارهم و رهبانهم ارباباً من دون الله [یہود و نصارا نے اپنے پیشواؤں کو
خدا کا شریک بنا لیا هے - ۹ : ۳۱] عدي بن حاتم نے جب اس
آیت کے نزول پر اعتراض کیا که "یہود و نصاری اپنے مذهبي پیشواؤں
کو خدا کب سمجهتے هیں ؟" تو آنحضرت (صلعم) نے فرمایا که
"کیا وہ جس چیز کو حلال کردیں ' تم انکو حلال ' اور جسکو تم پر حرام
کردیں ' اسکو حرام نہیں یقین کرلیتے ؟ حالانکه اسکا اختیار صرف خدا
تعالی کو حاصل هے "

لوتهر کے زمانے تک تمام مسیحي دنیا پر یه رهباني تسلط قائم
رها ' رومن کیتهولک عیسائیوں میں اب تک قائم هے ' اور مسلمانوں میں
تو آج صدیوں سے [illegible] اور علماے حال ایک شدید
التسلط ربي کا حکم رکهتے هیں ' اور قرآن کریم جن بتوں کو کاٹنے آیا تها '
وهي آج اسکے پیروؤں کے پاؤں کا زیور هیں - وہ جس شے کو چاهیں ' حلال
کردیں ' اور جس کو چاهیں حرام - گویا قرآن اور حدیث هندؤں کي
مقدس کتابوںکے طرح صرف پنڈتوں کے دماغ و فہم کیلئے نازل هوا هے '
کسي عام فرد قوم کو اسپر تدبر و تفکر و فہم و ادراک کا حق حاصل
نہیں - یہي تقلید اور سد باب اجتہاد کا مرض هے ' جس نے صدیوں
سے مسلمانوں میں هر طرح کے ارتقاے ذهني اور اجتہاد فکري کا
دروازہ بند کردیا هے - ابتک یه تسلط مسلمانوں میں صرف همارے
علما هي کو حاصل تها ' لیکن اب انکو هٹاکر انکي مسند پر قبضه کرنے
والے بعض فرنگي مآب لیڈروں کو بهي حاصل هوگیا هے - جبه و دستار کا
اقتدار صرف مذهبي معاملات میں محدود تها ' لیکن فراک کوٹ
اور آکسفورڈ کیپ کي طاقت غیر محدود و لا انتہا هے - نه صرف
پولیٹکل معاملات میں ' بلکه مذهب کي قطع و برید کي بهي
جب کبهي (حسب مصالح جدیدہ و مقتضیات حالیه) ضرورت پیش
آجاے - وہ هرطرح کے احکام الهیه جاري کرنے کیلیے انتہائي
قوت هیں ! !

پولیٹکل معاملات میں تو انکے احکام سے سر مو تجاوز کرنا
بهي بالکل فسق و کفر هے . یا ایها الذین آمنوا ! ان کثیرا من
الاحبار و الرهبان لیاکلون اموال الناس بالباطل و یصدون
عن سبیل الله (۹ : ۳۴) -

اور حواس کو قائم و تجسس دیں ' مگر اس رعب و سطوت کے بوجھ سے اسطرح دب گئی ہیں ' کہ انکو اپنے اعمال کا موقعہ ہی نہیں ملتا - قوت فکری ضرور اسکے دل میں شک اور تزلزل پیدا کرے کہ ان باتوں میں دھرا ہی کیا ہے ؟ مگر مرعوبیت اسکی مہلت ہی نہیں دیتی - آنکھیں ضرور اسکو دکھلائیں کہ یہ ایک حقیر و ذلیل پتھر ہے ' مگر مرعوبیت کی بندھی ہوئی پٹی دیکھنے ہی نہیں دیتی - اسکے پاس غور اور فکر کی وہ تمام قوتیں موجود ہیں ' جو ایک موحد اور " ملکوت السماوات والارض " پر غور کرنے والے حکیم کے پاس ہیں ' مگر اعتقاد و عظمت کا دیو انہیں اپنے پنجے کی گرفت سے نکلنے نہیں دیتا - قرآن کریم نے اسی حالت کی نسبت فرمایا ہے کہ :

فانها لا تعمی الابصار ' ولاکن تعمی القلوب ' التی فی الصدور - (٢٢ : ٤٥) — گمراہوں کی آنکھیں اندھی نہیں ہو جاتیں ' بلکہ وہ دل اندھے ہو جاتے ہیں ' جو انکے سینوں میں ہیں -

یہ حالت عام ہے اور اسکی نظیریں انسانی اعمال کی ہر شاخ میں ملسکتی ہیں - مذہب کی طرح پالیٹکس میں بھی مسلمانوں پر اپنے پیشواؤں کی عظمت و جبروت کا رعب اسطرح چھایا ہوا تھا کہ انکو کبھی خود غور کرنے اور اپنی حالت کو سمجھنے کی جرأت ہی نہیں ہوتی تھی - اگر کبھی کسی شخص کے دل میں [illegible] پیدا بھی ہوتا تھا ' تو اس مرعوبیت کے استیلا سے [illegible] تھا - [illegible] الحمد للہ کہ اب تقلید کی بندشوں کی [illegible] اس [illegible] رعب و سطوت کی زنجیروں سے بھی مسلمانوں کے دماغوں کو نجات دلادی ہے ' اور ہماری نظر میں یہ اصلاح و تغیر کی دوسری بنیاد ہے ' جسکو ہر طرح کے اصلاحی تغیرات کا دیباچہ سمجھنا چاہیے - یہ کوئی معمولی انقلاب نہیں ہے کہ کل تک جن لیڈروں کے خلاف ایک لفظ بھی منہ سے نکالنا ' سب سے بڑا اسلامی جرم سمجھا جاتا تھا ' آج تمام قوم علانیہ اخبارات میں انپر سختی سے سخت نکتہ چینیاں کر رہی ہے اور شدت سے شدید الزام دینے میں بھی کوئی گناہ نہیں سمجھتی - اب لیڈروں کی بنائی ہوئی سیاسی شریعت کے احکام میں عقل کو دخل دینا کفر نہیں رہا ' بلکہ صرف بدعت ہے ' اور بہتوں کے عقیدے میں تو بدعت حسنہ - اب آزادانہ حقوق طلبی اور پولیٹکل جد و جہد کی دعوت دینے والے کو گذشتہ سیاسی اصطلاح کی سب سے بڑی گالی دینے یعنی " کانگرسی " کہنے میں جلدی نہیں کی جاتی ' حالانکہ یہ وہ گالی تھی ' جسمیں گویا اخلاقی ' تمدنی ' اور مذہبی رذائل و عیوب کی ایک دنیا پوشیدہ تھی ' غرضکہ اب مسلمان لیڈروں اور انکی " مسلمہ پالیسی " کی عظمت و رعب کا بیت عنکبوت بھی منتشر ہوگیا ہے ' وان اوهن البیوت لبیت العنکبوت لوکانوا یعلمون (٢٩ : ٤١) نعرۂ اناالحق کہنے پر منصور کو سولی پر چڑھایا جاتا تھا ' اب بہت سے منصور پیدا ہو گئے ہیں جو دار و رسن کی سطوت سے بے خوف و نڈر ہیں ' اور خود لیڈروں نے بھی اس تغیر کی قوت کو محسوس کرکے اپنے اقتدار " ما انزل اللہ بها من سلطان " کی گرفت ڈھیلی کردی ہے ' بلکہ زیادہ غور کے ساتھ دیکھا جاے تو لیڈروں کے رعب و سطوت کی جگہ اب خود لیڈر قوم کے رعب سے مرعوب ہو رہے ہیں - اس سے صاف معلوم ہوتا ہے کہ اگر اس تغیر کی فرصت کو ضائع نہ کردیا گیا تو انشاء اللہ بہت جلد قوم میں زندگی کی حرکت پیدا ہونے والی ہے :

و یحق اللہ الحق بکلمتہ ' ولو کرہ المجرمون (اور خدا اپنے کلام سے سچی بات کو حق کر دکھانے گا ' اگرچہ مجرموں کو برا لگے - (١٠ : ٨٢)

اسلامی پریس کا تغیر

اگرچہ اس تغیر حالت کا اصلی سبب ' قدرتی ولولوں کا اضطراب اور پھر اسکا جلد ظہور ' تنسیخ تقسیم بنگال کو سمجھنا چاہیے لیکن اسمیں کچھ شک نہیں کہ اسلامی پریس کے ایک دانشمند اور اثر پذیر حصے نے بھی اس تغیر کی تشکیل میں بہت مدد دی ' اور یہ سخت نا انصافی ہوگی اگر اب ' اور آئندہ بھی اس تغیر کے تذکرے میں انکے ذکر کو نظر انداز کردیا جاے -

اس سلسلے میں بلحاظ تقدم اشاعت سب سے پہلے کامریڈ کا ذکر کرنا چاہیے ' جس نے گو قدیمی اصطلاحات و اسما کو ہمیشہ قائم رکھنے کی سعی لاحاصل کی (لا حاصل اسلیے کہ اب ان میں حرارت غریزی باقی نہیں رہی) لیکن باہم معانی بہت کچھ بدل دیے ' اور گو تغیر کی رفتار مصلحةً سست رکھی ' مگر پچھلی منزل سے آگے بڑھتا رہا ' اور مسلمانوں میں بتدریج ملکی معاملات سے دلچسپی لینے کے مذاق اور ہر پولیٹکل مسئلے میں لیڈروں کے فتووں کی جگہ قومی آرا کے ظہور و نشو و نما کا ایک موثر محرک ہوا - اصلاح و تغیر کے مختلف طرق میں سے یہ بھی ایک بے خطر اور آسان تر طریقہ ہے - کامریڈ کے ساتھ ہی مسلم گزٹ لکھنو اور زمیندار لاہور کے نام نظر آتے ہیں ' جنکی آزادانہ پالیسی کو فی الحقیقت اس نئی بیداری کے ظہور میں نمایاں دخل ہے - پرانے اخباروں میں وکیل امرتسر بھی قابل تذکرہ ہے ' جس نے یونیورسٹی کے متعلق ابتدا سے آزادانہ رائیں ظاہر کیں - اسی سلسلے میں خاص طور پر البشیر کا بھی ذکر کرنا چاہیے ' جس نے سچائی اور قابل تعریف دلیری سے نئے تغیرات کا ساتھ دیا ہے ' اور پچھلی پالیسی سے دست بردار ہوجانے کا اعلان کردیا ہے - یونیورسٹی کمیٹی کی نسبت بھی جو مضامین آجکل وہ لکھ رہا ہے ' وہ آزادی اور راست بازی سے خالی نہیں - اور گو وہ ہم " قدیمی دشمنان کالج " اور " اعداے قوم " سے کتنا ہی ناراض ہو ' مگر جب وہ اپنی جگہ چھوڑکر حرکت کرچکا ہے - تو اب ہم کو اس سے کوئی ناراضگی نہیں ' بلکہ خوش ہیں کہ :

اندک اندک عشق درکار آورد بیگانہ را

اسکے علاوہ اب تو عام طور پر اکثر معاصرین کو اس تغیر سے متاثر اور راہ حق گوئی و آزادی کے قریب قریب پاتے ہیں ' نئے نئے پرچے بھی جو نکل رہے ہیں ' وہ بھی الحمد للہ نئے خیالات لیکر نکلتے ہیں اور پرانے طریق کو چھوڑ رہے ہیں - اکثر صاحبوں نے تو علانیہ نئے خیالات کا اظہار شروع کردیا ہے اور بعض مصلحةً صرف تغیر لب و لہجہ سے نئی پالیسی کی ابتدا کرنی چاہتے ہیں اور نتیجۃً دونوں کا ایک

ہے - علی الخصوص یونیورسٹی کے معاملے میں تو تقریباً تمام اسلامی پریس آزاد انہ رویے پر متحد ہوگیا ہے اور کوئی اخبار بھی ایسا نہیں جس نے نہایت سخت لفظوں میں نکتہ چینی نہ کی ہو شکر اللہ سعیہم و وفقنا اللہ سبحانہ و ایا ہم کما یحبہ و یرضاہ -

مسلم گزٹ لکھنؤ

مگر در حقیقت موجودہ تغیرات کے ذکر میں سب سے زیادہ خصوصیت کے ساتھ مسلم گزٹ لکھنؤ کا ذکر کرنا چاہیے جس نے موجودہ سیاسی تغیرات خیالات کی تولید میں سب سے زیادہ نمایاں حصہ لیا اور اس خدا پرستانہ دلیری اور حق گویانہ آزادی کے ساتھ یہ صدا بلند کی کہ فی الحقیقت " لا یخافون لومۃ لائم " کے نفوس خاص میں اس کا شمار ہے - ہم اپنے محترم معاصر سے متمنی ہیں کہ اپنے علمی جہاد کو اور زیادہ مستحکم و شدید کریں - اور آگے چلکر ہم جن امور کا ذکر کرنے والے ہیں انسے غفلت نہ فرمائیں وہ یقین کریں کہ حق اور سچائی کیلیے فتح ہے باطل اور باطل پرستی کیلیے نہیں کہ ان الباطل کان زہوقا -

موجودہ لیڈروں کے خیالات میں تغیر

اس سلسلے میں اس تغیر کو بھی فراموش نہیں کرنا چاہیے جو آجکل خود کار فرمایان ملت کے خیالات میں بھی صاف صاف نظر آرہا ہے اور اگر یہ تغیر محض مصالح وقت اور اضطرار حالات کی بنا پر نہیں بلکہ سچے طور پر دل اور دل کے اندر تک پہنچا ہوا ہے تو فی الحقیقت اسکو ایک بہت بڑی فال نیک سمجھنا چاہیے - ہم نے ہمیشہ اپنی تحریروں میں سختی سے سخت الزام انکو دیے ہیں اور اکثر ایسا بھی ہوا ہے کہ ہم نے انکی نیتوں تک کو بھی مشتبہ قرار دیا ہے مگر وہ یقین کریں کہ ہم انسے بالکل مایوس نہیں ہیں - ہمارے بعض دوستوں نے ہمکو الزام دیا ہے کہ ہم لیڈروں کی پوری جماعت کو یکساں ناراضی میں ظاہر کرتے ہیں - حالانکہ یہ بھی صحیح نہیں ہمارا تو انکی نسبت ابتدا سے یہ خیال ہے کہ

فمنہم ظالم لنفسہ	بعض ان میں سے طریق ہدایت کو چھوڑ کر اپنے
و منہم مقتصد	نفوس پر ظلم کر رہے ہیں بعض ان میں سے
و منہم سابق	درمیانی راہ چلتے ہیں اور پھر انہیں میں سے
بالخیرات	ایسے بھی ہیں جو واقعی اعمال نیک میں
(۳۵ : ۳۱)	پیش قدمی کرنا چاہتے ہیں -

لیڈروں سے ہماری [illegible] یہ التجا ہے کہ وہ گذشتہ دنوں کو بھول جائیں تو ہم بھی بھول [illegible] طیار ہیں - انکو موجودہ تغیرات سے عبرت پکڑنی چاہیے [illegible] چاہیے کہ انکی برسوں کی عزت و نیک نامی کی [illegible] دفعتاً یک خاک میں ملگئی ؟ انکو چاہیے کہ آیندہ کے [illegible] اپنے خدا سے درست کرلیں اور اپنی نیتوں اور [illegible] رضاے الہی کے تابع کردیں - جس دن وہ ایسا کرلیں [illegible] قوم کیلیے اور کوئی مفید وجود نہوگا - یہ کیسی سخت [illegible] خدا انکو دین اور دنیا دونوں کی عزت دینا چاہتا [illegible] مگر وہ صرف دنیا کو پوجتے اور اسی کے پیچھے سرگر[illegible]

و من کان یرید ثواب	جو شخص دنیا کی بہتری چاہتا ہے اس
الدنیا فعند اللہ ثواب	سے کہدو کہ خدا کے پاس دنیا اور دین
الدنیا والاخرہ	دونوں کی بہتری ہے - وہ دونوں کا کیوں
(۴ : ۷۸) و من کان یرید	نہیں طالب ہوتا ؟ اور جو عزت کا طلبگار
العزۃ فللہ العزۃ	ہے اسے یاد رکھنا چاہیے کہ عزت اللہ
جمیعا (۳۵ : ۲۱)	کیلیے اور اسی کے ہاتھ میں ہے -

لیکن اس فرصت کو ضائع نہیں کرنا چاہیے

یہ حالات یقیناً امید افزا ہیں اور تغیرات نے نئی بنیادیں رکھنی شروع کردی ہیں مگر اب سب سے مقدم بات یہ ہے کہ اس انقلاب و تغیر کی اہمیت و نزاکت کو نظر انداز نہ کیا جائے اور کمال حزم و احتیاط کے ساتھ آیندہ اقدامات کا ایک نقشہ مرتب ہو - اگر خدا نخواستہ یہ فرصت محض اخبار کی قلم فرسائیوں اور ذہنی نقشہ آرائیوں میں ضائع کردی گئی تو پھر یاد رہے کہ ہمارے لیے ہمیشہ ایک طلائی فرصت کے کھودینے کا ماتم ہوگا - قدرت اپنی بخششوں میں جسقدر فیاض ہے اتنی ہی غافلوں اور کافران نعمت کی تعذیب میں شدید بھی ہے - بہت ممکن ہے کہ پھر ایک مدت تک کیلیے ہمارے دل ہم سے روٹھ جائیں اور زمانہ ہماری ملی دوت کو محض ایک عارضی ہیجان سمجھکر ہمیشہ کیلیے ناقابل التفات سمجھ لے - اس وقت تک نئے قافلے کے ساز و سامان کی فراہمی کیلیے جتنی دوڑ دھوپ ہو چکی ہے کافی ہے - اب وقت آگیا ہے کہ الرحیل ! الرحیل ! کی صدا بلند کردی جائے - اور قافلہ منزل مقصود کی طرف روانہ ہوجائے

فکر مستقبل

پس گذشتہ افسانے کو ختم کرکے آیندہ کی فکر کرنی چاہیے - یہ اب ہر شخص محسوس کرنے لگا ہے کہ پچھلی راہ صحیح نہ تھی اور گو " ما وجدنا علیہ اباءنا " الاوامر کی صدائیں اب بھی کہیں کہیں سے آرہی ہیں اور گو ایسے بھی ہیں جو اب بھی زبان سے اپنی پچھلی ضلالت کا اقرار کرتے ہوے شرماتے ہیں لیکن اگر دلوں کو ٹٹولا جائے تو کوئی بھی نہیں جو تزلزل اور جنبش محسوس نہ کرتا ہو - اسلیے اب تمام قوت غور و بحث اسمیں صرف کرنی چاہیے کہ آیندہ کیلیے کونسی راہ اختیار کی جائے اور اسکا نظام اور مقصد کیا ہوگا ؟ جن لوگوں نے موجودہ تغیرات کے پیدا کرنے میں سعی مشکور کی ہے انکو خدا کا شکر کرنا چاہیے کہ وہ ناکام نہیں رہے مگر ساتھ ہی اب انکا یہ بھی فرض ہے کہ اگر ایک راہ سے انکو ہٹاتا ہے تو دوسری راہ پر لگا بھی دیں - اگر اس وقت قوم کے آگے کوئی نئی راہ پیش نہ کی گئی تو خوف ہے کہ کہیں بے خانماں ہوکر اور زیادہ بھٹک نہ جائے - بیشک ابتک قوم کے پاس کوئی محفوظ گھر تھا ہی نہیں گھر اگر بنے گا تو اب بنے گا تاہم ایک گھرے ہوے گڑھے میں تو ضرور پڑی تھی جب اس سے نکل آئی ہے تو زیادہ دیر تک کھلی زمین پر آوارہ نہ رہنے -

ہم اس نکتے سے بے خبر نہیں ہیں کہ ہر اصلاح و تغیر کیلیے اصلی کام جنبش کا پیدا کردینا اور گمراہی کے قفس کا دروازہ

کھولدینا ہے - جب حرکت پیدا ہوگی اور قفس کی قید سے باہر نکلیں گے ' تو پھر خود ہی اپنے لیے کوئی نہ کوئی آشیانہ ڈھونڈھ لیں گے - یہ بالکل سچ ہے ' اور جو لوگ آج قوم میں حرکت پیدا کرنا چاہتے ہیں ' انکو ہرگز اسکا ذمہ دار نہیں سمجھتے کہ وہ قوم کو گڑھے سے نکالکر اسکے لیے کوئی نیا محل بھی طیار کردیں - یہ کام انکا نہیں ہے ' انکا اصلی فرض یہاں تک پہنچکر ختم ہوجاتا ہے کہ پانی بند ہے ' اسکا بند توڑ دیں ' جب وہ چلے گا تو خود اپنا راستہ نکال لے گا ' اور اگر خود نہ نکال سکے گا تو پھر انجینیر آئیں گے اور اسکے لیے ایک مستقیم نہر کا خط کھینچیں گے -

یہ اصلاح کے تقسیم عمل کا ایک سچا اصول ہے ' مگر ساتھہ ہی یہ بھی یاد رکھنا چاہیے کہ اسکے لیے وہ قومیں موزوں ہیں ' جنکے یہاں تقسیم عمل کیلیے دماغوں اور ہاتھوں کی کمی نہیں ' انکے یہاں ایک دماغ صرف نقاد ہوتا ہے جو صرف نکتہ چینی کرتا ہے اور بتلا دیتا ہے کہ عمارت کی دیوار میں اس جگہہ کجی ہے - پھر دوسری جماعت معماروں کی ہوتی ہے ' وہ دیوار کو ڈھاکر از سرنو اٹھاتی ہے - مگر مسلمانوں میں اصلی سوال دماغ اور راے ہی کا نہیں ' بلکہ آدمیوں کا ہے - بڑی مصیبت یہ ہے کہ ہم میں آدمی نہیں ' اور آدمی مشینوں میں ڈھل نہیں سکتے - پس ہمکو ہمیشہ اپنی بے بضاعتی پر نظر رکھنی چاہیے ' اور اسلیے ہر شخص کو صرف اپنا فرض ہی نہیں دیکھنا چاہیے ' بلکہ اپنے امکان اور مقدور پر نظر رکھنی چاہیے - امن کے زمانے میں جب فوج اپنی اپنی بارکوں میں رہتی ہے ' تو توپ چلانا سمجھتی ہے ' انکو اٹھاکر اپنے پیٹھہ پر لیے ہوے نہیں پھرتی ' لیکن جب جنگ کی نازک گھڑیاں آجاتی ہیں تو پھر اس وقت صرف فرض اور ذمہ داری ہی ہر شخص کی نہیں دیکھی جاتی ' بلکہ یہ دیکھا جاتا ہے کہ اپنے اپنے مقدور اور اپنی اپنی طاقت بھر جو سپاہی جسقدر کام کرسکتا ہے اس سے دریغ نہ کرے - اگر پہاڑ سامنے آکر حائل ہوجاتے ہیں ' تو سپاہی خچروں اور مزدوروں کا انتظار نہیں کرتے - خود ہی توپوں کو اٹھاتے ہیں ' خود ہی اپنی پیٹھوں پر لاد لیتے ہیں ' اور پھر خود ہی وقت پر اسے کام میں لاتے ہیں - اسلام کیلیے درحقیقت یہ ایک جنگ کی نازک گھڑی ہے ' جسمیں وہ اپنے ہر سپاہی سے صرف اسکی ڈیوٹی ہی کا نہیں ' بلکہ وہ جو کچھہ کرسکتا ہے ' اسکا طالب ہے - اس وقت کام کرنے والوں کو خود ہی تجویز پیش کرنی چاہیے ' خود ہی قوم میں اسکی دعوت پھیلانی چاہیے ' اور پھر کوشش کرنی چاہیے کہ ہوسکے تو خود ہی اس تجویز کو عمل تک پہنچائیں ' اور اگر نئی تلاش کی دعوت دی ہے ' تو خود ہی اسکو ڈھونڈھکر شکھلنے بھی کردیں -

اسی بنا پر اب ہم گذشتہ کے ذکر و افسوس کو بالکل بیکار سمجھتے ہیں - اصلی کام یہ ہے کہ پچھلی راہ سے ہٹانے کے بعد اب قوم کے آگے ایک نئی راہ کھولدی جاے اور انشاء اللہ تعالی اس بارے میں رب کریم و عزیز و حکیم نے جو خیالات ہمارے دل میں ڈالے ہیں ' انکو آیندہ نمبر میں پیش کرینگے - اور تمام باتیں اسی کے فضل و توفیق پر موقوف ہیں - واللہ المستعان وعلیہ التکلان

شئون عثمانیہ

تزاحم اغراض ' تنافس اقلام ' و تصادم احزاب

الحاقة ما الحاقه ' وما ادراک ما الحاقة ؟ (۱) وہ تزاحم اغراض تصادم احزاب ' تضارب اقدام ' اور تنافس افکار و اقلام کی ایک سخت و شدید ابتلا تھی ' جو حفظ خلافت اسلامی ' اور لواے توحید کلمۂ اسلام کے اس نازک فیصلہ کن ساعت میں بالآخر حکومت عثمانیہ پر نازل ہوگئی :- ھنالک ابتلی المسلمون و زلزلوا زلزالا شدیدا (۳۳ . ۱۲)

اتحاد و ترقی کا عارضی عزل

دو سال سے حزب الحریة و الائتلاف کی سازش کا جو نیا جال قسطنطنیہ کے برٹش قنصل خانے میں بنا جارہا تھا ' جسکے بننے کیلیے (کامل پاشا) کے بستر پیری کی چادر سے تار نکالے گئے تھے ' جسمیں استعمال کرنے کیلیے (اسماعیل کمال بے) انگلستان جاکر وہاں کی مضبوط آہنی سلائیاں لایا تھا ' جسکی جال کے خانوں میں البانی زنبوروں کی ڈنک کا زہر (۲) پیوست کیا گیا تھا ' جسکی طیاری میں عہد استبداد کے پرورش یافتہ : مصطفی صبری ' لطفی فکری ' اور عدسے دولاسن کی انگلیاں بھی شریک کی گئی تھیں ' اور جسکی تکمیل کیلیے مصری کپاس کی گٹھریاں کھولنی پڑی تھیں ' بالآخر پیرا کے اینگلو ٹرکش کارخانے میں بنکر طیار ہوگئی ' اور اسکے اندر اتحاد و ترقی کے پانوں الجھکر رہ گئے - یہ گو اتحادی پارٹی پر ایک عارضی فتحیابی ہے ' مگر چونکہ عارضی ہے ' اسلیے اور زیادہ مخدوش اور خطرناک ہے - کچھہ بعید نہیں کہ اس تصادم و تضارب میں تسلسل و امتداد پیدا ہوجاے ' اور اتحاد و ترقی پھر دوبارہ اپنے پانچ سال پیشتر کے کارنامے تازہ کرے -

اس وقت ترکی میں صرف پارٹیوں کی سازشوں اور خفیہ تدابیر ہی کا نہیں ' بلکہ افکار و اقلام کا بھی ایک سخت تزاحم برپا ہے - اتحاد و ترقی گو شکست کھا چکی ہے ' مگر اسکی آواز ہر گوشے سے بلند ہے - حزب الائتلاف کے اخبارات خوشیاں منا رہے ہیں ' اور اتحادی اخبارات نئی وزارت کی قلعی کھول رہے ہیں - مصر کے اخبارات بھی ابتداے انقلاب سے دونوں جماعتوں میں منقسم ہوگئے ہیں ' اور اپنی اپنی جماعتوں کی حمایت اسطرح کرتے ہیں ' گویا خود انکی وزارت کو شکست و ظفر سے سامنا ہے - ان میں مشہور (المؤید) جسکو عہد گذشتہ کے تملق اور انعامات کی حسرت و ماتم سے آجتک مہلت نہیں ملی ' ابتداے انقلاب دستوری سے اتحاد و ترقی کا مخالف ہے ' (کیونکہ دستوری حکومت

---

(۱) یہ ایک شدنی اور ہونے والی بات تھی اور تم جانتے ہو کہ وہ کونسی شدنی بات تھی ؟ (سورۂ الحاقة)

(۲) البانیا میں ایک خاص طرح کا نہایت زہریلا زنبور ہوتا ہے جسکے ڈنک کی ہلاکت مشہور ہے - البانیا کو اس سازشی کارروائی میں شریک کرنے کی طرف اس سے اشارہ مقصود ہے -

[illegible] انکے لئے کوئی وظیفہ مقرر نہیں کیا) ہندوستان کے بعض اخبارات انکے مضامین کے اردو ترجمے شائع کر رہے ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اسطرح وہ اجانب و اغیار کی اُس سازش کا شکار ہو رہے ہیں ' جس نے خود اتحاد و ترقی کے ایک حصے کو توڑ کر حزب الائتلاف کے نام سے شکار کرلیا ہے -

انجمن اتحـــاد و تـرقي

لیکن خواہ کچھ ہو ' انجمن اتحـــاد و ترقي مر نہیں سکتي ' جس جماعت کے ہاتھوں سے تاریخ عالم کا ایک عظیم الشـــان اور عدیم النظیر واقعہ انجـــام پایا ہو ' اسکو انگلستان کی سیاسی مکذوبات سے کوئي خوف نہیں ہو سکتا - انجمن کیلیے یہ شرف کم نہیں ہے کہ اُس نے صدیوں کی شخصي اور استبدادي حکومت کا بغیر کسي کشت و خون کے خاتمہ کردیا ' اُس نے خلافت عثماني کو ' جو باوجود شخصي حکومت ہونے کے خلافت اسلامي ہونے کي مدعی تھي ' (حالانکہ شخصی استبداد اور توحید اسلامي ضد حقیقی ہیں جو جمع نہیں ہو سکتے) دستوري حکومت میں تبدیل کر کے صحیح معنوں میں خلافت سے تعبیر پانے کا مستحق کردیا ' اُس نے پانچ سال تک انقلاب کے بعد کے پر اختلال و اغتشاش دور میں عثماني شرف کي حفاظت کي ' کریٹ کے مسئلے میں اس دلیري اور جرأت کے ساتھہ دول کو جواب دیا کہ نصف صدي کے بعد یورپ نے عثماني خون کي گرمي محسوس کی ' روسي مداخلت کے وقت جب کہ خود انجمن اندروني دشمنوں سے گھري ہوئی تھي ' اس سختي کے ساتھہ روسي قنصل کو باب عالي سے واپس کردیا کہ پھر اسکو دوبارہ لب ہلانے کي جرات نہ ہوئي ' اور سب سے زیادہ یہ ' کہ جنگ طرابلس کے موقعہ پر جبکہ اسلامي شرف و عظمت کا گویا یوم الفصل سر پر آگیا تھا یہي اتحاد و ترقی کي پارٹي تھي ' جس نے ایک طرف خود باب عالي کے اندر عزم اور استقلال قائم رکھا ' اور دوسري طرف اپنے جانفروشوں کے اسلام پرستانہ اقدامات و مجاہدات سے تمام مغرب و مشرق کو حیران و متحیر کردیا !

لہ حسنـــات و سیئـــات

اسمیں شک نہیں کہ اتحاد و ترقي کے مخالفوں کے اعتراضات و الزامات کو اگر انصافاً چھانٹا جاے ' تو انکا جھوٹ سچ کی آمیزش سے خالي نہ نکلیگا - انجمن نے زمام حکومت ہاتھوں میں لیتے ہي حکومت کي تمام شاخوں کو اپنے ممبروں سے بھردیا ' فوج کو ہمیشہ اپنے ہاتھوں میں رکھا ' اور فوجي حکومت کے نتائج و خیمہ ہمیشہ ظاہر ہوتے رہے ' اسکے [illegible] و اقتدار میں [illegible] سے استبداد اور تحکم پیدا ہوگیا تھا [illegible] خود مختاري و خود رائي سے آلودہ ہونے [illegible] قانون اساسي کے دفعہ (۳۹) کي عدم ترمیم ' عربي عنصر کي خواہشوں کي تحقیر ' عموماً نوجوان اور یوروپین تہذیب سے مرعوب ممبروں کي بے اعتدالیاں ' بعض ملکي اور تمدني تغیرات کیلیے خلاف مصلحت جلد بازي ' اور سب سے زیادہ قابل تسلیم الزام یہ کہ چند متفرنج اور فرنگي مآب شرکا کا اتحاد اور یورپ کي تقلید و اتباع کي ہوس ' یہ تمام الزامات ہیں ' جنکو بہ نسبت بے خبر مخالفین انجمن کے انکے دانشمند ہوا خواہ زیادہ بہتر طریقہ سے جانتے ہیں - لیکن جن لوگوں نے اسطرح کے انقلابات کي تاریخ پر ایک سرسری نظر بھي ڈال لي ہے ' وہ ساتھہ ہي یہ بھي جانتے ہیں - کہ یہ جو کچھہ ہوا ' اس سے بہت کم تھا ' جسقدر دور موسموں کے درمیاني تداخل میں ہونا چاہیے - ملکوں میں جب کبھي سیاسي انقلابات ہوے ہیں ' تو برسوں تک اسطرح کي بد نظمیاں بلکہ قتل و غارت کا بازار گرم رہا ہے - فرانس میں شخصي حکومت کا اُسي دن خاتمہ ہوگیا تھا جس دن باستیل کے قید خانے کے دروازے توڑے گئے ' لیکن باوجود اسکے نصف صدي تک فرانس کو امن و نظم کی جمہوري حکومت نصیب نہیں ہوئي ' اور بقول وکٹور ہیوگو (Viotor Hugo) " برسوں تک خون کو بوتے رہے ' تاکہ اس سے زندگی کا پھل پیدا ہو "

انگلستان میں پارلیمنٹري حکومت کي بنیاد فی الحقیقت سنہ ۱۲۱۵ میں پڑگئي تھی ' جب (رچرڈ) شیردل کے جانشین نے (نورمنڈی) کو ہاتھہ سے کھودیا تھا اور رعایا شورش و اضطراب پیدا کرکے آزادانہ حکومت کے حصول میں کامیاب ہوگئي تھي - لیکن اسکے بعد پھر دس صدیوں تک کیا ہوتا رہا ؟ (چارلس) اول کي قرباني بھي ملک کو امن نہ دلا سکی ' شورش و اضطراب ' قتل و غارت ' اختلال و اغتشاش ' انگلستان میں (ولیم) ثالث کے آغاز عہد تک قایم رہا -

یہ نتائج قدرتي ہیں صدیوں کي بني ہوئي عمارت جب گرے گی ' تو نئي عمارت کے بنتے تک درمیانی زمانہ آسمان کے نیچے ہي بسر کرنا پڑیگا - اتحاد و ترقي نے اگر حکومت پر صرف اپنا ہی اقتدار قائم رکھا ' تو ایک فتحیاب جماعت سے ایسی خود غرضي کي غلطی کا ہونا کوئي سنگین جرم نہیں ' فوج ہی نے حکومت کو ابتدا سے نجات دلائي تھی ' اسلیے فوجی اقتدار کا حاوي ہوجانا بھي لازمي تھا - اتحاد و ترقی اگر فوج کو اپنے ہاتھہ میں نہ رکھتي تو کیا کرتي ' جبکہ اسکا ہر ممبر انقلاب کے بعد بھي ارتجاعی تلوار کو اپنے سر پر چمکتا دیکھہ رہا تھا - قدیمی عہدہ داروں سے انکا بدظن رہنا بھي بیجا نہ تھا ' اسلیے کہ عہد حمیدي کے واقعات کو ابھي زیادہ مدت نہیں گذري تھی - یہ بالکل سچ ہے کہ انمیں مقلدین فرنگ ' اور الحاد خیال نوجوانوں کي بھي ایک جماعت ہے ' لیکن اسکے ساتھہ ہي نیازي بے ' شریف بے ' یوسف فکري بے ' نوري بے ' اور خود صادق بے جیسے اسلام پرست اور غرق جذبات دیني نوجوان بھي شامل ہیں ' اور پھر دنیا یہ ترکیب نہیں بھول سکتي کہ موجودہ اسلامي [illegible] [illegible] اور [illegible] [illegible] اتحاد و ترقي کہ ایک [illegible] ہے -

[illegible] کے آغاز انقلاب دستور سے لیکر اس وقت تک اتحاد و ترقي اور اسکے مخالفین کي تحریرات و حالات - جسقدر یہاں بیٹھکر حاصل کي جا سکتي ہیں - حاصل کیں اور ہمیشہ غور و فکر کے ساتھہ پڑھتے رہے - ہمارا یہ عقیدہ ہے (واللہ اعلم بحقیقۃ الحال) کہ ترکي میں آج اصلي کارکن گروہ اتحاد و ترقي کے سوا کوئي نہیں ' وہ ملک کا

نجات دهنده هے ' اور ایثار و قربانی کی جو سچی اور بے غرضانه مثالیں
اپنے اندر رکہتا هے - اسکی نظیر دنیا میں همیشه نہیں ملسکتی -
البته اسمیں هر طرح کے لوگ هیں ' بعض خود غرض اور نفع پرست
اشخاص بهی شامل هیں اور ملاحده و ملحدین یورپ بهی : فمنهم ظالم
لنفسه و منهم مقتصد ' و منهم سابق با الخیرات - انکے گذشته پنج ساله
عهد حکومت کے اکثر اعمال قابل تحسین هیں ' اور بہت سے اعمال
قابل اصلاح ' اور بعض قابل نفرین : خلطوا عملاً صالحاً و اخر سیٔا [انهوں
نے ملے جلے عمل کیے ' اچهے بهی اور برے بهی - ۹ : ۱۰۳] لیکن
ساتهه هی انکے پاس اسقدر ذخیره حسنات کا موجود هے که وه ان سئیات سے
درگذر کرنے کیلیے کافی هے : و اما الحسنات یذهبن السئیات (۱) -

پس همارے خیال میں جو لوگ آج نئی وزارت کے قیام اور
پارلیمنٹ کی برهمی پر شادمانی و انبساط ظاهر کر رهے هیں ' وه یا تو
حالات سے بے خبر هیں ' یا سرے سے انهیں عثمانی دستور هی سے
کوئی همدردی نہیں - اگر یه محض ایک احزابی نزاع هوتا '
یا اندرونی جماعت گردی کی وجه سے اتحاد و ترقی کی جگهه اسکی
ایک مخالف جماعت کامیاب هو جاتی ' تو همیں کچهه بهی
افسوس اور رنج نه هوتا - مقصود حفظ خلافت سے هے ' اور دستوری
حکومت میں احزابی فتح و شکست ناگزیر هے - لیکن بدبختی
یه هے که انجمن اتحاد و ترقی کو ملک کی کسی اصلی جماعت نے
شکست نہیں دی هے ' بلکه اجانب کی سازشوں نے اپنے ابلیسانه
اغراض کیلیے انجمن کو راه سے هٹانا ضروری سمجهکر حزب الائتلاف
کا بهیس بدلا هے ' اور ارتجاعی گروه کو ساتهه لیکر ایک خطرناک
چال چلی هے - اس وقت انجمن اتحاد و ترقی کی شکست کا افسوس
نہیں هے ' بلکه غیروں کی فتح یابی کا :

درست نے خاطر دشمن سے کیا مجهکو هلاک
رنج یه هے که وه کم حوصله نازاں هوگا

همارے بعض معاصرین کی سخت غلطی

هندوستان کے بعض اردو اخبار جو حالات سے ناواقفیت کی وجه
سے یا کسی اور سبب سے انجمن اتحاد و ترقی کی شکست پر اظہار
شادمانی کر رهے هیں ' اور انجمن کے مخالفین کی تحریرات کے
اقتباسات و تراجم کی اشاعت میں غور و فکر سے کام نہیں لیتے ' وه
در حقیقت اسطرح علاوه مکذوبات و اتهامات کی اشاعت میں معین و
مددگار هوکے هندوستان کے مسلمانوں کو موجوده عثمانی خلافت سے
مایوس و بدظن کرانے کی بهی سخت غلطی کر رهے هیں - ان لوگوں
کے ذرائع معلومات زیاده تر مصر کے عربی اخبارات هیں ' یا پهر
انگریزی اخبارات کے نامه نگاروں کی چٹهیاں ' اول الذکر اخبارات
کا یه حال هے که المؤید ' الجریده ' العدل ' الاهرام ' الرای العام ' المدر '
اور اسی طرح کے اکثر اخبارات اپنے خاص اغراض ذاتی کی وجه سے
انجمن کے اشد شدید مخالف هیں ' اور اگر اسکے وجوه هم بیان کریں
تو کئی صفحے مطلوب هیں ' جو لوگ آغاز دستور کے زمانے میں
مصری پریس کے باهمی مناقشات و مزاحمات سے واقف هیں ' وه
اچهی طرح اس سے باخبر هونگے - البته اللواء ' (اب بند هو گیا هے)
اور " العلم " یه در اعتبار اتحاد و ترقی کے موافق هیں ' اور " الحقیقه
بیروت " ' " الزهره تیونس " اور " الاتحاد و الترقی طرابلس الشام " بهی
انکے ساتهه هے ' مگر یه عربی اخبارات همارے معاصرین کے هاں کم آتے
هیں اور زیاده تر انکا المؤید اور العدل وغیره پر دار و مدار هے ' اسلیے
وه بے خبری میں انکے بیان کرده حالات پر وثوق کر لیتے هیں اور نہیں
سمجهتے که یه اخبارات خود ایک فریق کی حیثیت رکهتے هیں '
یہاں تک که اس هفتے هم نے ایک اخبار میں (المقطم) کے نامه نگار
کے طومار مکذوبات تحریر کا ترجمه دیکها ' جسکو مترجم نے نہایت
توثیقی اور توصیفی الفاظ کے ساتهه شائع کیا هے ' لیکن همارے معاصر
کو معلوم نہیں که (المقطم) قاهره میں (حزب الاحتلال) کا مسلم
ارگن هے ' اور ڈاکٹر یعقوب اور ڈاکٹر صروف نمرو دو شامی عیسائی
(جو تمام مصر میں شیخ الاحتلال کے لقب سے پکارے جاتے هیں) اُسے
شائع کرتے هیں - اسکو انگریزی حکومت نے اپنی سرپرستی اور
نگرانی میں صرف اسلیے جاری کرا رکها هے که ملک میں انگریزی
اثر کی توسیع و استحکام کا ذریعه هو ' اور وه ۲۵ برس سے اسلامی
تحریکات اور عثمانی مقاصد کا اعدی عدو دشمن هے - پس ایسی
مخالفانه تحریرات تو اس سے زیاده معتبر نہیں هوسکتیں ' جتنی
ٹائمز کے نامه نگار کی چٹهیاں - باقی رهیں انگریزی اخبارات کی
اشاعات ' تو یه ظاهر هے که جو لوگ اس نزاع میں خود ایک فریق
کی حیثیت رکهتے هیں وه اسکے لیے کیونکر حجت هو سکتے هیں ؟ در حقیقت
انجمن اتحاد و ترقی کی مذمت اور حزب الائتلاف کی
مدحت سرائی میں سب سے زیاده انگلستان کا حصه لینا هی اس
امر کا ثبوت بین هے که اتحاد و ترقی انگریزی سازش کا شکار هوئی
هے ' نه که کسی ملکی فتح یابی کا -

جو لوگ بے تامل اتحاد و ترقی کے متعلق طرح طرح کے
مخالفانه قصص مشهور کر رهے هیں ' انکو سمجهه لینا چاهیے که اتحاد
و ترقی هی نے موجوده عثمانی حکومت قائم کی هے ' ابتک وهی
قابض رهی هے ' اور پهر عنقریب چهه ماه کے بعد آنے والی هے - اسکی
طرف سے ناواقف هندوستانی مسلمانوں کو بدظن کرنے کا یه نتیجه
نکلیگا که جو محبت و عظمت انکے دلوں میں دولت عثمانی کی
موجود هے ' اور جو فی الحقیقت اتحاد اسلام ' اور استحکام کلمه
خلافت کا ذریعه هے ' وه مایوسی سے بدل جائے گی - کیونکه اتحاد
و ترقی اور موجوده دستوری حکومت مرادف الفاظ هیں ' اور همیشه
مرادف رهیں گے - هم نے اس وقت تک نئے انقلاب پر کچهه لکهنے
سے اسی لیے پرهیز کیا تها که لازمی طور پر نئی حکومت کے بعض
اسرار فاش کرنے پڑیں گے اور اسکا اثر عام مسلمانوں پر اچها نہیں
پڑے گا ' کیونکه احزابی انقلابات سے اصل دولت عثمانی کو الگ کرکے
دیکهنے کی وه سمجهه نہیں رکهتے - لیکن چونکه عام طور پر تمام معاصرین
ایک غلطی کے مرتکب هو رهے هیں اسلیے اسکے ازالے کیلیے مجبوراً
همکو بهی غلطی میں پڑکر احدی البلیتین کو اختیار کرنا پڑیگا -
هم آئنده نمبر میں اس اجمال کی تفصیل کرینگے -

---

(۱) نیکیاں برائیوں کو محو کر دیتی هیں

ناموران وطن (۱)

آیۃ من آیات الملیۃ

--- * ---

اقتلونی اقتلونی یا ثقات ان فی قتلی حیات لامہات

--- : ---

اٹلی کے جب ساحل بیروت پر گولہ باری کی نیت سے جنگی جہاز بھیجے، تو وہاں ایک عثمانی جنگی جہاز (عون اللہ) نامی موجود تھا۔ اطالوی افسر بحری نے (عون اللہ) کا محاصرہ کر لیا، اور اسکے تمام عثمانی سپاہیوں اور افسروں کو پیغام بھیجا کہ اب بچنے کی کوئی صورت باقی نہیں رہی، ہتیار رکھدیں، ورنہ توپوں کے دہانے آتش باری شروع کر دینگے۔

لیکن دنیا اِس واقعہ کو کبھی بھول نہ سکیگی کہ (عون اللہ) کے اعلیٰ سے لیکر ادنےٰ تک، ہر سپاہی اور افسر نے اٹالین صلیب پرستوں کی غلامی سے صاف انکار کر دیا، اور توحید اسلامی اور شرف عثمانی کے آگے اپنی جانوں کی حفاظت کی کچھہ پروا نہ کی۔ اس جہاز کے ایک افسر فواد بک نے جہاز کی تباہی کی آخری گھڑیوں میں، جبکہ چاروں طرف سے اٹالین توپخانے کے گولے آ آ کر اسکے سامنے پھٹ رہے تھے، اپنے وطن عزیز، اور اپنے اعزا و خاندان کے نام مندرجہ ذیل وصیت لکھی تھی، جو ایک پاک اور مقدس زندگی کا آخری پیغام حیات تھا:۔

" وطن عزیز اور میرے خاندان محبوب کے نام:۔

آج میں مر رہا ہوں، اور یہ میری زندگی کی آخری گھڑیاں ہیں، جو نہیں معلوم اس وصیت کے اختتام تک باقی رہیں گی یا نہیں؟ لیکن میرا قلب، خوف موت سے مضطر ہونے کی جگہہ مطمئن، اور ہجر حیات کے غم سے غمگین ہونے کی جگہ شاداں و فرحاں ہے، اسلیے کہ میں اپنے بلاد محبوب اور ملت عزیز کے شرف و عزت کی راہ میں مر رہا ہوں۔

اٹالین نامردوں نے ہمکو ورغلانا چاہا، انہوں نے اپنی حالت پر ہمارے دل و دماغ کا قیاس کیا، اور وہ سمجھے کہ ہم موت کی تلخی سے ڈر کر انکی غلامی اور قید کو منظور کر لیں گے اور انسانیۃ کی اس انتہائی ذلت و حقارت پر راضی ہو جائیں گے۔ مگر یہ کیسا سخت دھوکا تھا جسمیں وہ مبتلا تھے؟ اگر وہ خود شرف انسانی کے جذبات سے محروم ہیں، تو کیا انہوں نے تاریخ کے صفحوں اور قوموں کی روایتوں میں بھی کبھی انسانیۃ کی آواز نہیں سنی ہے؟ عنقریب ہمارا خون سمندر کے پانی میں ملکر محو ہو جائے گا، اور لاشیں شکستہ جہاز کے تختوں کے ساتھہ موت و گمنامی کی موجوں میں چھپ جائیں گی۔ ہماری قبر سمندر کی بڑی بڑی مچھلیوں کے پیٹ میں ہوگی، یا ریگستان صحرائی کے معدوں میں منہضم ہو جائے گی۔ خشکی پر بسنے والے اب ہمکو کبھی نہ دیکھیں گے، اور مٹی کا ایک نشان بھی ہمکو نصیب نہوگا، لیکن پھر بھی ہم مطمئن ہیں۔ سمندر اور سمندر کے اوپر آنے والے خون و ہلاکت کے آلات، دونوں طلاطم میں ہیں، مگر ہمارے دلوں کے اندر سکون ہے۔ ہم کو یقین ہے کہ ہم عالم انسانیت کا سب سے بڑا فرض ادا کر رہے ہیں۔ ہماری روح اپنے خدائے حی و قیوم سے شرمندہ نہیں ہے، جو اس وقت اٹالین توپخانے کے گولوں، اور تختۂ جہاز پر ہماری تڑپتی ہوئی لاشوں، دونوں کو دیکھہ رہا ہے۔

چونکہ ہم گمنامی کے عالم میں دنیا سے رخصت ہو رہے ہیں، اسلیے ڈرتے ہیں کہ شاید ہمارے بعد دشمن ہماری نسبت غلط خبریں مشہور کر دیں۔ اسلیے اپنے وطن مقدس اور ملت محبوب کے نام یہ پیغام چھوڑ جاتے ہیں، شاید ان تک کسی طرح پہنچ جائے، اور انکو معلوم ہو جائے کہ دنیا کی کوئی دلفریبی اور زندگی کی کوئی دلربائی ہمکو اپنی ملت مقدس کے شرف سے دست بردار ہونے پر آمادہ نہ کر سکی۔ ہم نے عزت کی موت کو ذلت کی زندگی پر ترجیح دی، اور الحمد للہ کہ اپنے آباؤ و اجداد و شہدائے کرام کے زمرے میں شریک ہونے کیلیے پا برکاب ہیں۔

میں یہ خط لکھہ رہا ہوں، اور دشمنوں کے گولے میرے یمین و شمال آ آ کر پھٹ رہے ہیں اور خبر دیتے ہیں کہ میری زندگی کی آخری ساعات میں اب بہت کم لمحے باقی رہگئے ہیں۔ پس الوداع! الوداع!! اے ملت محبوب اور اے وطن مقدس! الفراق! الفراق!! اے خاندان عزیز! اور اے خاک مہجور!!

ہاں میری عزیز اولاد، تو انکی نسبت میری یہ وصیت ہے کہ تم انکی تربیت و تعلیم سے غفلت نہ کرنا

اور سب سے پہلے انکو خالص اور بے میل اسلامي تربیت دلانا ؟ تاکہ وہ سیکھہ جائیں کہ دین کیا ہے ؟ اور ملت و وطن کیا شے ہے ؟ اور پھر اپني زندگیوں اور اپني جانوں کو اسي راہ میں قربان کردیں -

جب ان میں تعلیم اسلامي کي روح راسخ ہوجاے ' تو پھر تمھیں اختیار ہے کہ جس زبان کو چاہو ' انھیں سکھلاؤ ' اور جس علم کي چاہو انھیں تعلیم دو -

اسکے سوا دنیا کیلیے میرا کوئي پیغام نہیں ' اور دنیا سے کوئي آرزو نہیں ——— "

میں نے اس وصیت کے ترجمے کو دو بار لکھا ' مگر دونوں مرتبہ آنسوؤں کے سیلاب میں حرفوں کي سیاہي بہہ گئي - اب تیسري مرتبہ لکھکر چھپنے کیلیے بھیج رہا ہوں -

لیکن آہ ! اے فؤاد بک ! اے اسلامي شرف و عظمت کے شہید ! اے محبوبیت الہي کے تاجدار ! ! یہ تونے کیا کہدیا کہ " میں مررہا ہوں " ؟ اگر موت تیرے لیے ہو ' تو پھر بتلا کہ دنیا میں زندگي کو کہاں ڈھونڈھیں ؟ اگر یہ موت ہے ' تو چالیس کرور مسلمانوں کي زندگیاں اس موت پر قربان - اگر تیرے مقدس وجود پر ظلم و عصیان سے بھري ہوئي زمین تنگ ہوگئي ' تو دلگیر مت ہو کہ ہم تیرے مقبرے کو اپنے دلوں میں بنائیں گے - اگر تیرے جنازے کو پھولوں کي چادر نصیب نہیں ہوئي تو کیا مضائقہ ' ہم اپني آنکھوں کو پھوڑ ڈالیں گے ' اگر انھوں نے ہمیشہ اپنے آنسوؤں کي چادریں تیري یاد میں نہ بہائیں - تو اپني موت کو کیوں گمنامي کي موت کہتا ہے ؟ عالیشان گنبدوں اور مقبروں میں سونے والوں کي نشانیاں مٹ جائیں گي ' مگر تیري سمندر پر بہنے والي لاش کو دنیا کبھي نہ بھول سکے گي - جا ! اے پیکر قدس و عظمت جا ! دنیا تیرے رہنے کي جگہہ نہ تھي ' خدا کا آغوش محبت ہمیشہ کیلیے تجھے مبارک ہو ! ولا تحسبن الذین قتلوا في سبیل اللہ امواتا ' بل احیاء عند ربھم یرزقون

بیروت پر اٹلي کي گولہ باري اور بیروت بینک کي شکستہ دیواریں

مجوزہ مسلم یونیورسٹي

— * —

کامریڈ جلد ۴ نمبر ۱۰ مورخہ ۷ ستمبر میں کسي بندۂ خدا کا ایک مراسلہ مجوزہ مسلم یونیورسٹي کے متعلق چھپا ہے - میرا خیال ہے کہ کوئي کانفرنس ' کوئي کمیٹي ' کوئي لیڈر ' کوئي اخبار نویس ' غرض کوئي مدعي خدمت قوم مسلمانوں کو موجودہ حالت میں اس سے بڑھکر مفید اور مخلصانہ صلاح دے نہیں سکتا جو اس بندۂ خدا نے دي ہے - ہر اخبار نویس کا فرض ہے کہ اس خاموش مگر سچے مسلمان کي صلاح کو قوم کے ہر فرد کے کانوں تک پہنچانیکي کوشش کرے - خاصکر ان کانوں تک ' جو زبان انگریزي سے آشنا ہیں - مسلم یونیورسٹي فاونڈیشن کمیٹي کے ممبروں کو قبل اسکے کہ وہ مجوزہ یونیورسٹي کے قبول کرنے یا نہ کرنے پر اپني آخري راے دیں ' یہ سونچ لینا چاہئے کہ آیا ہمارے خاموش مسلمان کي اس راے کے معلوم کرنیکے بعد اب انھیں بحث مباحثہ کرنے اور غریب مسلمانوں کے روپیوں کو بے جا صرف کرنیکي کوئي ضرورت باقي رہگئي ہے یا نہیں - میرا تو خیال ہے کہ کوئي بھي ضرورت باقي نہیں رہي - کیا اچھا ہوتا کہ مسلمانوں کے لیڈر اور اسلامي اخبارات اپنے گراں بہا وقت کو موہومہ مسلم یونیورسٹي کے تذکرے اور بحث میں ضائع نہ کرکے ان ذرائع پر غور کرتے جنسے اس پاک باطن اور خاموش مسلمان کے خیالات کي تکمیل کي صورت پیدا ہوتي -

(حبیب الغني خان صولت)

کارزار طرابلس

نصر من اللہ

— * —

۲ - اگست کا معرکہ " زوارہ "

— * —

مقتبس از مراسلۂ شیخ بارونی

— : —

شیخ سلیمان البارونی جو جبل مغربی (طرابلس) کی طرف سے عثمانی پارلیمنٹ میں ممبر ہیں ' اور جنکی تصویر اور بعض مراسلات الہلال میں شائع ہوچکے ہیں ' آغاز رمضان المبارک کے ایک تازہ معرکے کی نسبت میدان جہاد سے لکھتے ہیں :

" گذشتہ چٹھی میں نے آپکو (طوبلہ غرالہ) سے لکھی تھی - اسکے لکھنے سے فارغ ہی ہوا تھا کہ میری طلبی میں زوارہ سے دو سوار پہنچے اور میں روانہ ہوگیا - وہاں پہنچکر معلوم ہوا کہ مدتوں کے بعد دشمنوں نے اپنے آشیانوں سے سر نکالا ہے ! "

" (زوارہ) کے سامنے ہی (سیدی عبد الصمد) واقع ہے - ۲ - رمضان کی صبح کو دشمن کا ایک گروہ کامل سوار و پیادہ پلٹنوں اور سامان حرب کے ساتھ اسکی طرف روانہ ہوا ' ہمارے سامنے کی چوکیوں نے ہمیں اطلاع دی کہ دشمن کا قصد اسی طرف جانے کا ہے ' یہ خبر سنتے ہی میں نے اپنے دل میں فیصلہ کر لیا کہ اس موقعہ پر کیا کام کرنا چاہیے - بلا ایک لمحہ بھی ضائع کیے ہوے مجاہدین کی ایک جماعت ساتھ لی اور (مقبرۂ سیدی عبد الصمد) کی شرقی جہت کی طرف روانہ ہوگیا - جو عین دشمن کی رہگذر پر واقع تھا - وہاں پہنچنے کے بعد کمانڈر عبد القادر بک اور قائم مقام سلطان بک بھی آکر مجھسے ملگئے - جب ہمکو پورے طور پر تحقیق ہوگیا کہ دشمن مقبرۂ عبد الصمد کی جانب جا رہا ہے ' تو مجاہدین کو کمال سرعت کے ساتھ بڑھنے کا حکم دیا ' چونکہ عرصے کے بعد دشمن کے نکلنے کی خبر معلوم ہوئی تھی اور مدت سے تمام مجاہدین کسی ایسے موقعہ کیلیے بیقرار ہو رہے تھے ' اسلیے ہر شخص جوش و خروش سے بیخود ہو رہا تھا - بے اختیار نعرۂ اللہ اکبر کی صدائیں ہر شخص کی زبان پر جاری ہوگئیں ' نتیجہ یہ نکلا کہ وقت سے پہلے دشمن خبردار ہوگیا اور تمام اٹالین فوج بد حواس ہوکر (حملہ ! حملہ !) پکارنے لگی - ہم نے دیکھا کہ چند گولیاں ہماری جانب چلائی گئی ہیں مگر ہم بے خطر بڑھتے رہے ' نزدیک جا کر معلوم ہوا کہ دشمن نے مقبرے پر قبضہ کرلیا ہے ' اور مقبرے کے گنبد پر اٹالین جھنڈا کھڑا کرکے محصور ہوگئے ہیں "

مجاہدین کا حملہ

" مجاہدین کے نمودار ہوتے ہی دشمن نے مدافعت شروع کردی اور توپوں کے دہانے ایک ساتھ آتش باری کرنے لگے ' مگر یہ آگ اور دھویں کا کھیل اب ہمارے لیے کچھ زیادہ خوف انگیز نہیں رہا ہے - بغیر کسی تامل اور جھجک کے ہم نے بھی آگے بڑھکر جواب دینا شروع کر دیا اور معرکۂ کارزار گرم ہوگیا - اس لڑائی میں ایک عجیب و غریب واقعہ یہ ہوا کہ اطالی اپنی ایک سالہ عادت قدیمی کے خلاف کئی گھنٹے تک جمے ہوے قائم رہے ' اور صبح سے لیکر شام تک برابر جنگ جاری رہی ' تاریخ جنگ طرابلس میں یہ واقعہ ایک مستقل عنوان پانے کا مستحق ہے "

" دوپہر تک یہ لڑائی یمین و یسار اور قلب میں محدود رہی ' لیکن جب ہم نے دیکھا کہ کوئی فیصلہ کن نتیجہ نہیں نکلتا تو اپنی جماعت کے چند نظامی سپاہیوں اور مجاہدین عرب کو انکے لفٹنٹ کرنل کی ماتحتی میں بھیجکر شرقی جانب کو قوت دی ' اور عثمانی توپ کو غربی جانب سے آتشباری کا حکم دیدیا ' اس تدبیر سے یکایک حالات جنگ بدل گئے ' مجاہدین نے ایک نئی قوت اور ہمت اپنے اندر محسوس کی اور نے ناگاہ صدائے رعد آسا سے تکبیر بلند کرکے تیز قدمی سے بڑھنا شروع کردیا - "

نزول ملائکۂ نصرت و ہزیمت کفار

میدان قتال میں ہر وقت جنگ و قتال ہی سے سابقہ رہتا ہے ' مگر میرا تجربہ ہے کہ ہر جنگ میں خدا تعالی کے ملائکۂ نصرت کے نزول کا ایک خاص وقت ہوتا ہے ' اور وہی وقت جنگ کا فیصلہ کردیتا ہے - غروب آفتاب کے بعد مجاہدین کے جوش و قوت اقدام کی کوئی انتہا نہ تھی ' ہر مجاہد اس طرح جانفروشانہ دشمنوں کی صفوں کے قلب میں گھس جاتا تھا ' گویا ملائکۂ الہی کی صفیں آسمان سے اترکر اسکو اپنے حلقے میں لی ہوئی ہیں ' اور وہ انکی حفاظت میں آگ اور لوہے کے حربوں سے بے خطر ہوگیا ہے ' ابتدا میں تو چند لمحوں تک دشمن کے قدم جمے رہے ' اور مجاہدین نے بھی اپنے اندر ضعف محسوس کیا مگر اسکے بعد پھر مجاہدین کی بندوقوں سے مقابلہ نہ رہا تھا ' بلکہ قہر الہی کا ہاتھ کام کر رہا تھا ' یکایک ہزیمت کے آثار نمایاں ہوگئے ' اور اطالیوں کو گویا اپنی بھولی ہوئی عادت یاد آگئی - پھر کیا تھا ' ہر طرف سے لوگ بد حواس ہو ہو کر بھاگنے لگے ' افسر اور سپاہی دونوں شدت اضطراب سے پاگل ہوگئے ' اپنے ہاتھ کے اسلحہ و آلات تک کا کسی کو ہوش نہ رہا ' ایک دوسرے پر گرتا تھا ' اور اپنے گھوڑوں سے اپنے ہی بھائیوں کو پامال کرتا تھا - تھوڑی دیر کے اندر انہوں نے اپنی جگہ خالی کردی ' اور مجاہدین نعرہاے تکبیر و تہلیل کی گونج میں اسپر قابض ہوگئے "

وانزل جنوداً لم تروها و عذب الذین کفروا

اگر وہ خداے حی و قیوم زندہ ہے جس نے (بدر) کے

(یوم البطشۃ الکبریٰ)(۱) کے دن اپنی جنود نصرت بھیجکر مغلوبوں کو غالب اور غالبوں کو خاسر کردیا تھا: ولقد نصرکم اللہ ببدر وانتم اذلۃ (۲) اگر وہ منتقم و قہار اب بھی موجود ہے، جبلے (احد) کے دامن اور (حنین) کے اطراف میں ایک مشت فقرا و صعالیک کو دنیوی شوکت و عظمت کے سار و سامان رکھنے والوں پر فتح و نصرت دی تھی: لقد نصرکم اللہ فی مواطن کثیرۃ ویوم حنین (۳) اور اگر اسلام کا خدا وہ "حی لا یموت" مسیحی خدا نہیں ہے، جسکو دو ہزار برس ہوئے یہودیوں نے نہایت بے دردی سے ہتھیلیوں میں میخیں ٹھونک کر مصلوب کردیا تھا، تو کیا آج وہ طرابلس کے میدان میں اپنی ملائکۂ نصرت کے بھیجنے سے عاجز ہوگیا ہے؟

بلی! ان تصبروا وتتقوا کبھی نہیں، بلکہ اگر تم ثابت قدم رہو اور ویاتوکم من فورہم ھذا پرہیزگار بن جاؤ، پھر اگر دشمن اسی دم تم یمددکم ربکم پر چڑھ آئیں، تو بیشک ہمارا پروردگار بخمسۃ الاف من اپنے پانچ ہزار ملائکہ سے تمہاری مدد الملائکۃ مسومین کریگا (۳: ۱۲۲)

خداتعالیٰ نے اس آیت میں ارسال جنود نصرت کے لیے صبر و اتقا کی دو شرطیں لگائی ہیں، یہ سچ ہے تو مجاہدین طرابلس سے بڑھکر اس کی نصرت فرمائی کا کون مستحق ہوسکتا ہے؟ انکا ثبات تو دوست اور دشمن، سب کو معلوم ہوچکا ہے - رہا اتقا، تو اول تو جہاد فی سبیل اللہ سے بڑھکر اتقا کی اور کیا علامت ہوسکتی ہے، اور پھر یہ حملہ ۵ - رمضان المبارک کو ہوا تھا، جبکہ تمام مجاہدین "لقاے وجہ رب" کے شوق و ذوق میں روزے سے تھے، اور روزہ فی الحقیقت مقام اتقا کی اصلی منزل ہے:

یا ایہا الذین امنوا کتب	مسلمانو! تم پر روزہ قرآن کریم
علیکم الصیام، کما کتب	میں فرض لکھدیا گیا ہے جیسا کہ
علی الذین من قبلکم،	پچھلی قوموں پر لکھا گیا تھا، اور
لعلکم تتقون (۲: ۱۷۹)	اس سے مقصود یہ ہے کہ تم متقی بن جاؤ -

ذرا چشم تصور سے کام لیجیے، اور دیکھیے کہ یہ جاں فروشاں راہ الٰہی کس عالم میں ہیں؟ رمضان المبارک کا مہینہ ہے، رات شب بیداری اور سماعت قران میں گذاری (۴) صبح سویرے اٹھتے ہی

(۱) قیام مکہ کے زمانے میں اللہ تعالی نے کفار قریش کی تہدید کی تھی کہ: یوم نبطش البطشۃ الکبریٰ انا منتقمون (۴۴: ۱۵) یعنے ہم کفار کے تمرد و عصیان کا بدلہ اس دن لینگے جس دن انکو ایک سخت پکڑ پکڑینگے، کیونکہ ہم رحیم ہونے کے ساتھ منتقم بھی ہیں - یہ پیشین گوئی بدر کے دن پوری ہوگئی، جس نے ہمیشہ کیلیے کفار مکہ کی طاقت کا استیصال کردیا - اسی لیے جنگ بدر کو ہم نے یوم البطشۃ الکبریٰ لکھا ہے -

(۲) اور بیشک خدا تعالیٰ نے تمہیں بدر کے دن نصرت بخشی حالانکہ تم گرے ہوے تھے -

(۳) بیشک اللہ تعالے نے تمکو کتنے ہی معرکوں میں فتح یابی بخشی اور علی الخصوص جنگ حنین کے دن -

(۴) یہ محض قیاس نہیں بلکہ واقعہ ہے - انور بے سلیمان باروني کی ایک چٹھی کا ترجمہ اخبار (روم ایلی) میں چھپا تھا، جسمیں

دشمنوں کی تلاش میں نکل گئے - آفتاب نے ابھی کھجوروں کے درختوں اور جبل مغربی کے سلسلے سے سر نکالا ہی تھا، کہ میدان کارزار گرم ہوگیا - دشمن ایک وسیع تعداد اپنے ساتھ رکھتا ہے، عقب سے برابر کمک آرہی ہے، اسکا تازہ دم ہے، قیمتی کھانوں سے شکم سیر، اور مقوی شرابوں کے نشے میں چور ہے - اسکے ساتھ آتشیں اسلحوں کی بھی کمی نہیں، میدانی اور پہاڑی، ہر طرح کے توپخانے بارش کی طرح گولے برسا رہے ہیں، پھر یہ معرکہ دن بھر جاری رہتا ہے، عین دوپہر کی ریگستانی دھوپ تمام میدان

انہوں نے لکھا تھا کہ "ہم مجاہدین عرب جہاد کے میدانوں میں سونا نہیں جانتے، عربی پڑاؤ میں چھوٹی چھوٹی جماعتیں اپنے اپنے اونٹوں کے قریب بیٹھ جاتی ہیں، اور یا تو غزوات نبوی کے واقعات اور اشعار تحمید و تسبیح کے سننے میں رات بسر کردی جاتی ہے، یا کوئی خوش قرات قاری سورہ عمران اور برات یا انفال کی تلاوت شروع کردیتا ہے اور تمام لوگ اسکی سماعت میں محو ہوکر صبح کردیتے ہیں" مسٹر ببٹ نے بھی اپنے سفرنامے میں ایسا ہی لکھا ہے -

اللہ اکبر! سونچتا ہوں، تو اپنے سامنے خدا پرستی و خدا پرستانہ زندگی کا ایک عجیب منظر پاتا ہوں - ریت کے ٹیلوں اور نخلستانوں کے جھنڈ سے گھرے ہوے میدان میں دور تک انسانوں کی ایک آبادی چلی گئی ہے، دنیوی عیش و آرام اور شان و شوکت کی علامتوں سے یہ پوری آبادی اسطرح خالی ہے گویا اس عالم سے اسے کوئی تعلق ہی نہیں - پھٹے ہوے کملوں کو کہیں کسی ٹوٹے ہوے نیزے کے سہارے تان لیا ہے، اور کہیں یہ بھی میسر نہیں - دس دس اور بیس بیس آدمیوں کی جماعتیں ہر طرف بیٹھی ہوئی ہیں، وسط میں ایک قاری ہے، جو اپنی دلدوز اور خالص عربی قرات میں سورہ (آل عمران) پڑھ رہا ہے لوگ اسکے اس رکوع کو اسطرح محویت کے ساتھ سن رہے ہیں گویا آج ہی نازل ہوا ہے، اور یہی دوستان الٰہی خدا کی اس صداے محبت کے مخاطب ہیں کہ:—

والذین ھاجروا و	اور جن لوگوں نے ہماری راہ میں اپنے
اخرجوا من دیارہم واوذوا	وطن چھوڑے اور ہمارے ہی لیے اپنے
فی سبیلی و قاتلوا	گھروں سے نکالے اور ستاے گئے، پھر انہوں نے
و قتلوا، لاکفرن عنہم	میدان جہاد میں قدم رکھا، اور ظالموں
سیاتہم و لادخلنہم	کو قتل کیا اور خود شہید ہوے، تو ہم
جنات تجری من تحتہا	انکی زندگی کی تمام خطاؤں کو محو
الانہار، ثواباً من عند	کردینگے، اور انکو جنت میں داخل
اللہ، واللہ عندہ حسن	کرینگے - یہ انکا اللہ کے یہاں سے بدلہ ہے
الثواب (۳: ۱۹۴)	اور اچھا بدلہ اسی کے یہاں ہے -

اگر خدا تعالیٰ نے اپنے سوا کسی دوسری ہستی کے آگے سجدہ کرنا جائز رکھا ہوتا، تو سچ یہ ہے کہ ان لوگوں میں سے ہر فرد اسکا مستحق تھا کہ انکے آگے ہم سجدہ کرتے، اور انکے برہنہ پاؤں کی گرد کو آنکھوں کا سرمہ بناتے، اور پھر بھی افسوس کرتے کہ حق احترام ادا نہ ہوسکا - اس ضمنی ذکر نے میرے قلب و دماغ کے ساکن خیالات میں ایک عجیب تلاطم پیدا کردیا ہے، اور زیادہ لکھ نہیں سکتا کہ الان یضیق صدری، ولا ینطلق لسانی (۲۶: ۱۲) جس قران کی آواز طرابلس میں قتل و شہادت کے ساتھ دلوں کو مطمئن کر رہی ہے (الا بذکر اللہ تطمئن القلوب) حیف ہے اگر ہمارے دلوں کی سختی کو نرم نہ کرسکے - و تلک الامثال نضربہا للناس لعلہم یتفکرون (۵۹: ۲۲)-

گرا رہے اندر لیے لیتی ہے ' دشمنوں کے پاس ایک وسیع مقبرے کی عمارت عمدہ حفاظت گاہ ہے اسلیے وہ بڑی حد تک پیش سے محفوظ ہیں ' مگر جاں بازان جہاد کے سروں پر آفتاب بھی آگ برسا رہا ہے - یہاں تک کہ پورا دن بغیر وقفے کے اسی حالت میں بسر ہوجاتا ہے ' اور شام قریب آجاتی ہے - یہ وہ وقت ہوتا ہے ' جب تمام عالم اسلامی میں روزہ رکھنے والے افطار کے خوانہاے پر تکلف کے سامنے بیٹھے ہوتے ہیں ' لیکن ان مجاہدوں کو اب بھی اتنی مہلت نہیں ملتی کہ ایک قطرۂ آب سے اپنے صائم حلق کو تر کرلیں - چہروں پر گرد جہاد کی تہیں پڑی ہوئیں ' جسم خون کی چھینٹوں سے لالہ گون ' اعضا زخموں کی کثرت سے چور ' ہونٹ خشک ' اور حلقوں میں کانٹے پڑے ہوے - پورے اٹھارہ گھنٹے کا فاقہ اور شب بیداری - یہ صورت اور یہ حالت اس فئۃ فی سبیل اللہ جماعت میں سے ہر فرد کی تھی ' جبکہ عین افطار کے وقت وہ مصروف دفاع و پیکار تھے - پس ظاہر ہے کہ اگر اس وقت رحمت الہی کی جنود مخفی کا ظہور نہ ہوتا ' تو اور کونسا وقت موزوں ہوسکتا ہے ؟

بجرم عشق توام می کشند و غوغائیست
تو نیز بر سر بام آ کہ خوش تماشائیست

شیخ سلیمان باروني اسکے بعد لکھتے ہیں :—

" یہ فتح و نصرت جو اس یادگار موقعہ پر حاصل ہوئی ' اسکے لیے اگرچہ عین موقعہ پر فوج نظام اور مجاہدین کی ایک جماعت کو الگ کرکے بھیجدینا ' ایک بہت بڑا سبب ہوا ' مگر فی الحقیقت یہ واقعہ اسکی اصلی علت نہیں ہوسکتا ' کیونکہ جنگ کا اصلی فیصلہ کن موقعہ جناح مشرقی تھا ' جہاں دشمنوں کی سب سے بڑی قوت اور انبار توپخانہ موجود تھا - دوپہر کے وقت میں نے نظامی سپاہیوں کو انکے افسر کے ماتحت بھیجدیا ' بیشک اس سے وہاں کے مجاہدین کو بڑی تقویت ملی ' مگر مشکل یہ تھی کہ انکی کمک بھی کوئی تازہ دم جماعت نہ تھی ' بلکہ انہیں کی طرح بھوکی پیاسی اور مسلسل اٹھارہ گھنٹے سے مبتلاے مشقت تھی - دو گھنٹے تک تو پوری جمعیت کے ساتھ آگے بڑھتی رہی ' لیکن جب آفتاب غروب ہوگیا اور افطار اور نماز کا وقت آگیا ' تو یہ کہنا ضرور نہیں کہ ان روزہ داروں کا کیا حال ہوگا ؟ دشمنوں نے بھی اچھی طرح سمجھ لیا تھا کہ تمام مجاہدین ماہ صیام کی وجہ سے بھوکے پیاسے ہیں ' اور اسی لیے انہوں نے شام کے وقت اپنی آخری قوت کو خرچ کردینا چاہا - در حقیقت یہ وقت ہمارے لیے نہایت نازک ہوگیا تھا ' اور شدت ضعف و نقاہت اور جوع و عطش کی وجہ سے قریب تھا کہ مجاہدین کے ہاتھ سست پڑجائے - لیکن یکایک اس وقت ایک تعجب انگیز واقعہ ظہور میں آیا ' چونکہ نماز مغرب کا وقت آگیا تھا ' ہمارے ساتھ کی شریک جنگ عورتوں نے ہلال احمر کے آدمیوں سے کہا کہ " وقت گذرا جارہا ہے ' مغرب کی اذان دو " چنانچہ ایک بلند آواز عرب اونٹ پر کھڑا ہوگیا اور بلند آواز سے اللہ اکبر ! اللہ اکبر ! ! کی صدا ہنگامۂ کارزار میں ملکر بلند ہوگئی - باوجودیکہ جنگ میں یہ کلمہ برابر ہمارا ورد رہتا ہے ' لیکن نہیں معلوم اس وقت کونسی معجزانہ قوت اس مختصر کلمے میں آگئی تھی ' کہ جونہی مجاہدین کے کانوں میں پڑا ' معاً جس طرح مردہ لاشیں زمین سے زندہ ہوکر اٹھہ کھڑی ہوں ' ہر متنفس کے اندر طاقت و شجاعت کی ایک نئی روح حلول کرگئی - بے اختیار ہر شخص اس کلمے کو دہرانے لگا اور پھر اس معجزانہ طاقت ' اور بے جگری کی شجاعت کے ساتھ آخری حملہ کردیا ' کہ چند لمحوں کے اندر میدان دشمنوں سے صاف تھا !

جنگ کے بعد جب ہم اس وقت پر غور کرتے ہیں تو ہر شخص حیران رہجاتا ہے کہ " اللہ اکبر کے لفظ میں اس وقت کیا سحر پیدا ہوگیا تھا ؟ "

یہی طاقت بخشی وہ جنود مخفی ہے ' کہ خدا جب چاہتا ہے ' اپنے درنعے اپنی راہ میں لڑنے والوں کو فتح یاب کردیتا ہے - بیشک اسکے بندے بھوک اور پیاس سے بے دم ہوگئے تھے ' مگر وہ قادر و توانا جو بھوک اور پیاس سے پاک و منزہ ہے اور ہر وقت نصرت بخشی کی قدرت رکھتا ہے - اس نے اپنی قدرت کا کرشمہ دکھانے کیلیے خدا سے تکبیر کو وسیلہ بنا دیا : فقطع دابر القوم الذین ظلموا ' والحمد للہ رب العالمین - (۳ : ۸۳)

للہ نساء زوارۃ ! ! !

شیخ موصوف آگے چلکر لکھتے ہیں :— " یہ حالت دیکھکر ہم نے آیندہ کیلیے حالت جنگ میں روزہ نہ رکھنے کا اعلان کردیا جسکو بعد میں شیخ الاسلام نے بھی جائز قرار دیا - اعلان کے بعد میں جناح شرقی سے مغربی حصے کی طرف آرہا تھا ' اور میرے ساتھ (ڈاکٹر عبد السلام طرابلسی) بھی تھے کہ راہ میں ہم کو مجاہد عورتوں کی ایک جماعت ملی - ان میں کسی رئیس کی ایک نوجوان اور حسین لڑکی بھی تھی - جسنے بچپن سے لیکر اس وقت تک ناز و نعمت کی گودوں میں پرورش پائی تھی ' اور شاید جب سے پیدا ہوئی ہے آجتک سواے حریر کے کپڑے کے اور کوئی شے اسکے کاندھوں پر نہیں پڑی ہوگی - لیکن ہم نے دیکھا کہ کاندھے پر مشک اٹھاے ہوے پھر رہی ہے ' تاکہ زخمیوں کی خدمت انجام دے - ہم کو دیکھتے ہی بولی کہ " جسطرح تم نے مردوں کو افطار کا حکم دیدیا ہے ' اسی طرح ہم عورتوں کو بھی دیا ہے یا نہیں ؟ " میں نے کہا کہ " کیوں نہیں ' تم بھی تو مجاہد ہو " بولی " ہاں لیکن ہمارا دل اسے نہیں قبول کرتا ' کیونکہ مرد تو تلواروں اور گولوں کے نیچے لڑیں گے ' وہ افطار کردیں تو انہیں حق ہے ' ہم تو صرف انکی خدمت کرلیتے ہیں ' ہمارے لئے جائز نہیں " ! !

فی الحقیقت اس جنگ میں مجاہدین کے ساتھ مجاہدات عرب کے کارنامے بھی یاد رہیں گے - جنگ کے شدید موقعوں میں جب مجاہدین دشمنوں کے مورچوں میں گھس جاتے ہیں ' تو اکثر ایسا ہوا ہے کہ عورتیں بھی اپنی مشکیں لیکر بے باکانہ دشمنوں کی صفوں میں پہنچ گئیں ' اسلیے کہ شاید کوئی مجاہد وہاں زخمی ہوکر گرپڑے اور اسے پانی کی ضرورت ہو ' پھر اسپر کمال یہ ہے کہ وہاں سے زخمیوں کو پانی پلاکر اور ہوسکا تو ساتھ اٹھا کر صحیح و سالم نکل بھی آتی ہیں ! فللہ نساء زوارۃ ! !

(الزہرہ)

حضرت شیخ سنوسي کے ورود جربوب کی نسبت پچھلے نمبر میں همنے تار برقي درج کردی تھي ' لیکن اس هفتے کي ڈاک میں اسقدر کثرت سے تفصیلي حالات اگئے هیں که ایک نمبر میں ان سب کا اقتباس دینا مشکل ہے - اس موقعه پر صرف اس تفصیلي تار کا اقتباس درج کردیتے هیں ' جو نامه نگار (العلم) نے (سیوہ) سے ۱۳ ستمبر کو روانه کیا ہے [سیوہ اور دیہات دو مقام تار آفس هیں جہاں اکثر نامه نگاروں کو تار بھیجنے پڑتے هیں ' ورنه نامه نگار العلم وغیرہ خود جربوب میں موجود هیں] —

" میں آپکو یه خوشخبري سناتا هوں که حضرة الاستاذ الاکبر سیدي احمد الشریف ۲۹ - رمضان کو جربوب پہنچ گئے - اس سفر میں انہوں نے جو مشقتیں اٹھالي هیں ' انکا اندازہ اس سے کیجیے که ۲۸ - جمادي الثانیه کو (کفرہ) سے چلے ' ۱۵ - شعبان کو (جالو) پہنچے ' یہاں سے اوجله ' قطمیر ' اور شعیرہ وغیرہ مقامات کي طرف حرکت کي ' پھر وہاں سے اوائل رمضان میں جربوب کي طرف روانه هوے ' اسطرح گویا تین مہینے کي مسافت انکو طے کرني پڑی پھر جن مقامات سے گذر هوا انکا یه حال ہے ' که کفرہ سے جالو تک پورے سترہ دن کي مسافت میں پاني صرف ایک هی جگه میسر آسکتا ہے ' جہاں (الزلعین) نامي کنواں واقع ہے ' اور تمام صحرا محض ریگستاني دنیا ہے ' جہاں پاني کا ایک قطرہ نظر نہیں آسکتا - اس سے بھي بڑھکر یه که انہوں نے یه پورا سفر ایسے سخت و شدید گرم موسم میں کیا ' جب صحرا کا ریگستان نمونۂ دوزخ هو جاتا ہے ' اور ریگ کے گرم طوفانوں اور بگولوں کے مہلک حملوں سے زندگي خطرے میں پڑجاتي ہے - في الحقیقت حضرة شیخ کا یه سفر دنیا کا ایک یادگار تاریخي واقعه ہے ' جسکي نظیر آجکل کے بڑے بڑے سیاحان یورپ بھی پیش نہیں کر سکتے - اور پھر اسکي عظمت اس وقت ظاهر هوتي ہے ' جب خیال کیا جاے ' که یه محض خدمت اسلام و ملت و حفظ ملۂ توحید کیلیے کیا گیا -

احتفال استقبال

میں نے اپني زندگی میں بڑے بڑے عظیم الشان هجوم استقبال اور اکرام و احترام کے جلسے دیکھے هیں ' جو بڑے بڑے بادشاهوں کی آمد پر منعقد هوے ' لیکن میں نے کوئي مجمع اور مظاهرہ ایسا نہیں دیکھا ' جسمیں زبان اور قلب ' دونوں نے حصه لیا هو ' اور روح اور جسم دونوں متفق هوگئے هوں ' اور انساني عظمت وجلال کا وہ ایک الهي منظر ' اور رهبت و جبروت کا وہ مجمع استقبال ' جو جربوب میں حضرة الشیخ کي آمد پر منعقد هوا تھا - تمام صحرا اور اسکے اطراف میں کوئي انسانوں کا طبقه ایسا نہیں تھا جو اسمیں شریک نه هوا هو ' کئي کئي دنوں کی راہ سے لوگ مسلسل دن اور راتیں سفر کي صعوبتوں میں بسر کرکے اس شیخ عظیم کی زیارت کیلیے آئے تھے ' جو افریقه کي ریاست روحاني اور ملکي ' دونوں پر یکساں اقتدار رکھتا ہے - وہ انسانوں کا ایک نا پیدا کنار صحرا تھا ' جسمیں انساني عمر اور درجے کے تمام مناظر ' رنگ برنگ کی جھنڈیوں اور مقدس کلمات سے منقش علموں کے نیچے ' مختلف الصوت طبول بجاتے هوے ' بندوقیں چھوڑتے هوے ' برهنه تلواریں چمکاتے هوے ' " نحن اولاد السید " (هم سید سنوسی کی اولاد هیں) کے پیہم نعرے لگاتے هوے ' ایک سمندر کي طرح گذر رهے تھے ' اور خاموش صحراے لیبیا کے اندر ایک دوسرا ذي روح اور متحرک صحرا پیدا هوگیا تھا !

یه استقبالي مجمع جربوب سے باهر مقام (سید علي) تک (جو جربوب سے چھه گھنٹے کي مسافت پر واقع ہے) پہنچا هي تھا که صحرا کے مختلف قبائل کي وہ مرتب فوج جرارا نمودار هوئي جو شیخ کا گویا مخصوص باڈي گارڈ ہے ' اسکے پیچھے غلاموں کي فوج کي قطار تھی ' جنکے سیاہ چہروں پر وحشت و خونخواري کي جگه عظمت و وقار کے آثار نمایاں تھے - انکے بعد خود حضرة الشیخ کي سواري گرد کے اندر سے متجلي و طلوع هوئي اور معاً هزاروں بندوقوں نے ایک ساتھه متصل وغیر منقطع فایر شروع کردیا - تمام دشت و جبل اس آواز سے گونج رها تھا ' اور گویا اس مصیبت کے خیال سے کانپ رها تھا ' جو عنقریب اطالیوں پر نازل هونے والی تھي - اس گونج اور هنگامے کا اس سے اندازہ کیجیے که کامل چارگھنٹے تک بندوقیں برابر چھوٹتي رهیں اور کم از کم ایک لاکھه گولیاں صرف کي گئیں - کانوں کے پردے پھٹ رهے تھے اور تمام دنیا ایک غوغاے رستخیز معلوم هوتي تھي ' مگر لوگ جوش و خروش میں ایسے بیخود تھے ' که کسي طرح بندوق کے گھوڑوں کو انگلیاں نہیں چھوڑتي تھیں - بالآخر خود حضرة الشیخ نے لوگوں کو باصرار اس سے روکا اور فرمایا که " کیا کر رهے هو ' حالانکه ان قیمتي گولیوں کے زیادہ مستحق دشمنان دین و ملت کے سینے هیں " -

(باقي آیندہ)

---

(۱) وہ خداهي تو تھا جس نے مسلمان مجاهدوں کے دلوں میں اپنے طرف سے قوت اور اطمینان پیدا کر دیا ' تا که ان میں پہلے ایمان کے ساتھه اور تازہ قوت ایماني پیدا هو جاے ' اور زمین و آسمان کي فوجیں الله هي کے هاتھه میں هیں ' بیشک وہ علیم و حکیم ہے -

Printed & Published by Abul Kalam Azad, at The Hilal Electrical Printing Works, 7-1, McLeod Street, Calcutta.

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

7-1, MacLeod Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی

احمد المکلف ابوالکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷-۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۱ — کلکتہ : چہارشنبہ ۹ اکتوبر ۱۹۱۲ع — نمبر ۱۳

فہرس

تائیٹل پیج کا آخری صفحہ ملاحظہ فرمائیے

الہلال کی قیمت میں ابتدا سے کوئی رعایت نہیں۔ صفحہ (۲) میں اسکے وجوہ درج ہیں۔

الہلال کی توسیع اشاعت

— * —

کے لیے ابتدا سے بغیر کسی تحریک اور طلب کے جو احباب سعی فرما رہے ہیں، ہم انکا شکرگذار ہے - ایسے حضرات تو بکثرت ہیں، جنھوں نے ایک ایک دو دو خریدار بہم پہنچائے، مگر جن احباب نے خاص طور پر اس بارے میں سعی کی ہے، انکے اسمائے گرامی شکریے کے ساتھ درج ذیل ہیں - اللہ تعالی کا سب سے بڑا فضل یہ ہے کہ وہ اپنے کسی بندے کو مخلص اور بغیر منت و طلب احسان کرنے والے احباب عطا فرمائے -

دہلی سے ایک بزرگ جنھوں نے اپنا نام ہم پر بھی ظاہر نہیں کیا ہے -	۱۲
جناب شیخ محمد اقبال صاحب - اقبال بیرسٹر ایٹ لا (لاہور)	۱۰
جناب مولانا سید عبدالحق صاحب بغدادی نائب پروفیسر عربی محمدن کالج علی گڈھ	۱۰
جناب مولوی شاہ وکیل احمد صاحب	٦
جناب مولوی اشفاق النبی صاحب سب انسپکٹر پولیس شاہ آباد (رامپور)	٦
جناب مولوی علی اکبر خان صاحب ملیح آباد (لکھنو)	٥
جناب منشی محمد امین صاحب (بھوپال)	٥
جناب شیخ سلطان محمد صاحب رئیس (ہوشیارپور)	٥
جناب مولوی محمد داور حسین صاحب انصاری (ناظر سرکار نظام)	۷
جناب سید ریاض احمد صاحب ریاض خیرآبادی -	٥
جناب مولانا عبد السبحان صاحب تاجر و رئیس مدراس	۴
جناب مولوی محمد اسحاق صاحب سوداگر (مرزاپور)	۴
جناب صاحبزادہ مصطفی خان صاحب ہوم سکریٹری ریاست رامپور	۴
جناب صاحبزادہ عبدالصمد خان صاحب - چیف سکریٹری ریاست رامپور	۴

(باقی آیندہ)

شذرات

الہلال کی قیمت میں مجبوراً اضافہ [illegible] کی جاتی ہے۔

الہلال کی اشاعت سے اصل مقصود قوم میں ایک خاص تحریک کی دعوت تھی اور یہ بغیر عموم اشاعت ممکن نہیں۔ اسلیے ابتدا سے ہماری کوشش رہی کہ جو قیمت رکھی گئی ہے غیر مستطیع طلبا کیلیے اس سے بھی کم قیمت رکھی جائے کیونکہ اصلی مخاطب ان امور کے طلبا ہی ہیں۔ چنانچہ اب تک تقریباً ۵ سو خریداروں کو باسم طلبا رعایتی قیمت پر اخبار بھیجا جاچکا ہے۔ اسمیں تخفیف کا جسقدر اشد شدید مالی نقصان ہے شاید ہم ابھی کچھ عرصے تک اور کسی نہ کسی طرح جھیل لیتے، مگر نہایت درد اور شرمندگی کے ساتھ کہنا پڑتا ہے کہ لوگ دفتر کی اس حالت و قوت کی قربانی سے بیجا فائدہ اٹھانے میں تامل نہیں کرتے، اور اس رعایت کے معنی یہ سمجھتے ہیں کہ ہر شخص اپنے لڑکے یا چھوٹے بھائی یا بھتیجے کے نام اخبار جاری کرالے کیونکہ وہ طالب علم ہے، اور اسلیے نام منگوانے سے الہلال کے مطالعہ میں کوئی نقصان لازم نہیں آتا!

اسکا نتیجہ یہ ہے کہ بڑی تعداد رعایت کی غیر مستحق اصحاب کی نذر ہوگئی، اور غیر مستطیع طلبا کا کوئی امتیاز نہیں رہا۔ اکثر احباب اب یہی رائے دیتے ہیں کہ آیندہ کیلیے اس طریقے کو بالکل بند کردیا جائے۔ پس آیندہ سے عام قیمت کے سوا کوئی رعایت نہیں ہے۔ کوئی صاحب درخواست بھیجنے کی زحمت گوارا نہ کریں۔

جنرل بوتھ کا انتقال گذشتہ ماہ کا ایک غیر معمولی واقعہ تھا۔ پچھلی ولایت کی ڈاکوں میں جو رسائل آئے ہیں، وہ اس واقعہ کے تذکرے سے لبریز ہیں۔ اکثر مصور رسالوں نے خاص خاص نمبر نکالے ہیں، جنمیں جنرل بوتھ کی متعدد شاندار تصویریں دی ہیں، اور انتقال کے بعد جس عظیم الشان احتفال کے ساتھ تجہیز و تکفین کی رسمیں ادا ہوئیں، انکے مختلف مواقع و مناظر کے گروپ شائع کیے ہیں۔ معاویۃ الرجل، تعدش و یموت فی قوم، یعرف اقدار الرجال۔

۲۳ اگست کے (گرافک) میں مسٹر فاپ [illegible] کا جنرل بوتھ پر ایک دلچسپ مضمون نکلا ہے، جسکے ساتھ اس کی آخری ساعت نزع کی تصویر بھی دی ہے، اور صفحہ کو اس موثر سرخی سے شروع کیا ہے کہ: **SOLDIER, REST; THE WARFARE O, ER**

(سپاہی! آرام کر! کیونکہ تیری جنگ اب ختم ہوگئی) ہمارے دل پر اس عنوان سے ایک عجب اثر پڑا، اور مشہور ترک شاعر (نامق کمال بے) یاد آگیا، جو کہتا ہے کہ "زندگی ایک جنگ ہے، اور اسکی صلح موت کے سوا اور کبھی نہیں"

فی الحقیقت غور کیجیے تو زندگی ہر ذی روح کے لیے ایک میدان کارزار ہے۔ عالم وجود میں قدم رکھتے ہی یہ لڑائی شروع ہوجاتی ہے، اور انسان کے اندر، اور باہر یا (باصطلاح شیخ اکبر) عالم صغیر اور عالم کبیر، دونوں میں معرکۂ جدال گرم ہوجاتا ہے۔ باہر جسمانی مواقع حیات، اور مادی جد و جہد کی جنگ ہوتی ہے، لیکن اندر اس سے بھی شدید تر پیکار، جذبات و امیال کے متضاد عناصر میں شروع ہوجاتا ہے، جسکو حضرات صوفیاے کرام اپنی اصطلاح میں قلب و نفس کے باہمی قتال سے تعبیر کرتے ہیں۔ پھر یا تو انسانی زندگی سرتا سر شکست و ہزیمت بنکر رہجاتی ہے، یا دونوں اقلیموں میں اسکی فتح و نصرت کا پرچم اقبال لہرانے لگتا ہے، یہی معرکہ ہاے حیات ہیں، جو انسانی زندگی کیلیے دنیا میں ابتلا و آزمائش کا [illegible] اور [illegible] آزمائش ہے، جسکی وجہ سے انسان نے اس امانت الہی کو جسکے اٹھانے کی آسمانوں اور زمینوں کو بھی ہمت نہیں ہوئی تھی، اپنے دوش محبت پر اٹھالیا تھا: انہ کان ظلوماً جہولاً۔

لیکن فی الحقیقت اصلی کارزار حیات انسانی کے باہر نہیں بلکہ اسکے اندر ہی ہے۔ جنھوں نے اپنے اندر کے میدان میں فتح پالی ہے، انکو باہر کے معرکے میں کوئی خطرہ نہیں۔

ایک اور خیال جو جنرل بوتھ کے حالات پڑھکر پیدا ہوا، وہ یہ تھا کہ یہی چیزیں کسی زمانے میں ہماری زندگی کی خصوصیات تھیں۔ ایک بوڑھے باغبان کو (ابو نواس) نے تصرے میں دیکھا تھا، جو جب کبھی کسی سبز پتے یا شگفتہ ورق گل کو دیکھتا، تو چیخ اٹھتا کہ "آہ میرا اجڑا ہوا باغ" یہی حال ہمارا ہے۔ جب کبھی کسی قوم میں قومی زندگی کی شگفتگی دیکھتے ہیں، تو اپنا خزاں رسیدہ باغ ملت یاد آجاتا ہے!

جنرل بوتھ کی زندگی کا اصلی کارنامہ یہ ہے کہ اپنے مذہب اور ملت کی زندگی کے پیچھے اس نے اپنی تمام زندگی صرف کردی، اور آج یورپ کے ہر طبقے میں ایسے ہزارہا نفوس ملیں گے۔ ہزاروں ہیں جو طرح طرح کے علمی انکشافات و ایجادات کے پیچھے اپنی جانیں ضائع کر رہے ہیں۔ ایک ہوائی جہاز ہی کو لیجیے، سینکڑوں انسان اسکے لیے اپنی قربانیاں کرچکے ہیں، اور اب تک کوئی مہینہ بلکہ ہفتہ حوادث سے خالی نہیں جاتا۔ قطب جنوبی و شمالی کی دریافت میں کتنے قافلے ہلاک گئے، اور کبھی بھی واپس نہ آئے۔ اشاعت مذہب کی تاریخ پڑھیے، تو اندرون عرب اور افریقہ اور شمالی امریکا میں جن پادریوں نے اپنی جانیں یکے بعد دیگرے کھوئی ہیں، ان میں سے ہر شخص ایثار و فدویت کی ایک مثال ہے۔ (جیسوئٹ) فرقے کے راہبوں کو آج ہندوستان کے ہر شہر میں ہم اپنی آنکھوں سے دیکھ رہے ہیں۔ یہی تفانی و قربانی کا جذبہ ہے، جس نے آج یورپ کی قوموں کو تمام عالم میں سربلند کردیا ہے۔ لیکن یاد کیجیے تو کسی وقت یہ متاع صرف ہمارے ہی بازار میں بکنے آتی تھی، اور اسکا خریدار بھی ہمارے سوا دنیا میں کوئی اور نہ تھا۔

"ابتغاء مرضات اللہ" مذہب کی خصوصیت یہ ہے کہ وہ ہر چیز کے لیے ایک الہی رشتہ قائم کردیتا ہے۔

آج اس جذبے کو یورپ علمی اور قومی و وطنی قربانی کہتا ہے، مگر قران کریم نے اسطرح کی تمام چیزوں کیلیے ایک جامع اصطلاح "لقاء وجہ رب" اور "ابتغاء مرضات اللہ" کی رکھدی ہے، یعنی انسانی اور مادی اغراض سے بکلی قطع نظر کرکے، صرف ایک بالا تر اور وراء الورا ہستی کیلیے اپنی قوتوں اور جذبات کو صرف کردینا:

و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ واللہ رؤف بالعباد (۲-۳-۱۱)	اور اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں، جو اسکی رضا جوئی کی راہ میں اپنی جان تک دیدیتے ہیں، اور اللہ اپنے بندوں پر بڑی شفقت رکھتا ہے۔

خدا کا خیال تمام مادی اغراض سے بالا تر ہے، اسلیے اسکی رضا جوئی کے تصور سے بڑھکر کوئی خیال جذبات انسانی کو بے غرضانہ خدمت خلائق و عالم پر آمادہ کر نہیں سکتا۔ سلف صالحین میں جو لوگ ایک ٹوٹی ہوئی تلوار لیکر جہاد کے لیے نکل کھڑے ہوتے تھے، یا ایک حدیث کے جمع کرنے کیلیے مشرق سے مغرب تک کا پیدل سفر کرتے تھے، بغیر کسی مزد و معاوضہ کے اپنی بڑی بڑی عمریں کسی صحن مسجد کے کھمبے کے نیچے، یا کسی تنگ حجرے کی گرد آلود چٹائی پر بسر کردیتے تھے، وہ فی الحقیقت یہی "ابتغاء مرضات اللہ" کا پیدا کیا ہوا جوش تفانی و خود فروشی تھا۔ [illegible]

قند مکرر

لکھنؤ سے دوسرا گمنام مراسلہ

— * —

یا قوم ! ان کان کبر علیکم مقامی وتذکیری بآیات اللہ فعلی اللہ توکلت فاجمعوا امرکم و شرکاءکم ثم لا یکن امرکم علیکم غمۃ ثم اقضوا الی ولا تنظرون - فان تولیتم فما سالتکم من اجر ان اجری الا علی اللہ و امرت ان اکون من المسلمین - (۱۰ : ۷۲)

اے لوگو !! اگر میرا رہنا اور اللہ کے کلام کا ذکر کرنا تم پر گراں گذرتا ہے تو گذرے ، میرا بھروسہ تو صرف اللہ ہی پر ہے - اگر ایسا ہی ہے تو تم اور تمہارے تمام شریک سازش کرکے میری مخالفت پر جمع ہوجاؤ ، اور اسمیں اسکا اعلان بھی کردو ، پھر جو کچھ تم کرسکتے ہو میرے ساتھ کرچکو اور اپنا سارا زور لگادو کہ مجھے مہلت نہ ملے ، اور دیکھو کہ خدا کیا کرتا ہے ؟ اگر میرے ذکر سے تم اپنی راہ نہ چھوڑوگے ، تو میں نے کچھ تم سے اپنی خدمت کی مزدوری تو مانگی نہ تھی ، میرا اجر صرف اللہ ہی پر ہے ، اور اسی کی طرف سے مجھکو حکم دیا گیا ہے کہ اسکے فرمان برداروں میں شامل رہوں -

---

کوئی ہفتہ گمنام چٹھیوں سے خالی نہیں جاتا ، اور الہلال کی اشاعت کے بعد سے ہی نہیں ، بلکہ اس سے پہلے بھی اس طرح کے خطوط میری ڈاک کا ایک ضروری جزو رہے ہیں - لیکن ساتھ ہی ردی کا ٹوکرا بھی ہمیشہ میرے قریب رہا کرتا ہے -

مگر اس ہفتے ایک رجسٹرڈ گمنام چٹھی لکھنؤ سے پہنچی ہے ، جسکو بوجوہ شائع کرنا ضروری سمجھتا ہوں ، کیونکہ اسمیں چند باتیں ایسی بھی ہیں ، جنکا مطالعہ شاید قوم کیلیے بہت سی عبرتوں اور بصیرتوں کا ذریعہ ثابت ہو ، اور وہ جوانکے موجودہ تعلیم و تربیت اور جدید تہذیب و شائستگی کا ایک کامل ترین نمونہ ہے ، اسلیے اسکی چاروں طرف جدول دیکر نمایاں صورت میں شائع کیا جاتا ہے ، تاکہ عام مضامین میں ممتاز اور مخصوص جگہہ پائے -

اللہ تعالی کے نعائم خصوصیہ میں سے ایک بہت بڑا فضل اس عاجز پر یہ بھی ہے کہ وہ ہمیشہ میرے نفس خبیث کی تنبیہ و تادیب کے لیے کوئی نہ کوئی بہانہ پیدا کردیتا ہے - اس قسم کے خطوط کا نہایت شکر گذار ہوں کہ یہ مجھکو کبر و غرور کے استیلا سے محفوظ رکھتے ہیں ، اور میری اصلیت و حقیقت مجھکو یاد دلا کر غفلت و سرکشی سے ہشیار کردیتے ہیں - فجزاھم اللہ عنی خیر الجزا و نحمد اللہ سبحانہ علی احسانہ و لطفہ و کرمہ -

صاحب مراسلۃ سے صرف چند امور عرض کرنے ہیں :

(۱) آپنے مراسلۃ " او فرعون زماں " کے خطاب سے شروع کی ہے اور پھر اسکے بعد " تم سمجھتے ہو " ارقام فرمایا - لیکن " او " کے ساتھہ تو " تم " کی جگہہ " تو " زیادہ موزوں تھا - اس شتر گربہ سے آیندہ احتراز فرمایئے -

(۲) آپ نے اپنے خط میں جابجا مختلف القاب و خطابات سے مجھے یاد کیا ہے - شاید اب خوش ہونگے کہ اسطرح میری اور میرے اعمال کی سختی سے سخت سرزنش کردی - لیکن حقیقت یہ ہے کہ ابھی آپکو میرے نفس خبیث کی اصلی حالت ، اور میری پر فسق و معصیت زندگی کے اعمال سیاہ معلوم نہیں ، اگر معلوم ہوتے تو شیطان اور نابکار کا لفظ بھی اسکے لیے کافی نہوتا - و واللہ لو ان ذنوبی قسمت علی اھل الارض لوسعتھم و استحقوا بھا الخسف و الھلاک فسبحان من غلبت رحمتہ غضبہ (۱) - تاہم سچے دل سے علانیہ اعتراف کرتا ہوں کہ میری ذات کی نسبت آپنے جو کچھہ لکھا ہے ، بالکل سچ اور صحیح ہے - اور یہ اعتراف انکساراً نہیں بلکہ ایک گنہگار کا حقیقی اقرار ہے -

(۳) آپنے " اولاد ابلیس " بھی ایک جگہ لکھا ہے - البتہ یہ سچ نہیں ہے ، کیونکہ میرا مرحوم باپ تو ایک متقی اور نیک اعمال انسان تھا - خدا تعالی نے دنیا اور دنیا والوں کی عظمت و جبروت کو اسکے قدموں پر گرایا ، مگر اس نے کبھی آن پر غلط انداز نظر بھی نہ ڈالی ، اور ہمیشہ " ان عبادی لیس لک علیھم سلطان " کے تہہ خانۂ محفوظ میں زندگی بسر کی - پھر میرے موجودہ جرائم میں اسکی کوئی شرکت بھی نہیں ، ولا تزر وازرۃ وزر اخری - (۳۵ : ۱۵)

(۴) اسی طرح اختلاف مجھکو جناب کی ایک اور لقب بخشی سے بھی ہے - سلسلۂ سخن میں کئی بار ارشاد ہوا ہے کہ " تم کتے ہو " ، لیکن معاف فرمایئے گا ، یہ تو میرے لیے کوئی سرزنش نہ ہوئی - کیونکہ سمجھتا ہوں " تو کتے " کو اپنے نفس کی سطح سے بدرجہا ارفع و اعلی پاتا ہوں - آہ ! آپکو کیا معلوم ؟ آج بڑی سے بڑی بات اور سے جھکی جو میرے اندر ہے ، وہ یہی ہے کہ کاش اس وفا سرشت جانور کے اوصاف و خصائل کا ایک ادنا حصہ بھی میرے نفس کو ملجاتا ! کتا سوکھی روٹی کا ایک ٹکڑا کھا کر اپنے ظالم آقا کے ہاتھہ ہمیشہ کیلیے بک جاتا ہے ، مگر ایک رحیم و کریم والی نعمت ہے ، جسکی بخشی ہوئی نعمت و رزق میرے جسم کے ایک ایک ریشے میں موجود ہے ، مگر میں ہمیشہ اسکے دروازے سے بھاگتا رہا ، اور کبھی اسکے آگے وفا داری کا سر نہ جھکایا - کاش آپکا فرمان میرے حق میں فال نیک ثابت ہو -

(۵) جناب نے مصلح یا باصطلاح حال " لیڈر " بننے کی سعی کو بھی میری طرف منسوب کیا ہے ، مگر شاید آپکو میرے حالات کا علم نہیں - الحمد اللہ کہ میرے لیے آجکل کی لیڈری کوئی قابل آرزو شے نہیں ہوسکتی ، خدا تعالے نے اپنے لطف درہ نوازی سے مجھکو ہزاروں انسانوں کی جو پیشوائی پہلے سے دے رکھی ہے ، دنیا جانتی ہے کہ اسکے اقتدار اور نفوذ کے آگے اسٹیجوں اور کانفرنسوں کی رزق پیدا کرنا کچھہ حقیقت نہیں رکھتیں - ممکن ہے کہ اجکل کے لیڈروں کے ساتھہ کچھہ لوگ اپنی نوکریوں کی سفارشوں یا بعض اور اغراض ذاتی کی وجہ سے جمع ہوجائیں ، مگر یہ وہ ریاست روحانی ہے ، جو بغیر کسی غرض ذاتی کے ہزاروں نفوس انسانی کے دلوں [illegible] ہے ، اور انکے جان و مال تک کا فیصلہ کرسکتی ہے - پھر اس لیڈری [illegible] ابتدا میں کسی بڑے کالج کو تیس چالیس لاکھہ روپیہ چندہ دینا ، قیمتی لباس و مکان مہیا کرنا ، فسٹ کلاس میں سفر کرنا ، اور کسی ہوٹل کی قیمتی منزل میں مقیم ہونا ضروری ہے - مگر اس لیڈری کیلیے تو ایک پھٹی ہوئی چٹائی اور پرانا کمل بھی بہت ہے - لیکن جب میرے واقف حال جانتے ہیں کہ ایسی بنی بنائی اور صاحب نفوذ خفیفی

---

(۱) میرے گناہوں کا تو یہ حال ہے کہ قسم خدا کی ، اگر میرا گناہ تمام زمین والوں پر بانٹ دیا جائے تو یہ اتنا ہے کہ ہر شخص کے حصے میں کچھہ نہ کچھہ آجائے گا - لیکن سبحان اللہ اسی رحیم و غفار کی ذات ، جسکا غضب اسکی رحمت سے مغلوب ہے -

لیڈری سے بھی دست بردار ہوگیا ہوں ، اور اگر اسکو باقی رکھا بھی ہے تو صرف اسی حد تک ، کہ ایک جماعت کثیرہ کے بقدر امکان اصلاح و ہدایت کا ذریعہ ہو۔ تو ظاہر ہے کہ اجکل کی نمایشی اور تار عنکبوت کی طرح ہوا کے ایک طمانچے سے فنا ہو جانے والی لیڈری کا کیا خواہشمند ہو سکتا ہوں ؟ الحمد للہ کہ اپ لوگ جس چیز کو اپنے سامنے دیکھتے ہیں ، مدت ہوئی اسے اپنے پیچھے چھوڑ آیا ہوں - البتہ اجکل کے زمانے میں جبکہ قومی خدمت کا ہر قدم ہزاروں خود غرضیوں اور نفس پرستیوں کی غلاظت سے آلودہ ہو رہا ہے ، یہ سمجھ میں آنا بہت مشکل ہے کہ بغیر کسی غرض ذاتی کے بھی کوئی آواز بلند کی جا سکتی -

میرا یہ عقیدہ ہے کہ جو شخص ملک میں اصلاح اور ارشاد کی کوئی آواز بلند کرے ، اسکا اولین فرض یہ ہے کہ پیشوائی و رہنمائی سے بکلی دست برداری کا اعلان کردے ، اور اگر اس نے ایسا نہ کیا تو سب سے پہلے وہ خود اس نکتہ چینی کا مستحق ہے ، جو وہ اوروں پر کرتا ہے -

(٦) جناب نے میرے غرور و تکبر کے اسباب کی نسبت بھی بحث کی ہے ، لیکن آپکو معلوم نہیں کہ میں نے ان گودوں میں پرورش پائی ہے ، جنکا فخر و شرف جبات دنیوی پر نہیں ، بلکہ فقر و مسکینی پر رہا ہے - پس اول تو دولت حاصل ہی نہیں جس کا نشہ ہو ، اور پھر الحمد للہ کہ اگر ملے بھی تو اس سے استغنا تو اپنا خاندانی ورثہ ہے - " لیڈروں کے حاسدوں " کو اگر مجھسے زیادہ مال و جاہ حاصل ہے ، تو مجھے کیوں ستایا جاتا ہے ؟ میں ابھی گودوں میں پرورش پا رہا تھا ، جب اس دعا کی اواز پانچ وقت میرے کانوں میں آتی تھی :

اللهم احيني مسكيناً ، وامتني مسكيناً ، واحشرني في زمرة المساكين (١) - فنسال الله سبحانه ان يجعلني من الذين لا يطلب السلطان منهم في الدنيا الخراج ، ولا الجبار في الاخرة الحساب ، ولنعم ما قيل في هذا الباب

هنيئاً لارباب النعيم نعيمها * وللعاشق المسكين ما يتجرع

(٧) تعجب ہے کہ آپ پانوں میں زنجیر ڈلوادینے کی مجھے دھمکی دیتے ہیں ؟ جس دن دنیوی نام و ناموس کی بیڑی پانوں سے اتری ہے ، اسی دن سے دوسری بیڑی کی جگہہ خالی ہوگئی ہے اور پانوں اسکے لئے بیقرارانہ منتظر ہے - جس شخص نے الہلال کو جاری کیا ہے ، شاید وہ زنجیر و سلاسل کی نسبت پہلے ہی دن کوئی فیصلہ ضرور اپنے دل میں کرچکا ہوگا - ولمثل هذا ، فليعمل العاملون - (٢)

(٧) اپنے " مذہبی پیشوائی " کی معہ دعوت دی ہے کہ ملکر کام کروں تو آپ میری پیشوائی کا اعلان فرمادیں گے (وددوا لو تدهن فيدهنون (٣)) اس دعوت کیلیے ممنون ہوں ، مگر براہ کرم تھوڑا سا توقف کیجئے - خدا کے ساتھہ ملکر کام کرلینے کا ارادہ کرلیا ہے ، اسکو چند دنوں آزمالوں ، اگر یہاں ناکامی ہوئی تو پھر آپ کے ساتھہ شامل ہو جاؤنگا - مگر میرے کانوں میں تو ابھی یہ آواز آرہی ہے : - ولا يحزنك قولهم ، ان العزة لله ، السميع العليم

(٨) آخر میں آپنے کھینچ بلانے کی دعوت بھی دی ہے ، میں تو خود عنقریب لکھنؤ جانے کا ارادہ کررہا تھا - انشاء اللہ اسٹیشن پر اترتے ہی آپکو تلاش کرونگا - بروس سے خود کلکتہ میں بھی بارہا بعض مقامی احباب نے اسطرح کے ارادوں کی اطلاع دی ، مگر مجھے افسوس ہے کہ اپنے قول و عمل کو یکساں نہ کرسکے - اللہ تعالی آپکو توفیق دے کہ علم و شرافت کے اس ارادے کی بروقت تعمیل کرسکیں

(٩) آپنے اور جو خیالات مذہب و قرآن ، علمائے اسلام نیز بعض اور صاحبوں کی نسبت ظاہر کیے ہیں ، انکے جواب کی کوئی ضرورت نہیں دیکھتا : فسيعلمون من هو شر مكانا واضعف جندا (١) وتلك الدار الاخرة نجعلها للذين لا يريدون علوا في الارض ولا فسادا ، والعاقبة للمتقين - (٢)

الہلال کے اصلی مخاطب

علی گڈہ سے ہمارے ایک عزیز دوست کو جو طالب العلم ہیں ، اور اسی کی شرح پر الہلال کی قیمت ادا کی ہے - کسی ہفتے کا پرچہ نہیں پہنچا - اسپر وہ لکھتے ہیں : " رعایتی قیمت پر الہلال میں نے لیا ہے ، یہی سبب ہے کہ میری فریادوں پر توجہ نہیں کی جاتی حالانکہ آپکو کیا معلوم کہ الہلال کا انتظار میرے لیے کیسا کچھہ تکلیف دہ ہے ؟ سچ ہے ، ہم نادار طالب علموں کو کون پوچھتا ہے ؟ - "

میرے عزیز اور قابل صد احترام بھائی ! تم نے دفتر کی بد نظمی یا ڈاک کی بد انتظامی کو بھولکر اسقدر دور کا بدنما سوء ظن کیوں قائم کرلیا ؟ تم تو الہلال کے اصلی مالک اور اس خادم کے اصلی مخدوم ہو - یقین کرو کہ میرے دل میں جسقدر تمہاری عزت اور احترام ہے ، ملک کے کسی طبقے کا نہیں ، کیونکہ زمانے نے تمہیں کو قوم کی قسمت کا مالک بنایا ہے ، اور اب جو کچھہ کروگے تمہیں کروگے - تم ہی الہلال کے مخاطب اور تم ہی اسکی امیدوں کے مرکز ہو - علی الخصوص تم ، جو موجودہ زمانے کے سب سے بڑے مسلمانوں کے قائم کیئے ہوئے کالج میں تعلیم پا رہے ہو ، سب سے زیادہ حق رکھتے ہو کہ توجہات اور امیدوں کا تمہارے گرد ہجوم ہو - علی گڈہ کالج گو آجتک مسلمانوں کے اولو العزمانہ اقدامات کے سینے پر ایک طلائی تمغا رہا ہے ، مگر میرا دلی یقین ہے کہ ایک دن وہیں سے ان نوجوانوں کی فوجیں طیار ہوکر نکلیں گی ، جو اسیر و استعداد کی ڈھلی ہوئی زنجیروں اور طوقوں کو اسی کی بھٹی میں گلا کر ، انسے استبداد شکن آلات طیار کرینگی - اور یہ ابتک کب کا ہوچکا ہوتا ، مگر افسوس کہ جن لوگوں کے ہاتھہ میں تمہاری تعلیم و تربیت کی باگ تھی ، انہوں نے تمہاری قوتوں کو ہمیشہ ابھرنے سے روکا - البتہ مقدم امر یہ ہے کہ تمہارے چاروں طرف جو الحاد کی ہوا پھیلی ہوئی ہے ، اس سے تم کو نجات ملے ، اور تمہارے اندر مذہب کی ایک حقیقی تبدیلی پیدا ہوجائے وما ذلك على الله بعزيز -

بغیر کسی شخص سے مالی مدد لیے ہوئے ابتک سینکڑوں طلبا کے نام نصف قیمت پر الہلال جاری ہوچکا ہے ، اور یہ وہ قیمت ہے جسمیں سال بھر کی صرف تصویروں کی بھی اجرت نہیں نکل سکتی - اس سے جو مقصود ہے ، وہ ظاہر ہے اور محتاج بیان نہیں -

---

(١) خدایا مجھکو مسکینی کی حالت میں زندہ رکھہ ، اور مسکینی ہی کی حالت میں دنیا سے اٹھا ، اور قیامت کے دن مسکینوں ہی کے زمرے میں میرا حشر کر ! [یہ دعا ادعیۂ نبویہ میں سے ہے - اور اسے ترمذی اور ابن ماجہ نے حضرت انس سے روایت کیا ہے]

(٢) ایسی ہی چیزیں اور حالتیں ہیں ، جنکے لیے سچے کام کرنے والے کام کرتے ہیں

(٣) اے پیغمبر ! مخالف چاہتے ہیں کہ تو انکے ساتھہ خلاف حق نرمی کریں تاکہ وہ بھی تیرے ساتھہ نرمی کریں

(١) عنقریب انکو معلوم ہوجائیگا کہ کس کا وجود اپنی جگہ پر برتر ہے اور کس کی فوج ضعیف تر ہے ؟

(٢) اور یہ دار آخرت انکے لیے ہے جو دنیا میں بڑائی نہیں چاہتے اور نہ فساد پھیلاتے ہیں ، اور انجام کار اللہ سے ڈرنے والوں ہی کیلیے ہے -

الہلال

۹ اکتوبر ۱۹۱۲

— * —

القسطاس المستقیم

— * —

هل ننبئكم بالاخسرين اعمالا ؟؟ (۱)

الذين ضل سعيهم في الحيوة الدنيا ، و هم يحسبون انهم يحسنون صنعا -

(۱)

مسلمانوں کي آیندہ شاہراہ مقصود کیا ہوني چاہیے ؟

— * —

مرا دو خضر عناں گیر باید از چپ و راست
کہ کج روي نہ کنم ورنہ عزم راہ خطاست

اللهم ارنا الحق حقا - و ارزقنا اتباعه - و ارنا الباطل باطلا و ارزقنا اجتنابه -

ہم نے گذشتہ دو نمبروں میں مسلمانوں کے موجودہ تغیر خیالات کو " صبح امید " کے لفظ سے تعبیر کیا ہے اور چونکہ ہر اصلاح کي بنیاد اولین تغیر خیالات و جنبش افکار ہے ، اسلیے اس تعبیر میں کوئي مبالغہ و اغراق نہ تھا ، لیکن آج جن امور پر ہم توجہ دلانا چاہتے ہیں ، یہ وہ امور ہیں ، جن سے اگر بے پروائي کي گئي ، تو یاد رکھنا چاہیے کہ یہي تغیر صبح امید نہیں ، بلکہ گمراہیوں اور باطل پرستیوں کي ایک سخت خطرناک شب یلدا ہوجاے گا -

جمود اور حرکت

حقیقت یہ ہے کہ خیالات کي جنبش اور حرکت فی نفسہ کوئي مفید شے نہیں ہے جب تک کہ وہ کسي آیندہ صحیح الاعمال افکار سے متصل نہو جاے - اگر ایسا نہوا ، تو حرکت محض بعض حالتوں میں بیکار و لاحاصل ، اور اکثر حالتوں میں جمود سے زیادہ مہلک اور خطرناک ثابت ہوتي ہے -

بالفاظ سادہ تر - اسکو یوں سمجھیے کہ ایک شخص مدتوں سے ایک جگہہ بیٹھا ہے - بالکل بیٹھا رہنا زندگي کیلیے نہایت مضر اور اعضا و جوارح کو معطل کردینے والا ہے ، اسلیے آپ چاہتے ہیں کہ وہ حرکت کرے ، یہ نہایت عمدہ خیال ہے ، لیکن یہ حرکت اسي وقت مفید ہوگي جب آپ اسے چلاکر کسي عمدہ باغ کي روش پر لا کھڑا کردیں گے - لیکن اگر آپنے اسمیں حرکت پیدا کرکے سامنے کے گڑھوں سے اسے نہ بچایا ، اور وہ غریب اسمیں گر گیا ، تو اس حرکت سے تو اسکا بیٹھا رہنا ہي بہتر تھا -

مسلمانوں کیلیے خطرات حرکات سے شروع ہونگے

لیڈروں کا طبقہ اپنے گذشتہ عہد کو خواہ جد و جہد کي ایک شاندار تاریخ سمجھے ، مگر ہمارے نزدیک مسلمانوں کي حرکت کي تاریخ اگر شروع ہوگي تو اب سے شروع ہوگي - وہ فی الحقیقت ابتک سورہے تھے ، زندگي کي ان میں کوئي حرکت نہ تھي ، اور نیند نے ان پر موت کا جمود طاري کردیا تھا (و هو الذي يتوفاكم بالليل) - ایک سوے ہوے انسان کیلیے اسکي کوئي بحث نہیں ہوتی کہ دوڑنا بہتر ہے یا آہستہ چلنا ؟ ، کیا [illegible] بیٹھنا بہتر ہے یا دوزانو ہوکر بیٹھنا ؟ کیونکہ یہ حالتیں اسے پیش ہي نہیں آتیں - لیکن اب وہ جاگے ہیں ، انکو بیٹھنا بھي پڑے گا ، [illegible] بھي پڑے گا ، اور کبھي آہستہ خرامي اور کبھي تیز قدمي سے چلنا بھي پڑے گا - پس اب انکي حالت پیشتر کي سي بے خطر نہوگي ، کیونکہ امن موت میں ، مگر خطرہ صرف زندگي ہي میں ہوتا ہے - جب تک غافل پڑے ہوے سوتے رہے تو نہ اسکو روش گل پر چلنا تھا ، اور نہ جنگل کے خارزار پر ، لیکن اب دونوں طرح کي رہگذروں پر انکے قدم پڑسکتے ہیں - اسلیے فی الحقیقت سونچنے ، غور کرنے اور حزم و احتیاط کا وقت اب آیا ہے - بہت ممکن ہے کہ بیٹھنے کي جگہہ اٹھ کھڑے ہوں ، کچھ بعید نہیں کہ آہستہ چلنے کي جگہہ بے اختیار دوڑنے لگیں - ٹھوکریں بھي کھا سکتے ہیں ، اور در و دیوار سے ٹکرا بھي سکتے ہیں ، کیونکہ اب وہ سوے ہوے نہیں ہیں بلکہ زندہ اور متحرک ہیں - خطرات سے مقابلہ زندگي اور حرکت میں ہوتا ہے - جمود اور سکون میں نہیں ہوتا -

پس یہ نہیں ، تو اب ضرورت ہے کہ ایک ایسي حقیقي رہنمائي کے ہاتھ میں انکا ہاتھ ہو ، جو انہیں معطل بیٹھنے نہ دے - چلاتا رہے ، لیکن ساتھ ہي نگران بھي رہے کہ کہیں راہ کے ادھر ادھر گڑھوں اور غاروں میں پھسل نہ پڑیں -

مرا دو خضر عناں گیر باید از چپ و راست
کہ کج روي نکنم ، ورنہ عزم راہ خطاست

بارہا گفتہ ام و بار دگر مي گویم

کہ مسلمانوں کیلیے تمام عالم میں صرف ایک ہي ہاتھ ہے جو رہنما ہوسکتا ہے ، اور ایک ہي چشم نگران ہے ، جو لغزشوں سے بچاسکتي ہے - یہ وہي ہے جو کبھي (کوہ سینا) پر تجلي حق بنکر چمکي ، کبھي (فاران) پر ابر رحمت بنکر نمودار ہوئي - کبھي (غار ثور) میں لا تحزن ان اللہ معنا (۱) [illegible] تھي ، کبھي (بدر) کے کنارے ان ینصرک اللہ فلا غالب لکم (۲) کے پیغام بن تھي ، کبھي

---

(۱) غار ثور میں جب [illegible] حضرت صدیق رضي اللہ عنہ پریشان خاطر ہوے - تو آنحضرت صلعم نے [illegible] فرمایا کہ خوف مت کرو - اللہ ہمارے ساتھ ہے - (۲) اگر [illegible] تمہاري مدد کرے تو کوئي تم کو مغلوب نہیں کرسکتا -

(۱) یہ ایک ٹکڑا ہے سورہ کہف کے آخري رکوع کي ایک آیت کا جسکا ترجمہ یہ ہے - تم کو بتلاؤں کہ سب سے زیادہ گھاٹے ٹوٹے میں رہنے والے اعمال کن لوگوں کے ہیں - ایسے - جنکي تمام کوششیں صرف دنیوي زندگي کے پیچھے بھٹک گئیں - اور اسپر طرہ یہ کہ وہ سمجھے کہ ہم کوئي عمدہ کام کررہے ہیں - (فی الحقیقت مسلمانوں کے موجودہ لیڈروں کي رہنمائي کي پوري تاریخ اس آیت میں مضمر ہے -)

(احد) کے دامن میں وکان حقاً علینا نصر المومنین (٢) کی بشارت تھی - اور آج بھی ایک لٹے ہوے کارواں، ایک برباد شدہ قافلے اور ایک برہم شدہ انجمن کے لیئے امید کا آخری سہارا اور زندگی کی آخری روشنی ہے --

امن یجیب المضطر اذا دعاہ ویکشف السوء ویجعلکم خلفاء الارض ء الہ مع اللہ قلیلا ما تذکرون - امن یھدیکم فی ظلمات البر والبحر ومن یرسل الریاح بشرا بین یدی رحمتہ ء الہ مع اللہ - تعالی اللہ عما یشرکون (٢٧ - ٦٥)

کون ہے کہ جب ایک مضطر اور بیقرار روح اس کو پکارتی ہے تو اسکی فریاد وہ سنتا ہے اور اسکی مصیبت کو دور کرتا ہے ؟ اور کون ہے کہ اس نے تم کو زمین پر اپنا نائب بنایا اور اس کی وراثت بخشی ؟ کیا خدا کے سوا کوئی اور ہے ؟ پھر بتلاؤ، کون ہے جو خشکی اور تری کی تاریکیوں میں ہدایت کرتا ہے اور باران رحمت سے پہلے ہواؤں کو بشارت کے لیے بھیجتا ہے ۔ کیا خدا کے سوا کوئی دوسرا ہے ؟

دنیا میں جب کبھی کسی بنی آدم نے اصلاح حیات کی کوئی منزل طے کی ہے، تو صرف اسی ہاتھ کی رہنمائی سے، اور جو اسکی رہنمائی میں آگیا، پھر اسکے لیے گمراہی نہیں -

فمن یرد اللہ ان یھدیہ یشرح صدرہ للاسلام (٦ - ٣٧) افمن شرح اللہ صدرہ للاسلام فھو علی نور من ربہ - فویل للقاسیۃ قلوبھم من ذکر اللہ (٣٩ - ٢٢)

خدا جب کسی شخص کو راہ راست پر چلانا چاہتا ہے تو اسکا دل اسلام کے لئیے کھولدیتا ہے - اور جس کا دل کھولدیا گیا، تو پھر وہ اپنے پروردگار کی روشنی میں ہوتی ہے اور ہدایت اپنے سامنے پاتا ہے۔ مگر افسوس ان لوگوں پر، جنکے دل ذکر الہی سے غافل ہو کر سخت ہوگئے ہیں -

[illegible] اور تعلیمی مسئلہ

سب سے پہلے اس امر پر غور کرنا چاہیئے کہ اس تغیر خیالات کا منشا کیا ہے، اور رخ کسطرف ہونا چاہیئے ؟ ہمکو نہایت رنج اور قلق کے ساتھہ کہنا پڑتا ہے کہ اس لحاظ سے موجودہ تغیرات خیال کا منظر زیادہ اطمینان بخش نہیں ہے - ہم صاف صاف اور باواز بلند کہدیتے ہیں کہ اگر مسلمان اپنی قدیمی پالیسی کو صرف اسلیے چھوڑتے ہیں کہ تقسیم بنگال، اور مسئلہ یونیورسٹی کی وجہ سے وہ گورنمنٹ سے روٹھہ گئے ہیں، یا یہ تغیر صرف اسلیے پیدا ہوا ہے کہ آزاد خیال ہندوؤں کی دیکھا دیکھی اب مسلمان بھی پالیٹکس ! پالیٹکس ! پکارنے کیلیے مضطرب ہیں، تو وہ یاد رکھیں کہ اس نئے تغیر اور انقلاب میں انکے لیے کوئی برکت نہیں ہے - بہتر ہے کہ اب تک جہاں پڑے سسک رہے ہیں، وہیں بقیہ ایام ذلت وخواری اور کاٹ لیں - تاریکی ہی میں رہنا ہے، تو پھر اس سے کیا بحث کہ وہ کوئی گڑھا ہے، یا عمدہ بنایا ہوا تہہ خانہ ؟ اجتک انکی تمام ناکامیوں کی علت حقیقی یہ رہی ہے کہ انہوں نے اپنے اعمال زندگی کی کسی شاخ کو "سلطان قران" کے ماتحت نہیں رکھا، اور جب کبھی کوئی تحریک شروع کی، یا اپنے لیے کسی پالیسی کا پروگرام مرتب کیا، تو قران کریم کو اسطرح بھولے رہے، گویا اسکا نزول تاریخ عالم کا کوئی واقعہ ہی نہیں، اور یہ [illegible] کہ وہ اس نام کی کسی کتاب کے پیرو ہیں - اگر مسلمان [illegible] کے بعد پھر اسی گمراہی میں پڑنا چاہتے ہیں تو یہ ایک [illegible] سے نکلکر دوسری دلدل میں پھنسنا، اور ایک دام سے نجات پاکر دوسرے میں گرفتار ہونا ہوگا - پھر اگر گمراہی

کے قفس ہی میں ہمیشہ مقید رہنا ہے تو موجودہ قفس میں کونسی برائی ہے کہ نئے قفس کی جستجو کی جائے ؟

بیشک تقسیم بنگال کی تنسیخ اور یونیورسٹی کا مسئلہ ہمارے جمود و غفلت کیلیے ایک تازیانۂ تنبہ ضرور ہے، اور ہم یقینا شر الدواب عند اللہ (١) ہونگے، اگر اس سے متنبہ نہیں، لیکن ہماری آیندہ پالیسی کی بنیاد کوئی وقتی یا عارضی واقعہ نہیں ہونا چاہیئے، بلکہ وہ ایک مستقل اور دائمی اعتقاد ہونا چاہیئے، جو اپنے قیام کیلیے کسی بیرونی سہارے کا محتاج نہو - فرض کیجیے کہ کل گورنمنٹ نے پھر بنگال کے دو نہیں بلکہ تین ٹکڑے کردیے، اور وزیر ہند نے اعلان کردیا کہ یونیورسٹی کا نام علی گڈھ نہیں بلکہ مسلم ہوگا، کیونکہ جو گورنمنٹ ایک مرتبہ تقسیم کرکے اسے منسوخ کرسکتی ہے، وہ اب سب کچھہ کرسکتی ہے، پھر کیا اس حالت میں مسلمانوں کی پالیسی پر ایک تیسرا انقلاب طاری ہوجاے گا ؟ اور پھر تغیر ! تغیر ! کی صدا بلند کی جاے گی ؟ اسکے تو یہ معنی ہوے کہ اپنا کوئی عقیدہ، کوئی خیال، کوئی مقصود، کوئی نصب العین، اور کوئی اصلی پالیسی نہیں، اب صرف گورنمنٹ کے چشم و ابرو کی حرکت کا نام ہیں، اور صرف اسی کو تکتے رہتے ہیں - اگر مصلحۃ لطف و مہر کی علامتیں نمایاں ہولیں، تو "سمعنا و اطعنا" کہکر سر بسجود ہوگئے، اور اگر مصلحت نے گوشۂ چشم رقیبوں کی طرف پھیر دیا، تو لگے منہہ بسورنے اور آنسو بہانے -

سوال یہ ہے کہ خود آپ کے پاس بھی کوئی شے ہے یا نہیں ؟

ہم نہایت حسرت کے ساتھہ یہ بھی دیکھہ رہے ہیں کہ جو لوگ تقسیم بنگال کی تنسیخ سے نہیں، بلکہ پیشتر سے اپنے اندر آزادی اور حقوق طلبی نہ پالیسی کا ولولہ رکھتے ہیں - گو علم راہ ضلالت سے الگ رہنے کا انہیں الاؤنس دینا چاہیئے، لیکن افسوس ہے کہ انکے سامنے بھی ہندوؤں کی پولیٹکل جد و جہد کے سوا کوئی مستقل اور علحدہ راہ نہیں ہے - وہ بھی اپنی ترقی کا سدرۃ المنتہی صرف یہ سمجھتے ہیں کہ کسی نہ کسی طرح ہندوؤں کے قدم بقدم چلنا سیکھہ جائیں - بیشک ہمارے عقیدے میں بھی آجکل مسلمانوں کیلیے عبرت اور تنبیہ کا سب سے بڑا سبق ہندوؤں کے سیاسی اعمال میں ہے، اور بڑی بدبختی یہی تھی کہ آجتک اس سے عبرت حاصل نہیں کی گئی - لیکن پیروان "اسلام مبین" کیلیے اس سے بڑھکر کوئی مذہبی موت نہیں ہوسکتی کہ اعمال زندگی کے ایک ضروری شعبے میں انکو اسلام تعلیم دینے سے مجبور ولاچار ہوگیا ہو، اور اسکی طرف سے مایوس ہوکر انہیں ایک دوسری قوم کے دستر خوان کی چھوڑی ہوئی ہڈیوں پر للچانا پڑے - اگر ایسا ہی ہے، تو بہتر ہے کہ سرے سے اسلام ہی کو خیرباد کہدیا جاے - دنیا کو ایسے مذہب کی کیا ضرورت ہے، جو صرف خطبۂ نکاح میں چند آیتیں پڑھدینے، یا بستر نزع پر سورۂ یاسین کو دہرا دینے ہی کیلیے کارآمد ہوسکتا ہے ؟

(١) ان شر الدواب عند اللہ الصم البکم الذین لا یعقلون - سب سے زیادہ بدتر چارپائے خدا کے آگے وہ انسان ہیں - جو بہرے اور گونگے ہوگئے ہیں اور اپنی عقل سے کام نہیں لیتے ہیں (اسی سورۃ میں دوسری جگہ فرمایا ہے ان شر الدواب عند اللہ الذین کفروا فھم لا یؤمنون - اس سے ثابت ہوا کہ کفر کی [illegible] عقل و تفکر و تدبر [illegible] معطل ہو گیا)

(٢) مومنوں کی فتح و نصرت [illegible]

ومن يبتغ غير الاسلام دينا فلن يقبل منه (؟)

"وجوہ العبرت" تبیہ نیر منقسم (۱)

ہمارے نزدیک اسلام کے دامن تقدیس پر اس سے بڑھکر اور کوئی بدنما دھبہ نہیں ہوسکتا کہ انسانی حریت اور ملکی فلاح کا سبق مسلمان دوسری قوموں سے لیں - اس بارے میں ہمارے خیالات - الحمد للہ - عام خیالات کی سطح سے بہت بلند ہیں - اور گو موقعہ نہیں ' مگر ضمناً انکی طرف اشارہ کردینا ضروری ہے - ہمارا عقیدہ ہے کہ جس طرح اسلام کا خدا اپنی ذات و صفات میں "وحدہ لاشریک" ہے ' کوئی ہستی اور وجود اسمیں شریک نہیں ' اسی طرح اسکا "قران کریم" اپنی جامعیت اور کمال تعلیم میں "وحدہ لاشریک" ہے ' اور بالکل اسی طرح اسکا لانے والا رسول کمال انسانیت و تعبد ' اور قواعد نبوت و اصلاح میں بھی "وحدہ لاشریک" ہے ' انکی صفات و خصائص میں کوئی اسکا شریک نہیں : —

راہ نسبت طلبی بین کہ چہ شاہان رفتم

پس ضرور ہے کہ جو امت اس خداے واحد ' اس قران واحد ' اور اس رسول واحد کے دامن تعلیم سے وابستہ ہو ' وہ بھی اپنے اندر اس شان وحدت و یکتائی کا جلوہ رکھے ' وہ بھی اپنے اعمال زندگی کی ہر شاخ میں "وحدہ لاشریک" ہو - اسکے اعمال و خصائص بھی "من رآنی فقد رای الحق" کی صداے اتحاد سے غلغلہ انداز عالم ہوں (۲) تمام دنیا کی قومیں اسکے اعمال کا اتباع کریں ' زندگی کے ہر حسن و جمال میں اسکے خال و خط مرقع عالم کیلیے نمونہ بنیں - وکذلک جعلناکم امۃ وسطاً کے یہی معنے ہیں ' اور اسی لیے مسلمانوں سے وعدہ کیا گیا تھا کہ :

يا ايها الذين امنوا ان تتقوا الله يجعل لكم فرقانا (۸ - ۹۲)

مسلمانو ! اگر تم اللہ کا خوف اپنے اندر پیدا کرکے متقی بن جاوگے تو وہ تمہارے لیے تمام دنیا میں ایک خاص امتیاز اور خصوصیت پیدا کردے گا -

جس قوم کو اس صداے الہی نے مخاطب بنایا ہو ' اسکے لیے اس سے بڑھکر کیا بدبختی ہوسکتی ہے کہ وہ اپنی زندگی کی ہر شاخ میں غیروں کے لیے نمونہ بننے کی جگہہ ' خود دوسروں کو اپنا کعبۂ مقصود اور قبلۂ آمال بنا رہی ہے ؟ سیاسی بحث تو ضمنی ہے ' ہمارا اصلی ماتم صرف اتنے ہی پر موقوف نہیں ' ہم کو تو یہ نظر آرہا ہے کہ آج مسلمانوں کیلیے تعلیم ' اخلاق ' معاشرت ' سیاست ' بلکہ مدنی زندگی کی ہر شاخ میں انکے لیڈر صرف اسی کو فرض رہنمائی سمجھتے ہیں کہ انکے آگے دوسری قوموں کے اعمال پیش کردیں - تہذیب و انسانیت کی ضرورت ہے تو مسلمان یورپ کی شاگردی کریں ' پولیٹکل آزادی کی ضرورت ہے تو اپنی ہمسایہ قوموں سے بھیک مانگیں ' پھر ہمیں بتلایا جاے کہ خود بدبخت مسلمانوں کے پاس بھی کچھہ ہے یا نہیں ؟ جو مسلمانوں کے رہنما قوم کے جاہ و فلاح کیلیے مذہب کے دائرہ کو ناگزیر دیکھکر ' اپنے شاندار اسٹیجوں پر مذہب ! مذہب ! اور اسلام ! اسلام ! پکارتے ہیں ' قطع نظر اسکے کہ خود انکی زندگی میں اس اسلام کا اثر کہاں تک موجود ہے - ہم پوچھتے ہیں کہ انہوں نے کبھی قوم کو یہ بھی بتلایا ہے کہ زندگی کی ہر شاخ میں خود اسلام کا نمونہ کیا کیا ہے ؟ اور اگر نہیں بتلایا ہے تو قوم بتلاے ایک مسیحی رہنما اور ایک مسلمان لیڈر میں کیا فرق ہے ؟ سچ یہ ہے کہ وہ غریب خود جس متاع سے تہی دست ہیں - دوسروں کے آگے کیا پیش کرینگے ؟

خفتہ را خفتہ کے کند بیدار ؟

یہی بنیادی گمراہی ہے ' جس نے جسم ملت کی ریڑھہ کی ہڈی تک کو گھلادیا ہے - مسلمان اگر مسلمان ہوتے ' تو سمجھتے ' کہ انکے لیے خود انکے سوا دنیا میں اور کوئی نمونہ نہیں ہوسکتا - اگر فی الحقیقت دنیا کی کسی قوم کے پاس کوئی عمدہ خیال ' کوئی واقعی سچائی ' اور کوئی اچھا عمل پایا جاتا ہے ' تو اسکے یہ معنے ہیں کہ وہ بدرجۂ اولی اسلام میں موجود ہے ' اور اگر نہیں ہے ' تو اسکی اچھائی بھی قابل تسلیم نہیں - اسلام کے معنی کی اصلی وسعت سے دنیا بے خبر ہے - اسلام تو اعتقاد و عمل کی ہر صداقت اور کائنات کے ہر حسن و جمال کا نام ہے - جہاں کہیں صداقت اور جمال موجود ہے ' وہاں کہا جائیگا کہ وہ اسلام ہے ' گو دنیا کو اسکی خبر نہو - وللہ در من قال :

عباراتنا شتی ' وحسنک واحد
وکل الی ذاک الجمال یشیر

اللہ اللہ ! خدا تو مسلمانوں سے چاہتا ہے کہ مجھکو نمونہ بناؤ ' اور میری صفات کاملہ سے مشابہت پیدا کرو (تخلقوا باخلاق اللہ) (۱) اور آج مسلمان ہیں کہ انسانوں کو اپنا اسوۂ حسنہ بناتے ہیں ' کہ (تخلقوا باخلاق الافرنج) اور اگر کوئی انکی نقالی بن آتی ہے تو "انا الافرنج" کا نعرہ لگا کر اسقدر نازاں ہوتے ہیں ' کہ حسین بن منصور کو "انا الحق" پر بھی اتنا ناز نہوگا ! ! کذلک یجعل اللہ الرجس علی الذین لا یومنون (۲) (۱۷ : ۵۱۲)

اسی کا نتیجہ ہے کہ مسلمان جس قدر اصلاح کی طرف قدم بڑھاتے ہیں ' اتنا ہی ضلالت انسے قریب تر ہوتی جاتی ہے - وہ جسقدر ترقی ! ترقی ! پکارتے ہیں ' اتنی ہی تنزل ! تنزل ! کی آواز سنائی دیتی ہے - وہ گویا دلدل میں پھنس گئے ہیں ' جسقدر زور کرتے ہیں ' اتنا ہی پاؤں اور دھنسا جاتا ہے - یا انکے رشتۂ فلاح میں بدبختی کی گرہ پڑگئی ہے ' جسقدر کھینچتے ہیں ' اتنی ہی وہ اور زیادہ کستی جاتی ہے ' او کظلمات فی بحر لجی یغشاہ موج ' من فوقہ موج ' من فوقہ سحاب ' ظلمات بعضها فوق بعض ' اذا اخرج یدہ

---

(۱) وہ اپنے تمام محاسن اور کمالات میں فرد اور یگانہ ہے - اسی لیے اسکے جوہر حسن میں تقسیم نہیں ہوسکتی - (قصیدۂ بردہ)

(۲) اس موقعہ پر ناظرین صحیح بخاری کی (حدیث ولی) کو پیش نظر رکھیں - جسے حضرت ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے ' اور جو (الامر بالمعروف) کے تیسرے نمبر میں ہم نے درج کی تھی ' کہ لایزال عبدی یتقرب الی بالنوافل حتی احببتہ ' فاذا احببتہ کنت سمعہ الذی یسمع بہ (الی آخرہ) -

(۱) یہ ایک مشہور حدیث ہے کہ اپنے اندر خدا کا اخلاق اور صفات پیدا کرو - مطابع الہلال کے سلسلۂ مالفعات کی ایک کتاب (خصائص مسلم) زیر طبع ہے - جسکا موضوع بحث یہ ہے کہ ایک مسلم زندگی کی تصویر کیسی ہونی چاہیے - شاید بعد اشاعت ناظرین اسے ایک نئی قسم کی تحریر پائیں - (۲) ایسی ہی ملتی گمراہی کی گندگی میں وہ لوگ گرفتار ہوجاتے ہیں - جنکو اللہ پر ایمان کامل نصیب نہیں -

لم یکد یراها - و من لم یجعل الله له نورا فماله من نور (۲۴ : ۴۰) (۱)

جو قوم خدا سے اپنا رشتہ کاٹ دیتی ہے ' اور اسکے فرمان و احکام سے روگردانی کرتی ہے ' اسکے اعمال نور الہی سے خالی ہوجاتے ہیں ' اسپر ضلالت و گمراہی کا ایک شیطان مسلط ہو جاتا ہے ' اور وہ اسکو اپنا مرکب بنا کر اسکے گلے میں اپنی اطاعت کی زنجیریں ڈالدیتا ہے :

و من یعش عن ذکر الرحمن نقیض له شیطانا فهو له قرین (۴۳ - ۳۶)	اور جو شخص خدا کے ذکر سے روگردانی کرتا ہے ہم اسپر ضلالت کا ایک شیطان متعین کردیتے ہیں جو اسکے ساتھ رہتا ہے

پھر وہ یکسر گمراہی اور ضلالت ہو جاتی ہے ' اسکی زندگی ناکامی و نامرادی کی تصویر بن جاتی ہے - وہ طلب مقصود میں آوارہ گردی کرتی ہے ' مگر چونکہ مقصود تک پہنچانے والے ہاتھ میں اسکا ہاتھ نہیں ہوتا ' اسلیے کبھی مقصود تک نہیں پہنچتی - مسلمانوں کے تمام ترقی کے ولولوں اور اصلاح کی کوششوں کا بھی یہی حال ہو رہا ہے - نامرادی کے سوا انہیں کچھ حاصل نہیں ' انکے لیکر پانی کو ڈھونڈھتے ہیں ' مگر دوڑتے ہیں ریگ زار کی طرف :

اعمالهم کسراب بقیعة یحسبه الظمان ماء - حتی اذا جاءه لم یجده شیئا (۲۴ - ۳۹)	انکے اعمال کی مثال ایسی ہے جیسے چٹیل میدان میں چمکتا ہوا ریت ہوتا ہے ' پیاسا دور سے اسکو پانی سمجھکر چلا - مگر جب پاس آیا تو کچھ بھی نہ تھا

عود الی المقصود

پس اگر مسلمان زندگی حاصل کرسکتے ہیں ' تو مسلمان بنکر ' ہندو یا مسیحی بنکر نہیں - آپکے ہاں اگر شمع کافوری جل رہی ہے تو آپکو کسی فقیر کے جھونپڑے سے اسکا ٹمٹماتا ہوا دیا چرانے کی کیا ضرورت ہے ؟ پھر یہ بھی ہے کہ فرض کرلیجیے ' کل ہندوؤں کو اپنی پالیسی بدل دینی پڑی - جتنی راہیں انسانی دماغ کی پیدا کردہ ہیں ' ان میں تغیر و تبدل ہروقت ممکن ہے ' البتہ خدا کی تعلیم میں ممکن نہیں کہ لاتبدیل لکلمات الله - پھر کیا اس حالت میں مسلمان بھی اپنے اماموں کے ساتھ اپنی عمارتیں توڑ دیں گے ؟ ذرا غور سے کام لیجیے کہ گہری اور تفکر طلب باتیں ہیں - ہم مسلمانوں کے ذہن نشین کرنا چاہتے ہیں کہ خواہ کسی اصول پر مبنی ہو ' لیکن وہ ایک ایسی راہ پیدا کرلیں جو انکی مستقل اور مخصوص راہ ہو ' جسمیں کبھی تغیر کی ضرورت نہو ' تمام خارجی اثرات تغیر سے محفوظ ہو ' تاکہ کہا جا سکے کہ وہ مسلمانوں کی راہ ہے - ایسا نہو کہ محض خارجی حالات کے تابع ہوکر آپ اپنے تئیں بالکل بھول جائیں - یہ نہو کہ آپکی پالیسی صرف گورنمنٹ کے انداز نظر کا نام ہو - لطف و مہر کی بہار آئے ' تو آپکی پالیسی دوسری ہو ' اغماض و اعراض کی باد خزاں چلے ' تو آپکا آشیانہ دوسری جگہ بن جائے - تقسیم بنگال کی تنسیخ ' اور یونیورسٹی کا الحاق و عدم الحاق آپکی پالیسی کو طیار نہ کرے - بلکہ آپکے منقسم اقلیم دل کا اتصال ' اور آپکے شکستہ رشتۂ الہی کا الحاق ' آپکے لیے ایک دائمی اور ناممکن التبدیل پالیسی مہیا کردے -

(۱) یا پھر انکے اعمال کی مثال ایک دوسرے گہرے دریا کے اندر کی تاریکیوں کی سی ہے کہ دریا کو لہرنے ڈھانک رکھا ہے - لہرے اوپر لہر - اور اسکے اوپر بادل - اسطرح ایک تاریکی کے اوپر دوسری تاریکی ہے - اگر دریا کی تہہ میں کوئی اپنا ہاتھ نکالے - تو امید نہیں کہ اسکو دیکھ سکے - اور اصل یہ ہے کہ جسکو الله ہی کا نور نہ ملے ' تو پھر اسکے لیے روشنی کہاں -

شئون عثمانیہ

کتب علیکم القتال و هو کرہ لکم - و عسی ان تکرهوا شیئا و هو خیر لکم ' و عسی ان تحبوا شیئا و هو شر لکم - والله یعلم و انتم لا تعلمون (۲ - ۲۱۲) (۱)

اس هفتے همیں چاہا کہ ترکی کے موجودہ اختلالی انقلابات کے اغراض و علل پر حسب وعدہ اشاعت گذشتہ ایک مفصل افتتاحیہ (لیڈنگ آرٹیکل) لکھیں ' لیکن چند سطریں لکھیں تھیں کہ ترکی کی موجودہ مشکلات سامنے آگئیں - خیال ہوا کہ سب سے پہلے موجودہ کوائف پر متوجہ ہونا چاہیے ' اس سے اگر وقت بچا ' تو اندرونی نزاعات کی افسانہ گوئی کیلیے بہت سی راتیں باقی ہیں -

یورپ نے اپنے موجودہ صلیبی جہاد (کروسیڈ) کا جو پروگرام مرتب کیا ہے - اسکی پہلی دفعہ مسئلۂ مشرقی کا انفصال ' یا بقیہ یوروپین ترکی کی تقسیم ہے - نہیں معلوم یہ تقسیم کب کی ہوچکی ہوتی ' لیکن :

فاغرینا بینهم العداوة والبغضاء الی یوم القیامة و سوف ینبئهم بما کانوا یصنعون (۵ - ۱۷)	همنے عیسائیوں کے اندر باهمی عداوت اور بغض کو قیامت تک کیلیے ڈالدیا ہے اور آخر کار خدا انکو بتا دیگا کہ دنیا میں اپنے کام کیسے رہے ہیں

دول یورپ کی باهمی رقابت کو خدا تعالی نے اسکا ذریعہ بنادیا کہ اسلامی حکومت کا آخری نقش قدم یورپ میں ابھی عرصے تک باقی رہے - اسی رقابت سے قسطنطنیہ کے بحالت خود بقا کا مسئلہ پیدا ہوا - اور پہلی (پیرس کانفرنس) میں تمام دول یورپ نے اسکی توثیق اور ذمہ داری پر دستخط کر دیے -

لیکن یہ رقابت بلقانی ریاستوں کی خود مختاری کی مانع نہ تھی - کیونکہ انکی آزادی سے دول کے باہمی توازن قوا پر کوئی اثر نہیں پڑتا تھا - اسلیے بظاہر دماغ کو کامل اور سالم رکھکر ' صرف اعضا کی قطع و برید کا عمل شروع کردیا گیا ' اور برلن کانگرس نے بلقانی قطعے بعنوان مختلف آزاد کرادیے - یہ وہ یوروپین قطعات تھے جو ایک صدی سے زیادہ عرصے تک ترکی کے محکوم صوبے رہچکے تھے ' اور انہی میں سے ایک ریاست آج ترکی کے مقابلے میں مغرورانہ اعلان جنگ کر رہی ہے : وتلک الایام نداولها بین الناس -

بلقانی صوبوں میں صرف ایک آخری صوبہ (مقدونیا) باقی رہگیا ہے - سنہ ۱۸۷۰ - سے آجتک روس اور آسٹریا اور تمام ریاست ہاے بلقان مال و موت اور سازش کی سخت سے سخت طاقتیں اسکے لیے صرف کررہی ہیں ' اور بقیہ دول ستہ کا اتحاد و اشتراک عمل ہر موقعہ پر انکے ساتھ ہے - باہر کے اغوا اور سازش کے بل پر خود

(۱) مسلمانو - تم پر جنگ و قتال میں پڑنا لکھدیا گیا ہے - یہ تمکو ناگوار گذرے گا - لیکن عجب نہیں کہ ایک چیز تم کو بری لگے - اور وہ تمہارے حق میں اچھی ہو - اور کسی چیز کو تم اچھا سمجھو اور وہی تمہارے حق میں بری نکلے - کیونکہ الله جانتا ہے مگر تم نہیں جانتے -

مقدونیا کی مسیحی جماعتوں کی انجمنیں امریکہ ' پیرس ' جنیوا ' صوفیا ' اتھینس ' اور وارسا میں برسوں سے قائم ہوگئی ہیں : قوموں اور ملکوں کو آزاد کرانے کا یورپ میں اصلی وسیلہ اندرونی بغاوت ' خفیہ سازشیں قتل و غارت ' اور تمرد و سرکشی ہے ' اور گو روس پولینڈ میں اور انگلستان مصر میں اسکو پسند نہ کرے ' لیکن مقدونیا کی مسیحی آبادیوں میں (جو عہد گذشتہ میں بھی یقیناً مظلوم رعایائے ترک سے زیادہ آزاد اور امن و امان میں تھیں) ان تمام وسائل کو عمل میں لانے کیلیے تنخواہ دار ایجنٹوں اور واعظوں پر کروروں روپیہ صرف کر چکا ہے - سلطان عبد الحمید کے زمانے میں آخری تدبیر دول ثلاثہ کے ہائی کمشنروں اور انکے ماتحت ایک علحدہ فوجی پولیس کی ترتیب کا قیام تھا ' لیکن اس سے بھی مقصود یہی تھا کہ اندرونی بغاوتیں اور زیادہ بھڑکائی جائیں ' اور مختلف مسیحی کلیساؤں کے معتقد ہونے کی وجہ سے جو قدرتی باہمی نفاق وہاں موجود ہے ' اسے مشتعل کر کے عام بد نظمی اور طوائف الملوکی کی حالت پیدا کردی جائے - چنانچہ سنہ ۱۹۰۷ کے اواخر میں ایک سخت آتش فساد تمام مقدونیا میں بھڑک اٹھی - سرویا ' بلگیریا ' اور یونان نے اپنے اپنے مسلح گروہ علانیہ بھیجدیے ' اور ہر جماعت نے ایک جنگی گروہ کی صورت اختیار کرکے اطراف و جوانب کو لوٹنا شروع کردیا ' نتیجہ یہ نکلا کہ مقام (ریوال) پر شہنشاہ ایڈورڈ اور زار روس میں مشہور زارانہ ملاقات ہوئی ' اور اسکے بعد ہی انگلستان اور روس مقدونیا کی آزادی کیلیے ایک متحدہ یاد داشت (انگلو رشین اسکیم) پیش کرنے پر مستعد ہوگئے کہ سلطان عبد الحمید کی ہر موقعہ پر لچک جانے والی پالیسی کی آخری آزمایش کرلیں - یہ وقت بقیہ یورپین ترکی کیلیے نہایت نازک اور فیصلہ کن تھا ' لیکن عین اسی وقت سالونیکا کی مرکزی انجمن اتحاد و ترقی نے جو وقت مناسب کی منتظر تھی - یورپین ترکی کے آخری فیصلہ کن وقت کو دیکھکر اپنی کار روائی شروع کردی ' اور ۲۷ - جون سنہ ۱۹۰۸ - کو (نیازی بے) نے (رسنہ) سے ' اور ۵ جولائی کو قہرمان حریت (انور بے) نے (پرسی پی) سے علم حریت و دستور بلند کردیئے - جسکا نتیجہ یہ نکلا کہ ۲۴ جولائی کو دنیا کے دستوری انقلابات کا سب سے زیادہ اعجوبہ خیز واقعہ ظاہر ہوگیا ' یعنی یلدز کی گورنمنٹ دستوری حکومت کی صورت میں منتقل ہوگئی -

اس انقلاب نے یکایک یورپ کی امیدوں پر ایک وقتی موت طاری کردی - پیرس کانفرس سے لیکر برلن کے اجتماع تک دراصل یورپین ترکی کی آزادی کیلیے یہ دلیل پیش کی گئی تھی ' کہ باب عالی کانسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ نہیں ہے ' اور اسلیے مسیحی رعایا کے امن و امان اور آزادی کیلیے کوئی ضمانت نہیں - برلن کانگرس میں جب اسٹرین وکیل (کونٹ اندرسی) نے الحاق بوسنیا اور ہرزیگووینا پر زور دیا تھا ' تو لارڈ (سالسبری) اور لارڈ (بیکنس فلڈ) نے اسکی سفارشی تائید کیلیے یہی سہارا ڈھونڈھا تھا کہ " اس طرح دو یورپین صوبے بجا طور پر ایک کانسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ کی زیر نگرانی آجائیں گے - لیکن اگر باب عالی اپنی اصلاحات کی رفتار میں متوقع تیز رفتاری حاصل کرکے دستوری گورنمنٹ کے قیام پر کامیاب ہوگیا ' تو دول عظیمہ کی کانگرس یہ کہتے ہوے اپنے دلی مقصد کے اظہار میں بالکل صاف ہے کہ وہ انکو دوبارہ اپنے جغرافیے میں شامل کرلینے کیلیے کوئی رکاوٹ نہیں پائے گا "

پس دستوری گورنمنٹ کے قیام کے بعد کچھ دنوں کیلیے مطالبات کا دروازہ بند ہوجانا ناگزیر تھا ' تمام یورپ پر اس غیر متوقع انقلاب نے ایک سکتے کا عالم طاری کردیا ' اور بظاہر ہر طرف سے اظہار مسرت و شادمانی کے اعلانوں میں نئی حکومت کا استقبال کیا گیا -

مسئلہ مقدونیا بعد دستور

یہ گویا مقدونیا کی قبل از دستور حالت کی طرف ایک سرسری اشارہ تھا - اعلان دستور کے بعد کچھ دنوں تک تو بظاہر تمام یورپ نے بہ تکلف اپنا چہرہ ایسا بنالیا ' گویا واقعی طور پر انقلاب کے متوقع نتائج کا انتظار کر رہا ہے - مگر یہ انتظار بالکل بے معنی تھا ' کیونکہ جن چیزوں کو " اصلاحات " کے عظیم الشان لقب کے دینے کا تمسخر کیا جاتا تھا ' وہ ترکی کے تاریک سے تاریک عہد میں بھی یورپین ترکی کے ہر مسیحی باشندے کو حاصل رہی ہیں -

تاہم یہ تصنع کا چہرہ زیادہ عرصے تک نباہت نہ نبہا سکا ' اور اب پچھلے مطالبات کو اس لہجے میں دہرانا شروع کردیا گیا کہ دستوری انقلاب نے نتائج مقدونیا کی حالت میں بالکل ظاہر نہیں ہوے - اسمیں سب سے زیادہ حصہ انگلستان کے پریس نے لیا اور عام طور پر دستوری گورنمنٹ کو ناکامی اور بے اثری کا طعن دینا شروع کردیا - نوجوان ترکوں کو معلوم تھا کہ یہ الزام ایک ایسے ملک کی طرف سے دیا جا رہا ہے ' جہاں پارلیمنٹ قائم ہوکر متصل چار سو برس تک فتنہ و فساد اور قتل و غارت کا موجب رہی ' اور نظم و امن کی جگہ آس نے یورپ کے امن کو صدیوں تک خطرے میں رکھا - لیکن انھوں نے پوری خاموشی کے ساتھ ان تمام طعنوں کو برداشت کیا اور صرف ڈھونڈھتے رہے کہ کسی طرح دستوری انقلاب کی ابتدائی مشکلات سے ملک گذر جائے - انگلستان کی یہی سرد مہری تھی ' جس نے اتحاد و ترقی کو پھر جرمنی کی طرف مائل کردیا تھا ' اور اسی جرمن اثر کا نتیجہ تھا کہ انگلستان نے (کامل پاشا) کو ہاتھ میں لیکر اتحاد و ترقی کی مخالفت شروع کی تھی -

دستوری انقلاب پر اظہار مسرت و استقبال اگر اخبار کے صفحوں پر تھا تو دوسری طرف تھوڑے وقفے کے بعد روس و آسٹریا اور بلقانی ریاستوں نے اپنی قدیمی کار روائیاں بھی شروع کردی تھیں - اسکا پہلا ظہور البانیا کی پہلی شورش تھی ' جسمیں روسی ' یونانی ' سرویں ایجنٹوں کا اسلحہ تقسیم کرنا ' اور خفیہ باغیوں کو بکثرت روپئے سے مدد دینا جرمن اخبار کے وقائع نگاروں نے ثابت کردیا تھا - اسکے بعد ہی جنگ طرابلس کا آغاز ہوگیا ' اور ترکی نے مایوسوریوں کے مطالبات ایک حد تک منظور کرکے پوری توجہ طرابلس پر صرف کردی - اب یہ موقعہ بلقانی ریاستوں کو مطلب براری کیلیے بہت اچھا ملگیا - سرویا جو ایک عرصے سے بڑی حکومت بننے کا خواب دیکھ رہی تھی - کوئی وجہ نہ تھی کہ اس موقعہ سے فائدہ نہ اٹھاتی - آسٹریا اور روس و یونان نے اسکو اور بھڑکایا - بد قسمتی سے اتحاد و ترقی کے نادان دشمن اس موقعہ پر غیروں کے ہاتھ ایک

اللہ کو بلکٹے ' اور اتحاد و ترقی کو شکست دینے اور بدنام کرنے کیلیے البانیا میں بغاوت پھیلانے کا سامان کرنے لگے - اٹلی طرابلس کے اندر مجبور ہوکر صلح کیلیے ترکی کو دبانا چاہتی تھی ' اسلیے وہ اور اسکے حلیف بھی آمادہ ہوگئے کہ بلقان میں جلد سے جلد شورش پیدا کردینے کے وسائل عمل میں لے آئیں - یہ اسباب تھے جنھوں نے ایک بلقانی متحدہ سازش کی صورت اختیار کرکے باہر کی اعانت بھی بہت جلد حاصل کرلی ' اور " مسئلۂ مقدونیا " پھر زندہ کرکے کھڑا کردیا گیا - افسوس کہ تفصیل کی گنجائش نہیں ' ورنہ اس سرگذشت میں بہت سی باتیں خصوصیت کے ساتھہ لکھنے کی تھیں -

کوچنہ کا حادثہ

بظاہر موجودہ شورش کی ابتدا ۲ - اگست کے " حادثۂ کوچنہ " کو بیان کیا جاتا ہے ' جسمیں حسب روایت (دوفیڈ) ۲۳ - بلغاری دو بمب کے گولوں کے پھٹنے سے ہلاک ہوگئے تھے ' اور اسکے بعد ۴ - اور ۵ - کو ایک مسیحی قتل عام کی خبر تمام عالم میں مشہور کی گئی تھی - لیکن یہ حادثہ فی الحقیقت خود بلقانی ریاستوں کی ایک متحدہ کوشش سے عمل میں آیا تھا ' تاکہ بہانہ ہونی اور مسئلۂ مقدونیہ کو از سر نو اٹھانے کا موقعہ ہاتھہ آجاے - یوروپین ترکی میں ہمیشہ اسی طریق پر عمل در آمد رہا ہے - مشہور جرمن اخبار (رش) کا نامہ نگار اس حادثے کی نسبت لکھتا ہے :-

" کوچنہ کا واقعہ کوئی اتفاقی حادثہ نہ تھا - یہ ایک قدیمی اور طے شدہ پالیسی کا عملی ظہور تھا - یہ خونریزی کامل غور و فکر کے بعد خود کرائی گئی تھی - مہذب یورپ کو شاید یقین نہ آے کہ اسطرح کوئی خونریزی خود اپنی جانوں اپنے لیے کرائی جاسکتی ہے ' مگر یہ ایک ایسی حقیقت ہے ' جسکا علانیہ اقرار خاف اٹھا اٹھا کر خود مقدونی انقلاب خواہ کر رہے ہیں - اس سے مقصود یہی تھا کہ ترکی کے مظالم اور مدابم کا افسانہ ایک مرتبہ پھر دہرادیا جاے ' اور دول کی مداخلت اور مقدونیا کی ازادی کا راستہ صاف ہوجاے "

ناظرین کو یاد ہوگا کہ ہم نے اس زمانے میں اخبار (ٹمپس) اور (فرنک فرٹر زیٹنگ) کے ایک نوٹ کا ترجمہ شائع کیا تھا ' جنکے نامہ نگاروں نے بھی اسی کے قریب قریب حالات ظاہر کیے تھے -

ترکی کی مشکلات

جو حکومت ایک صدی سے متصل مشکلات کی زندگی بسر کر رہی ہو ' اسکے لئے موجودہ مشکلات میں کوئی ندرت نہیں - تاہم اس وقت طرابلس کی مصروفیت کے ساتھہ اسکو یورپی پانچ طاقتوں سے نبرد آزمائی کرنی پڑے گی - بلقانی کانفیڈرسی اور سازشی اتحاد کے ساتھہ یونان اور آسٹریا کی فوجی طیاریاں بھی اسکے سامنے ہیں ' اور کریٹ بھی ضرور ہے کہ اپنے یونانی الحاق کے پرانے خواب کی تعبیر موجودہ حالات ہی میں ڈھونڈے - موجودہ وزارت نے صلح کے معاملات میں جو باقاعدہ شرکت کی ہے ' اور جسکا خدا نکرے کہ کوئی اسلامی سوء نتیجہ ۸ - اکتوبر کو سننا پڑے - وہ بھی یقیناً انھی مشکلات کے طبعی اثر کا نتیجہ ہے ' اور ان شورشوں کا ایک بہت بڑا مقصود یہ بھی تھا - تاہم اسلام کیلیے جو فیصلہ کن گھڑیاں گذر رہی ہیں انکا اب یہی اشارہ ہے کہ جو کچھہ ہونا ہے ' ایک مرتبہ ہوجاے - کچھہ عجب نہیں کہ اللہ تعالیٰ نے (جو یقیناً مسلمانوں کی بد عملیوں کی نحوست سے اپنے کلمۂ توحید کی حفاظت چھوڑ نہ دیگا) ترکی کی زندگی کیلیے ایک سیلاب خون کو طے کرنا مقدر کردیا ہو -

عسی ان تکرهوا شیئاً و هو خیر لکم

دستوری حکومت نے ہمیشہ جنگ میں پڑنے سے دامن بچایا ' اور ہمیشہ اصلاحات و تغیرات کیلیے فرصت اور سکون ڈھونڈھتی رہی ' مگر یہی فرصت درحقیقت اسکے لیے عہد جدید کے تمام نقائص کا سرچشمہ بن گئی - انقلاب دستوری کے بعد ملک میں اندرونی نزاعات ' عاجلانہ نفع کی توقعات ' اغراض و مقاصد کے تصادم اور ناتجربہ کارانہ سیاسی خود مختاری کی مضرات کا ظہور ہمیشہ سے لازمی رہا ہے - ایسی حالت میں انقلاب کے بعد کسی بیرونی مصروفیت کا پیدا ہوجانا رحمت الہی سے کم نہیں ہوتا ' کیونکہ ملک کے تمام منتشر قوا جمع ہوجاتے ہیں ' باہمی عداوتیں اور دشمنیاں عہد مودت و اخوت سے مبدل ہوجاتی ہیں - جنگی اشتعال خانگی جھگڑوں کو بھلا دیتا ہے ' اور جو ملکی قوت اندرونی مناقشات میں ضائع ہو رہی تھی ' وہ ایک عمدہ مرکز پر جمع ہوکر مفید طریقے سے خرچ ہونے لگتی ہے - عثمانی انقلاب کے بعد اندرونی نزاعات کا ایک سخت طوفان اٹھا ' لیکن خدا نے ہی نے بوسنیا اور ہرزیگوینیا کا معاملہ پیدا کردیا ' تاکہ باہمی تناغض و تناقش کی قوتیں اسٹریا کے مقابلے میں صرف ہوں - اسکے بعد سکون طاری ہوا تو ابتدائی قضیے پھر تازہ ہوگئے ' علی الخصوص حزب الحریہ و الائتلاف اور اتحاد و ترقی کی پہلی معرکہ آرائی اور (صادق بے) کی پارٹی کا اعلان - بہت ممکن تھا کہ یہ وقت ترکی کے داخلی امن کیلیے سخت مخدوش ثابت ہوتا ' لیکن قدرت الہی نے اسی وقت اٹلی کو بھیجدیا ' اور ایک اعدٰ عدو دشمن کے ہاتھوں خلافت عثمانیہ ' اور قواے بقیۂ اسلامیہ کو وہ فوائد عظیمہ پہنچادئیے جسکی نظیر اسلام کی پچھلی کئی صدیوں کی تاریخ میں نہیں مل سکتی -

ان اللہ لیوید هذا الدین بالرجل الفاجر (۱)

اس وقت پھر ترکی ایک نہایت شدید اندرونی فتنے میں مبتلا ہوگئی تھی ' گویا آل عثمان کے خاندان کے تمام اعضا باہمی نزاعوں سے بے قابو ہوکر دست و گریباں ہونے کیلیے طیار تھے - کچھہ عجب نہ تھا کہ عنقریب اتحاد و ترقی کا نیا پروگرام حسب اعلان آخری اپنا عمل در آمد شروع کردیتا اور خلافت اسلامی کیلیے فی الحقیقت وہ ایک فزع الاکبر کا دن ہوتا - لیکن اللہ تعالے نے پھر ایک نیا سامان اس فتنے کے انسداد کا بہم پہنچادیا ' اور اسکی رحمت و نصرت کی جلوہ

---

(۱) بخاری و مسلم نے حضرت ابو ہریرہ سے روایت کیا ہے کہ ایک جنگ کے موقعہ پر آنحضرت نے ایک شخص کی نسبت کہا کہ وہ اہل نار میں سے ہے - مگر دوسرے دن اس نے جہاد میں کارہاے نمایاں انجام دیے ' اسپر صحابہ متعجب ہوے کہ ایسا جانباز کیونکر دوزخی ہو سکتا ہے ؟ لیکن اسکے بعد ہی معلوم ہوا کہ کثرت زخم سے مضطرب ہوکر اس نے خود کشی کرلی اور اس طرح واقعی اہل نار کی موت مرا - جب آنحضرت کو خبر ملی تو آپ نے یہ جملہ فرمایا ' یعنی خدا تعالے اس دین کی مدد ایک فاجر انسان سے کراے گا -

مخفی دشمنوں کے ہجوم و انبوہ کا نقاب منہہ پر ڈالکر ہر طرف سے نازل ہونا شروع ہوگئی - یہ مشہد دنیا کے مصائب کی تجدید نہیں ہے ' بلکہ فی الحقیقت تائید الہی کے عہد قدیمی کی تجدید ہے - یہ بلقانی کانفیڈریسی کا اعلان جنگ نہیں ہے - بلکہ ترکی کے لئے دور کیلیے ایک پیغام حیات ہے - ترکی کو انقلاب دستور کے بعد ایک سخت خونریزی کی ضرورت تھی ' اسکی تلوار زنگ آلود ہورہی تھی ' اور اسکے جسم پر مدتوں سے خون کے چھینٹے نہیں پڑے تھے - طرابلس کی جنگ نے دلوں کو زندہ کیا ' مگر عثمانی تلوار کے قبضوں میں زندگی پیدا نہیں ہوئی - یہ جنگ صرف اندرون طرابلس میں محدود تھی ' معدودے چند جانباز ترکوں کے سوا اسمیں عثمانی تلوار کو کوئی حصہ نہیں ملا - لیکن اب جو کچھہ ہوگا ' اُس سر زمین پر ہوگا ' جہاں کی مٹی نصف صدی سے یورپ کے خون کے لیے تشنہ ہورہی ہے ' جہاں کی خاک کو مدتوں سے خون کی بارش نصیب نہیں ہوئی ' اور شدت خشک سالی سے اسکے تمام جوہر نشو و نما ضایع جارہے ہیں - جہاں ایک (محمد فاتح) اور (سلیمان صاحبقران) کے برچھوں کے پیدا کیے ہوے گڑھے بھرے نہ جا سکے - اور جہانکے ایک ایک ذرے کو خاندان آل عثمان نے اپنا سدروں اور مدتوں خون بلا پلاکر پالا ہے ' اور پرورش کیا ہے -

پس اگرچہ عین اندرونی مناقشات اور طرابلس کی مصروفیت کے موقعہ پر ایک متحدہ یورپین جنگ کا اعلان تشویش و اضطراب پیدا کرتا ہے ' مگر فی الحقیقت اضطراب کا نہیں ' بلکہ شکر الہی کا موقعہ ہے - بہت قریب ہے کہ جنگ طرابلس سے زیادہ تعجب انگیز اور غیر متوقع نتائج سے اس جنگ کا مستقبل شروع ہو - اسلام کی فتح و شکست کا دار و مدار کبھی بھی مادی اسباب و ذرائع نہیں رہے ہیں - تاریخ شاہد ہے کہ ہم نے ہمیشہ مایوسیوں میں سے امید ' اور ناکامیوں میں سے کامیابی حاصل کی ہے - اگر بلغاریا ہوائی جہازوں کو فراہم کررہی ہے ' اگر انگلستان چار تباہ کن جہاز یونان کے ہاتھہ فروخت کر رہا ہے - اگر اسٹریا نے فوجی طیاری کا حکم دیدیا ہے ' اور بلقان کی متحدہ قوت کے قواے جنگ کی فہرست بہت مہیب اور دہشت ناک ہے ' تو ہو ' کوئی مضائقہ نہیں - کیونکہ ایک ہستی ہے ' جسکی محیط کل قوت ان انسانی دلیریوں سے مرعوب نہیں ہوسکتی ' اور جسکی عجائب آفرینیوں کے آگے مادی اسباب و وسائل نے کبھی بھی فتح نہیں پائی ہے - اگر یورپ اپنے آلات خون و خوں ریزی کے ہجوم میں اسکو بھول گیا ہے ' تو ہم اپنی محتاجی و مظلومی کی بیکسی میں تو اُسے نہیں بھول سکتے :

کم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله ' والله مع الصابرين (۳ : ۲۴۹)

مسلمانوں کو یاد رکھنا چاہئے کہ آج مسیحی کروسیڈ اسلام کو یورپ سے نکالنے کیلیے اپنی تمام قوتیں خرچ کررہا ہے ' مگر ایسا ارادہ اسلام کیلیے کوئی نیا ارادہ نہیں ہے - اسلام نے اپنے ظہور کے ساتھہ ہی اس طرح کے ارادوں کو اپنے سامنے پایا ہے - اس وقت تو اسلام الحمد للہ - تیرہ سو برس کی ایک پرانی جڑ ہے - اسکے ریشے اسقدر دور تک پھیلے ہوے ہیں ' کہ انکے اکھاڑنے کیلیے مسیحی یورپ اپنے ہاتھوں پر فولادی دستانے چڑھا رہا ہے ' پھر بھی خائف ہے کہ اس درخت تناور کو ہلانا آسان نہیں - لیکن جبکہ اسکا آغاز ہی آغاز تھا ' اسی وقت بھی خدا کے مقابلے میں انسان نے ایسا ہی ارادہ کیا تھا ' مگر مشیت الہی نے انسانی غرور کو شکست دی :

واذ يمكر بك الذين كفروا ليثبتوك او يقتلوك او يخرجوك ويمكرون ويمكر الله والله خير الماكرين (۸ - ۳۰)	اور اے پیغمبر ! وہ وقت یاد کرو جب کفار مکہ تمہارے ساتھہ ایک چال چل رہے تھے تاکہ تم کو گرفتار کر رکھیں یا مار ڈالیں یا جلا وطن کردیں - اور حال یہ تھا کہ وہ اپنا داؤ کر رہے تھے اور خدا اپنا داؤ کر رہا تھا ' اور اللہ سب داؤ کرنے والوں سے بہتر داؤ کرنے والا ہے -

وہ خدا ' جس نے اپنے کلمۂ توحید اور اسکے داعی کو اُس وقت نازک میں بچا یا تھا ' اور واللہ یعصمک من الناس کہکر مطمئن کردیا تھا ' تو گو دنیا کے ساز و سامان بدل گئے ہوں ' مگر خدا نہیں بدلا ہے - وہ اب بھی اپنے عجائب کار و بار قدرت کی نیرنگیاں دکھلا سکتا ہے

یریدون لیطفؤا نور اللہ بافواههم ' واللہ متم نورہ ولو کرہ الکافرون (۶۱ : ۸)

انجمن اتحاد و ترقی کا اعلان

چنانچہ - الحمد للہ - کہ سب سے پہلا عظیم الشان نتیجہ آثار جنگ کا ظاہر ہوگیا ہے - یعنی انجمن اتحاد و ترقی نے بلقانی ارادے دیکھتے ہی اعلان کردیا کہ " وہ اپنی پوری قوت سے گورنمنٹ کی تائید کرنے کے لیئے طیار ہے ' اور حفظ ملک کے اس نازک موقعہ پر اندرونی مناقشات کو بھول گئی ہے " - اتحاد و ترقی کے مشہور افراد : طلعت بے ' جاوید بے ' اور خلیل بے - جنکو موجودہ وزارت ملک کا اشد ترین دشمن ظاہر کرتی تھی - اور جنکی گرفتاری کے لیے پوری قوت خرچ کرچکی تھی ' اسوقت تمام پچھلی کاوشین فراموش کرکے پھر پبلک میں آگئے ہیں - اور مع ایک بڑی اتحادی جماعت کے "گروہ مجاہدین" میں اپنا نام لکھوا رہے ہیں - فی الحقیقت یہی آثار ہیں جنکو دیکھکر یقین کرنا پڑتا ہے کہ موجودہ ترکی گورنمنٹ میں خواہ کتنا ہی بے اعتدالانہ احزابی نزاع ہو ' مگر حفظ ملت کے نقطے پر سب مجتمع ہیں ' اور وطن پرستی کی غیرت سے کوئی خالی نہیں - ملک کی قدس سب کے دلوں میں ہے ' اور خاک وطن کے ذروں کی امانت سب کے سینوں میں محفوظ ہے - اتحاد و ترقی کا یہ رویہ اسکی صداقت اور اسلام پرستی کی ایک نئی آیت عظیمہ ہے ' اور اُن خدا دشمنوں کے لیے ایک تازیانۂ محکم و شدید ہے ' جو ایک صادق الاعمال و الدین گروہ کو بدنام کرتے ہوے خدا سے بالکل نہیں شرماتے :

والا ان حزب اللہ ہم الغالبون [اور یاد رکھو کہ حزب الہی ہمیشہ غالب رہیگا]

یہ اسلام کی ہیئۃ جامعہ کی اصلی خصوصیت تھی ' اور اسی سے محرومی آج ہمارے تمام کاروبار ملی کے خسران کی علت حقیقی ہے - اختلاف و نزاع احزاب کا مٹنا محال ہے - انسانی دماغ میں جب تک قوت فکری رہے گی ' اس وقت تک مختلف دماغوں کا مختلف الافکار ہونا بھی ضرور ہے ' لیکن زندہ قومیں ان اختلافات کے حدود کو انکے دائرے سے بڑھنے نہیں دیتیں اور ایک متحد اور مشترک نقطۂ اتحاد ہمیشہ اپنے پاس رکھتی ہیں -

فتدبروا و تفکروا واعتصموا بحبل اللہ جمیعا ولا تفرقوا ولا تکونوا کالذین تفرقوا و اختلفوا من بعد ما جاءهم البینات اولئک لهم عذاب عظیم

مسئلۂ تعلیم و الحاق

لکھنؤ کی گمنام چٹھی اور الہلال کے ریمارک

(از خامہ عنبر شمامہ عالی جناب حضرت خان بہادر سید اکبر حسین صاحب الہ آبادی مدظلہ العالی)

جناب اڈیٹر صاحب! الہلال میں ان مضامین کو پڑھکر مجھکو یہ خیالات پیدا ہوے -

(۱) کیا الہلال کا یہ دعوی ہے کہ قرآن مجید مسلمانوں کی تمام دینی اور دنیاوی ضرورتوں کے لیے کافی ہے ؟ اگر ہے تو کیا یہ دعوی صحیح ہے ؟

(۲) کیا "نامہ نگار لکھنوی" کا یہ کہنا صحیح ہے کہ موجودہ مسئلہ تعلیم و الحاق پر قرآن کوئی پرتو نہیں ڈالتا ؟

بہ نسبت امر اول - نئی روشنی کے مسلمانوں نے جو تفصیل اپنی ضرورتوں کی بیان کی ہی، اور جو شرح قرآن مجید کی کی ہے، اسکی رو سے الہلال کا دعوی صحیح نہیں ہے، اور اگر صحیح ہے، تو یہ اشعار متعلق ہیں :

طرح مغرب کو دیکھکر جو کہے — باهمین طرحہا بباید ساخت
تو وہ قرآن سے بھی کہدے صاف — باهمین شرحہا بباید ساخت

لیکن الہلال نے جو ریمارک کیے ہیں، وہ ظاہر کرتے ہیں، کہ وہ نئی روشنی کی تفصیل و تشریح و تفسیر کو نہیں مانتا - اور ہر گاہ یہ صورت ہے، تو یونیورسٹی کی شکل و ساخت اور ترکیب کی بھی اُس پر کچھہ ذمہ داری نہیں - وہ اپنی ترنگ میں کہہ سکتا ہے .

ابتدا کی جناب سید نے — جنکے کالج کا اتنا نام ہوا
انتہا یونیورسٹی پہ ہوی — قوم کا کام اب تمام ہوا

ایک طوائف محفل میں ناچ رہی تھی - ایک نادان نے اسکی کسی ادا کی نسبت کہا کہ بالکل خلاف شرع ہے - اسنے کہا درست ہے، لیکن یہ مجلس اور میرا ناچنا ہی کونسا موافق شرع ہے ؟

اختیار الحاق ہوجانے پر بھی کونسے چار چاند لگ جائیں گے ؟

ترقی کی تہیں ہمپر جو ڈھا کیں — کہتا کی دوات اسپیچیں پڑھا کیں
وہیں ہر پھر کے آیا بی نصیبن — وہ گو اسکول میں برسوں پڑھا کیں

بہ نسبت امر دوم - اگر یونیورسٹی اور اُسکے کلکتر کی صورت خاص مقصود ہے تو جواب ہوچکا - اور اگر عام طور پر مذاق اسلامی کی رو سے تعلیم مقصود ہے، تو تعلیم و الحاق کا مسئلہ ایک ایسی آیت میں موجود ہے : ہو الذی بعث فی الامیین رسولا منہم یتلوا علیہم آیاتہ ویزکیہم و یعلمہم الکتاب والحکمۃ وان کانوا من قبل لفی ضلل مبین و آخرین منہم لما یلحقوا بہم وہو العزیز الحکیم (۱)

دیکھیے ! تعلیم و الحاق کے الفاظ موجود ہیں ' یعنی جو تعلیم اسلامی حضرت پیغمبر (صلعم) کو دیتی تہی ' وہ آنکے لیے بھی مقصود تھی ' جو ہنوز ملحق نہیں ہوے تھے - ظاہر ہے کہ آنکا الحاق بھی منظور تھا اور بالاخر آنکا الحاق ہوا -

(۱) وہ خدا ہی تو ہے جس نے ان پڑھہ لوگوں میں انہی میں سے ایک شخص کو پیغمبری کیلیے چن لیا - جس نے انکو اللہ کی آیتیں پڑھکر سنائیں - اور انکے زنگ آلود روح و قلب کو صاف اور چمکیلا کردیا - پھر انکو کتاب الہی اور علوم دانائی کی تعلیم دی - ورنہ اس سے پہلے یہ لوگ کھلی گمراہی میں مبتلا تھے - نیز وہ انکی طرف بھی بھیجا گیا ہے - جو ابتک ان سے ملحق نہیں ہوے ہیں - لیکن آگے چلکر ملحق ہونیوالے ہیں -

لکھنوی بہائی صاحب نے دنیا کا رنگ دیکھکر اپنے خیالات ظاہر کردیے، ورنہ کیا وہ نہیں سمجھتے : -

ہم ڈنر خواہی و ہم آروغ صالب
این خیال است و محال است و گزاف

* * *

ہم اگر قناعت نہ کرینگے، بے رونقی پر صبر نہ کرینگے، تو حضرت پیر فلک کی چال سے پامال ہوجانے کو غالباً نہ روک سکینگے - اخلاقی اور قومی پامالی مقصود ہے :

آنکی چالوں کا سمجھنا نہیں آسان اکبر
کہ ترقی کو تنزل کا سبب کرتے ہیں
انہیں غمزوں نے مچا رکھا ہے قومی اندھیر
یہی عشوے ہیں کہ جو روز کو شب کرتے ہیں

میں نے ایک مولوی صاحب سے کہا کہ آپ امرا و حکام سے زیادہ میل اور لگاوٹ کرتے ہیں، یہ عمر ضروری ہے، اُن پر زیادہ التفات فرمایئے جو قانع اور خاموش ہیں اور اللہ اللہ کرتے ہیں -

گدایاں نے از بادشاہی نفور — بہ امیدش اندر گدائی صبور

دیکھیے اللہ تعالی حضرت پیغمبر سے ارشاد فرماتا ہے : ولا تمدن عینیک الی ما متعنا بہ ازواجاً منہم ولا تحزن علیہم واخفض جناحک للمومنین - بڑے ' کیا میں پیغمبر ہوں - آنکے آگے حکومت تہی اور جلال خداوندی ' میرے آگے کیا ہے ؟ ٹوٹی پھوٹی گرد بندی - میں نے دل میں کہا کہ ایمان کی کہی ' قناعت اور غیرت اور خود داری کے نہ ہونے سے یہ انداز طبعت ہوگیا ہے : -

شیخ جی بھی وہی کرتے ہیں جو سب کرتے ہیں
اب تو ہم مصلحۃً آنکا ادب کرتے ہیں

در حقیقت ان روزوں کچھہ ایسا طوفان بے اصولی برپا ہے کہ عقل حیران ہے :

گئے وہ دن کہ جنون تھا مجھے پری کیلیے
حواس باختہ ہوں اب تو مصبری کیلیے

خدا الہلال کے دائرے کو روشن دلوں سے بھردے اور آسکو بدر کامل بنادے - میں تو یہی کہتاہوں - ہوالرحمن آمنا بہ و علیہ توکلنا فسیعلمون من ہو فی ضلل مبین ؟ خدا اس پر قائم رکھے - ایک دوسرے کے لیے دعا کیجیے -

(اکبر)

آیندہ سالانہ اجلاس آل انڈیا محمدن کانفرنس کیلیے رزولیوشن

یہ امر محتاج بیان نہیں ہے کہ موجودہ حالات اور واقعات نے مسلمانان ہند کی تعلیمی پالیسی پر ایک خاص اثر ڈالا ہے اور قومی تعلیم کے مسئلہ کو ایک خاص اہمیت دی ہے - اسی لحاظ سے اپندہ سالانہ اجلاس کانفرنس بمقام لکھنؤ منعقد ہونا قرار پایا ہے - اسلیئے بزرگان وہمدردان قوم کی خدمت میں التماس ہے کہ وہ اپنے اپنے صوبہ کے مسلمانوں کی تعلیمی مسائل کے متعلق جسقدر جلد ممکن ہوسکے رزولیوشن ترتیب فرماکر صدر دفتر کانفرنس میں بھجدیں اور نیز رزولیوشن کے متعلق تمام واقعات اور حالات اعداد و شمار بطور یاداشت کے ارسال فرمائیں - ترتیب پروگرام کے لیئے ضرورت ہی کہ اس گذارش پر جلد توجہ کی جاوے - فقط

خاکسار

آنریری جائنٹ سکریٹری کانفرنس

لکھنؤ سے ایک دوسری گمنام چٹھی

نقاش نقش ثاني بهتر کشد ز اول

او فرعون وقت اور نمرود زمان ! او ابلیس ابن ابلیس ! تم سمجھتے ھو کہ الهلال نکالکر اور اسمیں قران کي آیتیں بھر کر قوم کے مصلح بن جاؤ گے ؟ یہ منہ مسور کی دال ! پہلے ذرا یہ تو بتلایئے کہ آپنے ابتک کسي کالج تو خیر کسي انگریزي کے اسکول میں ابجد خواني بھي کي ھے ؟ تم کو شرم نہیں آتي کہ قوم کے اُن مسلّم اور واجب الاحترام سچے لیڈروں کو گالیاں دیتے ھو' جو تمھارے جیسے الف اُموذیے اور قران خوان ملا خرید کر تقسیم کر دیسکتے ھیں ؟ بد معاش ! بے حیا ! شیطان ! آخر تونے اپنے تئیں سمجھا کیا ھے ؟ تیرے جیسے لاکھوں عربي پڑھے ھوے ملانے قران بغل میں دابے مارے مارے پھر رھے ھیں' اور انکو اب کوئي شریف اپنے گھر میں گھسنے بھي نہیں دیتا - بہت کسي نے عزت دي تو اتنا کیا کہ اپنے کسي عزیز کي قبر پر بٹھا کر قران پڑھنے کے لئے نوکر رکھ لیا - اب وہ زمانہ گیا جبکہ قل اعوذیوں کي قوم پر حکومت تھي - اب تعلیم اور روشني کا زمانہ ھے' اور اسکول کا ایک لونڈا بھي مولویوں کي جہالت پر ھنستا ھے انکو کسي ملا کو منہ دکھلانے کي جرات ھي نہ تھي' اور مذھب مذھب کہکر شیطاني گمراھي پھیلانے کا جادو چل نہیں سکتا تھا' مگر اب برسوں کے بعد تم قران کے نئے عالم اور مفسر بنکر آے ھو کہ قوم کو اب تو مذھبي تعلیم دو' اور یہ صرف تمھیں کو سوجھا ھے کہ پولٹیکل پالیسي بھي قران سے نکالني چاھیے' اور ساري دنیا قران ھي میں ھے - الحمد للہ کہ اب قوم تعلیم یافتہ ھے اور تم اسے کتوں کے بھونکنے سے اپني راہ چھوڑ نہیں سکتي - تم سمجھتے ھو کہ الهلال نکالکر اور ظاھر فریب اور دل کو گرمانے والي عوام پسند باتیں طرابلس اور مجاھد و مدافع کي لکھکر قوم کو پرچا لوگے' مگر میں تم کو وقت سے پہلے نصیحت کرتا ھوں کہ اسکا نتیجہ سوا ے ذلت اور خواري کے کچھ نہ ھوگا - جاھل تو ھمیشہ مذھب کي روٹي کھانے والوں کے ھاتھ میں رھے ھي ھیں' اسلیے قبلہ و کعبہ کہکر فرعون بے سامان نہ بن جانا' یاد رکھو کہ اب زمانہ تم لوگوں کے مذھبي دام میں نہیں آسکتا - اب مذھب کا دور گیا - دیکھ لینا اور پھر کہتا ھوں کہ دیکھ لینا کہ ھر پڑھا لکھا شریف آدمي تمھارے منہ پر تھوکے گا اور تمھارے تمام امر بالمعروف اور نہي عن المنکر اور دعوت قران وغیرہ وغیرہ خرافات کي ھوائیاں پسلیاں چور کردیگا تم بڑے عالم اور مقدس بنے ھو اور لوگوں کو نماز روزہ نہ کرنے پر وعظ کرتے ھو' اور کہتے ھو کہ شیطان نے قوم کو گمراہ کردیا - نابکار ! یہ بھول گئے کہ تم ھي تو اولاد شیطان ھو - میں پوچھتا ھوں کہ آخر تمھیں اتنا غرور کس چیز کا ھے ؟ شاید چار پیسے کا نشہ ھے لیکن جن بزرگ اور عظیم الشان لیڈران قوم کو تم برا کہتے ھو' اسکے خانساماں عجب نہیں کہ تم سے زیادہ روپیہ رکھتے ھوں - یا پھر شاید تم کو اسکا غرور ھو کہ میں نے عربي علوم کي بہت سی کتابیں چاٹ لي ھیں اور مصري زبان نہایت تیز اور فصیح اور قلم میں بہت زور ھے' تو ایسا سمجھنا بھي تمھارا شہدا پن ھے - اپني عربي داني کو تو کسي مسجد یا قبرستان میں لیجاؤ' یہاں درکار نہیں' رھا زور قلم و زبان' تو اس سے ھوتا ھي کیا ھے - ھم خوب جانتے ھیں کہ تم لوگوں نے مسلمانوں کے سچے لیڈروں کے اثر کو نیست و نابود کر دینے کیلیے ایک گہري سازش کر رکھي ھے اور اسمیں تمھارے ساتھہ ایک اور پرانا ملا بھي شریک ھے اور وہ بھي مولویت کي چالاکي سے اوچک کر لیڈري کي کرسي پر آنا چاھتا ھے

ایک اور مولوي بھي اب مل گیا ھے' جس نے ساري عمر علي گڈہ کا نمک کھا کر اب حق نمک ادا کرنا چاھا ھے - پہلے تم لوگوں نے (مسلم گزٹ) نکالا' اور جب لوگوں کو ذرا ٹٹول لیا تو اب الهلال جو در اصل تمھاري قرآني بول میں الضلال ھے' شائع کرکے کھلے بندوں ناچنا شروع کر دیا - امین آباد پارک کے سامنے کے کوٹھوں میں تم شیطانوں کا مجمع ھوا کرتا تھا' ھم کو رتي رتي حال معلوم ھے' ظفر علي کو بھي تم نے لاھور کے جھگڑوں سے فائدہ اٹھا کر ملا لیا تھا' مگر خیر ھے کہ وہ پوري طرح شریک نہیں ھوا - کامریڈ بھي دو رخي چال چلکر اپني لیڈري کو دونوں جگہہ چمکانا چاھتا ھے' اور عجب نہیں کہ اس سازش میں کچھہ شریک ھو - لیکن اب تک تمھارا یہ مذھبي اور قرآني لٹکا تو کسي کو نہیں سوجھا تھا - تمھاري اس شیطاني قابلیت کي تو ھم ضرور داد دیں گے کہ قرآن اور اسلام کے نام سے اپني آواز کو دلفریب بنانے کا خیال تمھارا اختراع ھے - ھم اب بھي سمجھاتے ھیں کہ اس شیطاني شرارت سے باز آجاؤ - ان بڑے آدمیوں کو - جو ادنا اشارے پر تمھارے پانوں میں بیڑیاں ڈلوا دے سکتے ھیں - اسطرح چھیڑنا اچھا نہیں - اگر ذرا بھي اسکے لب ھلگئے' تو تم مع اپني مولویت اور عربي کے کتب خانے اور قران کي تعلیموں اور دفتر الهلال کے طمطراق کے فی النار والسقر ھو جاؤگے اور ساري "لبي جي ررزي بھبھو" بھول جاؤ گے - یہ بھي اسلیے کہتے ھیں کہ تم میں ایسي قابلیتیں اور جوھر ضرور ھیں کہ اگر شیطنت سے باز آجاؤ اور کام کرنے والوں کے ساتھہ ملکر کام کرو تو بیشک بڑي عزت اور ناموري حاصل کرسکتے ھو' اور قوم میں سربلند ھوسکتے ھو - یاد رکھو کہ تم علي گڈہ کے لیڈروں کے مخالف بنکر کچھہ نیک نامي نہیں کما سکتے - یونیورسٹي میں تمھارے باپ کا کچھہ چندہ ملا ھوا نہیں ھے' جن لیڈروں نے ایک ایک لاکھہ اور دو دو لاکھہ روپیہ دیا ھے' وہ پوري طرح مالک ھیں' جو چاھیں کریں' اگر قوم کے چندہ دینے اور نیچہ بندوں میں طاقت ھے تو دیکھیں کس طرح دخل در معقولات پر قائم رھتے ھیں ؟ تم ناپاک کتوں کے بھونکنے کو کوئي نہیں سنے گا - لیکن اگر تم انکے ساتھہ ملکر کام کروگے تو قوم کو بھي فائدہ پہنچاؤگے اور خود ھم بھي تم کو اپنا ایک مذھبي لیڈر اور پیشوا بنالیں گے' جسکي واقعي ھم کو ضرورت ھے -

یاد رکھو کہ میں کوئي ایسا ویسا آدمي نہیں ھوں' جو کہتا ھوں بالکل پتھر کي لکیر ھے - یہ آخري نصیحت ھے جو تم کو بھیجدي گئي - اگر تم نے بہت جلد الهلال کي پالیسي بدلدي تو خیر - اگر تم یکایک بدلنے میں بد نامي سے ڈرتے ھو تو آھستہ آھستہ بدلدو' ھم خود سمجھہ جائیں گے اور پھر کوئي شکایت نہیں کرینگے - ورنہ اس حملے کو قضاؤ قدر کے فیصلے کي طرح سمجھو کہ بہت جلد مجبوراً ھم کو فتنہ دبانے کیلیے ھاتھہ پیر ھلانا پڑیگا اور پھر جو کچھہ ھوگا اسکے لیے یہ اشارہ کافي ھے کہ تم کو ھمیشہ کیلیے نیست و نابود کر دیا جاے گا - تم ابھي بالکل نوجوان ھو' خدا کیلیے اپني نوجواني پر رحم کرو اور اپنے آپ کو برباد نہ کرو -

یہ بھي کہدیتے ھیں کہ اگر تم باز نہ آے' تو آور باتوں کے ساتھہ تمھاري پتلي دبلي ھڈیاں بھي ذرا گرمادي جائیں گي - اب ذرا کلکتہ سے نکلکر لکھنو آؤ' تو حقیقت معلوم ھو - اگر بغیر توبہ کیے ھوے تم ایکبار لکھنو آے' تو اگر ھم لوگ علم اور شرافت کا ایک ذرہ بھي رکھتے ھیں تو اپنے سامنے لکھہ رکھو' کہ چار باغ سے تم اپنے امین آباد پارک کے اڈے تک زندہ و سلامت نہ پہنچ سکوگے اور یا تو ھمیشہ کیلیے جہنم رسید کردیے جاؤگے یا کم از کم ایک ٹانگ مبارک تو ضرور شہید کردي جائیگي تاکہ تمھاري پوري ٹولي "لنگڑي ٹولي" بن جاے

واں اگر توبہ کرلو تو تمھارا سچا عقیدت مند اور معتقد - ورنہ تمھارے لیے عزرائیل

شذرات طرابلس

مسئلۂ صلح

یا ایہا الذین آمنوا ان تطیعوا الذین کفروا یردوکم علی اعقابکم فتنقلبوا خاسرین۔ بل اللہ مولاکم و ہو خیر الناصرین (۳-۹۵) (۱)

یورپ کے اثار جنگ سے بھی بڑھکر تشویش انگیز خبریں جو اس ہفتے آگئی ہیں، وہ اٹلی اور ترکی کی صلح کی تصدیق و توافق ہے۔ نئی وزارت پہلے ہی سے صلح کی سلسلہ جنبانیوں کو رد کردینے کے لیے کوئی استحکام اپنے اندر نہیں رکھتی تھی، اسپر مسئلۂ بلقان دنیا کی پیچیدگیوں نے اور زیادہ صلح کی راہ صاف کردی۔ آخری خبر جو ریوٹر نے دی ہے، یہہ تھی کہ شرائط کا فیصلہ ہو چکا ہے، اور آخری دستخط ۸ اکتوبر کو ہو جائیں گے۔

لیکن یہہ کیسی عجیب اور خطرناک بات ہے! جو قوم طرابلس میں برسرپیکار ہے، جن کو خود ترکوں نے دشمنوں کے سامنے لاکر کھڑا کردیا ہے، اور صلح کے بعد جنکے گلوں میں روما کے صلیب پرستوں کی غلامی کا طوق پڑنے والا ہے، خود اُس کی خواہشوں اور درخواستوں کو اس قرار داد صلح کے موقع پر بالکل نظرانداز کیا جارہا ہے! گذشتہ مہینوں میں صلح کی افواہ سنکر مجاہدین عرب اور قبائل سنوسیہ نے جو متواتر پیغامات بھیجے ہیں، وہ اخباروں میں شائع ہوچکے ہیں، لیکن اس مرتبہ ترکی کی تازہ ڈاک سے اس بارے میں آخری اور فیصلہ کن خبر معلوم ہوتی ہے۔

ہم نے الہلال کے دوسرے نمبر میں (فرہاد بک) مبعوث طرابلس کی تصویر شائع کی تھی۔ ۷ اگست کو بک موصوف نے مقام (تگرین) سے ترکی کی وزارت کے نام حسب ذیل مضمون کا تار بھیجا ہے:

" طرابلس میں مجاہدین نے اجتک جسقدر مدافعت کی ہے، وہ حکومت کی مدد اور طاقت پر نہیں، بلکہ صرف فی سبیل اللہ حمیت ملی اور غیرت وطنی کے جوش سے، پس اگر حکومت نے خدا نخواستہ کسی اپنی قرار دادہ تجویز کی بنیاد پر صلح کرلی، تو وہ غلطی اُس غلطی سے بھی زیادہ خطرناک ہوگی، جو حقی پاشا کی وزارت سے طرابلس کی حفاظت و تحصین میں ہوئی تھی اور جسکا نتیجہ اٹلی کا اعلان جنگ ہوا۔ ایک پوری طرح صلح کی خبریں تمام مجاہدین تک نہیں پہنچی ہیں، مگر عنقریب پہنچ جائیں گی، اور اس سے دولت عثمانیہ کی جدید عربی مقبولیت و عقیدت کو ناقابل تلافی نقصان پہنچے گا۔ یہاں جسقدر باشندۂ شہر، ترکی حکام، ترکی فوج، اور اسکے افسر موجود ہیں، وہ بھی مجاہدین کی آراء کے تابع اور انکی خواہشوں کے خلاف قدم اٹھانے کی اصلا طاقت نہیں رکھتے، پس ان پر بھی صلح کا کوئی اثر نہیں پڑسکتا۔ اگر آپ لوگوں نے ان تمام خطرات کی پروانہ کی، اور صلح ایسی شرائط پر کرلی، جسکی وجہ سے اٹلی کا جزئی اثر بھی خاک طرابلس پر قائم رہا، تو مجھکو اس بد شگونی کیلیے ملامت نہ کیجیے کہ یہ ایک اشد شدید اسلامی ماتم کا دن ہوگا۔ (فرہاد بک "

---

(۱) مسلمانو! اگر تم کافروں کے کہنے میں آجاؤگے تو وہ تم کو الٹے پاؤں لوٹا لیجائیں گے پھر تم ہی انکے فتح کے بعد ناکامی کے گھاٹے میں پڑجاؤگے۔ انکی پاسداری اور دوستی سے متاثر ہوگئے ہو تو یاد رکھو کہ تمہارا اصلی دوست تو خدا ہے اور وہی سب مددگاروں سے بہتر مددگار ہے۔

حضرة الشیخ احمد السنوسی کا ورود

(۲)

شیخ کا حلیہ اور عمر

شیخ کی عمر تیس اور چالیس کے درمیان ہوگی، قد متوسط ہے، چہرہ گورا، رنگ بالکل سفید، آنکھیں سیاہ، سینہ عریض، تھوڑی چھوٹی اور مونچھیں باریک ہیں۔ اکثر اوقات خالص بدوی لباس زیب جسم فرماتے ہیں اور کبھی کبھی مصری لباس بھی پہن لیتے ہیں۔ کاندھے پر ایک زرد چادر پڑی رہتی ہے، جسپر روپہلی زنجیروں سے (قصیدۂ) بردہ کے بعض اشعار تبرکاً منقش ہیں۔ اسلحہ کے قسم سے صرف ایک تلوار کمر میں لٹکتی رہتی ہے اور ایک فرانسیسی بندوق (لبل) قسم کی پاس رہتی ہے۔ انکی خاص سواری کا گھوڑا سرخ رنگ کا ہے اور اسپر ایک ریشمیں چادر پڑی رہتی ہے جو طلائی اور روپہلی کارچوبی کام سے زریں ہے۔

وسعت نظر و تبحر علمی

تمام علوم اسلامیۂ دینیہ پر انکی نظر نہایت وسیع ہے۔ مجھکو سخت تعجب ہوا، جب اندرون صحرا کے ایک شیخ کو یورپ کے موجودہ پولیٹکل مسائل و معاملات، اور مسیحی حکومتوں اور مشرقی مسئلہ پر نہایت باریک بینی کے ساتھہ بحث کرتے ہوئے پایا۔ انکی دینی غیرت و حمیت اور جوش روحانی کی نسبت تفصیل غیر ضروری ہے، کیونکہ جو شخص کئی ماہ کا متصل سفر کرکے جہاد فی سبیل اللہ میں شرکت کے لیے آیا ہو، ظاہر ہے کہ اسکے جذبات دینی کس قسم کے ہو سکتے ہیں؟

ترکی کی موجودہ حالت کی نسبت گفتگو ہوئی تو انہوں نے زور دیکر کہا کہ " اصل شے داخلی سکون و اتحاد، اور علی الخصوص حکام و امرا کا عدل و اتباع شرع ہے۔ جب تک یہ بات پیدا نہوگی محض فوجی طاقت کا حصول اور دوا ے جنگ کی افزایش کچھہ مفید نہیں ہوسکتی۔ عثمانی جنگی قوا کی نسبت فرمایا کہ صرف بری فوج کی عمدگی اور قابلیت کارآمد نہیں ہوسکتی، سب سے زیادہ ضروری شے بحری قوا کی ترقی اور سمندر میں اقتدار و نفوذ حاصل کرنا ہے اور یہی شے ہم میں نہیں ہے "

موجودہ جنگ کی نسبت انکی راے یہ ہے کہ " یہ ایک عجیب و غریب فرصت ہے جو اسلام کو یورپ کے مقابلے میں حاصل ہوگئی ہے۔ اسکو ضائع نہیں کرنا چاہیے۔ صلح وغیرہ کا خیال نہایت سخت خطرناک غلطی ہے۔ اتو یہی چاہیے کہ اہل عرب کی بہم شدہ دعوت جہاد کو بالکل قائم رکھا جاے، اور طرابلس کی جنگ اسوقت تک جاری رہے، جب تک ایک اطالی سپاہی بھی طرابلس اور برقہ میں باقی نظر آے " شرائط صلح کا تذکرہ نکلا تو ارشاد فرمایا کہ " کسی یوروپین طاقت کا جزئی قبضہ بھی آجکل مشرق میں گویا کلی استیلا ہے۔ دولت علیہ کو چاہیے کہ خواہ کیسی ہی شرطیں ہوں مگر ابداً راضی نہو: تقاتلوہم حتی لا تکون فتنة و یکون الدین للہ "

جنگ ترکی و یورپ

(وار ڈیلی ٹیلیگراف و لیگراف اسٹنڈرڈ)

ترکی اور بلغاریا کی فوجی طاقت کا مقابلہ

گذشتہ چند سالوں میں بلغاری فوج نے معتدبہ ترقی کی ہے پہلے پہل سنہ ۱۸۷۹ - سے لیکر سنہ ۱۸۸۵ - تک کیلیئے روسی افسروں نے اسکی نظم و ترتیب کی ذمہ داری اپنے ہاتھوں میں لی تھی - بلغاری کسانوں میں جنگی استعداد کافی ہے' اور جنگ کی مشقتوں سے یکایک خائف و بددل نہیں ہو جاتے - فوجی خدمت جبری ہے' اور مسلمان آبادی تین سو روپیے کی ادائگی اور چند مشکل سے مشکل شرایط طے کرلینے کے بعد اس سے نجات پاسکتی ہے - بلغاری فوج میں دائمی و مستقل' اصلی مستحفظ' مستحفظ' اور بے قاعدہ' تینوں طرح کے گروہ ہیں - امن و سکون کے دنوں میں صرف مستقل فوج رکھی جاتی ہے - لیکن اگر ضرورت پیش آجاے' تو تمام فوج کام کے لیئے بلائی جاسکتی ہے - بے قاعدہ فوجیں صرف سرحد کی حفاظت اور پاسبانی کے لیئے متعین ہیں - ہر سال ۲,۴۰۰۰ نوجوان فوج میں داخل ہوتے ہیں - کل فوج ۹ ڈویژنوں میں منقسم ہے - ہر ڈویژن کے دو بریگیڈ - ہر بریگیڈ کی ۴ رجمنٹیں اور ۹ بیٹریاں ہوتی ہیں - اسپ سواروں کی ۹ رجمنٹیں ہیں' اسکے ہڈ کوارٹر صوفیا' فیلپی پولس' سلیوین' شملہ' رسچک' ورارا' دبیزا' اسکبر گرد' اور پلونا میں ہیں - بلغاریا کی فوج میں اصلی کمزوری اسلحہ کی ہے - اس زمانے میں انکی ریفلیں زیادہ مفید نہیں - ہر پیادہ فوج کے ساتھ مشین گن کا بھی ایک صیغہ لگا رہتا ہے - توپ خانوں میں تیز رو توپیں بھی ہوتی ہیں - ایک حد تک بار برداری کا انتظام جدید ضروریات کے مطابق بنالینے میں بھی سعی کی گئی ہے' تاہم آلات جنگ کی کمی نمایاں اور مسلم ہے - ذیل میں بلغاریا کی حالت امن کی فوجی قوت کی ایک فہرست درج کی جاتی ہے :—

پیادہ فوج	۳۵,۵۰۵	انجینیر	۳,۴۱۲
سوار	۵,۶۶۰	متفرق	۴,۰۷۹
توپخانوں کی فوج	۷,۹۳۷	میزان	۵۶,۵۹۳

اس تعداد پر مستحفظ کا اضافہ کیجئے تو ۲,۲۰,۰۰۰ کا شمار آتا ہے - اسکے علاوہ بیقاعدہ فوج کی تعداد ۵۸,۰۰۰ ہے - اس سے واضح ہوا کہ بلغاریا میں کل ۲,۷۵,۰۰۰ آدمی لڑنیوالے ہیں - انکے علاوہ نیم تربیت یافتہ تاتاروں سے بھی ۲۰,۰۰۰ آدمی کی توقع کی جاسکتی ہے -

موجودہ عثمانی قواے حربیہ

ترک کہتے ہیں کہ ہمارے پاس دشمن کے مقابلے کیلیے ۱ لاکھ سے زیادہ فوج ہے - پہلے عیسائی رعایا اور قسطنطنیہ کی آبادی ٹیکس کی ادائگی کے بعد فوجی خدمت سے آزاد تھی' لیکن اب فوجی خدمت کے لیے تمام عثمانی رعایا مجبور ہے' جب سے فوجی تنظیم جاری ہوئی ہے' سلطنت عثمانیہ ۷ فوجی اضلاع میں منقسم ہے' لیکن گذشتہ سال سے فوجوں کی ترتیب ۱۴ آرمی کوروں (فوجی حصے) میں شروع کی گئی ہے - ترکوں کے ہاتھ فوج کے ۴۲ ڈویژن ہیں' ان میں سے بعض امن کی حالت میں ۱۰ بٹالین کی ہوتی ہیں' اور لڑائی کے دنوں کی بھی اکثر یہی صورت رہتی ہے - اگر وقت شدید پیش آجاے' تو ۷۹ برس کا بوڑھا ترک بھی عثمانی علم کے نیچے موجود ہو جاتا ہے - جو ترک جنگی خدمت کے قابل سمجھے جائیں' انکی تقسیم نظام' ردیف' اور مستحفظ کی صورت میں ہوگی - حالت اول میں ۳ برس' حالت دوم میں ۹ برس' اور حالت سوم میں ۲ برس کی خدمت درکار ہوتی ہے -

فوج نظام کی ۲۲ ڈویژن ہیں' جن میں ۳۵۷ بٹالین ہوتی ہیں - ۲۰ اسپ سوار بریگیڈ' جنمیں ۲۰۷ اسکواڈرن' ۱۹ آرٹلری بریگیڈ (توپ خانے) - جنمیں ۲۷۱ باٹریاں شامل ہیں - ان فوجوں کی تعداد ۲,۶۰,۰۰۰ ہے - اور ۱,۲۰,۰۰۰ مستحفظ فوج کا بھی اسپر اضافہ کرنا چاہئیے - علحدہ علحدہ ردیف اور مستحفظ کی تعداد ۶,۰۰۰۰۰ سے ۷,۰۰۰۰۰ تک ہے -

تمام فوجیں اعلی درجے کی ماسر ریفلوں اور مارٹینی ہنری ریفلوں سے آراستہ کرلی گئی ہیں - توپخانے سب کے سب فوج نظام کے ہاتھ میں ہوتے ہیں' اور متفرق اقسام کی کرپ توپوں کا ذخیرہ وافر جمع ہے -

خلیل بک مبعوث قسطنطنیہ

انجمن اتحاد و ترقی کا نامور ممبر - اور پچھلی پارلیمنٹ کا صدر - جنگ کے آثار دیکھکر اس نے اعلان کردیا ہے کہ تمام ملک میں مجاہدین عثمانی کی جماعتیں طیار کی جائیں اور سب سے پہلے خود اپنے تئیں پیش کیا ہے' حالانکہ یہ موجودہ گورنمنٹ کا شدید ترین مخالف تھا

پچھلے برسوں میں فی الحقیقت اگر ترکوں نے کوئی عظیم الشان کام کیا ہے' تو وہ فوج کی ترقی اور نظام ہے - جرمنی تعلیم گاہوں کے تعلیم یافتہ ماہر' اور یورپ کے اعلی ترین فن حرب جدید کے مشاقوں سے عثمانی فوج بھری ہوئی ہے -

یونان اور مانٹی نگرو کی قوت

اگر جنگ ہوئی تو یونان اور مانٹی نگرو کی مشترکہ فوج ۱,۰۰۰۰۰ کی تعداد تک پہنچ جائگی - یونان کی جنگی طاقت ۵۰,۰۰۰ سپاہ کی ہوگی - اسکی فوج کی ۳ ڈویژن' ہر ایک ڈویژن میں تین انفنٹری بریگیڈ کی ہیں - اور بریگیڈ چار بٹالین کی ہوتی ہیں - ایک بٹالین لائٹ انفنٹری (سبک پیادہ فوج) کی بھی ہے -

ایک میدانی توپخانہ ۸ باٹریوں کا' ایک اسپ سوار رجمنٹ ۹ اسکواڈرن کی' ایک بٹالین انجینیروں کا' اور دو بار بردار کمپنیاں بھی ہیں -

فوجی خدمت ۳۶ برس کی ہوتی ہے - میدانی فوج کے پیچھے دو قسم کی مستحفظ فوجیں اور ایک تبشلل کارد رہتی ہے -

Printed & Published by Abul Kalam Azad, at The Hilal Electrical Printing Works, 7-1, McLeod Street, Calcutta.

میری نظر سے نہیں گذرا' اسکو سواے دعا دینے کے اور کچھه همارے پاس نہیں ہے' آپکو بخوبی معلوم ہے که مجھے اس اخبار سے خاص محبت ہے - میں نے بڑی کوشش اسکی ترقی کے واسطے کی اور اکثر خریدار بہم پہنچائے - مگر کمزور پالیسی اگر اختیار کی گئی تو پھر افسوس کے ساتھه مجھے الہـلال سے قطع تعلق کر لینا پڑیگا آپکو کسی قسم کا مشورہ دینا حماقت ہے آپ خود ان امور کو بہتر سمجھه سکتے ہیں اگر کسی کو دعوت الہلال سے انکار ہے جیسی دعوت که الہلال دینا چاهتا ہے' تو اسکا جواب هم نہیں دے سکتے ہیں - اگر حضرت عمر زندہ ہوتے تو دو بالشت کا درہ انکو بخوبی جواب دے سکتا تھا -

---

جاندنی ہ ناشی از ہونہار ورر

کہتی ہے تجھکو خلق خدا غائبانه کیا ؟

(۱) کلیں جب بنکر تیار ہوتی ہیں تو آزما کر اور ذرا چلا کر دیکھه لی جاتی ہیں' اور انکی حال میں اگر کوئی نقص ہو تو نکال دیا جاتا ہے - مگر کلوں کے موجد کا معصوم بچه جب کھڑا ہونا اور چلنا سیکھتا ہے تو بلا روک ٹوک چاهے دبا جاتا ہے - اسوقت اسکا نقص نکالنا گویا اوس میں نقص پیدا کرنا ہوتا ہے -

(۲) همارا الہلال بے جان اور دن بدن گھٹنے والی مشین نہیں ہے' بلکه دمبدم بڑھنے والا - ایک زندہ انسان -

الہلال کو دیکھکر اگر زبان سے کوئی کلمه نکالا جاسکتا ہے تو بس ایک " احتیاط " کا کلمه ہے مگر دل ڈرتا ہے که کہیں اسکی اصلیت اور سادگی میں بناوٹ' اسکی وارفتگی میں تصنع - اسکی لطافت میں کثافت' اسکی حرارت میں خنکی' اور اسکی حریت میں فرق نه آجاے

(۳) جس چاند کا مدار خدا نے مقرر کر دیا ہو - اور جس چاند کو ضیاء خدا نے دی ہو' انسان کی طاقت سے باہر ہے که اس میں نقص نکالے' همارے الہلال کا دار مدار هی جب خدا کے کلام (قرآن) پر ہے' اور جب یه روشنی بھی اسی نور هدایت (قرآن) سے حاصل کرتا ہے تو بس ایک ہی مشیر اعظم اسکے لیے کافی ہے - انسانی مشوروں پر جو غلطی کے احتمال سے خالی نہیں ہوسکتے اسکو اپنا زیادہ انحصار نہیں رکھنا چاهئے -

(۴) الہلال کی پولیٹکل یا قرآنی تعلیم کی شعاعیں جو ایک لیڈنگ آرٹکل کی شکل میں نکل چکی ہیں' واقعی انہوں نے الہلال کو چار چاند لگا دیے ہیں اور اسکو قابل رشک بنا دیا ہے - دعا ہے که خدا اسکو حاسدوں کی نظر بد سے بچاے - یه آرٹکل جب میں پڑھ رہا تھا' اندرون قلب سے بے اختیار مرحبا مرحبا کی آوازیں آرهی تھیں - اور لب چاهتے تھے که لکھنے والے هاتھه کو چوم لوں - یقین ہے که الہلال کے اور بھی سب دیکھنے والوں کے دل اس قابلانه مضمون کی بے انتہا سچائی سے متاثر ہوے ہونگے - زبان سے اگر کوئی نه کہے تو اور بات ہے -

(۵) مجھسے اگر کوئی پوچھے که الہلال کیسا ہے ؟ تو کہونگا بس چاند ہے' جو دل کو بھی بھاتا ہے اور آنکھوں کو بھی -

بہار عالم حسنش دل و جاں تازہ میدارد
برنگ اصحاب صورت را ببو ارباب معنی را

جناب مولانا سید عبد الحکیم صاحب سید از شاهجہانپور

الہـلال کا گیارهواں نمبر مع ضمیمه پہنچا - هر نمبر چشم دل سے بار بار دیکھا گیا ہے اور تا حد امکان هر مضمون پر غائر نظر ڈالی گئی ہے - آپ همارے اس مرض کا عـلاج کرنا چاهتے ہیں جسنے ہمکو همه تن درد بنا کر بستر مرگ پر گرا دیا ہے - آپکی تشخیص و حذاقت کی مدح کا ابھی موقع نہیں' زندان هـلاکت کے گرفتار جب رهائی پالیں گے' تو انکا دل خود دعائیں دیگا - صد پورو سے جس تعلیم پر اسلامی تعلیم کا اطلاق کیا جاتا ہے' وہ صرف رسوم و بدعات و مشرکانه خیالات کا اک دفتر ہے' جسپر غور کرنے سے دل کو پریشانی هی نہیں هوتی بلکه روح کو صدمه پہنچتا ہے - اپکا یه ارشاد اصل حقیقت ہے که " جس دن مسلمانوں میں انکی گم شده بلکه فنا گشته قرانی تعلیم کی روح پھر پیدا هو جاےگی اسدن وہ اپنے اندر هر چیز کو اکمل و اکمل پالیں گے "

کون سی وہ بری گھڑی تھی جب مسلمان دام تقلید میں گرفتار هوے تھے - اسی موذی مرض نے شیروں کو روباہ بناکر اس قعر مذلت و هـلاکت میں گرا یا ہے' جس سے ابھرنا محال ہے تقلید هی نے جمله آثار ترقی کو رفـته رفـته مٹایا' یہانتک که اب قوت سماعت و بصارت بھی سلب هو گئی - یہی وہ تیغ زهر آلود ہے جسنے مسلمانوں کی مجموعی قوت کو پارہ پارہ کرکے دلوں میں سـم نفاق بھر دیا -

هرکس از دست غیر ناله کند سعدی از دست خویشتن فریاد

اگر کوئی غریب مسلمان حق گوئی اپنا شـعار کرے تو اسے یه بد نصیب بیوقوف و دیوانه هی نہیں بنا تے' بلکه قابل نفرت خیال کرتے ہیں' اور حق بات سنکر تو اسدرجه گھبرا تے ہیں' جسطرح ایک سیه دل دنیا دار موت کے نام سے -

مولانا ! آپکو معلوم ہے که اب ایسی نازک حالت هو چلی ہے که راست باز اور حق جو مسلمان اس رائج الوقت اسلامی تعلیم سے واللہ بالکل بیزار ہیں - اگر کلام الہی کی تعلیم نے انکی مدد نکی تو وہ دن قریب آگیا ہے که انکا تو کوئی دوسری راہ نجات تلاش کرینگے اور یه شعـر پڑھکر اپنے برادران یوسف سے همیشه کیلیے جدا هو جائیں گے -

تو بخویشتن چه کردی که بما کنی نظیری
بخدا که لازم آمـد ز تو احتـراز کردن

اس حالت کو جناب نے پوری طرح محسوس فرما لیا ہے اور اسی کے علاج پر متوجه هوے ہیں -

همارے روحانی عوارض کا علاج تعلیـم قرانی کے سوا هو هی نہیں سکتا - یہی وہ مجرب علاج ہے جسنے عرب کے جاهل وحشیوں کو کامل بنا یا' بڑے بڑے قیصران کج کلاہ نے انکے سامنے سر نیاز خم کیے' یه بیمار نادانی اگر اب بھی اسی مجرب دوا کو استعمال کرنا شروع کردیں' تو بہت جلد انشـاء اللہ انکے سارے روگ دور هو جائیں - جب تـک آپکی پیش کردہ دوا کو - جو در حقیقت تیرہ سو برس پہلے اک حکیـم الہی کا مجوزہ اور مجربه ہے - بسـم اللہ کرکے نه پی جائیں گے' یه سودائے جنون زا' جس نے انہیں مجنون محض بنا دیا ہے' دور نہوگا -

کون کہتا ہے که آپکے لہجه میں تلخی ہے ؟ یه تو همارے کانوں کی خطا ہے که حق بات نہیں سن سکتے' اگر بالفرض ایک گونه تلخی کو مان بھی لیا جاے' تو هم اسے فصاد کا تیز نشتر کیوں نه سمجھیں - مریض نادان بے فائدہ گھبراتے ہیں' جب تـک او پریشن کی زحمت نه اٹھائیں گے' پرانے بگڑے هوئے زخم کیونکر اچھے هونگے - میں الہـلال کو صبح امید کا درخشنده آفتاب سمجھتا هوں' اسی کی حرارت سے همارے ٹھرٹھراتے هوے دل' جن پر صدیوں سے غفلت و گمراهی کی برف گر رهی ہے' قوی و توانا هو چلے ہیں - اگر بعض شپہر چشم اس آفتاب صبح امید کی روشنی سے چوندھیا کر اپنا سر پھوڑ لیں' تو بالکل مجبوری ہے - خدالیے ذوالجـلال آپکی اس محنت کو مشکور فرماے -

میرے مخدوم ! اگر ہماری قوم کا ہر خاکروب بھی بالفرض گریجولٹ ہوجائے ' تو بھی ہمارا وہ مرض دور نہیں ہوسکتا ' جسنے ہمیں تباہ و برباد کردیا ' اور ہمارے ساری قوتیں سلب کرلیں - ہمیں شک چلتا بننے کی ضرورت نہیں ' بلکہ مسلمان کامل بننے کی حاجت ہے ' اور وہ بغیر اتباع کتاب الله و سنت رسول الله ممکن ہی نہیں ' چونکہ ہمارا ادبار اب انتہا کو پہنچ چکا ہے ' کیا عجب کہ مسلمان خواب غفلت سے بیدار ہوکر کروٹ ہی نہ بدلیں بلکہ بسم الله کہکر آٹھہ کھڑے ہوں -

بسر کرتے ہیں اک امید پر ہم زندگی اپنی
خدا وہ دن نہ دکھلائے کہ ٹوٹے آسرا دل کا

میرے اس عریضہ کو جسمیں میرے دلی خیالات کا کچھہ اظہار ہے الہلال میں شائع فرمادیں مجھے الہلال کے پالیسی سے کامل اتفاق ہے -

---

جناب محمد محبوب حسن خان صاحب آنریری مجسٹریٹ شاہجہان پور

مکرمی ! مجھے جناب سیف کی تحریر کے ہر لفظ سے پورا اتفاق ہے - الہلال کی پالیسی نہایت مفید پالیسی ہے -

---

جناب چودھری تاج الدین صاحب از امرتسر

مجھے اصولاً الہلال کی دعوت سے بالکل اتفاق ہے - مسلمانوں کی ترقی کا راز قرآن کریم کے احکام پر چلنے میں ہے - چونکہ ہم لوگوں نے قرآن کریم پر چلنا چھوڑدیا ہے ' لہذا سب سے بڑی وجہ ہمارے ادبار و ذلت کی یہی ہے - چونکہ آپکی دعوت کا اصل اصول کتاب الله و سنت رسول الله کا اتباع کرانا ہے - لہذا اس عاجز کو بکلی اتفاق ہے - اور یہ رائے اگر ضرورت ہو تو شائع کیجا سکتی ہے - جو قرآن کریم کی تعلیم ہے اور جس پالیسی کی طرف وہ بلاتا ہے ' آپکو بے باکانہ اسی کی طرف دعوت دینی چاہیے - اسمیں کسی سچے مسلمان کو اعتراض نہیں ہو سکتا -

یہاں عام لوگ اس بات کے شاکی ہیں ' کہ تمام اخبار یونیورسٹی کے ہی نذر کردیا جاتا ہے - حالانکہ اب لوگوں کو یونیورسٹی کے نام سے نفرت ہوگئی ہے ' لوگ تو چاہتے ہیں کہ یونیورسٹی کا ذکر بھی اخبار میں نہ ہو - اسکی بجاے اور مفید مضامین کی طرف توجہ کیجاوے - لوگوں کو انتظار ہے کہ ٹرکی کی موجودہ سیاسی حالت پر آپکے مضامین دیکھے جاویں - جنگ طرابلس کے حالات پڑھے جاویں - اور اُن نامور اشخاص کے حالات ' جو بوجہ فداے حریت ہونے کے شیخ الاحرار کہلانے کے مستحق ہیں ' جیسا کہ آپنے شروع میں وعدہ کیا تھا اور جسکے لیے تمام پبلک نہایت بیقرار ہے -

---

جناب مولانا عبد الحلیم خان صاحب ناظم قاسم المعارف

مجھے افسوس ہے کہ آپ کے جولانگاہ قلم کو اسوقت تک وسعت نہیں ملی - تاہم اسوقت تک جو کچھہ بھی لکھا گیا ' قابل صد تحسین ہے - جو مقاصد و اصول الہلال کے آپ نے اپنے مطبوعہ خط میں بالتفصیل ظاہر کیے ہیں ' میرے نزدیک نہایت پسندیدہ و اعلے اور سبق آموز ہیں - جس اصول پر الہلال دعوت دینا چاہتا ہے ' وہ اصلی حقیقت ہے - اوسکی مثال قرن اولی کی صدیوں میں پائی جاتی ہے - خدا سے دعا ہے کہ الہلال کے ہاتھوں حقیقی اور سچی قرآن کی تعلیم کی عام دعوت ہو ' اور صحیح اور سچی راہ کھول دینے میں وہ ہر طرح کامیاب ہو -

---

جناب ایم کبیر احمد خان برادرس - از بہار کلوور سٹی (بہار)

الہلال کے نئے پرچہ میں آپ نے جملہ ناظرین سے راے دریافت فرمائی ہے کہ الہلال کی پالیسی سے اتفاق ہے یا نہیں ؟ جواباً میں عرض کرتا ہوں کہ مجھے الہلال کی پالیسی اور لب و لہجہ سے کلی اتفاق ہے -

الله تعالی آپکو عرصہ دراز تک صحیح و سالم رکھے اور تمام آفات ارضی و سماوی سے محفوظ و مامون ' تاکہ آپ اس بے نظیر اور اصلی ملکی و قومی خدمت کو بخوبی انجام دیں آمین -

اسمیں کوئی شک نہیں کہ اوسکے مطالعہ سے ایک روح تازہ پیدا ہوتی ہے اور اسلامی حمیت کے ایک نئے جوش کا خون تمام جسم میں دوڑ جاتا ہے -

---

جناب مولانا محمد عبد القیوم صاحب عباسی پانی پتی

الله کا ہزار ہزار شکر ہے کہ ہندوستان میں ایک اخبار ایسا نکلنا شروع ہوا جسکی دعوت کا اصل اصول مسلمانوں کو انکی زندگی کے ہر عمل و عقیدے میں اتباع کتاب الله و سنت رسول الله کی طرف بلانا ہے ' میرے خیال ناقص میں یہ مضمون نہایت قابل التفات ہیں - واقعی مسلمانوں میں قرآنی تعلیم اور اتباع سنت رسول الله مفقود ہوگئی ہے ' جسکی وجہ سے ان تکالیف اور مصیبتوں کا سامنا کرنا پڑ رہا ہے - اگر تعلیم قرانی کی روح پھر ہم مسلمانوں میں پیدا ہو جائے ' تو ہم اپنے اندر ہر جز کامل و اکمل پاسکتے ہیں ورنہ اسکے بغیر نا ممکن ہے - اصل معاملہ یہ ہے کہ سچ ہمیشہ سے تلخ و ناگوار رہا ہے - اگر الہلال کی باتیں لوگوں کو کڑوی لگتی ہیں تو یہ اسکی صداقت کی دلیل ہے - اس عاجز کے خیال ناقص میں اسکا لہجہ بدستور قائم رہے اور کبھی بزدلانہ طور سے حق کو نہ چھپایا جاے -

---

جناب مولانا عبد الرحیم صاحب از [illegible] بانده

الہلال کی دعوت کے اصل اصول " مسلمانوں کو انکی زندگی کے ہر عمل اور ہر عقیدہ میں اتباع کتاب الله و سنت رسول الله (صلی الله علیه و سلم) کی طرف بلانا ' اور اسطرح انمیں انکی گم شدہ قرانی روح پھر پیدا کرنے " سے مجکو پورا اتفاق ہے -

میں ایک عامی شخص ہوں ' جسے علم سے کوئی بہرہ نہیں ' تاہم اصل مذکور کے متعلق اپنی منصفانہ راے دیتے ہوے یہ ظاہر کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ یہ راے علی وجہ البصیرت ہے ' اور یہ کہ یہ کوئی نیا خیال نہیں ' بلکہ ایک دیرینہ خیال ہے ' جسے اب الہلال نے اپنے ممتاز صبغة اللهی تصبیغ سے اور گہرا رنگ دیدیا ہے -

الہلال کا طریق دعوت و بیباکانہ بیان بھی نہایت پسند کرتا ہوں - اس سے انکار نہیں ہوسکتا کہ موجودہ لیڈران قوم میں سے اکثر خدا و رسول سے بے پروا - قومی درد سے معری - نفس پرستی و خود غرضی میں مبتلا ' اور اس منصب جلیل کیلیے جن امور کی ضرورت ہے اُن سے بے بہرہ ہیں - تاہم عام افراد قوم جو عموماً نور فراست و تمیز حق و باطل سے محروم ہونے کی وجہ سے بجاے خدا پرستی کے دولت و جاہ پرستی میں گرفتار ہیں ' انکو اپنا قبلہ آمال و کعبۂ مقصود بنائے ہوئے ہیں - انہیں انکی ریاکاریوں ' فریب عملیوں ' خود غرضیوں ' اور غداریوں کی مطلقاً خبر نہیں - ان حالات میں نہایت ضروری ہے کہ ان خود ساختہ لیڈروں کی تمام ایسے حرکات و سکنات کو پبلک میں لاکر انپر آزادانہ تنقید کیجاوے جو قومی معاملات سے تعلق رکھتے ہوں یا جنکا اثر کسی بعید ترین واسطہ سے بھی قوم پر پڑتا ہو - جب تک عام افراد قوم کو افراد طبقہ اعلی کی دینی - اخلاقی - ذہنی ' اور عملی قواے ارشاد و ہدایت کما ہی معلوم نہ ہونگے تب تک قابل قبول اور مستوجب رد میں تمیز کرنا انکے لئے ناممکن ہے - ہر شخص جو قومی معاملات میں حصہ لے رہا ہو یا آیندہ حصہ

لیڈر کا خواہشمند و امیدوار ہو یا بنایا گیا ہو" اسی امر کا مستوجب ہے کہ اسکے تمام پرائیوٹ و ذاتی افعال جو انسانی افعال کی تحت میں آتے ہیں اور جز انسان کی سیرت کے بننے میں دخل رکھتے ہیں" پسرکہ جلوت سے باہر لائے جاویں اور پھر آزادانہ نکتہ چینی کیجاوے تاکہ پبلک لیڈری کے مناسب سیرت رکھنے والے اشخاص کو صحیح طور پر جان سکے اور نالائق و ناسزا اشخاص کے انتخاب سے محفوظ رہ سکے۔

ابتک الہلال میں کوئی بحث ایسی نہیں ہوئی جو قومی مفاد سے متعلق نہ ہو اور نہ اسکا لہجہ غیر متین و غیر مہذب رہا ہے - یہ ایک نہایت ضروری فرض ہے کہ نا قابل عبادت کمزور ہستیوں کی کمزوریاں نہایت بلند آہنگی کے ساتھ منظر عام پر لائی جاویں تاکہ انکی معبودیت و مطاعیت کا طلسم ٹوٹے اور خدا کے بندے محض خدا کے عابد و مطیع بنکر صرف بے ریا اور مخلص اشخاص کو اپنی رفاقت و اعتماد کے لیے منتخب کرنیکے قابل ہوسکیں - میرے خیال میں الہلال اپنی موجودہ شان میں ان تمام فوائد کا جامع ہے جو حکیم الامۃ علامہ سید جمال الدین الافغانی المصری (رح) نے اپنے خطبہ فوائد جریدہ میں جرائد کی طرف منسوب کیے ہیں اور وہ بہمہ وجوہ مستحق ہے کہ اوسے علامہ ممدوح کی زبان میں "سائق الی الفضائل وزاجر عن الرذائل" اور "موجب سعادت امت" کہا جاوے - لیکن افسوس ہے کہ استبداد و جاہ پسند طبیعتیں اسکو اسی شرف سے معری کرانا چاہتے ہیں - آخر میں پھر عرض کرتا ہوں کہ میں نے الہلال کے تمام نمبر دو دو بار استیعاباً پڑھے مجھے اسکا ہر خیال - ہر راے اور نیز پیرایہ بیان بغایت پسند ہے -

اس عریضہ کو ختم کرنے سے قبل میں بعض حضرات کے اس پر اصرار ادعا کی نسبت بھی کہ (آنریبل سر ہارکورٹ بٹلر کی مراسلۃ مورخہ ۹ اگست سنہ ۱۹۱۲ سے پہلے کارکنان مسلم یونیورسٹی کو گورنمنٹ کے ارادہ عدم الحاق کا علم نہ تھا) کچھہ عرض کرنا چاہتا ہوں :-

(۱) مسلم یونیورسٹی کا ڈیپوٹیشن سر ہارکورٹ سے شملہ میں پہلے جولائی سنہ ۱۱ میں اور پھر ستمبر سنہ ۱۱ میں ملا

(۲) گورنمنٹ ہند کی مراسلات انہیں جولائی سنہ ۱۱ و اگست سنہ ۱۲ میں موصول ہوے -

(۳) صاحبزادہ آفتاب احمد خانصاحب مسلم گزٹ مورخہ ۱۸ ستمبر سنہ ۱۲ میں تسلیم فرماتے ہیں کہ قبل از وصول مراسلۃ ۹ اگست سنہ ۱۲ انکو " یہ اطلاع تھی کہ گورنمنٹ الحاق کا اختیار نہیں دینا چاہتی "

(۴) مسلم پونہ مورخہ ۱۸ - اگست سنہ ۱۲ آخری مراسلۃ کے متعلق عدم الحاق پر بحث کرتا ہوا لکھتا ہے کہ " نواب صاحب نے شملہ میں سر ہارکورٹ کے موجودگی میں کہدیا تھا کہ ایسی یونیورسٹی کو سلام ہے "

(۵) خود نواب صاحب اپنے پہلے اعتراضی مضمون میں جو علیگڈہ گزٹ مورخہ ۲۲ مئی سنہ ۱۲ میں اور روزانہ زمیندار مورخہ یکم جون سنہ ۱۲ میں شائع ہوا فرماتے ہیں " اور اگر کسی معاملہ میں ہمارے اور گورنمنٹ کے درمیان اختلاف ہے یا آیندہ ہو تو پھر ہم آخر وقت تک پوری طرح گورنمنٹ سے جھگڑ سکتے ہیں مثلا ریک افلیح ایشن کا مسئلہ ہے - اس میں کہا جاتا ہے کہ گورنمنٹ ہمارے ساتھہ متفق نہیں ہے جسکی کوئی اطلاع ابھی تک با ضابطہ ہمکو گورنمنٹ کے طرف سے نہیں ملی "

یہ آخری دونوں اقتباسات بھی واضح طور ظاہر کرتے ہیں کہ کارکنان یونیورسٹی کے روبرو گورنمنٹ کا یہ ارادہ کہ مطلوبہ یونیورسٹی صرف غیر الحاقی [illegible] ضابطہ طور پر بحثی بحوالہ مقالات کثیرہ باضابطہ ستمبر سنہ ۱۱ [illegible] تھا " مگر ساتھہ ہی اسکی شدت تلخی کو کم کرنے کیلئے محض اظہار طفل تسلی صاحب وزیر ہند کے آخری فیصلہ پر یہ امر معلق کردیا گیا تھا - باوجود ان سب باتوں کے باصرار تمام دعوی کیا جاتا ہے کہ اخفاے واقعات معلومہ کا الزام درست نہیں - چہ دلاورست دزدے کہ بکف چراغ دارد - اللہم اہد قومی فانہم لا یعلمون و السلام علیکم أولی من لدیکم ۔

جناب ظفر الحق صاحب ویٹرنری اسسٹنٹ مادا

اس مضمون سے میں بھی بالکل متفق ہوں

جناب مولوی سید علی محسن صاحب

(۱) الہلال کا آخری نمبر دیکھکر طبیعت بہت مسرور ہوئی الہلال کے تعلیم کے متعلق جناب نے جو کچھہ تحریر فرمایا ہے میں اسکے ایک ایک لفظ سے متفق ہوں - اگر الہلال کی تعلیم اسی اصول پر جاری رہی تو البتہ آراسی کا بدر کامل بنکر اپنی تہذیبی روشنی کے سایہ میں امت مظلوم کی ہدایت اور دستگیری کرسکتا ہے -

(۲) افسوس اسکا ہے کہ جب آپکا قلم میدان طرابلس پر اٹھتا ہے تو اپنے حدود کی خبر نہیں رہتی اور جب آپ اپنے سرحد میں زور طبع دکھاتے ہیں تو ناموران طرابلس کو بھول بیٹھتے ہیں کوئی ایسی ترکیب ہوتی جس سے آپکی توجہ دونوں طرف برابر پڑتی -

(۳) الہلال جسوقت دیکھنا شروع کرتا ہوں اوسوقت جسقدر مسرت ہوتی ہے اوس سے زیادہ افسوس اوسوقت ہوتا ہے جبکہ فوراً ہی اوسکو تمام کر بیٹھتا ہوں - یہ بھی طبیعت نہیں چاہتی کہ تھوڑا تھوڑا کرکے ایک ہفتہ میں تمام کروں اور اس سے بھی طبیعت گھبراتی ہے کہ ایک ہی پرچے کو بار بار دیکھوں لہذا جناب کوئی ایسی ترکیب نکالیں جو تسکین بخش ثابت ہو -

(۴) ہمارے ایک مہربان نے الہلال کے متعلق ایک راے دی ہے جس سے جناب کو مطلع کرتا ہوں ممکن ہے کہ جناب پسند فرمائیں وہ یہ کہ الہلال کے ہر نمبر میں ترکی مقبوضات کا ایک مفصل نقشہ ہونا چاہیے جس سے ناظرین کو واقعات کا علم بہت آسانی سے ہوجایا کرے -

(۵) تصاویر بہت صاف نہیں آتی غالباً بلاک بنانے میں کوئی خرابی رہجاتی ہے - امید ہے کہ جناب اپنی توجہ اسطرف خصوصاً مناظر کے تصاویر کیطرف جلد مبذول فرماینگے -

(۶) مسلم یونیورسٹی کے متعلق عام راے حاصل کرنے کیلئے بھی میرے خیال میں جناب کو روٹنگ پیپر شائع کرنا چاہیے والسلام

لا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مومنین (القرآن الکریم)

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad

7-1, MacLeod street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

مدیر مسئول و محرر خصوصی

احمد المکلف بابی الکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۱۴ | کلکتہ : چہارشنبہ ۴ ذیقعدہ ۱۳۳۰ ہجری | جلد ۱

Calcutta: Wednesday, 16 October, 1912.

فہرس

ضروری اطلاع

" الہلال " کے خریداروں کو اطلاع دی جاتی ہے کہ وہ اپنے خط و کتابت میں ضرور خریداری کا نمبر جو چٹ پر لکھا ہوتا ہے اپنے نام کے ساتھ لکھدیا کریں - ورنہ دفتر بالکل جواب سے معذور سمجھا جائے -

قلم کے ساتھ " الہلال " کا رجسٹری نمبر (C. — 644) ہرگز نہ لکھا جائے - کیونکہ یہ خریداری کا نمبر نہیں ہے -

الہلال کی توسیع اشاعت

— * —

ایک بزرگ دوست جو اپنا نام ظاہر نہیں کرنا چاہتے	۱۵
دہلی کے وہی بزرگ، جنکا نام خود ہمیں معلوم نہیں - مدیر	۵
جناب مولانا سید شاہ برہان الدین صاحب حسینی رفاعی قادری سجادہ نشین درگاہ حضرت مشکل آسان	۵
جناب مسٹر اطہر علی صاحب آزاد ایم - آر - اے ایس تحصیلدار جلال آباد - ضلع بستی -	۵
جناب مولوی عنایت اللہ خاں صاحب انسپکٹر کو اپریٹو سوسائٹی (گوجرانوالہ)	۵
جناب مسٹر ظفر حسن صاحب علوی [illegible] علی گڈھ کالج	۵
جناب مسٹر محمد یوسف بھائی میاں صاحب رئیس رنگون	۵
جناب محمد صدیق صاحب - محمدی پریس ([illegible])	۵
جناب مولوی برکت علی صاحب بی - اے (لاہور)	۵
جناب مسٹر ام - اے - ڈار (بہاولپور)	۵
جناب مولانا محمد مبارک کرم صاحب مدرس اول مدرسہ اسلامیہ (پٹنہ)	۴
جناب مولوی محمد اکمل صاحب (شاہپور)	۳

شذرات

مسلمانوں کا سچا لیڈر کون ہوسکتا ہے ؟

ایک لطف فرما اپنے عنایت نامے میں تحریر فرماتے ہیں

" آپنے اس ملک مسلمانوں کی گذشتہ مذہبی و سیاسی گمراہی کی نسبت جو کچھ لکھا ہے ، نیز آئندہ کے لیے جو کچھ لکھ رہے ہیں ، اسکا حرف حرف صداقت اور حقانیت ہے - علی الخصوص آپنے " الہلال کی پولیٹکل تعلیم " کے عنوان سے جو ارٹکل لکھا ہے ، اور اسمیں تعلیم قرآنی کی بنا پر ایک پولیٹکل پالیسی بجہوریز فرمائی ہے ، وہ تو آپ کا قوم پر ایک ایسا احسان عظیم ہے ، جسکی ادائی آجتک کسی کو نہیں ملی تھی - لیکن سوال یہ ہے کہ کوئی پالیسی خواہ کیسی ہی اعلی درجہ کی اور ارادہ ہو مگر جب تک اسکو قائم رکھنے والے لیڈر نہ ہوں اس وقت تک کچھ نہیں ہوسکتا - پس اب مقدم بات یہ ہے کہ آپ یہ بھی بتلا دیں کہ اب قوم کس کو اپنا لیڈر بنائے ؟ اور قوم کا سچا لیڈر کون ہے ؟ "

اسکا تفصیلی جواب تو انشاء اللہ آئندہ نمبر میں دینگے ، کیونکہ یہ نمبر تیار ہوچکا اور مسئلہ تفصیل طلب ، تاہم مختصر گذارش یہ ہے کہ ہمارے عقیدے میں مسلمانوں کا دائمی اور حقیقی لیڈر تو صرف ایک ہی ہے ، اور وہ قرآن حکیم ہے ، وکل شی احصیناہ فی امام مبین (۳۶ - ۱۲) دینی اور دنیوی دونوں قسم کے اعمال کے لیے بھی ایک ایسی امام ہے ، پس مسلمانوں کو کسی لیڈر کی تو ضرورت نہیں ہے ، البتہ ایسے مخصوص اشخاص کی ضرورت ہے ، جو اس لیڈر کے نائب ہوسکیں ، اور اسکی تعلیمات پر قوم کو چلا سکیں -

ورثۂ امامت کی جدید تقسیم

بد بختی سے مسلمانوں نے دین اور دنیا میں تفریق و امتیاز کا ایک خط کھینچ دیا ، اور مسلمانوں نے نہیں ، بلکہ کہنا چاہیے کہ اسلام کے قدیمی دشمن شیطان رجیم نے اس تفریق کی بنیاد ڈالدی ، ان الشیطان للانسان عدو مبین - اس کا نتیجہ یہ نکلا کہ خدا کی قائم کی ہوئی وحدت تو مٹاکر ایک انسانی تقسیم کے ذریعہ دو جماعت لیڈروں کی مقرر کردی گئی - نماز اور روزے کے مسائل تو دائم دین علماے دین کے سپرد کردیے گئے کہ فتوا نویسی کے قلم و سیاہی پر قناعت کرلیں ، باقی تمام اعمال زندگی کی اصلاح و فلاح کو تمام دنیا نئے لیڈروں نے اپنے قبضے میں لے لیا ، ان رموز جدیدہ اور مصلحات حاضرہ کی مقدس نشینوں کو کیا خبر ؟ یہ تقسیم ایسی ہی القسمۃ تھی ، جیسی ایک ایرانی شاعر نے اپنے آبائی ترکے کے انہام (حصص) مقرر کرکے ہوے کی تھی .

از درش خانہ با بہ اسب داد ایران من

وز محبس جانہ تاثہ قسمت ایران دو را

مگر فی الحقیقت اسلام کے نزدیک ایسی تفریق نہ از کفر نہیں ، اسکی دنیا دین سے الگ نہیں ، اللہ دین ، دنیا ہی کا عملی نام ہے - پس مسلمانوں کے دینی معاملات ہوں خواہ دنیوی ، اسکے قدرتی لیڈر صرف دینی پیشوا یعنی علماہی ہوسکتے ہیں اور تاریخ شاہد ہے کہ ہمیشہ علما ہی رہے -

تاہم بدبختی در بدبختی یہ ہے کہ ہمارے علما نے بھی دنیا کی طرف سے آنکھیں بند کرلیں ، اور جس مسند پر انکو خدا و رسول نے بٹھایا تھا ، اسکی اہلیت کی تحصیل سے بے پروا ہوکر نا اہلوں کیلیے چھوڑدی - ایسی حالت میں اگر دوسرے قبضہ نہ کرلیتے تو کیا کرتے ؟

نی ہمہ داغدار شد ، پنبہ کجا کجا نہی ؟

انہوں نے بھی اپنا منصب صرف اتنا ہی سمجھ لیا کہ

رموز مملکت خویش خسروان دانند

گداے گوشہ نشینی تو حافظا مخروش

یقیناً اس سوال کا پیدا ہونا قدرتی ہے کہ موجودہ تغیرات حالات کے بعد اب مسلمانوں کا لیڈر ، یا ہمارے اعتقاد کے مطابق امام مبین کا نائب کون شخص ہو ؟ سچ یہ ہے کہ اسکے جواب میں بہت سی مایوسیاں مضمر ہیں ، اور چونکہ ہم کو دونوں جماعتوں کی خبر ہے اور دونوں کے رنگ دیکھ چکے ہیں ، اسلیے ہماری مایوسیاں عام نظروں کی مایوسیوں سے زیادہ درد افزا ہیں :

رہا ہوں رند بھی میں ، اور پارسا بھی میں

میری نظر میں ہیں رندان و پارسا ایک ایک

تاہم اللہ کی زمین اسکے بندوں سے خالی نہیں ، اور اسلام پر اسکی توجہ فرمائیوں کی ایک بہت بڑی نعمت یہ بھی ہے ، کہ وہ عین وقت پر اپنی قدرت کاملہ سے ایسے بندوں کو بھیج دیتا ہے ، جو اسکے کلمۂ حق کی حفاظت ، اور ملت مرحومہ کی ہدایت کا وسیلہ بن جاتے ہیں - پس ہم کو سچے دل سے اسکا یقین ہے کہ خدا تعالی اسکا ضرور سامان کریگا - اور کسی فرشتۂ غیبی کو بھیج دیگا - لیکن مسلمانوں کے لیے اسکے انتظار میں معطل ہوکر بیٹھنا ضروری نہیں ، انکے لیے راہ صاف ہے ، اور جو کچھ کرنا ہے ، وہ کسی لیڈر کی ماتحتی ہی پر موقوف نہیں -

بحالت موجودہ

اگر ہم سے پوچھا جاے کہ جب کوئی ایسا جامع الاوصاف شخص سامنے نظر نہیں آتا ، تو معیار اوصاف کو کسی قدر ہلکا کرکے کیسے شخص کو ڈھونڈھنا چاہیے ؟ تو ہم کچھ حرج نہیں سمجھتے کہ مندرجۂ ذیل شرائط کو کسی شخص میں جمع دیکھکر ، اسی سے سرپرستی قائم کیجاے ، اور پولیٹکل امور میں اسکی راہنمائی منظور کرلی جاے ، خواہ وہ موجودہ سربرآوردہ اصحاب میں سے ہو ، یا کوئی نیا شخص :

(۱) مسلمان ہو ، نہ صرف ادعاً ، بلکہ اعتقاداً و عملاً - اور در اصل یہی ایک شرط سب باتوں کے لیے کافی ہے -

(۲) اگر علوم دینیہ کا متبحر عالم نہو (کیونکہ ہمارے اعتقاد میں جو شخص علوم و آداب اسلامی کا ماہر نہیں ہے ، وہ اس ملت کا پیشوا کیونکر ہوسکتا ہے جسکی ہستی اسلام سے وابستہ ہے) تو کم از کم اتنا تو ہو کہ مذہب اور مذہبی تعلیم سے بے خبر نہو ، اور مذہبی صحبت کا صحبت یافتہ ہو -

(۳) انگریزی زبان میں قوت تحریر و تقریر رکھتا ہو - کیونکہ موجودہ عہد میں بغیر اس کے ایک شخص گورنمنٹ اور رعایا کے درمیان ترجمان نہیں ہوسکتا -

(۴) اسطرح کے تمام علائق و تعلقات سے آزاد ہو ، جنکے تحفظ کا خیال اسکو کسی حالت میں بھی رسم و رواج ، سوسائٹی ، خاندان ، یا گورنمنٹ کے دباؤ سے مرعوب کرسکے -

ہم نے بے غرضی ، آزادی ، حق گوئی ، دلیری ، اور عدم خوف لومۃ لائم وغیرہ کی اسلیے کوئی دفعہ قرار نہیں دی ، کہ یہ تمام اوصاف پہلی شرط میں آگئے - جو شخص مسلمان ہوگا ، ضرور ہے کہ وہ بے غرض ہو ، راہ الہی میں حب حیات و مال ، اور الفت اولاد و عیال کی زنجیروں سے آزاد ہو ، غلام و مستبد نہو ، اور عبادت الہی کی محراب کے سوا زمین کے کسی اونچے سے اونچے ٹکڑے پر بھی اسکا سر نہ جھکے -

اگر پوچھا جاے کہ موجودہ لیڈروں میں کوئی شخص ایسا بھی ہے ؟ تو بظاہر حالات جواب نفی میں ہے ، اور اگر پوچھا جاے کہ ایک دو شرطوں کے الگ کردینے کے بعد کوئی شخص نظر آتا ہے ؟ تو جواب ہے کہ ہاں صرف ایک ، یعنی (نواب وقار الملک) - ان میں صرف دو شرطوں کی کمی ہے - انگریزی سے نابلد ہیں اور علائق سے بکلی آزاد نہیں - تاہم اگر کوئی ہے تو وہی ہیں - افسوس کہ اب انکا وقت خانہ نشینی اور سکون و راحت کا ہے - نہ کہ محنت و جدوجہد کا

احباب

کی رائیں الہلال کی پالیسی کے متعلق بکثرت آچکی ہیں اور آرہی ہیں - ہم نے گذشتہ اشاعت کے ساتھ بطور ضمیمہ کے چار صفحے دیے تھے ، کیونکہ اصل رسالے کے صفحات کو اسے سے روک دینا ہمیں اچھا معلوم نہیں ہوا - یہ سلسلہ انشاء اللہ برابر جاری رہیگا ، اس ہفتے کے لیے بھی چار صفحے کمپوز کیے ہوے پچھلے ہفتے سے پڑے ہیں اور اگر آخری فرمے کے چھپ جانے کے بعد وقت نکلا تو چھاپ کر لگا دیے جائیں گے ورنہ آیندہ ہفتے پر انکی اشاعت ملتوی ہو جاے گی -

اگر بعض حضرات نے اب تک رائیں نہیں بھیجی ہیں ، تو بہتر ہے کہ موافق مخالف جو کچھ راے ہو ، جلد بھیجکر ممنون فرمائیں -

" من انصاری الی اللہ ؟؟ "

— * —

ملک کے قدیم و جدید تعلیم یافتہ اصحاب کی خدمت میں ایک التماس

— * —

الہلال نمبر (۱۲) کے پہلے صفحہ پر ایک اعلان شائع کیا گیا تھا اسکی نسبت متعدد درخواستیں آچکی ہیں، لیکن ضرورت دیکھتا ہوں کہ ایک مرتبہ تفصیلی طور پر اپنے مقصد دلی کو ظاہر کردوں ۔—

(۱) شخصی کاموں پر مشترک اور جماعتی کاموں کی ترجیح اور تفرق ظاہر ہے - آج دنیا میں تمام بڑے بڑے کام انجمنوں اور کمپنیوں کی صورت میں انجام دیے جاتے ہیں - لیکن تجربہ شاہد ہے کہ مسلمانوں کو ابتک یہ اصلی طریق عمل راس نہ آیا - اس وقت تک علمی اور قومی خدمات کے لیے جسقدر انجمنیں قائم ہوئیں، تجارتی کاموں کے لیے جسقدر کمپنیاں بنائی گئیں، سب کا نتیجہ یا تو شکست کار اور بڑھتے صدمات نکلا، یا گو کسی نہ کسی طرح قائم رہی گئیں، لیکن انکا وجود، عدم سے زیادہ مفید نہ ہوا - فی الحقیقت یہ ہماری ایک سخت بدبختی، اور ہم کاموں کے آغاز میں ایک سخت روک ہے، لیکن کیا کیجیے کہ بدقسمتی ہے، اور اس سے انکار کرنا نہایت خوش آئند تھا، لیکن نہیں کیا جا سکتا -

(۲) پس اس بنا پر ایک عرصے سے اس عاجز کا یہ خیال ہے کہ بڑے بڑے ارادوں کو ترک کر کے سردست صرف یہ کرنا چاہیے، کہ ہر شخص اپنے مقدور اور امکان کے مطابق اپنے لیے ایک دائرۂ عمل بنالے، اور جس قدر شخصی طور پر کر سکتا ہے، بقدر آمد اوروں کے دولت اور مال کی ذمہ داری اپنے سر لیے، کرنے کے لیے مستعد ہو جائے - اپنا معاملہ [illegible] سے رہے، اور اپنے قدموں کو درست رکھنے کیلیے نفس [illegible] ہو جائے - عجب نہیں کہ اشخاص کی سعی جماعت اور قوم کیلیے مجموعی طور پر جماعتی کاموں سے زیادہ مفید ہو جائے، اور در حقیقت دنیا میں تمام بڑے بڑے کام شخصوں ہی نے کیے ہیں، جماعتوں نے نہیں کیے ہیں -

(۳) جس کام کو میں نے شروع کیا ہے، وہ اسی خیال کی عملی صورت ہے - میرے پاس دولت نہیں ہے، اور تندرستی و جمعیۃ اور طول عمر کیلیے کوئی دریقۂ علم بھی نہیں - نہیں جانتا کہ کل کیا ہو؟ تاہم اعتماد اللہ پر، تھوڑی سی امید اپنی نیت سے - اور یہ وعدۂ الہی ہر وقت پیش نظر ہے کہ: انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر و انثی [میں کسی کام کرنے والے کے کام کو ضائع نہیں کرتا - ۳ : ۱۹۳]

(۴) انسان کے قلب و دماغ پر بہت سی باتیں ایسی گذرتی ہیں، جنکو وہ مرئیات و حسیات مادیہ کی طرح دیکھتا اور محسوس کرتا ہے، مگر اسکو دلائل سے ثابت نہیں کرسکتا - میں دیکھتا ہوں کہ دنیا میں خلوص و صداقت اور سچا توکل ایک ایسی طاقت ہے، جو [illegible] نہیں ہوتی، گو اسکے لیے میں کوئی دلیل حسی پیش نہ کرسکوں مگر میرا دلی ادعان اسکو ایک قانون الہی کی صورت میں دیکھتا ہے، اور اسپر اس سے کم یقین نہیں رکھتا، جسقدر آپ کو آگ کے جلانے اور پانی کے ڈبانے پر ہے - ولن تجد لسنة اللہ تبدیلا - کہہ نہیں سکتا کہ جس دن سے میرا دل اپنی نیت اور مقاصد کے متعلق مطمئن ہوگیا ہے، اس دن سے کیسی لازوال قوت اور کبھی مغلوب نہونے والی طاقت بخشنے والے نے مجھکو بخش دی ہے؟ البتہ مضطرب ہوں کہ میری نیتوں کو رب کریم آزمایشوں میں پڑنے کے بعد پاک و صاف رکھنے کی توفیق عطا فرمائے -

(۵) ناظرین کو یاد ہوگا کہ الہلال کی پہلی اشاعت میں اس عاجز نے لکھا تھا :

" الہلال کی اشاعت ہمارے ان ارادوں کے سفر کا آغاز ہے، اور وصل الہی سے امید ہے کہ اب بہت جلد اپنے ارادے کے اعمال عملیہ میں مصروف ہو سکیں گے، ایک اردو ہفتہ وار رسالے کی اشاعت کے لیے ورق طلب سے چلنے والی مشینوں کی ضرورت نہ تھی، اور نہ اسقدر وسیع پریس کے متعلقات و آلات کی - ایک اردو کا ہفتہ وار اخبار ملک کی موجودہ حالت کے لحاظ سے اتنی حیثیت پیدا کر سکتا ہے کہ کسی بڑے پریس کو اپنے اعتماد پر قائم رکھ سکے [illegible] اتنے ہی وسیع پیمانے پر جاری کیا جائے، لیکن کوئی ایسا مقصد زندگی نہیں ہو سکتا جسکا انتظار شب ہائے امید کی بے چینیوں اور روز ہائے تلاش کے اضطراب کا سزاوار ہو - خدا کے بخشے ہوئے دل و دماغ کی ناداری و تہیدستی اگر اسکے مقاصد کا [illegible] اس سے زیادہ بلند نہ ہو سکے - پس یہ جو کچھ کیا جا رہا ہے، درحقیقت بڑے عزائم عظیمہ ہیں، جنکی طرف تدریجی توجہ ہو رہی ہے، اور میں نہیں جانتا کہ کل کیا ہوگا، وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ، ان اللہ کان علیما حکیما -

پہلے نمبر کی اشاعت کو تین ماہ سے زیادہ زمانہ گذر گیا، بعض احباب نے تفصیلی طور پر ان ارادوں کو دریافت بھی فرمایا، مگر اس عاجز نے ایک حرف بھی کہنا پسند نہیں کیا - کیونکہ نہیں چاہتا تھا کہ ان کاموں کی عملی صورت کے شکل پذیر ہونے سے پہلے محض مقصدوں اور خیالوں کا اعلان کردوں - اعمال کے لیے صحیح آواز کام کی ہے، نہ کہ دعوے کی -

(۶) الحمد للہ کہ توفیق الہی کی اعانت سے اب وقت آگیا ہے کہ ان کاموں کی طرف بہ ترتیب و بہ تدریج متوجہ ہوں - وہ کام کون کون سے ہیں؟ انکی تفصیل کیا ہے؟ اغراض و مقاصد اور طریق عمل کیا ہوگا؟ ان امور کی نسبت انشاء اللہ رفتہ رفتہ الہلال میں عرض حال کرونگا لیکن مختصر لفظوں میں اگر اشارہ کرنا چاہوں تو عرض کرسکتا ہوں کہ " اپنے مکان اور مقدور کے مطابق احیاء دعوت الہی اور خدمت علم و دیانۃ کیلیے ایک باقاعدہ اور منظم (دار الدعوۃ) کا قیام " والسعی منی والاتمام من اللہ تعالی -

(۷) لیکن اسکے ساتھ ہی جب اپنی حالت کی طرف نظر ڈالتا ہوں تو علاوہ ان تمام مشکلات کے (جو ہر ایسے کام کیلیے ناگزیر ہیں) خود اپنی طرف سے بھی حسب حالات ظاہری مطمئن نہیں ہوسکتا - اپنے پیچ در پیچ ہموم و غموم اور اسباب اختلال سکون و دل جمعی کے سوا اپنی صحت کی نسبت بھی دائم المرضی کا فیصلہ کرچکا ہوں - اور اب ایک نئی شکایت اختلاج قلب اور ترقدم

کی بھی پیدا ہوگئی ہے - علم اللہ کو ہے ' لیکن بہ حسب اسباب ظاہری شاید زیادہ دنوں تک اپنے کاموں کو جاری نہ رکھہ سکوں گا -

(۴) ایسی حالت میں مقدم تر امر یہ ہے کہ کچھہ لوگ ایسے پیدا کیے جائیں ' جو ایک مخصوص صحبت قائم کریں ' اور پھر ان تمام کاموں کو (جنمیں سے اکثر کو الحمد للہ شروع کر دیا گیا ہے) بطور خود جاری رکھہ سکیں - تاکہ تمام ارادے صرف ایک شخص کی حیات و ممات پر موقوف نہ رہیں اور ایک خاص رنگ اور قابلیت کی جماعت قوم میں پیدا ہو جائے -

( ) پس آج میں آواز بلند کرتا ہوں کہ " من انصاری الی اللہ " ؟ کوئی ہے جو راہ الہی میں میرا مددگار ہو ؟ کوئی ہے جو اپنے تمام اغراض و منافع فردانی کی خدمت ملت اور اعلاے کلمہ حق کی خاطر گوارا کرلے ؟ اور پھر کوئی ہے جو ایک سلامت دل ' اور ایک اشکبار چشم کی فریاد پر لبیک کہے ؟ میں یہ نہیں چاہتا کہ لوگ اپنی قابلیت اور زندگی کو بغیر کسی معاوضے کے میری معیت میں صرف کر دیں ' اسکا طلبگار نہیں ہوں کہ اپنی دنیوی امیدوں اور توقعات کو خدمت ملت کی راہ میں بالکل قربان کردیں - میں ان لوگوں میں نہیں ہوں جو خود کسی طرح کا معاش کی طرف سے اطمینان حاصل کر کے ہر شخص کو الزام دیتے ہیں کہ وہ بھی انکی طرح اہل و عیال کی فکر سے بے فکر ہوکر کیوں نہیں ایثار کرتا ؟ میں جانتا ہوں کہ ضروریات زندگی اور پابندی علائق کی زنجیر ہر شخص کے پاؤں میں ہے ' اور سچا ایثار صرف مال ہی کے ایثار میں نہیں ہے ' بلکہ سب سے بڑا ایثار دل اور ارادے کا ایثار ہے - پس مالی معاوضے اور تنخواہ کا لینا ایثار و صداقت میں حائل نہیں ہو سکتا - مالی خدمت جسقدر ممکن ہے ' اس سے دریغ نہیں - لیکن ساتھہ ہی ایسے لوگوں کا طالب ہوں ' جو اس تعلق کو محض ایک کار و باری تعلق اور تجارتی لین دین نہ سمجھیں ' بلکہ اپنے دل میں ایک ہلکا سا زخم بھی درد ملت کا لیکر آئیں ' اور علم و خدمت علم کے سچے ولولے سے خالی نہوں - نیز ایسی راتیں انہوں نے فکر ملازمت و حصول معاش کی بے چینی میں کاٹی ہوں ' تو کم از کم ایک رات کا بارہواں حصہ کبھی اپنے اخوان ملت کے درد میں بھی بسر کیا ہو - علم کو ہمیشہ حصول معاش کا وسیلہ سمجھکر پڑھا ہو ' مگر علم کو علم کے لیے اختیار کرنے کی دبی دبائی پھانس بھی کبھی کبھی انکے پہلو میں چبھہ جاتی ہو -

" لقاء وجہ رب " کی سعی اور " ابتغاء مرضات اللہ " کا مقام بہت اونچا ہے ' وہاں تک رسائی ہم آلودگان ہواے نفسانی کو کہاں حاصل ؟ تاہم اگر ہزاروں تعلیم یافتہ مسلمانوں میں چند اشخاص اتنے ایثار کے لیے بھی طیار نہوں کہ تنخواہ لے لینے کے ساتھہ اپنی زندگیوں کو بارادہ محکم خدمت ملی کے لیے وقف کردیں ' تو پھر ان زبانی ہنگاموں ' اور ادعائی شور و شغب کو بھی کیوں نہ بند کر دیا جائے جو اخبار کے صفحوں اور انجمنوں اور صحبتوں کی رودادوں میں ہمیشہ دکھلایا جاتا ہے -

( ) میرا دل ' اور گھر ' دونوں کا دروازہ کھلا ہے ' تاکہ ہر سچے ارادے کے ساتھہ آنے والے کا استقبال کرے اور اپنی اچھی بری زندگی کا شریک مساوی بنالے - مجکو جو کچھہ اب کرنا ہے برسوں تک خاموش رہکر اور تمام پہلوؤں پر غور کر کے اسکا فیصلہ کر لیا ہے ' اور زندگی جب تک ہے ' اس سے کنارہ کش نہیں ہو سکتا - لیکن ان ارباب علم کے لیے جو تصنیف و تالیف ' تحریر و تقریر ' اور خدمت ملت و دیانۃ کا اپنے اندر کوئی ولولہ رکھتے ہوں ' یہ ایک عمدہ فرصت ہے ' جو شاید پھر ہاتھہ نہ آئے -

مسئلۂ صلح

--*--

حف القلم وقد سبق السیف العزل ! جس خبر کے سننے کیلیے تقریباً تمام عالم اسلامی طیار نہ تھا ' جسکے تصور سے طرابلس میں غیظ و غضب ' مصر میں ماتم ' اور ہندوستان میں حسرت اور مایوسی چھا جاتی تھی ' بالآخر اس وقت کہ الہلال کا آخری جز صفحہ مشین پر چڑھچکا ہے ' ریوٹر نے سنادی ' یعنی مقام اوچی (سوئزرلینڈ) اٹلی اور ترکی کی صلح کے کاغذات پر آخری دستخط ہوگئے انا للہ و انا الیہ راجعون -

گو اس وقت کچھہ نہیں کہا جا سکتا کہ اصلی شرائط صلح کیا قرار پائے ؟ بلکہ ابتدا سے مسئلہ صلح کی نسبت خبروں میں جو اضطراب رہا ہے ' اسکو پیش نظر رکھتے ہوے یہ بھی نہیں کہا جا سکتا کہ یہ خبر بالکل قابل تسلیم ہے ' تاہم اگر صلح ہوئی ہے تو یہ بھی یقینی ہے کہ اٹلی کا قدم طرابلس اور برقہ میں جم گیا ' گو اسکا نام یورپ کی معاہدات و قوانین کی اصطلاح میں کچھہ ہی ہو - موجودہ بلقانی مسئلہ درپیش نہ ہوتا تو اٹلی کو قطعاً پوری طرح دب کر صلح کرنی پڑتی ' مگر اب کوئی وجہ نہیں کہ اس نے موجودہ وزارت کی کمزوری سے فائدہ نہ اٹھایا ہو -

تاہم مقتضاے احتیاط یہ ہے کہ جب تک تفصیلی حالات معلوم نہو جائیں ' کوئی راے قائم نہ کریں - کل کی تفصیلی خبروں کا انتظار ہے ' اور خداے برتر و حکیم سے امید ہے کہ وہ اس نازک ترین اسلامی موقعہ پر خلافت اسلامی کو کسی اور سخت خطرے سے دو چار نہ کریگا - وما تشاؤن الا ان یشاء اللہ ' ان اللہ کان علیما حکیما -

---

۱۶ اکتوبر ۱۹۱۲

— * —

— * —

یعنی مسلمانوں کی اینده شاهراه مقصود

ان هذا صراطي مستقيما ، فاتبعوه ، و لاتتبعوا السبل ، فتفرق بكم عن سبيله ذالكم وصاكم به ، لعلكم تتقون (۶ - ۱۵۵) (۱)

(۲)

میں شاید اپنے مطلب کو اب تک ٹھیک ٹھیک ادا نہ کرسکا - اسلیے زیادہ واضح طور پر آج عرض کرتا ہوں - مشکل یہ ہے کہ مضمون وسیع اور شاخ درشاخ ضمنی مطالب پر مشتمل ہے ' جب لکھنے کیلیے قلم اٹھاتا ہوں ' تو مجبوراً تفصیل و اطناب سے کام لینا پڑتا ہے - تاہم مطمئن ہوں کہ کوئی غیر ضروری بیان زبان قلم پر نہیں گذرتا -

مسلمانوں کا نصب العین کیا ہونا چاہیے ؟

پالیٹکس جسکی طرف اب مدتوں کی غفلت کے بعد مسلمانوں نے شیفتگی کی نظر اٹھائی ہے ' قومی زندگی کے اعمال کا ایک سب سے بڑا شعبہ ہے - لیکن ہم اسے مسلمانوں کیلیے کوئی اصلی مقصود اور بنیادی شے نہیں سمجھتے - اور قوموں کے لیے اگر سیاست انکے تمام اعمال کی بنیاد ہے ' تو اس لیے ہے کہ زندگی کی حرارت پیدا کرنے کیلیے وہ سیاسی جذبات سے ایک گرم انگیٹھی کا کام لیتے ہیں - لیکن جس قوم کے پاس ایک شعلہ فشاں آتشکدہ موجود ہو ' اسے انگیٹھی کی کیا ضرورت ہے ؟

جب تنور گرم ہوجاتا ہے تو بہت سی انگیٹھیاں اس سے گرم کرلی جاسکتی ہیں ' لیکن انگیٹھی تنور کا کام نہیں دیسکتی -

اس وقت برسوں کے جمود نے کروٹ لی ہے ' اور گویا انقلاب و تغیر کا ایک اچھا موسم مسلمانوں پر گذر رہا ہے - اس وقت جس چیز کی تخم ریزی کردی جائے گی ' آگے چلکر اسی کے پھل کو اپنے دامن میں دیکھ سکیں گے - پس اس بارے میں میری دعوت کا لب لباب یہ ہے کہ مسلمان محض پالیٹکس ہی کو اپنا مقصود حقیقی نہ بنالیں ' اور اسطرح ایک عمدہ موسم کو ' جسمیں وہ شاید ایک پورا باغ لگاسکتے ہیں ' صرف ایک درخت ہی کے بونے میں ضائع نہ کردیں -

دوسری قوموں کی نظیروں پر نظر رکھنا انکے لیے کچھہ سودمند نہیں ہوسکتا - انکو صرف اپنے اوپر نظر رکھنی چاہیے ' کیونکہ انکے پاس ایک شے ہے ' جو اوروں کے پاس نہیں ہے اور جس کو اپنا مقصود بناکر وہ ان تمام چیزوں کو بھی بوجہ احسن و اکمل لے سکتے ہیں ' جو اور قومیں حاصل کر رہی ہیں - انکو چاہیے کہ ہر طرف سے آنکھیں بند کرکے اس شے کو اپنا اصل مقصود اور نصب العین بنائیں ' جسکی تلاش میں انہیں گھر سے نکلنے کی ضرورت نہیں ' بلکہ ہمیشہ سے وہ خود انکے گھر کے اندر موجود ہے - یعنے صرف اتباع دین مبین اور اعتصام بحبل اللہ المتین انکے لیے انکے خدا کے طرف سے ایک دائمی مقرر کردہ نصب العین ہے ' اور ایک مسلم ہستی کے لیے اسکے سوا کوئی مقصود حقیقی نہیں ہوسکتا - نہ پالیٹکس ' نہ تعلیم ' نہ اخلاق ' اور نہ معاشرت ' کیونکہ زمین پر جسقدر " کمال " اور " جمال " ہے ' وہ سب اس سے ہے ' یہ کسی چیز سے نہیں ہے - دنیا میں جسقدر خوبیاں اور محاسن ہیں ' سب اسکے نتیجے ہیں ' کیونکہ اسکے اوپر الوہیت کے درجے کے سوا اور کوئی درجہ نہیں - دنیا میں جس وقت سے انسانی ہدایت و شقاوت کا سلسلہ شروع ہوا ہے ' صرف یہی ایک صراط مستقیم اور ملة قوم تمام انسانی فلاح و اصلاح کا وحدہ لاشریک وسیلہ رہی ہے : -

وقالوا كونوا هودا او نصارى تهتدوا ، قل بل ملة ابراهيم حنيفا ، وما كان من المشركين - قولوا امنا بالله وما انزل الينا وما انزل الى ابراهيم واسماعيل واسحاق ويعقوب والاسباط ، وما اوتي موسى وعيسى وما اوتي النبيون من ربهم ، لا نفرق بين احد منهم ونحن له مسلمون (۲ :)

اور یہود و نصارا کہتے ہیں کہ یہودی یا عیسائی بن جاؤ تو ہدایت پاؤ گے - (یعنی اسلام کے سوا اور طریقے اختیار کرو) اے پیغمبر کہدے کہ کبھی نہیں ! ہمارے لیے تو صرف ابراہیم ہی کا طریقہ طریق ہدایت ہے - اور اے مسلمانو تم بھی کہدو کہ ہمارا طریق یہی ہے کہ اللہ پر ایمان لاے ہیں اور قرآن پر ' جو ہم پر اترا ' اور اس تعلیم پر جو ابراہیم ' اسماعیل ' اسحاق ' یعقوب اور اولاد یعقوب پر اتری ' اور موسی اور عیسی کو جو تعلیم دی گئی ' اور انہیں پر موقوف نہیں ' بلکہ در اصل اور تمام پیغمبروں اور رسولوں کو انکے پروردگار کے طرف سے جو تعلیم دی گئی - ان سب کی تعلیم ایک ہی طریق اسلام کی تھی - پس ہم ان میں کوئی تفریق اور امتیاز نہیں کرتے ' اور کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں -

ترجو النجاة ولم تسلك مسالكها
ان السفينة لا تجري على اليبس (۱)

اگر مسلمانوں نے اپنے لیے ایک نہایت آزادانہ پولٹیکل پالیسی طیار کرلی ' کانگرس سے بھی بہتر ایک پروگرام انکے ہاتھہ میں ہوا ' اور لیگ کے حکومت طلبوں سے بھی بڑھکر جوش اور سرگرمی پیدا کرلی ' پالٹکس میں وہ ازسرتاپا غرق ہوگئے ' انکا ہر فرد گلیڈاسٹون اور مارلے ہوگیا ' لیکن ساتھہ ہی اگر انہوں نے اپنے معتقدات اور اعمال کے اندر اسلام کی عملی روح پیدا نہ کی ' اپنے تئیں دین الہی کی سلطنت کے ماتحت داخل نہ کیا ' اور خشیۃ الہی اور زاد تقوی سے محروم رہے ' تو میں اس یقین کی لازوال طاقت کے ساتھہ ' جسکے لیے کبھی موت اور شکست نہیں - اس بصیرت الہی کے ساتھہ ' جسمیں کبھی تزلزل اور تذبذب نہیں - ازسرتاپا صداے ربانی بنکر کہتا ہوں کہ اگر

(۱) ایسی میرا (دین الہی کا) سیدھا راستہ ہے ' پس صرف اسی کے ہو رہو ' غیر اور راستوں میں نہ پڑو ' کیونکہ وہ تم کو خدا کی راہ سے بھٹکا کر تتر بتر کر دینگے - یہ خدا کی تمہارے لیے وصیت ہے ' تاکہ تم متقی بن جاؤ -

(۱) دین و دنیا میں نجات کی طلب ' اور ساتھہ ہی راہ الہی سے روگردانی !! بھلا کبھی خشکی میں بھی کشتی کو چلتے دیکھا ہے ؟

آگ جلاتی ہے' اور پانی ڈبانا ہے - اگر آفتاب مشرق سے نمودار ہوتا' مگر مغرب کی جانب غروب ہوتا ہے - اگر مچھلی خشکی میں' اور پرند دریا میں زندہ نہیں رہسکتا - اگر قوانین فطریہ اور نوامیس طبیعیہ میں تبدیلی نہیں ہوسکتی - اور اگر یہ سچ ہے کہ دو اور دو پانچ نہیں بلکہ ہمیشہ چار ہوتے ہیں - تو یہ بھی کبھی نہ مٹنے والی صداقت اور صفحۂ کائنات پر نقش ہوچکی ہے کہ مسلمانوں کو وہ تمام یورپ سیاسی ہنگامہ آرائیاں' تعلیم و تربیت کا غوغاے محشر خیز' اور پولیٹکل پالیسی کے تغیر و تبدل کا ہیجان طوفان آور' ایک لمحہ ایک دقیقہ' ایک عشر دقیقہ تک کیلیے بھی کچھہ نفع نہیں پہنچا سکے گا - انکی تمام جد و جہد اکارت جائے گی' تعیر کا ابر اٹھ رہے تعیر ایک قطرۂ بارش کے گذر جائے گا' انکی امیدوں کی خشک سالی بدستور باقی رہیگی' وہ جسقدر سعی رہائی کرینگے' اتنا ہی چاروں طرف کی لپٹی ہوئی زنجیروں کی بندش سخت تر ہوتی جائیگی' گمراہی و ضلالت کا شیطان بھی اسی الگ ہوگا' اتنے کانوں میں جو طوق پڑا ہے' اور پاؤں میں جو زنجیر اور قفل پڑی ہوئی ہے' وہ قیامت تک نہ ٹوٹیگی' جہالت و ضلالت' اسر و غلامی ذلت و خواری کی صفوں میں ہمیشہ محصور رہیں گے' اور دنیا میں ایک لمحہ کیلیے بھی انکو فرشتۂ عزت کا چہرہ دیکھنا نصیب نہوگا : خسر الدنیا والاخرۃ' ذلک ہو الخسران المبین -

ان الذین کذبوا بآیاتنا واستکبروا عنہا لا تفتح لہم ابواب السماء ولا یدخلون الجنۃ حتی یلج الجمل فی سم الخیاط' وکذالک نجزی المجرمین (٧ - [illegible])

جن لوگوں نے ہماری آیتوں کو جھٹلایا' اور جنکی بی حکایت غرور تے انکو دنیا' تو خدا رحمت کا ان کے لیے تو آسمانی رحمت کا دروازہ کبھی کھلے گا اور نہ تو جنت کی زندگی انھیں نصیب ہوگی - ہاں اگر ایسا ہو سکتا ہے کہ سوئی کے ناکے میں سے اونٹ گذر جائے تو یہ بھی ممکن ہے کہ وہ ہماری آیات کو جھٹلا کر پھر فلاح و نجات بھی حاصل کرلیں -

میں نے کہا کہ "اگر آگ جلاتی اور پانی ڈبانا ہے" نہیں' بلکہ میں کہتا ہوں کہ یہ تو ممکن ہے کہ آگ نہ جلاے اور پانی نہ ڈباے' مگر یہ تو کسی طرح ممکن نہیں' کہ خدا کا وہ قانون شقاوت و ہدایت بدل جاے (١) جس کے لیے ابتداے خلقت بنی ادم سے آجتک دنیا میں کوئی مختلف شہادت موجود نہیں - نہ میں لکھہ رہا ہوں' اور میرے اندر یقین اور اعتقاد کی ایک آواز بے چین و مضطرب ہے' مگر افسوس کہ اسکی ترجمانی کے لیے صحیح الفاظ نہیں ملتے - حیران ہوں کہ کیونکر' اور کن لفظوں میں اپنا دلی یقین آپکے دلوں میں بھی پیدا کردوں؟ تاہم میں یہ کہنے سے کبھی نہ تھکوں گا' کہ جن احکام اسلام کو آپ نہایت بے پروائی سے ایک مذہبی بندش کہکر گذر جاتے ہیں' وہ بندش تو ضرور ہے مگر ایک ایسے قانون کی بندش ہے' جسکی سلطنت تمام قوانین مادیہ کے نظام حکومت سے بالاتر اور وراء الوری ہے' اور نظم کائنات کے تمام اجزا اسی بندش سے بندھکر مرتب اور منظم ہوتے ہیں - یہی بندش ہے کہ لسان الہی نے اسکو کہیں " حدود اللہ " کے لفظ سے یاد کیا ہے' کہیں " سنۃ اللہ " کے لفظ سے تعبیر کیا ہے'

کہیں " فطرۃ اللہ " اسکا نام رکھا ہے' کبھی " صراط مستقیم " کہا ہے' اور کبھی " دین قیم " کے خطاب سے یاد کیا ہے - وہی الحقیقت ایک ربانی حکومت کا انتظام ہے' اور جب کوئی فرد یا قوم اسکے تحت و تسلط سے نکلنا چاہتی ہے' تو گویا وہ خدا کے ساتھہ اعلان جنگ کر دیتی ہے - پھر اسکی زندگی اور زندگی کے تمام اعمال یکسر بغاوت اور سرکشی ہوجاتے ہیں' اور وہ رحمانی سلطنت سے نکل کر شیطانی حکومت میں داخل ہو جاتی ہے :

یا ایہا الانسان ما غرک بربک الکریم (٨٢ - ٦)

خدا کہتا ہے کہ اے انسان حقیر! بتلا کہ کس چیز نے تجکو اس پر آمادہ کردیا کہ کہ اپنے رب کریم سے بغاوت کردے؟

دنیا میں ہم دیکھتے ہیں کہ ایک باغی انسان کو کوئی گورنمنٹ پناہ نہیں دیسکتی - اسی طرح رب السماوات والارض کی بغاوت اور قانون شکنی کے بعد بھی کائنات کا ہر دروازہ اس پر بند ہوجاتا ہے - کسی سعی میں وہ کامیاب نہیں ہوتا' اور کوئی کوشش اسکی فلاح یاب نہیں ہوتی :

ومن یبتغ غیر الاسلام دینا فلن یقبل منہ وہو فی الاخرۃ من الخاسرین (٣ - ٧٦)

جو شخص اسلام کے سوا کسی دوسری تعلیم کو تلاش کریگا' اسکی سعی و تلاش کبھی مقبول نہوگی اور اسکے تمام کاموں کا آخری نتیجہ ناکامی و نامرادی ہوگا -

قرآن مجید نے امم سابقہ و اقوام پیشین کا تذکرہ بار بار کیا ہے - یہ صرف اس لیے ہے کہ اس " قانون ہدایت و شقاوت " کے نتائج پر انسان کو توجہ دلائی جاے - جا بجا اُن اقوام متمدنہ و عظیمہ کی طرف اشارہ کیا ہے' جو آنے والی اقوام سے زیادہ قوی اور مستحکم تمدن رکھتی تھیں - لیکن جب انہوں نے احکام الہیہ کو پس پشت ڈالدیا' اور خدا کی حکومت میں رہکر اس سے بغاوت اور سرکشی شروع کردی' تو کوئی انسانی سعی و تلاش انکو ہلاکت و بربادی سے نہ بچا سکی - یہاں تک کہ آج انکے آثار و اطلال بھی دنیا میں باقی نہیں :-

اولم یسیروا فی الارض فینظروا کیف کان عاقبۃ الذین من قبلہم' کانوا اشد منہم قوۃ و اثاروا الارض وعمروہا اکثر مما عمروہا' وجاءتہم رسلہم بالبینات' فما کان اللہ لیظلمہم' ولکن کانوا انفسہم یظلمون (٣٠ - ٨)

کیا یہ لوگ زمین پر چلتے پھرتے نہیں؟ اگر پھرتے تو دیکھتے کہ جو قومیں ان سے پہلے ہوگذری ہیں' انکا کیا انجام ہوا؟ یہ وہ قومیں تھیں' جو انسے تمدن و ثروت اور قوات جسمانی میں بڑھکر قوی تھیں' انہوں نے زمین پر اپنے کاموں کے نشان چھوڑے' اور جسقدر ان لوگوں نے اسکو آباد کیا ہے' اس سے کہیں زیادہ انہوں نے تمدن پھیلایا - لیکن جب ہمارے رسول ان میں بھیجے گئے اور ہماری نشانیاں انکو دکھلائی گئیں' تو انہوں نے سرکشی اور بغاوت سے جھٹلا دیا' اور برباد و فنا ہوگئے - خدا ظلم کرنے والا نہ تھا' لیکن خود انہوں نے اپنے اوپر ظلم کیا -

یہی اسلام کا قانون " حیات و ممات اقوام " ہے' جسکی طرف قرآن نے جا بجا اشارہ کیا ہے :-

ما اصاب من مصیبۃ فی الارض ولا فی انفسکم الا فی کتاب من قبل ان نبراہا' ان ذالک علی اللہ یسیر (٥٧ - ٢٢)

جتنی مصیبتیں اقوام و ملل پر نازل ہوتی ہیں اور جو خود تم پر نازل ہوئیں' وہ سب ہم نے پہلے سے ایک کتاب میں لکھہ رکھی ہیں (یعنے پہلے سے وہ بصورت ایک قانون منضبط کے موجود ہے) اور ایسا کرنا اللہ کے لیے کوئی مشکل بات نہ تھی -

---

(١) عنقریب ایک مستقل رسالہ اس موضوع پر لکھا ہے کہ مراتب ہدایت و شقاوت امم و ملل از روے قرآن کیا ہیں؟ مطبع الہلال میں زیر طبع ہے اور عنقریب شائع ہوگا

دنیا میں حیات و قیام صرف مسلم کے لیے ہے

اور غور کیجیے تو یہ کوئی ایسا دعوا نہیں ہے' جسکے لیے زیادہ تفصیل کی مطلوب ہو' اور اگر مطلوب ہے تو اسلیے کہ دنیا میں اہل اسلام کے پیروؤں ہی کے لیے سب سے زیادہ اسلام کی دعوت معما ہو رہی ہے - اسلام تو فی الحقیقت ان قوائے فطریہ کے صحیح استعمال کا نام ہے' جنکی حکومت سے دنیا کی کوئی شے خارج نہیں - مچھلی کے لیے پانی میں تیرنا' پرندوں کیلیے ہوا میں اڑنا' نباتات کا زمین میں نشو و نما پانا' اور انسان کا زمین کے اوپر رہنا' یہ سب چیزیں اسلام کے مفہوم حقیقی میں داخل ہیں' کیونکہ اس کا دوسرا نام "صبغۃ اللہ" اور "فطرۃ اللہ" ہے' پھر کیا مچھلی پانی کی جگہہ ہوا میں' پرند ہوا کی جگہہ پانی میں' اور انسان زمین کو چھوڑ کر سمندروں میں زندہ رہ سکتا ہے ؟ اگر نہیں رہسکتا' تو اسکے یہ معنے ہیں کہ دنیا میں کوئی شے غیر مسلم ہوکر زندہ نہیں رہسکتی - حیات اور زندگی صرف مسلم کے لیے ہے' اور جو قومیں زندہ ہیں' گو انکو معلوم نہو' مگر ہم کو معلوم ہے کہ وہ اسلام ہی کے سر چشمے سے سیراب ہو رہی ہیں - یہ اپنی بدبختی ہے کہ پاس رہکر بھی ہم تشنہ لب ہیں

افغیر دین اللہ یبغون ؟ و لہ اسلم من فی السموات والارض طوعاً و کرھاً ' و الیہ یرجعون (۳ : ۱۴۲)	کیا وہ لوگ دین الہی کو چھوڑ کر کسی اور نظام کو اپنا حاکم بنانا چاہتے ہیں ؟ حالانکہ اس آسمان اور زمین میں کوئی نہیں' جو چار ناچار اسی دین اللہ کا مسلم' یعنے حکم بردار نہو -

ادخلوا فی السلم کافۃ (۱)

پس باوجود اسکے کہ ہم پولیٹکل زندگی کو حیات ملی کا ایک ضروری شعبہ سمجھتے ہیں' باوجود اسکے کہ ہمارے نزدیک کوئی قوم زندہ نہیں رہسکتی' جب تک اسکے اندر سیاسی جذبات مشتعل نہوں' اور باوجود اسکے کہ ہم روز ازل سے مسلمانان ہند کی ایک بڑی بدبختی یہ قرار دے رہے ہیں کہ انکے لیڈروں نے غلامی و خوشامد کی دارو بے ہوشی سے قوم کی قوم کو مرض النوم میں مبتلا کردیا : ہم مسلمانوں کو کبھی یہ صلاح نہیں دینگے کہ وہ صرف پولیٹکل ازادی کے ولولے ہی کو پیدا کرکے اصلاح و تغیر کی طرف سے فارغ البال ہوجائیں - کیونکہ ہمارے نزدیک مسلمانوں کیلیے پولیٹکل پالسی کے تغیر میں کوئی برکت نہیں ہوسکتی' اگر انکے اندر مذہبی تبدیلی پیدا نہ ہوئی - بخار کے مریض کے لیے ڈاکٹر کے آگے یہ سوال نہیں ہوتا کہ اسکا جسم گرم کیوں ہے' اور آنکھوں میں سرخی کیوں ہے ؟ بلکہ اسپر غور کرتا ہے کہ بخار کی تولید کی اصلی علت کیا ہے ؟ اگر آپ صرف مریض کے جسم کی حرارت ہی کے شاکی ہیں' تو زیادہ پریشانی کی ضرورت نہیں' ایک من برف منگوا کر اسکے ریزوں میں آپ بٹھا دیجیے - امید ہے کہ سارا جسم ٹھنڈا ہو جائے گا - آپ کہتے ہیں کہ مسجد کا منارہ سیدھا نہیں' میں روتا ہوں کہ بنیاد ٹیڑھی ہے - اپ صرف پالیٹکس کو کیوں ڈھونڈھتے ہیں' جبکہ ایک ایسی مضبوط اور لازوال کرسی آپکو ملتی ہے' جس پر نہ صرف پالیٹکس' بلکہ قومی زندگی کی عمارت کے تمام ستون کھڑے ہوسکتے ہیں' اور ستون کیلیے کرسی ناگزیر ہے -

مسلمانوں کیلیے اولیں کام

پس موجودہ تغیر کے بعد اب مسلمانوں کو سفر اسی منزل سے شروع کرنا چاہیے' جو انکے سفر کا ابتدائی مقام ہے' اور جہاں سے انکو پچھلا سفر شروع کرنا تھا' مگر انھوں نے نہیں کیا - انکو نہ تو پولیٹکل پالیسی کی تلاش و جستجو میں وقت ضائع کرنا چاہیے' نہ اعلی تعلیم کے افسانۂ لامتناہی میں پڑنا چاہیے' نہ لیگ کے غلامانہ اور و موت اور پالیٹکس پر توجہ کرنی چاہیے' اور نہ کانگریس کی رپورٹوں میں اپنے لیے نسخۂ فلاح ڈھونڈھنا چاہیے - انکو صرف ایک ہی کام کرنا چاہیے' یعنی بلا یہ سوچے ہوے کہ ہم کیا کر رہے ہیں اور کہاں جا رہے ہیں' اپنا ہاتھ دست الہی میں دیدینا چاہیے :-

می برد ہر جا کہ خاطر خواہ اوست

نہ وہ پالیٹکس کو سوچیں اور نہ تعلیم کو' نہ ازادی کی مدح کریں اور نہ غلامی کا طوق پہنیں - یہ باتیں انکے سوچنے یا فیصلہ کرنے کی نہیں ہیں - انکا فیصلہ خدا کو کرنا تھا' اور اس نے کر دیا - انکا کام صرف یہ ہے کہ اتباع کلمات اللہ و جمیع "ما جاء بہ القرآن" کیلیے طیار ہو جائیں' اور اپنے دلوں کو تمام انسانی تعلیموں اور اقوام کے اتباع و محاکات کے ولولوں سے خالی کرکے' صرف اس ایک ہی معلم کی تعلیم پر چھوڑ دیں - اگر اسلام انکو پالیٹکس میں دیکھنا چاہے' تو لبیک کہکے دوڑ جائیں - اگر وہ اس سے اجتناب کی تعلیم دے' تو اشارے کے ساتھ ہی مجتنب ہو جائیں - اگر وہ کہے کہ غلامی اور خوشامد' دو ہی چیزیں اصلی ذریعۂ فوز و فلاح ہیں' تو وہ سر سے پاؤں تک غلامی کی تصویر بن جائیں - اگر وہ کہے کہ ازادی اور حقوق طلبی ہی میں قومی زندگی اور عزت ہے' تو انکا وجود یکسر پیکر حرارت و جوش حرکت ہوجائے - اخلاق' تعلیم' تمدن شائستگی' اصلاح معاشرت' غرضکہ ایک متمدن زندگی کے جتنے اجزا ہیں' ان میں وہ جس طرف بلائے' اسی طرف جھک جائیں - خود انکی کوئی خواہش' کوئی ارادہ' کوئی تعلیم' کوئی پالیسی نہو - انکی خواہش اور پالسی صرف اتباع قرآن ہو - وہ اس تنکے کی طرح' جس کو کسی بحر طوفاں خیز میں ڈالدیا گیا ہو' اپنے تئیں تعلیم الہی کے سمندر میں چھوڑ دیں - جس طرف وہ چاہے' لے جائے' اور جس کنارے سے چاہے' انھیں لگادے - جب خدا انکا تمام بوجھہ اپنے سر لیتا ہے' تو وہ خود اپنے کاندھوں کو کیوں تھکاتے ہیں ؟

اگر مسلمانوں نے ایسا کرلیا' [اور وعدہ الہی ہے کہ والذین جاھدوا فینا لنھدینھم سبلنا (۱)] تو وہ یاد رکھیں کہ آج جن چیزوں کے لیے بھٹک رہے ہیں' اور نہیں ملتیں' اگر انکا مطلوب حقیقی یعنی اسلام انکو مل گیا' تو وہ خود بخود انکے قدموں پر آکر گرجائینگی - ان میں سے ایک ایک کی تلاش و جستجو کی ضرورت نہیں - وہ بہت گمراہ ہوچکے' جو سر عزت کی سر بلندی کیلیے بنا تھا'

(۱) غالباً سورۂ عنکبوت کے آخری رکوع میں ہے - تدبر ڈھونڈھوگا تو سلسلۂ خیال ٹوٹ جائیگا - یعنی جو لوگ تلاش راہ حق میں سچی طلب کے ساتھ کوشش کرتے ہیں' ہم انکی طلب کو ضایع نہیں کرتے' اور اپنا راستہ ان پر کھولدیتے ہیں -

(۱) پوری آیت یہ ہے - یا ایھا الذین آمنوا ادخلوا فی السلم کافۃ' ولا تتبعوا خطوات الشیطان' انہ لکم عدو مبین (۲ : ۱۳۶) [مسلمانو ! صرف دعوئے اسلام کافی نہیں ہے' اسلام میں پورے پورے آجاؤ' اور شیطان کے قدم بقدم نہ چلو' وہ تو تمہارا بالکل کھلا دشمن ہے]

مقالات

بہت ٹھکرایا جاچکا - اب بھی سنبھل جائیں ' کہ خدا کا ہاتھ بیعت لینے کے لیے بڑھا ہوا ہے' وہ اسے چھوڑ کر شیطان کے ہاتھ پر کیوں بیعت کرتے ہیں ؟ انکے تمام اعضا مردہ و غیر متحرک ہو رہے ہیں لیکن اسکے لیے سر میں تیل کی مالش یا تلوے کا سہلانا اصلی علاج نہیں ہے - انکو روح کی ضرورت ہے - جس دن ' جس آن ' جس لمحے ' ان میں اسلام کی گم گشتہ حرارت مذہبی عود کر آئے گی ' اسی وقت پاؤں کے انگوٹھے سے لیکر سر کے بالوں کی جڑ تک ' انکا تمام جسم زندہ ہو جائے گا - انکا اخلاق ' انکا تمدن ' انکی سوشیل حالت ' انکی سوسائٹی کا نظام ' اور سب سے آخر مگر سب سے پہلے یہ ' کہ انکی پولیٹکل حالت ' غرضکہ حیات ملی کا کوئی شعبہ ایسا نہوگا ' جو باحسن شکل و باکمل حال انکے پاس موجود نہو جائے '

ومن یسلم وجهه الى الله   اور جو شخص ہر طرف سے منہ موڑ کر
وهو محسن فقد استمسک   صرف اللہ کی طرف متوجہ ہوگیا اور ساتھ ہی اعمال
بالعروة الوثقى - والى الله   حسنہ اختیار کیے ' تو بس یقین کرو کہ اس نے
عاقبة الامور (۳۱ - ۲۰)   مضبوط رسی تھام لی اور انجام کار اللہ ہی کے ہاتھ میں ہے

آزادی رائے

— * —

(اثر : سر سید مرحوم)

ایک ضروری کام یہ بھی ہے کہ اُن مفید اور کارآمد مضامین کو جو کبھی وقت شائع ہوچکے ہیں مگر عام طور پر مطالعے میں نہ آئے' دوبارہ شائع کرکے محفوظ کر دیا جائے -

(تہذیب الاخلاق) کی اشاعت دوم کی دوسری جلد (یعنی سنہ ۱۲۹۸ ہجری مطابق سنہ ۱۸۸۱ع) میں سر سید مرحوم نے ایک نہایت مفید اور دلچسپ مضمون آزادی راے پر لکھا تھا - ہم یہ ضروری سمجھتے ہیں کہ آجکل وہ لوگ جو سید صاحب کے اتباع و تقلید کے مدعی ہیں ' اور انکی سجادہ پیشوائی کا اپنے تئیں وارث قرار دیتے ہیں' اس مضمون کو غور سے پڑھیں اور سوچیں کہ قوم کی جس آزادی راے کے ولولے کو وہ دبانا چاہتے ہیں ' اسکے متعلق انکے رہنماے اول کی تعلیم کیا ہے ؟

سید صاحب مرحوم نے اس مضمون میں ایک مشہور انگریزی مصنف کی تحریر کے مطالب اخذ کیے ہیں - مگر در حقیقت جس " آزادی راے " کو پیش کیا گیا ہے ' قرآن کریم نے آج سے تیرہ سو برس پیشتر ہر مقدم تعلیمی درس کردیا ہے - اسکی اشاعت سے ہمارا مقصود یہ نہیں ہے کہ اپنی ایک [illegible] کا کسی طرح اعادہ کریں - ہم نے ابتدا سے ہر جگہ تعلیمات قرآن کریم کی تعلیمات سے استدلال کیا ' حالانکہ ہمارے مخاطب گروہ کے لیے یہ تیرہ سو برس پیشتر کی ایک کامل قطعی و یقینی تعلیم چنداں لائق التفات نہیں ہے ' کچھ شک نہیں کہ یہ ہماری سخت غلطی تھی ' آج ہم اسی خیال سے سید صاحب کے خیالات شائع کرتے ہیں' اور امید کرتے ہیں کہ انکو تو ضرور قابل التفات سمجھا جائے گا - (ایڈیٹر)

ہم اپنے اس آرٹیکل کو ایک بڑے لائق اور زمانہ حال کے فیلسوف کی تحریر (ملز لبرٹی) سے اخذ کرتے ہیں - راے کی آزادی ایک ایسی چیز ہے ' کہ ہر ایک انسان اسپر پورا حق رکھتا ہے - فرض کرو کہ تمام آدمی بجز ایک شخص کے ایک بات پر متفق الراے ہوں ' مگر صرف وہی ایک شخص انکے برخلاف راے رکھتا ہے ' تو تمام آدمیوں کو اس ایک شخص کی راے کو غلط ٹھہرانے کے لیے اس سے زیادہ کچھ استحقاق نہیں ہے ' جیسا کہ اس ایک شخص کو ان تمام آدمیوں کی راے کے غلط ثابت کرنے کا (اگر وہ ثابت کرسکے) استحقاق حاصل ہے - کیونکہ [illegible] اسبات کے لیے [illegible] کہ پانچ آدمیوں کو بمقابلہ پانچ آدمیوں کے رایوں کے غلط ٹھہرانے کا استحقاق ہو ' اور ایک آدمی کو بمقابلہ نو آدمیوں کے یہ استحقاق نہو - راے کی غلطی آدمیوں کی تعداد کی کمی بیشی پر منحصر نہیں ہے - جیسے کہ یہ بات ممکن ہے کہ نو آدمیوں کی راے بمقابلہ ایک شخص کے صحیح ہو' ویسے ہی یہ بھی ممکن ہے کہ ایک شخص کی راے بمقابلہ نو آدمیوں کے صحیح ہو -

رایوں کا بند رہنا خواہ بسبب کسی مذہبی خوف کے ' خواہ بسبب اندیشہ برادری و قوم کے ' خواہ بدنامی کے ڈر سے ' یا گورنمنٹ کے ظلم سے ' کسی سبب سے ہو' نہایت ہی بری چیز ہے - اگر راے اس قسم کی کوئی چیز ہوتی ' جسکی قدر و قیمت صرف اس راے والے کی ذات ہی سے متعلق اور اسی میں محصور ہوتی ' تو رایوں کے بند رہنے سے ایک خاص شخص کا یا معدودے چند کا نقصان متصور ہوتا - مگر رایوں کے بند رہنے سے تمام انسانوں کی حق تلفی ہوتی ہے اور کل انسانوں کو نقصان پہونچتا ہے ' اور نہ صرف موجودہ انسانوں کو ' بلکہ انکو بھی جو آیندہ پیدا ہونگے -

اگرچہ رسم و رواج بھی اسکے برخلاف رایوں کے اظہار کے لیے ایک بہت قوی مزاحم کار گنا جاتا ہے ' لیکن مذہبی خیالات مخالف مذہب کی راے کے اظہار اور مشتہر ہونے کے لیے نہایت اقوی مزاحم کار ہوتے ہیں - اس قسم کے لوگ صرف اسی پر اکتفا نہیں کرتے کہ اس مخالف راے کا ظاہر ہونا انکو ناپسند ہوا ہے ' بلکہ اسی کے ساتھ جوش مذہبی امنڈ آتا ہے ' اور عقل کو سلیم نہیں رکھتا ' اور اس حالت میں ایسے ایسے افعال و اقوال سرزد ہوتے ہیں ' جو انہیں کے مذہب کو جسکے وہ طرفدار ہیں ' مضرت پہونچاتے ہیں - وہ خود اسبات کے باعث ہوتے ہیں کہ مخالفوں کے اعتراض لا معلوم رہیں - وہ خود اسبات کے باعث ہوتے ہیں کہ بسبب پوشیدہ رہنے ان اعتراضوں کے انہیں کے مذہب کے لوگ انکے حال پر متوجہ نہوں اور مخالفوں کے اعتراض بلا تحقیق کیے اور بلا دفع کیے باقی رہ جاویں - وہ خود اسبات کے باعث ہوتے ہیں کہ انکی آیندہ نسلیں بسبب نا طے شدہ رہجانے ان اعتراضوں کے ' جسوقت ان اعتراضوں سے واقف ہوں ' اسیوقت مذہب سے منحرف ہو جاویں - وہ خود اسبات کے باعث ہوتے ہیں کہ وہ اپنی نادانی سے تمام دنیا پر گویا یہ بات ظاہر کرتے ہیں کہ اس مذہب کو جس کے وہ پیرو ہیں مخالفوں کے اعتراضوں سے نہایت ہی اندیشہ ہے - اگر انہی کے مذہب کا کوئی شخص بغرض حصول اغراض مذکورہ انکا پھیلانا چاہے ' تو خود اسے معترض کی جگہہ تصور کرتے ہیں اور اپنی نادانی سے دوست کو دشمن قرار دیتے ہیں -

لہذا عمدہ راے اس فیلسوف کی ہے کہ "کسی راے کے حامیوں [illegible] اس راے کے برخلاف راے کے مشتہر ہونے میں مزاحمت کرنے سے خود ان حامیوں کا بہ نسبت انکے مخالفوں کے زیادہ تر نقصان ہوتا ہے اسلیے کہ اگر وہ راے صحیح و درست ہو' تو اسکی مزاحمت سے غلطی کے بدلے صحیح بات حاصل کرنے کا موقع انکے ہاتھ سے جاتا ہے اور اگر وہ غلط ہے ' تو اسبات کا موقع باقی نہیں رہتا کہ غلطی کی صحت کے مقابلہ سے جو صحت کو زیادہ استحکام اور اسکی سچائی زیادہ تر دلوں پر موثر ہوتی ہے اور اسکی روشنی دلوں میں بیٹھہ [illegible] اس نتیجہ کو حاصل کریں - حالانکہ فی الحقیقت یہ [illegible] مخالف اور موافق رایوں کا پہلا [illegible]

اور منتشر ہونا ' خواہ وہ دینی معاملہ سے علاقہ رکھتی ہوں یا دنیوی معاملہ سے ' نہایت ہی عمدہ اور مفید ہے - دونوں قسم کی رایوں پر جدا جدا غور کرنے کا موقع ملتا ہے کہ اُن میں سے کونسی بہتر ہے ؟ یا اُن دونوں کی تائید ایسے دلایل سے ہوتی ہے جو جداگانہ ہر ایک کے مناسب ہیں - ہمکو اسبات کا کبھی یقین کامل نہیں ہو سکتا کہ جس راے کی مزاحمت میں یا بند رکھنے میں ہم کوشش کرتے ہیں وہ غلط ہی ہے - اور اگر یقین بھی ہو کہ وہ غلط ہے ' تو بھی اُسکی مزاحمت اور اُسکا انسداد برائی سے خالی نہیں -

فرض کرو کہ جس راے کا بند کرنا ہم چاہتے ہیں ' حقیقت میں وہ راے صحیح و درست ہے ' اور جو لوگ اس کا انسداد چاہتے ہیں وہ اسکی درستی اور صحت سے منکر ہیں ' مگر غور کرنا چاہیئے کہ وہ لوگ یعنی اس راے کے بند کرنے والے ایسے نہیں ہیں جنسے غلطی اور خطا ہونی ممکن نہو ' جب ایسا ہے تو انکو اسبات کا حق بھی نہیں ہے کہ وہ اس خاص معاملہ کو تمام انسانوں کے لیے خود فیصل کرلیں ' اور اور شخصوں کو اپنی راے کام میں لانے سے محروم کردیں - کسی مخالف راے کی سماعت سے اس وجہہ سے انکار کرنا کہ ہمکو اسکے غلط ہونے کا یقین ہے ' گویا یہہ کہنا ہے کہ ہمارا یقین ' یقین کامل کا مرتبہ رکھتا ہے ' اور اُسپر بحث و گفتگو کی ممانعت کرنا انبیا سے بھی بڑہ کر اپنا رتبہ ٹہرانا ہے ' اور اپنے تئیں ایسا سمجھنا ہے کہ ہم سے سہو و خطا کا ہونا نا ممکن ہے -

انسانوں کی سمجھہ پر بڑا افسوس ہے کہ جسقدر وہ اپنے خیال و قیاس میں اس مشہور مقولہ کی سند پر کہ " الانسان مرکب من الخطاء و النسیان " اپنے سے سہو و خطا ممکن سمجھتے ہیں ' اُسقدر اپنی رایوں اور باتوں کے عمل در آمد میں نہیں سمجھتے - اُنکی عملی باتوں سے اُسکی قدر و منزلت نہایت ہی خفیف معلوم ہوتی ہے - گو خیال و قیاس میں اُسکی کیسی ہی بڑی قدر و منزلت سمجھتے ہوں - اگرچہ سب اسبات کا اقرار کرتے ہیں کہ ہم سے سہو و خطا ہونی ممکن ہے ' مگر بہت ہی کم آدمی ایسے ہونگے جو اُسکا خیال رکھتا اور از روے عمل کے بھی اُسکی احتیاط کرنا ضروری سمجھتے ہوں ' اور عملی طور پر اسبات کو تسلیم کرتے ہوں کہ جس راے کی صحت کا اُنکو خوب یقین ہے ' شاید وہ اُسی سہو و خطا کی مثال ہو ' جسکا ہونا وہ اپنے سے ممکن سمجھتے ہیں -

جو لوگ کہ دولت یا منصب اور حکومت یا علم کے سبب سے غیر محدود تعظیم و ادب کے عادی ہوے ہیں ' وہ تمام معاملات میں اپنی رایوں کے صحیح ہونے پر یقین کامل رکھتے ہیں ' اور اپنے میں سہو و خطا ہونے کا احتمال بھی نہیں کرتے ' اور جو لوگ اُن سے کسیقدر زیادہ خوش نصیب ہیں ' یعنی وہ جو کبھی کبھی اپنی رایوں پر اعتراض اور حجت اور تکرار ہوتے ہوے سنتے ہیں اور کچھہ کچھہ اسبات کے عادی ہوتے ہیں کہ جب غلطی پر ہوں تو متنبہ ہونے پر اسکو چھوڑ دیں ' اور درست بات کو مان لیں ' اگرچہ اُن کو اپنی ہر ایک راے کی درستی پر یقین کامل تو نہیں ہوتا مگر اُن رایوں کی درستی پر ضرور یقین ہوتا ہے جنکو وہ لوگ جو اُن کے ارد گرد رہتے ہیں ' یا ایسے لوگ جنکی بات کو وہ نہایت ادب و تعظیم کے قابل سمجھتے ہیں ' اُن رایوں کو تسلیم کرتے ہیں - یہہ ایک قاعدہ کلیہ ہے کہ جو شخص جسقدر اپنی ذاتی راے پر اعتماد نہیں رکھتا وہ شخص اُسیقدر دنیا کی راے پر عموماً زیادہ تر اعتماد رکھتا ہے ' جسکو بہ اصطلاح میں جمہور کی راے یا جمہور کا مذہب کہا جاتا ہے -

مگر یہہ بات سمجھنی چاہیئے کہ ایسے لوگوں کے نزدیک دنیا سے کیا مراد ہوتی ہے ؟ ہر ایسے شخص کے نزدیک دنیا سے اور جمہور سے وہ چند اشخاص معدودے چند مراد ہوتے ہیں جن پر وہ اعتماد رکھتا ہے ' یا جنسے وہ ملتا جلتا ہے - مثلاً اُس کے دوستوں یا ہم رایوں کا فریق یا اُسکی ذات برادری کے لوگ ' یا اُس کے درجہ و رتبہ کے لوگ - پس اُس کے نزدیک تمام دنیا اور جمہور کے معنی اُنہی میں ختم ہو جاتے ہیں ' اور اس لیئے وہ شخص اس راے کو دنیا کی راے سمجھکر اسکی درستی پر زیادہ تر یقین کرتا ہے - اس ہیئت مجموعی کی راے کا جو اعتماد اور یقین اُس کو زیادہ ہوتا ہے اور ذرا بھی اس میں لغزش نہیں آتی ' اس کا سبب یہہ ہی ہوتا ہے کہ وہ اسبات سے واقف نہیں ہوتا کہ اس کے زمانہ سے پہلے اور زمانوں نے ' اور ملکوں نے ' اور فرقوں نے اور مذہبوں نے ' لوگ اس میں کیا راے رکھتے تھے ' اور اب بھی اور ملکوں اور مذہبوں کے لوگ کیا راے رکھتے ہیں ' ایسے شخص کا یہہ حال ہوتا ہے کہ وہ اسبات کی جوابدہی کو کہ درحقیقت وہ راہ راست پر چلتا ہے ' اپنی فرضی دنیا یا جمہور کے ذمہ ڈالتا ہے پس جو کچھہ اسکی راے یا اس کا خیال ہو کچھہ بھی اعتماد اور یقین کے لایق نہیں ہے ' اسلیئے کہ جن وجوہات سے وہ شخص بسبب مسلمان خاندان میں پیدا ہونے کے اسوقت بڑا مقدس مسلمان ہے ' انہی وجوہات سے اگر وہ عیسائی خاندان یا بت پرست خاندان یا ملک میں پیدا ہوتا تو وہ بھلا چنگا عیسائی یا بت پرست ہوتا - وہ مطلق اسبات کا خیال نہیں کرتا کہ جسطرح کسی خاص شخص کا خطا میں پڑنا ممکن ہے اُسیطرح اسکی فرضی دنیا اور خیالی جمہور کی نو کیا حقیقت ہے زمانہ کا اور اس سے بھی بہت بڑی دنیا کا خطا میں پڑنا ممکن ہے - تاریخ سے اور علوم موجودہ سے بخوبی ظاہر ہے کہ ہر زمانہ میں ایسی ایسی رائیں قایم ہوئیں ' اور مسلم قرار پائیں جو اس کے بعد کے زمانہ میں صرف غلط ہی نہیں ' بلکہ سراسر لغو و مہمل سمجھی گئیں ' اور یقیناً اس زمانہ میں بھی بہت سی ایسی رائیں مروج ہونگی ' جو کسی آیندہ زمانہ میں اسیطرح مردود اور نامعقول ٹہرینگی - جیسے ' کہ بہت سی وہ رائیں ' جو اگلے زمانہ میں عام طور پر مروج تہیں اور اب مردود ہوگئی ہیں -

اس تقریر پر یہہ اعتراض ہوسکتا ہے کہ جو لوگ مخالف راے کو غلط اور مضر سمجھکر اسکی مزاحمت کرتے ہیں ' اس سے ان کا مطلب اسبات کا دعوی کرنا ' کہ وہ غلطی سے آزاد و بری ہیں ' نہیں ہوتا ' بلکہ اس سے فرض کا ادا کرنا مقصود ہوتا ہے ' جو اُن پر باوصف قابل سہو و خطا ہونے کے اپنے ایمان اور اپنے یقین کے مطابق عمل کرنے کا ہے ' اگر لوگ اس وجہہ سے اپنی رایوں کے موافق کار بند نہوں ' کہ شاید وہ غلط ہوں ' تو کوئی شخص ایسا کوئی کام بھی نہیں کرسکتا لوگوں کا یہہ فرض ہے کہ حتی المقدور اپنی نہایت درست رائیں قایم کریں ' اور بغور ان کو قرار دیں ' اور جب انکی درستی کا بخوبی یقین ہو جاوے ' تو اس کی مخالف رایوں کے بند کرنے میں کوشش کریں - آدمیوں کو اپنی استعداد و قابلیت کو نہایت عمدہ طور سے برتنا چاہیئے - یقین کامل کسی امر میں نہیں ہوسکتا ' مگر ایسا یقین ہوسکتا ہے جو انسان کے مطالب کے لیئے کافی ہو - انسان اپنی کارروائی کے لیئے اپنی راے کو درست و صحیح سمجھہ سکتے ہیں اور ان کو ایسا ہی سمجھنا چاہیئے ' اور وہ اس سے زیادہ اور کوئی بات اس صورت میں اختیار نہیں کرتے جب کہ وہ خراب آدمیوں کو ممانعت کرتے ہیں کہ ایسی رایوں کے شایع کرنے سے ' جو ان کے نزدیک فاسد اور مضر ہیں ' لوگوں کو خراب یا بد اخلاق یا بد مذہب نکریں -

مگر مخالف راے کے بند کرنے میں صرف اتنا ہی نہیں ہوتا کہ اُنھوں نے اپنے تئیں قابل سہو و خطا سمجھکر اپنے ایمان اور اپنے

یقین کے موافق عمل کیا ہے' بلکہ اس سے بہت زیادہ کیا جاتا ہے' اس بات میں کہ ایک رائے کو اس وجہ سے صحیح سمجھا جاوے کہ اُس پر اعتراض و حجت کرنے کا ہر طرح پر لوگوں کو موقع دیا گیا اور اوس کی تردید نہ ہوسکی' اور اس بات میں کہ ایک رائے کو اس وجہ سے صحیح مان لیا گیا کہ اُس کی تردید کی کسی کو اجازت نہیں ہولی' زمین اور آسمان کا فرق ہے - پس مخالف رایوں کی مزاحمت کرنے والے اپنی رائے کو اس وجہ سے صحیح نہیں سمجھتے کہ اُسکی تردید نہیں ہوسکی' بلکہ اس لیئے صحیح ٹہرالے ہیں کہ اُسکی تردید کی اجازت نہیں ہوئی' حالانکہ جس شرط سے ہم بطور جائز اپنی رائے کو عمل درآمد ہونے کے لیئے درست قرار دے سکتے ہیں' وہ صرف یہی ہے کہ لوگوں کو اس بات کی کامل آزادی ہو کہ وہ اُس رائے کے برخلاف کہیں' اور اُس کو غلط ثابت کریں' اسکے سوا اور کوئی صورت نہیں ہے کہ انسان جس کے قوائے عقلی اور قوا کامل نہیں ہیں' اپنے آپ کو راہ راست پر ہونے کا یقین کرسکے اور اہل مذاہب جو صرف اپنے معتقد فیہ کی پیروی ہی کو راہ راست سمجھتے ہیں' جب تک کہ وہ بھی اس بات پر مباحثہ اور اظہار رائے کی اجازت نہ دیں' کہ جس طرح پر اُن کا عمل درآمد اور چال چلن یا اعتقاد اور خیال ہے وہ صحیح طور سے اُن کے معتقد فیہ کی پیروی ہے یا نہیں ؟ اُس وقت تک وہ بھی اپنے آپ کو راہ راست پر ہونے کا یقین نہیں کرسکتے -

انسان کی پچھلی حالتوں کا موجودہ حالتوں سے مقابلہ کرنے پر معلوم ہوتا ہے کہ ہر زمانہ میں انسانوں کا یہی حال رہا ہے' کہ سو میں سے ایک ہی شخص اس قابل ہوتا ہے کہ کسی دقیق معاملہ پر رائے دے' اور ننانوے شخص اُس میں رائے دینے کی لیاقت نہیں رکھتے - مگر اُس ایک آدمی کی رائے کی عمدگی بھی صرف اضافی ہوتی ہے' اس لیئے کہ اگلے زمانہ کے لوگوں میں اکثر آدمی جو سمجھہ بوجھہ اور لیاقت میں مشہور تھے' ایسی رائیں رکھتے تھے کہ جن کی غلطی اب بخوبی روشن ہوگئی ہے - بہت سی ایسی باتیں اُنکو پسندیدہ اور اُنکا عمل درآمد تھیں' جنکو اب کوئی بھی ٹھیک اور درست نہیں سمجھتا - اس سے ثابت ہوتا ہے کہ انسانوں میں ہمیشہ معقول رایوں اور پسندیدہ رایوں کو غلبہ رہتا ہے مگر اسکا سبب بجز انسان کی عقل و فہم کی ایک عمدہ صفت کے جو نہایت ہی پسندیدہ ہے اور کوئی نہیں' اور وہ صفت یہ ہے کہ انسان کی غلطیاں اصلاح کی صلاحیت رکھتی ہیں' یعنے انسان اپنی غلطیوں کو مباحثہ اور تجربہ کے ذریعہ سے درست کرلینے کی قابلیت رکھتا ہے' پس انسان کی رائے کی تمامہ قوت اور قدر و منزلت کا حصر اس ایک ہی بات پر ہے' کہ جب وہ غلط ہو تو صحیح کی جاسکتی ہے' مگر اُسپر اعتماد اُسیوقت کیا جاسکتا ہے جبکہ اُسکے صحیح کرنے کے ذریعے ہمیشہ برتاؤ میں رکھے جاویں - خیال کرنا چاہیئے کہ جس آدمی کی رائے حقیقت میں اعتماد کے قابل ہے اُسکی وہ رائے اس قدر و منزلت کو کس وجہ سے پہنچتی ہے ؟ اسی وجہ سے پہنچی ہے' کہ اوس نے ہمیشہ اپنی طبیعت پر اس بات کو گوارا رکھا ہے کہ اوس کی رائے پر نکتہ چینیاں کی جاویں اور اوس نے اپنا طریقہ یہ ٹہرایا ہے کہ اپنے مخالف کی رائے کو ٹھنڈے دل سے سننا اور اوس میں جو کچھہ درست اور واجب تھا اوس سے خود مستفید ہونا اور جو کچھہ اُس میں غلط اور ناواجب تھا اُس کو سمجھہ لینا' اور موقع پر اُس غلطی سے اوروں کو بھی آگاہ کردینا - ایسا شخص گویا اس بات کو عملی طور پر تسلیم کرتا ہے کہ جس طریقہ سے انسان کسی معاملہ کے کل مدارج کو جان سکتا ہے وہ صرف یہ ہے کہ اُسکی بابت ہر قسم کی رائے کے لوگوں کی گفتگو کو سنے ؟ اور جن جن طریقوں سے ہر سمجھہ اور طریقے اور طبیعت کے آدمی اس معاملہ پر نظر کریں' اُن سب طریقوں کو سوچے اور سمجھے - کسی دانا آدمی نے اپنی دانائی بجز اس طریقہ کے اور کبھی طرح پر حاصل نہیں کی - انسان کی عقل و فہم کا خاصہ یہی ہے کہ وہ اس طور کے سوا اور کسی طور سے مہذب اور معقول ہو ہی نہیں سکتی' اور صرف اسی بات کی مستقل عادت کے سوا کہ اپنی رائے کو اوروں کی رایوں سے مقابلہ کرکے اوسکی اصلاح و تکمیل کیا کرے' اور کوئی بات اوس پر اعتماد کرنے کی وجہ منصور نہیں ہوسکتی - اس لیئے کہ اس صورت میں اوس شخص نے لوگوں کی اون تمام باتوں کو جو اوس کے برخلاف کہہ سکتے تھے' بخوبی سنا' اور تمام معترضوں کے سامنے اپنی رائے کو ڈالا' اور بعوض اسکے کہ مشکلوں اور اعتراضوں کو چھپاوے' خود اوسکی جستجو کی' اور ہر طرف سے جو کچھہ روشنی پہونچی' اوسکو بند نہیں کیا' تو ایسا شخص البتہ اس بات کے خیال کرنے کا استحقاق رکھتا ہے کہ میری رائے ایسے شخص یا اشخاص سے جنھوں نے اپنی رائے کو اس طرح پر پختہ نہیں کیا' بہتر و فایق ہے -

جس شخص کو اپنی رائے پر کسیقدر بھروسا کرنے کی خواہش ہو یا یہ خواہش رکھتا ہو کہ عام لوگ بھی اوسکو تسلیم کریں' اوس کا طریقہ بجز اسکے اور کچھہ نہیں ہے کہ وہ اپنی رائے کو عام مباحثہ اور ہر قسم کے لوگوں کے اعتراضوں کے لیے حاضر کرے' اگر نیوٹن صاحب کی حکمت اور ہیئت اور مسئلہ ثقل پر اعتراض اور حجت کرنیکی اجازت نہ ہوتی' تو دنیا اوسکی صحت اور صداقت پر ایسا پختہ یقین نہ کرسکتی' جیسا کہ اب کرتی ہے - کیا کچھہ مخالفت ہے جو لوگوں نے اوس دانا حکیم کے ساتھہ نہیں کی' اور کونسی مذہبی لعن و طعن ہے' جو اس سچے اور سچی رائے رکھنے والے حکیم کو نہیں دی گئی' مگر غور کرنا چاہیئے کہ اس کا نتیجہ کیا ہوا - یہہ ہوا کہ آج تمام دنیا کیا دانا کیا حکیم اور کیا متعصب کیا اہل مذہب' سب اُسیکو تسلیم کرتے ہیں اور اُسیکو سچ جانتے ہیں اور مذہبی عقائد سے بھی زیادہ اُسکی سچائی دلوں میں بیٹھی ہے - بغیر آزادی رائے کے کسی چیز کی سچائی جہاں تک کہ اُسکی سچائی دریافت ہونی ممکن ہے دریافت نہیں ہوسکتی - جن اعتقادوں کو ہم نہایت جایز و درست سمجھتے ہیں' اُن کے جواز و درستی کی اور کوئی سند اور بنیاد بجز اس کے نہیں ہوسکتی کہ تمام دنیا کو اختیار دیا جاے کہ وہ اُنکو بے بنیاد ثابت کریں - اگر وہ لوگ ایسا قصد نکریں یا کریں اور کامیاب نہوں' تو بھی ہم اوندر یقین کامل رکھنے کے مجاز نہیں ہیں. البتہ ایسی اجازت دینے سے ہم نے ایک ایسا نہایت عمدہ ثبوت اوسکی صحت کا حاصل کیا ہے جو انسانوں کی عقل کی حالتہ موجودہ سے ممکن تھا' کیونکہ ایسی حالت میں ہم نے کسی ایسی بات سے غفلت نہیں کی جس سے صحیح صحیح بات ہم تک نہ پہنچ سکتی ہو اور اگر امر مذکورہ پر مباحثہ کی اجازت جاری رہے. تو ہم اُمید کرسکتے ہیں کہ اگر کوئی بات اُس سے بہتر اور سچ اور صحیح ہے تو وہ اُسوقت ہمکو حاصل ہوجاویگی جبکہ انسانوں کی عقل و فہم اُس کے دریافت کرنے کے قابل ہوگی اور اس اثناء میں ہم اسبات کا یقین کرسکتے ہیں کہ ہم راستی اور صداقت کے اسقدر قریب پہنچ گئے ہیں جسقدر ہمارے زمانہ میں ممکن تھا - غرضکہ ایک خطا وار وجود جسکو انسان کہتے ہیں' اگر کسی امر کی نسبت کبھی قدر یقین حاصل کرسکتا ہے' تو اسکا یہی طریقہ ہے جو بیان ہوا ; اور مسلمانی مذہب کا جو ایک مشہور مسئلہ ہے کہ الحق یعلو ولا یعلی یہہ اسکی ایک ادنی تفسیر ہے -

(باقی آئندہ)

ہندوستان میں "پین اسلامزم"

— * —

پروفیسر وامبری کے خیالات

لندن ٹائمز

جناب من -

مجھکو ہمیشہ سے ترکی ، فارسی ، عربی ، اور تاتاری اخبارات دیکھنے کا شوق ہے ، اور مشرق اسلامی میں مسلمانوں کی تہذیب و معاشرت و سیاست کے ارتقائی سفر کو بنگاہ دلچسپی دیکھتا رہتا ہوں - حال میں آپکے کالموں میں ہندوستان سے کسی نامہ نگار کی چٹھی جسمیں ہندوستان کے اندر پین اسلامی خیالات کی افزایش و عالمگیری کا ذکر چھپا ہے میری نظر سے بھی گزری ، میں بھی اُن خیالات کی اصلیت و صحت پر صاد کرتا ہوں - اس خیال کی افزایش سے مجھکو انکار نہیں ، لیکن اسکی اصل اور اُس تحریک کی نیت کے بارے میں مجھکو ضرور آپکے لائق مضمون نگار سے اختلاف ہے - یہ میں تسلیم کرتا ہوں کہ مراکش ، طرابلس ، اور ایران میں یورپ کے اغتصاب نے عیسائیوں اور مسلمانوں کی قدیم الاصل دشمنی کو اور بھی سخت کردیا ہے - یہ ساری باتیں ضرور افسوسناک ہیں ، لیکن ایشیائی مسلمانوں کی روح پر انکا کوئی گہرا اثر نہیں پڑ سکتا - اس خیالی پین اسلام ازم کا مدعا آپکے بہت زیادہ وزن نہیں ، اسلیے کہ سابق سلطان عبد الحمید کے عہد حکومت سے اسپر نظر ڈالتا چلا ہوں جن دنوں وہ جملہ ایشیا کے اسلامی درباروں میں اپنے خفیہ آدمی لگاکر ان خیالات کو پھیلا رہے تھے -

مجھکو تو اس بات پر حیرت ہے کہ امیر حبیب اللہ جب ہندوستان آے ، تو " اسلامی پادشاہ " کی حیثیت سے انکا ہر جگہہ استقبال کیا گیا حالانکہ سرکاری طور پر اگر کوئی موثر طریقے سے پین اسلامی شاہراہ پر چل سکتا تھا تو وہ ترک تھا نہ کہ اور کوئی دوسرا - لیکن اس جانب اب ترکوں کا جوش بہت ہی کم ہوگیا ہے - سات سال کا عرصہ ہوا ، جب ایک روسی دماغ تاتاری مصنف اسمعیل غصپرنسکی ایک اسلامی کانگریس کا خیال لیکر آیا جس سے اسکی غرض مسلمانوں میں ترقی تہذیب تھی ، اسوقت نوجوان ترکوں نے جلسہ کرنے کی ممانعت کردی اور وہ آزادی درست انگلستان ہی تھی ، جسنے قاہرہ میں اسکی مہمانی و تواضع کو قبول کیا (۱) -

ایران سے کبھی " پین اسلام ازم " تحریک کی تائید میں کوئی علامت نظر نہیں آئی ، اسلیے کہ اسکا تمام زور شیعہ و سنی کے مناقشے میں صرف ہونیکے لیے ہے (۲) -

ہاں افغانستان کے بارے میں آپکے مضمون نگار نے صحیح تصویر پیش کردی ہے ، کہ ممکن ہے موجودہ امیر اور اُسکا متورع بھائی نصر اللہ خاں کسی بلند منصوبے کے خواب دیکھتے ہونگے ، تاہم اُن اطراف سے کچھہ ایسا زیادہ خدشہ میں تسلیم نہیں کرتا -

اگر ہم اِس روز افزوں پین اسلام ازم کی اصل ماہیت کو بہت متفکر ہو کر دیکھتے ہیں ، تو اُسکو مسلمانوں کی روحانی بیداری اور تہذیبی ترقی کے اندر ڈھونڈھنا چاہیے - انکا مذہبی برادری کا اتحاد اتنا ہی پیرانہ سال ہے ، جتنا کہ خود اسلام - چنانچہ قران کہتا ہے کہ سب مسلمان بھائی بھائی ہیں - پس اسلام کی اخوت جدید راہ نہیں ہے ، جسکو کوئی نیا خطرہ سمجھکر خوف کیا جاے - جدید راہ اگر ہے تو مسلمانوں کی مدنی و عمرانی بیداری اور وہ کوششیں جو عیسائی رعایا روازوں کے مانند رہکر اور تعلیم حاصل کرکے مغربی دنیا کے مقابلے میں آنکے لیے کی جاتی ہیں - اور جو در اصل تاتاری مسلمان اور خود آپکے ہندوستان کے مسلمانوں کے اندر موجود ہے - میں ہرگز روس کے عشاق میں سے نہیں ہوں ، لیکن اس امر کا ضرور اعتراف کرونگا کہ روس کی تاتاری رعایا ترکوں کی قومی بیداری کے باب میں پیشوایانہ حصہ لے رہی ہے - چنانچہ (انجمن) کی تصدیق کسقدر مفید ہے جو قسطنطنیہ میں لکچرر بھی ہے ، اور اسمعیل غصپرنسکی ، جس کے تھوڑا ہی عرصہ ہوا ہے کہ اپنے ہم مذہبوں کے بارے کو بہتر طریقہ تعلیم سے (جسکو وہ اصول جدید کے نام سے تعبیر کرتا ہے) ہموار کرنیکے لیے ہندوستان تک کا سفر کیا - اسی طرح ہندوستانی مسلمان بھی اس لحاظ سے ایک روشن مثال ہیں - علی الخصوص ہزہائنس آغا خاں جنکا ذکر اسلامی عالم کے گوشے گوشے میں سنا جاتا ہے -

مجھے افسوس ہے کہ میں نے آپ کے بہت سے عزیز کالم خراب کردیے لیکن مجھکو مسلمانوں کی تہذیبی ترقی کے طریق و ذرائع کے متعلق کچھہ کہنا ہے - یہاں میں اُس نوجوان اسلامی پریس کیطرف اشارہ کرونگا ، جسکے وجود و اثر کو یورپ خاطر خواہ طور پر جانتا ہے اور جسکا اثر اسلامی ایشیا کے معاشرتی و سیاسی تغیرات کے اسباب عاملہ میں سے ہے ، روزانہ ، ماہانہ رسالہ جات نے کہانس پھونس کیطرح آگ کو روس کی جان کو عذاب میں ڈالدیا ہے - روس اپنی پرجوش رعایا کے ترقی و اقدام کو دبانے کے لیے بیتاب ہے - میں دیکھتا ہوں کہ صدر الدین مسکو کوف نے ، جو (ڈوما) میں اوفا کا ممبر ہے ، تاتاری معلموں کو قید اور مدارس کے بند کردینے کے سوالات کرکرکے روسی گورنمنٹ کو پریشان کردیا ہے - مجھکو یقین نہیں کہ انگلستان کبھی روس کی تقلید پر آمادہ ہوگی - بلکہ وہ اپنی مسلمان رعایا کی ترقی کے واسطے ہمیشہ روشنی و تہذیب کی صف اول پر نظر رکھےگی اور خود مسلمان برطانی حکومت کو اللہ تعالی کی خاص مہربانی سمجھتے ہیں کہ ایسے فرمانروا کے ماتحت زندگی کرنی نصیب ہوی - انگلستان کبھی اپنی شاہراہ حکمت عملی کے باہر قدم رکھنا گوارا نکریگی جب تک کہ اُسکے ہاتھہ میں حریت و انصاف و رواداری کی جھنڈی ہے - پس مجھکو پین اسلامی تحریک سے ہرگز ہرگز اندیشہ نہیں - آپکے ان کلمات سے بالکل متفق ہوں کہ ہم پین اسلام ازم کو اول درجے کا خطرہ نہیں تصور کرتے ، اور یہ کہ " برطانیہ اعظم بجاے خود اسلام کی مضبوط ترین مستقبل ہے " لیکن مجھکو اور بھی مسرت ہوتی ، اگر ایران کے بدشگون حوادث وقوع پذیر نہوتے - کیونکہ اُن سے انگلستان کے محافظ اسلام ہونیکے لقب پر کچھہ کچھہ داغ دھبے سے لگ گیے ہیں -

---

(۱) اسمعیل غصپرنسکی موجودہ زمانے کا ایک مشہور روشن خیال اور صاحب علم تاتاری مسلمان ہے ، جسکا اخبار " ترجمان " نکلا کرتا تھا ، عرصہ ہوا اس نے مصر کا سفر کیا تا کہ تمام مسلمانان عالم کی ایک بین الملی کانفرنس کی تحریر تدبیر کو زندہ کرے - اہل مصر نے ابتدا میں تو اس خیال سے بڑی دلچسپی لی اور ایک سب کمیٹی بھی قائم ہوگئی ، مگر اسکے بعد انگریزی صاحب نے ایسے اجتماع کو (گو وہ صرف تعلیمی و مذہبی مقاصد سے ہو) اپنے اغراض کیلیے مضر سمجھا ، اور یہ خیال تھوڑے دنوں کے بعد ہی لوگ بھول گئے - پس یہ بالکل غلط ہے کہ انگریزوں نے غصپرنسکی کی کوئی ہمت افزائی کی بیچارے غصپرنسکی کو یہ بھی معلوم نہیں کہ یہ تحریک نوجوان ترکوں نے قسطنطنیہ سے بہت پیشتر کی ہے - اس وقت دستوری حکومت قائم ہی نہیں ہوئی تھی اور ترکی میں ایسا اجتماع ہو نہیں سکتا تھا - لامحالہ اس خیال کیلیے مصر پر توجہ ہونی ضرور تھی ، پس غصپرنسکی نے مصر ہی کو اسکا مرکز قرار دینا چاہا - مصر میں اس خیال سے جسقدر دلچسپی لی گئی ، وہ بھی محض مسلمانان مصر کے شوق و شغف کا نتیجہ تھی - آخر میں تو انگریزی اثر ہی نے اس تصور کا خاتمہ کر دیا - گذشتہ مارچ میں غصپرنسکی بمبئی بھی آیا تھا ، اور صرف تعلیمی خیال لیکر ، لیکن ہمکو معلوم ہے کہ بیچارے کو وہیں سے واپس چلا جانا پڑا (الہلال)

(۲) یہ خیال ایران کی موجودہ حالت کے لحاظ سے صحیح نہیں (الہلال)

مذاکرۂ علمیہ

اسئلۃ و اجوبتہا

— * —

مذاکرۂ علمیۂ الہلال کا ایک نہایت اہم باب ہے - اس عنوان کے نیچے علمی مضامین و تراجم - انکشافات و تحقیقات جدیدہ - قدیم و جدید عربی و انگریزی کتب و رسائل پر انتقاد - نیز ہر طرح کے مفید علمی اور مذہبی سوالات کے جوابات درج ہوا کرینگے - افسوس ہے کہ اب تک ہمکو ان امور کی طرف متوجہ ہونے کی مہلت نہیں ملی ہے - مجبوراً چند معمولی سوالات کے جوابات اور عام مطبوعات کے انتقاد سے آج اس باب کو شروع کردیتے ہیں تا جب شروع ہوجاے گا تو طبیعت ذمہ داری محسوس کرکے کسی نہ کسی طرح جاری رکھے گی - لیکن ناظرین اس سے یہ راے قایم نہ فرمالیں کہ مذاکرۂ علمیہ سے مقصود صرف اتنا ہی ہے - انشاء اللہ عنقریب وہ اس باب کو نہایت اہم اور معظم المنفعۃ پائینگے اور الہلال کا ہر باب اپنی اصلی شان تک پہنچ جاے گا والامر بید سبحانہ

گذشتہ اسلامی دار العلوم اور مسئلہ الحاق

از مسٹر احمد علی خاں صاحب بی - اے -

لکھنؤ سے جو گمنام چٹھی جناب کی خدمت میں پہنچی تھی ' اسمیں ایک سوال یہ بھی تھا کہ مسلمانوں کی گذشتہ یونیورسٹیاں مقام و بانی کے نام سے مشہور ہوئیں یا عام اسلامی حیثیت سے ؟ جناب عالی نے اسکا جو جواب اپنی تحریر میں دیا ہے فی الحقیقت سائل کے انداز سوال اور مقصد سوال کے لحاظ سے بالکل مناسب اور دندان شکن تھا - اور فی الحقیقت جناب کی یہ خصوصیت ہے کہ ہر تحریر معناً مدلل اور لفظاً عبارت اور انشا پردازی کا ایک معجزہ ہوتی ہے - نیازمند کے عقیدے میں تو یہ کلام الہی کے مطالعہ کا فیض ہے - لیکن اس تحریر سے قطع نظر کرکے نیازمند مستفسر ہے کہ آیا سائل کا خیال صحیح تھا ؟ اور گذشتہ اسلامی دار العلوم غیر الحاقی تھے ؟

[الہلال] اصل بات یہ ہے کہ لکھنوی صاحب کو تو جواب دینے کی ضرورت ہی نہ تھی - ان لوگوں نے آور اپنے کلم کونسے اسلامی تعلیم اور مسلمانوں کے گذشتہ اعمال کے مطابق انجام دیے ہیں ' کہ آج یونیورسٹی اُن اصولوں پر قائم کی جاےگی ؟ پہلے خود اپنے نفس تو اسلام کے علم احکام کا عامل بنالیں ' پھر علی گڈہ کی یونیورسٹی بھی بن رہے گی -

لیکن اگر تاریخی تحقیق کے لحاظ سے دیکھا جاے تو یہ خیال بالکل غلط ہے کہ مسلمانوں کے دار العلوم غیر الحاقی ہوا کرتے تھے ' گو موجودہ درسگاہوں کا نظام و قاعدہ اُس زمانے میں نہ ہو ' مگر الحاق کے بارے میں تو انکی نظیریں بالکل صاف ہیں - سب سے بڑی اور پہلی عظیم الشان یونیورسٹی سنہ ۴۵۷ میں (نظام الملک سلجوقی) نے بغداد میں قائم کی تھی " جس کو سب جانتے ہیں کہ (نظامیہ) کے نام سے مشہور ہوئی ' لیکن یہ ٹھیک ٹھیک آجکل کی اصطلاح کے مطابق ایک الحاقی یونیورسٹی تھی - (نظامیہ) بغداد میں ایک مرکزی دار العلوم تھا ' اور تمام بڑے بڑے اسلامی شہروں میں اسکی ' شاخیں عظیم الشان کالجوں کی صورت میں قایم تھیں - اُن سب میں نظامیہ ہی کا کورس پڑھایا جاتا تھا - وہاں کے تعلیم یافتہ اُسی عظمت و احترام کے مستحق سمجھے جاتے تھے ' جو خود نظامیہ کے تربیت یافتہ علما کے لیے مخصوص تھا -

یہ تمام عالم بھی توجہ مرکزی تعلق سے نظامیہ ہی کے نام سے مشہور ہوے - چنانچہ مورخین نے نیشاپور ' اصفہان ' ہرات اور موصل کے نظامیہ مدارس کا پوری تفصیل کے ساتھ ذکر کیا ہے - بڑے بڑے مشاہیر علما کے حالات میں اسکی تصریح ملتی ہے کہ وہ اُن نظامیہ شاخوں کے تعلیم یافتہ تھے ' یا انھوں نے وہاں درس کی خدمت انجام دی تھی - چنانچہ (ابو حامد محی الدین) اور (ارجانی) کے حالات میں اسکا تذکرہ موجود ہے -

نظامیہ بغداد کے اِن حالات کے لیے تاریخ ابن اثیر ' ابن خلکان ' آثار البلاد قزوینی ' طبقات الشافعیہ للسبکی کا مطالعہ فرمائیے - ابن اثیر میں یہ حالات سنہ ۴۴۵ سے ۴۵۹ تک کے واقعات میں ملیں گے -

---

حدیث " اتقوا من فراسۃ المومن "

مولانا سلامت علی صاحب از گجرات

آپنے لکھنو کی گمنام مراسلہ کے جواب میں ایک جگہہ اس حدیث سے استدلال کیا ہے : " اتقوا من فراسۃ المومن فانہ ینظر بنور اللہ " (۱) یہ صحیح نہیں ہے ' اور اگر ہے تو سند درکار ہے -

(الہلال) فقیر نے تو کہیں بھی استدلال نہیں کیا ' نہ تو اسکو بہ حیثیت دلیل کے پیش کیا ہے ' اور نہ اسکی وہاں کوئی بحث تھی - تعجب ہے کہ جناب نے استدلال کا لفظ کیونکر لکھا ؟

رہی حدیث کی توثیق ' تو سب سے پہلے تو اس حدیث کو (امام بخاری) نے تاریخ میں حضرت ابو سعید خدری سے روایت کیا ہے - پھر (طبرانی) نے ابی امامہ سے ' اور (ابن جریر) نے حضرت عبد اللہ ابن عمر سے - ابن جریر نے حضرت ثوبان سے بھی روایت کی ہے ' مگر اس میں " اتقوا " کی جگہہ " احذروا " کا لفظ ہے - اسکے علاوہ ایک جماعت کثیر صوفیاء کرام مثل (قشیری) و (ابو طالب مکی) وغیرہ اپنی اپنی سندوں سے اسے روایت کرچکے ہیں -

یہ تو اسکی سند و روایت کا حال ہے - معناً دیکھیے تو قران کریم کے عین مطابق ہے - قران نے بار بار ایمان کو " نور " سے تعبیر کیا ہے :

یوم تری المومنین و المومنات یسعی نورھم بین ایدیھم و بایمانھم (۵۷ - ۱۲) — یعنی قیامت کے دن تم دیکھوگے کہ مسلمان مردوں اور عورتوں کے آگے انکا ایمان نور بنکر ان کے آگے اور داہنے چل رہا ہوگا -

پس جس مومن نے " نور ایمان " جو فی الحقیقت نور الہی ہے - اپنے اندر پیدا کرلیا ' اسکی نظریں اس نور کے پرتو سے کیونکر محروم رہسکتی ہیں ؟

" فراسۃ ایمانی " بھی ایک ممتاز علامت ' علائم ایمانی میں سے ہے ' قران کریم میں ایک جگہہ فرمایا :

ان فی ذالک لآیات للمتوسمین (۱۵ - ۷۵) — بیشک تعلیمات الہی میں بہت سی نشانیاں ہیں صاحبان فراست کے لیے -

یہاں " توسم " سے مراد " فراسۃ " ہی ہے - جیساکہ ایک دوسری حدیث میں آنحضرت (صلعم) نے فرمایا ہے کہ -

ان للہ تعالی عباد ' یعرفون الناس بالتوسم — اللہ تعالی کے بعض خاص بندے ایسے ہوتے ہیں جو انسانوں کو اپنی فراسۃ ایمانی سے پہچان جاتے ہیں -

ایک دوسری حدیث میں ہے : ان للہ قوم فراسۃ ' و العلیم منھا الاشراف

یہی وجہ ہے کہ اکثر کتب حدیث میں محدثین نے مثل دیگر

---

(۱) یعنی مومن کی فراسہ سے ڈرو ' کیونکہ وہ نور الہی کی بصارت سے دیکھتا ہے -

ناموران [illegible] طرابلس

[illegible] کے ایک خاص باب " فراسة " کا بھی قرار دیا ہے - حدانچہ اس حدیث کی تصریح کو بھی میں (کنز العمال) کی (کتاب الفراسة) [illegible] لکھہ رہا ہوں - فمن شاء التفصیل فلیر جع الیه -

یہ ایک نہایت وسیع مضموں ہے ' اگر لکھوں کہ حدیث زیر تحریر میں جس فراسة کا ذکر ہے ' اسکی حقیقت کیا ہے ؟ لیکن چونکہ (خصائص مسلم) میں ایک خاص سرخی کے ساتھہ بالتفصیل لکھہ چکا ہوں جو عنقریب شائع ہونے والی ہے - اسلیے یہاں مزید اطناب کی ضرورت نہیں -

تاہم اتنا کہے بغیر نہیں رہسکتا کہ اس حدیث میں تو " بنور اللہ " کا لفظ ہے ' یعنی مومن اللہ کے نور سے دیکھتا ہے ' لیکن میرا عقیدہ یہ ہے کہ صرف دیکھنے ہی کی خصوصیت نہیں ' سچا مومن تو وہ ہے جو از سرتا پا نور الہی ہوجاتا ہے - " یبطر الا بعینه ' ولا یسمع الا بسمعه ' ولا یتکلم الا بلسانه " -

انا من اہوی ' ومن اہوی انا

نحن روحان حللنا بدنا

فاذا ابصرتنی ابصرته

و اذا ابصرته ' ابصرتنا

پنجاب کے نو مسلم ' جو لڑکیوں کو ترکہ نہیں دیتے

شیخ بدر الدین صاحب از انھرا دوالہ

اس ملک میں بہت سے لوگ ہیں جنھوں نے تمام احکام شرع قبول کرلیے ہیں مگر قدیمی ہندوانہ رسم و رواج کے اثر سے اسے منظور نہیں کرتے کہ لڑکیوں کو ترکہ دیں - شرعاً انکی نسبت کیا حکم ہے ؟ اور ہم لوگوں کو انکے ساتھہ کیا سلوک کرنا چاہیے ؟

(الہلال) پنجاب کی خصوصیت نہیں ' بمبئی میں بھی جسقدر کچھی میمن اور اسماعیلی خوجے ہیں ' ان میں ابتک ہندو شریعت کا یہ اثر باقی ہے اور وہ لڑکیوں کو شادی کے وقت بطور جہیز کچھہ دیدیتے ہیں ' باقی ترکے میں انکا کوئی حصہ نہیں - فی الحقیقت یہ ایک کھلا بقیۂ کفر اور صریح انکار شریعۃ اسلامیہ ہے - شریعت عبارت ہے اُن تمام احکام کلی و جزئی اور اصولی و فروعی سے ' جو قرآن مجید میں بیان کیے گئے ' اور جنکو محمد الرسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے بذریعۂ وحی پیش کیا - پس احکام قرآنی کے کسی ایک جزو کا انکار بھی ' اسکے کل کا انکار ہے ' اور ہرگز اس شخص کو اپنے تئیں مسلمان کہنے کا حق حاصل نہیں ' جو احکام قرآنی میں سے کسی جزئی یا فروعی حکم کا بھی منکر ہو -

پس لڑکیوں کا ترکہ نص صریح قرآنی ثابت ہے (للذکر مثل حظ الانثیین) اور جو شخص یا قوم اس سے منکر ہے ' اسکا وہی حکم ہے جو حضرت ابو بکر کے ایام خلافت میں منکرین زکات کا تھا - انکی مثال اُن منافقین کی سی ہے ' جو کہتے ہیں کہ :

نومن ببعض ونکفر ببعض ' ... [illegible] ... دالك سبیلا (۱۲ - ۳) — شریعت کے احکام میں سے چند باتوں کو مان لینگے اور چند باتوں سے انکار کردینگے - اسے لوگ چاہتے ہیں کہ اسطرح اسلام و کفر کے درمیان کوئی تیسری راہ اختیار کریں -

اپنے ملک کے مسلمانوں کا اور علی الخصوص علما کا فرض ہے کہ جسقدر سعی انکی اصلاح اور اس حکم شریعت کے احیاء میں ہوسکے اس سے دریغ نہ کریں ' ابتدا میں وسائل حسنہ عمل میں لائیں ' بار نہ آئیں تو کچھہ مضائقہ نہیں اگر مصلحۃً سختی اور درشتی سے بھی کام لیں ' اور ان کے ساتھہ کھانا پینا ' اور شادی غمی کی شرکت بالکل بند کردیں - آجکل کے زمانے میں احیاء شریعت کے لیے سب سے بڑی ضرورت اسی شے کی ہے ' اور الحب فی اللہ والبغض فی اللہ اعظم بنیاد ایمان سے ہے -

یاد رکھنا چاہیے کہ موجودہ دور اسلام کے لیے انتہا درجے کی غربت کا دور ہے - اس وقت ہزار نمازوں اور روزوں سے بڑھکر عبادت یہ ہے کہ شریعت کی کوئی ایک مٹی ہوئی نشانی بھی زندہ کردی جاے - فی الحقیقت یہہ کم از جہاد فی سبیل اللہ نہیں - زہے نصیب اُس بلند طالع کے ' جسکو احیاء شریعت کی توفیق بارگاہ الہی سے مرحمت فرمائی جاے !!

نعرف فی وجوههم نضرة النعیم

(۱) (۸۳ - ۲۳)

ایک پانزدہ سالہ مجاہد شہید علی نظمی افندی

رضی اللہ تعالی عنہ

دنیا میں ہمیشہ قوموں کی عزت [illegible] انکے چند افراد مخصوص پر منحصر رہی ہے - جن قوموں کی یاد کو آج زندہ سمجھا جاتا ہے ' فی الحقیقت ان ہی [illegible] کے نہی معنے ہیں کہ انکا کوئی فرد ہمیشہ کیلیے زندہ ہے ' اور [illegible] عادت [illegible] - اگر یہ سچ ہے تو دنیا وہ عثمانی نسل کبھی [illegible] جس میں (علی نظمی افندی) کا وجود پیدا ہوا ' اور جو [illegible] پندرہ برسوں کے دیکھنے سے [illegible] شرف و تقدس کا نقش [illegible]

(۱) اہل جنت کی پہچان یہ ہے کہ تم انکو دیکھو تو خوشحالی کی [illegible] انکے چہروں سے ٹپک رہی ہو -

---

البطل العظیم ' صاحب المجد الخالد ' الشہید فی سبیل اللہ علی نظمی افندی

— * —

یہ تصویر ملائک جمال ' یہ شبیہ معصومیت و کمال ' یہ تمثال تقدیس و احترام ' علی نظمی افندی ایک پانزدہ سالہ عثمانی مجاہد کی ہے ' جو اعلان جنگ کے وقت مکاتب حربیہ میں تعلیم حاصل کر رہا تھا - جنگ کی خبر سنتے ہی طرابلس جانے کیلیے طیار ہو گیا ' تین جوڑے کپڑوں کے اور آٹھہ ترکی پاونڈ جو اپنے بعض دور کے عزیزوں سے لے لے کر جمع کیے تھے ' اپنے ساتھہ لے لیے ' اور ہلال احمر کے دفتر میں جاکر کہا کہ مجھکو اپنے آدمیوں کے ساتھہ طرابلس بھیجدو - لوگوں نے جب اسکی صورت [illegible] دیکھی ' اسکی عمر کو پوچھا ' اور پھر اسکے ارادے پر نظر ڈالی ' تو

جنگ ترکي و یورپ

— * —

بالاخر لڑائي شروع هوگئي ' و الحذر مي ماوقع - اس وقت تک جسقدر خبریں آئي هیں اضطراب سے خالي نہیں ' مقام (بدرن) پر مانٹي نگرو اور سکوٹک اور (دوني نف) پر بلغاریا کو شکست هوئي ' اسي طرح ۱۲ - کو ترکوں نے مقام (ایوري) پر بھي قدم بالي -

ترکوں نے حملے شروع کردیے هیں ' مگر مانٹي نگرو کي ابتدائي فتوحات کي خبریں معلوم هو رها هے - چنانچه ۱۰ - کي تار میں ظاهر کیا گیا هے که قلعه (دچم) پر قبضه کر لیا گیا - اور پھر آج کي خبر هے که (توزي) بھي ایک مقام میں بڑي شاندار فتح مندي کے ساتھه هم داخل هوگئے ' اور اس بیان اردہ مہم کو یہاں تک وسیع کیا گیا هے که شاہ مانٹي نگرو کے لڑکے نے اپنے مکتب

سے جواب دیدیا که اصلاحات میں کسي دوسري حکومت کي مداخلت منظور نہیں -

بلقاني کانفدریسي کي یاد داشت اور یونان کے التي میٹم کي نسبت باب عالي نے فیصله کرلیا هے که کوئي جواب نه دیا جاے عثماني وکلا متعینه بلغراد و سرویا کو هدایتیں بھیجدي گئي هیں که چونکه ان یاد داشتوں میں ترکي شہنشاهي کا پورا پورا احترام نہیں کیا گیا هے ' لہذا جواب کي مستحق نہیں ' اور تمام وکلا کو فوراً دار الخلافت کا رخ کرنا چاهیے ' - کریٹ کے کاملسم کھلا یوناني پارلیمنٹ کي شرکت کا اعلان کردیا هے - یونان نے بھي اسکو علانیه منظور کر لیا اور یه ضرور هونا تھا -

کریٹ کے عیسائیوں نے اسکا بھي اعلان کر دیا هے که هم ۸۰۰۰ مسلم باشندگان کریٹ سے یونان کي مدد کرنے کے لیے طیار هیں -

اٹلي کے ساحل طرابلس سے اندرون طرابلس کي طرف روانه هونے کا سلسله شروع هے۔ تھي ' مگر ترکوں - اکوار قاني اور کچھه حصه ...

سے لڑکوں کو دس هزار ترکوں کي گرفتاري کي خوشخبري بھي بھیجدي هے !

قسطنطنیه میں ایک حشر جہاد و مستعدي کا هے - طلبا کي جماعتیں باب عالي کي کہوتدان اور رهي هیں که جنگ پوري قوت کے ساتھه جاري رهے - عورتوں نے اخباروں میں مضامین لکھے هیں که همیں بھي میدان جنگ میں زخمیوں کي خدمت کا موقعه دیا جاے - حضرت سلطان المعظم کے بھائي ' اور سلطان عبد الحمید کے صاحبزادے عبد الرحیم بھي مجاهدین میں شامل هوگئے هیں - جنگي طیاریاں پوري سرعت کے ساتھه جاري هیں - میدان جنگ کي طرف فوجي روانگي کي روز انه تعداد دس هزار هے ' اور ابتک چار لاکھه فوج وهاں جمع هو چکي هوگي - دول کي یاد داشت کا باب عالي

عثماني سفارت خانے کا پورا اسٹاف اتھنس سے روانه هوگیا - مگر قسطنطنیه میں یوناني سفارت خانه ابھي موجود هے

هز هائنس سر آغا خان نے (ماسکو) سے لندن کي برانش هلال احمر فنڈ کے لیے دو هزار پونڈ روانه کیے هیں ' نیز لکھا هے که " سر دست هندوستان کے مسلمان اپنے تمام کاموں ' حتی علیگڈه یونیورسٹي کے مسئلے کو بھي الگ اٹھا کر رکھدیں ' تا که عثماني مصائب کے امداد کے لیے تمام کوششیں جمع کي جا سکیں "

جزاهم الله تعالی -

هم نہایت خوش هیں که هز هائنس نے اس موقعه پر قابل تعریف غیرت ملي سے کام لیا - اور جو بات سچ اور حقیقت واقعي هے اسکے کہنے میں دریغ نہیں کیا - کاش اس وقت بھي ' جبکه ملت کي مرثیدوں کي چیخیں آرهي تھیں ' یونیورسٹي کا نقارہ بجا کر لوگوں کو انکي طرف سے بے پروا نه کردیا هوتا -

Printed & Published by Abul Kalam Azad, at The Hilal Electrical Printing Works, 7 1, McLeod Street, Calcutta

ولا تہنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان کنتم مؤمنین (القرآن الحکیم)

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor.

Abul Kalam Azad

7 1, MacLeod Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی

[illegible] ابوالکلام الدہلوی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۱ — کلکتہ : چہارشنبہ ۱۱ ذیقعدہ ۱۳۳۰ ہجری — نمبر ۱۵

Calcutta Wednesday, October 23, 1912

فہرست

تصاویر

ادارۂ الہلال کے لیے عربی اور انگریزی تعلیم یافتہ اصحاب کی ضرورت کا جو اعلان شائع ہوا تھا ، اسکی نسبت جن حضرات نے درخواستیں بھیجی ہیں ، وہ چند روز توقف فرمائیں - تمام درخواستوں کے آجانے کے بعد نتیجہ سے اطلاع دی جائے گی -

رجال الغیب

الہلال کی [illegible] کے خلاف ، [illegible] [illegible] جسکے عام طور پر لوگ عادی نہیں ہیں ، [illegible] اور [illegible] کی قدرتی [illegible] کے دروازے اسکے لیے کھولدیا جاتا [illegible] ہے کہ ما یفتح اللہ للناس من رحمۃ فلا ممسک لہا ، و ما یمسک فلا مرسل لہ ، اگر اللہ اپنی رحمت کا دروازہ کسی پر کھولدے ، تو کوئی نہیں جو اسے بند کرسکے ، اور اگر اسکا دروازۂ رحمت بند ہوجائے ، کون ہے جو اسے کھول سکتا ہے ؟]

دہلی سے ایک بزرگ اس وقت تک پندرہ بیس خریدار بہم پہنچا چکے ہیں ، اور انکا نام تک ہمیں معلوم نہیں - اس سے بھی بڑھکر یہ کہ آج ایک پچاس روپیہ کا نوٹ ہمارے پاس آیا ہے ، جسکے ساتھ ایک گمنام خط اس مضمون کا ہے :

" خدا کے لیے اپنی ہمت سے کام لیجیے ، مسلمانوں کے لیے الہلال ایک باب رحمت کھلا ہے ، اسکا نفع محدود نہ کیجیے - آپنے مجبور ہوکر طلبا کی رعایت بند کردی ہے ، یہ حقیر رقم لیجیے اور ۲۵ طالب علموں کو ۲ روپیہ میں الہلال دیجیے - نام اسلیے نہیں لکھا کہ آپ روپیہ واپس کردینگے "

ہم اسکے وعدہ کرتے ہیں کہ روپیہ کی نسبت کوئی فیصلہ ایسا نہ کرینگے جو انکی مرضی کے خلاف ہو ، مگر خدا کے لیے اپنے نام سے ہمیں اطلاع بخشیں ، اور اس سے محروم نہ رکھیں - جب تک وہ نام نہیں بتلائیں گے ، روپیہ بطور امانت محفوظ رہے گا -

موجودہ بلقانی جنگ کا نقشہ اس ہفتے نہیں دیا جاسکا ، آیندہ ہفتے شائع ہوجائے گا ، اسکے مطالعے سے جنگ کے سمجھنے میں مدد ملے گی -

شذرات

جہل اور الحاد کا اجتماع ضدین کوئی صاحب اگر عجائبات عالم کی فہرست طیار کریں، تو مسلمانان ہند کے موجودہ دور ترقی میں انکے لیے نہایت کارآمد ذخیرے ہیں - سب سے بڑھکر اعجب العجائب واقعہ تو یہ ہے کہ دنیا میں جو متضاد چیزیں کبھی بھی جمع نہیں ہوئی تھیں، لیکن ترقی کے دور افسونگر نے اپنے جادو سے ایک جگہہ کھڑی کردیں - الحاد اور دہریت کا ظہور ہمیشہ علوم مادیہ کے عروج اور ترقی کے زمانے میں ہوتا ہے - یورپ اپنے دور ظلمہ میں علوم سے بے بہرہ تھا، ساتھہ ہی مذہب کا تسلط بھی پوری قوت سے قائم تھا - مگر جب علوم و فنون کا دور شروع ہوا، تو الحاد کا بیج بھی برگ و بار لایا - لیکن آجکل ترقی یافتہ مسلمان جہل علمی، اور الحاد دینی، دونوں کا مجموعہ ہیں -

ان ہذا من اعاجیب الزمن

سب سے پہلے جہل کا حال سنیے - بیشک مسلمانوں نے سرکاری نوکریوں کے میدان میں تو ابھی تعداد پہلے سے زیادہ کرلی ہے - نہ بھی سچ ہے کہ اگر علم کو غذاے صبح و شام کے حصول کا ذریعہ بننے کی عزت دی جاے (علی رغم انف افلاطون) تو مسلمانوں نے واقعی اس عزت بخشی میں عدیم النظیر فیاضی دکھلائی ہے، اور ایک ایسی شکم پرستی کی زندگی بی - اے اور ایم - اے ہو کر پیدا کرلی ہے، جسکی نظیر ملنا مشکل ہے - لیکن شاید اس ترقی کو ترقی تسلیم کرنے سے خود ترقی یافتوں کو بھی شرم آے - پھر بتلائیے کہ پورے پچاس برس کی انگریزی تعلیم نے اجتک ایک مصنف، ایک مفکر، ایک ماہر سیاست، اور ایک بھی بڑا آدمی پیدا کیا ؟ انگریزی تعلیم کی منفعت اور اس کا وجوب جب ہمیں سمجھایا گیا تھا، تو کہا گیا تھا کہ اسکے ذریعہ اُن علوم و فلسفۂ جدیدہ کو ہم حاصل کرینگے، جنہوں نے یورپ کو آج تمام عالم کا مالک بنادیا ہے - اس بیان کی صداقت سے تو ہمیں انکار نہیں، لیکن کوئی صاحب ہمیں بتلائیں کہ آجتک ایسے مسلمان انگریزی داں ہیں، جنہوں نے سائنس کی کسی شاخ کو بھی حاصل کیا ہے ؟ اور کتنے ہیں جو فلسفۂ جدیدہ کی مبادیات تک کو بھی سمجھتے ہیں ؟ ہم نے تو آجتک سوا تین چار شخصوں کے کسی کی نسبت نہ بھی نہیں سنا، کہ اس نے ایم - اے میں فلسفہ لیا ہو، حالانکہ خوش نصیب ہندؤں میں پچاسوں ہیں -

علم اور فلسفہ دانی کا تو یہ حال - اسپر ہمارے تعلیم یافتہ حضرات کو مذہب سے بے اعتقادی، علم کے مقابلے میں اسکی شکست کا یقین کامل، فلسفہ کی ہر آواز کے مثل اشکال ریاضی ہونے کا اذعان ! اور فلسفیانہ الحاد پر فخر و غرور ! !

مارا ازیں گیاہ ضعیف ایں گماں نبود

شاید ہی سائنس اور فلسفہ سے کوئی گروہ اسقدر اجہل ہوگا، جس قدر آجکل کا تعلیم یافتہ گروہ ہے ! الا ماشاء اللہ، والنادر کالمعدوم -

(ڈارون) اور (اسپنسر) مذہب کی نسبت کچھہ کہنا چاہیں، تو شاید ہم ان کو بھی دہریں، لیکن اسکولوں اور کالجوں کے یہ مشت جہل و نادانی اگر سمجھتے ہیں کہ ہمارا الحاد بھی چند کھوٹے سکوں کی قیمت پالیگا، تو :

ایں خیال ست و محال ست و جنوں

اپنی عادت کے مطابق قرآن حکیم کی چند آیتیں مناسب وقت زبان پر آگئی تھیں - مثلاً : ما لہم بہ من علم، ان یتبعون الا الظن، و ان الظن لا یغنی من الحق شیئا (۱) - یا : بل کذبوا بما لم یحیطوا بعلمہ - (۲) لیکن پھر دل نے کہا کہ یہ کیا بے موقع اسراف ہے ؟ ہیگل، برکلے، یا ڈیکارٹ اگر مذہب کے بارے میں شک کریں، تو ان آیات کے مستحق ہیں، نہ کہ یہ فقراے علم، جنکو علم کا ظن بھی نصیب نہیں -

---

الحاد خود جہل ہے ہم نے کہا کہ الحاد جہل کے ساتھہ جمع نہیں ہو سکتا - لیکن اس سے مقصود علوم مادیہ کا جہل ہے، اور گو اسکی نسبت بھی ہمارا یقین ہے کہ علوم مادیہ کی تکمیل صحیح یقیناً ایک زمانے میں مذہب کی حمایت میں پہلی صف ہوگی، لیکن اسمیں شک نہیں کہ ان علوم کا انتشار اور انکشاف ہمیشہ الحاد کا داعی ہوا ہے، اور گو انکو فی الحقیقت نفیاً یا اثباتاً حقائق مذہب سے کوئی بحث نہیں ہوتی، مگر انسان مادی طاقتوں کی دریافت سے مغرور ہوکر الہی طاقت سے بے پروا ہوجاتا ہے، اور جہل حقیقت کے سبب سے انکار حقیقت کردیتا ہے - ورنہ اگر غور کیا جاے تو الحاد ہی اصلی جہل ہے - ایک ملحد جن امور سے انکار کرتا ہے، وہ در اصل اسکا انکار نہیں ہے، بلکہ اسکا اعتراف ہے کہ ان امور کو نہیں جانتا - قرآن حکیم نے اس امر کو اسقدر صاف صاف کہدیا ہے، کہ اس سے بڑھکر دنیا میں اس قدیمی نزاع کیلیے کوئی آواز فیصلہ کن نہیں - ہم چاہتے ہیں کہ ان مباحث کے لیے (مقالات) کے باب کو مخصوص کردیں، مگر گنجایش کی قلت سے مجبور ہوجاتے ہیں - انشاء اللہ (ابدان) ان مباحث کے لیے مخصوص و موضوع ہوگا -

---

مسئلہ صلح کا اختتام بالآخر ٹرکی اور اٹلی کی صلح کی تصدیق ہوگئی، اور انگلستان نے اٹلی کے شاہنشاہی اقتدار کا اعتراف کرلیا - ع یکے بدردی دل رفت و پردہ دار یکے !

صلح کی پہلی خبر کے بعد (جسمیں مقام اوچی تکمیل صلح کا اعلان کیا گیا تھا) دوسری خبریں جو آئیں، انہوں نے پھر اختتام صلح کے معاملے کو مشکوک کردیا تھا، مگر اسکے بعد ہی قسطنطنیہ کی تار برقی سے معلوم ہوا کہ سلطان المعظم نے طرابلس کی خود مختاری کا سرکاری اعلان کردیا ہے -

افسوس ہے کہ ابتک تفصیلی طور پر شرائط صلح مشتہر نہیں کی گئیں، ایک طول طویل تار برقی میں قرار داد صلح کی دفعات ظاہر کی گئی تھیں، اور خیال کیا گیا تھا کہ قریب قریب اسی کے ہونگی، مگر اسکی ہر دفعہ اسدرجہ مبہم اور گو مگو ہے کہ بحث و راے کے لیے کچھہ مفید نہیں -

آج ہم نے ایک تفصیلی تار قسطنطنیہ بھیجا ہے، اور صلح کی شرائط کی نسبت صحیح معلومات دریافت کیے ہیں - اگر موجودہ جنگ کے اغتشاش کی وجہ سے تار کے پہنچنے میں کوئی امر مانع نہیں ہوا، تو امید ہے کہ ہم کل تک (جبکہ الہلال کا آخری جز مشین پر چڑھے گا) کچھہ لکھہ سکیں گے - تاہم خواہ کیسی ہی شرائط کیوں نہوں، اور خواہ طرابلس کی خود مختاری کے اعلان پر بھی اندرون طرابلس کی اصلی عربی قوت کے جنگ جاری رکھنے کی

---

(۱) انکو اسکا کوئی علم نہیں، صرف شک اور گمان کے پیرو ہیں، اور گمان حق و یقین کے مقابلے میں نہیں ٹھہر سکتا - (۲) یہ ہر اس چیز کو جھٹلا دیتے ہیں، جو ان نادانوں کی سمجھہ میں نہیں آتی -

امید پیدا ہوسکے ' مگر پھر بھی یہ صلح ایک حسرت اور مایوسی کا داغ ہے ' جو موجودہ وزارت کی کمزور پالیسی اور اجانب کے اثر سے محفوظ نہونے کی وجہ سے جنگ طرابلس کی پر فخر اور مغرور پیشانی کو نصیب ہوا -

جو ارادۂ سلطانی خود مختاری طرابلس کی نسبت شائع ہوا ہے ' اس میں (برقہ) کا لفظ بالکل نہیں ہے ' اس سے خیال پیدا ہوتا ہے کہ شاید برقہ طرابلس کے لفظ میں شامل نہ سمجھا گیا ہو ' اور وہ الگ کرلیا گیا ہو ' مگر اس قیاس کے لیے بھی زیادہ موجب وجوہ نہیں ہیں -

---

جنگ ترکی و یورپ موجودہ جنگ کی ابتدا جن حالات کے ساتھہ ہوئی ہے ' اسکا لازمی نتیجہ یہ تھا کہ جنگ کی ابتدا اسکے وسط اور نتائج سے مختلف ہو -

ترکوں کی فوجی قوت بالکل منتشر تھی ' یورپین ترکی میں اگرچہ فوج نظام اور ردیف کی ایک قوی تعداد موجود تھی ' مگر (بقول نامہ نگار ٹائمس) یورپین ترکی کا جغرافیائی موقعہ اس طرح کا واقع ہوا ہے ' کہ ترکی کیلیے بلقانی جنگ میں دہرے میدانوں کا سنبھالنا ایک ہی وقت میں ضروری ہوتا ہے - اسکے لیے اسکی پوری فوجی قوت کا اجتماع مطلوب ہے ' تاکہ کم از کم مقدونیا میں ۱۶۲ فوج نظام کی اور ۲۶۷ فوج ردیف کی بٹالین فراہم کردی جائیں - ایشیاے کوچک میں جو فوجی نقل و حرکت نہایت تیزی سے جاری ہے ' اسکا منشا یہی ہے کہ مقدونیہ کے مراکز کو قوی کرکے (تھریس) کے میدان کو جنگ کا اصلی تماشا گاہ بنادیا جائے -

لیکن قبل اسکے کہ یہ فوجی نقل و حرکت مکمل ہو ' جنگ شروع ہوگئی ' اور اگر اس ہفتے کی تار برقیاں مطالعہ سے خالی ہیں ' تو کہا جاسکتا ہے کہ غالباً ایڈریا نوپل کے ارد گرد کافی ترکی فوج مجتمع نہوسکی - (ٹائمس) کے نامہ نگار نے اسکا خدشہ ظاہر کیا تھا - تاہم یہ ابتدائی واقعات محض اس جنگی تماشے کے تمہیدی ابواب ہیں اصلی واقعات اس وقت ظاہر ہونگے ' جب ترکی فوج اپنی پوری جمعیت کے ساتھہ (تھریس) میں عثمانی نیزہ نصب کردے گی -

---

مصطفے پاشا پر قبضہ (لنڈن ٹائمس) کے نامہ نگار نے بلغاری پیش قدمی کا جو حال اپنی پچھلی چٹھی میں ظاہر کیا تھا ' بالاخر وہ صحیح ثابت ہوا اور (بلغاریا) نے پہلا حملہ (ایڈریا نوپل) اور دوسری طرف (صوفیا) سے دکھن جانب (استروما) کی وادیوں کی سمت کردیا ہے -

آج (۲۲ اکتوبر) کی نہایت اہم خبر یہ ہے کہ بلغاریا نے (مصطفے پاشا) پر قبضہ کرلیا ' اور ترک بہ تعداد کثیر رسد اور آلات جنگ چھوڑکر واپس چلے آے -

اگر یہ سچ ہے ' تو بلغاریا نے ایک ایسے مقام پر قبضہ کرلیا ہے ' جو کئی حیثیتوں سے موجودہ جنگ کے نقشے میں ایک اہم ترین مقام تھا -

یہ ترکی بلغاریا سرحد کا ایک فوجی مرکز ہے ' جو اپنی قدرتی بندشوں اور کوہستانی دیواروں کی وجہ سے ہمیشہ عظیم الشان مقام سمجھا گیا ہے - در اصل یہ ایک درہ کوہ ہے ' جسکا نام (مصطفے پاشا) مشہور ہوگیا ہے - یورپین ترکی کا نقشہ اگر آپکے سامنے ہے ' تو اڈریا نوپل کے چاروں طرف نظر ڈالکر نہایت آسانی سے اسکو ڈھونڈہ سکتے ہیں -

پہاڑیوں کے اندر سے گزرنیوالے (دریاے ماریزا) کے وجود سے درۂ مذکور کی صورت قائم ہے - سوفیا ' فلپی پولس ' اور اڈریا نوپل ہوکر والدا کی ریل قسطنطنیہ آتی ہے تو دریاے ماریزا کے پہلو سے اسی درے کے اندر سے گزرتی ہے - جنوب کی دونوں جانب سے یہ درہ قلعہ بند اور مضبوط ہے ' اسلیے یہاں سے گزرنے کے لیے دونوں فریقوں میں سے کوئی بھی ہو ' سب سے پہلے ایک سخت جنگ کا مقابلہ کرنا قدرتی طور پر ضروری تھا -

یہاں پورب اور پچھم ' دونوں جانب اور درے بھی ہیں - انمیں سب سے زیادہ اہم وہ درہ ہے ' جو (اڈریا نوپل) سے (جمبولی) کی سڑک پر واقع ہے - انتہائے مشرق کی جانب ۲۵ میل کے فاصلے پر (کاؤکاس) اور (عمر فقیر) کے درمیان ایک اور درہ واقع ہے - لیکن عثمانی معیار خیال سے اسکو کوئی اہمیت نہیں دی جاتی کیونکہ دکھن جانب سے اسکا راستہ مشرقی بلغاریا کی سمت چلا جاتا ہے ' اور یہاں کا ضلع ابتدا سے غیر آباد ہے گویا آبادی نہیں ہے -

بظاہر یہ امر بالکل قیاس میں نہیں آتا کہ ترک اڈریا نوپل سے سترہ میل کے فاصلے پر اسقدر غافل ہوگئے ہوں کہ ایک اہم ترین فوجی مقام کو بغیر اپنی جنگ کے حوالۂ دشمن کردیں ؟ اگر یہ خبر صحیح ہے تو عجب نہیں کہ ترکوں نے اسمیں کوئی خاص مصلحت پوشیدہ رکھی ہو - آخری جنگ روم اور روس کے بعد ہمیشہ (سلیمان) پاشا پر اعتراض کیا گیا تھا ' کہ اس نے اپنے قلعہ بند اور فوجی مرکزوں سے دور جاکر دشمنوں کے استحکامات کا اپنے تئیں نشانہ بنادیا - ممکن ہے کہ ترکوں نے اس موقعہ پر سمجھا ہو کہ بلغاریا جہاں تک زیادہ اپنے حدود میں بڑھہ آئے ' اسی قدر انکے لیے مفید ہے ' وہ اپنے فوجی مرکزوں اور قلعوں کے پاس رہکر اور ایک آخری ضرب لگاکر جب چاہیں گے ' باسانی فیصلہ کرسکیں گے -

---

شیخ عبد العزیز جاویش کی رہائی کی تعجب انگیز خبر الہلال کی اشاعت سے پہلے ناظرین سن چکے ہونگے -

ہم نے ہندوستان میں گورنمنٹ انگریزی کی اس دانشمندانہ سیاست کے نمونے دیکھے ہیں کہ جب بنگالی لڑکوں کو (تاج) کی طرف سے بغاوت کا الزام دیا جاتا تھا ' اور اسکا مقدمہ ابتدائی عدالتوں میں چار چار مہینے اور چھہ چھہ مہینے تک جاری رہتا تھا - ہر وہ ممکن انتظام ' اور ہر وہ بے شمار دولت کا ذخیرہ ' جسکی خزانۂ ہند فیاضی دکھلا سکتا ہے ' اس عجیب جنگ کے پیچھے ضائع کیا جاتا تھا - اسکے بعد جب مقدمہ آگے بڑھتا تھا ' تو صبح کی چاے کے ساتھہ اس خبر کو لوگ اخبار میں پڑھتے تھے کہ " کل تمام ملزموں کو ہائی کورٹ نے صاف بری کردیا " !

لیکن اب معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ مصر اور ہندوستان کی بہت سی مماثلتوں کی طرح ' اس دانشمندانہ سیاست میں بھی مصر ہندوستان بنایا جاتا ہے -

کس زور شور اور جنگی اہتمام کے ساتھہ (شیخ جاویش) کو گرفتار کیا گیا ' تمام انگلستان کے پریس نے کسقدر خوشیاں منائیں کہ حزب الوطنی کی ایک نئی مجہول الحال سازش کا سرا اب ہمارے ہاتھہ آگیا ' لارڈ کچنر کی نئی محافظ پولیس کے سپاہی کسقدر مسرور و شادمان ہوے تھے ' کہ اب ہمارے دشمن کی تعداد نصف ہوگئی ' مگر:

> پس از سی سال این معنی محقق شد بخاقانی
> کہ یکدم با خدا بودن بہ از ملک سلیمانی

اسقدر جوش و خروش کے بعد اب یہ راز منکشف ہوا ' کہ غریب (جاویش) کا کوئی قصور نہ تھا !

رائے کے موجد یا اُس مذہب کے پیشوا اور معلم اور مجتہد کچھہ اُس کے ذمہ دار نہیں ہیں ' مگر مسلمانوں نے اس آفتاب سے بھی زیادہ روشن مسئلہ سے آنکھہ بند کرلی ہے ' اور رومن کیتھلک یعنی بت پرست عیسائیوں کا مسئلہ اختیار کیا ہے - رومن کیتھلک مذہب میں اُن لوگوں کی جو اُس مذہب پر ایمان رکھتے ہیں ' دو فرقے قرار دیدیے گئے ہیں - ایک گروہ جو اُس مذہب کے مسائل کو بعد دلیل و ثبوت کے قبول کرنے کے مجاز ہیں ' اور دوسرے وہ جن کو صرف اعتماد اور بھروسہ ' یعنی تقلید سے انکا قبول کرلینا چاہیئے - اسی قاعدہ کی پیروی سے مسلمانوں نے بھی اپنے مذہب میں دو فریق قائم کیے ہیں - ایک وہ جنہوں نے مسئلہ مسلمہ کو بعد ثبوت و تحقیقات اور اقامت دلیل تسلیم کیا ہے ' اور اُن کا نام وہ اصطلاحی درجات مجتہد مطلق اور مجتہد فی المذہب اور مرجح قرار دیا ہے - دوسرا وہ جن کو بے سمجھے بوجھے آنکھہ بند کرکے اُن کی پیروی کرنی چاہئے ' اور اُن کا نام مقلد قرار دیا ہے اور اس مذہب میں مخالف رائے کی مزاحمت مسلمانوں میں بہت زیادہ پھیل گئی ہے ' اور وہ اس کی نسبت ایک نہایت عمدہ مگر [illegible] تقریر [illegible] ہیں ' اور کہتے ہیں کہ تمام انسانوں کو اُن تمام چیزوں کا جاننا کہ ضروری ہے اور کہ جن سے جنکو بڑے بڑے [illegible] اہل معرفت اور عالم علوم دینی جانتے اور سمجھتے ہیں ' اور یہہ ہوسکتا ہے کہ ہر ایک عام آدمی ایک ذکی اور دانشمند مخالف کی تمام [illegible] کو جانے اور اُن کو غلط ثابت کرے ' یا [illegible] اور [illegible] کرنے کے قابل ہو - بلکہ صرف اتنا سمجھہ لینا کافی ہے کہ اُن کے جواب دینے کے لائق ہمیشہ کوئی نہ کوئی موجود ہوگا ' جنکی بدولت مذہب کی کوئی بات بھی بلا تردید باقی نہیں ہوگی ' پس سیدھے عمل کے آدمیوں کے لیے یہی کافی ہے کہ اُن باتوں کی اصلیت سکھلادی جاوے ' اور باقی وجوہات کی بابت وہ اوروں کی سند پر بھروسا کریں ' اور جب کہ وہ خود اسبات سے واقف ہیں کہ ہم اُن تمام مشکلات کے رفع دفع کرنے کے واسطے کافی علم اور لیاقت نہیں رکھتے ہیں ' تو اسبات کا یقین کرکے مطمئن ہوسکتے ہیں کہ جو مشکلات اور اعتراض پیدا کیے گئے ہیں ' وہ لوگ اُن سب کا جواب دے چکے ہیں یا آیندہ دینگے ' جو بڑے بڑے عالم ہیں -

اس تقریر کو تسلیم کرنے کے بعد بھی رائے کی آزادی اور مخالف رائے کی مزاحمت سے جو نقصان ہیں ' اُس میں کچھہ نقصان نہیں لازم آتا ' کیونکہ اس تقریر کے بموجب بھی یہہ بات ضرور باقی ہے کہ آدمیوں کو اس بات کا معقول یقین ہونا چاہیئے کہ تمام اعتراضوں کا جواب حسب اطمینان دیا گیا ہے ' اور یہہ یقین جب ہی ہوسکتا ہے جبکہ اُس پر بحث و مباحثہ کرنے کی آزادی ہو اور مخالفوں کو اجازت ہو کہ تمام اپنی وجوہات کو جو اُس کے مخالف رکھتے ہیں بیان کریں ' اور اُس مسئلہ کو غلط ثابت کرنے میں کوئی کوشش باقی نہ چھوڑیں -

اگر تقلید کی گرم بازاری کا جسبکہ آج کل ہے ' اور آزادانہ مباحثہ کی مزاحمت و عدم موجودگی کا نقصان اور بد اثر ' در صورتیکہ تسلیم شدہ مسئلہ یا قرار دادہ رائیں صحیح ہوں ' اسقدر ہوتا کہ اُس مسئلہ یا اُن رایوں کی وجوہات معلوم نہیں ہیں ' تو یہہ خیال کیا جاسکتا کہ گو وہ مزاحمت عقل و فہم کے حق میں مضر ہے مگر اخلاق کو تو اُس سے کچھہ مضرت نہیں پہنچتی اور نہ اُس مسئلہ کی یا رایوں کی اُس قدر منزلت میں کہ اُن سے نہایت عمدہ اثر لوگوں کی خصلتوں پر ہوتا ہے کچھہ نقصان ہے ' مگر یہہ بات نہیں ہے بلکہ اُس سے بہت بڑھکر نقصان ہوتا ہے - حقیقت یہہ ہے کہ مباحثہ اور آزادی رائے کی عدم موجودگی میں صرف مسئلہ یا رایوں کی وجوہات ہی کو لوگ نہیں بھول جاتے ' بلکہ اکثر اُس مسئلہ یا رائے کے معنی اور مقصود کو بھی بھول جاتے ہیں - چنانچہ جن لفظوں میں وہ مسئلہ یا رائے بیان کی گئی ہے ' اُن سے کسی رائے یا خیال کا قائم کرنا تک موقوف ہوجاتا ہے ' یا جو جو باتیں اُن لفظوں سے ابتدا میں مراد رکھی گئی تھیں ' اُن میں سے بہت تھوڑی ہی معلوم رہجاتی ہیں ' اور بعوض اس کے ' کہ اوس مسئلہ یا رائے کا اعتقاد ہمیشہ زندہ اور تازہ بنے رہے ' اوس کے صرف چند ادہورے کلمے حافظہ کی بدولت باقی رہجاتے ہیں ' اور اگر اوسکی مراد اور معنی بھی کچھہ باقی رہتے ہیں ' تو صرف اُن کا پوست باقی رہتا ہے ' اور مغز اصلی نابود ہوجاتا ہے - اب ذرا انصاف سے مسلمانوں کو اپنا حال دیکھنا چاہئیے کہ [illegible] علوم معقول و منقول میں اسی مزاحمت رائے کا [illegible] اور [illegible] حقیقت کا یہی حال ہوگیا ہے یا نہیں ؟

<u>بحث و مباحثہ [illegible]</u>

[illegible] جس قدر کہ انسان [illegible] عقائد اور اخلاقی امور اور علمی مسائل میں [illegible] ہوا ہے ' اُس سے [illegible] مذکورہ بالا کی صحت ثابت ہوتی ہے - [illegible] کہ جو لوگ کسی مذہب کا علم [illegible] کے موجد [illegible] میں اور اُن کے [illegible] کے دلوں میں [illegible] کا مسائل طرح طرح کے معنی اور مرادوں اور خوبیوں سے بھر پور [illegible] اور اُن کا اثر [illegible] اُن کے دلوں میں تھا ' اور اُس کا سبب یہی تھا کہ اُن میں اور اُن کے مخالف رائے والوں میں [illegible] بحث و حجت رہتی تھی کہ ایک کو دوسرے کے عقیدہ اور مسئلہ پر غلبہ [illegible] حاصل ہو ' مگر جب اُنکو کامیابی ہوئی اور بہت لوگوں نے اُسکو مان لیا اور بحث اور حجت بند ہوگئی تو اسکی ترقی بھی رک گئی ' اور وہ اثر جو دلوں میں تھا ' اسمیں بھی جان بھی حرکت اور جنبش نہیں رہی ' ایسی حالت میں خود اُسکے حامیوں کا یہ حال ہوتا ہے کہ مثل سابق کے اپنے مخالفوں کے مقابلہ پر آمادہ نہیں رہتے ' اور جیسے کہ اُس عقیدہ یا مسئلہ کی پہلے حفاظت کرتے تھے ' ویسی اب نہیں کرتے ' بلکہ نہایت جہوٹے غرور اور بیجا استغنا سے سکوت اختیار کرلیتے ہیں اور حتی الامکان اُس عقیدہ اور مسئلہ کے برخلاف کوئی دلیل نہیں سنتے ' اور اپنے گروہ کے لوگوں کو بھی کفر کے فتووں کے ڈراوے سے اور جہنم میں جانے کی جھوٹی دہشت دلانے سے اُسپر بحث کرنے سے جہانتک ہوسکتا ہے باز رکھتے ہیں ' اور یہ نہیں سمجھتے کہ کہیں علموں کی روشنی جو آفتاب کی روشنی کی طرح پھیلتی ہے اور اعتراضوں کی ہوا اگر وہ صحیح ہوں کیا اُن کے روکے رک سکتی ہے ؟ اور جب یہ نوبت پہونچ جاتی ہے تو اُس عقیدہ یا مسئلہ کا جنکو اُنکے پیشواؤں نے نہایت محنتوں سے قائم کیا تھا زوال شروع ہوتا ہے - اُسوقت تمام معلم اور مقدس لوگ جو اُس زمانہ کے پیشوا گنے جاتے ہیں اس بات کی شکایت کرتے ہیں کہ معتقدوں کے دلوں میں اُن عقیدوں کا جنکو انہوں نے برائے نام قبول کیا ہے کچھہ بھی اثر نہیں پاتے مگر افسوس اور نہایت افسوس کہ وہ معلم اتنا خیال نہیں فرماتے کہ یہ حال جو ہوا ہے اور جسکی وہ شکایت کرتے ہیں آنہی کی عنایات و مہربانی کا نتیجہ ہے اور اصلی سبب اسکا یہی ہے کہ آزادی رائے کو روک کر انہوں نے اُن مسائل اور تعلیمات کی زندگی کو ہلاک کردیا -

صفحۃ من صفحات التاریخ

— * —

سلطان محمد فاتح کا قسطنطنیہ میں داخلہ

— : —

آج جبکہ آل عثمان کو سرزمین یورپ سے جلا وطن کرنے کے لیے یورپ انتقام کے خواب دیکھ رہا ہے، مجھکو اس اسلامی حکمرانی کے آخری قافلہ کا قسطنطنیہ میں داخلہ یاد آگیا -

۱۴ - مئی سنہ ۱۴۵۳ کی صبح کو جبکہ آفتاب ایک فیصلہ کن روز کا پیغام لیکر طلوع ہوا تھا، قسطنطنیہ کی دیواروں پر یونانی اور رومانی عظمت کی آخری الوداع تھی - قسطنطین اعظم کا وہ طلائی تخت، جسپر پورے ایک سو مسیحی حکمرانوں نے صلیب کو اپنے سروں کے اوپر جگہہ دی تھی، (۱) اب ایک موحد ترک کے لیے خالی ہونے والا تھا، تاکہ خدائے واحد کے آگے سر بسجود ہو - وہ عظیم الشان انسانی آبادی، جس کو چالیس راہبوں کے بت پرستانہ جشن کے بعد سنوارا گیا تھا، کہ (ورجن مریم) کے مقدس نام سے برکت پائے، اب وقت آگیا تھا کہ ایک رات کی اسلامی اولوالعزمی کے بعد اسکے دروازے کھولدے جائیں تاکہ خدائے واحد کے نام کی تکبیر سے مقدس ہو - (سینٹ رمانس) کے اس عظیم الشان پھاٹک کی خوبصورت محرابیں، جو طلائی صلیبوں کی قطاروں سے بنائی گئی تھیں، مقدر تھا کہ خدا پرستوں کے سربلند نیزوں کی نوکوں سے ٹوٹ ٹوٹ کر گریں، اور فتح مند (ینگچری) اپنے مغرور گھوڑوں (۲) کے سموں سے پامال کرتے ہوئے گذر جائیں - (سینٹ صوفیا) کا وہ عظیم الہیئت گرجا، جسکے ایک ہی گنبد کے سامنے کے میدان میں آسمانی فرشتہ طلسمی تلوار لیکر آنیوالا تھا، تاکہ فاتح مسلموں کو ایران کی سرحد تک بھگادے (۳) اب صرف چھ سات گھنٹوں کا مہمان تھا، اور بہت جلد ایک اسلامی معبد کی صورت میں منتقل ہو جانے والا تھا -

* * *

آفتاب کے بلند ہونے کے ساتھ ہی نوجوان (سلطان محمد) کا بھی ستارا بلند ہوا، اور سینٹ رمانس کے پھاٹک کی طرف سے فتح مندی کا جلوس روانہ ہوگیا - سب سے پہلے مجاہدین اور والنٹیروں کا گروہ تھا، جو دور دراز مقامات سے اس عظیم الشان جہاد میں شرکت ہونے کے لیے آئے تھے - ان میں کسی طرح کی موجی باقاعدگی نہ تھی، نہ تو انکے لباس یکساں تھے جنسے اصلی فوجی شوکت متشکل ہوتی ہے، اور نہ آلات جنگ ہی ایک طرح کے تھے، جس کے بغیر کوئی فوجی گروہ اپنے اندر رعب اور ہیبت پیدا نہیں کرسکتا - لیکن تاہم انکے چہرے حرارت ایمان سے تابناک، اور انکے سینے عشق الہی کے فروشانہ جوش سے بھرے ہوئے تھے، اور انکا نظارہ ایسی مہیب منظر فولادی سے کم موثر نہ تھا، جو انکے پیچھے تلواروں کی چمک اور نیزوں کی تاب افشانی کے ساتھہ اوٹھا تھا - انکے بعد لمبے لمبے نیزوں کی مرتب قطاریں تھیں، جنکو (اناطولیا) اور (رومیلیا) کے مشہور جنگ ازما حرکت دیتے ہوئے آرہے تھے، اور جنہوں نے تھوڑا ہی عرصہ گذرا ہے، کہ (قسوو) کے میدان میں یورپ کو ایک تازہ جنگ جوئی کا سبق دیا تھا - اس غول کے گذر جانے کے بعد وہ دنیا کی سب سے بڑی جنگ جو جماعت نمودار ہوئی، جن میں کا ہر انسان قتل اور خون کا ایک پیکر مہیب تھا - خونفشاں تلواریں انکے ہاتھوں میں، اور انسانی خون سے سیراب نیزے انکے کاندھوں پر تھے، انکے چہروں سے وہ گرم اور تازہ خون ٹپک رہا تھا، جس سے تھوڑی دیر ہوئی، انکی مدتوں کی تشنگی بجھی تھی - انکے سینے فتح مندی کے نعرے تپے ہوئے، اور انکے شمشیر بدست ہاتھہ بقیۃ السیف مفتوحوں کی تلاش میں ہنوز اٹھے ہوئے تھے - یہ مشہور جان نثاری (ینگچری) فوج کا سمندر تھا، جو دیر تک بہتا رہا - اسکے بعد علماء و مشائخ کی مقدس اور پروقار صفیں تھیں جنمیں سب سے آگے شیخ (آق شمس الدین) اور شیخ (آق بیق) سورۃ (فتح) کی بلند اور رقت انگیز لہجے میں تلاوت کر رہے تھے، اور " الحمد اللہ الذی فتحنا فتح هذه المدينه " کی خدا پرستانہ صدائیں تمام صفوں کے اندر سے اٹھ رہی تھیں - جب یہ صفیں بھی گذر چکیں، تو اسکے بعد دس ہزار خاص سلطانی باڈی گارڈ کے ترک سواروں کی آمد کا گرد و غبار نے پیغام دیا، جسکے حلقہ کے اندر تخت روم اعظم کا نوجوان فاتح (سلطان محمد)، ایک ہلکا سا گرز ہاتھہ میں لیے ہوئے، ایک گھوڑے پر سوار تھا، اور دس ہزار گنبد نما پگڑیوں کے اندر سے اسکی سنہلی حوش رنگ سمور کی ٹوپی، وسط کے ایک خوبصورت کلس کی طرح نمایاں تھی -

لنفتحن القسطنطنيه، ولنعم الامير اميرها، ولنعم الجيش جيشها (*)

سلطان نے سواری روک لی، اور رکاب تھام کر چلنے والے پاشا نے پیچھے مڑ کر دیکھا کہ کیا معاملہ ہے ؟

فتح مند سلطان جب (سینٹ صوفیا) کے گرجے کے پاس پہنچا، تو اسکے اندر سے چیخوں اور فریادوں کی آوازیں متصل آرہی تھیں - عقب سے سپاہیوں کا ایک غول شور و غل کرتا ہوا اور دوڑتا ہوا آیا - سلطان نے سواری روک لی، اور رکاب کے ساتھہ دوڑنے والے پاشا نے پیچھے مڑکر دیکھا کہ کیا معاملہ ہے ؟

چند جاں نثاریوں نے بڑھکر عرض کی کہ " تمام بقیۃ السیف اور محل کے رؤسا اس گرجے کے اندر موجود ہیں، حکم دیجیے کہ اسکے دروازوں کو توڑ ڈالیں " -

سلطان سواری سے اتر کر (سینٹ صوفیا) کے دروازے پر پہنچا اور حکم دیا کہ دروازہ کھولا جائے - اس وقت قسطنطنیہ کی آخری آبادی مقدس مریم کی تصویر کے آگے سربسجود تھی، اور گڑگڑا رہی تھی کہ موعودہ آسمانی فرشتے کو اب حکم دیدے، تاکہ سامنے کے میدان میں اپنی طلسمی تلوار چمکاتا ہوا نازل ہو -

مگر اب اس مقدس بت کے جسم کی طرح، اسکا دل بھی پتھر کا ہوگیا تھا، کیونکہ یہ تمام عاجزی بیکار گئی، اور آسمانی فرشتے کی جگہہ (محمد فاتح) سینٹ صوفیا کا دروازہ توڑ کر اندر داخل ہوا -

---

(۱) اس وقت کی یہ ایک مذہبی رسم ہو گئی تھی کہ ہر ایک بادشاہ تخت نشینی کے وقت صلیب کو اپنے سر پر رکھکر تخت پر قدم رکھتا تھا - (۲) اخیر عہد بزنطائن کے مشہور افسر: جان جسٹنیانی نے ترکی فوج کا ذکر کرتے ہوئے کہا تھا کہ " ان کے افسر ملح مند مخلوط النسل وحشی (یعنی ینگچری) ہیں، اور انکے گھوڑے مغرور ترکی ہیں " (۳) اڈورڈگبن نے ایک یونانی پیشین گوئی کا ذکر کیا ہے، جو اس وقت تمام قسطنطنیہ میں مشہور ہو گئی تھی، اور جسمیں یقین دلایا گیا تھا کہ ترک قسطنطنیہ کو فتح کرکے اگر صوفیا کے سامنے کے میدان تک بے خوف و خطر چلے جائیں گے، مگر اسکے بعد دفعتاً آسمان سے ایک فرشتہ نازل ہوگا، اور وہ ترکوں کو شکست دیکر نکالدیگا - اس پیشین گوئی کا نادان رومیوں کو اسدرجہ یقین تھا کہ فتح کے بعد تمام لوگ صوفیا کے اندر جمع ہو گئے، اور روزنوں سے جھانک جھانک کر دیکھتے رہے کہ وہ آسمانی فرشتہ کب اترتا ہے ؟ !

(*) یہ ایک حدیث ہے، جس کو امام احمد نے مسند میں روایت کیا ہے - یعنی انحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فتح قسطنطنیہ کی پیشین گوئی کی تھی، اور فرمایا تھا کہ " قسطنطنیہ فتح کیا جائے گا، اور کیا اچھا وہ امیر ہے جو اس فوج کا امیر ہوگا، اور کیا اچھی ہے وہ فوج، جو اس فتح کو حاصل کرنے والی ہے - "

اسئلہ و اجوبتہا

— * —

الہلال میں اس باب کے قائم کرنے سے مقصد یہ ہے کہ ناظرین کے بعض اہم علمی اور دینی استفسارات کے جوابات درج کیے جائیں ' اور اسکے ذریعے سے اسطرح کی متفرق معلومات بہم ہو جائیں ' جو کسی مستقل مضمون کی صورت میں نہیں آسکتیں ' مگر ساتھہ ہی ضروری اور کار آمد بھی ہیں - اسکے لیے چند امور ملحوظ رہیں :

(۱) انہی سوالات کے جواب دیے جائیں گے ' جو کسی علمی یا دینی امر کے متعلق ہوں ' اور جن سے نفع عمومی مقصود ہو -

(۲) سائل کیلیے ضرور ہے کہ اپنا نام ظاہر کرے ' تمام سوالات کے جواب کیلیے الہلال مجبور نہیں -

حکم تعظیم و احترام اسمی آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم

مسٹر عبد المجید خاں صاحب (حیدر آباد)

جناب نے جلال نوری بک کمانڈر خمس کے حالات لکھتے ہوے ارقام فرمایا تھا " محمد ابن عبد اللہ (صلعم) اپنی عمر کے ۶۳ برس چار مہینے کے بعد بھی آغوش الہی میں زندہ رہا " اسپر مولوی نواب علی صاحب ایم - اے - نے اعتراض کیا کہ اسطرح لکھنا ادب اور تعظیم کے خلاف ہے - آپ نے انکا خط چھاپ کر اپنی غلطی کا اعتراف کرلیا - لیکن میں پوچھتا ہوں کہ اصلی تعظیم اور ادب دل سے ہے یا چند رسمی الفاظ سے ؟ آج تمام عیسائی بائیبل کو ہم لوگوں کی طرح جزدان میں نہیں رکھتے ' مگر سچی تعظیم کرتے ہیں - عیسائی باوجودیکہ حضرت مسیح کو نبوت سے بھی بلند درجہ دیتے ہیں ' مگر ہمیشہ بے تامل صرف " مسیح " لکھتے ہیں اور بولتے ہیں - علاوہ بریں بعض موقعوں میں اختصار کی ضرورت ہوتی ہے اور بعض مقاموں پر زور عبارت قائم نہیں رہتا ' اگر اسطرح سے ذکر کیا جاے - آپ الہلال میں ارقام فرمائیں کہ کیا کوئی حکم مذہبی اس بارے میں ہے ' کہ پیغمبر صاحب کے نام کے ساتھہ رسمی تعظیمی الفاظ ضرور ہی بولے جائیں ؟

[الہلال] اب محض اس عبارت کے ٹکڑے کی بحث نہ رہی بلکہ آپنے ایک اصولی بحث چھیڑدی - افسوس ہے کہ فقیر آپکے خیال سے کسی طرح متفق نہیں ہوسکتا -

بیشک سچا ادب و احترام وہی ہے جو دل سے ہو نہ کہ زبان سے ' مگر صرف اسی پر موقوف نہیں ' انسان کا کوئی اعتقاد اور خیال ایسا نہیں ہے جسکا گھر دل کی جگہ خلق میں ہو - اعتقاد چیز ہی ایسی ہے جو دل و دماغ سے تعلق رکھتی ہے - کما قال اللہ تعالی ولما یدخل الایمان فی قلوبہم ( ) اور جب کہ ایمان انکے دلوں میں داخل ہوا (یعنی ایمان کی جگہ دل ہے نہ کہ زبان) لیکن اسکے ساتھہ ہی یہ امر بھی قابل لحاظ ہے کہ دل کے اعتقاد کا ترجمان کون ہے ؟ کیونکر معلوم ہوگا یہ دل (ابوذر غفاری) کا ہے اور یہ دل (ابوجہل شقی) کا ؟ جواب صاف ہے کہ صرف اعمال اور زبان کا اعتراف کہ نحن نحکم بالظواہر ' اگر یہ نہو تو پھر دنیا میں سیاہ و سفید کی تمیز ہی اٹھہ جاے - قانون کو دیکھئے کہ وہ نیت اور ارادے کو انکی پوری جگہ دینے سے انکار نہیں کرتا ' لیکن ساتھہ ہی اگر آپ عدالت میں حاکم مجسٹریٹ کو (یور آنر) کی جگہ محض تم کرکے خطاب کیجئے گا ' تو گو آپ کہتا ہی نہیں کہ تعظیم کی جگہ دل ہے ' زبان نہیں - لیکن امید نہیں کہ وہ آپکو دفعہ (۱۷۷) سے بری کردے - مذہب بھی ایک روحانی قانون ہے ' اس نے خود ہی انما الاعمال بالنیات [تمام کاموں کا مدار نیت پر ہے] کا اصول قائم کیا ہے ' لیکن ساتھہ ہی اعمال ظاہری و لسانی کو بھی اہمیت دیتا ہے - یہی وجہ ہے کہ باوجود قرآن کریم کے بار بار اظہار کے کہ ایمان کا تعلق محض دل و اعتقاد سے ہے ' ہم نے یہ نہایت سچی تعریف اسلام کی عقاید میں تسلیم کرلی ہے کہ " اقرار باللسان و تصدیق بالجنان و عمل بالارکان " [اقرار زبان سے ' تصدیق دل سے ' اور عمل اعضا و جوارح سے]

آپ کہتے ہیں کہ تعظیم کی اصلی جگہ دل ہے ' میں کہتا ہوں کہ چونکہ دل ہے ' اسی لیے آجکل کے تعلیم یافتہ اشخاص کی زبان اور عمل تعظیم سے خالی ہیں - یہ کیونکر ممکن ہے کہ جو نام دل کو محبوب و محترم ہو - وہ زبان پر گذرے ' اور محبت اور احترام سے خالی ہو ؟ آپ اگر کسی کو چاہتے ہیں ' تو سمجھہ سکیں گے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں -

> قسم بنام تو خوردن دلیل عزت نیست
> بخاک پاک تو آن ہم نہال بے ادبیست

آجکل کے ارباب تحریر و تقریر کو اکثر دیکھتا ہوں کہ انہوں نے (بقول اپنے) آنحضرت کے اسم سامی کے تعظیمی الفاظ کی طوالت سے گھبرا کر " بانی اسلام " کی ایک اصطلاح تصنیف کرلی ہے - وہ بلا تامل اپنی تحریر و تقریر میں " بانی اسلام نے یوں کہا " اور " بانی اسلام نے اسطرح کہا " بولتے اور لکھتے ہیں ' اور اسطرح ٹھیک ٹھیک انکی زبان انکے دل کی اعتقاد کی ترجمانی کرتی ہے - اگر یہ سچ ہے کہ انکے دل میں آنحضرت کی تعظیم ہے تو انکو تو بار بار یہ اسم محبوب و مطلوب درود و صلواۃ کے ساتھہ لینا تھا ' کہ محبوب کی یاد کی جتنی تقریبیں نکل آئیں ' عین مقصود عشق ہے - ایک جلیل القدر محدث سے جب پوچھا گیا کہ علم حدیث سے اسدرجہ شوق کیوں ہے ؟ تو اس نے کہا " اسلیے کہ اسمیں بار بار قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کا جملہ آتا ہے اور اسطرح اس اسم گرامی کے ذکر اور اس پر درود و صلواۃ عرض کرنے کی تقریب ہاتھہ آجاتی ہے "

یہ نہ سمجھیے گا کہ محض اعتقاد قلبی اور جوش تعظیم و احترام اسلامی اس اعتقاد کا ذریعہ ہے - نہیں بلکہ فی الحقیقت آنحضرت کی یہ تعظیم اسمی بھی ایسے نصوص قطعیہ پر مبنی ہے ' جس سے کوئی قائل قرآن تو انکار نہیں کر سکتا -

(بنی تمیم) کا جب ایک وفد مدینہ میں آیا ' تو آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم مکان میں تشریف رکھتے تھے - نادانوں نے دروازے سے آپکا اسم سامی لے لے کر پکارنا شروع کردیا کہ " یا محمد (صلی اللہ علیہ وسلم) اخرج الینا " اللہ تعالی کو آپکی اتنی گستاخی بھی گوارا نہ ہوئی ' اور ارشاد ہوا کہ :

ان الذین ینادونک من وراء الحجرات ' اکثرہم لا یعقلون - ولو انہم صبروا حتی تخرج الیہم لکان خیرا لہم (۴۹ : ۶)	اے پیغمبر ! جو لوگ تم کو مکان کے باہر سے نام لے لے کر پکارتے ہیں ' ان میں اکثر ایسے ہیں ' جنکو مطلق عقل اور تمیز نہیں ' بہتر تھا کہ وہ صبر کرتے ' اور جب تم باہر نکل آتے تو مل لیتے -

اس آیت سے پہلے کی آیت میں فرمایا : —

یا ایہا الذین آمنوا ! لا ترفعوا اصواتکم فوق صوت النبی ولا تجہروا لہ بالقول کجہر بعضکم لبعض ' ان تحبط اعمالکم	اے مسلمانوں ! جب آنحضرت کے حضور میں عرض حال کرو تو اپنی آوازوں کو انکی آواز سے زیادہ بلند کرکے گفتگو نہ کرو ' اور نہ بہت زور سے بات چیت کرو ' جیسا کہ تم آپسمیں کیا کرتے ہو ' ایسا نہو کہ اس گستاخی کے

اسرار طرابلس

بیسویں صدی کی مسیحی تہذیب
کا ایک صفحہ

— * —

عثمانی قیدی اٹلی میں

— * —

جنگ اور امن ' دونوں میں اسلام اور مسیحیت کی گذشتہ تاریخیں جس درجہ متضاد و متباین ہیں' اسکو ہم ابھی بھولے نہیں ہیں' لیکن حال میں جنگ طرابلس نے اس اختلاف کی تاریخ میں ایک نیا صفحہ بڑھادیا ہے -

آغاز جنگ سے جسقدر اٹالی ترکوں اور عربوں نے قید کیے' انکے ساتھ وہ بہتر سے بہتر سلوک کیا گیا' جو ایک بھائی دوسرے بھائی سے کرسکتا ہے - مسٹر (بیبٹ) نے عزیزیہ میں اٹلی اٹالی قیدی دیکھے ہیں - انکا بیان ہے کہ خود ترک افسروں سے کم آرام میں نہ تھے - پچھلے دنوں ہم نے کپتان (مربرر) کا خط درج کیا تھا' جو مراکس کے اخبار (طان) میں چھپا تھا - اسمیں وہ لکھتا ہے کہ مجھے کوئی شکایت اور تکلیف نہیں -

لیکن اسکے مقابلے میں اٹالی کا کیا حال ہے؟ اسکا اندازہ ذیل کے بیان سے ہوگا -

اٹلی میں جو ترک قیدی بھیجے گئے' انکو اصلی میدان جنگ سے کوئی تعلق نہیں - یا تو وہ قیدی ہیں' جو اٹلی کی پبلک کو خوش کرنے کیلیے شہر طرابلس میں قیدی بنالیے گئے' یا وہ ہیں' جو مختلف ے تعلق جہازوں سے جبراً قید کرلیے گیے' یا پھر جزائر ایجین کے وہ اسیر ہیں' جنکو اپنے تمام قول و قرار بالاے طاق رکھکر عین غفلت میں (روڈس) وغیرہ سے گرفتار کرلیا گیا تھا - انہی آخر الذکر قیدیوں میں دو شخص (عارف بک) اور

فکاہات

— * —

مسلم لیگ

— * —

لیگ کی شان و شوکت و جبروت سے انکار نہیں
ملک میں غلغلہ ہے' شور ہے' کہرام بھی ہے

ہے گورنمنٹ کی بھی اس پہ عنایت کی نگاہ
ساغر لطف رئیسان حسن انجام بھی ہے

کون ہے جو نہیں اس حلقۂ قومی کا اسیر
اس میں زہاد بھی ہیں' رند مے آشام بھی ہے

نہیں امکان ہے یہ اندازہ طالب' یعنی
بادۂ صاف بھی ہے گرد تہ جام بھی ہے

تعلۂ قوم جو کہیے تو بجا کہتے ہیں
مرجع خاص ہے یہ' قبلۂ عام بھی ہے

پیشہ کاروں کے لیے گاہ اشتہار ہے یہ
نوجوانوں کو صلائے طمع خام بھی ہے

رہنمایان نو آموز کا ہے مکتب درس
زینۂ شہرت و [illegible] تمام بھی ہے

جن مہمات میں درکار ہے ایثار نفوس
ان میں طور عمل بوسہ و پیغام بھی ہے

صدمۂ مشہد و تبریز سے آنکھیں ہیں پر آب
دل میں غمخواری سرکار کا [illegible] بھی ہے

مختصر اسکے مسائل کوئی پوچھے' تو یہ ہیں
محسن قوم بھی ہے' خادم حکام بھی ہے

ربط ہے اسکو گورنمنٹ سے بھی ملک سے بھی
جس طرح "صرف" میں ایک قاعدۂ ادغام بھی ہے

* * *

اسلئے اس میں بھی ہر طرح کا سامان ہے درست
ورق سادہ بھی ہے' دلکش اندام بھی ہے

ہیں ورنہ سے سعی ہوئی [illegible]
جا بجا [illegible] احکام بھی ہے

چاہتی ہے [illegible] عزم و عمل
کچھ استثنات ہیں' کچھ حلقۂ دام بھی ہے

جو جو تعامل میں [illegible] و سلامت مقصود
[illegible] اوا کے لیے دام بھی ہے

یہ تو سب ٹھیک ہے' مگر ایک گذارش ہے حضور!
گرچہ یہ [illegible] ادب بھی ہے' اور ابرام بھی ہے

مجھ سے آہستہ مرے کان میں ارشاد ہو یہ
"سال بھر حضرت والا کو کوئی کام بھی ہے؟؟"

([illegible])

(فالق بک) جزائر کے سول حکام میں سے تھے جنکی چٹھیاں حال میں ترکی اخبارات نے شائع کی ہیں۔ انکا خلاصہ حسب ذیل ہے :

" جزیرہ (اسٹرایلی) میں پہلے مجھ کو ایک اٹالین جنگی جہاز (برن) الیے بھیجا تاکہ ہم قیدیوں کو روما لیجائے - اسی جہاز پر ہم سوار کرائے گئے ' اور پانچ دن کے بعد (نابولی) پہنچے - جہاز جونہی بندرگاہ کے قریب لنگر انداز ہوا ' ایک دخانی کشتی ہم کو لینے کیلیے آئی ' جس سے چارپوں کے لیجانے کا ہمیشہ کام لیا جاتا ہے -

ہم کو حکم دیا گیا کہ اپنا اپنا سامان اٹھاکر جہاز کے صحن میں کھڑے ہو جائیں - نصف گھنٹے تک ہم کھڑے رہے ' ایک اٹالین افسر نے آکر تمام قیدیوں کو گنا ' اور پھر انکو دو جماعتوں میں تقسیم کردیا - ایک جماعت میں صرف سول حکام داخل کیے ' اور دوسری میں فوجی اشخاص -

اس موقعہ کے لیے اٹالیوں نے خاص انتظام کرکے ایک بڑا گروہ ساحل کے ماہی گیروں کا جمع کیا تھا ' کیونکہ عثمانی قیدیوں کی تذلیل و تحقیر کے لیے وہاں کی عام پبلک اور اٹالین بری اور بحری فوج انکے خیال میں کافی نہ تھی - جونہی ہم لوگ جہاز سے اترے لگے ' اٹالی ماہی گیروں کا ایک وحشی گروہ ' جو جوش و ہیجان سے بالکل پاگل ہو رہا تھا ' اپنی اپنی کشتیوں کو لیکر چاروں طرف پھیل گیا ' اور چیخ چیخ کر ہمکو گالیاں دینے لگا ' اور طرح طرح کے حرکات تحقیر و تذلیل میں بلا ایک لمحہ ضائع کیے ہوے مصروف ہوگیا -

کشتی میں ایک مرتبہ اور ہم کو شمار کیا گیا ' اسکے بعد شہر کی جانب روانہ ہوگئے ۔

عام اٹالین پبلک کا مجنونانہ جوش احتقار

کنارے پر اترتے ہی شہر کی عام آبادی کو ہم نے اپنا منتظر پایا - انکے ہاتھوں میں مختلف طرح کی گندی چیزیں ' اور لیموں کے چھلکے تھے ' جو بے تکان ہم پر پھینکے جاتے تھے ' اور انکی زبانوں پر قسم قسم کی گالیاں تھیں ' جنکو منھہ میں کف بھر بھرکر وہ زور شور سے سنا رہے تھے - جب ہم انکے پاس سے گذرے ' تو ان میں کا ہر شخص اسطرح ہماری طرف جھپٹا ' گویا قتل کرنے کیلیے بیقرار ہو رہا ہے - شہر کے رؤسا اور دولت مند لوگ سب سے زیادہ ہماری ذلت کے مشتاق تھے ' اور اس سے لذت لیتے تھے -

بار برداری کی ٹریم پر ہمکو بٹھاکر خبر دیگئی کہ (کارا ریدا) جارہے ہیں - ایک گھنٹے کے بعد ایک جگہ گاڑی روک لی گئی جسکا نام مجھے یاد نہیں رہا - وہاں بھی لوگوں کا سلوک ہمارے ساتھہ بدستور اول تھا -

تیسری بار یہاں پھر ہمیں شمار کیا گیا ' اور کہا گیا کہ اب رائے بدلدی گئی ہے ' کازازیدا کی جگہ (کیبانیا) نامی ایک مقام پر ہمیں رکھا جائےگا - کارازیدا روما کا ایک پر فضا سرمائی مقام ہے ' اسلیے ظاہر ہے کہ عثمانی قیدی کیونکر وہاں رکھے جاتے ؟ یہ دوسری جگہ (سلرنو) کے قریب ایک نہایت وحشت انگیز جگہہ ہے ' جسکے

چاروں طرف پہاڑ میں ... ہم نے سنا اور اپنا تمام ... سپرد کر دیا ۔

ہم رات کو رہے تھے ' اور ہم اسٹیشنوں پر لوگوں کا ہجوم تذلیل و تحقیر کے ساتھہ ہمارا استقبال کرتا تھا - جب (ابولی) کے اسٹیشن پر گاڑی رکی ' تو ہم نے کھڑکیوں سے باہر کی طرف جھانکا - لڑکوں کا ایک عظیم الشان گروہ تمام اسٹیشن میں پھیلا ہوا نظر آیا ' جو ہمکو دیکھنے کیلیے جمع کیا گیا تھا ' اور انکے ہاتھہ اور زبان دونوں ہماری طرف متوجہ تھے -

یہاں ہمارا سواری کا سفر ختم ہوگیا ' اور ہم کو اسٹیشن سے باہر لیجاکر چار چار آدمیوں کی صفوں میں مرتب کیا گیا ' پیدل ہم اپنی آخری منزل کی طرف روانہ ہوگئے - کامل تین گھنٹے کے بلا توقف سفر کے بعد (کامبانیا) کی پہاڑوں سے معمور آبادی نظر آئی - یہاں (......) کے عہد حکومت کے زمانے کا ایک پرانا مدرسہ ہے جو عرصے سے ویران اور بالکل وحشت کدہ ہو رہا ہے - یہی جگہہ ہمارے قیام کیلیے مقرر ہوئی -

کامبانیا کے کلکٹر کی اٹالین فوج پر لعنت

یہاں ایک عجیب واقعہ ہوا ' اور خاص طور پر اسلیے ذکر کرتا ہوں کہ اس سے خود اٹلی کے منصف اور عقلمند لوگوں کے مخالف جنگ ہونے ' اور انکی تہذیب سوز وحشت کاریوں پر متاسف ہونے کا اندازہ کیا جاسکے گا - جس وقت ہم اس مدرسے کے قریب پہنچے ' تو قصبے کا اٹالین کلکٹر بھی وہاں موجود تھا - ہمارے ساتھیوں میں سے ایک فوجی افسر نے اٹالین زبان میں (جسے میں اچھی طرح جانتا ہوں مگر انکو معلوم نہیں) کہا کہ " ان ظالم ترکوں کی ہڈیاں یہاں سڑا لی جائیں گی " یہ سنکر کلکٹر غصہ سے بے تاب ہوگیا ' اور اس نے چلاکر کہا کہ " ترک ہرگز ظالم نہیں ہیں ' ہم کو اپنی جان کے سوا اور کسی انسان کی جان پر اختیار نہیں دیا گیا ہے ' ہم کبھی انکی رہائی کی کوشش میں بخل نہیں کرسکتے اور تم لوگوں نے بالاخر چھوڑنا ہے رہیں گے "

یہ کہکر اس نے اپنی برہنہ تلوار کھینچ لی ' اور بالکل لڑنے کیلیے طیار ہوگیا - اسپر فوجی افسر نے چلاکر تمام سپاہیوں کو جمع کرلیا ' اور غریب کلکٹر کو پکڑ کے تلوار چھین لی -

ترک قیدیوں کو سور کا گوشت دیا گیا -

تمام دن گذر گیا ' اور ہم کو ایک روٹی کا ٹکڑا اور ایک گھونٹ پانی کا بھی نہیں دیا گیا - رات کو ایک افسر آکر مدرسے کی پہلی منزل پر لے گیا ' وہاں صرف ایک پرانا اور غلیظ بستر بغیر چادر اور تکیے کے ایک کونے میں پڑا تھا ' جسکے اندر روئی کی جگہ چھلکے بھرے گیے تھے - ہم نے اس افسر سے ایک ہی خواہش یہ کی کہ اسی طرح کے بستر ہم میں سے ہر شخص کے لیے مہیا کردے ' مگر اس نے نہایت غرور و حقارت سے انکار کردیا ' اسکے بعد ایک شخص ہمارے لیے کھانا لیکر آیا ' اسمیں چند روٹیاں تھیں ' جنکے اندر سور کے گوشت کا قیمہ بھرا ہوا تھا - یہ معلوم کرکے ہم سب نے قطعاً انکار کردیا ' اور سب کوئی بھوکے پیاسے زمین پر پڑگئے -

مفتش مالق بک

جس کو جزائر ابیض کے قصبے کے موقعہ پر ایک بے طرف مصری جہاز سے اٹلی نے قید کر لیا تھا -

بارہ آدمیوں کے ہاتھ میں ہتھکڑیاں پہنائی گئیں -

ہمارے مصائب کا یہیں خاتمہ نہیں ہو جاتا ' اسکے بعد ہم کو معلوم ہوا کہ یہاں عام باشندوں کے قریب ہمارا رکھنا مصلحت کے خلاف سمجھا گیا ہے کہ کہیں انکے دلوں میں ہماری ہمدردی نہ پیدا ہوجاے - تھوڑے ہی عرصے کے بعد حکم آیا کہ ہم لوگ (لوکا) پہنچا دیے جائیں - بھوک کی تکلیف ' آب و ہوا کی ناموافقت ' اور ضروریات زندگی سے محرومی نے ہمکو بیمار کردیا تھا ' اور ہم میں سے کسی شخص میں اسکی طاقت نہ تھی کہ پیدل سفر کرے -

لیکن بہرحال احکام کی تعمیل کے سوا چارہ کیا تھا ؟ اپنی ملت مقدس کی یاد ' اور خاک وطن کی عزت ہمارے دلوں میں ایک ایسی قوت بخش روح تھی ' جو کسی حال میں بھی ہمارے صبر و تحمل کو متزلزل نہیں ہونے دیتی تھی - ہم نے اللہ کی مشیت پر صبر کیا اور روانہ ہوگئے - پلے روما لاے گئے - یہاں سے آگے بڑھنے میں ایک دو گھنٹے کی دیر تھی ' ہم سب شدت جوع سے بے حال ہو رہے تھے - ہم نے محافظ افسر سے التجا کی کہ وہ ہم کو اتنے عرصے کے اندر کھانا نہ پینے کی کوئی چیز خرید نے کی اجازت دے ' مگر یہ سنکر تمام سپاہی قہقہہ مار کر ہنسنے لگے ' اور کہا کہ " کتوں کو بہت جلد بھوک ستانے لگتی ہے "

(لوکا) پہنچنے کے بعد ہماری موجودہ زندگی کا گویا ایک دوسرا دور شروع ہوا ' اور اٹلی جو بربری مظالم اور وحشیانہ تعذیب باقی رہگئی تھی ' وہ بھی شروع کردی گئی -

انتہا یہ ہے کہ بغیر کسی نئے جرم کے (علاوہ اس جرم حقیقی کے کہ وہ مسلمان ہیں) ۱۲ آدمیوں کے ہاتھ پانوں بھی زنجیر اور ہتکڑیوں سے مقید کردیے گئے ' اور ایک دوسری تنگ و تاریک کوٹھری میں انکو رکھا گیا -

ہماری حالت اس درجہ درد انگیز ہے ' کہ خود یہاں کے ہزارہا اٹالی ' اور تمام اخبار اس ظلم و وحشت پر حکومت کو لعنت ملامت کر رہے ہیں "

غازی انور پاشا کا تار

میدان جہاد سے

— * —

مصر کے عثمانی قنصل کے نام غازی انور پاشا سے مندرجہ ذیل تار بھیجا ہے :— (۲ - اکتوبر -)

۳۱ ستمبر کو دشمنوں کی ایک جماعت اپنے مشرقی مورچوں سے نکلی - ہمارے آدمیوں کو جونہی معلوم ہوا ' فوراً حملہ کرتے ہوے اور مقام (قارا قول) میں مقابلہ ہوگیا - دشمن کی تعداد ہم سے پانچ گنی زیادہ تھی ' مگر ایک گھنٹے سے زیادہ میدان میں قایم نہ رہسکے اور پانوں اکھڑگئے - انکی جماعت کا ۲ افسر اعلی اور تقریباً ۱۴۳ سپاہی مقتول و مجروح ہوے - افسر کے کپڑے اور تمغے اتار کر عرب لے آے تھے - جس سے معلوم ہوا کہ وہ بینتالیسویں بٹالین کا افسر تھا -

اسی طرح ۱ - اکتوبر کی شب کو ہم نے اپنے جدید توپخانے سے کام لیا ' اور ایک پہاڑی توپ کے دہانے سے (درنہ) پر آتش باری شروع کردی - اس سے تمام اٹالین مورچوں میں بد حواسی پھیل گئی اور سامنے کا مورچہ راتوں رات خالی کرکے تمام دشمن بھاگ گئے - اس مورچے میں نہایت قیمتی سامان جنگ ' اور کثیر تعداد میں ذخیرۂ رسد مجاہدین کے ہاتھ لگا ' حالانکہ اب ہم کو ان چیزوں کی چنداں ضرورت بھی نہیں - (انور)

ہفتۂ رواں

کے بعض اہم تار

— * —

باب عالی نے جنگ کا قطعی فیصلہ کرلیا

لندن ۱۸ اکتوبر - باب عالی نے سرویا اور بلگیریا کے ساتھ جنگ کرنے کا فیصلہ کرلیا ہے -

یونانی بھاگ گئے

سالونیکا کی ولایت میں عثمانی فوجوں اور بلغاری قافلوں کے درمیان بھی لڑائی ہوگئی - یہاں بلغاریوں نے تار کاٹ دئیے ہیں - یونانی قافلوں نے سمجھا تھا کہ ہم سرحد پار ہوکر (ایپارس) میں گھس جائینگے ' مگر ترکوں نے اُن کو مار مار کر بھگا دیا -

یونان کو اب ہوش آرہا ہے

لندن ۱۸ اکتوبر :— یونان کے سمجھدار لوگ کہتے ہیں کہ ہم کو تو لڑائی راس نہیں آئگی - اگر بلغاریا کے سوا اور کوئی کامیاب ہو بھی جائے ' تو بھی اکیلا بلغاریا ہی فائدہ اٹھائیگا اور سب گھاٹے میں رہینگے - علاوہ بریں یونان کی فوج اور بیڑا کام کے لائق نہیں - ترکی و اٹلی میں صلح ہوکر ترکی بیڑا آزاد ہوگیا ہے ' اسلیے ہمارا بیڑا ترکوں کے مقابلے میں حد درجے ضعیف و کمزور ثابت ہوگا -

ترکوں کا دلیرانہ حملہ

قسطنطنیہ ۱۸ اکتوبر :— ترکی نظام فوج ۱۶ اکتوبر کی رات کو نئی سوگز بلغاریا کے اندر گھس گئی - اور لڑائی دس بجے رات سے شروع ہوکر ابتک جاری ہے -

بلغاری فوج کا فرار

ترکی فوج کے بڑھنے کی کوئی روک تھام نہولی - بلغاریا کی آگے بڑھنیوالی فوج اپنی بڑی جمعیت کیطرف گر کر جاتی تھی - بلغاریا نے (فلپ پولیس) کے دکھن کی جانب کے دو اہم ریلوے پلوں کو تباہ کردیا ہے -

اعلان جنگ کے وجوہ

لندن ۱۶ اکتوبر — باب عالی اپنے اعلان جنگ کا سبب یہ بیان کرتا ہے کہ بلقانی ریاستیں ہمارے خانگی معاملات میں کیوں مداخلت کرینگی ' انکی فوجی طیاریاں کس لئے ہیں ' اور آئے دن جھگڑے کسکو گوارا ہونگے ؟ باب عالی نے یہ بھی کہا کہ ہم تو امن و صلح کے عاشق ہیں ' لیکن اب امن و سکون قائم رہ نہیں سکتا -

سپاہ سے سلطان المعظم کی درخواست

قسطنطنیہ ۱۸ اکتوبر :— سلطان المعظم نے اعلان میں اپنی سپاہ سے یہ درخواست بھی کی ہے کہ جن لوگوں کو لڑائی سے تعلق نہیں انکی جان و مال ' عیال و اطفال کا پورا احترام کیا جائے اور اُن کو کوئی نقصان نہ پہنچایا جائے

مسیحی جہاد

قسطنطنیہ ۲۱ اکتوبر :— یہاں سلطانی اعلان کے وطن پرستانہ پہلو اور بلغاریا سرویا ' اور یونان کے شاہوں کے مذہبی اعلانات کا مقابلہ کیا جا رہا ہے - ترکی پریس سخت و سست لہجے میں ان مذہبی تعصبات پر ملامت کر رہا ہے -

صداے ملت

— * —

الہلال کي دعوت کي نسبت

— * —

جناب مولوي برکت علي صاحب بي - اے از قصور ضلع لاہور

(۱) ضمیمہ کي دفعہ نمبر ۲ میں آپ تحریر فرماتے ہیں " الہلال کي دعوت کا اصل اصول مسلمانوں کو انکي زندگي کے ہر عقیدے میں اتباع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کي طرف بلانا ہے " اور پھر آگے چلکر دفعہ نمبر ۸ میں ہے " یہ آپکا اتفاق اور اختلاف صرف اصول میں ہوگا جسکي تشریح کردي گئي ہے اور جسکي ایک شاخ یعني پولیٹکل تعلیم کي نسبت ۸ ستمبر کي اشاعت میں عرض حال کر چکا ہوں "

خواہ کوئي براے نام مسلمان (اللہم لا تجعلني منہم) کیوں نہو ' مگر امید نہیں کہ اس اصول کے متعلق بجز لفظ متفق اور کچھہ جواب دیسکے کوئي شخص ایسا شقي القلب اور کوربا طن نہیں ہوسکتا ' جو مسلمان کہلا کر اس " اصول " سے اختلاف کرے - ممکن ہے کہ دلدادگان تہذیب نو اور وابستگان تمدن جدید میں سے کوئي ایسا ہو ' مگر شکر ہے کہ میں انمیں سے نہیں ہوں -

میرا تو عقیدہ ہے کہ مسلمان کسي قسم کي ترقي نہیں کرسکتے جبتک کہ وہ ہر کام میں اپنا راہنما اور راہبر کتاب اللہ کو نہ مانیں اور صرف منھہ سے نہیں ' بلکہ عملا تسلیم کریں ' خدا شاہد ہے کہ یہ عقیدہ الہلال کے پڑھنے سے نہیں ' بلکہ اسوقت سے ہے ' جبکہ الہلال کي اشاعت و اجرا کا خیال مصنف و مدیر کے دل میں پیدا ہوا تھا - مطلوبہ جواب تو اصل میں دیا جاچکا ' لیکن اب میں دو چار لفظ فروعات پر عرض کرنا چاہتا ہوں -

(۲) دفعہ ۵ میں آپ تحریر فرماتے ہیں " لیکن پالیٹکس اس کا اصلي موضوع نہیں " آپ جیسے صاحب قلم اور صاحب تدبر و فکر بزرگ قوم سے (گھبرائیے نہیں - یہ الفاظ خدا جانتا ہے ' میں نہایت اخلاص اور محبت سے لکھہ رہا ہوں ' میرا دل آپکو بہت ہي عمدہ الفاظ میں مخاطب کرنیکو چاہتا ہے ' گو آپ اپنے انکسار کي وجہ سے اسپر یہ ترٹ چڑھادیں " آیندہ اس طرزِ تخاطب سے معاف فرمائیں کہ اسکا اہل نہیں ") یہ الفاظ نہایت ہي غیر متوقع اور خلاف امید ہیں - جب آپکا یہ ارادہ ہے بلکہ عزم ہے کہ " مسلمانوں کو انکي زندگي کے ہر عمل و عقیدے میں اتباع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ (روحي فداہ) کي طرف بلائیں " تو پھر کیونکر ہوسکتا ہے کہ آپ ہر عمل و عقیدے کي شرط قائم رکھکر " پالیٹکس " کو اسلامي کوچے سے باہر نکال دیں - قرآن کریم سے بڑھکر سیاست کي اور کون کتاب ہوسکتي ہے - تعجب پر تعجب تو یہ ہے کہ آپ خود اس امر کو اپنے ۵ ستمبر کے مضمون میں تسلیم کرچکے ہیں - یہ نہیں ہوسکتا کہ سیاست ہمارے حدود عمل سے خارج کر دیجاے - سمجھہ میں نہیں آتا کہ کس امر نے آپ جیسے آزاد حق گو کو یہ فقرہ لکھنے پر مجبور کیا -

(۳) آج ایک مہینہ ہوا میں نے اپنے ایک دوست کو جو الہلال کے خریدار بھي ہیں ایک مفصل خط تقلید اور اسکے نتائج پر لکھا تھا - جسمیں میں نے انہیں نصیحت کي تھي کہ اگر تم چاہتے ہو - کہ تمہاري قوم بیدار ہو ' سنبھلے ' ترقي کے میدان میں قدم رکھے ' تو خدا کیلئے ہر قسم کي تقلید کا استیصال کرو ' تقلید مذہبي بھي ' معاشرتي بھي - آبائي بھي ' اور سیاسي بھي وغیرہ وغیرہ - مجھے تو اس تقلید کے نام ہي سے نفرت ہے - یہ حیوان کا کام* ہونا چاہیئے نہ کہ انسان کا - اور یوں مطلق تقلید سے تو کوئي بچ نہیں رہ سکتا - کیونکہ وہ دوسري حد ہے جہالت کي -

(۴) " ہندؤں سے ملاپ " اسپر مجھے بہت کچھہ لکھنا تھا ' اگر خود اسي نمبر ۱۱ میں محمد حسن صاحب آزاد از اناوہ کي چٹھي شائع نہو جاتي - لیکن پھر بھي مختصر عرض خدمت ہے - ہندو قوم سے ہمیں پولیٹکل اغراض کے لحاظ سے ملنا ضرور ہے - لیکن ملاپ کے معنے کیا ہیں ؟ اگر ملاپ سے مراد " ولایت " کي دوستي ہو ' ہمیں آنکي اور آپکے دوسرے ہمدردوں کي ذرا پروا نہیں ' کیونکہ یہ صریح تعلیم قراني کے مخالف ہے - خداے قدوس پکار پکار کر کہہ رہا ہے :

(الف) یا ایہا الذین آمنوا لا تتخذوا بطانۃ من دونکم لا یالونکم خبالا - ودوا ما عنتم - قد بدت البغضاء من افواہہم ' وما تخفي صدورہم اکبر - قد بینا لکم الآیات ان کنتم تعقلون -

(ب) ان تمسسکم حسنۃ تسؤہم ' و ان تصبکم سیئۃ یفرحوا بہا - اسمیں کچھہ شک نہیں کہ عین " یفرحوا بہا " کے آگے ہي " و ان تصبروا " ہے ' لیکن پھر خود ہي صانع حکیم نے " وتتقوا " فرما کر تمام شبہات مٹادیئے - صبر ہم کرچکے ' آج ایک پورے پچاس برس اپنے حکام کے ہاتھوں ہم صبر کي ڈھال کے پیچھے پناہ گزیں ہو رہے ' جو اسکا نتیجہ نکلا ہے ' وہ روشن ہے - اب ہندؤں کے ساتھہ آپ صبر کي تلقین کرتے ہیں - اگر آپ کا خیال ہے کہ پچاس سال اور ایسے گذرنے چاہئیں ' تو خیر ' یہ خیال آپ کا آپکو مبارک ہو - جہانتک اس خیال کا تعلق ہے ' مجھے ہرگز اس سے اتفاق نہیں - صبر ہمنے کیا ' لیکن اصلي چیز جسے ہمیں اپني سپر بنانا چاہیئے تھا ' اس سے ہم ہمیشہ غافل رہے - " اتقاء " اور " صبر " باہم آمیختہ سے جو طرز بچاؤ کا ان دشمنان اسلام کیلیے پیدا ہوتا ہے ' وہي اصلي ڈھال ہے - حقیقت یہ ہے کہ صبر کے معني ٹھیک اور صحیح سمجھہ میں تب ہي آتے ہیں ' جب ہم اتقاء کے لفظ کو آنکھوں میں بٹھا لیں ' اور دل میں جگھہ دے لیں -

قراني آیات اس بارے میں اس کثرت سے ہیں ' کہ کل کي کل یہاں نہیں لائي جاسکتیں ' اور نہ ہي اُنکو لکھتے ہوے ان کے استحضار کي ضرورت ہے بہر حال نتیجہ ان سب سے یہي نکلتا ہے کہ " بطانت " اور " ولایت " جو قراني اصطلاح میں دوستي اور قلبي تعلق کا نام ہے ' ایک مسلم اور غیر مسلم میں ناممکن ہے ' بلکہ اقدام بطانت کو صریح ضلالت اور گمراہي کہا گیا ہے -

اگر ملاپ سے مطلب ہے ظاہري تعلق ' تو یہ تو صریح نفاق ہے - اور اسلام اور نفاق ' ایک جگھہ جمع نہیں ہوسکتے -

ملاپ کے ایک اور معنے ہوسکتے ہیں - مسلمان ہندؤں کي مخالفت نکریں ' ہندو انکي معاندت پر کمربستہ نہوں - سو مسلمان بیچارے ایذا دینے کے قابل ہي کس روز ہوے - نکبی نہاے کیا اور نچوڑے کیا ' اور اگر طاقت ہوتي تو ایذا دہي تو حیوانوں پر بھي جائز نہیں - انسان تو کجا ؟ چنانچہ قرآن کہہ رہا ہے لا یجرمنکم شنان قوم ان لا تعدلوا - ہاں برادران وطن کے ہاتھوں جو زخم ہمیں لگ رہے ہیں ' اور جنکي رفتار افسوس ہے ' دن بدن زیادہ ہو رہي ہے '

اسکی تفصیل اگر لکھوں تو الہلال کا پورا ایک نمبر مطلوب ہو - مشکل تو یہ ہے کہ ہر در بلاؤں میں معلوم نہیں ہوتا ' چھوٹی کون سی ہے کہ اسکو اختیار کرلیا جائے - آج سے چند سال پیشتر خود ہندو قوم نے ہمکو اپنے ساتھ شریک ہونیکی دعوت دی - لیکن ہمارے لیڈروں نے ہمیں بیسیوں طرحکے فرضی خطرات دکھا دکھا کر اس شرکت سے باز رکھا - میں ذاتی طور سے - کچھ شک نہیں - اسوقت اس اتحاد کے مخالف تھا - سنہ ۰۷ ہمیں بھولا نہیں - کریں سب انتشار اور سزا بھگتیں گو ہم - اگر ہم انکی دعوت کو قبول کرلیتے تو یقیناً ہمارا بہت برا حشر ہوتا - لیکن خدا جانے لیڈروں کو رو سیاہ لیڈروں کو کیا ہو گیا ' جو ہمیں اسوقت ہندوں سے جدا رہنے کی تلقین کرتے تھے ' آج ہمارے ان سے ملنے کو ہمارے حق میں تریاق و اکسیر بتا رہے ہیں - بہر حال یہ ایک عبث بحث ہے ' اسکا فیصلہ خود زمانہ کردیگا - آپ جو فرض اپنے ذمہ لے چکے ہیں ' اسی کو پورا کریں - اگر مسلمان ان جائیں - اور کسی چیز کی ضرورت نہیں -

یہ میری رائے تھی - میں نے اسے لکھدیا ' اور صاف صاف لکھدیا - لیکن اس سے مجھے انکار نہیں کہ چونکہ آپ بوجہ وسیع المعلومات اور صاحب نظر ہونے کے ان امور کو مجھسے بہتر سمجھتے ہیں - چونکہ بموجب ارشاد اپنی رائے ظاہر کردینی ضروری تھی اسلیے عرض کردی گئی -

(۵) اب رہا اسپ و لہجہ - سو صحیح اس سے تو کلی اتفاق ہے دلتہ کاش مجھے بھی ایسی قوت بیانیہ اور سحرنگاری ملتی تو میں بھی تحریرو تصنیف کو اختیار کرتا - نہ برائے وصول زر' بلکہ محض بہ نیت خدمت قوم - البتہ قوت لاہوت لیدے کو میں اپنی طرح داخل گناہ نہیں سمجھتا -

میں پھر عرض کرونگا کہ آپکا پالٹکس کو الہلال کے موضوع سے خارج سمجھنا اظہار کمزوری ہے' اور نیز اپنے اصول سے بھی صریح انحراف ہے' علی الرغم اعدا کہیے اور ڈنکے کی چوٹ کہیے کہ پالٹکس الہلال کا خاص موضوع ہے -

اگرچہ عمدہ رائے کیلیے یہ امر از بس ضروری تھا کہ گیارہ کے گیارہ پرچوں پر کم از کم ایک نظر اور پڑتی ' لیکن افسوس ہے کہ اسکے لیے بہت وقت درکار ہے' اور آپکو حصول آرا میں عجلت - خیر' جوکچھ سرسری مطالعہ کا نتیجہ ہے' پیش کیے دیتا ہوں -

لیکن رخصت ہونے سے پہلے یہ بات بھی کہنی چاہتا ہوں کہ اگر آپ میری تحریر اور خیالات کی خامیوں سے چشم پوشی کرسکیں اور اگر الہلال جیسے عالی قدر پرچے کے مقام سے یہ موزوں نہو' تو بخوشی اسے ایک گوشہ میں جگہہ دیں - یہ میرے لیے باعث صد افتخار ہے لیکن میں تاکید بھی نہیں کرتا - کیونکہ من آنم کہ من دانم -

---

از جناب ۔۔۔ سید علی نقی صاحب (امروہہ)

آج الہلال کی پالسی اور موجودہ روش کی متعلق کچھہ عرض کرنیکا قصد کر رہا تھا کہ عین انتظار میں الہلال پہونچا - " الہلال " کی صورت دیکھکر ' نا ممکن ہے کہ تعبیر ختم کئے ہونے کسی دوسرے کام میں دل لگے - اور جب الہلال ختم ہوجاتا ہے تو ایک ہفتہ تک سخت انتظار کی تکلیف کی شکل سامنے آکر عجیب طرح کی تکلیف دیتی ہے - الغرض لکھنؤ کی تہذیب و شایستگی کے ایک اعلی نمونہ کی مراسلت نظر پڑی اور ساتھہ ہی آپ کے طرف سے اسکا جواب بھی -

خیر - اس ننگ اسلام نے آپکو جو کچھہ لکھا - اسکا جواب

اس سے بہتر نہیں تھا جو آپنے دیا - مگر افسوس اتنا ہے کہ اسکے اپنا نام کہیں نہیں ظاہر کیا - کم سے کم آنکو بھی یہ معلوم ہوجاتا کہ اب مسلمان وہ مسلمان نہیں رہے جیسا وہ خود ہے ' یا جیسے اسکے ہمدرد اور معاونین ہونگے ....

یہ نہیں سمجھتا کہ ایک الہلال کے اڈیٹر کو چار باغ اور امین آباد کی سڑک پر (خاکم بدہن) ہلاک بھی کردیگا ' تو اس سے کیا ہوگا ابتو ساری دنیا الہلال بنتی جاتی ہے - تین ہی مہینے میں الہلال نے ہزاروں مسلمانوں کے دلوںمیں وہ تڑپ اور بیقراری پیدا کردی ہے جسے ..... ہاتھہ اور ...... ہتیار کیا ' دنیا کی زبردست سے زبردست قوتیں بھی نہیں مٹا سکتیں - کس کس الہلال کو تو اور تیرے .... مٹائنگے ؟ افسوس مسلمانوں میں ایسے ...... دمن اور ...... طینت وجود ابھی موجود ہیں - ہم کیا شکایت کریں ان روسی ظالموں کی جنھوں نے عشرہ کے روز مقدس عاشقان اسلام کو پھانسی پر چڑھایا تھا اور جسکا خونی منظر اسی رسالہ کے اندر دکھایا گیا ہے -

الہلال کی پالیسی کی نسبت بہت مختصر طور عرض کردینا کافی ہے ایسے وجودوں کے سوا کوئی مسلمان ایسا نہیں ہوگا جو الہلال کی پالیسی کو سخت کہہ سکے - بات یہ ہے کہ اردو اخبار دیکھنے والونکو عادت تو ہے .... کے دیکھنے کی (الہلال) انہیں کیا پسند آئے ؟ .... مگر خدا کیلیئے آپ اپنی رفتار سست کبھی نہ کیجیئے - اب ہماری طبیعتیں پھیکے شربت سے سیر نہیں ہوسکتیں - اب مسلمانوں کی آنکھیں الہلال جیسے اخبار ونکو ڈھونڈ رہی ہیں -

میں قسم کھاتا ہوں کہ اپنے دیگر سخت ضروری کاموں کی طرح الہلال کی توسیع اشاعت کو بھی آیندہ سے اپنا فرض زندگی سمجھونگا -

---

جناب مولوی اسحاق الدین صاحب خلف الصدق مولوی اشفاق الدین صاحب از (شاہ آباد)

میری طلب پر جناب نے الہلال کے پرچے ویلو پی اول کے ذریعہ سے بھیجدیے لیکن جس روز سے ویلو وصول کیا گیا ہے' پھر کوئی پرچہ وصول نہیں ہوا' حالانکہ اسوقت تک اور دو پرچے وہاں فوراً پہونچنا چاہیے تھے - میرے پاس دو روزانہ اور ایک ہفتہ وار اخبار ہمیشہ آتے ہیں اور میں ' دیکھتا ہوں کہ جیسے روزہ دار کو شام کا انتظار ہوتا ہے' اسیطرح میرے والد کو ڈاک کا انتظار ہوا کرتا ہے لیکن جس روز سے الہلال کے پانچ پرچوں کا پلندہ پہنچا ہے اس روز سے آجتک بے طرح والد صاحب کو بوجہ نہ آنے الہلال کے تکلیف ہے ' مجھسے والد فرماتے ہیں کہ میں نے مدت العمر میں کوئی اخبار ایسا دلچسپ اور کار آمد اور قوم کے واسطے مفید نہیں دیکھا ہے - مضامین کے ہر ہر لفظ سے ظاہر ہوتا ہے کہ قوم کی حالت پر آنسو بہاتے وقت یہ موتی ٹپکے ہیں - مجھسے والد ماجد نے فرمایا کہ میرے دلپر کبھی کسی مضمون سے اسقدر رقت طاری نہیں ہوئی ہے' جسقدر الہلال کو پڑھکر طاری ہوتی ہے -

مجھکو پڑھنے لکھنے سے فرصت نہیں ملتی ورنہ میں منادی کرتا کہ ہر مسلمان اسکو خریدے - لیکن میرے والد نے اسکام کو اپنے ذمہ لیا ہے' وہ فرماتے ہیں کہ میں کم سے کم ۲۵ پرچے بکوانے کی کوشش کرونگا جس سے قوم کو بے حد نفع پہونچ سکتا ہے' اور ممکن ہے کہ زیادتی اشاعت سے مطبع کے نقصان میں کمی ہو جائے - مگر والد کو یہ شکایت ہے کہ لوگ ۸ روپیہ پوری قیمت دینے کے بجائے ' اپنے بچونکے نام جاری کرانے پر زیادہ مائل ہیں -

....

آپ شاید سمجھتے ہیں کہ ابھی الہلال کو کچھہ بھی شہرت نہیں ہوئی ہے' حالانکہ اسکی قبولیت اور پسندیدگی کی کوئی انتہا نہیں - اسکا سبب صداقت ' محبت قومی' بے غرضی و ایثار ہے - اگر دل میں جناب کے روپیہ کا نفع مد نظر ہوتا تو یہ یقین ہے کہ الہلال کی یہ منزلت نہوتی .... میرے والد نے مجھسے اسکا ذکر کیا کہ اگر مولانا حق گوئی کی تلخی پر کوئی شیرینی نہ جما دیا کریں تو آسانی سے حلق سے فرو ہوجانے کی امید ہے - کیونکہ طبیب جسطور پر ہو سکتا ہے' مریض کو دوا پہنچاتا ہے تاکہ مریض کو شفا ہوجاوے - اگر بے وقوف اور ناعاقبت اندیش مریض نے دوا کو کڑوا سمجھکر استعمال نکیا تو اوسکے تندرست ہونیکی کوئی امید نہیں ہوسکتی

جناب مولوی اشفاق الحق صاحب سب انسپکٹر پولس شاہ آباد (رامپور)

کاش کسیطرح سے آپکو یہ علم ہوجاتا کہ آپکی تحریر میں کیا اثر ہے ؟ میں نے بچشم خود یہ دیکھا ہے کہ خدا سے ایسے باغی مسلمان' جنکو دولت و حکومت نے خدا کے سامنے بھی خم ہونے کی اجازت ندی' آپکے رسالے کو اونھوں نے چوما ' آنکھوں سے لگایا' اور بچوں کیطرح پھوٹ پھوٹ کر رو دیے - میرے نزدیک یہ کامیابی کوئی معمولی کامیابی نہیں ہے - میں خدا کا شکر کرتا ہوں اور آپ سے درخواست کرتا ہوں کہ آپ بھی ہزاراں ہزار شکر ادا فرمائیں -

میں نے آپکے رسالے کے گرد مجمعے دیکھے ہیں' مکان میں لیجا کر خاندان حرم کو سناتے دیکھا ہے' اور وہ منزلت دیکھی ہے جسکو اگر آپ ملاحظہ فرماتے تو واللہ بے حد متعجب ہوتے -

---

(از جناب مولانا حبیب الرحمن خان صاحب شروانی رئیس بھیکم پور)

الہلال کے ساتھہ جو ضمیمہ طلب رائے کا شائع فرمایا گیا ہے اوسکا جواب یہ نیاز نامہ ہے - یہ کانفڈنشل نہیں ہے - لہذا اوسکے اخفا کے ضرورت نہیں -

(۱) اولاً اصول دعوت الہلال - تو اس سے مجھے بالکل اتفاق ہے اور یہ میرا دلی عقیدہ ہے کہ اگر مسلمان زندہ ہوسکتے ہیں اور رہسکتے ہیں تو صرف اتباع کتاب اللہ و سنۃ الرسول سے (صلی اللہ علیہ وسلم) روح یہ ہے اور باقی اور چیزیں بمنزلہ دیگر ضروریات زندگی ہیں - جب میرا یہ عقیدہ ہے اور ضرور ہر مسلمان کا یہ عقیدہ ہوگا تو ظاہر ہے الہلال کے اس اصول سے کہ "مسلمانوں کو اونکے زندگی کے ہر عمل و عقیدہ اتباع کتاب اللہ و سنۃ رسول اللہ کے طرف بلانا" کسطرح اختلاف ہوسکتا ہے ؟

(۲) دو باتوں سے مجھکو اختلاف ہے - اولاً الہلال کے مباحث کے وسعت سے - پولیٹکس' تعلیمات' مذہبی رسوم وغیرہ یہ امور ایسے ہیں کہ انمیں سے ہر ایک پر تحقیقی بحث کے لیے پوری توجہ کی ضرورت ہے - اور جس حالت میں کہ اس وقت ہم ہیں' ایک شخص واحد کا ان تمام امور سے کامیابی و تسلسل کے ساتھہ بحث کرنا نا ممکن ہے' لہذا میرا خیال ہے کہ آپکو اپنا موضوع محدود کرانا چاہیے' بحث کے واسطے مبحث کے تمام ماله وما علیہ سے واقف ہونا اور بعد واقفیت غور و تامل لازم ہے' بدوں اسکے اگر رائے کا اظہار ہوگا ' تحقیق کے پایہ سے گرا ہوا ہوگا -

مثلاً آپ محمڈن کالج کی پالیسی ' اوسکے طرز عمل' اوسکے طلبا' اوسکے مہتمموں کی نسبت بحث کرنے میں اظہار رائے فرماتے ہیں - میں اوس تجربہ اور علم کے رو سے جو مجھکو برسوں کے واقفیت سے حاصل ہے ' محسوس کرتا ہوں کہ وہ رائیں بارہا پایۂ تحقیق سے گری ہوئی ہوتی ہیں - اگر مزید تفصیل آپ طلب فرمائیں گے گذارش کی جائیگی -

ثانیاً - خشونت لہجہ - کلام مجید میں حضرت موسی کو جو شان جلال کے مظہر تھے ' فرعون کے مقابلہ میں جو سرکشی کا نمونہ تھا ' لینت کی تعلیم فرمائی گئی - خود حضرت سرور عالم (صلی اللہ علیہ وسلم) کے نسبت ارشاد ہوا کہ لینت باعث کامیابی تھی' درشتی باعث ناکامیابی ہوتی ' اس صورت میں الہلال کا سخت لہجہ کہاں تک کامیاب و مطابق تعلیم ربانی ہوگا - میں اس امر کا سخت موید ہوں کہ اصلاح کے لیے صاف گوئی ' بیباکانہ روک ٹوک ' اور کرخت کی اشد ضرورت ہے لیکن یہ سب کچھہ ایسے لہجہ سے بھی ہوسکتا ہے جو سخت نہو اور یقیناً لینت بمقابلہ خشونت قلوب میں زیادہ دیرپا اور گہرا اثر پیدا کرتی ہے ' اور یہی مقصود تلقین - الہلال کا لٹریچر مجھکو تو بیحد پسند ہے اور میں اوسکے پڑھنے میں ایک روحی سرور محسوس کرتاہوں مگر میرا خیال ہے کہ عام ناظرین الہلال کے فہم سے شاید بالاتر ہو ' اور اسلیے مبادا اوسکا نفع محدود رہجاتا ہو -

---

(از جناب مولانا محمد یعقوب صاحب (موہنگر)

ادام اللہ شموس افاضاتکم طالعۃ علی المسلمین

اس عاجز نے تمام پرچونکو ابتداے اشاعت سے اسوقت تک جسقدر شائع ہوے بخوبی دیکھا ' میری عقل ناقص میں الہلال اس غرض و غایت کے لیے منفرد ہے کہ مسلمانوں کو انکے زندگی کے ہر عمل و عقیدے میں اتباع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی طرف بلاتا ہے اور انکی پولیٹکل مصالح کے لیے بھی وہ اسی اصول کو نہایت زوروں کے ساتھہ پیش کرتا ہے - بے شک ہماری دنیاوی زندگی بھی اوسی قانون الہیہ کے ساتھہ مربوط ہے ' ہم دین کو دنیا سے علحدہ نہیں کرسکتے اسلئے ہمارے طرز معاشرت کے قوانین کا مجموعہ وہی کتاب اللہ و سنت رسول اللہ ہے - اخلاقی و تمدنی و سیاسی اعمال و عقاید کو کتاب اللہ و سنت رسول اللہ سے علحدہ سمجھنا کفر صریح سمجھتا ہوں - من یطع اللہ و رسولہ فقد فاز فوزا عظیما - بے شک ہمکو الہلال کے دعوت سے اتفاق ہے - فقط ایک امر موجودہ حالت کے اعتبار سے قابل گذارش ہے وہ یہ ہے کہ ہم و نیز ہمارے مصلحین عام اس سے کہ طبقہ علما میں سے ہوں یا غیر علما سے ' وہ جسقدر کہتے ہیں کرتے نہیں : یا ایہا الذین آمنوا لم تقولون ما لا تفعلون - یہی وجہہ ہے کہ ہم مسلمانوں میں وہ غیرت و حمیت وہ صدق و استقلال وہ عزم و ارادہ جسکی دعوت آپ دیتے ہیں' جستجو اور کوشش کا محتاج ہے اسی وجہہ سے ہمارے مصلحین کا طبقہ بھی (کل قول لا یصدقہ الفعل فہو کذب) کے کلیہ کے ماتحت معلوم ہوتا ہے - اگر ہر مسلمان ایک دوسری کی غلطی و غلط روی ظاہر کردیا کرے اور کشیدگی و رنج آپسمیں نہ ہو تو مسلمانوں کے دن ضرور دور ہو سکتے ہیں - جناب والا نے احقاق حق کے طرف لوگونکو دعوت دی - اکثر الناس کو الحق مر کے اعتبار سے جناب والا کی باتیں کڑوی معلوم ہوئیں تو دست و گریبان ہوکر لڑنے کے لیے مستعد ہوگئے - پس ایسے حالت میں ناصحین اس آیہ شریفہ پر نظر فرماویں (ابلغکم رسالۃ ربی ولکن لا تحبون الناصحین) اسوقت بلا خوف لومۃ لائم جو گراں بہا نصایح آپ لوگونکو دے رہے ہیں' وہ قابل صد قدر و شکرگذاری ہے -

میرا خیال ہے کہ الہلال کے اصول دعوت سے وہی شخص مخالف ہوسکتا ہے جو افرأیت من اتخذ الہہ ہواہ کا مصداق ہے ایسے لوگوں کی باتونکو خیال میں لانا ہی بیجا ہے - ولا تطع من اغفلنا قلبہ عن ذکرنا واتبع ہواہ وکان امرہ فرطاً -

(مسٹر فضل الرحمن صاحب از (مانکپور))

الہلال اتباع کتاب اللہ و سنت رسول اللہ کی طرف بلاتا ہے، کون مسلمان ہے جو اسلام کے ساتھ اس دعوت کے شمول سے انکار کر سکے؟ یقین مانیے کہ اس پر آشوب زمانہ میں آپ کو میں ایک بہت ہی بڑی اخلاقی قوت سمجھتا ہوں - امت مرحومہ کی یہ خوش قسمتی ہے کہ ایسا آدمی پیدا ہوا - آپ امر بالمعروف اور نہی عن المنکر کی تلقین جن رعد آسا لہجوں اور زلزلہ انگیز لفظوں میں کیا کرتے ہیں، اور جس کے زور و شور کے رعب و ہیبت سے نفاق اور قوم فروشی ہمارے لیڈروں کے سینوں میں پڑی ہوئی کانپ رہی ہے، اور نیز جس بلند آہنگی سے آپ ان خود ساز زبردستی کے پیشوایان ملت کی خفیہ کاریوں کی پردہ دری کیا کرتے ہیں - یہ در اصل مظاہر ہیں اس اخلاقی جرأت کے، جسے ہر موحد کے دل میں لازمی طور پر ہونا چاہیے اور جس کی نظیر آجکل بالکل نایاب ہے - اگر قوم میں اسے جری، راست باز، راست گو، راسخ پسند کچھ اور لوگ ہوجائیں، تو قوم کی قسمت آج پلٹ جائے اور اسکی بدبختی کا آج ہی خاتمہ ہوجائے - آپ کے لب و لہجہ میں بھی مجھے کوئی بات قابل اعتراض نظر نہیں آتی - کیا اب وقت اسکا ہے کہ ہم میٹھے میٹھے نرم نرم الفاظ خوشامد کے منہہ سے بولیں؟ یہ وقت اضطرار ہے اور اضطرار میں سب باتیں جائز ہیں اور پھر یہ تو عدم امکان ہے کہ کوئی مفید کام بلا کسی کو رنج پہنچائے انجام پاسکے -

مختصر یہ کہ آپ جو کچھہ بھی کرتے ہیں، مجھکو اس سے بالکل اتفاق ہے -

(جناب مولوی عطاء الرحمن صاحب ایم - اے - پروفیسر راجشاہی کالج)

بجواب ضمیمۂ الہلال عرض یہ ہے کہ الہلال کے اصول اور پالیسی سے مجھے پورا اتفاق ہے - میرا عرصہ سے یہی خیال رہا ہے کہ مسلمانوں کو قومی ترقی ہرگز نصیب نہوگی جب تک قرآن کریم کے بتائے ہوے مسلک پر وہ نہ چلینگے - اگر وہ (اعلون) کے زمرہ میں داخل ہونا چاہیں تو اونہیں (مومن) ہونا ضروری ہے -

ہاں البتہ بعض اوقات آپ کے مضامین میں کسی قدر درشتی ہوتی ہے میں اسکا بھی مخالف نہیں اگر سختی کے جواب میں سختی ہو - ایک حضرت نے ایک بڑی رقم اعانتاً دینی چاہی - اونکی اعانت قبول کرنا آپ کے اصول کے خلاف تھا تو نرمی سے آپ جواب دے سکتے تھے - لیکن آپکے مضمون میں غیر معمولی سختی تھی، جو کہ آپ جیسے بزرگ کے شایان شان نہیں - دیگر عرض یہ ہے کہ الہلال کو آپ ایک میگزین کے طرح شایع کر رہے ہیں - شاید یہی آپ کا مقصود ہو - لیکن ساتھہ ہی ایک اخبار کا فرض بھی ادا کرنا ضروری ہے - یعنی جیسے آپ اعلی مضامین قومی و مذہبی امور پر لکھتے ہیں - ویساہی دو چار صفحے خبروں (علی الخصوص اسلامی خبروں) کے لیے بھی علیحدہ رکھہ چھوڑنا چاہیے - راے قایم کرنے کے لیے خبروں کا جاننا بھی ضروری ہے - جس سے کسی قوم یا ملک کے نشیب و فراز کا علم ہوتا ہے -

(مسٹر اطہر علی صاحب آزاد ایم - آر - ایس تحصیلدار خلیل آباد (بستی))

جیسا کہ میں کل کے عریضے میں عرض کرچکا ہوں میں اپنی ذاتی راے کو کسی طرح قابل وقعت نہیں سمجھتا نہ میں اس قابل ہوں کہ آپکے سے عالم متبحر کے آگے زبان کھول سکوں - میرا آپکو کسی معاملے میں صلاح دینے کی جرأت کرنا حکمت بہ لقمان آموختن کا مصداق ہے - ہاں یہ ہو سکتا ہے کہ -

گاہ باشد کہ کودکے ناداں * بغلط بر ہدف زند تیرے

مینے جو کچھہ عرض کیا ہے اسکا لب لباب صرف ایک مصرعہ میں ادا ہو سکتا ہے -

زمانہ با تو نسازد تو با زمانہ بساز

میرے نفس مطلب کے ادا کرنیکے لیے ایک ہی مصرعہ اور ہے جس سے میں مدد لے سکتا ہوں - مصرعہ

با ہمیں مردماں بہ باید ساخت

....

یہ سب صحیح ہے مگر کیا یہ باتیں اخبار میں چھاپ دینے کے قابل تھیں؟ میں عرض کرونگا کہ نہیں، اور ہرگز نہیں - کیوں؟ وجہ صاف ظاہر ہے - نہ اسلیے کہ ہم میں اخلاقی جرأت کی کمی ہے بلکہ اسلیے کہ جو کام آپ کرنے جا رہے ہیں اسکے لیے ان باتوں کا اظہار سد راہ ہوگا اور آسان کام مشکل بن جائیگا - قوم اپنے لیڈروں کی مرید ہو رہی ہے - ایک لفظ انکے خلاف سننا گناہ کبیرہ ہی نہیں بلکہ کفر سمجھہ رہی ہے - اگر آپ اسکے خلاف زبان کھولینگے تو جو لوگ اسوقت آہستہ آہستہ آپکے گرد و پیش جمع ہونا شروع ہو چکے ہیں سب کے سب ایک سرے سے کافور ہو جاینگے اور آپکے تلخ پند و نصایح کی صف شکن گولیاں صرف ہوا میں رائگاں جائیں گی -

(جناب غلام نبی صاحب وانس پوسٹل ڈپارٹمنٹ گوجرانوالہ پنجاب)

بجواب استفسار عرض پرداز ہوں کہ مجھے الہلال کی دعوت سے اصولاً اتفاق ہے - آپکی طرز تحریر، لب و لہجہ، اور طریقۂ اظہار خیالات یہی خالص اسلامی ہیں - آپ وہی لکھتے ہیں جو قوم کے دل میں ہے - اسکا ثبوت و اثر میں ان پر شوق و مسرور چہروں پر دیکھتا ہوں، جو ہر ہفتہ آپکا قیمتی جرنل پڑھنے کے لئے میرے مکان پر آتے ہیں، بلا استثنی ہر شخص الہلال کے صفحات پر وجد کرتا ہے - خدا کرے کہ یہ ننھا سا پودا جسے آپ اپنے خون دل سے سینچ رہے ہیں، بڑھکر ایک تنومند درخت بن جائے اور ہندوستان کی موجودہ لامذہبی اور الحاد کی کڑکتی دھوپ سے اپنے ننگے جسموں کو بچانے کے لیے اسکے ٹھنڈے اور گھنے سایہ میں پناہ لیں - میرے دماغ میں خیالات کے ہجوم ہیں، مگر قلت فرصت سے مجبور ہوں - اس ایک جامع و مانع شعر پر قناعت کرتا ہوں -

ادا اُسکی نمک پاش جراحت ایسی ہوتی ہے

کہ دل اندر سے بول اُٹھتا ہے لذت ایسی ہوتی ہے

(ایک بزرگ از رامپور)

ابتداے اشاعت سے الہلال کے کل پرچے بغور مطالعہ کیے - اور گو سب نہیں تو اکثر تو ضرور دوست احباب کو بھی دکھالے - قسم بخدا جس نے دیکھا حیران ہوگیا - میں نہیں جانتا کہ آپکے بیان و طرز تحریر میں کیا جادو ہے، جو ہر ایک شخص کے دل پر ایک خاص اثر ہوتا ہے - یقیناً یہ تاثیر آپکی سچی قومی خدمت و ہمدردی کا نتیجہ ہے - خداوند عالم آپکو بایں خلوص و محبت ہمیشہ زندہ و سلامت رکھے -

آپنے جو اصول الہلال میں قرار دیے ہیں، وہ دراصل اسلام اور مسلمان بننے کے اصول ہیں پھر یہ کسطرح ہوسکتا ہے کہ کوئی مسلمان (خواہ وہ آپکی محبت بھرے دل کی حالت سے واقف ہو یا نہو - نیز آپکا دوست ہو یا دشمن ہو - مگر شرط یہ ہے کہ نور ایمان سے اوسکا دل منور ہو) اون سے اختلاف کرے؟

مجھکو نہ صرف آپکی اصول، بلکہ جملہ فروعات و جزئیات سے بالکل اتفاق ہے - اور میں بلاخوف تردید صاف لفظوں میں کہتا ہوں کہ جن لوگونکو آپکی تحریر تلخ اور کڑوی معلوم ہوتی ہے وہ الحق مر کا مقتضی ہے، آپکی تحریر کا اسمیں کوئی قصور نہیں -

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مومنين (القرآن الحكيم)

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

7-1, MacLeod street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی
ابو الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۱۶-۱۷ | کلکتہ : چہار شنبہ ۲۵ ذیقعدہ ۱۳۳۰ ہجری — Calcutta. Wednesday, November 6, 1912 | جلد ۱

فہرس

تصاویر

اطلاع

اگر کسی صاحب کو کوئی پرچہ نہ پہنچے ' تو تاریخ اشاعت سے دو ہفتے کے اندر اطلاع دیں ' ورنہ دفتر تعمیل درخواست سے معذور سمجھا جائے - تبدیلی نشان کی اطلاع جو کم از کم ایک ماہ کے لیے ہونی چاہیے ' نمبر خریداری کے ساتھ فوراً دیجیے ' ورنہ کوئی پرچہ اس سبب سے تلف ہو جائیگا تو دفتر اسکا ذمہ دار نہیں - نمونے کے پرچے کے لیے چار آنے کے ٹکٹ آنے چاہئیں یا وی - پی کی اجازت - براہ کرم خط و کتابت میں ابدا نمبر خریداری ضرور لکھیے ' ورنہ جواب سے دفتر معذور ہے -

(۲) اس ہفتے چونکہ دوگنی ضخامت میں پرچہ شائع کیا جاتا ہے اسلیے علحدہ تصویروں کی اشاعت آیندہ پرچے پر ملتوی کردیگئی ' کیونکہ پوسٹ آفس کی شرائط کے مطابق وزن سے حد بڑھ جاتا ' اور معمولی شرح میں نہ جا سکتا -

(۳) آیندہ نمبر میں موجودہ جنگ کی متعدد تصویریں اصل رسالے میں ' نیز علحدہ چھاپ کر شائع کی جائینگی - ناظرین اپنے لطف و نوازش سے ہمیشہ لکھتے رہتے ہیں کہ الہلال کا انتظار ان پر نہایت شاق گذرتا ہے ' مگر ہم نے کبھی الہلال کو اسکا مستحق نہ سمجھا ' لیکن آیندہ نمبر میں علاوہ اور تصویروں کے ' ایک خاص تصویر جو شائع کی جائیگی ' اسکی نسبت ہم خود ناظرین کو شوق دلاتے رہیں کہ وہ انتظار میں جس درجہ بے چین و مضطرب رہیں ' کم ہے -
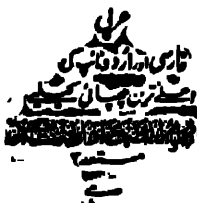
شذرہ

یا قومنا اجیبوا داعی اللہ

— * —

قل ان کان اباؤکم وابناؤکم واخوانکم وازواجکم وعشیرتکم واموال اقترفتموھا وتجارۃ تخشون کسادھا ومساکن ترضونھا احب الیکم من اللہ ورسولہ وجہاد فی سبیلہ فتربصوا حتی یاتی اللہ بامرہ واللہ لا یہدی القوم الفاسقین (۹ : ۲۴)

اے مسلمانو! اگر تمہارے باپ، تمہارے بیٹے، تمہارے بھائی، تمہاری بیویاں، تمہارا خاندان، تمہاری مال و دولت جو تم نے کمائی ہے، وہ کاروبار دنیوی جسکے نقصان کا تم کو ہر وقت اندیشہ رہتا ہے، اور وہ مکان و جائداد جو تمہارے مطلوب و مرغوب ہیں، اگر یہ تمام چیزیں تم کو اللہ، اسکے رسول، اور اسکی راہ میں جہاد کرنے سے زیادہ عزیز و محبوب ہوں، تو بہتر ہے کہ چھوڑ دو، خدا اپنے دین کی حفاظت کیلیے تمہارا محتاج نہیں ہے، یہاں تک کہ اللہ کو جو کچھ کرنا ہے وہ کر گذرے، تم اپنی آنکھوں سے آگے دیکھ لوگے - اللہ کی ہدایت ان کے لیے نہیں ہے جنکے دلوں میں نور ایمان کی جگہ فسق و نفاق بھرا ہوا ہے -

---

اسلام ہر مسلمان سے اپنے آخری حق کا طلبگار ہے - مسلمانوں کی نمازیں اور روزے اور تمام مالی و بدنی عبادات مقبول نہیں ہوسکتیں جب تک وہ حفظ کلمۂ توحید و ثغور اسلامیہ کیلیے جان و مال سے حصہ نہ لیں - پھر کوئی ہے جو آج خدا کو اپنے نفس و مال پر ترجیح دے ؟؟

— * —

و العادیات ضبحاً، فالموریات قدحاً، فالمغیرات صبحاً، فاثرن بہ نقعاً، فوسطن بہ جمعاً (۱) کہ آج مسلمانوں کی ہستی اور فنا کا دن یوم الفصل سر پر آگیا ہے، وما ادراک مایوم الفصل ؟ (۲) وہ زندگی و حیات، فنا و بقا، اور عزت و ذلت کا فیصلہ کرنے والا ایک دن ہے، جو آج ہمارے سامنے ہے، اور اگر یہ سچ ہے کہ ادرنہ نوپل کے اطراف و جوانب میں ترک زخمیوں کی لاشیں گر رہی ہیں، تو انی اقسم باللہ العلی العزیز، کہ وہ مسلمانوں کی مجسم ہستی ہے، جسکے حلق کی رگیں کٹی ہوئی ہیں، اور جسکے زخموں سے سیلاب خون رواں ہے : فھذا یوم الفصل، الذی کنتم بہ تکذبون (۳)

پھر سوال یہ نہیں ہے کہ ہندوستان کے مسلمان کیا سوچ رہے ہیں ؟ بلکہ پوچھنا یہ ہے کہ اور کونسے وقت کے منتظر ہیں ؟

اس صداقت کیلیے اب کسی دلیل کی ضرورت نہیں ہے کہ اگر خدا نخواستہ ترک اس ابتلاے عظیم کو برداشت نہ کرسکے، تو انکی عزت کا مٹنا تمام عالم اسلامی کے جنازے کے اٹھنے کا دن ہوگا - مسلمان یاد رکھیں کہ وہ ہندوستان میں ہوں یا چین میں، انکی ملی عزت کا جو سد رمق باقی ہے، وہ صرف خلافۂ قسطنطنیہ کی پولیٹکل ہستی کا نتیجہ ہے - جس دن یہ مرکز اپنی آخری جگہ سے ہلا، انکا حال بعینہ وہی ہوجاے گا، جو آج یہودیوں کا وہ دیکھ رہے ہیں - پھر انکے پاس دولت ہے - انکے پاس یہ بھی نہیں

ضربت علیھم الذلۃ والمسکنۃ، وباؤ بغضب من اللہ

اگر سپاہی کیلیے جنگ کی گھڑیوں میں بستر کا آرام جائز نہیں، اگر اس گھر کے رہنے والوں پر سونا حرام ہے، جسکے دروازے پر ڈاکوؤں کے گرز بج رہے ہوں، اگر اس مکان کے سونے والوں کو اٹھنا چاہیے، جسکی چھت میں آتشزدگی کے شعلے بھڑک رہے ہیں، اور اگر مسلمانوں کے دلوں میں اس آگ کی ایک چنگاری بھی باقی ہے جو تیرہ سو برس ہوے، وادی ام القرا میں بدر اور حنین کے پیام بر نے جلائی تھی - تو خدا کے لیے مجھے بتلاؤ کہ غفلت شکنی کا وہ وقت کب آے گا، جسکے انتظار میں ابتک مسلمان کروٹیں بدل رہے ہیں ؟ کیا مسلمان اس وقت کا انتظار کرنا چاہتے ہیں، جب مشرکین یورپ قسطنطنیہ کی مساجد کے ان مناروں پر جہاں چھ سو برس سے صداے توحید کی شہادت دی جاتی ہے، صلیب پرستی کا جھنڈا اسی طرح لہرا دیں گے - جس طرح کل کی بات ہے کہ (برقہ) کی جامع مسجد کے مینار پر نصب کیا گیا تھا ؟ و یالیتنی مت قبل ھذا وکنت نسیاً منسیا !! (۱)

مسلمانان ہند کا آخری فرض

ساعت فیصلہ کن، مہلت مفقود، فرصت قلیل، اور نتائج سامنے ہیں - ترکوں کی ہمدردی، اتحاد اسلامی، اخوت دینی، مدد کی ضرورت شدید، اور اسی طرح کی تمام باتیں سن چکے ہیں اور کہہ چکے ہیں، اب وقت آخری ہے، اور اگر مسلمانوں کو اپنی ہستی کی ضرورت نظر آتی ہے، تو بغیر ایک لمحہ ضائع کیے انہیں آخری فیصلہ کرلینا چاہیے کہ انکا فرض کیا ہے ؟

اسلام ایک مجموعۂ فرائض ہے، جو ہر پیرو کے ذمے اللہ کی طرف سے چند فرائض عائد کردیتا ہے - ان فرائض میں جس طرح پہلا فرض اقرار شہادتین ہے، بالکل اسی طرح آخری فرض "جہاد" ہے، یا حق اور عدل کے قیام کیلیے اپنا مال، اپنا نفس، اور اپنا خون بہانا - جس طرح پانچ وقت کی نماز ہر مسلم پر فرض ہے، اسی طرح فرض جہاد کو ادا کرنا بھی اسکے لیے ایک حکم اجباری ہے : و لو کرہ الکافرون -

اس فرض کے ادا کرنے کی تین صورتیں ہیں : جہاد مالی، جہاد زبانی، اور جہاد نفس و جان :

و جاھدوا باموالکم و انفسکم فی سبیل اللہ (۸ : ۷۲)	اپنے مال اور اپنی جان سے راہ الہی میں دفاع اعدا کے لیے کوشش کرو -

اور ایک حدیث صحیح میں جسکو امام احمد، ابو داؤد، نسائی، اور ابن حبان نے حضرت انس سے روایت کیا ہے، جامع الفاظ میں فرمایا :

جاھدو المشرکین باموالکم وانفسکم والسنتکم	دشمنوں کے مقابلے میں مدافعت کی کوشش کرو، اپنے مال سے، جان سے، اور زبان سے -

---

(۱) قسم ہے مجاہدوں کے ان گھوڑوں کی، جو میدان جہاد میں دوڑتے دوڑتے ہانپ جاتے ہیں پھر پتھروں پر اپنی ٹاپوں کے مارنے سے چنگاریاں نکالتے ہیں، پھر صبح کے وقت دشمنوں پر چھاپا مارتے ہیں، پھر اپنی تگ و دو سے غبار بلند کرتے ہیں، اور دشمنوں کی صفوں میں در آتے ہیں (۲) اور تم جانتے ہو کہ یوم الفصل سے مراد کیا ہے (۳) یہ ہے یوم الفصل یا فیصلہ کن دن جس سے اے غافلو تم انکار کرتے تھے -

(۱) اے کاش مجھے ایسے وقت کے آنے سے پہلے موت آجاتی

جب کبھی بلاد اسلامیہ پر کوئی مخالف حملہ کرے، اور انکی حفاظت خطرے میں ہو، تو اُس وقت ہر مسلمان پر احکام خمسۂ اسلام کی طرح فرض ہوجاتا ہے کہ ان تینوں قسم کے جہاد کیلیے جس حال میں ہو، اٹھہ کھڑا ہو، اور اگر ایسا نہ کرے، تو اسکی تمام عبادات مالی و بدنی باطل و بے سود ہیں، کیونکہ نماز اور روزہ اُسی وقت تک ہے، جب تک کلمۂ توحید کو بقا ہے، لیکن جب وہ خطرے میں ہو، تو شاخیں قایم نہیں رہسکتیں -

آج جس حالت کو ہم اپنے سامنے دیکھ رہے ہیں، وہ احکام و شرائط شریعت کے مطابق ٹھیک ٹھیک فرضیت جہاد دفاع کا وقت ہے - اعلان جنگ کے ساتھہ ہی ہندوستان کے ہر مسلمان پر جہاد شرعی فرض ہوگیا ہے، اور وقت آگیا ہے کہ اسلام اپنے پیرؤں سے آخری فرض کے ادا کرنے کا طالب ہو، جسمیں سب سے پہلے جہاد لسانی و مالی، اور سب کے آخر جہاد جان و نفس ہے -

میں یہ سطریں لکھہ رہا ہوں، اور صرف یہ جانتا ہوں کہ قلم سے جو کچھہ نکل رہا ہے، ایک حکم دینی کا اعلان ہے، اور نہیں جانتا کہ مصلحت اس کی مقتضی ہے؟ ممکن ہے کہ کسی موقعہ پر ایک مسلمان کیلیے نماز جمعہ کے موقوف کردینے، اور نماز کا لفظ زبان سے نہ نکالنے میں مصلحت ہو، لیکن میں مسلمان ہوں، اور احکام اسلام کا اتباع ہر مسلمان پر فرض جانتا ہوں، اسکے سوا مجھے کچھہ نہیں معلوم اور نہ علم کی آرزو -

ہندوستان سے باہر کے اسلامی مصائب کی نسبت ہمیشہ مسلمانان ہند نے یا تو کھر صراحت سے کام لیا ہے، یا نفاق سے - جن اشرار و اشقیا نے کہا کہ ہمیں خلافت عثمانی سے کوئی تعلق نہیں انھوں نے کفر کو خوش کرنے کیلیے اسلام کو زخمی کیا، اور جنھوں نے اپنی ہمدردی کو انسانی ہمدردی، تا بہت ہمت کی تو صرف دینی اخوت تک پہنچا کر چھوڑدیا، انھوں نے گو اسلام کو پسند کیا، مگر کفر کے خوف سے ڈرگئے، حالانکہ بہتر تھا کہ وہ صرف خدا سے ڈرتے:

واللہ احق ان تخشاہ ان کنتم مومنین -

اگر میں کہہ سکتا کہ صبح کی نماز مسلمانوں پر فرض ہے، مگر عصر کی نہیں، تو کہہ سکتا کہ مسلمانوں پر جہاد دفاع بھی فرض نہیں ہے -

اولین کام

پس شریعت حقۂ اسلامیہ حکم دیتی ہے کہ جہاد فی سبیل اللہ کیلیے مستعد ہوجاؤ - اس بنا پر پہلا کام جہاد لسانی ہے کہ حرکت قلوب جامدہ، غافلہ ارواح الفداہ، اور دعوۃ الی اللہ و کلمتہ کے لیے ہر زبان اللہ کی بخشی ہوئی گویائی کو اسی کے لیے وقف کردے، اور علی الخصوص اُن شیاطین داخلی و خارجی کے پیدا کیے ہوے وساوس کے قلع و قمع کے لیے شمشیر مجاہد بن جائے، جنھوں نے مسلمانوں کے لیے طرح طرح کے گمراہ کن مقامی و وطنی اشغال پیدا کرکے انکو حفظ اسلام و ثغور اسلامیہ کی سعی سے غافل کردیا ہے -

دوسرا اقدم و اول جہاد، جمع مال و فراہمی زر اعانت ہے، جو فی الحقیقت میدان جہاد کی تقویت کیلیے کم از جمعیۃ فوج و کمک مجاہدین نہیں - اسمیں شک نہیں کہ یہ فرض تقریبا تمام مسلمانوں کے پیش نظر ہے، اور ہر طرف سے ہلال احمر فنڈ کی صدائیں آرہی ہیں، لیکن ابتک جو رفتار رہی ہے اور جو پچھلا تجربہ طرابلس کا پیش نظر ہے، اسکو دیکھتے ہوے بظاہر کسی رقم کثیر کی فراہمی کی امید نہیں -

ہر مسلمان کو بہت جلد وہ ذریعہ سوچنا چاہیے کہ بغیر انتظار وقت کے کوئی قابل تذکرہ مالی مدد ہندوستان سے بھیجی جاے -

مسلمان اگر علی گڈہ یونیورسٹی پر اسلام کو ترجیح دیں

مسلمان اگر علی گڈہ یونیورسٹی پر اسلام کو ترجیح دیں، اگر وہ سمجھیں کہ اسلام کے دم سے علی گڈہ ہے، مگر علی گڈہ سے اسلام کی زندگی نہیں ہے، تو وہ اس وقت حفظ کلمۂ اسلام کے لیے بغیر کسی مشکل میں پڑے بیس لاکھہ روپیہ کی شاندار مالی خدمت انجام دے سکتے ہیں - مان لیجیے کہ مجوزہ یونیورسٹی ایک نعمت لازوال ہے، لیکن نفس اسلام کے بقا کو کچھہ تو اس پر ترجیح دینی چاہیے -

میں اُن لوگوں کے دلوں کی حالت جانچنے کیلیے عام نظروں سے بہتر فراست رکھتا ہوں، جو آج مسلمانان ہند کی مسند راہنمائی و ریاست پر متمکن ہیں (فی قلوبہم مرض، فزادہم اللہ مرضا) پس اُنسے میرا خطاب نہیں، اور نہ اس خطاب سے کوئی نتیجہ حاصل، البتہ عام مسلمانوں سے بمنت التجا کرتا ہوں کہ اس وقت ہماری تیرہ سو برس کی عزت جو ڈوبنے کے قریب تھی ڈوب رہی ہے، وقت تجویزوں اور دعوؤں کا نہیں ہے، اولین کام روپیہ کی اعانت ہے اور بیس لاکھہ روپیہ آپکے پاس فراہم شدہ موجود ہے - پس یہ کیا بے غیرتی اور کیسی دل اور روح کی موت ہے کہ زخمی ترکوں کی زبان سے العطش! العطش! کی چیخیں آرہی ہیں، اپکے پاس پانی کا ایک لبریز حوض موجود ہے، مگر اُن تشنہ کاموں کو اُس سے ایک قطرہ بھی نصیب نہیں؟ اپکے گھر میں آگ لگ گئی ہے، پھر یہ کیا ہے کہ آپ پانی کو کوٹھریوں میں مقفل کر رہے ہیں؟ آئندہ یونیورسٹی مسلمانوں کے کیا کام آے گی، جب آج ملی پولی اور فریق ملعسی کے میدانوں کے زخمیوں کو اسکے ہاتھ سے مرہم کی ایک پٹی بھی نصیب نہیں؟ میں کیا کہتا ہوں؟ حالانکہ یہ الفاظ تو میرے مطلب کے اظہار کے لیے کافی نہیں، مجکو کہنا چاہیے کہ اللہ اور اسکے ملائکہ کی لعنت ہو اُس یونیورسٹی پر، جسکا بیس لاکھہ روپیہ ہندوستان کی اینٹوں میں جمع ہو، اور مسلمان زخمیوں کی صفیں میدان قتال کی برف زاری میں ایڑیاں رگڑ رہی ہوں"

در بادیہ تشنگان بمردند * وز دجلہ بخود میرود آب

لعنت ان قوم پر یونیورسٹی عزیز ہے، گو وہ غلامی اور استبداد کا ایک نیا طوق لعنت ہو، لیکن اے اخوان ملت! ہم مومن ہیں، اور ہم کو ہر شے سے پہلے اسلام عزیز ہونا چاہیے، پھر جب آج نماز اور حج سے بھی بڑھکر ہمارا فرض ترکوں کی مدد ہے، تو ہم یونیورسٹی کی کیا حقیقت سمجھتے ہیں؟ یہ کہنا کہ ایک نیک کام کیلیے دوسرے اچھے کام کو چھوڑدینا ضروری نہیں اور مسلمان ترکوں کیلیے بھی روپیہ جمع کرلیں، بالکل مغالطہ ہے - کیونکہ آج مسلمانوں کے لیے اور نیک کام ہی کہاں باقی رہے؟ انکے لیے تو اس وقت صرف ایک ہی نیک کام ہے، یعنی حفظ اسلام و جہاد فی سبیل اللہ - پس اگر مسلمان ترکوں کیلیے روپیہ جمع کر رہے ہیں، تو اور زیادہ کرنا چاہیے - لیکن یہ بیس لاکھہ بھی کیوں نہ اس ایک ہی مقدم نیکی کیلیے وقف کردیا جاے؟ جو صورت اس وقت درپیش ہے، اسکے لحاظ سے بیس چالیس لاکھہ روپیہ کوئی حقیقت نہیں رکھتا - مسلمان اپنی اعانت کی پہلی قسط اس جمع شدہ بیس لاکھہ کو قرار دیں، اور اسکے بعد اپنی پوری قوت ایک دوسری قسط کی فراہمی کیلیے وقف کردیں -

یونیورسٹی کیلیے روپیہ مسلمانوں نے دیا ہے، اور شرعاً و قانوناً انکو حق حاصل ہے کہ ہر شہر میں جہاں سے روپیہ گیا ہے، ایک ایک جلسہ کرکے یونیورسٹی کمیٹی کو اپنی راے بھیجدیں، یا چاہیں تو

الہلال

۶ نومبر ۱۹۱۲

القسطاس المستقیم

یعنی مسلمانوں کی آئندہ شاہراہ مقصود

ان ینصرکم اللہ فلا غالب لکم، وان یخذلکم فمن ذا الذی ینصرکم من بعدہ ؟ و علی اللہ فلیتوکل المومنون (۳ : ۱۵۴) (۱)

(٤)

ہاں رہ عشق ست، کہ گشتن ندارد بازگشت
حرم را ازین جا عبورت ہست و استغفار نیست

گذشتہ مطالب کے گوش گزار کردینے کے بعد، اب صرف چند باتیں اور عرض کرنی باقی رہگئی ہیں، اگرچہ سچ پوچھیے تو پوری داستان ہی باقی ہے، اور شاید ہمیشہ باقی ہی رہے گی:

قصۂ عشق بشمارہ نگنجد زنہار
بگذارید کہ این نسخہ مجزا ماند

اس تبدیلی کے نتائج

قدرتی طور پر سوال پیدا ہو سکتا ہے کہ اگر ایسی تبدیلی عمل میں آگئی (وما ذالک علی اللہ بعزیز) ، تو اسکے نتائج کیا ہونگے ؟ اور مضمون میں جن آئندہ خطرات کی طرف اشارہ کیا گیا ہے، وہ کیا کیا ہیں ؟

لیکن غور کیجیے تو در اصل ہماری دعوت اثبات فوائد و نتائج سے مستغنی ہے - ہمارا یہ اعتقاد ہے کہ ہر وہ انسانی عمل جو تعلیم الہی کی ہدایت بخشی سے خالی ہے، کبھی فوز و فلاح نہیں پاسکتا - اگر ہم اپنی دعوت کی خوبیاں ثابت نہ کر سکیں، تو کچھہ ہرج نہیں، کیونکہ اسکے لیے یہی ایک خوبی کافی ہے کہ اوروں کی دعوت انسانوں کی طرف ہے، اور اسکی پکار تعلیم الہی کی طرف -

و من احسن قولا ممن دعا الی اللہ و عمل صالحا و قال اننی من المسلمین ( )	اور اس سے بہتر اور کسکی پکار ہو سکتی ہے، جسنے اللہ کیطرف بلایا، اعمال نیک انجام دیے، اور اپنے تئیں کسی انسانی نسبت کیطرف نہیں، بلکہ خدا کی طرف منسوب کرکے کہا کہ میں صرف " مسلم " ہوں -

انسانی اعمال و اقوال دوسرے انسان کیلیے محتاج تصدیق ہیں، مگر خدا کی آواز جب انسان کو مخاطب کرتی ہے، تو وہ خود حق اور صداقت ہے اور اپنی تصدیق کیلیے کسی استدلال کی محتاج نہیں - اگر سچ کوئی متشکل وجود ہوتا، اور بولتا، تو کیا اس سے دلیل طلب کی جاتی کہ وہ سچ ہے ؟ آفتاب اگر کہے کہ میں روشن ہوں، تو آپ اسکے جواب میں کیا کہیں گے ؟

ہم حلقے میں لکھہ گئے کہ " ہمارا اعتقاد ہے " حالانکہ " ہر مومن قلب " کا یہی اعتقاد ہونا چاہیے - مومن کی تعریف یہ ہے کہ " وہ صحیح الفطرۃ انسان، جسکی فطرۃ اصلی کا ذوق خارجی اثرات ضلالت سے بگڑ نہ گیا ہو" کیونکہ انسان کی " فطرۃ اصلی " اور " اسلام " دو مرادف لفظ ہیں - اور فطرۃ انسانی کا اگر کوئی مذہب ہے، تو وہ اسلام ہی ہے، اسکے خلاف انسان کے جسقدر اعمال ہیں، انکو خارجی اثرات کی پیدا کی ہوئی ضلالت سمجھیے - ہر ایسی ضلالت کو جو سرشت انسانی کے خلاف ہو، قرآن حکیم " عمل الشیطان" سے تعبیر کرتا ہے کہ عمل رحمانی تکوین فطرۃ اصلی و ودیعت تمیز ہدایت و ضلالت ہے - کما ورد فی الحدیث المشہور - کل مولود یولد علی الفطرۃ (او علی فطرۃ الاسلام) و ابواہ یہودانہ و ینصرانہ (الی اخرہ) (۱) -

فاقم وجہک للدین الفیم : فطرۃ اللہ التی فطر الناس علیہا لا تبدیل لخلق اللہ ( )	پس صرف دین قیم فطری کے ہو جاؤ - وہ خدا کی ٹھہرائی ہوئی فطرۃ ہے جس پر انسان پیدا کیا گیا، اور خدا کی فطرۃ میں کبھی تبدیلی نہیں ہوسکتی -

پس ہر صحیح الفطرۃ انسان کیلیے یہ دعوت ایک ایسی صداقت بحت ہے، جو کسی بحث و استدلال کی محتاج نہیں - یہ اسکے لیے کوئی نئی دعوت نہیں ہے، بلکہ اسکے اندر کی آس صداے فطرۃ کا اعادہ ہے، جو ہر آن و ہر لمحہ اسکے اعماق قلب سے اٹھہ رہی ہے، اور اس نقش خلقت کا عکس ہے، جو نقاش قدرت نے اسکے صفحۂ جبلت پر کھینچ دیا ہے - اگر باہر کے شورغل نے ضلالت نے اسکے سامعہ کو مشغول نہ کر دیا ہو، تو جب کان لگاے، اس آواز کو سن سکتا ہے - اور جب آنکھہ بند کرے، اس نقش کو دیکھہ سکتا ہے :

ان فی ذلک لذکری لمن کان لہ قلب او القی السمع و ہو شہید (۵۰ : ۳۷)	اور اسمیں بہت بڑی بصیرت ہے اسکے لیے، جو اپنے پہلو میں سوچنے والا دل رکھتا ہو، اور جسکے سر میں سننے والا کان ہو -

البتہ یہ ضرور ہے کہ دستر خوان کے لذائذ کا اعتراف کرنے کیلیے ایک تندرست شخص کی زبان چاہیے، نہ کہ ایک ایسے مریض کی، جو زمانۂ دراز تک محرقہ میں مبتلا رہکر بستر سے اٹھا ہو - اگر اسکے منہہ کا مزہ بگڑا ہوا ہے، تو آپ شہد کو حنظل ثابت کرنے سے پہلے بہتر ہے کہ اسکے کام و زبان کے ذوق رفتہ کو حاصل کرنے کی کوشش کریں -

(۱) مسلمانو ! اگر اللہ کی نصرت تمہارے ساتھہ ہو تو پھر تم پر کوئی غالب نہیں آسکتا، لیکن اگر اللہ ہی تم کو شکست دینا چاہے، تو بتلاؤ کہ اسکے بعد پھر کون ہے، جو تمہاری مدد کر سکتا ہے ؟ حقیقت یہ ہے کہ صاحبان ایمان تو صرف اللہ ہی پر اپنا کاروبار رکھتے ہیں اور اسی پر اعتماد کرتے ہیں -

(۱) جیسا کہ مسلم کی ایک مشہور حدیث میں کہا گیا ہے کہ ہر بچہ جو پیدا ہوتا ہے، وہ اپنی فطرۃ اصلی پر ہوتا ہے جو اسلام ہے - لیکن پھر اسکے ماں باپ اور اسکی سوسائٹی اسکو اپنے مذہبوں کی تلقین کرکے فطرۃ اصلی سے دور کر دیتے ہیں -

آفتاب آمد دلیل آفتاب

پس حقیقت اندیشی کی نظر ڈالیے ' تو اتباع تعلیم الہی کے داعی کے سر بحث و استدلال کا کوئی بار نہیں ہے ' اس نے جس وقت یہ کہا کہ تعالوا الی ما انزل علی الرسول [اس تعلیم کی طرف آؤ جو خدا نے اپنے رسول کو پر اتاری] تو وہ اسی وقت سبکدوش ہو گیا ' کیونکہ اگر اسکی دعوت دلائل کی محتاج تھی ' تو اس نے دعوے کے ساتھہ دلائل بھی پیش کردیے - روشنی کے لیے یہی دلیل ہے کہ وہ روشنی ہے - اسکی صداقت کی اس سے بڑھکر برہان کیا ہو سکتی ہے کہ وہ انسانوں کی طرف نہیں بلاتا بلکہ داعی الی اللہ و ما نزل علی رسولہ ہے :

تعالوا الی کلمة سواء بیننا و بینکم الا نعبد الا اللہ ( ) اس تعلیم کی طرف آؤ جو تم میں اور ہم میں مشترک ہے ' یعنی خدا کے سوا کسی کے آگے سر نہ جھکاوے

تاہم کیا کیجیے کہ بد بختی سے زمانہ وہ آگیا ہے ' جبکہ ایک مسلمان کے آگے اسلام کی خوبیوں کو ثابت کرنا بہ نسبت ایک منکر کے زیادہ ضروری ہے - عین نصف النہار کی دھوپ میں کھڑا ہوکر ایک حریف آفتاب سے مقابلے کی آنکھیں لڑاتا ہے - اور پوچھتا ہے ' کہ اس کے روشن ہونے کا ثبوت کیا ہے ؟ پیاس کسی کو نہیں ہے مگر پانی سے پوچھتے ہیں کہ اسے کیوں تشنگی کیلیے مفید تسلیم کیا جاے ؟

حریف کاوش مژگان خون ریزش نئی زاھد
بدست آور رگ جانے و نشتر را تماشا کن '

بہر حال ہم چاہتے ہیں کہ اس دعوت کے نتائج پر بھی ایک سرسری نظر ڈال لیں - روشنی کی تکذیب کسے معلوم نہیں ' مگر پھر بھی آپ بار بار دہرا دہرا کر کہے جاتے ہیں کہ تو بہتر ہے ' کیونکہ لوگوں نے تاریک غاروں اور تہہ خانوں کو اپنا مسکن بنا لیا ہے - کذلک نصرف الایات لعلہم یتدبرون [اور اسی لیے ہم بار بار دہرا کر موعظت و تذکیر سے کام لیتے ہیں ' تاکہ لوگ سوچیں اور غور کریں] -

ہماری دعوت دراصل دو دعوؤں پر مشتمل ہے :

(۱) مسلمان اپنے تمام اعمال میں جبتک کوئی عملی مذہبی تبدیلی پیدا نہیں کرینگے ' محض سیاسی یا تعلیمی تغیرات و تحولات انکے لیے سودمند نہیں ہو سکتیں -

(۲) تعلیم ' معاشرت ' اور سیاست میں انکو بر بناے اتباع اقوام کوئی رہ اختیار نہیں کرنی چاہیے ' بلکہ بر بناے مذہب - پہلے حصے ... دوسرے ٹکڑے پر ایک مختصر بحث کرتے ...

ہم ... کہ مسلمانوں کو ... اپنے ... پر چھوڑ دیں -

... خاطر خواہ اوست

اب ... کریں ' کہ تعلیم ' معاشرت ' اور پالیٹکس ... کس طرف لے جاے گا ؟ تعلیم میں ہم آج جو علوم و فنون جدیدہ حاصل کرنا چاہتے ہیں ' اور جو مقصد انتہائی ہمارے پیش نظر ہیں ' مذہب کی راہ سے بھی وہاں تک پہنچ سکیں گے یا نہیں ؟ اور اگر پہنچیں گے ' تو خالص تعلیمی تحریک اور اس تحریک میں کیا فرق ہوگا ؟ معاشرت میں اسکا ہاتھہ ہمیں کہاں لے جاے گا ؟ اور جو زندگی ہماری ہوگی ' وہ بیسویں صدی کی معاشرتی ضروریات سے مطابق ہوسکے گی یا نہیں ؟ پالیٹکس میں اسکی تعلیم کیا ہوگی ؟ وہ غلامانہ محکومی کو فضیلت انسانی قرار دیگا ' جیساکہ ابتک مسلمانوں کا حال رہا ' یا آزادی و خود مختاری ' جمہوریت و مساوات کا ولولہ پیدا کریگا ' جسکی طرف موجودہ تغیرات کا عام رجحان ہے ؟ اور پھر بالفرض تعلیم قرآن و اسلام کی راہ سے ہم نے ایک آزادانہ پولیٹکل پروگرام مرتب بھی کرلیا ' تو اسمیں مزیت و فضیلت کیا ہوگی ' کیونکہ یہی شے ہم مذہب سے الگ رہکر ' یورپ کی موجودہ جمہوریت کے اتباع ' اور ہمسایوں کی تقلید سے بھی حاصل کرسکتے ہیں ؟

یہ سوالات ہیں ' جنکا جواب دینا اس حصہ بحث میں ضروری ہے

لیکن تعلیم اور معاشرت سے پہلے ہم چاہتے ہیں کہ پالیٹکس کی شاخ پر نظر ڈالیں ' کیونکہ گو اجتک مسلمانوں کی اصلاح پر ایک لمحہ بھی ایسا نہیں گذرا ' کہ تعلیم اور معاشرت کی اصلاح مذہب کی راہ سے شروع کی گئی ہو ' مگر تاہم چونکہ نئے مصلحین کا سرمایہ اصلاح ابتک صرف تعلیم ہی رہا ہے ' اسلیے گاہ گاہ انکے ایوان تجدید میں بر بناے مصالح چند در چند ' مذہب کو بازیابی کی عزت دیدی جاتی ہے ' اور چنداں بے التفاتی پر اصرار بھی نہیں ہے - مسلمانوں کی جیب پر ابتک مذہب کی حکومت کچھہ باقی نہ کچھہ ہے اور اس صدا کیلیے چلدے کے جال میں سب سے زیادہ پرکشش مذہب ہی کا ہے -

واعظین و مصلحین حال میں بہت سے لوگ ایسے بھی ہیں جو بظاہر اسلام و قرآن کے استغراق و انہماک سے بالکل عدیم الفرصت رہتے ہیں ' اور قرآن کریم کے " جامع تعلیم " " دین فطری " اور " مصلح اخلاق و معاشرة " ہونے کے بہت سے دلاویز اسناد انکے نوک زبان ہیں - بعضوں پر تو کانفرنسوں کی خانقاہوں میں جب ہمعنان جذبۂ قومی سے عالم تواجد و رقص طاری ہوتا ہے ' تو " فطرة " اور " اسلام " کا پردۂ یگانگی و تعین بکلی مرتفع ہو جاتا ہے ' اور عالم اتحاد کے مشاہدات سے بیخود ہوکر " الاسلام ہو الفطرة ' والفطرة ہی الاسلام " کا ترانۂ وحدت گانے لگتے ہیں :—

یارب زسیل حادثہ طوفاں رسیدہ باد
دت خانۂ کہ خانقہش نام کردہ اند

اسمیں شک نہیں کہ اسلام ایک دین فطری ہے ' التی فطر الناس علیہا ' اور تمام عالم میں کوئی انسانی فطرة ایسی نہیں ہے ' جو اسکے ساتھہ جمع نہ ہوسکے ' لیکن اگر انسانی خلقت کے بعض نمونے ایسے بھی ہو سکتے ہیں ' جیسے اس دین فطری کے ان نئے مصلحین و واعظین کے ہیں ' تو پھر تو اسلام کی فطرة کے مقابلے میں شکست تسلیم کرلینا ناگزیر ہے - کیونکہ اس سے ثابت ہوتا ہے کہ بعض انسانونکی فطرة اسلام سے اسدرجہ متنافی و متضاد واقع ہوئی ہے ' کہ آجتک انکی فطرة اعمال کے ساتھہ یہ دین فطری ایک

لمحه کیلیے بھی جمع نه هوسکا ' اور گو وہ یورپ کے معترضین اسلام کو نماز کا فلسفه ' اور روزے کے دقائق فطریه سمجھانے کیلیے پورے مستعد هیں ' مگر سوء اتفاق سے اس فلسفۂ و اسرار فطرۃ کو ابھی انکے ایوان اعمال میں باریابی کی عزت نصیب نہیں هوئی: بل قلوبهم في غمرة من هذا ' ولهم اعمال من دون ذلک هم لها عاملون [ان لوگوں کے دل اس دین فطری سے غافل هیں اور انکے دوسرے اعمال هیں جنکے وہ مرتکب هوتے هیں ۲۳ ۵]

اب هم صرف اس حصۂ مبحث پر نظر ڈالتے هیں که اگر مسلمانوں نے اللہ کیلیے اپنا پولیٹکل پروگرام مذهب کی بنا پر قرار دیا ' تو ایک خالص پولیٹکل تحریک کے مقابلے میں کیا نتائج مرتب هونگے ؟

اتباع ظن اور اتباع یقین

اولین اور ابتدائی شے تو یه هے که اگر ایک " راہ یقین " کی دعوت آپکو پکار رهی هے ' تو آپ " شک " اور " ظن " کی طرف کیوں دوڑتے هیں ؟ وہ پالیسی جو محض انسانی اتباع اور نظر کی بنا پر قائم کی جائیگی ' شک اور گمان هوگی ' کیونکه انسانی دماغ کا هر خیال شک هے ' خواہ اسکا نام محصور علم هو ' یا محدود تجربه ' اور یقین کا سرچشمه اگر کوئی هے ' تو وہ " اسلام " یا " مذهب حقیقی " هے

یہی وجه هے که قرآن حکیم نے هر جگه کفر و ضلالت اور الحاد و دهریت کو " شک " اور " گمان " کے لفظ سے تعبیر کیا هے - کیونکه انسانی دماغ کی انتہائی سرحد میں بھی اگر ڈھونڈھا جائے تو یقین کا پته نہیں چل سکتا - ایک ملحد فلسفی هر چیز میں شک کرسکتا هے که یه کیونکر هے ؟ لیکن اگر اس سے پوچھا جائے که نہیں هے ' تو پھر کامل یقین کہاں هے ؟ تو اسکا جواب سے پاس کچھ نہیں هے - مگر مذهب ایک یقین کی دعوت لاتا هے ' وہ حقائق اور وجود میں شک نہیں پیدا کرتا ' بلکه حقائق کے لیے ایک یقین اپنے ساتھه رکھتا هے ' اور کہتا هے که

هذه سبيلي ادعوا الى الله على بصيرة انا ومن اتبعني وسبحان الله وما انا من المشركين (۱۲ : ۱۰۸)

یه هے میرا طریقه که الله کی طرف بلاتا هوں ' اس یقین کیساتھ جو مجھکو ' اور میرے ماننے والوں کو طریق الہی پر هے -

اس نے هر جگه منکرین تعلیم الہی کو سب سے بڑا الزام یه دیا هے

ما لهم بذالک من علم ان يتبعون الا الظن وان الظن لا يغني من الحق شيئا ( )

انکے پاس کوئی علم و یقین نہیں ' سوا اسکے که شک اور گمان میں گمراہ هو رهے هیں ' حالانکه شک یقین کے مقابلے میں کب ٹھہر سکتا هے ؟

دوسری جگه کہا :

هل عندكم من علم فتخرجوه لنا ؟ ان تتبعون الا الظن ' وان انتم الا تخرصون (۹ : ۱۱۰)

کیا تمہارے پاس کوئی علم هے ' جو همارے آگے پیش کرسکو ؟ حقیقت یه هے که کوئی نہیں ' صرف اپنے واهموں پر چلتے هو -

بلکه اگر قرآن کریم پر تدبر و تفکر کی نظر ڈالی جائے ' تو ثابت هوتا هے که " کفر " اور " شک " اسکی اصطلاح میں هم معنی الفاظ هیں ' اور وہ کفر کو هر جگه شک [illegible] سے اور اسلام کو یقین و علم سے تعبیر کرتا هے - (لیکن یه اس بحث کا موقعه نہیں)

پھر سوال یه هے که اتباع و پیروی کی مستحق وہ تعلیم هے ' جو یقین اور اعتقاد بخشتی هو ' یا وہ ' جسکا تمام تر ماحصل شک اور ظن هے ؟

افمن يهدي الى الحق احق ان يتبع ' امن لا يهدي الا ان يهدى ؟ فما لكم كيف تحكمون ؟ وما يتبع اكثرهم الا ظنا ' ان الظن لا يغني من الحق شيئا ' ان الله عليم بما يفعلون (۱۰ : ۳۶)

جو حق اور یقین کی راہ دکھلاے ' وہ زیادہ اس بات کا مستحق هے که اسکی پیروی کی جاے ' یا وہ انسان ' جو خود بھی راہ دکھلانے والے کا محتاج هے ؟ تم لوگوں کی عقلوں کو کیا هوگیا هے ؟ یه کیسے حکم لگا رهے هو ؟ اصل یه هے که ان لوگوں میں اکثر اپنے وهم و قیاس کی اٹکلوں پر چلتے هیں ' اور ظاهر هے که وهم یقین کے مقابلے میں کبھی نہیں ٹھہر سکتا -

عدم تغیر و استقلال رائے

هم نے کسی گذشته نمبر میں لکھا تھا که مسلمانوں کو اپنی ایک ایسی پولیٹکل پالیسی طیار کرنی چاهیے ' جو کبھی متغیر نہو ' اور جسکی بنیاد ایک محکم عقیدہ هو ' نه که بعض خارجی اسباب - لیکن مذهب کے سوا اور کونسا اعتقاد هوسکتا هے ' جو تغیر و تبدل سے محفوظ هو ؟ انسانی آراؤ قیاس میں تغیر لازمی هے ' کیونکه وہ ظنون و اوهام هیں ' اور خارجی اسباب و علل کے تابع ' لیکن احکام الہیه کی پہلی پہچان یه هے که وہ ایسے اعتقادات هوں ' جن میں کبھی تغیر نہو سکے - اگر کوئی مذهبی حکم متغیر هوسکتا هے ' تو وہ اسکا مستحق هی کب هے که اسکو مذهب کے لفظ سے تعبیر کیا جاے ؟ ولن تجد لسنة الله تبديلا -

پس اگر مسلمانوں کی پولیٹکل پالیسی ایک مذهبی اعتقاد پر مبنی هوگی ' تو جب تک انکے دلوں میں اسلام کا اعتقاد باقی هے ' اسمیں کبھی تبدیلی نہیں هوسکتی - انکے همسایوں کی پالیسی بدل جائیگی ' مگر انکی پالیسی بدل نه سکیگی ' کیونکه جس راهنما کے هاتھه میں انکا هاتھه هوگا ' اسکی راہ ایک هی هے - اگر گورنمنٹ کی پالیسی میں تغیر هو ' تو اسکا ان پر کچھه اثر نہیں پڑسکتا ' کیونکه انسانی حکومتوں کے اصول جاودانی هی نہیں ' دنیا سرے سے حکومتیں بھی بدل جائیں ' تو بھی اسلام نہیں بدل سکتا - اور اسلام نہیں بدل سکتا ' تو پھر اس سے ماخوذ اور مستنبط مذهبی اعتقاد بھی نہیں بدل سکتا -

تصادم احزاب و تزاحم آرا

اب تک مسلمان ملکی ترقی اور آزادی کی تمام تحریکوں سے متوحش و الگ رهے ' اسلیے انکو پولیٹکل زندگی کے سفر کی کوئی منزل پیش هی نہیں آئی - یه منزلیں ابتدا سے طے شدہ اور مقرر هیں ' اور هر محکوم قوم جو سیاسی زندگی حاصل کرنا چاهتی هے ' ضرور هے که اسے ایک بار گذرنا پڑے - منجمله ان منازل کے ایک نہایت خطرناک منزل پولیٹکل خیالات کا باهمی اختلاف و نزاع ' اور نیز مختلف پارٹیوں کا تصادم هے - بغیر اس منزل سے گذرے اس راہ کو طے کرنا عالم کے تجربے اور موجودہ واقعات کے مشاهدے کے لحاظ سے قریباً محال هے - ملکی آزادی کی خواهش جب دلوں میں پیدا

ہونے اور نشو و نما پانے کے لیے چھوڑ دیا جائے گا' تو پھر آپ کے پاس کوئی مقیاس الحرارت نہیں ہے ' جس سے ہمیشہ اس حرارت دماغ سوز کی ڈگری کا خط دیکھتے رہیں - پولیٹکل زندگی مختلف طبائع میں مختلف قسم کی صلاحیت پاکر مختلف درجے کی حرارت پیدا کردیتی ہے' اور اسلیے پولیٹکل جدوجہد کے شروع ہوتے ہی مختلف جماعتیں قائم ہوجاتی ہیں - سب سے بڑا نزاع ملکی آزادی کی آخری منزل کی نسبت ہوتا ہے' کہ وہ کیا ہو؟ ایک جماعت خالص جمہوری اعتقاد پر قائم ہو جاتی ہے ' دوسری جمہوریت کو شاہی اقتدار کے ساتھ قائم رکھنا چاہتی ہے - (۱)

ایک جماعت غیر ملکی حاکموں کے زیر سیادت خود مختار ملکی حکومت پر قناعت کرلیتی ہے ' دوسری جماعت ملک کو صرف ملکیوں کیلیے دیکھنا چاہتی ہے ' اور اسلیے اسکا نصب العین صرف حکومت خود اختیاری ہی نہیں ' بلکہ اغیار و اجانب سے ملک کو خالی کرنا بھی ہوتا ہے - اگر دور نہ جائیں ' تو اپنے ایران و مصر کی پولیٹکل جد و جہد میں اسکی مثال آپ دیکھ سکتے ہیں

اس نزاع احزاب ' اور اختلاف مقاصد کا سیاسی زندگی کے ساتھ ساتھ پیدا ہوجانا بالکل قدرتی ہے - یہ طبیعت انسانی کے طبعی جذبات: حرص و قناعت ' اعتدال و سختی ' اور شدت و نرمی کا پولیٹکل ظہور ہوتا ہے ' اسلیے بلا استثنا دنیا کے سیاسی جد و جہد کے عہد قریب میں کوئی قوم اس منزل سے گذرے بغیر آگے نہیں بڑھ سکی - یہ اختلاف و نزاع جس درجہ ناگزیر نظر آتا ہے' اس سے زیادہ اسکی مضرتیں واضح ہیں - سب سے پہلا مضر نتیجہ تو یہ نکلتا ہے کہ ملکی آزادی کے حملے سے بچنے کیلیے یہ نزاع حکومت کے ہاتھ میں ایک مضبوط ڈھال بن جاتا ہے ' اور حماہ آوروں کا باہمی نفاق ' حریف کو فرصت دیتا ہے کہ جنگ کے نتیجے سے محفوظ ہو جائے - ہندوستان کا موجودہ پولیٹکل سکون اسی کا نتیجہ ہے ' اور مصر میں " حزب الوطنی " کی تحریک اسی لیے بار آور نہوسکی کہ وہاں کی ماڈریٹ پارٹی (حزب الامہ) کو انگلستان نے اپنے ہاتھوں میں لے لیا ' اور آزادی کی ایک تلوار سے دوسری تلوار کے دو ٹکڑے کردیے -

مسلمان اگر پولیٹکل جد و جہد کا سفر شروع کرنا چاہتے ہیں (اور افسوس کہ اب شروع کرتے ہیں) تو انکے لیے بھی اس منزل سے گذرنا ضروری ہے - لیکن ہم کو یقین ہے کہ اگر وہ اپنی پولیٹکل زندگی کو مذہب سے وابستہ کردیں ' اور جس راہ کو اختیار کریں - اسے اپنا ایک مذہبی حکم سمجھکر اختیار کریں ' تو اسلام کے خوارق سے بعید نہیں کہ وہ اسکو ان موانع راہ سے بالکل محفوظ کردے ' اور وہ اس امن و سکون کے ساتھ راہ سے گذر جائیں' کہ سیاسی جد وجہد کے کلیات میں انکا وجود ایک مثال مستثنی ہو -

ہم نے کہا کہ کچھ بعید نہیں' لیکن غور کیجیے تو ایسا ہونا یقینی اور لازمی ہے - جب مسلمان اپنی پولیٹکل جد و جہد کو محض سیاسی ولولوں سے نہیں ' بلکہ اپنے اعمال دینی کی طرح شروع کرینگے ' تو انکی زندگی اور اعمال احکام دینیہ کے تحت میں آکر بالکل محدود و متعین ہوجائیں گے - اختلاف و نزاع تو جب ہو ' جب انسانی دماغ کو اپنی دخل ہو ' مذہبی احکام تعبد میں اختلاف کی کوئی گنجایش نہیں ' انکا پالیٹکس مذہب کی حکومت میں آجاے گا - وہ خود مختار نہ ہوگا ' کہ اپنے لیے مقاصد اور اسکے حاصل کرنے کے وسائل ڈھونڈے ' بلکہ جو ایک ہی مقصد اور ایک ہی طریق حصول مقصد ' اسکو مذہب بتلا دیگا ' مجبور ہوگا کہ صرف اسی میں محدود رہے - جس طرح ایک مسلمان نماز پڑھتا ' اور روزہ رکھتا ہے ' بالکل اسی طرح ایک سیاسی مقصد کو حکم الہی سمجھکر تلاش کرے گا -

[بقیہ مضمون متعلق صفحہ ۹]

" یہاں ایک عجیب و غریب واقعہ ہوا - پچھلے ہفتے ایک فقیر عرب عمدہ گھوڑے پر سوار عین شہر کے دروازے کے سامنے نمودار ہوا جہاں ایک پوری اٹالین بٹالین مقیم ہے ' وہ اس تیزی سے بے تحاشا گھوڑا دوڑاے ہوے آرہا تھا ' کہ اطالیوں نے سمجھا ' کوئی نیک پیغام بر ہے - اس نے آتے ہی نہایت تحکم آمیز لہجے میں سوالات کرنا شروع کردیے ' عربی کوئی نہیں سمجھتا تھا ' اسلیے مجھکو میرے ہوٹل سے بلایا گیا ' میں نے اس سے پوچھا کہ تم کون ہو؟ کہا کہ " ایک مسلمان علی بر غیثی - اطالی عیسائیوں کے بڑے سردار سے ملنے کیلیے آیا ہوں " یہ کہنے کے ساتھ ہی اسکی آنکھ سے غیض و غضب کے شعلے بھڑکنے لگے - میں نے جب ترجمہ اٹالی افسر کو سمجھایا ' تو نہایت حقارت سے ہنسدیا ' اور ان درختوں کی طرف اشارہ کیا ' جنکے نیچے تازہ خون اور گرم نعشیں پڑی تھیں ' اور یہ ان لوگوں کی تھیں ' جنکو قتل عام کے بعد اسلحہ رکھنے کے جرم میں پکڑ کے آج صبح ہی قتل کردیا گیا تھا - جونہی عرب کی نظر اس منظر پر پڑی ' وہ بے اختیار ہوگیا ' یہ کیسی عجیب بات ہے کہ اسکی دلیری صرف ایک زنگ آلود خنجر ہی کے قبضے پر تھی - قبل اسکے کہ اٹالین بکڑیں ' اس نے خنجر نکالا - اور زخمی شیر کے غصے سے تڑپ کر اٹالین افسر کے بھونکدیا ' نہیں کہہ سکتا کہ اسکے بازو میں جنون کی طاقت آگئی تھی ' یا وہ فولادی تھے کہ اس زنگ آلود خنجر کو دل سے آگے پہنچا دیتے تھے - افسر تڑپ کر گر گیا - اور اس نے چاروں طرف وار شروع کردیے ' سینکڑوں اطالی چاروں طرف کھڑے تھے - مگر یہ اس طرح بجلی کی سرعت سے حملہ کررہا تھا ' گویا مٹی اور بھس کے پتلے اسکے سامنے ہیں - اس نے اسی خنجر سے ایک افسر اور تین سپاہیوں کو مار ڈالا ' اور تین کو زخمی کیا ! اتنے میں پیچھے سے ایک سپاہی نے فائر کردیا ' اور وہ متواتر تین گولیوں کی ضرب کے بعد زخمی ہوکر گر گیا - گرتے ہی اٹالی اسپر ٹوٹ پڑے ' اور تلواروں سے اس طرح مارنے لگے ' جیسے گوشت کا قیمہ کیا جاتا ہے ' مگر اس نے گرتے ہی آنکھیں بند کرلی تھیں ' اور بار بار کلمۂ اسلام پکار پکار کر دہرا رہا تھا - سپاہیوں نے اتنے ہی پر بس نہ کی ' بلکہ اسکا سر کاٹ کر الگ پھینکدیا ' اور اسکو بوٹوں سے کچلتے رہے - اسکے بعد اسکی لاش ایک دوسری ایسی ہی سر بریدہ لاش کے ساتھ رکھدی گئی اور مجھکو معلوم ہوا کہ سر کاٹنے کا حکم خود جنرل کنیوا نے دیا تھا - مجھپر اس واقعہ کا بڑا اثر پڑا ' میں نے اسکی تصویر کھینچ لی ' جو اس خط کے ساتھ بھیجتا ہوں "

سونچنے والے ہم ہیں ' اور کر گذرنے والے ایسے ہوتے ہیں - ولمثل ہذا ' فلیعمل العاملون -

---

(۱) یہ ایک بجاے خود مستقل موضوع بحث ہے جسکو کسی وقت لکھنا چاہیے - یہاں اسقدر اشارہ کردینا چاہتے ہیں کہ عموماً یہی دو اختلافی نزاع تمام سیاسی جماعتوں میں ہوتا ہے ' عام رہنمائی سے متعدد شاخیں پیدا ہوجاتی ہیں - مثلا ملکی حکومتوں میں تو یہ نزاع جمہوری ' اور نیم جمہوری صورت میں ہوگا - مگر محکوم رعایا کی جد و جہد میں ساتھ گورنمنٹ اور تخلیہ ملک کی صورت اختیار کرلے گا ' ساتھ گورنمنٹ سے مقصود یہ ہے کہ کسی اجنبی حکومت کے ماتحت پارلیمنٹری اصول پر خود اس ملک کو اپنی حکومت ملجاے ' اور تخلیہ ملک سے یہ مطلب ہے کہ اجنبی حکومت اس ملک کو بالکل خالی کردے ' اور خالص خود مختارانہ ملکی حکومت قائم ہو جاے - آجکل ہندوستان میں نرم اور گرم پارٹیوں کا اختلاف اسی تاثیر سے ہے مصر میں بھی حزب الوطنی اور حزب الامہ اسی اختلاف کا نتیجہ ہیں -

ناموران فتح طرابلس

جنگ طرابلس کا بظاہر خاتمہ ہوگیا ' اور اصلیت ابتک پردۂ خفا میں مستور ' لیکن اگر دولت عثمانیہ اپنی مشکلات اور مصالح کی وجہ سے مجبور ہوگئی کہ طرابلس کو بھلا دے ' تو کیا ہم بھی بھلادیں گے ؟

وہ جانفروشان اسلام جنھوں نے اٹھارہ مہینے تک دو لاکھ متمدن وحشیوں کی لعنت سے خاک وطن کی تقدیس کی حفاظت کی ' کیا انکی یاد کی بقا عثمانی حکومت کی التفات کی محتاج ہے ؟

مرقع حیات

— * —

اقتلوني اقتلوني يا ثقات
ان في قتلي حياة لامهات

زندہ اش جاں بباشد دیدہ ؟ — کرہ دمعدقی ۔ ما مارا میں ۔

" ہمارے پاس اب کیا ہے ؟ ہم تو خود تم سے مدد کے طالب ہیں " نشائت بے نے کہا -

(علی مرعثی) بولا - " مگر اسی لیے لیے آیا ہوں تاکہ دوں ' مجھکو ایک گھوڑا چاہیے " نشائت بے نے کہا " مگر آجکل ہمارے پاس سب سے زیادہ کمیاب اور قیمتی چیز یہی ہے "

اس نے بے پرواہی سے جواب دیا " میں بھی تم کو شاید وہ شے دونگا ' جس سے زیادہ قیمتی شے میرے پاس نہیں ہے ' میں اپنے کل والے شہری بھائیوں کے پاس جانا چاہتا ہوں "

کیا مضائقہ اگر چند انسانوں کی بنائی ہوئی وزارت انکو بھلا دینے پر مجبور کردی گئی ' اسلام کے پاس چالیس کرور دل ہیں ' جو انکو ہمیشہ یاد رکھہ سکتے ہیں -

نئی جنگ کی حسرت انگیز خبروں نے سیکڑوں مسلمانوں کو اس تلاش میں حیران کردیا ہوگا کہ کیا کریں ؟ لیکن شاید کرنے والوں نے کبھی بھی یہ نہیں سونچا ہے کہ انھیں کیا کرنا چاہیے ؟ عقلمندوں کی مصلحت اولالباب اور کر گذرنے والوں کے سر فروشانہ اقدام ایک جگہہ جمع نہیں ہوسکتے - اگر کوئی شخص اس سونچ میں ہے کہ اسے کیا کرنا چاہیے ' تو میں بتلا تو نہیں سکتا کہ کیا کرنا چاہیے ' مگر دکھلا سکتا ہوں کہ ایسا کرنا چاہیے -

یہ تمہارے سامنے کاغذ پر ایک مرقع ہے ' مگر پہلے تلاش کرلو کہ تمہارے پہلووں میں دل بھی ہے یا نہیں ؟

افسوس کہ دل ھی نہیں ہے ' اور زندگی جو کچھہ ہے ' اسی کے دم سے ہے - فوا اسفا ! و واحزنا ! !

مجھے یہ ڈر ہے دل زندہ ' تو نہ مر جائے
کہ زندگانی عبارت ہے تیرے جینے سے

فانها لا تعمي الابصار ' ولكن تعمي القلوب التي في الصدور

اے عزیزان ملت ! جس چیز کو ہم زندگی سمجھے ہوے ہیں ' وہ زندگی نہیں ہے - زندگی یہ ہے ' جسکو اس " مرقع حیات " میں دیکھہ رہے ہو - یہ وہ منجمد نعش ہے ' جو متحرک جسموں کو زندگی بخش سکتی ہے -

جنرل کنیوا نے ۲۶ اکتوبر کو دیکھا ' کہ نخلستان طرابلس کی ریت کا ہر ذرہ قتل ظلم و وحشت کے خون سے سیراب ہو چکا ہے ' مگر ابھی خود اسکی تشنگی سیراب نہیں ہوئی تھی - دوسرے دن علی الصباح اندرون طرابلس اور صحرا میں اس قتل عام کی خبریں پھیلنے لگیں ' اور چند بقیۃ السیف شہری عرب (نشائت بے) کے کیمپ میں بھی کسی طرح پہنچ گئے - قرب و جوار کے قبائل کے جو لوگ اس وقت تک جمع ہو چکے تھے ' ان میں ایک فقیر الحال عرب (علی مرغیثی) نامی تھا ' جو دوسرے دن شام کو (نشائت بے) کے پاس آیا ' اور کہا کہ " میں ایک چیز مانگتا ہوں "

نشائت بے کی آنکھوں میں آنسو بھر آیا ' مگر یہ آنسو سفید پانی کا نہیں تھا ' بلکہ سرخ خون کا ' اور اس سیلاب لالہ گوں کا ایک قطرہ ' جو ۳ ہفتے پیشتر طرابلس میں بہہ چکا تھا - اس نے کہا " صرف گھوڑا کیا کر آئے ہو ' جبکہ تمہارے بدن پر کچھہ نہیں ؟ "

عرب سرفروش نے گردن ہلائی ' اور کمر بند سے ایک زنگ آلود خنجر کھینچا - پھر کہا " مجھکو دور سے بندوق کا نشانہ لگانا نہیں آتا ' میں اٹالین افسر کے سامنے جاکر داخل کرنا چاہتا ہوں "

علی مرغیثی گھوڑا لیکر چلا - وہ ان نخلستانوں میں گیا جہاں خونخوار درندوں کے مسکنوں تھے ہیں ' مگر وہ جا کر ایک دو دشمنوں کو زخمی کردیتا ' مگر اسکے بعد اسکا انجام کیا ہوگا ؟ اور عثمانی کیمپ کو کیا فائدہ پہنچیگا ؟

کیا دو تین اٹالینوں کے زخمی ہوجانے سے طرابلس پھر ترکوں کے قبضے میں آسکتا ہے ؟ پھر اگر وہ عثمانی کیمپ میں رہکر دوسری خدمات انجام دے ' تو اس مجنونانہ جاں نثاری سے کیا زیادہ مفید نہیں ہوسکتا ؟

ایسے ھی خیالات ہیں ' جو آج ہندوستان میں بھی بہت سے اسلام پرست قلوب میں انکے التہاب و اضطراب کو مشوش کررہے ہیں -

لیکن کیا علی مرغیثی کے سامنے یہ سوالات نہ تھے ؟ یقیناً نہ تھے ' کیونکہ اسکے سامنے تو اس وقت ان شہداے مومنین کی روحوں کی صفیں تھیں ' جنکی گردنوں کے خون کے ساتھہ اسلام کا خون بہا تھا ' اور انکے نظارے سے آسے فرصت ھی کب تھی کہ ان مصلحت اندیشوں کے کانٹوں میں الجھنے کیلیے اسکا دامن رکتا -

یک ذاتی شخص (عبد القادر بک) عثمانی پارلمنٹ میں (بنغازی) کی طرف سے عرب ممبر ہیں ' جنگ کے بعد سے جوالی طبرق) میں ایک فوجی افسر کی حیثیت سے ہیں - انکے ایک یونانی دوست نے طرابلس سے انکو ایک تصویر اپنے خط کے ساتھہ بھیجی ' جس میں لکھا تھا

[بقیہ صفحہ ۸ پر]

" هم نے دنیا میں کیا پایا ہے جو موت سے بھاگیں " - کیا یہ صحیح ہے ؟ اگر ہے تو پھر عثمانی تلوار کے نکلنے میں کیا تاخیر ہے ؟ دنیا میں صرف انسان زندہ رهسکتے هیں ' اور انسان وهی هیں ' جو وطن کی خاک کے ایک ذرہ کو اپنے سر سے پاؤں تک کے خون سے بھی زیادہ قیمتی سمجھتے هیں ' اور یہی انسان هیں ' جنکی بدولت قومیں اور اقلیمیں زندہ رهتی هیں -

یاد رکھو کہ هماری سیاسی پوزیشن اسوقت تک قائم نہیں رهسکتی جب تک کہ همارے یورپی مقبوضات همارے هی زیرنگین نہوں ' اسلیے همکو اپنی تمام قوت مرکز کی تقویت میں صرف کر دینا چاهیے [لیکن یہی مرکز کا غلط خیال ہے ' جس نے اٹلی کو طرابلس پہنچایا الهلال] هم مسلمان هیں ' جنگ همارے لیے عبادت ہے - همارا یہ عقیدہ ہے کہ هم سے جو میدان جنگ میں جاتا ہے - وہ احدی الحسنیین سے محروم نہیں رهتا - اگر مرا تو شہید ہے - ورنہ غازی فی سبیل الحق والتوحید - یہ چیز ہے ' جسکو همارے آبا و اجداد کی روحیں هم سے آج مانگ رهی هیں -

اے برادران وطن ! آؤ سب ملکے فوج کےلیے نعرہ ہاے تحسین و آفرین بلند کریں ' کیونکہ صرف فوج هی سے کسی قوم کا وقار و شرف باقی رهسکتا ہے -

عثمانیت مرادف ہے جندیت و عسکریت سے ' اسلیے عثمانیت پرستو ! اٹھو اور هتھیار سنبھالو - هاں کہو - لیحی العسکر ! و لیحی الوطن ! لیحی الاسلام ! "

عثمانی طلبا اور جوش ملت پرستی کے مظاهر

— * —

(خاص عربی ڈاک سے)

قوم کے نوجوان در حقیقت اسکے ماضی ' حال ' اور استقبال کا آئینہ ہوتے هیں - قوم کی عزت و ذلت ' شجاعت ' و جبن ' اور حیات و ممات ' کے متعلق رائے قائم کرنے کا انکے اعمال سے بہتر ذریعہ نہیں - اسلیے عثمانی طلبا کے مظاهرات کی تفصیل خاص توجہ سے پڑھنے کے قابل ہے -

هم اسکا مختصر حال (العلم) کے نامہ نگار کی زبانی درج کرتے هیں :—

جامعہ عثمانیہ کے طلبہ نے ایک عظیم الشان جلسہ کیا - جسمیں نہایت پر جوش اور سخت انگیز تقریریں کیں - اسکے بعد هاتھوں میں جھنڈے لیکر اس ترتیب سے چلے -

سب سے آگے مدرسہ دینیات ' اسکے بعد مدرسہ قانون ' اسکے بعد مدرسہ هندسہ (انجنیری) ' اسکے بعد مدرسہ طب ' اسکے بعد مدرسہ تجارت ' اسکے بعد دارالمعلمین کے طلبہ تھے -

یہ جلوس سب سے پہلے وزیر جنگ کے پاس گیا - وزیر جنگ کی طرف سے " فواد پاشا " ملے - ان کے سامنے ایک طالب علم نے تقریر کی جسمیں اس نے کہا کہ " وقت آگیا ہے کہ اب اگر عثمانی زندہ رهیں ' تو شرف و عزت کے ساتھہ " اس تقریر کے جواب میں " فواد پاشا " نے ایک مناسب مقام تقریر کی - اسکے بعد طلبہ نے نہایت بلند آواز سے وہ ترانہ ہاے وطن گائے ' جو شاعر وطنی نامق کمال بک نے لکھے هیں -

وهاں سے یہ جلوس باب عالی گیا - راہ میں ازدحام بہت شدید تھا - لوگ مکانوں اور راستوں پر سے " لیحی الشبان العثمانیہ " عثمانی نوجوان زندہ رهیں ' کے نعرے بلند کر رہے تھے - وزیر اعظم طلبہ سے ملے ' ایک طالب علم نے آگے بڑھکر کہا " هم جنگ چاهتے هیں " - وزیر اعظم نے جواب دیا " کہ هم قوم کی خواهش پوری کرینگے " - وهاں سے

اس جلوس نے قصر سلطانی کا رخ کیا - راہ میں " طلعت بک " ملے جو وهیں سے موٹر پر واپس آرہے تھے - طلبہ نے نعرہ ہاے جوش بلند کیے - " طلعت بک " نے موٹر روک لی - اور طلبہ کو مخاطب کرکے کہا -

" اے قابل تعظیم عثمانی نوجوانو ! هم اگر زندہ رهینگے تو شرف و عزت کے ساتھہ ' ورنہ مرجائینگے - ' لیحی العثمانیة ' لیحی الطلبة الجامعة " - (پائندہ باد عثمانیت ' زندہ باد طلبہ جامعہ) اسکے بعد طلبہ نے " لیحی الحرب " (زندہ باد جنگ) کے نعرے بلند کیے - جب یہ جلوس قصر سلطانی کے پاس پہنچا ' تو سلطان المعظم نے قصر کی کھڑکی سے طلبہ کا استقبال کیا - اور یہ فرمایا -

" هم هرگز اس پر راضی نہیں هیں کہ بلغاریا همارے محترم اجداد کے کاسہ ہاے سر کو پامال کرے - یہ " بلغاریا " کل تک همارے ما تحت تھی ' آج خود مختار ہوگئی ہے تو چاهتی ہے کہ اپنے اشقیاء و اشرار کے ذریعہ سے همارے آرام و آسایش میں خلل انداز ہو - اسکا خاتمہ کردینا چاهیے جب تک خاتمہ نہ ہوگا همیں کبھی پریشانیوں سے اطمینان نصیب نہیں ہوگا - خداوند گار سلطان " مراد " جو واقعہ " قوصوہ " میں شہید ہوے هیں ' همیں وصیت کر گئے هیں کہ انکے نقش قدم کی پیروی کریں " - اسکے جواب میں سب نے بآواز بلند کہا - " لیحی الحرب ' لیحی مولانا السلطان الکبیر " - اسکے بعد سلطان المعظم پھر کھڑے ہوے اور فرمایا -

اے میرے عزیز فرزندو ! مجھے تمہاری یہ حمیت ملی دیکھکر بیحد خوشی ہوئی - جب تک تم میں یہ روح باقی ہے - هماری سلطنت پر کوئی آفت نہیں آسکتی - بیشک مجھے فخر ہے کہ میں عثمانیوں کا بادشاہ ہوں " - (نہیں یہ تنزل ہے بلکہ کہنا چاهیے تھا کہ ملت اسلام کا بادشاہ ہوں) اسکے جواب میں طلبہ نے بآواز بلند کہا " لیحی سلطاننا " یہاں سے طلبہ عثمانی اخبارات کے دفاتر میں گئے - طلبہ کے سامنے خطیب کبیر " عمر ناجی بک " نے " طنین " کے دفتر میں تقریر کی -

* * *

انجمن نور عثمانیہ میں " عمر ناجی " نے ایک بہت بڑی تقریر کی - در حقیقت جس نے یہ تقریر سنی ہے ' اسکو چاهیے کہ اپنے تئیں نہایت خوش نصیب سمجھے ' کیونکہ اسکی سحر آمیز بلاغت مردہ دلوں میں زندگی اور سرد دلوں میں حرارت پیدا کر دیتی ہے - انکے بعد " طلعت بک " وزیر داخلہ کھڑے ہوے اور انھوں نے کہا -

" ابتک مجھے اندرونی دشمنوں کے مقہور کرنے میں کامیابی ہوئی ہے ' مگر اب میں بیرونی دشمنوں کو مقہور کرنے کے لئے فوج میں رهنا چاهتا ہوں "

اسکے بعد تمام مجمع نے بالاتفاق یہ طے کیا کہ " عبیداللہ افندی " اڈیٹر العرب تقریر کریں چنانچہ " عبیداللہ افندی " کھڑے ہوے اور کہا

" همارے دشمنوں کا اعتماد یورپ پر ہے - اور همارا اعتماد خدا پر ہے - هم حق کی راہ میں لڑتے هیں - اور جو حق کی راہ میں لڑتا ہے ' خدا اسکا مددگار ہے - جس قوم کا مددگار خدا ہوگا وہ قوم ضرور کامیاب ہوگی "

اسکے بعد مجمع نے بآواز بلند درخواست کی کہ " جاوید بک " تقریر کریں - چنانچہ " حزب الحریة والائتلاف " کے چند اعضا انکے مکان پر گئے اور انکو اپنے ساتھہ لے آئے " جاوید بک " نے کہا -

" اس زمین پر عثمانی فرزند رهتے هیں اور اسکے اندر عثمانی بزرگوں کی هڈیاں مدفون هیں - اسلئے همارا فرض ہے کہ هم اسکی حفاظت و حمایت میں جانیں دیدیں ' اور دشمنوں کے قدموں سے اسکو پامال نہونے دیں " -

ڈنچو کی تباہی

عبرتناک داستان

ایک قیدی ترک افسر کی زبان سے

(باق گورتزا) کا نامہ نگار ۱۰ اکتوبر کی چٹھی میں لکھتا ہے:

گرمی رو بہ تنزل ہے - سناٹا سا چھا رہا ہے - جن بازاروں میں بشاش دہقانیوں اور فوجی سابقہ سے چلنے والے سپاہیوں کے باعث کالد ہے سے کاندھا چھلتا تھا، وہاں آج سوائے ادھر ادھر چکر لگانے والے چند سپاہیوں کے اور کچھہ نظر نہیں آتا - یہ سپاہی عرصہ سب کے سب اعلی قسم کی فوجی وردیوں میں آتے ہیں - قومی لباس تو النادر کالمعدوم ہے -

اب ہمارے ہیڈ کوارٹر گرشووا ہیں، جو مقام مذکور سے ۲ کلومیٹر کے فاصلہ پر جانب مغرب واقع ہے، مقرر ہوئے ہیں "ملیچ" رزجنی اور پلے نتزا کے مابین ہیلوگرافک تعلق صاف صاف نظر آتا ہے - جیل خانے میں بیٹھے ہوئے کہانے میں مشغول تھے کہ ایک مقید ترکی کمانڈر پر میری نظر پڑی، جسنے میرے سامنے ڈنچو کی تباہی اور واقعات مافیل کے متعلق مندرجہ ذیل داستان بیان کی -

سرویا کی فوج کے دستے اور مورچے

جو (ڈنچو) کے حرائی میں لگائے تھے اور جنہیں ۱۴ - اکتوبر کو ایک ترکی دستے نے منہدم کردیا -

"کچھہ روز کم چار ہفتے ہوئے ہیں، استنبول سے ڈنچو آیا، ڈنچو کلاں اور ڈنچو خورد ایک پہاڑی علاقہ ہے، اور ۳ چھوٹی چھوٹی منزلیں اسپر سائبان ہیں - خود قلعہ کی دیواروں کا کام بھی کمزور چٹانیں ہی دیتی ہیں، حملہ چونہ وغیرہ بالکل نہیں ہے -

"میرے زیر کمان ۱۲۰ آدمی تھے - ڈنچو پر کل جمعیت ۵۰۰ آدمیوں کی تھی، لیکن انمیں سے چوتھائی سے زیادہ حصہ یونانیوں، بلغاریوں، اور سرویوں کا تھا، جو ہمیں رات کی تاریکی میں چھوڑکر کھسک گئے - ہم غریب مسلمانوں سے بہت پیشتر وہ جنگ کے شروع ہو جانیسے خبردار ہوچکے تھے -

۹ تاریخ کی صبح کو گولوں کی دندناہٹ سے ہمیں معلوم ہوگیا، کہ لڑائی شروع ہوچکی ہے - میرے پاس کل چار ضرب توپیں تھیں، جنمیں سے ۳ بوجہ نہایت ہی کہنہ ہونیکے قریباً بیکار تھیں - ہمپر ۵۰۰۰ میٹر (۳۹ انچ کا ہوتا ہے) سے گولہ باری ہو رہی تھی - اگر میں صاف گوئی کو عارنہ سمجھوں، تو ہمارے پاس دشمنوں کی گولہ باری کا جواب دینے کیلئے کوئی سامان نہ تھا - طرہ یہ کہ بہتر وں بٹالین (رجمنٹ کا ایک حصہ ہوتا ہے، جس میں ۱۰۰ سے لیکر ۳۰۰ تک سپاہی ہوتے ہیں) کے سپاہی تمام تر نو آموز اور نئے بھرتی کئے ہوئے تھے -

ہمارے ۴۰۰ سپاہی چٹانوں کے پیچھے ایک ہی قطار میں فائر کی غرض سے پڑے ہوئے تھے - انمیں سے سو آدمی راتوں رات نکل گئے، اور مابقی سرویں کم و بیش ۲۰۰۰ کی جمعیت میں ہم پر چڑھ آئے اور ہمارا احاطہ کرلیا - دسویں کی صبح کو لڑائی شروع ہوئی - مانٹی نگریوں نے سب طرف سے ہمپر یورشوں کا تانتا باندھ دیا - ہمارے یمین و یسار جو واقعات ظہور پذیر ہوئے، انکے بیان کرنیکا میرے قلم کو یارا نہیں - ہمارا کپتان احمد آفندی تو وہیں شہید ہوگیا (انا للہ و انا الیہ راجعون) لیکن دوسرے شہدا کا مجھے کچھہ حال معلوم نہیں - ان چٹانوں پر ایک عجب نفسا نفسی کا عالم تھا، ہر شخص اپنے ہی جان کے بچاؤ کیلئے ساعی نظر آتا تھا - ایک درجن مانٹی نگروی مجھپر جھپٹ پڑے - میں نے جلدی جلدی پستول سے فائر کرنا شروع کردیا، اور کسی محفوظ تر جگہہ کی تلاش شروع کی، لیکن میرا پاؤں پھسل پڑا، اور میں پہاڑ کی ایک کھوہ میں گر پڑا جس سے میرے پاؤں میں چوٹ آگئی -

میں اپنے پستول کو دوبارہ بھر رہا تھا، کہ غنیم مجھپر ٹوٹ پڑے - میرے ساتھہ انہوں نے نہایت ہی بے رحمانہ اور بے دردانہ سلوک کیا - رحم کا شائبہ بھی کسی میں معلوم نہیں ہوتا تھا -

مصر اور ترکی کی ڈاک سے مختصر خبریں

دولت عثمانیہ نے ان تمام افسروں کو واپسی کا حکم دیا ہے جو بیرونی ممالک میں جنگ کی تعلیم حاصل کرنیکے لیے گئے ہوے ہیں -

— * —

وہ عثمانی فوجی افسر، جو دار السلطنت فرانس میں مقیم تھے روانہ ہوگئے، روانگی کے وقت "لتحی العرب و لتحی الترکیا" (زندہ باد عرب) کے نعرے لگاتے اور قومی ترانے گاتے جاتے تھے -

— * —
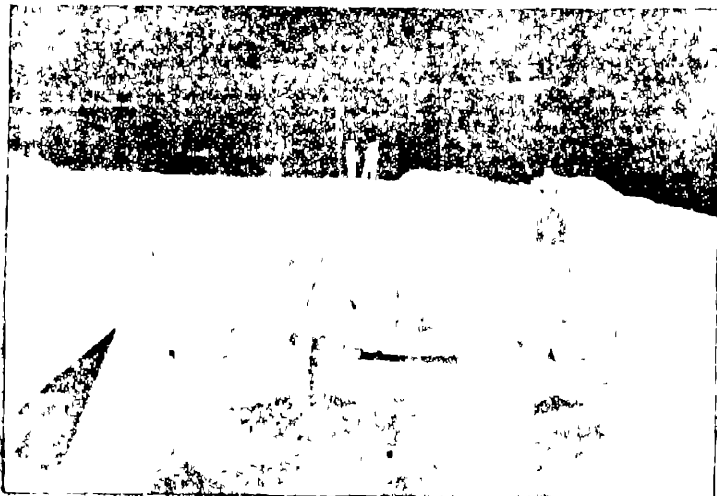
صاحب الفخامۃ عبد الحلیم افندی، وحید الدین افندی، اور جمال الدین افندی شیخ الاسلام نے اپنا نام متطوعین (والنٹیروں) میں درج کرایا اور فوج کے ساتھہ روانہ ہوگئے ہیں -

---

دو سو چالیس عثمانی جو پہلے فوجی خدمت سے بھاگے تھے، اب متطوع بنکر قسطنطنیہ واپس آگئے ہیں -

---

جنگ بلقان میں شرکت کی غرض سے چالیس عثمانی ملت پرست امریکا سے قسطنطنیہ آئے ہیں -

---

حرم سلطانی کی طرف سے وہ تمام مصارف ادا کیے جاوینگے جو مجروحین کے معالجہ میں صرف ہونگے، اور نیز ایک شفا خانہ کھولا جائیگا، جسمیں سو پلنگ ہونگے - اسکے مہتمم دو شاہی طبیب یعنی خیری بک اور جمیل پاشا ہونگے -

مراسلات

مسلم یونیورسٹی اور الحاق

— * —

جناب من -

امید ہے کہ سطور ذیل آپ اپنے اخبار میں شائع کرکے خاکسار کو ممنون فرمائینگے - جناب شیخ عبداللہ صاحب بي - اے - ایل ایل بي نے ایک خط جو اصل میں نواب وقار الملک بہادر قبلہ کیخدمت میں روانہ کیا گیا تھا ' چھپوا کر بصیغۂ راز چند لوگوں میں تقسیم کیا ہے جو انکے خیال میں اهل الراے تھے - لیکن :

نہاں کے ماند آں رازے کزو سازند محفل ها

وہ مجھہ تک بھي پہنچ گیا ' اور چونکہ وہ میرے پاس اس "صیغہ" سے نہیں پہنچا ' اسلئے میں اسے "راز" میں رکھنے کیلیے مجبور نہیں ' علاوہ بریں چونکہ وہ سخت مغالطہ ڈالنے والي تحریر ہے ' اسلئے یہ ضروري ہے کہ قبل اسکے کہ وہ لوگوں کے دلوں میں جاگزیں هو ' اسکي غلطي سے بھي آگاہ کردیا جاے -

سب سے اول شیخ صاحب نے اسکي مخالفت کي ہے کہ ایک هي شخص کو "بطور کارکن و مہتمم کے پبلک اور گورمنٹ کے سامنے پیش کیا جاے" کیونکہ "اسکا نتیجہ کسي کامیابي کیلیے زیادہ اثر پذیر نہوسکے گا" - اسکا روے سخن راجہ صاحب محمود اباد کیطرف ہے بیشک یہ قابل افسوس ہے کہ شیخ صاحب اور صاحب زادہ صاحب کو جنکے مشورہ سے یہ تحریر لکھي گئي ہے ' ایسا موقعہ نہیں دیا گیا ' اور آئندہ بھي کوئي توقع نہیں - ایک طرف تو راجہ صاحب کے متعلق یہ راے ہے ' دوسري طرف جلسہ کے رامپور میں ہونے کي تجویز ہے اور رامپور کو بہترین جگہہ بتائي گئي ہے ' لیکن اس بہتري کیوجہ کوئي ظاہر نہیں کیگئي - شاید یہ هو کہ نواب صاحب رامپور کي مہماني کا فخر کوئي کم دولت نہیں ہے ' لیکن اگر وہاں راجہ صاحب نہ آسکیں ' تو پھر کیسي "دوسري جگہہ پر جہاں ممدوح کو شرکت میں آساني هو" کیوں ؟ اسلئے نہ "بلا موجودگي جناب راجہ صاحب کے هم یونیورسٹي کے متعلق کوئي جلسہ نہیں کرسکتے " - کیا یہ عجیب بات نہیں ہے ؟ شیخ صاحب فرماتے رہتے ہیں کہ " قوم یونیورسٹي کے معاملہ میں ایک بے سري فوج کیطرح پریشان ہے " لیکن تعجب ہے کہ باوجود اسقدر کثیر التعداد نام نہاد اور خود ساختہ لیڈروں کے بھي قوم کو بے سري فوج کیساتھہ تشبیہ دیجاتي ہے " سربراوردہ " اور " اهل الراے " اشخاص کا جلسہ جسکي تحریک شیخ صاحب فرماتے هیں ' نہ معلوم کن اصحاب پر مشتمل هوگا ' اور ان خصوصیتوں کے لئے کیا معیار قایم کیا جائیگا - غالباً وهي معیار هوگا جو اب تک علیگڈہ کي تمام تحریکوں اور کارروائیوں میں هوتا رہا ہے -

شیخ صاحب کو معلوم هوا ہے کہ نواب صاحب قبلہ کوئي تحریر پریس میں شایع فرما نیوالے هیں ' اسپر آپ ممدوح کو مشورہ دیتے هیں کہ اسوقت " سب سے موثر نسخہ اتفاق ہے ' اور اگر اهل الراے اشخاص میں اتفاق نرہا تو مشکل هو جائیگي " اور پریس میں جانا "کسي بزرگ قوم کیلیے مناسب نہیں " - اردو اخبارات کا کچھہ ٹھیک نہیں ' اسلیے کہ البشیر کي جو همیشہ کالج اور یونیورسٹي کا حامي رہا ہے راے معلوم هوچکي ہے مسلم گزٹ ' الهلال ' کا مزید وتیرہ 'و انکدم گردن زدني هیں - شیخ صاحب فرماتے هیں کہ " پس اب جو کچھہ فیصلہ هونا چاهیے وہ یونیورسٹي کے صاحبوں کے مشورہ سے هونا چاهئے ' اور اس میں ان لوگونکي راے کو زیادہ قابل وقعت نہ سمجھنا چاهیے جو یونیورسٹي کے قیام کے شروع هي سے مخالف تھے یا جو ایسے مخالفین کے اثر میں آگئے هیں " کیا شیخ صاحب مہرباني فرما کر بتلائیں گے کہ " یونیورسٹي کے صاحبوں " سے انکي کیا مراد ہے ؟ اور یونیورسٹي کے جو لوگ شروع هي سے مخالف تھے وہ کون هیں ؟ کیا وهي لوگ نہیں هیں جنمیں خود شیخ صاحب بھي شامل هیں کہ یونیورسٹي ملجاے ' خواہ وہ کیسي هي هو ؟ اور کیا جو لوگ شروع سے مخالف تھے ' وہ اسلئے نہ تھے کہ یونیورسٹي جو مسلمانوںکے مرض کي دوا هو ' انکے خیال میں ملنا نہایت مشکل تھي اور تجربے سے اخرالذکر اصحاب کي راے صحیح ثابت هوئي ہے ؟ اور جو لوگ قوم کے مخالفین کے اثر میں آگئے هیں ' وہ ان سے بہتر نہیں هیں ' جنہوں نے قطعاً آنکھوں پر پٹي باندہ لي ہے ' اور هر ایک معقول بات کے نہ سننے اور نہ سمجھنے کي قسم کھالي ہے ؟

فکاهات

— * —

یونیورسٹي اور الحاق

— * —

شرط الحاق پہ اصرار ' اور ایسا اصرار
شیوۂ عقل نہیں ' بلکہ ہے یہ کج نظري
درسگاهیں هیں کہاں ' کیجیے جنکا الحاق
اور اگر هیں بھي تو بیکار هیں یا طفل ابھي
لوگ جس چیز کو کہتے هیں علي گڈہ کالج
چشم بینا هو ' تو ہے جامعۂ قوم یہي
یہ وهي قبلۂ حاجات ہے ' سوچیں تو ذرا
یہ وهي کعبۂ مقصود ہے ' دیکھیں تو سہي
آج جو لوگ هیں جمعیت قومي کے امام
جن کا ارشاد ہے هم پایۂ طغراے شہي
سب کے سب مدعي اللفظ بھي کہتے هیں
" إن هذا لهو الحق و آمنت بہ "

* * *

قوم کا دیکھیے بچپن کہ یہ سب سن کے کہا
"جو کھلونا مجھے دکھلا یا تھا ' لونگي تو وهي"

(اشاب)

شیخ صاحب آگے چلکر یونیورسٹی کے مسئلہ کی تاریخ بیان فرماتے هیں اور تاریخ پیدایش سنه ۱۸۸۳ قرار دیتے هیں ' لیکن اگر هماری یاد غلطی نهیں کرتی ' تو یه تاریخ صحیح نهیں ہے - یونیورسٹی کی اصلی تاریخ پیدایش سر سید کی انگلستان سے واپسی ہے ' اور اسکا عملی جامه پهننے کی تاریخ اور علیگڈہ کالج کی بنیاد دونوں توام هیں - آپ کو سید محمود مرحوم کی اسکیم میں " العاق " اور العاقی یونیورسٹی کا کهیں پته نهیں چلتا - آپ کو سر سید - نواب محسن الملک - نواب وقار الملک ' مسٹر بیک ' سر ماریسن ' مسٹر شاهدین - صاحبزادہ صاحب - مسٹر محمد علی کی تقاریر اور تحریروں میں اور سر سید میموریل فنڈ اور کانفرنس کی رودادوں میں باوجود " دوبارہ پرتالنے " کے " لفظ العاق " کهیں نظر نهیں پڑا - ممکن ہے که شیخ صاحب کا یه ادعا صحیح هو که " اس وسیع سلسله میں کبهی کسی ایک مقرر کی زبان سے یا ایک مضمون نگار کے قلم سے لفظ العاق نهیں نکلا ' اور نه کسی کے ذهن میں العاقی یونیورسٹی آئی " اجتک هم جانتے تهے که دلوںکا علم سواے اس ذات وحدہ لاشریک کے کسی کو نهیں ' مگر آج همیں معلوم هوا که نعوذ بالله شیخ صاحب بهی اس صفت میں اسکے شریک هیں ' جو لوگونکے ذهنونکا حال بهی معلوم کرلیتے هیں - شیخ صاحب همیں معاف کرینگے ' اگر هم یه عرض کریں که -

گر نه بیند بروز شپرہ چشم چشمۂ آفتاب را چه گناہ ؟

اس معامله میں شیخ صاحب کی " دوبارہ پرتال " بالکل اسی قسم کی هوگی ' جسکے که وہ اپنے پیشه کیوجه سے عادی هوگئے هیں - جب وہ کسی مقدمه میں بحث کرنیکے لیے کسی مسل کی پرتال کرتے هونگے ' تو سواے اپنے سوال کی مفید مطلب باتونکے اور نظر انداز هوجاتا هوگا - مثال کے طور پر هم شیخ صاحب کو سرتیهوڈر ماریسن کے لکهنو والے ایڈریس کیطرف متوجه کرتے هیں ' جو اُنهوں نے سنه ۴ ع کے جلسۂ کانفرنس میں به حیثیت صدر کے دیا تها ' اسے پڑهکر شیخ صاحب فرمائیں ' که اسمیں کس قسم کی یونیورسٹی کا خاکه پیش کیا گیا ہے ؟

شیخ صاحب فرماتے هیں که العاق کا مسئله سنه ۱۱ ع کی پیدایش ہے ' اور یه که پولیٹکل وجوهات کی بناپر هم نے اسکی تائید کی تهی اور ممبر صاحب تعلیمات گورنمنت هند کے سامنے اسی وجه سے اسپر زور دیا تها - اور یه که ممبر تعلیمات کے جواب سے اکثر ممبران ڈپوٹیشن کو یقین هوگیا تها که العاق کا حق نه ملیگا - لیکن شیخ صاحب بتائیں که اس یقین کو قوم پر کب ظاهر کیا گیا اور آیا یه واقعه ہے که نهیں که جب اسکا چرچا هوا که حق العاق نه ملیگا تو اسکی تردید کسی نے نهیں کی ؟ شیخ صاحب فرماتے هیں که بعض اخبارات ممبران ڈپوٹیشن پر غلط اتهام لگاتے هیں که انهوں نے قوم کو مغالطه دیا اور یه سراسر نادرست اور کذب وافترا ہے ' اگر شیخ صاحب ڈپوٹیشن سے واپسی کے بعد کهدیتے که العاق کے حق کی امید نهیں تو بیشک وہ شکایت کرسکتے تهے ' بلکه برخلاف اسکے بار بار یه یقین دلانے کی کوشش کیگئی که یه جو افواہ پهیل گئی ہے که العاق کا حق نه ملیگا ' قطعاً غلط ہے ' ایسی صورت میں شیخ صاحب کا اخبارات کے متعلق اوپر کا خیال جایز طور سے اتهام اور بهتان بنایا جاسکتا ہے -

آخر میں شیخ صاحب کی یه راے کسی طرح قابل تسلیم نهیں که چونکه هندوؤں نے یونیورسٹی گورنمنت کی شرایط پر منظور کرلی ہے ' مسلمانوں کو بهی قبول کرلینا چاهیے ' هندوستان کی تمام یونیورسٹیاں حقیقی معنوں میں هندو یونیورسٹیاں هیں ' انهیں العاق کی زیادہ ضرورت نهیں ' مسلمانوں کیلیے بلا العاق کی یونیورسٹی بقول کامرید کے سفید هاتهی کے پال لینے سے زیادہ مفید نهیں هوسکتی -

علاوہ بریں جو روپیه العاقی یونیورسٹی کیلیے جمع کیا گیا ہے ' وہ کسیطرح شرعاً ' عرفاً ' قانوناً ' یا انصافاً ' غیر العاقی یونیورسٹی کے قیام میں صرف نهیں کیا جاسکتا ' اور اگر ایسا کیا گیا ' تو کیا عجب ہے که کارکنان یونیورسٹی کو عدالت کا کٹهرا دیکهنا پڑے - (رازی)

اشاعت اسلام

— * —

(حضرت علامه شبلی نعمانی مدظله)

میں چند برسوں سے اس خطرہ کا سخت احساس کررها هوں ' جو نومسلموں کے چاروں طرف منڈلا رها ہے - جو تدبیریں لوگوں نے کیں اور کررہے هیں ' بالکل بے سود بلکه بعض اوقات مضر ثابت هوئی هیں - اسی غرض سے میں نے اس قسم کی آبادیوں میں اسپکٹر بهیجے ' لوگوں سے خط و کتابت کی ' اور ذرایع سے حالت بهم پهنچاے ' اور ان سب کے بعد ایک خاکه قایم کیا ' که اسکے مطابق کارروائی کا آغاز کیا جاے - اس غرض سے اردو اور انگریزی میں خطوط چهپواے ' اور ارادہ کیا که ملک میں دورہ کرکے هر جگه مناسب تدبیریں اختیار کی جائیں - اسی اثنا میں (سیرت نبوی) کا کام بهی پیش نظر تها ' حضور سرکار عالیه (بهوپال) نے اسٹاف کا بندوبست کرکے اس ارادہ کو واجب العمل کردیا ' اور میں نے اس مبارک لیکن نازک کام میں هات ڈال دیا - اس کام کی وسعت اور ذمه داری کو دیکهتا هوں ' تو نظر آتا ہے که جب تک اسی کا نه هو رهوں ' انجام نهیں پاسکتا ' ادهر ایک آنکه کی بصارت بهی جاتی رهی - دوسری پر بهی زور پڑتا ہے بهرحال اب هر طرح پر قدرت نے مجبور کردیا ہے که آستانۂ نبوی کے سوا کسی طرف نظر اٹها کر نه دیکهوں -

اس بنا پر (اشاعت اسلام) کے کام کو کسی اور بندۂ خدا پر چهوڑتا هوں - میرے حبیب محترم مولانا ابو الکلام صاحب آزاد ' الهلال کے ذریعه سے جو کچهه کر رہے هیں ' زمانه اسکو دیکهه رها ہے - اور ابهی سے امید هوسکتی ہے که وہ اس کام کو پورا کرسکیں - اسلیے اگر وہ اس طرف متوجه هوں ' تو کامیابی کی امید هوسکتی ہے -

میں اس قدر اب بهی کرسکتا هوں که وہ جب دورہ پر نکلیں ' تو ایک آدہ جگهه ' میں بهی اُن کے هم رکاب هو جاؤں -

---

دعوت اصلاح مسلمین اور اتحاد اسلامی

— * —

الهلال کی روش کے متعلق آپنے راے طلب کی ' اور پچهلے پرچے میں آپنے اپنا کام بتانے کے لیے صلاے عام دیا ہے - میں دونوں امور کی بابت کچهه کهنا چاهتا هوں -

اول الهلال کی روش کے متعلق -

میں اُن لوگوں میں هوں جو یه راسخ عقیدہ رکهتے هیں اور بارها علانیه تحریراً وتقریراً ظاهر بهی کرچکے هیں ' که مسلمانوں کی دنیوی بهتری اور برتری کا انحصار بهی اُنکے مذهب پر ہے - تاریخ شاهد ہے که جس قدر زیادہ غلو انهوں نے مذهب کی طرف کیا ' اسی قدر زیادہ مدارج دنیاوی اُنکو حاصل هوے - میں نے یهی راگ یورپ میں گایا ' اور پچهلی مرتبه جب میں پهر قسطنطنیه گیا ' تو وهاں کے اکابر وغیرہ کے سامنے بهی یهی لکچر دیا که مسلمانوں کے عروج کا ذریعه نه صرف حب وطن پیدا کرنے سے هوسکتا ہے ' نه حب قوم سے ' بلکه حب مذهب سے - طرابلس کی جنگ نے یقینی یه میرا وعظ اب اُن لوگوں کے بهی ذهن نشین کردیا هوگا ' جنهوں نے اپنے پیرس کے

قیام کے باعث اوسوقت شاید اسکی طرف بہت زیادہ اعتنا نہیں کیا گیا تھا -

پین اسلامک ولولہ یورپ میں پیدا کرنے کی غایت بھی یہی تھی - ایک وقت وہ تھا کہ مسلمانان ہند میں وہ اکابر' جو اب دولت عثمانی اور ایرانی کی حمایت پر ظاہراً ہمہ تن مصروف ہیں' ان دعوتوں میں شریک ہوے ڈرتے تھے' جسمیں ہم پین اسلامسٹ سفراء عثمانی و ایرانی کو مدعو کرتے تھے -

اس زمانہ میں بارہا یہ خواہش ہملوگوں پر ظاہر کی گئی تھی کہ " پین " کا لفظ اپنی سوسائٹی کے نام سے نکال ڈالیں' اسلیے کہ انڈیا آفس کو وہ لفظ پسند نہیں' اور میرے انگلستان سے آنے کے بعد وہ ٹکڑا خارج بھی کردیا گیا -

اب شاید ان لوگوں کے بھی یہ ذہن نشین ہو گیا ہو کہ مسلمانوں کو فطرۃً پین اسلامسٹ ہونا چاہیے' اور اس بالخصوص حالت میں' جبکہ :

غبار عرب سے اٹھا ہے کس بلا کا مشجر
تمہارا نام و نشان خاک میں ملانے کو

اگر کوئی چیز کسی وقت امید کی صورت دکھاتی ہے' تو وہ وہی پین اسلامک ولولہ ہے' جو مسلمانوں کے دلونمیں جوش زن ہو رہا ہے -

کاش یہ ولولہ پہلے ہی زور دار ہوجاتا' اور اوسوقت جب ہم چند اشخاص اوسکے زندہ کرنے کی کوشش کررہے تھے' وہ لوگ جو اب مسلمانوں کی سرنگونی اپنے ہاتھہ میں رکھتے ہیں' ہمارے مانع اور حارج نہ ہوتے ! مسلمان بلندی سے کیوں گر گئے ؟ اسکا جواب صاف یہی ہے کہ اونہوں نے مذہب کو چھوڑا - مذہب ہی نے اونکو ہفت افلاک پر پہونچایا تھا اور مشرق اور مغرب کی حکومت اونکو دیدی تھی' ورنہ وہ عرب کی بالو پر تہذیب اور تمدن سے بیخبر ہی رہتے اور پھر اسلام کو چھوڑنا ہی اونکی ذلت کا باعث ہوا اور اگر خدا نخواستہ ترک طرابلس کے عربوں کی بہادری نہ دکھا سکے' تو اسکی ذمہ داری بھی اونہی گردنوں پر ہوگی' جو مسلمانوں کو مغربی بنانے کی سعی میں مصروف رہے ہیں - میں سمجھتا ہوں کہ اگر کوئی سب سے زیادہ راحت جسمانی دینے والی تہذیب اور ترقی بھی مسلمانوں کو اسلام کی قیمت ادا کر کے ملتی ہو' تو اوسے اونکو نہ لینا چاہیے - اگر تمام عالم کے علم کی آدھی قیمت قرآن ہو تو اوس علم سے بھی دست کش ہوجانا چاہیے - طرابلس کے وہ بادیہ نشین جو اپنے تن کو سادے کپڑے سے ڈھانک لیتے ہیں' جو خیموں میں زندگی بسر کرتے ہیں' جو سوا علم قرآن کے اور کوئی علم نہیں جانتے' اور راحت جسمانی کے سامان نہیں رکھتے - اون مسلمانوں سے ہزار درجہ بہتر ہیں جنکو "مغربی تہذیب" - اور مادی علوم نے اس کام کا بھی نہیں رکھا کہ اپنی عزت سنبھال سکیں - اپنے ملک کے کام آ سکیں - اپنے مذہب کی لاج رکھہ لیں - کیا یہ ہماری حالت کہ ہم ہر کہ و مہ کے آگے گردن جھکا دیتے ہیں' غلامی کا طوق بلا عذر بے عذر کے پہن لیتے ہیں' صاف اسبات کی شہادت نہیں دیتے' کہ اسلام کی روح اب ہمارے عنصر میں باقی نہیں ؟

مبارک ہوگا وہ زمانہ' جب پھر مسلمان اسلام کے پابند ہونگے - جب پھر قرآن انکا ہادی ہوگا - جب پھر ہمہ صفت موصوف خدا اونکا معیار کمال اوصاف ہوگا -

لیکن قرآن کی تعلیم ایک حضرت عمر کے وقت میں تھی - اور ایک امیر معاویہ کے وقت میں' اور اب حال کے علماء ہند میں اکثر قرآن کی تعلیم کا غرور رکھتے ہیں - آپ کس تعلیم پر اپنی روش اخباری کو قائم کیجئے گا ؟

اپ کے سامنے بہت حال کی قرانی تعلیم اور قرانی معلموں کی ایک مثال درپیش ہے - جب سید رشید رضا لکھنؤ آے تو خود آپکے سامنے کی بات ہے کہ اکثر قرانی معلموں نے اونکے استقبال سے اسلئے انکار کر دیا تھا کہ وہ ایک اڈیٹر اخبار تھے - کیئے قرآنی تعلیم سے بہرہ مند کہتے تھے کہ وہ غیر جگہہ کے رہنے والے ہیں' اسلیے اونکو ندوۃ العلماء کے جلسے کا صدر نہ ہونا چاہیے -

اگر قرآن کی ایسی ہی تعلیم ہے' اور ایسی ہی تعلیم پر آپ مسلمانوں کو بلانا چاہتے ہیں تو کم سے کم اس عاجز کا تو آپ کو اور آپ کے اخبار کو دور ہی سے سلام ہے -

آج کل قرآن کی تعلیم پر زور دینے والے زیادہ تر اسی فکر میں رہتے ہیں کہ کسی طرح ایک جماعت کثیر مسلمانوں کو اسلام کے دائرے سے خارج کر دیں' کسطرح صرف سنیوں کے مسلمان ہونے کو ثابت کریں - کسطرح شیعوں کی فضیلت دکھا دیں -

اگر آپ مجھے معاف کریں تو میں اتنا عرض کرونگا کہ میں ہندوستان کے قرآن کی تعلیم دینے والوں اور مغربی تعلیم دینے والے مسلمانوں' دونوں کو ایک ہی درجہ پر سمجھتا ہوں - اصلی اسلام سے' مقلد اور غیر مقلد کے اسلام سے دونوںکا اسلام دور -

میں " الہلال " کو دیکھتا ہوں' تو اوسمیں ان دونوں سے تو بلندی پاتا ہوں' مگر ابھی اوس حالت کو اوسمیں نہیں پاتا' جس سے یہ امید ہو کہ یہ اصلی قرانی تعلیم پر کمربستہ ہے -

دانی سلسلہ میں صفحہ کے صفحہ سیاہ نظر آتے ہیں - مذہبی بحثیں ہیں تو اسی کے سلسلے جاری ہیں - مسلمانوں کو " دست الہی " میں اپنا ہاتھہ دینے کی ہدایت سلسلہ وار مضامین کی گئی ہے - قرآن کی طرف بھی وہ بلاے گئے ہیں' مگر نہ " دست الہی " کی توضیح ہے' نہ قرآن کی ایسی تعلیم کا اشارہ کیا گیا ہے جو اسوقت بھی مسلمانوں کو غار پستی سے نکالکر بلندی پر پہونچا سکتی ہے -

اصول جمہوریت' اصول مساوات' اصول موحدت' سبق جرات' اخلاقی و دیگر جسمانی قوت وغیرہ نظر انداز کردینے کی چیزیں نہیں ہیں - تعلیم قرانی صرف نماز روزہ کی تاکید' زنا سے پرہیز وغیرہ پر محدود نہیں ہے' بلکہ قرآن نے زندگی انسانی کے مراد اور اصول پر نظر ڈالی ہے' اور میں سمجھتا ہوں کہ ان اصول کو زیر نگاہ رکھکر فروعات میں تبدل و ترمیم کی خاص ہدایت قرآن نے' نبی کرام صلعم نے' اور دنیا کے برترین مدبر عمر فاروق رضی اللہ نے کی ہے - مسلمان کو اپنی روحانیت کی ترقی کی فکر سے کبھی غافل نہ ہونا چاہئے' لیکن اب اس معرکہ عالم میں جب مادیت اون اجسام کو زیر و زبر کر رہی ہے' جسمیں روح چھپی ہے' مادی ترقی سے غافل ہونا روح کے ساتھہ بھی دشمنی کرنا ہے -

مسلمانوں کی اسوقت عجیب پیچیدہ حالت ہو رہی ہے - قرآن کو اونہوں نے چھوڑا بھی ہے' اور پکڑا بھی ہے' لیکن دونوں حالتوں میں اصلی منشاء اسلام سے برخلاف ہوگئے ہیں - جنہوں نے قرآن چھوڑا ہے' اونہوں نے تو خیر اوسے چھوڑ ہی دیا ہے - جنہوں نے پکڑا ہے' اونہوں نے صرف روحانی اوصاف و زندگی کے لیے اوسے پکڑا ہے' بعض ایسے بھی ہیں جنہوں نے اصول اور فروع کے فرق کو ملحوظ نہیں رکھا' میں نہیں جانتا کہ آپ کا کیا ارادہ ہے - آپ اصول اور فروع کا امتیاز اور فرق قائم رکھینگے یا نہیں ؟

[باقی آیندہ]

مشیر حسن قدوائی (بیرسٹر ایٹ لا)
لکھنؤ

تقـــريـــر

موجوده اسلامي مسئله پر

— * —

جو ٢٧ اكتوبر كو ايڈيٹر الهلال نے كلكته كي
ايک عام مجلس ميں كي (١)

(١)

اللهم مالك الملك تؤتي الملك من تشاء و تنزع الملك من تشاء و تعز من تشاء و تذل من تشاء بيدك الخير انك على كل شي قدير -

اعوذ بالله من الشيطان الرجيم : يا ايها الناس انتم الفقراء الى الله و الله هو الغني الحميد ان يشا يذهبكم و يات بخلق جديد و ما ذالك على الله بعزيز (٣٥ : ١٧)

—*—

برادران اسلام !

عرصے كي خاموشي كے بعد پھر ميں آپكے سامنے حاضر هوا هوں :

تصفيق حال ما ز نگه مدعيان نمود
احتے زحال حوش مسيما نوشتهام

آپ ميں سے اكثر حضرات كو معلوم هے كه بعض اسباب خاص سے اس عاجز نے عام مجالس كي شركت قطعاً بند كردي تهي ' اور گذشته (خدرپور) كي مجلس ميں التجا كي تهي كه ائنده اس خدمت سے معاف ركها جاؤں - ارکان انجمن نے حسب معمول نسبت ايک خط لكها ' تو پہلے حي ميں آيا كه معذرت كے ساتهه انكار كردوں ' ليكن اسكے بعد سوچا كه وقت تو وه آگيا هے ' جب گونگے بولنے لگيں ' اندهے ديكهنے لگيں ' لنگڑے چلنے لگيں ' اور بہرے سننے لگيں ' كيونكه اسلام اپنے هر پيرو سے اسكے آخري فرض كا طالب ' اور اس شے كا خواستگار هے جسكے بعد اسكے ذمے اور كچهه باقي نهيں رهے گا ' اور وه توحيد الهي كے حق سے سبكدوش هو جاے گا - پس جو زبان نهيں بول سكتي ' اسكو بهي بولنے كي سعي كرني چاهيے ' اور جو قدم نهيں اٹهه سكتا ' اسكو بهي چلنے كيلے اٹهنا چاهيے -

توحيد اخوۃ اسلامي و عموم رشد و دعوت

قران حكيم نے توحيد الهي كے داعي كريم عليه الصلوة و السلام كو " سراج منير " سے ملقب كيا اور انكے خصائص كريمه كي طرف اشاره كرتے هوے فرمايا كه :

انا ارسلناک شاهداً و مبشراً و نذيراً و داعياً الي الله باذنه و سراجاً منيراً (٣٣ : ٤٦) — اے پيغمبر ! بيشک هم نے تم كو شهادت دينے والا ' بشارت پہنچانے والا ' ضلالت و خباثت سے خوف دلانے والا ' راه الهي كے طرف داعي ' اور ايک نوراني مشعل بنا كر بهيجا هے -

ليكن ايک دوسرے موقعه پر آفتاب كو بهي " سراج " كے لقب سے ياد كيا هے :

وجعل القمر فيهن نوراً وجعل الشمس سراجاً (٧١ : ٥) — اور آسمان ميں خدا نے چاند كو بهي بنايا ' جو ايک نور هے ' اور سورج كو بهي بنايا ' كه وه ايک روشن مشعل هے '

اس مماثلت اور اشتراک تشبيه سے مقصود يه تها كه اسلام كي دعوت بهي اس آفتاب مادي كي طرح ايک آفتاب روحاني هے - آفتاب جب نكلتا هے ' تو اسكي روشني اور حرارت ميں كوئي تميز نزديک و دور ' اعلى و ادنا ' سياه و سفيد ' باغ و دشت كي نهيں هوتي - اسكي روشني بلا تميز مكان و مقام هر شے پر چمكتي ' اور هر حرارت پذير وجود كو گرم كرتي هے - بعينه يهي حال اس آفتاب دعوت الهي اور نير درخشان سماے رسالت كي عموم فيضان بخشي كا تها ' جو كو سعير سے چلا ' مگر فاران كي چوٹيوں پر نمودار هوا جسكي كرنوں ميں دهني جانب شريعت الهي كي " نور و كتاب مبين " تهي ' مگر بائيں جانب قيام عدل و ميزان كي شمشير آبدار چمک رهي تهي - جسكا طلوع كائنات ميں ظلمت كي شكست اور روشني كي دائمي فيروزمندي تها ' كيونكه آسمان هدايت پر شريعت الهي كے گو سيكڑوں ستارے نمودار هوے تهے ' ليكن تاريكي كي آخري شكست كيليے دنيا كو آفتاب هي كے طلوع كا انتظار هوتا هے :

و الليل اذا يغشى و النهار اذا تجلى و ما خلق الذكر و الانثى (٩٢ : ١) — رات كي قسم ' جبكه اسكي تاريكي كائنات كي تمام اشيا كو چهپا ديتي هے ' اور روز روشن كي قسم ' جبكه آفتاب كي تجلي تمام كائنات كو روشن كرديتي هے ' اور دراصل اس خالق كي قسم ' جسنے تخليق عالم كيلئے نر اور ماده كا وسيله پيدا كيا -

اس آفتاب توحيد نے طلوع هوتے هي تفريق و انشقاق كي تمام تاريكيوں كو مٹا ديا - اسكي روشني كي فيضان بخشي ميں اسود و ابيض اور عرب و عجم كي كوئي تميز نه تهي ' خدا كي ربوبيت كي طرح اسكي رحمت بهي عام تهي ' وه " رب العالمين " تها ' پس ضرور تها كه اسكي راه كي طرف دعوت دينے والا بهي " رحمة للعالمين " هو :

وما ارسلناک الا رحمة للعالمين (٢١ : ١٠٧) — اے پيغمبر ! هم نے اپكو نهيں بهيجا ' مگر تمام عالموں كيلیے رحمة قرار ديكر -

انسان كي سب سے بڑي ضلالت اور خدا فراموشي تهي ' كه اس نے رشته خلقت كي وحدت كو بهلا كر ' زمين كے ٹكڑوں اور خاندان كي تفريقوں پر انساني رشتے قائم كر ليے تهے ' خدا كي زمين او حرمحبت اور باهمي اتحاد كيليے تهي ' قوموں كے باهمي اختلافات و نزاعات كا گهر بنا ديا تها ' ليكن اسلام دنيا ميں پہلي آواز هے ' جس نے انسان كي بنائي هوئي تفريقات پر نهيں ' بلكه الهي تعدد كي وحدت پر ايک عالمگير اخوت و اتحاد كي دعوت دي اور كها كه :

يا ايها الناس انا خلقناكم من ذكر و انثى و جعلناكم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اكرمكم عند الله اتقاكم ( ) — اے لوگو ! هم نے دنيا ميں تمهاري خلقت كا وسيله مرد اور عورت كا اتحاد ركها ' اور نسلوں اور قبيلوں ميں تقسيم كرديا اسليے كه باهم پہچانے جاؤ ' ورنه دراصل يه تفرق و انشعاب كوئي دريعۂ امتياز نهيں ' اور امتياز اور شرف اسي كيلئے هے جو الله كے نزديک سب سے زياده متقی هے -

پس در حقيقت اسلام كے نزديک وطن و مقام ' اور رنگ و زبان كي تفريق كوئي چيز نهيں - رنگ اور زبان كي تفريق كو وه ايک الهي نشان ضرور تسليم كرتا هے " و من آياته اختلاف السنتكم و الوانكم " ليكن اسكو وه كبهي انساني تفرق و تقسيم كي حد نهيں قرار ديتا - انسان كے تمام دنيوي رشتے خود انسان كے بنائے هوے هيں - اصلي

---

(١) افسوس كه الهلال تقريرين درج كرنے كا عادي نهيں هے ' حتى كه تقرير سے پہلے سلسله بيان كيليے نوٹ لكهه لينے كا بهي عادي نهيں هوا - يه تقرير بهي ارتجالاً اور محض زباني تهي - اب اسكا تقرير كي صورت ميں اسليے عام بند كردي جاتي هے كه اس موضوع پر بہرحال ايک مستقل مضمون لكهنا هي تها - يه پہلا موقعه هے كه تقرير كے بعد عام بند كرنے كي كوشش كي گئي ' اكثر مطالب اسي طرح هيں ' جو اس وقت بيان كيے ' البته بعض مقامات پر مزيد تكميل و تشريح ' اور مختلف مطالب بڑهائے هے -

Printed & Published by Abul Kalam Azad, at The Hilal Electrical Printing Works, 7-1, McLeod St

رشتہ صرف ایک ہے ' اور وہ وہی ہے جو انسان کو اسکے خالق اور پروردگار سے متصل کرتا ہے - وہ ایک ہے ' پس اسکے ماننے والوں کو بھی ایک ہی ہونا چاہیے ' اگرچہ سمندروں کے طوفانوں ' پہاڑوں کی مرتفع چوٹیوں ' زمین کے دور دراز گوشوں ' اور جنس و نسل کی تفریقوں نے انکو باہم ایک دوسرے سے جدا کردیا ہو :

ان ھذہ امتکم امۃ واحدۃ ' وانا ربکم فاتقون (۲۳ : ۵۵)

بیشک ، تمہاری جماعت ایک ہی امت ہے ' اور ہم ایک ہی تمہارے پروردگار ہیں -

اے برادران ملت ! یہی اسلام کی وہ عالمگیر اخوت اور دعوت اسلام کی وحدت تھی ' جس نے زمین کے دور دراز گوشوں کو ایک کردیا تھا - اسلام نے ریگستان حجاز میں ظہور کیا ' مگر صحراے افریقہ میں اسکی پکار بلند ہوئی - اسکی دعوت کی صدا جبل بوقبیس کی گھاٹیوں سے اٹھی ' مگر دیوار چین سے صداے اشہدان لا الہ الا اللہ کی بازگشت گونجی - تاریخ کی نظریں جس وقت دجلۂ و فرات کے کنارے پیروان اسلام کے نقش قدم گن رہی تھیں ' عین اسی وقت گنگا اور جمنا کے کنارے سیکڑوں ہاتھ تھے ' جو خداے واحد کے آگے سر بسجود ہونے کیلیے وضو کر رہے تھے - یہ تمام دنیا کی مختلف قومیں ' زمین کے دور دراز گوشوں پر بسنے والی آبادیاں ' گویا ایک ہی گھر کے عزیز تھے ' جنکو شیطان رجیم کی تفرقہ اندازیوں نے ایک دوسرے سے الگ کردیا تھا ' لیکن خداے رحیم نے ان صدیوں کے بچھڑے ہوے دلوں کو ایک دائمی صلح کے ذریعے پھر ایک جگہہ جمع کردیا ' اور انکے روٹھے ہوے دلوں کو اس طرح ایک دوسرے سے منا دیا ' کہ تمام پچھلے شکوے اور شکایتیں بھول کر ایک دوسرے کے بھائی اور شریک رنج و راحت ہوگئے :

واذکروا نعمۃ اللہ علیکم ' اذکنتم اعداء ' فالف بین قلوبکم فاصبحتم بنعمتہ اخوانا (۳ : ۹۸)

اللہ کی اس نعمت کو یاد کرو ' جو تم پر نازل کی گئی ' جبکہ تم اسلام سے پہلے ایک دوسرے کے دشمن تھے ' مگر اسلام نے تمہارے دلوں میں الفت و محبت پیدا کردی ' اور دشمن کی جگہہ ایک دوسرے کے بھائی بھائی ہوگئے

یہ برادری خدا کی قائم کی ہوئی برادری ہے ' ہر انسان جس نے کلمہ لا الہ الا اللہ کا اقرار کیا ' بمجرد اقرار کے اس برادری میں شامل ہوگیا ' خواہ مصری ہو ' خواہ نائجیریا کا وحشی ہو ' خواہ قسطنطنیہ کا تعلیم یافتہ ترک - لیکن اگر وہ مسلم ہے تو اس ایک خاندان توحید کا عضو ہے ' جسکا گھرانا کسی خاص وطن اور مقام سے تعلق نہیں رکھتا ' بلکہ تمام دنیا اسکا وطن ' اور تمام قومیں اسکی عزیز ہیں - دنیا کے تمام رشتے ٹوٹ سکتے ہیں ' مگر یہ رشتہ کبھی نہیں ٹوٹ سکتا - ممکن ہے کہ ایک باپ اپنے لڑکے سے روٹھ جاے ' ممکن ہے کہ ایک ماں اپنی گود سے بچے کو الگ کردے ' ہو سکتا ہے کہ ایک بھائی دوسرے بھائی کا دشمن ہو جاے ' اور یہ بھی ممکن ہے کہ دنیا کے تمام عہد مودت ' خون اور نسل کے باندھے ہوے پیمان وفا و محبت ٹوٹ جائیں ' مگر جو رشتہ ایک چین کے مسلمان کو افریقہ کے مسلمان سے ' ایک عرب کے بدو کو تاتار کے چرواہے سے ' اور ایک ہندوستان کے نو مسلم کو مکہ معظمہ کے صحیح النسب قریشی سے پیوست و یک جان کرتا ہے ' دنیا میں کوئی طاقت نہیں ہے ' جو اسے توڑ سکے ' اور اس زنجیر کو کاٹ سکے جسمیں خدا کے ہاتھوں نے انسانوں کے دلوں کو ہمیشہ کے لیے جکڑ دیا ہے -

پس اے عزیزان ملت ! اور اے بقیہ ماتم زدگان قافلۂ اسلام ! ! اگر یہ سچ ہے کہ دنیا کے کسی گوشے میں پیروان اسلام کے سروں پر تلوار چمک رہی ہے ' تو تعجب ہے اگر اسکا زخم ہم اپنے دلوں میں نہ دیکھیں - اگر اس آسمان کے نیچے کہیں بھی ایک مسلم پیرو توحید کی لاش تڑپ رہی ہے ' تو لعنت ہے ان سات کروڑ زندگیوں پر ' جنکے دلوں میں اسکی تڑپ نہ ہو - اگر مراکش میں ایک حامی وطن کے حلق بریدہ سے خون کا فوارہ چھوٹ رہا ہے ' تو ہمکو کیا ہوگیا ہے کہ ہمارے منہہ سے دل وجگر کے ٹکڑے نہیں گرتے ؟ ایران میں اگر وہ گردنیں پھانسی کی رسیوں میں لٹک رہی ہیں ' جنسے آخری ساعت نزع میں اشہد ان لا الہ الا اللہ کی آواز نکل رہی تھی ' تو ہم پر اللہ اور اسکے ملائکہ کی پھٹکار ہو ' اگر اپنی گردنوں پر اسکے نشان محسوس نہ کریں - اگر آج بلقان کے میدانوں میں حاملین کلمۂ توحید کے سر اور سینے صلیب پرستوں کی گولیوں سے چھن رہے ہیں ' تو ہم اللہ ' اسکے ملائکہ ' اور اسکے رسول کے آگے ملعون ہوں ' اگر اپنے پہلوؤں کے اندر ایک لمحہ کیلیے بھی راحت اور سکون محسوس کریں - میں کیا کہہ رہا ہوں ؟ حالانکہ اگر اسلام کی روح کا ایک ذرہ بھی اسکے پیروؤں میں باقی ہے ' تو مجھکو کہنا چاہیے کہ اگر میدان جنگ میں کسی ترک کے تلوے میں ایک کانٹا چبھہ جاے ' تو قسم ہے خداے اسلام کی ' کہ کوئی ہندوستان کا مسلمان مسلمان نہیں ہو سکتا ' جب تک وہ اسکی چبھن کو تلوے کی جگہ اپنے دل میں محسوس نہ کرے ' کیونکہ ملت اسلام ایک جسم واحد ہے ' اور مسلمان خواہ کہیں ہوں اسکے اعضا و جوارح ہیں - اگر ہاتھہ کی انگلی میں کانٹا چبھے ' تو جب تک باقی اعضا کٹ کر الگ نہوگئے ہوں ' ممکن نہیں کہ اسکے صدمے سے بے خبر رہیں - اور یہ جو کچھہ کہہ رہا ہوں ' محض اظہار مطلب کا زور بیان ہی نہیں ہے ' بلکہ عین ترجمہ ہے اس حدیث مشہور کا ' جسکو امام احمد و مسلم نے نعمان بن بشیر سے روایت کیا ہے کہ جناب رسول کریم علیہ الصلوۃ و التسلیم نے فرمایا :

مثل المومنین فی توادھم و تراحمھم و تعاطفھم ' مثل الجسد ' اذا اشتکی لہ عضو ' تداعی لہ سائر الجسد بالسھر والحمی

مسلمانوں کی مثال باہمی مودت و مرحمت اور محبت و ہمدردی میں ایسی ہے ' جیسے ایک جسم واحد کی ' اگر اسکے ایک عضو میں کوئی شکایت پیدا ہوتی ہے ' تو سارا جسم اس تکلیف میں شریک ہو جاتا ہے -

اور اسی کے ہم معنی صحیحین کی وہ حدیث ہے ' جسکو ابو موسی اشعری نے روایت کیا ہے کہ :

المومن للمومن کالبنیان ' یشد بعضہ بعضا -

ایک مومن دوسرے مومن کیلیے ایسا ہے ' جیسے کسی دیوار کی اینٹیں ' کہ ایک اینٹ دوسری اینٹ کو سہارا دیتی ہے -

اور فی الحقیقت یہ خصائص مسلم میں سے ایک اولین اور اشرف ترین خصوصیت ہے ' جسکی طرف قرآن کریم نے اپنے جامع و مانع الفاظ میں اشارہ کیا ہے کہ :

اشداء علی الکفار ' رحماء بینھم (۴۹ : ۲۹)

کافروں کیلیے نہایت سخت ' مگر آپسمیں نہایت رحیم اور ہمدرد -

ان میں جسقدر سختی ہے ' باطل اور کفر کیلیے - اور انکی جسقدر محبت و الفت ہے ' حق و صدق ' اور اسلام و توحید کے لیے فاعتبروا یا ایھا المسلمون و لا تکونوا کالذین قالوا سمعنا و ھم لا یسمعون -

جامعۂ اسلامیہ یا پان اسلام ازم

جب سے اسلام دنیا میں موجود ہے ' یہ اخوت و وحدت بھی موجود ہے ' مگر یورپ کا جدید دسیسۂ شیطانی اسکو کسی مجہول الحال اور حدیث العہد " اسلامی اتحاد سیاسی " سے تعبیر کرتا ہے اور اس اضغاث احلام کی تعبیر اسکو ایک خون افشان ہلال کی صورت میں نظر آتی ہے - وہ کسی ایسے وقت کے تصور سے اپنے تئیں لرزاں

میں ہوں‘ یا ٹرکی میں - الجزائر میں ہوں یا اس تیرہ زار ہند میں - میرے عقیدے میں یہ سب کچھ کاہن شیطان کا ایک عمل السحر ہے‘ جو اسلیے سکھاتا ہے‘ کہ سونے والوں کا اٹھنا اُسے پسند نہیں - میں نے کہا کہ ہم میں سچا " پان اسلام ازم " یا بالفاظ اصلی رشتہ اخوت دینی باقی نہیں رہا ‘ لیکن کیونکر باقی رہے‘ جبکہ ہندوستان میں ایسے عظیم الشان اشغال ہمارے لیے موجود ہیں‘ جو نفس اسلام کے بقا سے بھی زیادہ اہم ہیں - انکو چھوڑ کر ہم غریب ترکوں یا ایرانیوں کی کیونکر خبر لیں ؟ سب سے مقدم امر یہ ہے کہ ہمیں (علی گڈہ) میں ایک یونیورسٹی بنانی ہے ‘ اسکے لیے تیس لاکھ روپیہ جمع کرنا ہے - یہ مانا کہ دنیا کی کوئی سرزمین ہے‘ جہاں خود اسلام کے بقا و فنا کا سوال درپیش ہے مگر اسکو کیا کیجئے کہ " مسلم یونیورسٹی " ہمارے قومی مقاصد کا اصلی نصب العین‘ کعبۂ علی گڈہ کے شب زندہ داران عبادت کی چہل سالہ تہجد گذاری کی مراد و آرزو ‘ اور ہمارے رہنماے اول کی دی ہوئی شریعت تعلیم کا دوم تکملہ ہے - جس دن یونیورسٹی بن جائیگی‘ اس دن الیوم اکملت لکم دینکم واتممت علیکم نعمتی‘ ورضیت لکم الاسلام دینا کی وحی اسٹریچی ہال کی چھت پر نازل ہوگی - ترکوں کی ہمدردی اور ایرانیوں کی مصیبت پر اداے مرثیہ کیلیے بعد ایک ریزولیوشن پاس کردیا جائیگا ‘ مگر اس افسوس پر ملامت نہ کیجئے کہ امتحان طرابلس کے جھگڑے سے یونیورسٹی کے چندے میں فرق پڑگیا ! ! اولئک الذین اشتروا الضلالۃ بالہدی‘ فما ربحت تجارتہم وما کانوا مہتدین‘ (۱)

اے عزیزان ملت ! قوموں اور ملکوں کی زندگی کا نہیں بلکہ اسلام کی زندگی کا سوال ہے - فرض کیجئے کہ ہندوستان کے مسلمانوں نے اپنی ترقی کے تمام منصوبے پورے کرلیے‘ اور انکا ہر فرد تعلیم اور دولت کا ایک مرکب طلائی بت بن گیا ‘ لیکن اگر سرے سے خود اسلام کی سیاسی طاقت ہی پر چھری چل گئی ‘ تو پھر علی گڈہ میں یونیورسٹی ہی نہیں‘ بلکہ چاندی اور سونے کی بہشت شداد بھی بن جائے‘ مگر اسکے حور و غلمان کسکا ترانہ گائیں گے ؟

السیف اصدق انباء من الکتب

اے اخوان عزیز ! یاد رکھیے کہ دنیا میں امن‘ صلح‘ اور ترک قتل و غارت کا تصور کتنا ہی خوشنما ہو‘ مگر دنیا کی بدقسمتی سے ابتک اصلی قوت تلوار ہی کی قوت‘ اور زندگی کا سرچشمۂ آب حیات خون کی ندیوں اور فواروں ہی میں ہے - دنیا پر ابتک کوئی زمانہ ایسا نہیں گذرا ہے کہ تلوار کی صداقت مشتبہ ہوئی ہو‘ اور امید نہیں کہ آئندہ بھی کبھی ایسا زمانہ نصیب ہو - مذہب اخلاق نے ہمیشہ اپنے تخیل میں خواب اور کسی ایسی دنیا کی قسمیں کھائی ہیں ‘ جبکہ تمام قاتل تلواروں کی جگہ صالحہ معصومیت کی بہشت زار بن جائیگی ‘ اور قتل و خون ریزی کو لوگ اسی طرح بھول جائینگے ‘ جس طرح موجودہ عالم نے امن اور صلح کو فراموش کردیا ہے - اس آرزو کے حسن و جمال پر کون دل ہے جو فریفتہ نہیں ہوتا ‘ لیکن کیا کیجیے کہ دنیا امید و آرزو کی نہیں بلکہ حقائق و نتائج کی جگہ ہے ‘ اور انسان جب تک فرشتہ نہیں بلکہ انسان ہے‘ اس وقت تک اپنی امیدوں کا اخلاق کے صفحوں سے باہر پتہ لگنا ممکن نہیں - آج اگر پوچھا جائے کہ قوموں کی زندگی اور زندگی کے مظاہر کہاں تلاش کیے جائیں ؟ تو اسکا جواب علم و فن کی بڑی بڑی درسگاہوں اور علوم الاولین و الآخرین کے کتب خانوں سے نہیں ملے گا ‘ بلکہ ان آہن پوش جہازوں کے مہیب

(۱) یہ وہ لوگ ہیں ‘ جنہوں نے خدا کی بخشی ہوئی ہدایت کو دیکر ضلالت کے خزینے کا سودا چکایا تھا ‘ لیکن انکی یہ تجارت بالآخر گھاٹے ٹوٹے ہی میں رہی (اہل نظر غور فرمائیں کہ یونیورسٹی کے معاملے میں " فما ربحت تجارتہم " کسقدر صحیح اور مطابق ہے ؟)

طول و عرض سے‘ جنگی قطاریں ساحل کے طول میں پھیلی ہوئی ہیں‘ اور جنکے روزنوں سے انسان پاش توپوں کے دہانے نکلے ہوے ہیں -

پس حضرات ‘ وہ ہاتھ نہایت مقدس ہے ‘ جس میں صلح کا سفید جھنڈا لہرا رہا ہو‘ مگر زندہ وہی رہسکتا ہے جسمیں خونچکاں تلوار کا قبضہ ہو - یہی اقوام کی زندگی کا منبع ‘ قیام عدل و میزان کا وسیلہ‘ انسانی سعادت و فرخندگی کا بچاؤ‘ اور مظلوم کے ہاتھ میں اسکی حفاظت کی ایک ہی ڈھال ہے :—

ولقد ارسلنا رسلنا بالبینات وانزلنا معہم الکتاب و المیزان لیقوم الناس بالقسط ‘ و انزلنا الحدید فیہ باس شدید و منافع للناس (۲۵ : ۵۷)

اور ہم نے اپنے رسولوں کو کھلی کھلی نشانیونکے ساتھ بھیجا ‘ اور انکو کتاب اور میزان دی ‘ تا کہ لوگ عدل و انصاف پر قائم ہوں‘ اور نیز لوہا پیدا کیا (جو ہتیاروں کی شکل میں) سخت خطرناک بھی ہے اور نفع رساں بھی -

اسلام کی پولٹیکل طاقت کا مرکز وحدت

مسلمان یاد رکھیں کہ آج صرف ایک ہی تلوار ہے ‘ جو دین الہی کی حمایت میں بلند ہوسکتی ہے ‘ اور وہ صرف آل عثمان کی مقدس شمشیر خلافت ہے - یہ اسلام کے گذشتہ قافلۂ جہانبانی کا آخری نقش قدم ‘ اور ہمارے آفتاب اقبال کی آخری شعاع امید ہے - یہی سبب ہے کہ ہمارا ترکوں سے رشتہ محض اخوت دینی ہی کا نہیں ہے ‘ بلکہ اس سے بھی مقدم تر رشتہ " خلافت اسلامیہ " کے دینی احترام کا ہے ‘ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ کوئی قوم بغیر کسی سیاسی مرکز کے زندہ نہیں رہسکتی ‘ اور اسلام کا کوئی مرکز سیاسی اگر ہے تو صرف خلافت آل عثمان ہے - ہر مسلمان خواہ وہ دنیا کے کسی حصے میں ہو‘ اگر اسکا فرض دینی ہے کہ اسلام کے بقا کا خواستگار ہو‘ تو یہ بھی فرض دینی ہے کہ خلافت آل عثمان کے تعلق کو ایک خالص دینی رشتے کی طرح اپنے دل میں محفوظ رکھے اور دنیا کی جو حکومت اسکی دشمن ہو‘ اسکو اسلام کا دشمن ‘ اور جو اسکی دوست ہو‘ اسکو اسلام کا دوست یقین کرے - کیونکہ مسلمانوں کی دوستی اور دشمنی ‘ انسانی اغراض کیلیے نہیں بلکہ صرف دین الہی کیلیے ہے -

مسلمانان ہند کی نسبت بار بار سیاسی حلقوں میں یہ سوال اٹھایا گیا ہے کہ وہ دنیا کے کسی اسلامی حصے کے واقعات سے اسدرجہ متاثر نہیں ہوے ‘ جسقدر ٹرکی کے حوادث و حالات سے - اگر محض رشتۂ اخوت اور اشتراک مذہب ہی اس اثرپذیری کی علت ہے ‘ تو اسمیں ترکوں کی خصوصیت کیا ہے ؟ بہت سے لوگ ہیں جو اس واقعی ضروری سوال کے جواب میں یا تو نفاق سے کام لینا چاہتے ہیں یا ڈرتے ہیں‘ مگر میں سمجھتا ہوں کہ مسلمانوں کیلیے بہتر راہ اسلام کی ہے - مسلمانوں کو بغیر ادنی تامل کے صاف صاف اس سچے سوال کا سچا جواب دیدینا چاہیے - تمام دنیا کے مسلمانوں سے ہمارا صرف ایک ہی رشتہ ہے‘ یعنی اخوت اور " پان اسلام ازم " کا ‘ مگر ترکوں سے ہمارے دو رشتے ہیں‘ پہلا اخوت دینی کا کہ وہ بھی مسلمان ہیں‘ اسلیے خدا نے ہم کو ہمیشہ کے لیے انکے رنج و راحت کا شریک بنا دیا ہے - دوسرا اس سے بھی قوی تر رشتہ خلافت دینی اور اسلام کے آخری سیاسی مرکز ہونے کا ‘ کہ آج کلمہ اسلام کی حفاظت کی آخری تلوار صرف انکے ہاتھ میں ہے - اگر کسی اور حصے سے اسلام کی حکومت مٹتی ہے‘ تو ہم روتے ہیں کہ ہمارا ایک عضو کٹ گیا ‘ لیکن ترکوں پر جب کوئی آفت لائی جاتی ہے‘ تو تڑپ جاتے ہیں کہ ہمارا دل دونیم ہوگیا - ہم جب ترکوں کیلیے مضطرب ہوتے ہیں ‘ تو ہمارا اضطراب مسلمانوں کیلیے نہیں ہوتا‘ بلکہ اسلام کیلیے ہوتا ہے :

وماکان قیسٌ ہلکہ ہلک واحدٍ ۔ ولکنہ بنیان قومٍ تہدما

هیں اور خوب لکھتے هیں' سچ لکھتے هیں' اور ایسے هي لکھنے والوں کي ضرورت هے - وہ الهلال کي تبلیغ کے حامي اور مدّاح بھی هیں- اس راے کا وزن اسوقت معلوم هوگا' جب آپ اونکا نام سنینگے -

میں نے خود دیکھا هے کہ نہ صرف یہاں بلکہ کئي جگہ مجمعے هوتے هیں' جنمیں ایک قاري اور تمام حاضرین سامع هوتے هیں اور نہایت ذوق و شوق سے الهلال پڑھا جاتا هے - مگر ایک شکایت بھي هے کہ نامورانِ غزوہ طرابلس اور کارزار طرابلس کا حصہ کم رکھا جاتا هے -

بھائي کیا فائدہ ایسے گمنام خطوط کے شائع کرنے اور اوسپر ریویو کرنے سے ؟ ان لوگوں کو بکنے دو' دعا کریں -

مہ نور مي فشاند و سگ بانگ مي زند

ایسي دھمکیاں اور گالیاں کوئي نئي چیز نہیں -

جناب مولوي شمس الدین محمد صاحب قریشي از هوشیار پور

کل بتاریخ ۱۷ اکتوبر سنہ ۱۲۹ ایک جلسہ مسلمانان هوشیار پور کا بدیں غرض منعقد هوا کہ لکھنو کي گمنام چٹھي پر جو آپکي اخبار میں چھپي هے' اظہار نفرت اور اسکے مصنف پر اظہار حقارت و تاسف کرے - تقریباً هر فرقہ اور طبقہ کے افراد شامل جلسہ تھے - کارروائي جلسہ کے اختتام پر ذیل کي دو تحریکیں پیش کي گئیں' اور باتفاق رائے حاضرین پاس هوئیں -

(۱) یہ جلسہ مسلمانان هوشیار پور کا اس گمنام چٹھي پر جو لکھنؤ سے ایڈیٹر الهلال کو بھیجي گئي هے اور اُن کمینہ خیالات پر جنکا اسمیں اظہار کیا گیا هے اظہار نفرت کرتا هے اور اس کے لکھنے والے کو نظر حقارت سے دیکھتا هے' خدا اسکو توفیق نیک دے -

(۲) یہ کہ اس جلسہ کي راے میں الهلال کي پالیسي نہایت صحیح اور صائب اور اسکا نتیجہ نہایت مفید اور مستحسن هے اور اس جلسہ کو الهلال کي هر ایک راے سے جو اب تک صفحۂ تحریر میں آئي هے کلّاً اور حرفاً اتفاق هے -

---

ایک معلم مدرسہ بنوک از ناگپور

ایک زمانہ سے خیال تھا اور خیال مبدل بہ مایوسي هوتا جاتا تھا کہ همارے زبان میں بھی کوئی ایسا اخبار نکلیگا جو اپنی آزادي راے اور آزادي راے کے مناسب عناصر' یعني صاف گوئي کي جرات' اوصاف لائم کي حقارت' اپنے وجود کي بلندي کا احساس' غیر معقول روش خطا سے انکار کشي وغیرہ صفات حسنہ سے متصف هوگا - الحمد للہ کہ یہ ضرورت اسوقت سے رفع هوتي جاتي تھي' جبسے زمیندار اور مسلم گزٹ وغیرہ نے اپني صورت دکھاني شروع کي' لیکن اخباري دنیا میں الهلال کي صورت' اُسکي زبان' هیکل' ساخت' طرز بیان' اصول دعوت' اعلی انشا پردازي' اور عالمانہ انداز سخن نے اردو کي ترقي میں جو نمایاں حصہ لیا' اُس سے شاید هي کوئي اردو داں هو' جو انکار کرسکے' لیکن مجھے تو آپ کے پرچہ سے خصوصاً اسلیے محبت هے کہ آپ نے اسکا اهتمام کیا هے کہ تعلیم اسلامي کا نام لیتے رهیں اور جا بجا همارے هدایت نامہ (قرآن شریف) سے مناسب موقع آیات سے اپنے کلام کو زینت دیتے رهیں' یا کم سے کم آن خیالات مطہرہ سے کلام پاک کا حوالہ دیکر مسلمانوں میں اُنس پیدا کریں - آپ کے پرچہ میں میں نے اسکا ابتدا سے آج تک ایک آهنگ پایا' اور خواہ کوئي مبحث هو' اسکو قرآن مجید کے ارشادات سے از سرتاپا مزین و منور دیکھا - بیسویں صدي کے دور الحاد کو اسکي حد درجہ ضرورت هے - اِس سے کسي باحواس درد دین رکھنے والے کو انکار نہیں هو سکتا - ایک مضمون هے جسپر میں نے ابتدا سے لحاظ کیا اور اب دیکھ رها هوں کہ آپکے متعلق کچھ صدائیں آنے لگي هیں جیسے آپ خود اپنی تیک نفسي بلکہ بے نفسي سے ظاهر بھي فرمادیتے هیں- وہ لیڈران قوم هیں' جنکي طرف آپ کا فولادي پنجہ بے رحمي سے بڑھتا هے - خدا شاهد هے کہ عموماً وہ' جو برعکس نام سے پکارے گئے هیں' اُنکي حرکات اور عادات اُس سے هزار درجہ زیادہ قابل نفرین هیں کہ وہ خدا کے علم مخلوق کے برابر بھي کہے جائیں' نہ کہ ایسے معزز خطاب سے یعني "لیڈران قوم" کے نام سے پکارے جائیں - لیکن اتفاقات کي معکوس رفتار اور الفاظ کا مصرف اُنکے اختیار میں نہیں هے جو مناسب شخص اور مناسب چیز کو اُسکي مناسب جگہ دینا چاهتے هیں - زمانہ اور زمانہ کي رفتار ایسے هي لوگ نیالکي حد سے دکھائي دیتے هیں' اور وہ لیڈر بھي کہے جائینگے' کیونکہ اُنکے پاس سب سے زیادہ کارآمد چیز هے جسکا مکروہ یا دلپسند نام "روپیہ" هے - سچي اور معقول نکتہ چیني کے ساتھہ آپ نے جو اُنکا اصلي هیولی دکھانا شروع کیا' تو یہہ بھي تعجب خیز نہ تھا کہ اُنکے دسترخوان کے ریزہ خور حق نمک ادا کرتے' جیسا کہ اُس چٹھي سے ظاهر هے جو آپ نے ۹ اکتوبر کے پرچہ میں "لکھنؤ سے ایک دوسري گمنام چٹھي" کے نام سے صفحہ ۱۳ میں درج فرمائي هے - اس دور الحاد میں جبکہ مذهب کي تمام تعلیمات و اصطلاحات سے انکار کرنا سب سے بڑا انساني مفخر کا کارنامہ سمجھا جاتا هے' شیطان کا استعارہ بھي کیوں نہ قابل انکار هو' لیکن میں آپ کو یقین دلاتا هوں کہ اس مضمون کو دیکھکر اسکا قائل هوگیا کہ معلم الملکوت یا اُسکا دوسرا صحیح النسب جانشین ابھی زندہ هے - یہہ پردہ نشین بي بي کون هیں جو اُسپے کوسنا چاهتي هیں' اسکا شاید آپ جواب نہیں دیسکتے' لیکن مجھے یقین هے کہ یہہ خدا فروش هرگز مسلمان نہیں هے - اُسے اختیار تھا کہ کسي خاص مسئلہ میں آپ کي راے سے مخالفت کرتا' لیکن اُس نے صاف صاف قرآن شریف کا اسلیے نام لیا هے کہ مذهب کي تخفیف کرے - اگر اس مدعي پر کسي مسلمان کے خون کي چھینٹ پڑي هوتي تو وہ هرگز عربي زبان' مذهب اور مذهب' اور قرآن کي ایسي تحقیر کو ان الفاظ میں جائز نہ رکھتا کہ "تمہارا مذهبي اور قرآني لٹکا تو کسي کو نہیں سوجھا تھا" "مولویت اور عربي کے کتب خانہ اور قرآن کي تعلیموں کے مع الدار و السفر هو جاؤگے اور ساري عمر جي روزي پیدا کرو ڈھول جاؤگے" یہہ شخص شرافت کے لیے باعث شرم هو تو هو لیکن اسے نام کے لیے باعث ذلت ضرور هے جسے چھپاتا هے' اور اس سے آپ اور کیا امید کرسکتے هیں جو روپیے اور خانساموں سے مرعوب هونیکے علاوہ اور کچھ جانتا هي نہ هو -

---

جناب حسن واڑي صاحب

تا قرارے بہ یک نگہ بخشند
سالہا بیقرار باید شد

— * —

خرد را خاک بر سرکن کہ رسواے جہاں گردد!
جنوں را تاج بر سرنہ کہ کام دل ازاں بیني!

فرد قوم کي حیثیت سے زندہ بشکل مردہ' نہیں مردہ بشکل زندہ' مگر ظاهراً نہیں بلکہ باطناً' آپ جیسے مجنون قوم و قیس ملت کي طول دفاے ظاهري و باطني کا داعي هوں - اگر یہہ جنون حقیقي جذبات کا آئینہ هو' اور یقین هے کہ نفس امر یہي هے - ورنہ خدا هم سے بڑھکر سلوک کرسکتا هے - یقین هے کہ اس سے برانہ مانیں گے -

اس امر کے مان لینے کے بعد کہ آجکل کے عقلاء دهریلیے آپکي پالیسي یا دعوت مہمل هے' میں اپني ذاتي راے تو یہي دیتا هوں' جو

منظومہ کے شعر سے عیاں ہے - جو دعوت میں اصلاح کے خواہاں ہیں آپکے سوال یہہ ہے ' کہ

شب تاریک و بیم موج و پائے شوق بے قوت
بایں رفتار میخواہی کہ از مقصد نشاں بینی ؟

آپ یہہ بھی جان لیں کہ اس راہ میں آپکے لئے بہت خطرے ہیں' مگر

جو قوم پہ مرتے ہیں وہ کیا کیا نہیں کرتے

جناب مولانا محمد یعقوب علی صاحب رضوی از سندیلہ (لکھنو)

آپکی پالیسی جو بالکل قرآن مجید پر منحصر ہے - نہایت سچی اور راہ حقیقی ہے - مجھکو بالکل الہلال کی موجودہ پالیسی سے اتفاق ہے - میرے نزدیک آپ نے نہایت اچھی راہ مسلمانوں کے لیے نکالی ہے - اسی میں مسلمانوں کے لیے بھلائی اور قومی بہبودی ہے' خداوند کریم آپ کو اپنے ارادوں میں کامیاب کرے اور ہمیشہ آپکی مدد کرے - آپکا قول کہ " ہم ہر چیز کلام الہی سے حاصل کرسکتے ہیں' کیا وجہ ہے کہ دوسروں کا سہارا اور مدد تلاش کریں " نہایت درست اور بجا ہے - بیشک کلام پاک مذہبی اور پولیٹکل دونوں تعلیم دیتا ہے اور اس سے بہتر تعلیم اور کسی چیز سے نہیں حاصل ہو سکتی -

---

جناب محمد اسمٰعیل صاحب (تلنگ) از تندودم (ضلع ...)

(۱) الہلال کی روش (پالیسی) سے مجھے اصولاً بالکل اتفاق ہے - واقعی کلام پاک ہی ایسا ذریعہ ہے جسپر بھروسہ کرکے اور جس کو رہنما بنا کے مسلمان اپنی گذشتہ عظمت کو حاصل کرسکتے اور اپنی موجودہ حالت کو سنبھال سکتے ہیں ' لیکن چونکہ بد قسمتی سے مسلمانوں کو کلام پاک کیطرف سے بے پروائی بڑھی ہے اور عرصہ سے وہ اسکو بھولے ہوئے ہیں' اسلیے ایسا طرز اختیار کرنا چاہیے جو " نئی روشنی والوں " یا " گمراہوں ' کیلئے بھی ہر ایک لحاظ سے دلچسپ و دلکش ہو اور اسکو بالکل ایک نئی چیز معلوم نہو -

(۲) فروعی امور کے متعلق میری راے یہ ہے کہ صداقت کا اظہار خواہ کیسے ہی لہجہ اور کسی قسم کے الفاظ میں کیا جاوے ہمیشہ تلخ ہی معلوم ہوگا - میرے نزدیک الہلال کا لہجہ ابتک نہایت دلچسپ' سنجیدہ' اور دلیرانہ رہا ہے - میں چاہتا ہوں کہ اس سے بھی زیادہ دلیرانہ ہو -

(۳) پولیٹکل تعلیم بھی آپ کے مقاصد میں سے ایک خاص مقصد ہونا چاہیے - یعنی یہ کہ آپ خصوصیت کے ساتھہ قوم کے سامنے پولیٹکل پروگرام پیش کیجیے - [لیکن ابتک الہلال کیا کرتا رہا ؟ - الہلال] -

(۴) چار اوراق خاص اسلامی دنیا کے واسطے مستقل طور سے وقف ہونے چاہئیں - مراکو اور ایران کے متعلق عرصہ سے الہلال میں ایک لفظ بھی نہیں دیکھا - ایسا ہونے سے بہت سے ناظرین کی دلشکنی ہوتی ہوگی - میرے خیال میں یہ انتظام مثل ٹامز وغیرہ کے ہو - [درست ہے' لیکن ٹامز اور ہر انگریزی اخبار کی خوش قسمتی کہاں سے لاؤں ؟ اگر ٹامز کی طرح مجھکو بھی مجلس ساتھہ اخبار ملجاتے تو بجنسہ انکے اقتباسات کمپوز کرکے ان کے دو دو تین تین عنوانوں کو بھی بھرنا مشکل نہ تھا - لیکن اردو اخبار کے ایڈیٹر کے لیے دقت یہ ہے کہ یا تو خود لکھے ' یا ترجمہ کرے کہ اسکی محنت بھی مثل ترجمے کے ہے - الہلال]

جناب مولوی محمد یعقوب صاحب (حلقہ روانی) از ریلوے اسٹیشن بنارس شہر

آپ نے جو بذریعہ ضمیمہ الہلال مورخہ ۲۲ - ستمبر سنہ ۱۹۱۲ ع طریق دعوت و پیرایہ بیان وغیرہما کے لیے راے طلب فرمائی ہے' تو امر واقعی یہ ہے کہ بسبب دو سبب کے میری راے دہی کی کوئی وقعت نہ سمجھی جاویگی - اول یہ کہ ادنی درجہ ہونے کے باعث میری کوئی راے اعلی و اوسط طبقہ کے مسلمانوں میں قابل پذیرائی نہیں ہوسکتی - آج زمانہ کی حالت دگرگوں ہے - اب خیر القرون کا وقت گذر گیا - دوسرے یہ کہ میں ایک مشہور عقلمند قوم سے ہوں " (الہلال) " جنہیں اکثر صاحبان خصوصاً مصنوعی شرفاء نے قدرتی بے وقوف سمجھہ رکھا ہے ' حالانکہ دیکھتے ہیں کہ جتنے شان میں یہ ضلع کوئی ہوتی ہے ایمیں بالفعل کافی تعداد علماء ' فضلا ' صناع و تجار کی پائی جاتی ہے ' جنکو بطفیل حکومت برطانیہ اعلی اسلامی حریت بقدر حاصل ہے جو کہ ہمارے لیے رحمت خداوندی ہے ' مگر ہمارے نمایشی شرفا نے اپنے ہادی قرآن مجید کو جزدان میں بند کرکے رکھدیا ہے' پھر انہیں کیسے معلوم ہوسکتا ہے کہ شریف کون ہیں اور رذیل کون ہیں اور کون لوگ قابل قدر اور کون صاحب لائق عزت ہیں ؟ اچھا وہ نہیں دیکھتے تو انہیں میں دکھلاتا ہوں یا ایها الناس انا خلقنٰکم من ذکر و انثی وجعلنٰکم شعوبا و قبائل لتعارفوا ان اکرمکم عند الله اتقٰکم' ان الله علیم خبیر - یعنی اے لوگو پیدا کیا تمکو ایک مرد ایک عورت سے اور کیا تمکو کنبوں اور قبیلوں میں ' تا کہ پہچانے ایک دوسرے کو ' تحقیق بزرگ (شریف) تم میں سے زیادہ پرہیزگار تم میں سے ہے ' تحقیق الله جاننے والا خبردار ہے -

اب اس کے موضوع بحث کو کسی دوسرے وقت کیواسطے اوٹھا رکھتا ہوں اور ہر دو وجوہ بالائے طاق رکھکر اس اصول کو پیش نظر رکھتا ہوں ' کہ " اسلام کی اخوت عمومی تفرقہ قوم و ملک و بوم سے پاک ہے اور اسکا ایک ہی خدا اپنے ایک آسمان کے نیچے تمام فرزندان توحید کو ایک جسم واحد کی صورت میں دیکھنا چاہتا ہے : ان هذہ امتکم امة واحدة و انا ربکم فاعبدون (الہلال) " اور راے دہی کے لیے طیار ہوں کہ آپ نے جیسا اپنا دستور العمل قرآن شریف (انه لقول فصل وما هو بالهزل) کو بنا رکھا ہے اوسی پر قائم رہیے اگر آپ اسی راہ مستقیم سے منزل طے کرینگے تو میری راے میں اس سے بہتر صراط مستقیم کوئی نہیں ہے - ذالک الدین القیم ولٰکن اکثر الناس لا یعلمون - لہذا آپکی طرز تحریر کے ساتھہ جو اعتدال سے نہایت معقول ہے مجھے اصولاً و فروعاً اتفاق ہے -

و الحمد لله الذی هدانا لهذا وما کنا لنهتدی لولا ان هدانا الله -

---

ضمیمہ الہلال کو دیکھہ کر ایک فرد قوم کی راے

(۱) اول پیرایہ دعوت یا طرز بیان کا مسئلہ شروع ہوتا ہے اسکے متعلق گذارش ہے کہ ایک مدت سے سوئی ہوئی قوم کیلیے معمولی آواز کیا مفید ثابت ہوسکتی ہے جب تک سختی سے سخت اور شدید سے شدید لب و لہجہ میں کانوں کے پردے نہ ہلا دیے جائیں ؟ غلامی اور استبداد نے جو حالت آج مسلمانوں کی بنا رکھی ہے کس کی نظروں سے پوشیدہ ہے ؟ نہ اونمیں کہیں اخلاقی جرات کا نشان ملتا ہے ' نہ استقلال کا پتہ - کیا اب بھی مسلمان وہی مسلمان ہیں جو قرون اولی اور قرون متوسطہ کے مسلمان تھے' جنکے استقلال اور شہامت کے غیر فانی تذکرے کرکے ہم بیجا طور پر فخر کرتے ہیں ؟ اصل یہ ہے کہ مسلمانوں نے اپنی حالت خود اپنے ہاتھوں تباہ کر رکھی ہے ' اسلام اب بھی وہی ہے ' جو آج سے تیرہ سو برس پہلے

ولا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحکیم)

الهلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

7-1, MacLeod street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12

مدیر مسئول و محرر خصوصی

احمد المکلف بابی الکلام الدہلوی

مقـام اشاعت

۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۱۸ — کلکتہ : چہارشنبہ ۳ ذی الحجہ ۱۳۳۰ ہجری — جلد ۱

Calcutta Wednesday, November 13, 1912

فہرست

تصـــاویر

عثماني فتح عظیم

-- * --

ترکوں کا حملہ شروع ہوگیا

— * —

متي نصـــر اللہ ؟ ؟

الا ان نصـــر اللہ قـــریب ! !

—:—

قسطنطنیہ (۱۱ - نومبر)

بنام : دفتر الہـــلال

خط اور تار پہنچـــا - مایوسي نہیں ' بلکہ انتظار کرنا چاہیے - فوجي بدنظمي ' انتظامات کي ابتري ' کثرت بارش ' فقدان غذا ' عیسائي سپاہیوں کا فرار ' افسروں کي نا تجربہ کاری - تاہم اصل مقصد حاصل - دشمن کي قوت پر موت طاري ہوگئي ' ایڈریا نوپل پر کامل اور یادگار شکست کے بعد فرار پر مجبور ہوگئے - (چتلجا) پر روسوں سے سخت لڑائي جاري ہے ' آج کي سرکاري خبر ہے کہ ۲۰ ہزار سے زیادہ بلغاریوں کا نقصان ہوا ' اب عثماني حملہ شروع ہوگیا ہے - ایڈریا نوپل کي طرح بڑھتی جاے گي -

محمد اللہ (ایڈیٹر العرب)

فہرست

زر اعانۂ ہلال احمر

—— - ——

جو دفتر الہلال میں کھول دي گئي

— * —

سات ہزار روپیہ جمع ہوچکا ہے' اور بحمدللہ سلسلہ جاري - مفصل فہرست اسماۓ رقوم ایندہ نمبر سے شائع ہونا شروع ہوجاے گي -

شذرات

— * —

النبأ العظیم

— * —

جنگ کے ماضی و مستقبل پر ایک نظر

(۱)

عم یتساءلون عن النبا العظیم ' الذي هم فیه مختلفون - کلا سیعلمون ثم کلا سیعلمون (۱) کیونکہ عجب نہیں کہ حالات میں تغیر ہو ' واقعات اپنی صورت بدلدیں ' حقیقت بے نقاب ہوجاے ' مایوسیاں امید کی ' اور اضطراب سکون کی جگہہ لے لیں ' وهو الذي ینزل الغیث من بعد ما قنطوا و ینشر رحمته ' و هو الولی الحمید -

جنگ اس حالت میں شروع ہوئی کہ (بقول انگلشمین) کسی کی نظر بھی (بلغاریا) کی طرف نہ تھی ' بلکہ تمام عالم ترکوں کی طرف دیکھہ رہا تھا - لیکن اب دنیا کو بلغاریا کی طرف دیکھنا پڑا ہے ' پھر کیا وقت آگیا ہے کہ عثمانی تلوار کو نا قابل نظر انداز کردیا جاے ؟ آٹھہ سو برس تک دنیا نے ترکوں کی نسبت جو کچھہ سمجھا ہے ' دو ہفتے کے اندر کے واقعات کے بعد ' کیا ہمیشہ کیلیے اسکو بھلادینا چاہیے ؟

اور کیا موجودہ جنگ کی نسبت آخری راے قائم کرلینے کا وقت آگیا ؟

اسمیں شک نہیں کہ آغاز جنگ سے لیکر اس وقت تک واقعات اور انکی اطلاعات کا جو انداز رہا ہے ' اس نے عثمانی امیدوں کے پاے استقلال کو ڈگمگا دیا ہے - پے درپے شکستوں کی خبریں ' بربادیوں اور نقصانوں کے تخمینے ' قبضئی مقامات کو چھوڑ دینے کے اشارات نے آئندہ کی امیدوں کو بھی ضعیف کردیا ہے ' اور میدان جنگ کا چہرہ قسطنطنیہ کیلیے اسدرجہ مایوس ہے کہ دول یورپ اب اپنے صد سالہ ارادوں کی تکمیل کا وقت سامنے دیکھہ رہے ہیں - سب سے پہلے دلی بے چینیوں نے انگلستان کو بدحواس کیا ہے - ۹ نومبر کو گلڈھال میں مسٹر اسکوئتھہ اس خنجر کے تیز کرنے میں تمام ساتھیوں کو اپنا معاون بنلاتے ہیں ' جس سے عنقریب ترکی جسم کی قطع و برید کی جاے گی ' اور اس طرح انگلستان اس عظیم الشان فتح صدی کو حاصل کرنا چاہتا ہے کہ اسلام کے جسم کو آخری مرتبہ ٹکڑے ٹکڑے کردینے کیلیے سب سے زیادہ قوی تلوار اسی کے ہاتھہ میں تھی :

قد بدت البغضاء من افواههم ' وما تخفي صدورهم اکبر ' قد بینا لکم الایات ' ان کنتم تعقلون (۳ : ۱۱۴)

دشمنی تو انکی باتوں سے ظاہر ہی ہوگئی ' اور جو ارادے انکے دلوں میں چھپے ہوے ہیں ' وہ اس سے بھی بڑھکر ہیں ' جو انھوں نے ظاہر کیے ہیں - یہ حقیقت ہے جو ہم نے مسلمانوں پر واضح کردی ' بشرطیکہ وہ عقل اور فکر سے کام لیں -

سب سے زیادہ یہ کہ خود مسلمانوں کے دل ٹوٹ گئے ہیں ' پہلے تحیر ' اور اب مایوسی دلوں پر چھا گئی ہے ' ترکوں کی پے در پے شکستیں صرف انہی کیلیے نہیں ' بلکہ تمام عالم کیلیے نا قابل فہم واقعہ تھا ' مگر تاہم واقعات اسقدر تیزی سے ظاہر ہوے ' کہ نہ تو دلوں کو تعجب کا وقت ملا ' اور نہ دماغ کو غور و فکر کا - اس سے بھی بڑھکر بظاہر یاس افزا پہلو یہ ہے کہ خود عثمانی اطلاعات بالکل خاموش ہیں ' اور خبر آتی بھی ہے ' تو زیر فتح و شکست مقامات کی نسبت کوئی نیا واقعہ نہیں سناتی -

جو حالت اس وقت بلا استثنا تمام عالم اسلامی کی ہو رہی ہے ' اس نے درحقیقت پہلی مرتبہ اس اسلامی رشتۂ اخوت اور خلافت اسلامی کی مرکزی قوت کے اندازہ کرنے کا صحیح موقعہ دیا ہے ' جسکی وقت سے پہلے خود بہت سے مسلمانوں کو بھی خبر نہوگی - جس طرح صحت و زندگی میں اپنے کسی عزیز کی محبت والفت کا صحیح اندازہ نہیں کیا جا سکتا ' لیکن جب وہ بیمار پڑتا ہے ' یا کسی سخت مصیبت میں مبتلا ہو جاتا ہے ' تو پھر ہر شخص کا دل اسکو بتلا دیتا ہے کہ اسکی صحت و تندرستی ہی پر اسکا آرام اور چین موقوف تھا - بعینہ یہی حال اس وقت مسلمانوں کا ہو رہا ہے - وہ ترکوں کو ہمیشہ سے جانتے ہیں ' اور یہ بھی انہیں معلوم تھا کہ اسلام کی عزت و عظمت آج صرف انہی کے دم سے وابستہ ہے ' تاہم شاید بہتوں کو یہ معلوم نہ تھا کہ اگر کسی دن ہمارا یہ عزیز بستر پر پڑ جاے گا ' تو ہمارے دلوں کا کیا حال ہوگا ؟ لیکن آج کون مسلمان ہے ' جو شکست کی خبریں سنکر یہ محسوس نہیں کرتا کہ راحت و سکون کی ایک متاع تھی ' جو آج اس سے کھو گئی ہے :

ہمارے بعد بہت ہم کو روے اہل وفا
کہ اپنے ملنے سے مہر و وفا کا نام مٹا

لا تایسوا من روح الله

مگر با ایں ہمہ حالات ہم دیکھتے ہیں تو حالات گو درد انگیز ہیں ' مگر اسدرجہ مایوسی بخش نہیں ' جس قدر عام طبائع محسوس کر رہی ہیں - اب تک جو کچھہ ہو چکا ہے ' اس میں ایک واقعہ بھی ایسا نہیں ہے ' جسے جنگ کی اصلی منزل کہا جا سکے - یہ سچ ہے کہ انسانی خلقت کی بوقلمونی طبعی کا ایک بڑا خاصہ یہ بھی ہے کہ وہ جس قدر جلد خوش ہوتا ہے ' اتنا ہی جلد غمگین بھی ہوجاتا ہے : و خلق الانسان من عجل - تاہم جو افکار اس وقت ہمارے سامنے ہیں ہم سمجھتے ہیں کہ اگر لوگ اس پر غور کریں ' تو صورت واقعہ انہیں بالکل مختلف نظر آے گی -

جنگ کے حدود طبعی اور فریقین کے خطوط محدد

کسی جنگ کی فتح و شکست اصلی کی نسبت راے قائم کرنے سے پہلے اس نقشے پر نظر ڈال لینی چاہئے ' جو فریقین نے اپنے اپنے حدود جنگ کی نسبت مرتب کیے ہوں - جنگ در اصل ایک سفر ہے ' جو بعض اوقات متقابل اور بعض اوقات متضاد سمتوں کی طرف در مقابل ارادوں کے فریق شروع کرتے ہیں ' اور اسکے لیے اپنے اپنے سفر اور سفر کی منزلوں کا ایک خط کھینچ لیتے ہیں - موجودہ حالات میں ہماری مایوسیوں کی اصلی علت یہ ہے کہ مقدونیا کی متحدہ قوتوں نے اپنے لیے جو حدود اور خطوط مقرر کیے ہیں ' وہ ہمارے سامنے ہیں ' لیکن ترکوں کو چونکہ پہلے مدافعت اور پھر حملہ کرنا تھا ' اسلیے انکی مدافعت کی کمزوریاں تو ہر شخص کے سامنے آگئیں ' مگر حملہ و ہجوم کے عزائم بالکل پوشیدہ ہیں ' اور ترکوں نے بھی مصلحت اسی میں سمجھی ہے کہ واقعات کے ظہور سے پہلے تک پوشیدہ ہی رہیں -

بلقانی اتحاد نے اس جنگ میں " انفراد و اجتماع " کا طریقہ اختیار کیا تھا -

---

(۱) یہ لوگ ایک دوسرے سے کسی بات کا حال دریافت کر رہے ہیں ؟ کیا اس بہت بڑے حادثے کا ' جسکی نسبت یہ لوگ مختلف طرح کی رائیں رکھتے ہیں ؟ تو خیر بہت جلد انکو معلوم ہو جاے گا ! اور پھر دوبارہ کہتے ہیں کہ بہت جلد معلوم ہو جاے گا -

یعنی بلغاریا، سرویا اور مانٹی نیگرو اپنے مختلف خطوط سے حملہ آور ہوکر کسی مناسب اجتماع مقام پر مجتمع ہوجائیں، اور پھر حملہ آورانہ قسطنطنیہ میں داخل ہوں - اسکے لئے مانٹی نیگرو نے جنوبی جہت کا راستہ اختیار کیا اور سقوطری پر قبضہ کرکے سرویا کی فوج سے مل جانا چاہا - سرویا کے سامنے دو راستے تھے (واردی برود) کی راہ بڑھکر (کومانو) پر قبضہ کرلے گا، اور (ولجہ) پر قبضہ کرنے کے بعد کمانور اور اسکوب پر حملہ کرے گا - اس نے دوسرا راستہ اختیار کیا، کیونکہ اس صورت میں بلغاریا کے ساتھہ بہت جلد مل جاسکتی تھی -

بلغاریا جو در اصل اس اتحاد کی اصلی قوت تھی، اسکے سامنے بھی سفر جنگ کے دو خطوط تھے، پہلا (وادی ماریزا) اور (تندجہ) کی راہ سے حملہ کرے گا، اور دوسرا وادی (اسلوما) کی راہ سے بڑھنے کا - فوجی مبصرین اور خود ترکوں کا بھی یہی خیال تھا کہ وہ پہلا راستہ اختیار کرے گی، لیکن اس نے دوسری راہ اختیار کرکے ایک ہی وقت میں پہلا حملہ ایڈریانوپل پر اور دوسری طرف (صوفیا) سے شمالی جانب (اسلوما) کی وادیوں کی سمت کردیا -

اسکے مقابلے میں ترکی فوج کو ایک جنگ میں دو پہلو اختیار کرنے تھے - سب سے پہلے مدافعانہ اور اسکے ساتھہ ہی حملہ آورانہ - مدافعت میں اسکے لیے دو کام ضروری تھے، متعدد فوجوں کو اسطرح راہ میں روک دینا کہ ایک دوسرے سے ملنے کی مہلت نہ پا سکیں - اسکے بعد حملے کی اصلی قوت یعنی بلغاریا کی پیش قدمی سے اپنی حفاظت کرنی -

لیکن حملے کا خط اور اسکے حدود کیا مقرر کیے گیے؟ اور اسکے لیے کس وقت کا انتظار کیا جا رہا ہے؟ اسکی تفصیل کو ترکوں نے سرکاری طور پر بالکل پوشیدہ رکھا ہے - لیکن تمام عثمانی پریس، موجودہ وزارت کا ارگن . (الحریۃ و الائتلاف)، صحیح قیاسات و آرا، اور سب سے زیادہ قسطنطنیہ کا ایک پرائیوٹ تار، یقین دلاتا ہے کہ اول اعلان جنگ سے ترکوں نے اپنے حملہ کی ایک ہی منزل، ایک ہی مقصد، اور اسکے لیے ایک ہی خط قرار دے رکھا ہے، یعنے مجموعیت قوا اور حفاظت ایڈریانوپل، بخط مستقیم (صوفیا) پر قبضہ کرلینا - اسی کو ترک جنگ کا اصلی فیصلہ، اور اپنی تمام جنگی جہد و سعی کا نتیجہ وحید سمجھتے ہیں -

پس یہ کیسی سخت غلط فہمی ہے کہ تمام دنیا صرف (فرق ملعسي) کی جنگ کے نتیجے کو فیصلہ کن نتیجہ سمجھہ رہی ہے؟ حالانکہ یہ تو عثمانی جنگ کا صرف ایک ابتدائی مدافعانہ ٹکرا ہے، اور ترکوں کا حملہ اس وقت تک شروع ہی نہیں ہوا جس کو موجودہ جنگ میں وہ اپنی اظہار قوت کا اصلی وقت سمجھتے ہیں -

لیکن اب تک کیوں نہیں شروع ہوا؟ اسکے اسباب ابتدا ہی سے واضح تھے، اور اب خود یورپین نامہ نگاروں کی شہادت سے واضح تر ہو رہے ہیں -

ترکوں کی مشکلات

ترکوں کی مشکلات کی کوئی انتہا نہ تھی، اگر فوجی طیاری کے یہ معنی ہیں کہ کسی طے شدہ پیش آنے والی جنگ کے لیے فوجی قوی اور اسکے متعلقات کو ہر طرح سے مکمل کردینا، تو یہ حقیقت کسی دلیل کی محتاج نہیں کہ اس جنگ کے لیے بلقانی اتحاد کامل بیس برس سے طیار ہو رہا تھا، اور دول کی ہر طرح کی اعانت اسکے ساتھہ تھی - اسکے مقابلے میں عثمانی گورنمنٹ کا یہ حال تھا کہ اول تو اعلان جنگ کے وقت تصادم احزاب اور تزاحم اعراض مختلفہ سے حکومت ایک متصل بحران میں مبتلا تھی، پھر جنگ کا اعلان ایسے وقت میں ہوا کہ جنگ طرابلس کی وجہ سے ہروہ فوجی نقل و حرکت، جسکا تعلق کچھہ بھی سمندر سے تھا، اٹالین بیڑے کے مراقبے کی وجہ سے محال ہو رہی تھی - صلح کے بعد ترکی کو نقل و حرکت کی مہلت ضرور ملی، مگر ۳ اکتوبر کو بلغاریا نے حملہ شروع کیا ہے، اور ۱۵ - کو اوچی میں کاغذات صلح پر آخری دستخط ہوے ہیں - اس سے صاف ظاہر ہے کہ اعلان جنگ کی سب سے زیادہ قیمتی فرصت میں ترکی قوی اجتماع سے بالکل مجبور رہے

یورپین ترکی میں جسقدر فوج موجود تھی، اول تو ضروری نقاط مدافعت میں اسکا اجتماع کافی نقل و حرکت کا محتاج تھا، پھر سب سے بڑی مشکل یہ تھی کہ ایک ہی وقت چار مختلف حریفوں کا مقابلہ بالکل مختلف مقامات میں درپیش تھا، اور وہ باہم ایک دوسرے سے اسطرح الگ تھے کہ بغیر کسی دوسری طاقت کو راہ سے ہٹانے ایک مقام کی فوج دوسرے مقام کی فوج کو مدد دے نہیں سکتی تھی - مثلا (سقوطری) کو نقشے میں دیکھیے، تو صاف معلوم ہو جاے گا کہ بلغاریا کے خط دفاع پر جسقدر فوج موجود تھی وہ با وجود خطرے کے علم کے بغیر (سرویا) سے برسر پیکار ہوے مانٹی نیگرو کے مقابلے میں نہیں جا سکتی تھی -

یہ، اور اسی طرح کی بے شمار مشکلات تھیں، جنکی وجہ سے ترک بالکل مجبور و معذور ہوگئے تھے، اور انکے لیے محال قطعی تھا کہ مدافعت کے ساتھہ ہی اپنے حملۂ و اقدام کو بھی شروع کر سکیں -

مدافعت کی کمزوری

ترکوں کی مثال اس وقت بالکل اس شخص کی سی ہوگئی تھی، جس پر دشمن نے عین غفلت میں حملہ کیا ہو، اور اسکی ڈھال اور تلوار، دونوں دور پڑی ہوئی ہوں - لیکن ترکی نے بھاگنے کی جگہہ اسکو پسند کیا، کہ ڈھال کا کام ہاتھہ کی ہتھیلی سے لے، اور گو ہاتھہ زخمی ہو جاے، جبکہ اتنی فرصت پاکر وہ اپنی تلوار اٹھاسکے، اور پھر دشمن کی گردن کو زخمی کر سکے -

پس ترکی فوج نے اس وقت تک جسقدر مدافعت کی ہے، وہ اسی طرف سے جنگ کی کوئی اصلی کوشش نہ تھی جسکے نتائج اسکے لیے فیصلہ کن ہوں، بلکہ در اصل محض حملے کی طیاری تک کیلیے ایک فرصت کا حاصل کرلینا تھا -

ناظم پاشا کی اطلاعات، اور اُن تاروں سے جو ترکی قنصلوں کے نام بھیجی گئیں ہیں، اگر بالکل قطع نظر کرلی جاے، جب بھی خود انگریز نامہ نگاروں کے تار اس حقیقت کے انکشاف کیلیے ایک محکم شہادت ہیں کہ ترکوں نے کیسی سخت بے سر و سامانی اور ابتری کی حالت میں مدافعت شروع کی تھی؟ ۷ - نومبر کے تاروں میں " تجربہ کار " نامہ نگاروں کا یہ اعتراف شائع کیا گیا ہے کہ ترکی فوج کی شجاعت میں شک نہیں، مگر اسکا کیا علاج کہ عام ضروریات جنگ کا بھی انتظام نہ تھا، حتی کہ فوج کے کئی دستے تھے، جو چار چار دن تک بغیر غذا کے لڑتے رہے اور انکو ایک وقت کی روٹی بھی نصیب نہ ہوئی، اور اگر خود ناظم پاشا کے بیان کا اسپر اضافہ کیا جاے تو اسلحۂ جنگ کی کمی اور بے عنوانی اسکے علاوہ تھی - باوجود اسکے ترکوں نے مانٹی نیگرو و بلغاریا تک پہنچنے نہیں دیا، یونان اپنی شکستوں کا مجبوراً خود اعتراف کر رہا ہے، سرویا اور بلغاریا کو اس وقت تک مختلف مقامات میں سات سخت شکستیں دیچکے

ہیں' اور اس ہفتے کی ترکی ڈاک کو بھی سامنے رکھہ لیا جائے' تو ٢٢ - اکتوبر تک تیرہ مقابلوں میں ترکی فوج کامیاب ہو چکی تھی -

ایک سخت ابلہانہ غلط فہمی بلقانی اتحاد نے یہ پھیلادی ہے کہ ترکی خطوط مدافعت کے استحکامات کو عظیم الشان ظاہر کرکے اپنی فتح مندیوں کی قیمت المضاعف کردینا چاہتی ہے - (قرق قلیسی) جس کو لفٹنٹ (وگز) دنیا کا ایک ناممکن التسخیر طلسمی قلعہ بتلاتا ہے' اور پھر اسکی فتح' دنیا کا ایک عظیم الشان واقعہ سمجھا جاتا ہے' اسکے متعلق ٢٠ - نومبر یعنی تسخیر قرق قلیسی سے دو ہفتے پیشتر اخبار (الحریۃ والائتلاف) لکھتا ہے

" ہم کو اس وقت جسقدر بھروسہ ہے' صرف عثمانی سپاہ کی مسلمۂ عالم شجاعت پر' کہ اگر قرق قلیسی کے قلعے مضبوط نہیں ہیں' تو وہ اپنے جسموں کی دیواروں کو قسطنطنیہ کی حفاظت کیلیے مضبوط بنالیں گے - ورنہ ہم جانتے ہیں کہ ہماری خط مدافعت پر ایک قلعہ بھی ایسا نہیں ہے' جو حملہ آور فوج کے لیے سخت مشکلات پیدا کر سکے - عہد سابق نے تیس سال قرق قلیسی اور ایڈریا نوپل کے قلعوں پر صرف کیے' مگر عثمانی خزانے کو جنت جرمن اوباشوں کے ہاتھہ میں دیدیا' جنہوں نے مدافعت کے قلعوں کی جگہہ ریت کی دیواریں کھڑی کردیں " -

افسوس ہے کہ تفصیل کا موقعہ نہیں' ورنہ اسلوب' تعاون' اور مصطفے پاشا کی نسبت بھی ہم بحث کرنا چاہتے ہیں -

مقامات کے استحکام کا یہ حال تھا' فوری خبر مصنوع' اور سامان مفقود تھا' فوج کو غذا تک میسر نہ تھی' افسروں میں اختلاف' اور ناتجربہ کار افسروں کی کثرت تھی' عیسائی عثمانی فوج غداری کے لیے ہر جگہہ مستعد' اور میدان جنگ میں قدم رکھتے ہی الٹے پاؤں بھاگ جانے کا ارادہ کر چکی تھی' ایک ہی وقت میں چار دشمنوں کا مقابلہ درپیش' اور اس لیے پوری ترکی کی فوجی قوت چار حصوں میں منقسم ہوگئی تھی' باوجود اسکے ترکوں نے مانٹی نیگرو کو سقوطری کی دلدل میں پھنسادیا' سرویا کو پیہم شکستیں دیں' اور بلغاریا کی تمام قوت کا کھانو اور قرق قلیسی کی جنگ میں خاتمہ کردیا' پھر حیرت ہے کہ دنیا ترکوں سے اور کس شجاعت کی متمنی ہے؟ اور وہ انکو گوشت اور خون کا انسان تسلیم کرتی ہے' یا لوہے کا ستون؟

واقعات سے اب آہستہ آہستہ پردے اٹھہ رہے ہیں - خود لفٹنٹ وگز جسکی خبروں پر تمام یورپ کی اطلاعات کا دار و مدار ہے' اور جو یقیناً اپنے گھر سے جھٹ چلا تھا' تو بلغاریا کی مسلسل مداحی کے لیے کوئی سخت قسم کھا چکا تھا' اب علانیہ ترکی مدافعت اور بلغاریا کے خسران عظیم کا اعتراف کر رہا ہے - اسکی ٦ نومبر کی بھیجی ہوئی تحریر اب شائع کی گئی ہے' جسکی نسبت (لنڈن ٹائمس) کا بیان ہے کہ " ترکی مدافعت کے اعتراف میں اسکے الفاظ نہایت حیران کرنے والے ہیں' بلغاری محاصرے کی توپیں نہایت عمدہ تہیں' انہوں نے نہایت سخت مسلسل حملے کیے' لیکن انکے نقصانات کا اندازہ دل کو لرزا دینے والا ہے - صرف ایک حملے کے اندر دو پوری بلغاری بٹالینیں ضائع ہوگئیں اور صرف دو کمپنیاں بمشکل بچ سکیں "

مایوسی کی جگہہ انتظار کرنا چاہیے

پس جو لوگ ترکوں کی طرف سے مایوس ہو رہے ہیں' انکو سب سے پہلے اس امر پر غور کرنا چاہیے کہ جنگ کی فتح و شکست کا فیصلہ مقامات راہ کی تسخیر پر نہیں' بلکہ خطوط جنگ کی اصلی منزل پر موقوف ہے - سب سے پہلے انکو فریقین کے مقاصد جنگ پر نظر ڈالنی چاہیے - بلقانی اتحاد کا اصلی غرض یہ تھا کہ وہ ایڈریا نوپل کو فتح کرلے' تاکہ قسطنطنیہ کا دروازہ اسکے لیے کھل جائے' اسکے مقابلے میں ترکوں کا فرض تھا کہ ایڈریا نوپل کی آخر دم تک حفاظت کریں اور اسکے ساتھہ ہی دشمن پر حملہ کا وار بھی کردیں - بلغاریا اب تک باایں ہمہ فتوحات' مقصد جنگ کے حاصل کرنے سے عاجز رہی ہے' اور ترک باہمہ اسباب مایوسی' اب تک ایڈریا نوپل کو بچائے ہوے ہیں - نیز ہم کو یقین واثق ہے کہ عنقریب واقعات کا انکشاف و انقلاب انکے حملہ آورانہ اقدام پر سے پردہ اٹھا دیگا -

بلغاریا کی تمام قوت ختم ہوچکی ہے اور صرف ایک ضرب کاری کی ضرورت ہے' اللہ کے فضل سے کچھہ بعید نہیں' کہ وہ چالیس کروڑ دلوں کی بے چینی پر رحم فرمائے' اور ترکوں کو اس وقت استقامت کے ساتھہ ایک آخری مقابلے کی توفیق دیدے

ولقد نصركم الله ببدر و انتم اذلة

ہم نے مندرجۂ صدر سطور کے لکھنے میں نہایت احتیاط سے کام لیا تھا' اور اپنی عادت کے خلاف حالات پر بحث کرنے کیلیے نہایت سادہ الفاظ تلاش کیے تھے' تاکہ امیدوں اور توقعات کے قائم کرنے میں کوئی بے اعتدالانہ جوش اور غیر واقعی توقعات ظاہر نہوں' لیکن الحمد للہ کہ اس تحریر کے ختم کرنے سے پہلے ہی ہم کو اپنی امیدیں اور تمنائیں واقعات کی صورت میں نظر آنے لگے ہیں - ریوٹر (٩ نومبر) کو قسطنطنیہ سے اطلاع دیتا ہے :

" ٣٦ گھنٹے کی مسلسل اور شدید جنگ کے بعد عثمانی فوج نے دشمنوں کو ایک ایسی شکست عظیم دی' جو ترکوں کی تاریخ میں ہمیشہ بے نظیر سمجھی جائے گی - بلغاریا کی ابتری اور بدحواسی کا عجیب عالم تھا' ترکوں کی گولیاں بارش کیطرح ان پر پڑ رہی تہیں اور وہ بھاگے جا رہے تھے' یہاں تک کہ اپنے سامان جنگ کی بھی خبر نہ لے سکے جس پر تمام تر ترکوں نے قبضہ کرلیا "

مستهم البأساء والضراء و زلزلوا حتى يقول الرسول والذين آمنوا معه متى نصر الله؟ الا ان نصر الله قريب (٢ : ٢١٠)

یہ وہ لوگ تھے کہ نہایت شدید سختیوں اور مشکلوں میں مبتلا ہوگئے اور انکے پاے ثبات ہلگئے یہاں تک کہ اللہ کا رسول اور مسلمان چیخ اٹھے کہ آخر اللہ کی مدد کب آے گی اگر اس وقت میں بھی نہیں آئی؟ جواب ملا کہ کیوں گھبراتے ہو؟ سن رکھو کہ اللہ کی مدد کا وقت قریب آگیا !!

یہ تار ٩ - نومبر کی شام کو قسطنطنیہ سے روانہ کیا گیا ہے' اور ٹھیک یہ وہی وقت اور وہی دن تھا' جبکہ لنڈن کے (گلڈ ہال) میں مسٹر اسکوئتھہ مسیحی فتح مندی کے بادۂ غرور کا ایک نئے رنگ جام پیے ہوے مستانہ وار جھوم جھوم کر کہہ رہے تھے :

" افواج بلقان معہ ونیا اور نیورس پر قابض ہوچکی ہیں' سلانیک پر' جو یورپ میں مسیحیت کے داخلے کا دروازہ ہے' یونانی مسلط ہوگئے ہیں اور ہم فتح قسطنطنیہ کی خبر سننا ہی چاہتے ہیں "

وہ منظر بھی کس درجہ قابل رحم ہوگا' جب عین سرخوشی کے جوش بدمستی میں اس تار نے اپنا خمار آور جرعۂ ترش دانتوں کو جبراً کھولکر حلق کے نیچے اتارا ہوگا !

اگر انگلستان کے اس (بادشاہ کے بعد) سب سے بڑے آدمی کی زندگی ہمیں عزیز ہوتی' تو یقیناً ہمارے لیے یہ کام نہایت خوشگوار تھا کہ " فتح قسطنطنیہ " کے اس فرشتۂ بشارت کی دماغی و جسمانی صحت کی نسبت لنڈن کی طرف ایک تار روانہ کرتے' اور دریافت کرتے کہ ٩ نومبر کا تار پڑھنے کے بعد ڈاکٹروں نے انکی صحت کی نسبت کس قسم کی راے قائم کی ہے؟

۱۳ نومبر ۱۹۱۲

--*--

الجہـــاد فی الاســـلام

—:—

ذالک قولہم بافواہہم ، یضاہئون
قول الذین کفروا من قبل ،
قاتلہم اللہ انی یؤفکون
(۹:۳۰) (۱)

(۱)

—*—

کہتے ہیں کہ لفظ اور معنی میں جسم اور روح کا سا تعلق ہے ، مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بہت سے الفاظ دنیا میں ایسے موجود ہیں ، جنکے معانی کچھہ نہیں ، مگر انکی تاثیر طبائع پر سخت و شدید ہے -

منجملہ ایسے ہی لفظوں کے لفظ جہاد بھی ہے ، جسکو ہمیشہ یورپ نے نہایت خوف و دہشت سے سنا ہے - اس لفظ کے سنتے ہی ایک مسیحی کا تمام جسم شدت ہراس سے کانپ اٹھتا ہے ، اسکا دماغ مختل ہوجاتا ہے - اسکے نبض کی حرارت (۸۰) کی جگہہ (۱۵۰) تک پہنچ جاتی ہے ، اسکی آنکھوں میں سکرات موت کی مردنی چھا جاتی ہے ، اسکا سرخ و سفید چہرہ جسکی رنگت کو وہ اپنی قومی شرف اور امتیاز کا ایک خلقی جوہر سمجھتا تھا ، موت کے تصور سے سیاہ پڑجاتا ہے ، کیونکہ وہ دیکھتا ہے کہ بے امان عربوں کے جھنڈ اور وحشی ناشی بردقوں کے غول اپنے حونفشان نیزوں کو بلند کیے ، اور خوں ریز تلواروں کو حرکت دیتے ہوے آرہے ہیں ، جنکے سروں پر ایک سرخ علم لہرا رہا ہے ، اور اسپر آگ کے حرفوں میں لکھا ہوا ہے : " ہر غیر مسلم کو قتل کردو ، اسلیے کہ وہ مسلم نہیں ہے "

الفاظ کی تاثیر پر اگر بحث کی جاے ، تو جہاد سے بڑھکر اور کونسا لفظ ملسکتا ہے ، جسکی افسونگرانہ حکومت انسانی دماغ واعصاب پر اس درجہ موثر ہے !

اسلام کے متعلق یورپ کے تمام خیالات و تصورات کو ہمیشہ جہل اور غلط فہمی سے تعبیر کیا گیا ہے ، اور اسمیں شک نہیں کہ دنیا میں قوموں اور ملکوں کے باہمی نزاعات اور اختلافات کی ایک غالب علت سوء تفہم بھی ہے - اگر کوئی مصلح صلح و امن دنیا میں آنے والا ہے تو یقیناً اسکا اصلی کام یہ ہوگا کہ قوموں کے چہروں پرسے غلط فہمیوں کی نقاب اٹھا دے ، اور ہر گروہ کو اسکی اصلی صورت میں ظاہر کردے لیکن ہم ایک لمحہ کیلیے بھی یہ تسلیم نہیں کرسکتے ، کہ آج یورپ کی وہ قومیں ، جنکی نو آبادیوں نے مشرق میں مشرقیوں پر عرصہ حیات تنگ کردیا ہے ، اسلام اور مسلمانوں سے اسدرجہ بے خبر ہیں کہ انکے صد ہا صریح اتہامات کا اصلی سبب صرف سوء تفہم اور عدم واقفیت قرار دیا جاے -

کہیں ، داسورتھہ اسمتھہ ، اور کاسدری ہمکو بتلاتے ہیں کہ ان غلط فہمیوں میں یورپ کے مبتلا ہونے کیلیے تعصب اور جہل کے کیسے مجبور کن اسباب موجود تھے ، جو صلیبی لڑائیوں کے زمانے میں قائم ہوگئے تھے - ہم اسے تسلیم کرتے ہیں ، لیکن کیا بیسویں صدی میں بھی یورپ اپنے تئیں مذہبی تعصب کا شکار تسلیم کرنے کیلیے آمادہ ہے ؟ اور مشرق و مغرب کے اتصال کی موجودہ زندگی میں بھی اسکے پاس عذر جہل موجود ہے ؟

آج روس ، فرانس ، اور انگلستان کی حکومتیں افریقہ اور ایشیا کے سب سے بڑے علاقوں پر قابض ہیں ، مسلمانوں کے بڑے بڑے شہر یورپ کی نوآبادیاں بن گئے ہیں ، جنمیں دو تہائی صدی سے ہر طبقہ اور ہر درجے کے لاکھوں یورپین آباد ہیں ، اسلام محکوم اور حاکم ، دونوں صورتوں میں یورپ کے سامنے ہے ، قسطنطنیہ میں مسجدوں کے میناروں کے ساتھہ گرجوں کے کلس اسطرح مخلوط ہیں ، کہ پیرا کے کسی ہوٹل کی کھڑکی میں بیٹھکر یورپین سیاح کیلیے مشکل ہوجاتا ہے ، کہ وہ جامع احمد اور ارمنی چرچ کے کلسوں میں جلد امتیاز کرلے - پھر کیا کسی فرانسیسی نے الجیریا میں کبھی بھی یہ دیکھا ہے کہ کسی افریقی عرب نے کسی عیسائی تاجر کے محض اسکے عیسائی ہونے کی وجہہ سے خنجر بھونکدیا ہو ؟ ہندوستان کی کسی انگریزی عدالت میں آجتک کوئی مقدمہ ایسا پیش ہوا ہے جسمیں محض تعمیل حکم جہاد کیلیے کوئی انگریز قتل کرڈالا گیا ہو ؟ مسلمان نماز پڑھتے ہیں ، روزہ رکھتے ہیں ، اپنے مذہبی جذبات میں ابتک ایسے سخت و شدید ہیں کہ ایک مسجد کیلیے دس دس ہزار مسلمان جان دیدیتے ہیں ، پھر اگر اسلام کی تعلیم میں کوئی ایسا جہاد موجود ہے ، جیسا کہ یورپ نے سمجھا ہے ، تو یہ کیسی عجیب بات ہے کہ مسلمانوں کو کبھی بھی اپنے ایک سب سے بڑے فرض دینی اور خصوصیت ملی کو پورا کرنے کا خیال نہیں آتا ؟

اس بارے میں سب سے زیادہ تعجب انگیز حالت انگلستان کی ہے - دنیا بھر میں سب سے زیادہ تعداد مسلمانوں کی آج اسکے زیر حکومت ہے ، ہندوستان میں سو برس سے وہ اسلام کا مراقبہ کر رہی ہے ، لاکھوں انگریز شب و روز ہم میں رہتے ہیں ، اور ہزاروں ہیں جنکے گھر کسی مسلمان کے گھر سے اسقدر قریب ہیں کہ دونوں میں ایک دیوار سے زیادہ کوئی شے حائل نہیں - وہ دیکھتے ہیں کہ ایک مسلمان روز پانچ وقت نماز پڑھتا ہے مگر زندگی میں ایک بار بھی کسی انگریز پر جہاد کا حملہ نہیں کرتا ، لیکن با وجود اسکے اگر کسی انگریز سے پوچھا جاے کہ وہ میکسم توپ کا گولہ اپنے دل کے

---

(۱) یہ ان لوگوں کی اوڑائی ہوئی گپ ہے ، جو ان کافروں کیطرح کہیں ہانکتے ہیں ، جو انسے پہلے ہو گذرے ہیں - اللہ انکو غارت کرے - یہ کس طرح شیطان کے بھٹکاے ہوے بھٹکے چلے جارہے ہیں ؟

لیے پسند کرتا ہے یا جہاد کے لفظ کی سماعت کان کے لیے ؟ تو امید نہیں کہ آخر الذکر حالت کو پہلی صورت پر ترجیح دے !

قرآن حکیم نے اپنے نزول کے وقت عیسائیوں کی ایک خصوصیت یہ بتلائی تھی :

الذین آتیناہم الکتاب یعرفونہ کما یعرفون ابناءہم ، و ان فریقا منہم لیکتمون الحق و ہم یعلمون (۲ : ۱۴۱)

جن لوگوں کو کتب آسمانی دی گئی ہیں وہ اسلام کو ٹھیک اسی طرح پہچانتے ہیں ، جیسے اپنی اولاد کو ، کہ اسمیں کسی کا شک نہیں ہوسکتا ، اور انمیں کچھہ لوگ ایسے بھی ہیں ، جو دیدہ و دانستہ حق کو چھپاتے ہیں ، اور اصلیت سے اچھی طرح واقف ہیں -

آج بھی عیسائیوں کا اسلام کی نسبت یہی حال ہے - آج یورپ کے سیاسی حلقوں میں اسلام کی مذہبی تعلیمات کے متعلق جو اتہامات لگائے جاتے ہیں ، وہ کسی غلط فہمی پر نہیں ، بلکہ کسی دانستہ شیطنت کے دسیسۂ مخفی پر مبنی ہیں ، اور اگر اس آیت کریمہ کو تمام یورپ پر منطبق کیا جاے ، تو آخری ٹکڑے کا مستحق ٹھیک ٹھیک انگلستان ہے و ان فریقا منہم لیکتمون الحق و ہم یعلمون -

کروسیڈ کے زمانے میں یورپ اسلام کی نسبت جو کچھہ کہتا تھا ، اسمیں بھی غلط فہمی اور نا واقفیت صرف عام لوگوں کو تھی ، ورنہ ایک گروہ تھا ، جو صرف پولیٹکل اغراض سے دانستہ عیسائیوں کے تعصب کو بھڑکاتا تھا ، اور اس قسم کے اتہامات کو شہرت دیتا تھا - علی الخصوص مشرقی یورپ کے پادری ، جو اسلام کی تعلیم اور مسلمانوں کی طرز معاشرت سے پوری واقفیت رکھتے تھے ، ممکن نہ تھا کہ محض غلط فہمی اور سوء فہم کی وجہہ سے مسلمانوں کو بت پرستوں کی ایک وحشیانہ قوم سمجھتے ہوں - اسپین کی درسگاہوں سے صدہا عیسائی تعلیم حاصل کرکے نکلتے تھے اور کون تسلیم کرسکتا ہے کہ وہ اُن صدہا گرجوں سے واقف نہ تھے ، جو قرطبہ اور غرناطہ میں پوری رونق اور آزادی کے ساتھہ ذمیوں کی عبادت گاہ تھے - ممکن ہے کہ آج بھی انگلستان اور فرانس میں بہت سی کمزور دل کی امتیں ہوں ، جو جہاد کا لفظ سنکر سہم جاتی ہوں ، مگر جب کبھی اسلام کی جہادی اسپرٹ کی نسبت ہنگامہ برپا کرایا جاتا ہے تو اسکے محرک وہی لوگ ہوتے ہیں ، جو ٹھیک کسی مسلمان کی طرح جانتے ہیں ، کہ اسلام ایک دین صلح و امن ہے ، اور ان حالتوں کے سوا جسمیں اسکی ہستی کے تحفظ کیلیے مدافعت ناگزیر ہو جاتی ہے ، کبھی خون و قتل کو جائز نہیں رکھتا ، لیکن دانستہ اسطرح کی مکذوبات کو قائم رکھنا چاہتے ہیں ، کیونکہ جب تک اسلام کو مجرم ثابت نہ کریں ، اس وقت تک اسکو سولی پر چڑھا نہیں سکتے -

دنیا کو نہیں بدلی ، مگر دنیا کی ہر چیز کا لباس بدل گیا ہے - ایک زمانہ تھا ، جب انھوں نے یروشلیم کیلیے مذہب کے نام پر جہاد کیا تھا - اب اس طریقہ سے شرم آتی ہے - پس تہذیب ، تمدن اور استیصال وحشت کے نام سے ایک کروسیڈ شروع کردیا گیا ہے - پھر جب تک اسلام کی وحشت قائم نہ رکھی جاے گی ، تمدن کا دیوتا کیونکر اسکی قربانی قبول کرے گا ؟

آج سے نہیں بلکہ عرصے سے ہم کو معلوم ہے کہ بعض متعصب حلقوں میں ہماری نسبت کیا خیال کیا جاتا ہے ؟ ہم جانتے ہیں کہ منجملہ اور بہت سی باتوں کے ایک لفظ " جہاد " کا اعادہ و تکرار بھی ہے - بہت سے لوگ ہیں جو اس لفظ کو پہلکر سر سے لیکر پاؤں تک کانپ اٹھتے ہیں ، اور الہلال کی سطروں پر انگلیاں رکھکر گننا شروع کردیتے ہیں کہ یہ لفظ ہر صفحہ میں کتنی مرتبہ استعمال کیا گیا ہے ؟ بیشک ہم نے آغاز جنگ طرابلس کے وقت جو تقریر کی تھی ، اسمیں جنگ طرابلس کو جہاد سے تعبیر کیا تھا اور اسکو ایک اسلامی مسئلہ اور یورپ کی اصطلاح کے مطابق ایک دینی جنگ بتلایا تھا - اسمیں بھی شک نہیں کہ الہلال کے صفحوں پر ہم نے ہمیشہ اس جنگ کو جہاد قرار دیا اور " نامورانِ غزوۂ طرابلس " کی ایک مستقل سرخی رکھی - یہ بھی واقعہ ہے کہ ابھی ابھی ۲۷ - اکتوبر کی تقریر میں ہم نے علانیہ مسلمانوں کو جہاد کی دعوت دی ، اور وہی کہا جو مسلمانوں کو ہمیشہ کہا گیا ہے کہ " جاہدوا باموالکم و انفسکم فی سبیل اللہ " یہ بھی سچ ہے کہ ہم جابجا قرآن کریم کی اُن آیتوں کو ، جسمیں جہاد کا ذکر ہے ، موجودہ حالات پر بحث کرتے ہوے لکھتے ہیں ، اور در اصل یہی ہمارا جرم حقیقی ہے کہ قرآن نامی ایک کتاب ہے ، جسے ہم ترک نہیں کرسکتے - یہ تمام صحیح اور ناقابل تاویل واقعات ہیں ، جنکو بجاے اسکے کہ اور لوگ تلاش و جستجو کے بعد مرتب کریں ، ہم نے خود ہی یہاں جمع کردیا ہے - لیکن پھر ہم نہیں سمجھتے کہ ہم سے کیا چاہا جاتا ہے ؟ ہم نے اگر جنگ طرابلس اور بلقان کو لفظ جہاد سے تعبیر کیا ، تو در حقیقت یہ ہمارا ایک احسان عظیم ہے کہ مسیحی دنیا کو اسلام کی رحمت سے اب بھی محروم رکھنا نہیں چاہتے - اگر ہم نے کہا کہ مسلمانوں کیلیے طرابلس اور بلقان میں ایک معرکہ جہاد گرم ہے نہ کہ قتال ، تو فی الحقیقت یہ کہکر ایک بہت بڑے خطرۂ عظیم کو یورپ کے سر سے ٹالدیا ، جسمیں عجب نہیں کہ وہ اسی وقت گرفتار ہو جاتا - کیونکہ اگر ہم موجودہ لڑائیوں کو جو یورپ کا جدید کروسیڈ اسلام کے مقابلے میں جاری کیے ہوے ہے ، اپنی دینی جنگ کی جگہہ مسیحیت کی " مذہبی جنگ " سمجھہ لیں ، تو یورپ یاد رکھے کہ پھر ہمارا وجود دنیا اسکے لیے ایک بے امان خطرہ ہوجاے گا - پھر ہمارے سامنے بھی یورپ کے جنگ مذہبی کا نمونہ ابداع و پدری کے لیے آجاے گا - پھر ممکن ہے کہ مسلمان بھی مقابل فریق جنگ کے سوا ہر وجود مسیحی کو ویسا ہی مستحق قتل و غارت سمجھہ لیں ، جیسا کہ ۲۶ - اکتوبر کو جنرل کنیوا نے طرابلس کی مذہبی جنگ میں سمجھا تھا - ممکن ہے کہ انکی تلوار بھی کسی بوڑھے مرد ، اور کسی کمزور عورت کو مستثنی نہ کرے ، جسطرح شہر طرابلس میں اٹلی کے جنگ جویان تمدن نے کیا تھا - کچھہ بعید نہیں کہ وہ بھی مقتول لاشوں کے اسی طرح ٹکڑے ٹکڑے کردیں ، جس طرح جنگ روم و روس میں روسی کاسکوں نے ترک لاشوں کے ساتھہ کیا تھا ، اور کیا عجب ہے کہ اختتام جنگ کے بعد وہ بھی اپنے کسی دشمن کی لاش کو قبر سے نکالکر لٹکا دیں ، جسطرح

سوڈان کے فاتح کو کرنا پڑا تھا - یہ سب کچھہ ہو سکتا ہے ' کیونکہ مسلمانوں کے آگے پھر ایک " مدني جنگ " ہوگي نہ کہ دیني ' لیکن اگر ہم نے موجودہ لڑائیوں کو قتال دیني سے تعبیر کیا ' اور اسکو (یوشع یورپ) ایک حرب دیني قرار دیا ' تو پھر معاً ہمارے ہاتھہ بندھجائیں گے ' ہماري تلوار مقید ہوجاے گي ' اسکي خود مختاري اور بے روک آزادي قائم نہیں رہے گي ' کیونکہ اسکو حکم قراني کي سلطنت کے ما تحت ہو جانا پڑے گا ' جو کہتا ہے کہ :

وقاتلوا في سبیل الله الذین یقاتلونکم ' ولا تعتدوا ' ان الله لا یحب المعتدین -	الله کي راہ میں صرف انکو قتل کرو جنھوں نے تمہارے ساتھہ مقابلہ کیا ہے - اور زیادتي مت کرو ' الله تعالی ظلم و زیادتی کرنے والوں کو دوست نہیں رکھتا -

پس ہمارے لیے مصیبت ہوجاے گا ' ہم اپنے خدا کي نظروں میں مبغوض ہوجائیں گے ' اگر ان لوگوں کے سوا جو مسلمانوں کے مقابلے میں صف آرا ہیں ' کسي دوسرے غیر مسلم کو اپنا مخالف سمجھیں گے ' اور کوئي ادنی قسم کا بھی نقصان پہونچائیں گے - کیونکہ پھر ہماري تمام جنگ " الذین یقاتلونکم " میں محدود و مقید ہوجاے گي - وہاں سے ہم کو حکم دیا ہے کہ :

لا ینہاکم الله عن الذین لم یقاتلوکم في الدین ' ولم یخرجوکم من دیارکم ' ان تبروھم وتقسطوا الیهم ' ان الله یحب المقسطین - انما ینہاکم الله عن الذین قاتلوکم في الدین ' واخرجوکم من دیارکم ' وظاهروا علی اخراجکم ' ان تولوھم ' ومن یتولهم فاولئك هم الظالمون (۶۰ : ۳۰)	جن لوگوں نے تم سے دین کے بارے جنگ نہیں کي ' اور تم کو گھروں سے نہیں نکالا ' الله اس سے نہیں روکتا کہ تم انکے ساتھہ احسان اور بھلائي کرو ' اور انصاف کے ساتھہ پیش آو ' کیونکہ الله عدل کرنے والوں کو دوست رکھتا ہے - الله تو تم کو صرف انہی لوگوں سے دوستي و میلاپ رکھنے کو روکتا ہے جنھوں نے تم سے مقابلہ کیا ' اور تم کو گھروں سے نکالا ' یا تمہارے دشمنوں کي مدد کي - بیشک جو شخص ایسے لوگوں سے دوستي رکھے گا ' اسکا شمار مسلمانوں پر ظلم کرنے والوں میں ہوگا -

پہلي آیت میں نہي کي نفي کردي گئي ہے کہ غیر محارب جماعتوں سے (اگرچہ وہ محارب جماعتوں کے ہم جنس و ہم مذہب ہي ہوں) دوستي و حسن معاملہ سے نہیں روکا جاتا ' لیکن پھر اسکو بھي اظہار رافت و رحمت کے لیے کافي نہیں سمجھا ' اور دوسري آیت میں مکرر نہي کا حصر کیا گیا ' تاکہ مطلب واضح ہو اور حکم بالکل غیر مشتبہ ہو جاے - " انما " حصر کیلیے تھا ' مگر " فاولئك هم الظالمون " بھي افادۂ معنے حصر کرتا ہے -

پس اگر ہمارے سامنے ایک " حرب دیني " ہوگا ' تو ہمارے لیے محال ہوجاے گا کہ فریق جنگ کے اعمال کا انکي پوري جنس اور قوم کو ذمہ دار سمجھیں - اس صورت میں ہم " متمدن " نہونگے ' بلکہ " مسلمان " ہونگے ' اور ہمارے تمام اعمال تابع اسلام ہو جائینگے - ہم دیکھیں گے کہ طرابلس میں ایک مسیحي قوم ہم پر ظلم و ستم کر رہي ہے ' مگر ہم ہندوستان میں تمام عیسائیوں سے دوستي و حسن معاملۃ کے ساتھہ پیش آئیں گے ' اور انکو اپنا دشمن نہیں سمجھیں گے ' کیونکہ یورپ کي مدنیت نہیں ' مگر خدا نے ہم کو ایسا ہي حکم دیا ہے - ہم دیکھیں گے کہ بلقان کي مسیحي سازش اور انکے یورپین پس پردہ معاون ' محض ظلم و عدوان سے ہم پر حملہ آور ہیں ' مگر ہم ہندوستان میں کسی یورپین کو ' حتی کہ کسي بلغاري یا سروین کو بھی تیز نظر سے نہ دیکھہ سکیں گے ' کیونکہ اس نے اسلام کے مقابلے میں تلوار نہیں اٹھائي ہے - اور اگر ہم میں سے کوئي اسکے خلاف کریگا ' تو وہ حسب تعلیم قرآن خدا کي نظر میں مبغوض ' اسکی محبت سے محروم ' اور سب سے بڑھکر وہ مسلمان نہوگا -

پھر ہمکو ہمارے مخاطبین صاف صاف بتلادیں کہ ان دونوں صورتوں میں سے وہ کونسي صورت پسند کرتے ہیں ؟ جنگ مدني یا جنگ دیني ؟ قتل و حرب ' یا قتال جہاد ؟ اگر جہاد کا لفظ انکو پسند نہیں آتا ' تو اعلان کردیں تاکہ ہم بھی حرب دیني کو چھوڑ کر دوسرے طریق جنگ کو سیکھنے کي کوشش کریں -

---

جنگ پر ایک جرمن جرنیل کے خیالات

--*--

جرمن میجر جنرل امپاف پاشا ' سابق لفٹننٹ جنرل ' افواج ترکي نے ایک سوال کے جواب میں مندرجہ ذیل رائے ظاہر کی ہے -

" ترکی افواج کے سپہ سالار اعظم ہز ایکسلنسي ناظم پاشا ایک نہایت هی صاحب تدبیر اور روشن دماغ آدمي هیں - وہ نہایت هي اطمینان اور سکون کے ساتھہ جنگي تیاریوں کو عمل میں لاتے هیں مثل اور وقت مصلحتوں سے وہ همیشہ احتیاط کرتے هیں -

ناظم پاشا اپنے دشمنوں کو اڈریانوپل کي دیوار میں مجتمع کر رہے هیں - یعني سب سے بڑي کوشش افواج کو ایک مقام پر اکھٹا کرنیکي ہے - انکي جمعیت کا کثیر حصہ تو اڈریانوپل اور قرق کلیسا کے قریب بلغاري افواج کي مزاحمت و مدافعت کیلیے رکھینگے -

" مقدوني جنگي مرکزوں کے واقعات کو میں ہرگز بنظر استحسان نہیں دیکھتا اور نہ ہي انکي کوئي وقعت میري نظر میں ہے - موجودہ فتوحات ابھي حقیقت میں آیندہ پیش آنیوالے بڑے بڑے واقعات کا پیش خیمہ هیں - جہانتک مجھے علم ہے اب تک ترک محض مدافعت کرتے رہے هیں -

اسوقت تک ترکي فوج ہرگز حملے کا پہلو نہ لیگي - اب سب سے زیادہ ضروري واقعہ جسکا ہم انتظار کر رہے هیں اڈریانوپل کی جنگ ہے - اسکے فیصلہ کے بعد معاملات کی صورت پر ایک قطعي رائے قائم کرنیکے مختار ہونگے "

[اڈریانوپل پر ترکوں کی عظیم الشان فتح کا مژدہ ناظرین ۹ اکتوبر کي تار میں سن چکے هیں - اب جرمن موصوف کي رائے کے مطابق جنگ کا جو فیصلہ ہوگا وہ ظاہر ہے - اور یوں انجام کار تو خدا هي کے ہاتھہ میں ہے]

مقالہ

الاسلام والاصلاح

— * —

(۱۰)

حال میں مطبع (المؤید) مصر سے ایک نہایت اہم رسالہ شائع ہوا ہے۔ سنہ ۱۸۷۸ میں سر رچرڈ ووڈ دولت برطانیہ کی طرف سے تیونس میں وکیل تھا - یہ وہ زمانہ تھا ' جب جنگ روم و روس کے بعد دولت عثمانیہ نے جدید اصلاحات شروع کی تھیں ' مگر تمام یورپ بعض اصلاحات سے لبریز ہو رہا تھا اور خود انگلستان میں مسٹر گلاڈسٹن اور انکے ہم مشرب اسلام کو ظلم و فساد کا سرچشمہ بتلاتے تھے ' اور اعلان کررہے تھے کہ کسی اسلامی حکومت سے امن و نظام اور اجراے اصلاحات کی امید رکھنا بالکل جنون ہے -

سر رچرڈ ووڈ عرصے تک تیونس میں رہ چکا تھا - اس سے پہلے شام میں بھی انگریزی قونصل تھا ' شام کے مختلف شہروں میں سالہا سال بسر کیے تھے ' علماے اسلام سے اسکی ملاقاتیں رہی تھیں ' یہی زمانہ تھا جبکہ اسنے یہ حالت دیکھکر ایک مبسوط تحریر " اسلام اور اصلاح " کے موضوع پر لکھی ' اور اسکو سرکاری طور پر لارڈ سالسبری وزیر خارجہ برطانیہ کے سامنے پیش کیا تھا - چنانچہ سنہ ۷۸ میں یہ پوری تحریر بلو بک کی صورت میں شائع کردی گئی -

اس رسالے میں اس کا عربی ترجمہ [illegible] میں شائع ہوا تھا ' اسی کی نقل ہے ' جسے الاسلام والاصلاح کے نام سے (شیخ محب الدین خطیب) ایڈیٹر المؤید نے اپنے دیباچے کے ساتھ شائع کیا ہے -

اس رسالے کے مضامین اسقدر اہم اور ضروری ہیں کہ ہم چاہتے ہیں ' انکا اقتباس اردو میں بھی شائع ہوجاے ' چنانچہ انکی قسط آج شائع کرتے ہیں - اصل رسالہ " دفتر خادم علوم اسلامیہ " علی گڑھ سے ملسکتا ہے قیمت چھ آنہ ہے -

---

مائی لارڈ ! میں آپ سے چند ایسے ملاحظات کے عرض کرنے کا شرف حاصل کرنا چاہتا ہوں ' جنکا تعلق ان انتظامی اصلاحات سے ہے جو دولت عثمانیہ میں جنگ کریمیا کے بعد عمل میں آئی ہیں - اس مختلف فیہ موضوع کے باب میں جراءت اظہار راے کی معذرت کیلیے یہ کہنا کافی ہے کہ میں تمام برطانوی قونصلوں میں سب سے پرانا قونصل ہوں - مجھے مناسب معلوم ہوتا ہے کہ میں دولت عثمانیہ کے ماضی اور حال میں فرق بیان کروں ' تاکہ وہ اہم اصلاحات جو اس نصف صدی کے اندر عمل میں آئی ہیں بخوبی روشن ہو سکیں -

اس نصف صدی میں مجھے مشرق سے تعلق رہا ہے ' اور اسکے مختلف اجناس و الملہ باشندوں کے حالات سے باخبر ہونے کا موقع ملا ہے ' اسلیے اسکے گذشتہ اور موجودہ حالات میں فرق بیان کرنا میرے لیے آسان ہے -

لوگ سمجھتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ اصلاحات کے خلاف ہے اور اسلیے دولت عثمانیہ انکی بابت اپنے وعدے پورے نہیں کرسکتی - میں نے اسی وہم کے دفع کرنیکے لیے کسیقدر تفصیل سے اصول اسلام اس رپورٹ میں بیان کیے ہیں -

اسلام اور مدنیت

لوگ یہ سمجھتے ہیں کہ اسلام ذمی اور مسلم میں مساوات کے برخلاف ہے ' وہ اسباب مدنیت و ترقی کے ساتھ سازنہیں کرسکتا ' اسلیے کہ وہ ترقی علوم اور انتشار معارف کے خلاف ہے ' میں اس خیال کے بطلان کیلیے تیونس کے شیخ الاسلام کے فتوے کو کافی خیال کرتاہوں - اس فتوے کا خلاصہ یہ ہے : " وہ اصلاحات جو اسوقت دولت عثمانیہ کے پیش نظر ہیں ' خصوصاً مجلس نیابی (پارلمینٹ) شریعت اسلامیہ کے خلاف نہیں ہیں ' بلکہ نصوص شرعیہ کے بالکل مطابق ہیں " درحقیقت اسی امر نے مجھے اس رپورٹ کے پیش کرنے کے لیے مستعد کیا ہے ' تاکہ لوگوں کو موجودہ حالات میں صحیح واقعات کا علم ہوجاے -

دولت عثمانیہ کا گذشتہ نظام حکومت

دولت عثمانیہ کے گذشتہ حالات جاننے سے پہلے ان اصلاحات کی اہمیت کا صحیح اندازہ نہیں ہوسکتا جو سنہ ۱۰۴۰ ع خصوصاً جنگ کریمیا کے بعد سے ملک میں جاری کی گئیں - دولت عثمانیہ اپنے مفتوحہ ممالک کے باشندوں کے مذہب سے کسی قسم کا تعرض نہیں کرتی تھی - ان سے صرف جزیہ شرعی لیتی تھی - اور اسکے عوض میں انکی جان ' مال ' اور آبرو کی حفاظت کرتی تھی - ظاہر ہے کہ یہ طریقہ نہایت عمدہ تھا اور مذہبی آزادی کے بالکل مطابق تھا - مگر دولت عثمانیہ کے مختلف عنصر نہ صرف اپنے لغات و مذہب کے اختلافات ' بلکہ اپنے قدیمی رنجش و کینہ کی وجہ سے ایک نہیں ہوسکتے تھے -

ابتداءً دولت عثمانیہ کی طرف سے صوبوں کیلیے حکام مقرر کیے جاتے تھے - یہ (درہ بک) کہلاتے تھے - انکا کام صوبہ کی حفاظت ہوتا تھا ' جو زیادہ تر سرحدوں پر ہوتے تھے - بجاے تنخواہ کے یہ ایک ٹیکس باشندگان صوبہ سے وصول کرتے تھے - اور (تیمار) کہلاتا تھا - " مقدونیہ " میں ایک دوسرا طریقہ لشکر سازی کا ایجاد کیا گیا تھا - ایسے خاندانوں کے اعضاء (ممبر) سے (جو اسلام لا چکے تھے اور اپنی شجاعت و بسالت کیوجہ سے مسلمانوں میں خاص امتیاز حاصل کر چکے تھے) ایک فوج مرتب کیجاتی تھی جو (ینگ چری) کہلاتی تھی - اس فوج کی تعداد برابر بڑھتی رہی - اور اس نے رفتہ رفتہ خاص اہمیت حاصل کرلی - لیکن اس فوج کے بعض افراد نے انتظامی اور سیاسی معاملات میں بھی دخل دینا شروع کردیا چنانچہ بہت سے مظالم اور سخت مذموم امور ان سے سرزد ہوے -

لیکن یہ معلوم ہے کہ اس اختلاف عناصر اور تنوع مذاہب کی حالت میں (درہ بک) یا (اصحاب التیمار) کا نظام باقی نہیں رہسکتا تھا - قسطنطنیہ کے فتح ہوتے ہی سلاطین آل عثمان نے صوبوں کیلیے والی (گورنر) مقرر کیے ' تاکہ شریروں کی تادیب اور باغیوں کی سرزنش ہوسکے - یہ ولاۃ (گورنرس) ہرقسم کے قید و بند سے آزاد رکھے گئے تھے - اگر کوئی قید تھی ' تو وہ یہ کہ حدود شرعیہ سے تجاوز نہ کریں -

قسطنطنیہ اور ان صوبوں میں مسافت بہت تھی ' شاہرا ہیں مفقود تھیں ' اور وسائط انتقال و سفر موجود نہ تھے ' اسلیے حکومت مرکزی انکی نگرانی نہیں کرسکتی تھی -

مزید براں اسوقت تک باقاعدہ فوج ان صوبجات میں نہیں تھی اسلیے انتظام شہر میں والیونکو ارباب تیمار سے استعانت کی ضرورت ہوتی تھی ' حالانکہ یہ ولاۃ خود انہی اشخاص کی نگرانی

لیکے مقرر کیے گئے تھے ' (ینگ چری) ان والیونکی نگرانی کرتے اور خود انکی نگرانی علما کرتے تھے -

یہ والی اپنی کمزوری کیوجہ سے اعیان شہر سے ساز کرنے لگے - انکے مقاصد کے حصول میں معاون اور اونکے دسائس و جرائم میں شریک ہونے لگے ' باب عالی کو عہدہ داران حکومت میں سے جو حولوگ اطلاعات دینے کا حق رکھتے تھے ' وہ یہی والی تھے ' مگر وہ کسطرح اصلی حالات سے حکومت کو مطلع کرسکتے تھے ' اسلیے حکومت صوبجات کے اصلی حالات سے ہمیشہ بے خبر رہی ' لیکن با ایں ہمہ عیسائی اپنے فرائض مذہبی نہایت آزادی سے ادا کرتے تھے ' بجز اسکے کہ اگر کہیں گرجا بنانا چاہتے تھے ' تو پہلے باب عالی سے اجازت و فرمان حاصل کرنیکی ضرورت ہوتی تھی ' دو سو برس تک یہی حالت رہی ' اس اثنا میں تمام محکموں کی حالت نہایت ابتر ہوگئی ' رشوت ستانی اور طوائف الملوکی کی گرم بازاری ہوگئی ' اور بالآخر حکومت خواہش پرستی اور خود کامی کا شکار ہوگئی -

آغاز اصلاح

سلطان سلیم ثالث نے جسوقت زمام سلطنت ہاتھہ میں لی اسوقت ملک کی حالت اسدرجہ ابتر تھی کہ انقراض سلطنت کچھہ دور کی بات نہ تھی سلطان موصوف نے بہت جلد ملک میں نئے انتظامات روشناس کرنے چاہے ' مگر ینگ چری سنگ راہ ہوگئے - " ینگ چری " کے غیظ و غضب اور حمع کید کے جو نتائج ہوے وہ معلوم ہیں ' انکے بعد سلطان محمود ثانی آئے - خدانے انکو " ینگ چری " کے شیرازہ کے برہم کرنیکی توفیق دی - انہوں نے باقاعدہ فوج کی بنیاد ڈالی - سرکش رجال " دره بک " کو منتشر کیا - سردارونکے " تیمار " کو موقوف کیا - سلطان محمود درحقیقت اس باب میں نہایت خوش قسمت تھے ' کیونکہ یہ سردار بسا اوقات باغیوں سے ملجاتے تھے اور حکومت کی نافرمانی اور بغاوت میں مدد دیتے تھے - سلطان محمود ثانی کے بعد سلطان عبدالمجید آئے - انہوں نے اعلان شاہی شائع کیا - یہ اعلان قصر سلطانی میں پڑھا گیا - اس اعلان میں منجملہ دیگر امور کے یہ بھی تھا کہ -

(۱) تمام فیصلے علانیہ ہونگے -

(۲) ان فیصلونکا اجرا با ترتیب و مطابقت میں ہوگی -

(۳) سزاے موت بغیر باب عالی کی اجازت کے کسی حالت میں نافذ نہ ہوگی -

(۴) عہدہ داران حکومت میں سے جو شخص ان قواعد کی خلاف ورزی کریگا ' نہایت سخت سرزنش کا مستوجب ہوگا -

مجھے اس اعلان کے متعلق زیادہ تفصیل سے لکھنے کی ضرورت نہیں ' بلکہ صرف اسقدر کافی ہے کہ خونریزی کا انسداد ' جان ' مال ' اور آبرو کی حفاظت ' ضروری انتظامات کا اجرا ' سیاسی آزادی میں توسیع ' عہدہ داران حکومت سے باز پرس ' قرعہ عسکری ' سرکاری اموال کی تحصیل ' اور بموجب احکام شرع کے انکی تقسیم ' یہ اسی فرمان کے نتائج تھے -

اکثر لوگوں نے اس فرمان کا استقبال نہایت درجہ مسرت کیساتھہ کیا ' مگر جو لوگ کہ گذشتہ بدنظمیوں سے فائدہ اٹھانے کے عادی تھے انکو سخت ناگوار ہوا اور انہوں نے خردہ گیری شروع کردی -

ہم جب ان طویل اور مستمر کوششونکو سونچتے ہیں ' جو متمدن اقوام نے اصلاح ادارات اور حسن انتظام کے حاصل کرنے میں کی ہیں ' تو ہم کو اس امر پر کچھہ تعجب نہیں ہوتا کہ دولت عثمانیہ میں یہ امور دفعۃً کیوں نہیں موجود ہوگئے ؟

با اینہمہ مخالفین دولت عثمانیہ یہ اعتراض کرتے ہیں کہ یہ تجویزیں ابتک بارآور نہیں ہوئیں ' اور اس ناکامی کی وجہ شریعت اسلامیہ کو قرار دیتے ہیں - اسلیے یہاں قدرتا دو سوال پیدا ہوتے ہیں -

(۱) دولت عثمانیہ کے مجوزہ اصلاحات شریعت اسلامیہ کے موافق ہیں یا نہیں ؟

(۲) دولت عثمانیہ نے اصلاحات کی بابت اپنے وعدے پورے کئے یا نہیں ؟

اسلام اور اصلاح

سب سے پہلے تونس کے شیخ الاسلام کے فتوے کا ذکر کرنا چاہتا ہوں علامہ احمد بن الخوجہ ایک وسیع النظر ماہر اصول فقہ ' زمانہ شناس عالم ' اور تونس کے شیخ الاسلام ہیں - یہ ظاہر ہے کہ وہ کبھی ایسے فتوے کے لکھنے اور اسکو جرائد عربیہ میں شائع کرنے کی جرات نہیں کرینگے ' جو اصول شریعت اسلامیہ کے خلاف ہوگا - یہ فتوی جسکا میں نے ابھی ذکر کیا ' شیخ موصوف کا ہے - وہ اسمیں اولاً ان جہال پر افسوس کرتے ہیں ' جو احکام شریعت کے خلاف حکم دیتے ہیں اسکے بعد لکھتے ہیں کہ شریعت اسلامیہ کا ام الاصول " الامر بالمعروف والنهي عن المنکر " ہے - حفظ مصالح ' تائید حق ' اور کف نفس میں معاونت و مساعدت مسلمانوں کے فرائض میں سے ہے - شیخ موصوف نے جہاں امام کے حقوق اور اسکے فرائض کا ذکر کیا ہے ' وہاں لکھتے ہیں کہ " شریعت نے امام کے تمام احکام کے ساتھہ مصلحت عامہ کی قید ضروری لگادی ہے - امام کا حکم جو مصلحت عامہ کے خلاف ہو شریعت کی رو سے نا اہل ہے - اس سے یہ نتیجہ نکلتا ہے کہ تکیہ چندی جائز ہے ' اور مشورہ کی ضرورت ہے - اس کی تائید اس آیت سے ہوتی ہے " ولتکن منکم امة یدعون الی الخیر و یامرون بالمعروف و ینهون عن المنکر " اس کے بعد آگے چلکر شیخ موصوف لکھتے ہیں - " اگر ذمیوں میں ایسے اشخاص ہیں ' جو قابل وثوق ہوں ' جنکے علم ' دیانت ' اور خلوص خدمت پر اعتماد کیا جاسکے ' تو انکو مشیران دولت میں داخل کرنے سے امام کو کوئی امر مانع نہیں ہے - اسکے بعد شیخ موصوف نے بہت سی آیات نقل کی ہیں ' جن سے حقوق ذمیین واضح ہوتے ہیں پھر لکھا ہے :

جو شخص امعان نظر سے ان آیات کو پڑھیگا ' اسپر یہ ثابت ہوگا کہ امام کو اہل راے کی طرف رجوع کرنا چاہیے - اور اپنی مجالس میں داخل کرنا چاہیے - اگر ذمیوں میں ایسے اشخاص ہوں ' جو وطن کی مدافعت میں مسلمانوں سے زیادہ قوی ہوں ' یا کسی دوسری شے میں مسلمانوں سے زیادہ واقف ہوں ' تو امام کو انکی رایوں سے مستفید ہونا چاہیے ' ایسے لوگ اگر اپنی قوم کے مصالح و حقوق کیلیے اپنی قوم کی طرف سے نیابۃً ہماری مجالس میں آئیں ' تو کیا حرج ہے ' بلکہ ایسے لوگ اگر مسلمانونکے نائب ہوں ' اور انکے حقوق کی مدافعت کریں ' تو اسمیں بھی کوئی مضائقہ نہیں -

شیخ موصوف نے ان اقوال کی تائید صاحب الشریعہ (صلی اللہ علیہ وسلم) کی سیرۃ سے کی ہے ' اسکے بعد وہ ذمیونکے ان حقوق کو بیان کرتے ہیں ' جو مسلمانوں پر واجب ہیں -

(باقی آئندہ)

بقیہ

تقریر "مسئلۂ اسلامی" پر

جو ۲۷ اکتوبر کو ایڈیٹر الہلال نے کلکتہ میں کی

(۲)

حضرات!

وہ قوم جسکا ظہور تیرہ سو برس ہوے "مکہ" نامی ایک جزیرہ نما سے ہوا تھا اور جو مسلم کے لقب سے پکاری جاتی ہے' اسکا عقیدہ تو یہی ہے' جسکو میں نے بیان کیا' لیکن بدبختی سے ایک دوسری قوم بھی ہم میں موجود ہے' جو اس حقیقت کو تسلیم نہیں کرتی - یہ وہ لوگ ہیں' جنہوں نے اپنی دنیوی عزت و شوکت کا جوا پہنا ہے' اور اسکے لیے ملت مظلوم کو ایک بازیچہ بنالیا ہے - ہواے نفس جنکا الٰہ ہے' حکام و امرا جنکے معبود ہیں' درہم و دینار جنکا قبلہ ہے' غلامی و تعبد جنکی شریعت ہے' جو قریش مکہ کے صامت و ساکن بتوں کی جگہہ سمندر پار سے آئے ہوے متحرک الہوں کو پوجتے ہیں' جو وحی الٰہی کی جگہہ شملہ سے اترے ہوے احکام و فرمان کو اپنی کتاب و سنت تسلیم کرتے ہیں' اور جنکے قلوب "اصابع الرحمن" کی جگہہ "اصابع الشیطان" میں ہیں (یقلبہا کیف یشاء) یستحبون الحیوۃ الدنیا علی الآخرۃ' و یصدون عن سبیل اللہ' و یبغونہا عوجا' اولئک فی ضلال بعید (۳۰:۱۰)

تو اے حضرات! اس قوم کے عقیدے میں "پان اسلام ازم" یا "اسلام کا بین الملی اتحاد" ایک کفر صریح ہے - خلافت اسلامی کوئی شے نہیں' مسلمانان ہند کو ترکوں سے کوئی تعلق نہیں' انکو اپنی "خلافت راشدہ" کے سوا اور کسی طرف گوشہ چشم سے بھی نہیں دیکھنا چاہیے' اگر ایسا کریں تو فرض طاعت اولوالامر کی خلاف ورزی کے مجرم - ترکی فتح پر تبریک و تہنیت کا تار دینا داخل "خفیف الحرکاتی" اور بغیر اپنے معبودان کرامی کی اجازت کے قطعاً حرام و معصیت' یہ لوگ یورپ کے ان شیاطین سیاست کے ہاتھہ میں جو خلافت اسلامیہ کے بین الملی اثر کے مٹانے کیلیے تیس برس سے اپنا مشن پھیلا رہے ہیں' ایک آلۂ عمل رہے ہیں' اور ہمیشہ دنیا کو اسکا یقین دلایا ہے کہ مسلمانان ہند کو خلافت اسلامی اور ترکوں کے بقا و فنا سے کوئی تعلق نہیں -

حالانکہ جسوقت اپنے معبودان باطل کے آگے ان لوگوں کی زبان و قلم سے یہ جملے نکل رہے تھے' یقین کیجیے کہ اس وقت اللہ اور اسکے ملائکہ کی لعنت اور پھٹکار ان پر نازل ہو رہی تھی' کیونکہ اسطرح بے تعلقی ظاہر کرکے یہ اس رشتے کو کاٹ رہے تھے' جسکو خداے ابراہیم و محمد (علیہما الصلوۃ والسلام) نے تمام دنیا کے مسلمانوں میں قائم کردیا ہے' اور گویا اسپر اپنی رضا و مسرت ظاہر کرتے تھے کہ وہ لاکھوں مسلمان' جو اس آخری وقت میں کلمۂ توحید کی حفاظت کر رہے ہیں' صلیب پرستوں کی تلواروں سے فدا کردیے جائیں - یہ اللہ اور اسکے رسول کو اذیت دیتے تھے' کیونکہ مسلمانوں کی اذیت پر خوش تھے' اور مسلمانوں کی اذیت پر خوش ہونا عین اللہ اور اسکے رسول کی اذیت پر خوش ہونا ہے:

ان الذین یؤذون اللہ ورسولہ' لعنہم اللہ فی الدنیا والآخرۃ' واعد لہم عذابا مہینا (۳۳ : ۵۸)	جو لوگ اللہ اور اسکے رسول کو اذیت دیتے ہیں' دنیا اور آخرت میں اللہ نے ان پر لعنت کی اور انکے لیے ایک ذلت بخش عذاب طیار کر دیا گیا ہے -

اب زمانے نے پلٹا کھایا ہے' زمین اور آسمان' دونوں طرف سے تازیانۂ عذاب انپر پڑ رہے ہیں' اسلیے گو دل نہ ہلے ہوں' مگر زبانیں کچھہ کچھہ ہلنے لگی ہیں - اب ترکوں سے اسقدر بے مہری ظاہر نہیں کی جاتی' خلافت اسلامی کا نام آتے ہی اس سے انکار تبری کے تار "پانیر" میں نہیں بھیجے جاتے' مدت سے کوئی پمفلٹ بھی مسئلۂ خلافت پر شائع نہیں کیا گیا ہے' رزولیوشنوں کے پاس کردینے سے بھی چنداں انکار نہیں ہے' بعض اصحاب کی تو بظاہر اسدرجہ قلب ماہیت ہوگئی ہے کہ علانیہ ترک مجروحین کے لیے چندے میں بھی شرکت کر رہے ہیں' تاہم ہم کو معلوم ہے کہ اس انقلاب حالت کی اصلی علت کیا ہے؟ اور انکے ظاہر اور باطن میں باہم کیا ربط ہے؟

واذا لقوا الذین آمنوا' قالوا آمنا' واذا خلوا الی شیاطینہم قالوا انا معکم انما نحن مستہزءون (۱۳۲)	یہ منافق جب مسلمانوں سے ملتے ہیں' تو کہتے ہیں کہ ہم مسلمان ہیں' لیکن جب اپنے شیطانوں کے پاس تنہائی میں جاتے ہیں' تو کہتے ہیں کہ دل سے تو ہم تمہارے ہی ساتھہ ہیں' ظاہری کارروائیاں جسقدر ہماری ہیں' وہ ایک تمسخر و دل لگی سے زیادہ نہیں -

اللہ یستہزئ بہم و یمدہم فی طغیانہم یعمہون -

اے اخوان ملت! آج وقت آگیا ہے کہ دلوں پر سے پردے اٹھہ جائیں اور کفر اور ایمان میں تمیز ہو جاے - یقین کیجیے کہ یہ ایک سب سے بڑی اور شدید آخری ابتلاے عظیم ہے' جو صرف اسلیے ہے کہ اللہ مدعیان ایمان کو آزمانا چاہتا ہے -

ولنبلونکم حتی نعلم المجاہدین منکم والصابرین (۴۰ : ۲۰)	اور البتہ ہم تم کو آزمائینگے' یہاں تک کہ سچے مجاہد اور صابر' جھوٹوں سے الگ ہو جائیں -

آج وہ دن آگیا ہے' جب مسلمانوں کے دل پہلووں کی جگہہ اپنے چہروں پر آجائینگے - جبکہ یا تو دلوں کی سیاہی سے انکی پیشانیاں بھی تاریک ہو جائینگی' یا دل کی ایمانی روشنی انکی پیشانی پر چمکنے لگیگی -

یوم تبیض وجوہ و تسود وجوہ' فاما الذین اسودت وجوہہم' اکفرتم بعد ایمانکم' فذوقوا العذاب بما کنتم تکفرون' واما الذین ابیضت وجوہہم' ففی رحمۃ اللہ ہم فیہا خالدون - (۳ : ۱۰۲)	وہ دن' جبکہ یا تو چہرے چمک اٹھینگے یا سیاہ پڑ جائینگے - پھر جن لوگوں کے چہرے سیاہ پڑجائینگے' تو وہ لوگ ہونگے' جنہوں نے ایمان لانے کے بعد انکار کیا' اور انکے لیے وہی عذاب ہوگا - جس سے وہ انکار کیا کرتے تھے' اور جن لوگونکے چہرے چمکنے لگینگے' انکے لیے اللہ کی رحمت کا آشیانہ ہوگا' جسمیں ہمیشہ کیلیے انکو جگہہ مل جاے گی -

یاد رکھیے کہ خدا تعالی اپنے کلمۂ توحید کی حفاظت کیلیے ہم مسلمانوں کی اعانت کا محتاج نہیں ہے' بلکہ ہم اسکے فضل کے محتاج ہیں - اس تیرہ سو برس کے اندر اسلام میں کتنی قومیں آئیں اور اپنی اپنی باری سے اسلام کی حفاظت کا فرض ادا کر گئیں - اگر اس آخری آزمایش میں بھی ہم پورے نہ اترے' تو کیا عجب ہے کہ قدرت الٰہی اپنے دین متین کی حفاظت کے لیے دوسروں کو چن لے' اور ہم کو اسی طرح اپنے دروازے سے مطرود و مردود کردے' جس طرح ہم سے پہلے بہت سی قومیں ہو چکی ہیں:

يا ايها الناس : انتم الفقراء الى الله والله هو الغني الحميد ان يشا يذهبكم ويات بخلق جديد وما ذالك على الله بعزيز (۳۵ : ۱۷)

اے لوگو! تم اللہ کے دروازے کے فقیر و سائل ہو ' اللہ تو تمہاری مدد سے بے نیاز ہے - اگر وہ چاہے تو تم سے اپنا رشتہ کاٹ لے ' اور ایک دوسری مخلوق پیدا کردے ' اور اسکے لئے یہ کچھہ مشکل نہیں ہے

اللہ کے عجائب کار وبار قدرت کے یہ تماشے پہلے ہی دن سے ہیں ' کیا نہیں دیکھتے کہ اُس نے مکہ کی سر زمین کو سرزمین محبوب ہونے کا شرف عطا فرمایا ' اور قریش مکہ کو اپنے نور رسالت کا حامل بنایا ' لیکن جب انھوں نے اس احسان الہی کی قدر نہ کی ' تو غیرت الہی نے کہاکہ وہ اپنے کاموں کی تکمیل کیلیے کچھہ سرزمین مکہ ہی کا محتاج نہیں ہے ' دین حق کی اعانت کیلیے مدینے والوں کو بھیج دیا :

يا ايها الذين امنوا ! من يرتد منكم عن دينه ' فسوف ياتي الله بقوم ' يحبهم و يحبونه (۵ : ۱۰۸)

اے مسلمانو! اگر تم میں سے کوئی دین الہی سے مرتد ہوجاے گا تو اللہ کو اسکی کچھہ پروا نہیں ' وہ ایسے لوگونکو موجود کر دیگا جن کو وہ دوست رکھے گا ' اور وہ اسکو دوست رکھیں گے -

الى الجهاد في سبيل الله

اے اخوان عزیز! میں جس چیز کے اعلان سے نہیں ڈرتا ' تعجب ہے اگر اب اسکی سماعت سے خوف زدہ ہوں - میں کہتا ہوں کہ ہر اُس مومن پر جو اللہ ' اسکے رسول ' اور اسکی کتاب پر ایمان رکھتا ہے ' فرض ہے کہ آج جہاد فی سبیل اللہ کیلیے اٹھہ کھڑا ہو ' سب سے پہلا جہاد اسکے لیے جہاد مال ہے ' اور اسکے بعد اگر ضرورت ہو تو جہاد نفس و جان - مال و متاع کو پھینکدو ' اور اپنی جانوں کو ہتھیلیوں پر طیار رکھو ! آج اگر ضرورت پیش نہ آئی تو کیا مضائقہ ' کل کو کوئی نہ کوئی صورت نکل ہی آے گی ' نہ متاع ایسی نہیں ' جسکی طیاری بیکار جاے -

بطاعت کوش گر عشق بلا انگیز می خواہی
متاع جمع کن ' شاید کہ غارت گر شود پیدا

مسلمانو! یاد رکھو کہ اگرچہ تمہاری جانیں انکے قبضوں میں ہونگی ' مگر ہم مسلمانوں کی جانیں ہمارے اختیار میں نہیں ہیں - اسلام ایک خرید و فروخت ہے ' جو ناقص کو لیتا ہے اور کامل کو دیتا ہے ' وہ کو خریدتا ہے اور بقا اسکی قیمت میں دیتا ہے - ہم نے جس وقت اقرار کیا کہ ہم مسلم ہیں ' اسی آن اسکا بھی اقرار کرلیا کہ ہماری جانیں اسلام کے ہاتھہ بک گئیں - اسلام کے معنے ہی یہی ہیں کہ خداے واحد کے آگے اپنی گردنوں کو جھکا دینا ' پھر خواہ وہ اسے دوستوں کی گود میں ڈالدے ' یا دشمنوں کی تیغ کے سپرد کردے - کیا نہیں دیکھتے کہ جب حضرت ابراھیم نے حکم الہی کے آگے سرجھکا دیا ' اور حضرت اسماعیل کی گردن قربان ہونے کیلیے مستعد ہوگئی ' تو اُس وقت فرمایا :

فلما "اسلما" وتله للجبين و ناديناه ان يا ابراهيم قد صدقت الرويا ' انا كذالك نجزي المحسنين - (۳۷ : ۳۱)

پس جب وہ دونوں "مسلم" ہوئے اور ابراھیم نے اسماعیل کو پیشانی کے بل زمین پر گرادیا تاکہ ذبح کرے ' تو ہم نے پکارا کہ اے ابراھیم (بس کرو) تم نے اپنا خواب پورا کر دکھایا '

خدا نے باپ کے ارادے ' اور بیٹے کی جان کی قربانی کو " اسلما " کے لفظ سے تعبیر کیا ' کہ فی الحقیقت اصلیت اسلام " قربانی " ہی کے لفظ میں پوشیدہ ہے - پس اے اخوان عزیز! جان دینا تو اسلام کا وہ پہلا عہد ہے ' جسکے بغیر وہ کسی کا ہاتھہ ہی اپنے ہاتھہ میں نہیں لیتا !

ان الله اشترى من المومنين انفسهم و اموالهم بان لهم الجنة ( )

بیشک اللہ نے مومنوں کے فانی جان و مال کو خرید لیا ہے تاکہ اسکی قیمت میں جنت کی باقی اور دائمی زندگی عطا فرماے

اے عزیزان غیور! مال و متاع دنیوی کا جو حال ہے ' وہ کس کی نظر سے پوشیدہ ہے ؟ کون ہے جس نے اپنی زندگی میں دولت و جاہ کے فناے عاجل کے دو چار تماشے نہیں دیکھے ہیں ؟ رہی جان ' تو وہ بھی ایک ایسی جنس فانی ہے ' جو رہنے کیلیے نہیں بلکہ جانے ہی کے لیے ہے - آپ دیں یا دیں ' لینے والا ایک دن لے ہی کر چھوڑے گا - پھر جو چیز رائگاں جانے والی ہی ہے اگر اُسے دیکر مفت کا احسان اپنے دوست کے سر رکھہ سکیں ' تو اس سے بہتر اور کونسا سودا ہو سکتا ہے ؟ :

جان بجاناں دہ ' وگرنہ از تو بستاند اجل
خود تو منصف باش اے دل ایں نکو یا آں نکو

يا ايها الذين آمنوا مالكم اذا قيل لكم انفروا في سبيل الله اثاقلتم الى الارض ' ارضيتم بالحيوة الدنيا من الاخرة ؟ فما متاع الحيوة الدنيا في الاخرة الا قليل - الا تنفروا يعذبكم عذابا اليما ' و يستبدل قوما غيركم ولا تضروه شيئا ' ان الله على كل شي قدير - (۹ ۳۸)

اے مسلمانو! تم کو کیا ہوگیا ہے کہ جب تم سے کہا جاتا ہے کہ راہ خدا میں نکل کھڑے ہو ' تو تم زمین پر ڈھیر ہوے جاتے ہو؟ کیا تم نے آخرت کے بدلے دنیا کی زندگی ہی پر قناعت کرلی ہے ؟ اگر یہی بات ہے تو یاد رکھو کہ آخرت کی دائمی نعمتوں کے مقابلے میں دنیا کا مال و متاع بالکل ہیچ ہے - اگر تم صداے جہاد سن لینے کے بعد بھی خدا کی راہ میں نہ نکلو گے ' تو خدا تم کو ذلت اور اسیری و غلامی کے عذاب دردناک میں مبتلا کریگا ' اور تمہارے بدلے دوسرے لوگوں کو دین متین کی مدد کیلیے مستعد کردے گا ' تم اسکا کچھہ نہیں بگاڑ سکتے ' وہ ہر چیز پر قادر ہے -

---

اقرار حق و داد شجاعت عثمانی

بدراوتی فرانس کا مشہور ناولسٹ اور ادیب ' آجکل امریکا میں مقیم ہے - وہیں سے اس نے اخبار طان میں یورپ کے نام ایک چٹھی شائع کی ہے - جسمیں لکھا ہے :

سنہ ۱۸۷۰ع میں الجزائر کے عربوں نے ہمارے خلاف علم بغاوت بلند کیا تھا - ہم میں سے ہر شخص جانتا ہے کہ انکے مطالبات بالکل واجبی تھے - یہ بغاوت اس عظیم الشان جنگ کا پیش خیمہ تھی جو جنگ ختم ہونے کے بعد پھر پیدا ہوئی - ترکی پر اطالیہ کے حملہ نے اسطرح فائدہ اٹھایا ' کہ عین جنگ کی حالت میں حملہ کردیا ' ریاستہاے بلقان کو اسطرح ریا نہ تھا -

میرا یہ اعتقاد ہے کہ انکا یہ حملہ بزدلی اور کمینہ پن کی انتہائی مثال ہے - میں انکو ایسے بھیڑیوں سے تشبیہہ دیتا ہوں جو شکار کو زخمی دیکھکر اس پر ٹوٹ پڑے ہیں - یہ واقعہ ہے کہ اگر جنگ بلقان نہ شروع ہوگئی ہوتی ' تو اطالیا باوجود کے علی الرغم ساحل طرابلس پر سیادت حاصل کرنے میں کامیاب نہ ہوتی -

درحقیقت اسوقت یورپ کے مدعیان تہذیب کا فرض تھا کہ عثمانی شجاعت کے احترام کیلیے بیچ میں پڑتے - یہ علحدگی کی پالیسی یورپ کے دامن پر ایک سیاہ داغ ہے جو کبھی مٹ نہیں سکتا -

بیشک عثمانیوں نے اپنی بسالت و شجاعت کی بدولت اس جنگ میں فخر کے گراں بہا تاج حاصل کیے ہیں - یہ راے صرف میری ہی نہیں ہے بلکہ اکثر فرانسیسیوں کا بھی خیال ہے -

مراسلات

سکریٹری مسلم یونیورسٹی کمیٹی

کیخدمت میں کھلی چٹھی

مجوزہ مسلم یونیورسٹی کے چارٹر کی نسبت گورنمنٹ کے ارادوں کی کامل شہرت ہوچکی ہے - امت مرحومہ میں جو نا امیدی گورنمنٹ کے مصدرہ حکم سے پھیلی ہے' اسکا احساس مجھسے بڑھکر بہت کم لوگوں کو ہوگا - یہ ایک " فیصلہ شدہ " امر ہے کہ گورنمنٹ

خبر نہیں' ہاں اسقدر ضرور ہے کہ ترک بیچارے چاروں طرف سے اعدا کے نرغے میں ہیں - بدین وجہ میری ذاتی رائے تو یہ ہے کہ ترک بیواؤں اور یتیموں سے زیادہ اس روپیے کا مستحق اور کوئی نہیں ہوسکتا - یہ بالکل بجا ہے کہ یونیورسٹی کی اساسی کمیٹی کو کوئی حق زر عامہ کو خود بخود اس طرف خرچ کردینے کا نہیں ہے اور میں اس اعتراض سے جو اس صورت میں پیدا ہوگا' ناواقف نہیں ہوں لیکن' اس مشکل کا حل بہت مشکل نہیں ہے - ایک خاص

فکاہات

یونیورسٹی

— * —

مایوس کو ترقی قومی سے میں نہیں * لیکن ابھی تلک تو یہ سودائے خام ہے
رائیں تمام کج ہیں' خیالات سب غلط * گم کردۂ نجات ہر اک خاص و عام ہے
بہ بیس لاکھ قوم نے جو کردیے عطا * بے شبہ عزم و ہمت عالی کا کام ہے
لیکن یہ گفتگو جو ابھی چھڑگئی ہے اب * بہ باعث تباہی ناموس و نام ہے
الحاق کی جو شرط نہ منظور ہوسکی * اک غلغلہ ہے' شور ہے' غوغائے عام ہے
لبریز ہے تصور باطل سے ہر دماغ * ہر سینہ عرصہ گاہ ہوس ہائے خام ہے
اب اسطرح سے چلتی ہے اک ایک کی زباں * گویا کہ ذوالفقار علی بے نیام ہے
دو کو زباں بھی جسنے نہ دی آجتک کبھی * اسکی بھی بیخودی جنوں میں حرام ہے

— * —

اک غلغلہ بپا ہے کہ الحاق جب نہیں * پھر کس بنا پہ جامعۂ قوم نام ہے
اسلام کے جو نام سے بھی متسم نہو * اسکو تو دور ہی سے ہمارا سلام ہے
"مسلم" نہیں تو جامعۂ قوم بھی نہیں * پھر کیوں یہ شور و غلغلۂ اہتمام ہے
چندے لیے گئے تھے اسی شرط پر تمام * یہ نقض عہد ہے کہ جو شرعاً حرام ہے
یہ درسگاہ خاص نہ تھا مدعائے قوم * یہ وہ متاع ہی نہیں جسکا یہ دام ہے

— * —

ان ابلہان قوم کو سمجھائے یہ کوئی * عالم کے کاروبار کا اک انتظام ہے
جسکی بنا تمام ہے تقسیم کار پر * یعنے ہر ایک شخص کا اک خاص کام ہے
عالم میں ہیں ہر اک کے فرایض جدا جدا * یہ مسئلہ مسلمۂ خاص و عام ہے
ہے مقتدی کا فرض فقط امتثال امر * ارشاد و حکم' منصب خاص امام ہے
تھا قوم کا جو فرض وہ تھا بس عطائے زر * آگے مقدسین علی گڈہ کا کام ہے
یہ بارگاہ خاص' نہیں مجلس عوام * سمعاً و طاعۃً! یہ ادب کا مقام ہے
مخصوص ہیں مناصب خاصان بارگاہ * تم کون ہو جو تمکو یہ سودائے خام ہے

(ظریف)

اسی صورت میں ہمکو ہمارے حسب منشا اور ہماری پیش کرد تجاویز کے موافق یونیورسٹی دینے پر آمادہ نہیں ہے' لیکن شرایط قرار دادہ گورنمنٹ ہمکو منظور نہیں ہیں - میں ملت کے اس طبقہ میں سے ہوں' جسکا خیال ہے کہ یونیورسٹی (ان شرایط پر) ہرگز ملی اغراض کیلیے کوئی مفید شے نہیں ہو سکتی - بہر اکثر مسلمانوں کی بھی اب یہی راے ہوگئی ہے کہ ایسی یونیورسٹی ہرگز نہ لینی چاہیے -

میں اپنے ان برادران ملت کی طرف توجہ دلانا چاہتا ہوں' جو اپنی شریف بیویوں اور معصوم بچوں کو بے آسرا چھوڑ کر اپنی جانیں حفظ ملت کیلیے لڑا رہے ہیں - نتائج جنگ کی تو کسیکو

عرضداشت جملہ معطیوں کی خدمت میں روانہ کیجاے' جسمیں انسے یہ بات دریافت کیجاے کہ آیا وہ اس روپیہ کو ترکوں کی مدد میں خرچ کرنا چاہتے ہیں یا نہیں ؟

جہانتک میرا تعلق ہے میں کمیٹی کی خدمت میں عرض کرونگا کہ وہ فی الفور میری رقم رائٹ آنریبل سید امیر علی یا حضور وایسراے کیخدمت میں بھیجدے - اگر کوئی ایسا مبارک وقت آئے کہ گورنمنٹ ہمکو ہماری پیش کردہ شرایط پر یونیورسٹی دینا منظور کرلے' تو میں اپنی رقم کو دگنا کرکے دینے کا اقرار کرتا ہوں -

نیازمند ایم - اے - قدوس بادشاہ (مدراس)

ناموران غزوۂ طرابلس

الاحیاء ، الذین لا یموتون

— * —

السیدہ فاطمہ بنت عبد اللہ

— * —

الصبر یحمد فی المواطن کلہا
الا علیک ، فانہ مذموم

— * —

چند دل کے ٹکڑے ہیں ، جنکو صفحوں پر بچھانا چاہتا ہوں ، کیونکر بچھاؤں ؟ چند آنسو ہیں ، جنکو کاغذ پر پھیلانا چاہتا ہوں ، کیونکر پھیلاؤں ؟ آہ ! اُن لفظوں کو کہاں سے لاؤں ؟ جو دلوں میں ناسور پیدا کردیں ؟ آہ اپنے دل کے زخموں کو کیونکر دکھاؤں ، کہ اوروں کے دل بھی زخمی ہوجائیں ؟ پتھر میں سوراخ ہوجاتا ہے ، مگر جب دل پتھر کے بن جاتے ہیں ، تو اُن کا پگھلانا محال ہے : فہی کالحجارۃ او اشد قسوۃ ، و ان من الحجارۃ لما یتفجر منہ الانہار (۱) اور کائنات انسانیہ میں جسقدر زندگی ہے ، دل کے ناسوروں اور جگر کے زخموں ہی کے دم سے ہے - جبتک دل زخمی ہیں ، روح تندرست ہے ، لیکن جس دن دلوں کے زخم بھرگئے ، اس دن یقین کیجیے کہ آپ زندگی سے خالی بھی ہوگئے -

آج کے نمبر کے ساتھہ ایک خاص صفحہ تصویر کا شائع کیا جاتا ہے ، مگر میں آنکھوں کا طالب نہیں ہوں ، جو اسکو دیکھیں - دل کا طالب ہوں ، جو اسکو پڑھیں - پھر کوئی ہے جو اپنے پہلو میں دل رکھتا ہو ؟

معمورۂ دلے اگرت ہست ، بار کوے
کین جا سخن ز ملک فریدوں نمی رود

* * *

غزوۂ طرابلس کی ایک بہت بڑی خصوصیت یہ ہے کہ مدتوں کے بعد اس نے صدر اول اسلام کے غزوات و مجاہدات کے واقعات زندہ کردیے ، اور مدتوں کے بعد عرب بادیہ کو موقعہ ملا کہ انکے اصلی جوہر نمایاں ہوں - بدر اور اُحد کے واقعات میں ہم پڑھتے تھے کہ ایسی عورتیں تھیں ، جو اپنے آٹھہ آٹھہ لڑکوں کو اللہ کی راہ میں زخمی کراکے پھر خود بھی زخمی ہوجاتی تھیں ، اور اللہ کے رسول محبوب کی محبت و عشق میں ایسی مخمور تھیں ، کہ تیروں پر تیر ہیں کھاتی تھیں ، مگر اپنے جسم کو انکے سامنے ڈھال کی طرح رکھتی تھیں - یہ ہم پڑھتے تھے مگر خاک طرابلس نے تمام واقعات دھرا دیے -

عربی جنگ کی پہلی خصوصیت عورتوں کی شرکت ہے ، غزوۂ طرابلس کیلئے جب اطراف و جوانب اور اندرون صحرا سے قبائل جمع ہونے لگے ، تو ہر قبیلے کے ہمراہ اسکا پورا خاندان تھا - ان میں ہر طرح کی عورتیں ہوتی تھیں - وہ نوجوان لڑکیاں بھی ہوتی تھیں ، جنکے ابھی کھیل کود کے دن تھے - بوڑھی عورتیں بھی ہوتی تھیں ، جنکے جسم کے قوی جواب دیچکے تھے - بہت سی عورتیں ایسی بھی ہوتی تھیں ، کہ انکی گود میں چھوٹے چھوٹے بچے تھے اور وہ انکو الگ نہیں کرسکتی تھیں - ہم نے وہ تصویریں دیکھی ہیں ، جنمیں کسی عورت نے ایک طرف تو گود میں بچہ اٹھا لیا ہے اور دوسری جانب پانی کی مشک ہے - اسی حالت میں میدان جہاد کے زخمیوں کو ڈھونڈھتی پھرتی ہیں -

جن قبائل نے سب سے زیادہ جنگ میں حصہ لیا ، ان میں ایک مشہور قبیلہ (قبیلہ الدراعصہ) تھا ، جو کثرت نفوس ، اور اثر و رسوخ کے لحاظ سے اندرون طرابلس کا سب سے بڑا قبیلہ سمجھا جاتا ہے -

اس قبیلے کا سردار (شیخ عبد اللہ) تھا ، جس کو عرب اپنی بول چال کے قاعدہ تخفیف سے (عبداہ) پکارا کرتے ہیں - اس مجاہد غیور نے آغاز جنگ سے حالت وفات تک جو عظیم الشان خدمات جہاد انجام دیں ، انکی تفصیل کا یہ موقعہ نہیں - جنگ کے تمام ترک افسر اس بارے میں متفق اللسان ہیں کہ اگر شیخ عبد اللہ نے جاں فروشانہ عزائم اول کار میں ساتھہ نہ دیتے ، تو ترکوں کی کامیابیاں ہرگز حاصل نہ ہوسکتیں - مختصر یہ ہے کہ اس فدائے اسلام نے اپنے قبیلے کو ابھارا ، اطراف و نواح کے دوسرے قبائل کو آمادۂ جہاد کیا ، اپنا تمام مال و متاع ترک افسروں کے سپرد کردیا ، تمام عربوں کو بطور نفقۂ جنگ کے روزینہ دیا جاتا تھا ، اسکے لینے سے بھی اس نے انکار کردیا ، پھر اپنے خاندان کے تمام مردوں اور عزیزوں کو لاکر دشمنان اسلام کے آلات جہنمی کے سامنے کھڑا کردیا ، انکو کٹوا دیا ، اور آخر میں خود بھی انکی رفاقت میں روانہ ہوگیا - خدا نے نے تبارک اپنی محبت کی پہلی شرط یہ قرار دی تھی کہ لن تنالوا البر حتی تنفقوا مما تحبون - نیکی حاصل نہیں کرسکتے ، جب تک اسکی راہ میں اُن چیزوں کو نہ لٹادو ، جو تم کو محبوب و مطلوب ہیں ، کیونکہ ایک دل میں محبت کے دو آشیانے نہیں بن سکتے - انسان کی دنیوی محبوبات میں مال و متاع ، اہل و عیال ، اور پھر نفس و جان ، یہی تین چیزیں وہ سب سے زیادہ دلچسپ رکھتی ہیں ، جو اس راہ میں پاؤں کو چلنے نہیں دیتیں - اس ولی من اللہ عاشق صادق نے ایک ہی وقت میں ان تینوں منزلوں کو طے کرلیا - سب سے پہلے مال و متاع کو اسکی راہ میں لٹادیا ، پھر اپنے عزیزوں کو قربان کیا ، آخر میں جان رکھتی تھی ، یہ بھی جان لینے کے سپرد کردی - لا یومن احدکم ، حتی احب الیہ من والدہ و ولدہ والناس اجمعین -

انکس کہ ترا شناخت جانرا چہ کند * فرزند و عیال و خانمان را چہ کند
دیوانہ کنی ہر دو جہانش بخشی * دیوانۂ تو ہر دو جہاں را چہ کند

و من الناس من یشری نفسہ ابتغاء مرضات اللہ ، واللہ رؤف بالعباد (۲ : ۲۰۷) (۱)

* * *

اسکا تمام خاندان مصروف پیکار و خدمات جہاد تھا ، لیکن اولاد میں سے صرف ایک گیارہ برس کی لڑکی (فاطمہ) تھی ، جسکی محویت و استغراق کو دیکھہ دیکھہ کر تمام ترک افسر اور سپاہی حیران ہو جاتے تھے - ڈاکٹر (اسماعیل ڈالی بک) جنہوں نے اسکی تصویر اتاری تھی ، لکھتے ہیں

---

(۱) اور اللہ کے ایسے بندے بھی ہیں جو اُس کی رضا جوئی کی راہ میں اپنی جان تک دیدیتے ہیں ، اور اللہ اپنے بندوں پر بڑی شفقت رکھتا ہے -

" سب سے پہلے میں نے اِس معصوم انسان کو اُس وقت دیکھا" جب میں پہلی مرتبہ اپنی جماعت لیکر (عزیزیہ) سے (زوارہ) آیا تھا ' عورتوں اور لڑکیوں کی لشکر میں کمی نہ تھی ' کیونکہ ہر عرب مع اپنے پورے خاندان کے شریک جہاد ہوا تھا ' لیکن چند مخصوص باتیں (فاطمہ) میں ایسی نظر آئی تھیں ' جنکی وجہ سے وہ ہزار ہا مردوں اور عورتوں میں بھی پہچان لی جاتی تھی - اول تو اسکی عمر بہت چھوٹی تھی ' زیادہ سے زیادہ گیارہ برس کی ہوگی - دوسرے اسکو جنگ ' اور جنگ کے زخمیوں سے کچھ ایسا انس ہوگیا تھا ' کہ سخت سے سخت معرکوں میں بھی اسکی مسابقت اور پیش قدمی کو ہر سپاہی محسوس کرتا تھا - جنگ خواہ حملے کی ہو ' خواہ مدافعت کی ' ساحلی بیڑے سے توپوں کی بارش ہو رہی ہو ' یا تلواروں اور سنگینوں کی سامنے صفیں ہوں ' مگر زخمی مسلمانوں کی آہ اسکے لیے ایک ایسی کشش تھی ' جسکو سن لینے کے بعد محال ہو جاتا تھا کہ اسکی چھوٹی سی مشک اپنے فرض کو بھول جائے - وہ کم سن تھی لیکن اسکے اندر ایک کہن سال عشق موجود تھا - یہ عشق لہو و لعب یا تمتعات حیات کا نہ تھا ' بلکہ خون ' زخم ' اور ٹوٹی ہوئی انسانی رگوں کا - جہاں کہیں یہ چیزیں موجود ہوتیں ' وہ ایک دن رفتار ہونے کی مستعدی ' مگر فرشتۂ عشق کے پروں پر اڑتی ہوئی پہنچ جاتی تھی - میں نے ایک مرتبہ دیکھا کہ بارود کے دھوئیں سے تمام فضا تاریک ہو رہا ہے ' کانوں کے پردے توپوں کی سامعہ شکن صداؤں سے پھٹ رہے ہیں ' گولوں کے پھٹنے سے ایک عارضی روشنی نمودار ہوجاتی ہے ' مگر اسکے ساتھ ہی انسانی احتضار کی چیخیں پچھلی مہیب گرجوں کے ساتھ ملکر ایک عجیب وحشت انگیز ہنگامہ برپا کر دیتی ہیں - ایسے جگر پاش اور رعب ناک عالم میں وہ معصوم ہرنی (مجھے اچھی طرح یاد ہے) اپنا اوڑھنا دو تا پہنے ہوے اور پھٹی ہوئی حمائل کمر کے گرد لپیٹے ہوے اسطرح دوڑ رہی تھی کہ معلوم ہوتا تھا ' مظلوم و محتاج زخمیوں کی خبرگیری کیلیے کوئی فرشتۂ ربانی آسمان سے اتر آیا ہے ' اور اللہ نے ہوا اور زمین کو اسکے تابع کر دیا ہے کہ وہ اٹھائے رہے ' اور یہ لپٹتی جائے - سامنے سے گولوں کی لگاتار بارش ہو رہی تھی ' مگر یہ اس بارش پر بیرونی ہوئی جاتی تھی ' انسانی لاشیں ایک پر ایک گر رہی تھیں ' مگر ہر نئی لاش کے گرنے کی آواز خوف کی جگہ اسمیں قوت کی نئی رو پیدا کر دیتی تھی - یہ حالت دیکھکر میں بے اختیار ہوگیا - کچھ بعید نہیں کہ ایسے خطرناک اور یکسر موت و ہلاکت عالم میں یہ برق وش چہرہ ہمیشہ کیلیے نظروں سے چھپ جائے ! میں نے ارادہ کرلیا کہ ابکی مرتبہ اگر وہ نمودار ہوئی ' تو کسی نہ کسی طرح پکڑ لونگا اور سمجھاونگا کہ موت کی اسدرجہ آرزومند کیوں ہوگئی ہے ؟

تھوڑی ہی دیر کے بعد ایک چھوٹا سا سایہ قریب سے گذرا ' میں نے لپک کر اسکا ہاتھ پکڑ لیا اور کہا " کیا تجھے نہیں معلوم کہ تو اپنے باپ کی ایک ہی بیٹی ہے ؟ "

" چھوڑ دو ' کیا تم بھول گئے کہ اسلام اور وطن کے کتنے فرزند یہاں پیاسے دم توڑ رہے ہیں ؟ " یہ کہا اور نظروں سے غائب ہوگئی !

وہ اکثر کہا کرتی تھی کہ مجھکو سرخ رنگ سے عشق ہے - آہ ! یہی رنگ ایک دن میں نے اسکی گردن اور دل کے نیچے سے بہتا ہوا دیکھا .... "

* * *

۱۲ رجب سنہ ۱۳۳۱ - کو (زوارہ) میں اطالیوں نے دو ماہ کی مسلسل طیاریوں کے بعد ایک بہت بڑا حملہ کیا تھا - عربوں نے بھی مجبوراً عرصے کی بیکاری سے گھبرا اٹھے تھے بھوکے شیروں کی طرح تڑپ کر انکا استقبال کیا - روما سے جو خبر بعد کو مشتہر کی گئی تھی اسمیں اطالیوں کی تعداد چھہ ہزار بتلائی تھی ' مگر دراصل بارہ ہزار سے کسی طرح کم نہ تھی - عربوں اور ترکوں کی متحدہ فوج کی تعداد زیادہ سے زیادہ تین ہزار تھی -

یہ لڑائی دن بھر جاری رہی ' اور عصر کے وقت ۱۲۰۰ لاشیں میدان جنگ میں چھوڑ کر ' اپنی عادت مستمرۂ جنگ کے مطابق ' اطالیوں نے ساحل کا رخ کیا -

* * *

عین دوپہر کا وقت تھا ' اٹالین توپ خانہ دونوں جانبوں سے آگ برسا رہا تھا ' دس ہزار بندوقوں کے چھوٹنے کی آواز ایک ہی وقت میں کڑک رہی تھی ' تمام ریگستان میں موت اور ہلاکت کے سوا کچھہ نہ تھا - اس وقت اس بہشت زار شہادت کی حور عین : (فاطمہ) کہاں ہے ؟

وہ بدستور اپنے ایک ہی کام میں مشغول ہے - اسکی دائمی رفیق (مشک) اسکی پیٹھہ پر ہے - دھوپ اور تپش کی شدت سے چہرہ جھلسا ہوا ہے ' تالو پر سرخی مائل ریت کی تہہ جمع ہوئی ہے ' کپڑے اسکے محبوب " سرخ رنگ " کے دھبوں سے رنگین ہو رہے ہیں اور اپنی مخصوص معصومانہ محبوبیت کے پروں سے فضاے جنگ میں اڑ رہی ہے -

اسکی ماں بھی اس خدمت میں شریک ہے ' مگر اسکا ساتھہ کیوں دے سکتا ہے ؟ اسکا باپ بھی اپنے قبیلے کے ساتھہ مصروف جانبازی ہے ' مگر اسکو اپنے کام کے انہماک میں اسکی یاد کی مہلت ہی کب ہے ؟ عصر کا وقت جب قریب آگیا ' تو مجاہدین آخری عزم و ہمت کے ساتھہ دشمنوں پر ٹوٹ پڑے ' اور انکی صفوں میں گھس کر تلواروں سے کاٹنا شروع کردیا - (احمد نوری بک) ترکی کمان افسر نے عربوں کے ہجوم کو دیکھا ' تو خود بھی اپنی جماعت لیکر دشمنوں کے مشرقی توپ خانے تک بڑھتا ہوا چلا گیا - توپ خانے کے پاس اطالیوں کی ایک تازہ دم جماعت موجود تھی ' جس نے ابتک لڑائی میں حصہ نہیں لیا تھا - ایک چھوٹی سی جماعت دیکھکر وہ ہرطرف سے ٹوٹ پڑے اور تیس ترک سپاہیوں کو چاروں طرف سے گھیر کر بندوقوں کا نشانہ بنا دینا چاہا - نہیں معلوم کونسا محافظ ہاتھہ تھا ' جس نے عربی صفوں سے اسقدر دور (فاطمہ) کو پہنچا دیا تھا - اس نے دیکھا کہ جانباز ترک تلواروں کے بے امان ہاتھہ مارکر صاف نکل آئے ہیں ' مگر چار زخمی ترک زمین پر پڑے ہوے سسک رہے ہیں - نامرد اطالی حریفوں کو روک تو نہ سکے ' مگر اب زخمیوں کے سر و سینہ میں سنگین چبھو کر اپنا غصہ نکال رہے ہیں - گیارہ برس کی (فاطمہ) دیکھتے ہی لپکی ' اور بغیر ان لوگوں پر نظر ڈالے ہوے ' جو پاس ہی کھڑے تھے ' اپنی مشک ایک زخمی کے منہ سے لگادی - پورا ایک گھونٹ بھی ابھی زخمی کے حلق سے نہیں اترا تھا ' کہ دو اطالیوں نے بڑھکر گردن کے پاس سے اسکا گریبان پکڑ لیا - (فاطمہ) معاً تڑپی ' مگر دشمن کی گرفت مضبوط تھی - فوراً اس نے زخمی ترک کی پڑی ہوئی خون آلود تلوار اٹھالی ' اور اس زور سے ماری ' کہ اطالی سپاہی کے دہنے ہاتھہ کا پہنچا زخمی ہو کر لٹک گیا - اس نے گردن چھوڑ دی ' مگر اسلیے چھوڑ دی ' تا کہ بائیں ہاتھہ سے اپنے دشمن پر حملہ کرسکے -

ادھر بندوق کے چھوٹنے کی آواز آئی ' اور ادھر اٹالین فوج شکست کھاکر بھاگتی ہوئی نظر آئی -

* * *

ـــ کارزار طرابلس ـــ

عرب اور ترک سپاہي جب دشمنوں کا تعاقب کرتے ہوے میدان جنگ سے آگے بڑھے ' تو انہوں نے دیکھا کہ چار زخمي ترک زمین پر پڑے ہیں ' پاس ہي (فاطمہ) کي لاش ہے ' مگر اس حالت میں ' کہ مشک کا حلقہ ہاتھہ میں پکڑا ہوا ہے ' اور مشک ایک بے ہوش ترک کے سینے پر پڑي ہے - شاید مرتے دم بھي زخمي ترک کو پاني پلانے کي کوشش کي تھي ' مگر مشک اسکے منھہ تک نہ لے جاسکي ! !

فرمان سلطاني

— * —

مصر کي تازہ عربي ڈاک میں وہ فرمان سلطاني آگیا ہے جو دولت عثمانیہ کي طرف سے اہل طرابلس کو بھیجا گیا تھا ' جسکا ترجمہ درج ذیل ہے -

فرمان سلطاني بابت خود مختاري

بنام اہل طرابلس الغرب و بن غازي

بلحاظ اسکے کہ ہماري حکومت تم کو اپنے وطن کي مدافعت میں ضروري مدد نہیں دے سکتي ہے ' اور بخیال اس اہتمام کے جو ہمکو تمہارے موجودہ اور آیندہ مصالح کي بابت ہے ' اور بلحاظ اس رغبت کے جو ہمکو اس منحوس جنگ کے ختم کرنے کي نسبت ہے جو ملک و خاندان اور ہماري سلطنت کے خلاف کي گئي ہے - اور بنظر اس امن پسندي کے جو ہمیں تمہارے ملک اور سلطنت میں ہے ' تمکو اندروني کامل خود مختاري دیدے ہیں - ہم اپنے ایماندار خادم شمس الدین تک کو تمہارے ملک میں قائم مقام بناتے ہیں اور طرابلس میں عثماني مصالح کي حفاظت انکے متعلق کرتے ہیں ' انکا تعین پانچ برس تک کیلیے ہوگا - پانچ برس کے بعد انکے بحال رکھنے یا انکي جگہہ پر کسي دوسرے کے تقرر کا حق ہم اپنے لیے محفوظ رکھتے ہیں -

چونکہ ہماري یہ خواہش ہے کہ شریعت مقدسہ کے قواعد جاري رہیں اسلئے ہم اپنے لیے ایک قاضي کي تقرري کا حق محفوظ رکھتے ہیں - اس قاضي کو اختیار ہوگا کہ وہ اپنے ماتحت علماء خود منتخب کرے - اس قاضي کي تنخواہ ہم دینگے - نائب السلطان اور باقي اسلامي عملہ کي تنخواہ طرابلس کي آمدني سے دیجائیگي -

دستخط - محمد الخامس

صلح نامہ ترکي و اٹلي

— * —

مصر کي تازہ عربي ڈاک سے

— * —

(۱) دونوں سلطنتیں معاہدہ کرتي ہیں کہ اس صلحنامہ پر دستخط ہونے کے بعد موجودہ سرحدي جنگ کے روکنے کیلئے ضروري تدابیر اختیار کرینگي - ونیز سرحدوں پر اپنے اپنے نائب بھیجدینگي تاکہ وہ ان تدابیر کے نفاذ کي کوشش کریں -

(۲) دونوں حکومتیں وعدہ کرتي ہیں کہ وہ اپنے اپنے افسروں ' فوج ' اور دیگر عہدہ داروں کو واپسي کا حکم دیدینگي - اطالیا جزائر ایجین سے اور دولت عثمانیہ طرابلس اور بن غازي سے - لیکن طرابلس اور بن غازي سے عثماني فوج کے واپس ہونیکے بعد اطالوي فوج جزائر ایجین سے واپس بلائي جائیگي -

(۳) فریقین جلد سے جلد قیدیوں کو رہا کردینگے -

(۴) دونوں حکومتیں معاہدہ کرتي ہیں کہ اطالیا اہل طرابلس اور بن غازي سے درگزر کریگي اور دولت عثمانیہ ان باشندوں سے جو اطالیا کے ساتھہ جنگ میں شریک ہوے ہیں یا جنکي بابت جنگ میں شرکت کا شبہ ہے ' اس معافي سے وہ لوگ مستثنی ہونگے جو کسي قانون عام کي بموجب سزا کے مستوجب ہونگے - اسلئے یہ جائز نہوگا کہ کوئي شخص سے خواہ وہ کسي طبقہ یا کسي مقام کا ہو ' اسکي ذات یا جائداد سے ان کاموں کي نسبت مواخذہ کیا جائے ' جو اس نے دوران جنگ میں انجام دئیے ہیں ' اور وہ تمام لوگ جو اسوقت قید میں ہیں ' یا جلا وطن کردیے گئے ہیں ' بغیر کسي تاخیر کے آزاد کردیے جائینگے -

(۵) ان تمام معاہدات اور اتفاقات پر عمل کیا جائیگا ' خواہ وہ کسي قسم اور کسي نوعیت کے ہوں جو دونوں سلطنتوں میں قبل جنگ منعقد ہوے تھے یا نافذ ہوتے تھے اور پھر رہگئے تھے - دونوں حکومتوں اور نیز انکي رعایا کي حیثیت پھر وہي ہوجائے گي جو جنگ سے پہلے تھي -

(۶) اطالیا وعدہ کرتي ہے کہ وہ ایک تجارتي معاہدہ دولت عثمانیہ کے ساتھہ کریگي ' جسکي بنیاد دول یورپ کے قانون عام پر ہوگي -

یعني اطالیا دولت عثمانیہ کو استقلال اقتصادي دیگي اور دولت عثمانیہ کو جنگي سامان وغیرہ میں ہر قسم کے تجارتي تصرف کا حق حاصل ہوگا جیسا کہ اسوقت دول یورپ کرتي ہیں - لیکن یہ تصرف حق تعدیل قدصل یا ان حقوق کے ساتھہ مقید نہیں ہوگا ' جو اسوقت نافذ ہیں - یہ معاہدہ اس شرط پر ہوگا ' کہ دولت عثمانیہ بھي ایک ایسا معاہدہ دول یورپ کے ساتھہ کرے -

اسکے علاوہ اطالیہ یہ قبول کرتي ہے :

(۱) عثماني جنگي سامان اطالوي پر ۱۵ في صدي محصول لیا جاے -

(۲) پیٹرول ' سگرٹ کا کاغذ ' دیا سلائي ' الکہل ' اور کھیلنے کے تاشوں پر بھي چنگي زیادہ کي جائے -

لیکن اس شرط پر کہ -

(۱) دیگر ممالک کے سامان پر بھي چنگي میں اضافہ کیا جائے -

(۲) دولت عثمانیہ اطالوي سامان اسي في صدي اوسط کي نسبت سے منگوائے جو جنگ سے تین سال قبل تھا بشرطیکہ قیمتیں ایک ہوں اور بازار اس قسم کے موافق ہو -

(۷) اطالیا وعدہ کرتي ہے کہ وہ اپنے تمام ڈاکخانے بند کردیگي جو دولت عثمانیہ میں ہیں ' بشرطیکہ دوسري سلطنتیں بھي اپنے ڈاکخانے بند کردیں -

(۸) اطالیا یہ اقرار کرتی ہے کہ دولت عثمانیہ میں غیر ملکیوں کے حقوق کی موقوفی کی بابت حکومت عثمانیہ کی نیت مخلصانہ ہے اور وعدہ کرتی ہے کہ جب دول سے انکے بابت گفتگو ہوگی تو وہ دولت عثمانیہ کی مدد کریگی -

(۹) یہ کہ

(۱) دولت عثمانیہ ان اطالیونکو واپس بلالے جو دوران جنگ میں خارج کردیے گئے تھے -

(۲) مدت غیر حاضری کی تنخوا ہیں تمام اطالوی ملازمین سلطنت کو دیجائیں -

(۳) اس غیر حاضری کا اثر ان اطالوی ملازمین کی پنشن پر نہ پڑے جو پنشن کے مستحق ہیں -

(۴) دولت عثمانیہ اپنا اثر استعمال کرے کہ تمام کمپنیاں بینک اور دوسرا ہیں اہل اطالیا ساتھہ وہی برتاو کریں جو جنگ کے قبل کرتے تھے -

(۱۰) اطالیا ہر سال محکمہ قرض عام دولت عثمانیہ کو ایک رقم ادا کرے گی ' جسکی مقدار اس روپے جتنی ہوگی جو ان دونوں ولایتوں نے جنگ سے تین سال قبل دیا تھا - دولت عثمانیہ اور اطالیہ کیطرف سے نایب مقرر کیے جائیں گے جو اس مقدار کا فیصلہ کرینگے - اگر اختلاف ہوگا تو ایک مجلس ترتیب دیجاویگی جسکا صدر اول الذکر حکومت مقرر کریگی اور کثرت آراء سے فیصلہ ہوگا - اگر یہ مجلس فیصلہ نہ کرسکے تو دونوں سلطنتیں ایک ایک سلطنت کو اپنی طرف سے مقرر کردینگی جو اس کا فیصلہ کرینگی ' فیصلہ کے بعد محکمہ قرض عثمانی کو یہ اختیار ہوگا کہ وہ اس قسط کو مع ۴ فیصدی سود کے طلب کرے - اطالیہ یہ منظور کرتی ہے کہ سالانہ قسط دو ملین اطالوی فرانک سے کم نہیں ہوگی -

(۱۱) دستخط کے بعد سے ان تمام دفعات کا نفاذ شروع ہوجائیگا -

شئون عثمانیہ

— * —

جنگ بلقان کی خبریں

— * —

عثمانی ذرائع سے

اس ہفتے کی یورپی و ترکی ڈاک میں جسقدر مضامین جنگ کے متعلق ہیں ' وہ تمام تر اہم واقعات و تفصیلات سے پیشتر کے ہیں ' جنکا ترجمہ بالکل بے سود ہوگا ' صرف چند مختصر خبریں منتخب کرکے درج کیجاتی ہیں ' جنسے ان عثمانی فتوحات کا اندازہ کیا جا سکتا ہے ' جو ۲۱ اکتوبر سے پہلے ظاہر ہوچکی تھیں ' اور جنکی اطلاع سے رویٹر ایجنسی بالکل لا علم ہے - امید ہے کہ آیندہ ہفتے پیش نظر واقعات وحالات مل سکیں :

عثمانی محکمہ جنگ کی طرف سے شائع کیا گیا ہے :

برانہ میں جنگ جاری ہے - مانٹی نیگرو کی فوج گوسنیہ ' پلاو اور قورا کی طرف بڑھی ' عثمانی فوج نے مقابلہ کیا ' اور آخرکار انکو پسپا کردیا - پھر مانٹی نیگرو کی فوج قورا کے شمال کی طرف بڑھی - لیکن پھر بھی پسپا کردی گئی - بک باشی ممتاز بک اس فوج کے کمان افسر تھے - دشمن کا نہایت سخت نقصان ہوا -

(گوسینہ) مانٹی نیگرو کی فوج میدان جنگ سے بھاگ رہی ہے - معرکہ جاری ہے - منطوعین (والنٹیر) کثرت سے آرہے ہیں -

' عثمانی فوج کے حدود مانٹی نیگرو میں چھہ گھنٹہ کی مسافت تک بڑھتے ہوئے چلے جانے کی خبر کی تصدیق ہوگئی ہے -

سرویا کی باقاعدہ فوج کے ایک فرقہ نے برشانا پر حملہ کیا تھا ' لیکن شکست کھا کر بھاگتے ہوے راستہ میں ارناؤوں کی ایک جماعت سے مدبھیڑ ہوگئی جو پوشیدہ وہاں موجود تھی - ۲۰۰ آدمی گرفتار ہوے اور باقی بھاگ گئے -

جاقور ' مورقرا ' وادی نہرلیم ' تسگنائے اسقوہ ' غلاده ' اور زلیقا پر عثمانی فوج قابض ہوگئی ہے - دشمن (اندریہ دیجا) کی طرف بھاگ گئے -

---

حدود سرویا

— * —

(اسکوب) سرویا نے سرحد پر زیادہ فوج جمع کی ہے - بظاہر معلوم ہوتا ہے کہ سرویا کی طرف سے مدافعت ہوگی -

کوشش کی گئی کہ مسلمانان سرویا کو ہتھیار دیے جائیں اور وہ بھی شریک جنگ ہوں ' مگر انہوں نے انکار کردیا -

حدود بلغاریا پر دیر تک چھیڑ چھاڑ ہوتی رہی - جسمیں تھوڑی دیر تک توپیں بھی سرکی گئیں - اسکے بعد بلغاریا نے دھاوا بولدیا لیکن تھوڑی دیر نہیں گذرنے پائی تھی کہ سخت شکست کھاکر انکو واپس فرار کرنا پڑا -

---

حدود مانٹی نیگرو

— * —

برانہ میں مانٹی نیگرو کو ایک نہایت سخت و شدید شکست ہوئی - شکست کھاکے بھاگتے ہوے بکثرت سامان جنگ و ذخیرہ رسد چھوڑ گئے

مانٹی نیگرو کی فوج کو گوسنیہ کے حملہ میں شکست ہوئی - عثمانی فوج دور تک تعاقب کرتی ہوئی چلی گئی -

عثمانی فوج نے یہاں کے تمام مضبوط مقامات پر قبضہ کرلیا ہے دشمن کے زخمیوں اور مقتولوں کی تعداد بے شمار ہے -

(قوچانہ) بلغاری باشندے سرحدی مقامات سے بھاگ گئے -

۲۱ اکتوبر کو (طنین) نے ذیل کی خبریں سرکاری ذرائع سے شائع کی ہیں :

ایک عثمانی کشتی پر بلغاریوں نے دفعۃً آتشباری کی - جسکے جواب میں عثمانی بیڑے نے بھی بندرگاہ وارنہ پر گولے پھینکے - بلغاری بھاگ گئے ' کشتی کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا - بیڑے نے شہر کو مسمار کرنا شروع کردیا ہے ' دشمن بھاگ گئے ہیں - بیڑا اب تک برابر شہر مسمار کر رہا ہے -

بلغاریا کی تین تباہ کن کشتیوں نے وارنہ سے نکلنا چاہا مگر اس درجہ شدید نقصان پہنچا کہ نہ نکل سکیں - مسماری کا سلسلہ جاری ہے -

(شرکت عثمانیہ) کے پاس وزارۃ جنگ سے یہ تار موصول ہوا ہے

بلغاریا کی فوج خاللر کے قریب (دوسیاط) میں جمع ہوئی - عثمانی سپہ سالار نے فوج کو واپسی کا حکم دیا تھا کہ یکایک دشمن نے حملہ کردیا - عثمانی فوج برابر پیچھے ہٹتی ' اور دشمن کی فوج برابر بڑھتی چلی آئی ' یہاں تک کہ عثمانی حدود میں آگئی - اس وقت عثمانی فوج کو حملہ کا حکم دیا گیا - اس حملہ میں دشمن کی فوج ' توپیں ' اور دیگر سامان جنگ بکثرت غنیمت میں ہاتھہ آیا -

Printed & Published by Abul Kalam Azad, at The Hilal Electrical Printing Works, 7-1, McLeod Street Calcutta.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين (القرآن الحكيم)

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad

7-1, MacLeod street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی -
مسلمان کاملین ابو الکلام الدہلوی

مقام اشاعت
٧ - ١ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ٨ روپیہ
ششماہی ٤ روپیہ ١٢ آنہ

جلد ١ | کلکتہ : چہارشنبہ ١٠ ذی الحجہ ١٣٣٠ ہجری | نمبر ١٩

Calcutta · Wednesday, November 20, 1912.

فہرس

تصاویر

ایڈیٹر الہلال کا سفر

— * —

امید ہے کہ انشاء اللہ اسی ہفتے کے اندر ایڈیٹر الہلال بعض اہم اغراض سے ایک مختصر دورہ شروع کردیگا ' جو ممکن ہے کہ پیش آنے والے واقعات سے وسیع تر ہو جاے - و الامر بیدہ سبحانہ و تعالی -

مناستر کے قبضے کي تغلیط

— * —

صلح کي بے سرو پا افواہ ' بلغاري فوج کي ہزیمت اتفري ' اموات کي کثرت ' ہیضہ کي شدت ' باب عالي نے مہلت جنگ کي شرائط نا منظور کیں ' جنگ برابر جاري رہے گي ' ملک اور حکومت ' دونوں کا یہي منشا ہے -

— * —

و یستعجلونک بالعذاب ' و لولا اجل مسمی ' لجاءهم العذاب ولیاتینهم بغتة وهم لا یشعرون (٢٩ : ٥٣)

— * —

بنام الہلال

— * —

قسطنطنیہ - ١١ نومبر صبح - ١٠ بجے

قوت اور عزم و ہمت ' دونوں روز بروز بڑھتي جاتي ہیں - کوئي دن دشمنوں کي سخت و شدید شکستوں کي بشارت سے خالي نہیں جاتا ' شہر میں پورا سکون ' اور حکومت مجبوراً جنگ قائم رکھنے پر قادر ' مناستر کي تسخیر بالکل غلط ہے ' البتہ ١٩ کو شہر سے جنوب میں ایک جنگ ہوئي اور حملہ آور سخت نقصان اٹھاکر واپس گئے - چتلجا کي قوت اور سامان ہر گھنٹے المضاعف ' بلغاري فوج فاقہ اور کثرت ہیضہ سے تباہ ہو رہي ہے ' روزانہ اموات کي تعداد بے شمار - صلح کا یہاں ذکر تک نہیں ' مہلت کي شرطیں نا منظور کردیں ' ملک اور گورنمنٹ ' دونوں جنگ قائم رکھیں گے ' گھبراؤ مت ' مگر دعاؤں میں ہم کو نہ بھولو ' خط جاتا ہے -

(عبید اللہ) -

شذرات

النبا العظیم

(۲)

— * —

اگر موجودہ جنگ کی تاریخ کا کوئی پر فخر اندیشی سوفیا سے شائع کیا گیا، اور اسمیں سقوط بی، اسنوب، دادا؛ اور ارک قلعسی کی شاندار فتوحات کی داستانسرائی کی گئی، تو دنیا میں ایک شخص ہوگا جو سرو بن اور بلغارین سپاہیوں کی فاتح تلواروں کے مقابلے میں اپنی گھسی ہوئی پنسل کو پیش کریگا، اور دعوا کریگا کہ معروضہ مقامات کی فتح و نصرت کی داد کا اصلی حصہ اسی کو ملنا چاہیے کیونکہ بلغاری توپ خانے کے گولوں کی آواز بھی جن مقامات تک نہیں پہنچتی تھی، وہاں اسکی پنسل اور تار کے فارم کا عام قدم لہرانے لگتا تھا!

یہ فاتح مدعی موجودہ جنگ کا بدنا راوی (لفٹننٹ ونگنر) ہوگا!

اگر اس عجیب و غریب فاتح نے ایسا دعوا کیا، تو اسکا دعوا بالکل بے حرف ہوگا، البتہ شاید ایک زبان ہو، جو اس مدعی کو بھی اپنا مدعا علیہ بنالے - یہ مسٹر (اسکوئتھ) بالغابہ ہونگے - جنہوں نے قسطنطنیہ کی فتح کے انتظار میں جو دماغی اور اعصابی صدمات انکو برداشت کرنے پڑے، اور بدبختی سے جسکا سلسلہ بدستور جاری ہے اسکی ذمہ داری سے یقیناً یہ مدعی فاتح اپنے نفس نہیں بچا سکے گا، علی الخصوص جب انگلستان کی موجودہ اندرونی معرکہ آرائی کو پیش نظر رکھا جائے، جسکا نازک وقت لبرل وزیر اعظم سے ایک غیر معمولی ہمت اور شجاعت کا طلبگار تھا، اور موسم سرما کے ان شدائد کو دیکھا جائے، جو کہ چٹلجہ کی لائنوں کے سامنے بلغاری حملہ آوروں کے لئے ناگزیر ہوں، مگر فتح قسطنطنیہ کے انتظار اسلئے انگلستان میں تو کسی طرح موزوں نہیں کہے جاسکتے، تو اس وقت مسٹر اسکوئتھ کے دعوے کی اہمیت قدرتی طور پر بڑھ جاتی ہے اور اگر انہوں نے دعوا کیا، تو امید ہے کہ دنیا کی ہمدردی انکے ساتھ ہوگی -

یہ ایسی عجیب بات ہے کہ آج پریس کی دنیا پر حکومت ہے عین یورپ میں ایک لڑائی ہو رہی ہے، ۶۶ سے زیادہ نامہ نگار یوروپین اخباروں کے میدان جنگ میں بلائے جاتے ہیں - مگر پھر بھی تمام دنیا کی معلومات پر سوفیا کی گورنمنٹ حکومت کر رہی ہے، اور جن واقعات کو چاہتی ہے دنیا کے سامنے پیش کرتی ہے، اور جن کو چاہتی ہے، تاریکی میں مدفون کر دیتی ہے - (لفٹننٹ ونگنر) ایک ہی راوی ہے، جس نے ترک قلعسی کے معرکے تک تمام عالم میں خبریں مشتہر کی تھیں، اور صرف اسی کو جنرل سالورف کے خیمے کی معلومات براہ راست حاصل کرنے کا فخر حاصل ہوا تھا، لیکن اب خود لندن کے سیاسی حلقوں میں علانیہ اعتراف کیا جا رہا ہے کہ "اس وقت تک موجودہ جنگ کی نسبت جس قدر خبریں ملی ہیں، ان پر پھر سے نظر ثانی کرنی پڑیگی" اور خود مارننگ پوسٹ کا نامہ نگار اقرار کرتا ہے کہ "جب مفروضات اور بلقانی توقعات کو واقعات کی صورت میں دنیا تسلیم کر چکے گی، اور ایک عظیم الشان جغرافیائی انقلاب مشرقی یورپ میں ہو چکے گا، تو اسکے بعد شاید مورخ آئیں گے، اور اس جنگ کی کوئی صحیح تاریخ مرتب ہوگی"

یہ سچ ہے کہ مسیحی مذہب کو کذب و کذابی سے تمام مذاہب عالم میں ایک مخصوص و ممتاز مناسبت حاصل ہے - اور ایک مسیحی شخص جس طرح اپنی روزمرہ کی زندگی میں سچ بولنے کا عادی نظر آتا ہے اس سے کہیں زیادہ مذہبی اور قومی معاملات میں جھوٹ بولنے کیلیے بے پروا ہے - اس کے سامنے مسیحیت کے مقدس رسولوں کی سنت موجود ہے، جنمیں سے ایک نے مرغ کے تین بار اذان دینے سے پہلے مسیح پر لعنت بھیجی تھی، اور دوسرے (سینٹ پال) نے بغیر روح القدس کو ناراض کیے رومیوں کے سامنے متعدد مرتبہ بے تکان جھوٹ بولا تھا، پس آج بھی کسی مسیحی وجود سے خواہ وہ کسی جنگ کا راوی ہو، یا کسی بڑی حکومت کا وزیر خارجی، قومی و مذہبی معاملات میں سچ بولنے کی امید رکھنا ویسا ہی بے سود ہے، جیسی یہ خواہش ناممکن الحصول ہو سکتی ہے کہ "پاپ مسیحیت" کے افتتاح کا منظر دیکھکر انگلستان کا وزیر اعظم صلیبی اسپرٹ کے اظہار سے باز رہے، مگر تاہم ایک ضروری سوال یہ ہے کہ ان مکذوبات کی اشاعت کیا صرف مسیحی فطرۂ ثانیہ ہی کا ظہور تھا یا سیاسی دسائس کے شیاطین نے کوئی اور مقصد بھی ملحوظ رکھا تھا؟

اصل یہ ہے کہ بلقانی اتحاد کی ابتدائی اشاعت، مانٹی نگرو کی تحریک، بلغاریا کا ابتدائی انکار، پھر پرجوش اقدام اور معرکۂ قرق قلعسی کے ساتھ ہی انگلستان، اسٹریا، اور فرانس کے ہمدردانہ اظہارات پر ایک سرسری نظر بھی ڈالیے، تو اصل مقصد بے نقاب ہوجاتا ہے، اور صاف معلوم ہوجاتا ہے کہ فی الحقیقت بلقانی اتحاد جو نتائج حاصل کرنا چاہتی تھی انکا اصلی موقعہ میدان جنگ میں نہیں، بلکہ اخباروں کے صفحات پر تھا - جنگ کے چھڑ جانے سے پہلے دول یورپ کی ذمہ دار زبانوں نے اعلان کردیا تھا کہ جنگ کا خواہ کچھ نتیجہ ہو، مگر اسکا اثر حکومتوں کے جغرافیے پر کچھ نہ ہوگا، یہ صرف اسلئے تھا کہ اگر ترکوں نے سوفیا اور استنبجی پر قبضہ کرلیا، تو فتح یونان کی طرح اس جنگ کے نتائج سے بھی باب عالی جبراً محروم رکھا جائے -

لیکن جنگ کے چھڑتے ہی بلغاریا نے اپنی فتوحات کی خبروں کا عمدہ انتظام کرلیا اور پے در پے کامیابیوں اور سخت ترکی شکستوں کی خبریں شائع کرنا شروع کردیں - یہ ایک عمدہ ذخیرۂ دلائل تھا، جو وہ یورپ کے نظارت ہائے خارجہ کے لیے بہم پہنچا رہی تھی تاکہ انکی بنا پر فوراً پچھلی رائے کے تغیر کا اعلان کردیا جائے اور ایک مرتبہ تمام یورپ میں بلقانی ریاستوں کی کامیابی کا غلغلہ بلند ہوجائے - ترکی شکستوں کے ساتھ ما فوق الفطرۃ نقصانات کے شمار و اعداد، باب عالی کی کمزوری، ہیضہ کی کثرت، عام طور پر قسطنطنیہ میں سراسیمگی اور مایوسی، ان تمام باتوں پر اسلیے زور دیا جاتا تھا، تاکہ بتلایا جا سکے کہ اب ترکوں کی متعادی کی کوئی امید باقی نہیں رہی ہے، اور وقت آگیا ہے کہ یورپ ایک کانفرس منعقد کرکے فوراً قطع و برید کی کارروائی شروع کردے - چنانچہ معرکۂ قرق قلعسی کی خبروں کے شائع ہوتے ہی سر ایڈورڈ گرے اور ایم سارا نوف کی انگلیاں مسئلہ مشرقی کی قینچی کے حلقوں میں نظر آنے لگیں، اور مسٹر ایسکوئتھ اس تعجب انگیز اتحاد کی خبر دیتے ہیں جو مشرقی مسئلہ کی خوش قسمتی سے اس وقت تمام دول یورپ میں موجود ہے -

اب دنیا بدل گئی ہے - جس وقت تک ترکوں کی طرف سے سوفیا پر قابض ہوجانے کا خوف تھا، اس وقت تک جنگ محض

ایک کہیل تھی ' جسکا نتیجہ خواہ کچھہ ہو' مگر فتح مند فریق اور ہزیمت خوردہ مقابل ' دونوں نتیجہ کے لحاظ سے یکساں سمجھے جائیں گے ' لیکن اب " پچھلی حالت کا لوٹ آنا محال ہے " اور انگلستان کا نیا ولیم پٹ (مسٹر اسکویتھہ) کہتا ہے کہ " مشرقی یورپ کا نقشہ بدل دو " !

فتح قسطنطنیہ

ایک عمدہ بات ہے کہ ہندوستان کے نائب السلطنت اور مصر کے فاتح سوڈان نے ٹرکش ریلیف فنڈ میں چندہ دیا ' اور گو ہم دہلی کی جامع مسجد کی اُن صفوں میں کوئی جگہ حاصل نہ کرسکے ' جو ان واقعات کی شکر گذاری کیلیے مرتب ہوئی تھیں ' تاہم اپنے گھر میں بیٹھکر تو خوش ہوسکتے ہیں - لیکن سوال یہ نہیں ہے کہ ہندوستان میں ترک زخمیوں کی مرہم پٹی کے لیے کیا کچھہ دیا گیا ؟ بلکہ پوچھنا یہ ہے کہ انگلستان میں ٹرکی کے زخمی جسم کی قطع و برید کے لیے کیا کچھہ کہا گیا ہے ؟

تاریخی واقعات کا تشابہ بعض اوقات کیسا عجیب ہوتا ہے ! (گبن) نے ایک یونانی پیشین گوئی کا ذکر کیا ہے' جو سلطان محمد فاتح کے حملۂ قسطنطنیہ کے زمانے میں رومیوں اور یونانیوں کی امید کی آخری عدا تھی ' اس پیشین گوئی میں یقین دلایا گیا تھا کہ گو ترک قسطنطنیہ کو فتح کرلینگے' لیکن جس وقت وہ (سینٹ صوفیا) کے گرجے کے پاس پہنچیں گے ' معاً ایک خونخوار فرشتہ آسمان سے اتر آئے گا اور فاتحوں کو شکست دیکے سرحد ایران تک بھگا دیگا -

سلطان جب فتح کے بعد سینٹ صوفیا کے دروازے پر پہنچا ' تو اسکے اندر ہزاروں آدمی اس آسمانی فرشتے کا انتظار کر رہے تھے ' لیکن دروازے کے ٹوٹنے کی آواز نے انہیں دلادیا کہ آسمانی فرشتہ کی جگہ سلطان محمد کی فاتح تلوار سامنے آنے والی ہے -

ٹھیک یہی حال ۹ نومبر کو سینٹ صوفیا کی جگہ گلڈ ہال میں ہوا جبکہ مسٹر اسکویتھہ فتح قسطنطنیہ کا چند گھنٹوں کے اندر انتظار فرما رہے تھے ' اور " باب مسیحیت " کے افتتاح کے لیے تخیل میں طلائی صلیبوں کی ایک مقدس قطار کھڑی کردی تھی - وہ دیکھہ رہے تھے کہ صلیبی جنگ کی فراموش شدہ گھنٹوں کی متبرک صداؤں میں ایک مقدس رسم کی وقار و عظمت کے ساتھہ قسطنطنیہ میں داخل ہو رہے ہیں' اور سینٹ صوفیا کا پراسرار راہب اسکی دیواروں سے نکلکر اپنے برکت کے ہاتھہ پھیلا رہا ہے (۱)

لیکن عین اس شوق و محویت کے عالم میں فتح قسطنطنیہ کی جگہ ریوٹر نے بلغاری شکستوں کی پے ہم خبریں سنانا شروع کردیں ' اور قسطنطنیہ کی فتح بابی کی جگہہ ' اڈریا نوپل کی کامیابی بھی انکے نظارۂ باب مسیحیت کی طرح خواب و خیال ثابت ہوئی !

ہفتۂ جنگ

خبروں کا قدیم انداز گو برابر قائم رہا لیکن ساتھہ ہی قسطنطنیہ کی بعض خبریں اصلیت کو روشنی بخشتی رہیں - اقرار حق کے لحاظ سے بھی یہ ہفتہ قابل ذکر ہے کہ مارننگ پوسٹ ' ڈیلی ٹیلی گراف ' اور منچسٹر گارجین کے نامہ نگاروں نے صاف صاف لندن ٹائمز وغیرہ کی باطل نگاریوں کا اعتراف کر لیا -

موجودہ جنگ کی حالت یہ معلوم ہوتی ہے کہ (شٹلجا) کی مدافعت کی قوت و ہزیمت پر تمام جنگ آکر ٹھہر گئی ہے - نقشہ اپنے سامنے رکھکر دیکھیے تو آپکے دہنی جانب قسطنطنیہ ہے ' بائیں طرف مرق کلیسی کا سلسلہ ' اور مثلث کے تیسرے کونے پر شٹلجا ' جو مغربی جانب کو قسطنطنیہ سے ۲۵ میل کے فاصلے پر بیان کیا جاتا ہے - یہ دراصل ایک چھوٹا سا جزیرہ نما مقام ہے جسکے جنگی استحکامات کا سلسلہ ۱۳ میل تک چلا گیا ہے ' اور تیس کنارے پہاڑوں کے پیچ در پیچ سلسلوں سے گھرے ہوے ہیں - عثمانی تقویم جو سرکاری پریس سے ہر سال شائع ہوتی ہے ' اسمیں ظاہر کیا گیا ہے کہ سلطان محمد چہارم کے زمانے میں اس مقام کی جنگی ترقیات پر توجہ کی گئی ' اور پھر گذشتہ ۸۰ برس کے اندر چالیس سے زیادہ قلعے تعمیر کیے گئے - قلعوں کی ترتیب ایک دہری قطار کی صورت میں ہے' جنمیں سے ہر دو قلعہ کے باہمی فاصلے کو چھوٹے چھوٹے دمدموں اور مورچوں کے سلسلے سے ملادیا گیا ہے -

۱۱ - نومبر سے ۲۰ نومبر تک جسقدر خبریں خود ریوٹر ایجنسی کے ذریعہ آئی ہیں ' انسے بالکل غیر مشتبہ طور پر ثابت ہوتا ہے کہ بلغاری فوت کے خاتمہ کا جو خیال کیا گیا تھا ' آیندہ پیش آنے والے واقعات اسکی تصدیق کیلیے طیار ہیں - ۱۷ نومبر کے شام کے تار میں علاوہ ہز اکسلنسی ناظم پاشا کے سرکاری بیان کے ' خود ریوٹر اور لندن ٹائمس کے نامہ نگار شٹلجا کی ناقابل تسخیر مدافعت ' اور عثمانی توپ خانوں کی اہمیت کا اعتراف کرتے ہیں ' ٹائمز کا نامہ نگار صاف صاف لفظوں میں اقرار کرتا ہے کہ بلغاروی توپ خانے کا مقابلہ عثمانی توپوں کے مقابلے میں بہت کم سودمند سمجھا جاسکتا ہے -

درحقیقت موجودہ جنگ میں عثمانی مدافعت کا یہی وہ اصلی حصہ تھا ' جسکا ایک تجربہ کار انگریز فوجی افسر نے مرق کلیسی کے حملوں کے بعد ڈیلی ٹیلی گراف میں اظہار کیا تھا ' اور جسکی تحریر کا ضروری حصہ آج کے الہلال میں کہیں درج کردیا گیا ہے - اس نے لکھا تھا کہ " اگر تمام بلغاری ترقیات کو واقعات کی صورت میں تسلیم کر بھی لیا جاے ' تو بھی اسکا کیا علاج کہ جب قسطنطنیہ سے چند میلوں کے فاصلے پر شٹلجا یا کسی اور مقام پر ترک ٹہرے رہیں گے ' تو اس وقت ترکوں کے اختیار میں ہوگا کہ بہتر سے بہتر پوزیشن کے توپ خانوں سے مہلک نشانوں پر گولے پھینکتے رہیں ' لیکن اسکے مقابلے میں حملہ آوروں کی آخری جنگی قوت بالکل بے بس ہوجاے گی اور بلغاری افسر اپنے بچاؤ اور تحفظ کیلیے مناسب مقامات کی تلاش میں سراسیمہ ہوکر یقیناً برباد ہوجائیں گے " -

اس وقت تک علاوہ اُن بڑی عظیم الشان شکستوں کے جو ۱۱ - نومبر سے پہلے ایڈریا نوپل کے حوالی میں بلغاریا کو دی گئیں ' خاص شٹلجا کے مختلف خطوط مدافعت پر دو ہی پانچ سخت شکستوں کی خبریں آچکی ہیں ' اور خود ریوٹر کی بھیجی ہوئی خبریں بلغاری حملوں کی پے در پے ناکامیوں کا اقرار کرتی ہیں -

خبروں کی قدر و قیمت کا اس سے اندازہ کیا جا سکتا ہے کہ ۱۸ - نومبر کی صبح کو ریوٹر نے قسطنطنیہ سے جنگ کے اختتام اور گویا فتح قسطنطنیہ کی خبر بے دریغ مشتہر کردی - اسکے جملے نہایت وقیع الفاظ اور واقعہ نگارانہ لہجے سے مرکب تھے ' دن کے گیارہ بجے اس نے تمام قسطنطنیہ میں مایوسی اور بے بسی کا عام منظر دیکھا لوگ گولوں کے چھوٹنے کی آواز بہت قریب سے سن رہے تھے اور یقین کیا جاتا تھا کہ جو کچھہ ہونا تھا ہوگیا ' اب سعی و کوشش لاحاصل ہے - باوجود اس علم کے کہ ان خبروں میں سے

---

(۱) فتح قسطنطنیہ کے بعد عیسائیوں میں مشہور ہوگیا تھا کہ جب سلطان محمد فاتح سینٹ صوفیا کے گرجے کے دروازے پر پہنچا ' تو اُس وقت وہاں کا مقدس پادری نماز میں مصروف تھا ' ترک گرجے کے اندر داخل ہوے تو معاً سامنے کی دیوار شق ہوگئی اور پادری اسکے اندر داخل ہوگیا ' ابتک وہ اُسی دیوار کے اندر زندہ ہے ' جب دوبارہ عیسائی قسطنطنیہ فتح کرینگے تو پھر دیوار شق ہوگی اور پراسرار پادری نکل کر اپنی بقیہ نماز پوری کریگا -

دوسری خبر پہلی کی تغلیط کرتی ہے ' خود ہم پر اس تاربرقی کا جو کچھ اثر ہوا وہ نا قابل بیان ہے ' بالآخر شام کی خبروں کا انتظار نہ کرسکے اور اسی وقت متعدد تار تحقیق حال کیلیے قسطنطنیہ روانہ کیے - لیکن ابھی چند ہی گھنٹے گذرے تھے کہ ریوٹر ایجنسی کی دو بجے کی تقسیم میں ۱۸ نومبر کا تار پہنچا ' جس میں شتلجہ کی ترکی قوت کے اجتماع عظیم ' بلغاری حملوں کی پے ہم ناکامی ' اور جنگ روس و جاپان کی سی سخت گولہ باری کے در پیش آنے کی خبر دی گئی تھی !

فی الحقیقت آج بھی دنیا کے کان ویسے ہی بے بس ہیں ' جیسے ایسے صدیوں پیشتر پریس اور تار کی ایجاد سے پہلے تھے ' کیونکہ ریل نامہ نگاروں کو جلد سے جلد پہنچا دے سکتی ہے ' تار منٹوں کے اندر واقعات کو مشتہر کردے سکتا ہے ' اور پریس انکو فوراً چھاپ کر ہم تک پہنچا دیسکتا ہے ' یہ عظیم الشان انقلابات ضرور دنیا میں ہوچکے ہیں ' لیکن اسکا کیا علاج کہ انسان کے جذبات و اخلاق غیر متغیر ہیں ' اور جس طرح تہذیب و شائستگی کی تاریخ سے پہلے یہ دنیا کا سب سے بڑا جانور جھوٹ بول سکتا تھا ' ٹھیک اسی طرح اب بھی بول سکتا ہے !!

فتح مناستر لیکن معلوم ہوتا ہے کہ گو باقاعدہ اتحاد اب ترکی مدافعت کے آگے ہمت ہار چکا ہو ' مگر انکے خدع و فریب کی قوت کے دم خم میں ابتک کوئی فرق نہیں آیا ' چنانچہ اس ہفتے کی نئی جنگی داستان میں فتح (مناستر) کا بھی دعوا کیا گیا ہے -

قاریوں کو نقدی تاریخ سامنے رکھنے اور اس داستان کے جلد جلد الٹنے والے اوراق کا مطالعہ کیجیے - ۱۹ کی شام کو خبر دی گئی کہ مناستر پر قبضہ کرلیا گیا ' پچاس ہزار ترکوں نے تلوار رکھدی ' پھر ۲۰ کو دو بجے خبر آئی کہ شہر سپرد کرنے والے ترکوں کی تعداد ۵۰ ہزار نہیں ' ۴۵ ہزار تھی ' پھر ۲۱ کی صبح کو تیسرا تار پہنچا کہ فتح کی جو تفصیل بیان کی گئی ہے وہ صحیح نہیں ' البتہ دس ہزار ترکوں کا نقصان ہوا -

ان تین خبروں کے بعد یقیناً اب جو نئی خبر یہ آنی چاہیے کہ فتح مناستر ہی خبر ہی سرے سے غلط ہے ' اور گو امید نہیں کہ جنگ کے صادق البیان راوی اس چوتھی منزل کو بھی طے کریں ' لیکن دنیا نے تو ضرور کرلیا ہوگا -

ہم کو یقین ہے کہ فتح مناستر کی اصلیت اس سے زیادہ کچھ نہ ہوگی کہ قرب و جوار کے کسی حصے میں جنگ ہوئی ہے اور جنگ کا مطلب بلغاری فتوحات کے مورخ ہمیشہ " فتح یابی " ہی سمجھا کرتے ہیں - سقوطری کی نسبت عرصہ ہوا مونٹی نیگرو نے اعلان کردیا تھا کہ ایک شاندار کامیابی کے بعد اسپر قبضہ کرلیا گیا ' لیکن اسکے بعد سے ابتک متعدد خبریں سقوطری کے معرکوں اور خود محافظ شہر کے مقابلوں کی آچکی ہیں اور قبضے کے بعد بھی اس پر قبضہ کرنا ابھی متعدد مرتبہ کیلیئے باقی رہگیا ہے -

---

پیش آنے والے واقعات کون انسان بتلا سکتا ہے ؟ تاہم اگر ہفتے بھر کی تمام تاربرقیوں کو سامنے رکھا جائے اور صحیح قیاسات سے کام لیا جائے ' تو صاف معلوم ہوتا ہے کہ :

(۱) بلقانی اتحاد کی تمام قوت اصلی و فرضی ختم ہوگئی ہے -

(۲) بلغاری فتوحات کی اشاعت کی خاموشی اس امر کیلیے دلیل بین ہے کہ اب قبل از وقت کامیابیوں کے اعلان کیلیے انکے پاس کچھ نہیں رہا ہے -

(۳) جنگ نے ایک قوت کیلیے محاصرے کی صورت اختیار کرلی ہے جو وقت ' بے شمار قوت ' بکثرت روپیہ ' اور ہر لمحہ فراہم ہونے والے سامان جنگ کی طالب ہے اور کسی طرح بھی بلغاری حکومت اسکی استعداد نہیں رکھتی - موسم سخت و شدید ' اور برف باری کا عین عروج - پھر شتلجا کا قدرتی استحکام ' اور ترکی کمک و سامان جنگ کی راہ کا برابر کھلا رہنا مدافعت کی طاقت کو اور قوی کردیتا ہے -

(۴) عثمانی قوا فراہم ہوگئے ہیں ' اور روز بروز جمعیۃ بڑھتی جاتی ہے - ترکی گورنمنٹ نے ایک داخلی قرضہ کا انتظام شروع کردیا ہے ' اور سلطان عبد الحمید کے ۲۵ لاکھ پاونڈ بھی جرمنی سے منگوا لیے ہیں - قسطنطنیہ سے ۲۵ میل کے اندر سامان جنگ کی فراہمی بھی اسکے لیے کچھ مشکل نہیں ' پس عنقریب مدافعت کا اطمینان حملہ کے طرف متوجہ کردیگا -

(۵) عثمانی بحری قوا جیسے کچھ ہیں ' ابتک انسے اس جنگ میں کام نہیں لیا گیا ' اب اگر شتلجا کی مدافعت میں دو جنگی جہاز بھی مددگار ہوگئے ' تو بلغاریوں کی حالت نازک سے نازک تر ہوجائے گی -

(۶) سقوطری ' سلانیک ' اور مناستر کی فتوحات کی تمام تر خبریں مشتبہ اور ناقابل اعتبار ہیں ' اور کچھ عجب نہیں کہ محض چند مقابلوں اور معرکوں کو فتح و نصرت کے ادعا کے ساتھہ شائع کردیا گیا ہو -

(۷) صلح کی خواہش کی اصلیت اس سے زیادہ نہ تھی کہ شاید باب عالی اور بلقانی اتحاد نے متفقہ طور پر عارضی مہلت جنگ کی باہم گفتگو چھیڑ دی ہو ' اور باب عالی نے بھی سلسلہ جنبانی کو جاری رکھا ہو کہ بعض اسباب و مصالح سے مہلت کا نکل آنا اسکے لیے مفید ہو -

قلت گنجائش سے ہم ان واقعات و قرائن صحیحہ کو بالتفصیل نہیں لکھہ سکتے ' جن سے لازمی طور پر یہ نتائج اخذ ہوتے ہیں - ہماری احتیاط اسکو پسند نہیں کرتی کہ امیدوں کے قائم کرنے میں زیادہ جوش اور ادعا سے کام لیں ' بہرحال یہ قیاسات ہی ہیں ' اور سب معاملات اللہ کے ہاتھہ میں ہیں -

---

براہ راست تاروں کا انتظام آغاز جنگ سے ہم نہایت مضطرب ہیں ' کہ صحیح حالات معلوم کرنے کا کوئی انتظام کرسکیں وزراے قسطنطنیہ کی حالت اس اعتبار سے واقعی قابل شکایت ہے کہ جو تار بھیجے جاتے ہیں ' وہ باوجود اس علم کے کہ قسطنطنیہ تک ضرور پہنچ گئے ہیں ' عموماً جواب سے محروم رہتے ہیں - آغاز جنگ سے اس وقت تک مختلف وزرا کے نام متعدد تار جا چکے ہیں ' مگر سواے ایک تار کے کسی تار کا جواب نہیں ملا - بالآخر ہم نے ترکی کے بعض احباب کو خطوط لکھے اور تار کے ذریعے اہم واقعات کی تفصیل چاہی ' سردست اسقدر انتظام تو ہم نے کرلیا ہے کہ ہر منگل یا بدھہ کو بالالتزام ایک تار ہفتے بھر کے اہم واقعات کی نسبت براہ راست ہمارے پاس آجائے اور وہ علاوہ روزانہ ضمیمے کے (جو محض لوکل اشاعت و واقفیت کے لئے شائع کیا جاتا ہے) بدھ کے ہفتہ وار پرچے میں بھی درج ہوسکے - اسکے علاوہ اگر ہفتہ کے اندر کوئی غیر معمولی واقعہ پیش آے گا تو اسکی اطلاع بھی بروقت مل جاے گی اور بصورت اہمیت الہلال کے خریداروں میں بذریعہ مطبوعہ کارڈ یا روزانہ ضمیمے کے کسی نہ کسی طرح شائع کردینگے - ہم نے المؤید قاہرہ کے نامہ نگار سے بھی انتظام کرنا چاہا ہے ' جو آجکل اڈریا نوپل میں موجود ہے ' اور امید ہے کہ عنقریب منظوری کا آخری جواب مع خبر کے پہلے تار کے آجاے گا

افسانۂ عجم

عید اضحی

ایران میں علاء کے ایام کی لاش

۲۰ نومبر ۱۹۱۲

سلسلۂ "الجہاد فی الاسلام"

(۲)

عید اضحی

اللہ اکبر! اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر! اللہ اکبر و للہ الحمد!!

فلما اسلما و تلہ للجبین و نادیناہ ان یا ابراہیم! قد صدقت الرویا انا کذلک نجزی المحسنین - ان ہذا لہو البلاء المبین ' و فدیناہ بذبح عظیم ' و ترکنا علیہ فی الاخرین ' سلام علی ابراہیم - (۳۷ : ۱۰۳) (۱)

ٹھیک ابسے پانچ ہزار دو سو تینتالیس برس پیشتر دنیا کے ایک گوشے میں کیسا عجیب و غریب انقلاب ہو رہا تھا! ایک ہولناک اور وحشت انگیز بیا بان ریگ زار تھا ' جسکی مہلک ریگ ' اور خشک سرزمین میں ہر طرف موت و ہلاکت پھیلی ہوئی تھی - ایک یکسر "وادی غیر ذی زرع" (۱) تھی ' جسکی سطح بے نمو پر زندگی کی سبزی و شگفتگی کا نام و نشان تک نہ تھا - لیکن رب السماوات والارض کے دو مخلص بندے تھے ' جنھوں نے انسانی زندگی کیلئے اسی صحراے ہلاکت کو ' آبادی کیلیے اسی بیابان وحشت کو ' فلاحت و زراعت کیلیے اسی سرزمین خشک سال کو ' اور خداے واحد کی پرستش و عبادت کیلیے اسی صحرائی قربانگاہ کو منتخب کیا تھا - انکے چاروں طرف صحراے وحشت تھا ' مگر انکے اوپر وہ خداے حکیم و قدیر تھا ' جو آبادیوں کا بخشنے والا ' اور زمینوں کی وراثت تقسیم کرنے والا ہے - انکے ہاتھ میں پتھروں کے ٹکڑے تھے ' جنکو ایک دیوار کی صورت میں جمع کرتے جاتے تھے '

اور زبان پر یہ دعائیں تھیں ' جو ادھر زبان سے نکل رہی تھیں ' اور ادھر قوموں اور ملکوں کی قسمتوں کا فیصلہ ہو رہا تھا :

ربنا تقبل منا انک انت السمیع العلیم! ربنا واجعلنا مسلمین لک و من ذریتنا امۃ مسلمۃ لک ' و ارنا مناسکنا و تب علینا ' انک انت التواب الرحیم! ربنا وابعث فیہم رسولاً منہم یتلوا علیہم ایاتک ' و یعلمہم الکتاب و الحکمۃ و یزکیہم ' انک انت العزیز الحکیم - (۲ : ۱۲۴)

الہی! یہ ہمارے ہاتھ تیری پرستش اور تیرے جلال و قدوسیت کے نام پر جو کچھ کر رہے ہیں ' اسکو قبول کرلے ' بیشک توہی دعاؤں کا سننے والا ' اور نیتوں کا دیکھنے والا ہے! الہی! ہم کو اپنا مسلم ' اور اطاعت شعار بنا ' اور پھر ہماری نسل میں سے بھی ایک ایسی ہی امت پیدا کر ' جو ہماری طرح مسلم و مومن ہو! الہی! ہم کو اپنی عبادت و بندگی کے مقبول طریقے سوجھا دے ' اور ہمارے قصوروں سے درگذر کر کہ توہی بڑا درگذر کرنے والا ' اور توہی اپنے عاجز بندوں پر مہربان ہے! الہی! ہماری اس دعا کو بھی ان گھڑیوں میں قبول کرلے کہ جو قوم ہماری نسل سے پیدا ہو ' ان میں اپنا ایک ایسا برگزیدہ رسول بھیجیو جو انکو تیری آیتیں پڑھکر سنائے ' علم و حکمت کی تعلیم دے ' اور انکے نفوس و قلوب کی اصلاح کرے ' الہی! ان تمام باتوں کا تجھی کو اختیار ہے ' اور تیری ہی تدبیر اصلی تدبیر اور تیری ہی حکمت اصلی حکمت ہے!!

اللہ اکبر! وہ کیسا وقت تھا ' جبکہ صدیوں اور ہزاروں برسوں کا فیصلہ چند لمحوں اور منٹوں کے اندر ہوگیا!! : اللہ اکبر اللہ اکبر! لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر! اللہ اکبر و للہ الحمد!!

* * *

یہ دعائیں اُن زبانوں سے نکل رہی تھیں ' جنمیں سے ایک راہ الہی میں اپنے جذبات اور ارادے کی قربانی کرچکا تھا ' اور دوسرا اپنے جان و نفس کی - دونوں نے اپنی محبوب ترین متاعوں کو راہ الہی میں لٹا دیا تھا - ایک نے اپنے فرزند عزیز کو ' اور دوسرے نے اپنی جان عزیز کو ' دونوں مجاہد فی سبیل اللہ تھے ' اور اسلیے دونوں "مسلم" تھے - خدا نے ان دونوں کی دعاؤں کو قبول کرلیا اور اسطرح قبول کیا کہ دنیا کے پانچ ہزار برس کے حوادث وانقلابات بھی انکی قبولیت کی صداقت کو دھبہ نہ لگا سکے - وہ چند پتھروں سے چنی ہوئی چار دیواری ' جسکے چاروں طرف انسانی ہستی کی کوئی علامت نہ تھی ' کروروں انسانوں کا پرستش گاہ اور قبلۂ رجوع بنی ' اور خدا کے جلال اور قدوسیت نے تمام عالم میں صرف اُسی کی چھت کو اپنا نشیمن بنایا - داود اور سلیمان کا وہ عظیم الشان ہیکل ' جس کو ہزاروں انسانوں کی سالہا سال کی محنت و مشقت نے لنبے لنبے ستونوں اور گنبدوں کا ایک شہر بنا دیا تھا ' چند صدیوں تک بھی زندہ نہ رہسکا ' اور وحشی حملہ آوروں نے بارہا اسکی عظیم الہئیۃ دیواروں کو غبار بنا کر اوڑا دیا ' لیکن چند پتھروں سے چنی ہوئی اس چار دیواری کے گرد ' دعاے ابراہیمی نے ایک ایسا آہنی حصار کھینچ دیا تھا کہ پانچ ہزار برس کے اندر انقلابات ارضیہ و سماویہ نے سمندروں کو جنگل ' اور انسانی آبادیوں کو سمندروں کے طوفانوں کی صورت میں بدلدیا ' لیکن آجتک اسکی بنیادوں کو کوئی حادثہ اور کوئی مادی قوت صدمہ نہ پہنچا سکی ' یہاں تک کہ تاریخ عالم میں وہی ایک سرزمین ہے ' جسکی نسبت تاریخ دعوا کر سکتی ہے کہ اسکی مقدس اور محترم خاک آجتک غیر قوموں کے گھوڑوں کی ٹاپوں سے محفوظ و مصئون ہے -

(۱) پھر جب ابراہیم اور اسماعیل ' دونوں اللہ کے آگے جھک گئے ' اور ابراہیم نے اسماعیل کو ذبح کرنے کیلیے ماتھے کے بل گرادیا ' تو ہم نے پکارا کہ اے ابراہیم! بس کرو! تم نے اپنے خواب کو سچ کردکھایا ' ہم ایساہی نیک بندوں کو انکے ایثار نفس اور فدویت نفس و جان کا بدلہ دیا کرتے ہیں - بے شک یہ ایک نہایت کھلی ہوئی یعنی ظاہری آزمایش تھی - اور ذبح اسماعیل کے فدیے میں ہم نے ایک بہت بڑی قربانی (یعنی سنت ابراہیمی کی یادگار میں تا قیامت جاری رہنے والی قربانی) دیدی اور تمام آنے والی امتوں میں اس واقعہ عظیمہ کے ذکر کو قائم کردیا - بس سلام ہو راہ الہی میں اپنی قربانی کرنے والے ابراہیم خلیل پر!!

(۲) یعنی ایسی سرزمین ' جہاں زراعت و فلاحت کا نام و نشان نہیں - حضرت ابراہیم نے اپنی دعا میں فرمایا تھا کہ " ربنا انی اسکنت من ذریتی بواد غیر ذی زرع عند بیتک المحرم " یعنی الہی! میں نے اس بیابان مکہ میں اپنی اولاد لاکر بسائی ہے جہاں زراعت کا نام و نشان نہیں ' بس " وادی غیر زرع " اسی آیت سے ماخوذ اور اسی کی طرف اشارہ ہے -

اولم یروا انا جعلنا حرما امنا و یتخطف الناس من حولهم افبالباطل یومنون و بنعمة الله یکفرون ؟ (۲۹ : ۶۷)

کیا ہماری اس قدرت کی نشانی کو لوگ نہیں دیکھتے ' کہ ہم نے حرم مکہ کو (جو ایک غیر معروف و بے رونق خطہ تھا) امن اور حفاظت کا گھر بنا دیا ' اور ایک عالم نے اسکے ارد گرد ہجوم کیا پھر کیا لوگ باطل پر ایمان لاتے اور اللہ کی نعمتوں کو جھٹلاتے ہیں ؟

اور اگر کسی قوم نے اسکی عزت و احترام کو مٹانا چاہا تو خدائے قدوس کے دست کبریائی نے خود اس قوم کو صفحۂ ہستی سے مٹا دیا :

الم ترکیف فعل ربک با صحاب الفیل ؟ الم یجعل کیدھم فی تضلیل و ارسل علیهم طیرا ابابیل ترمیهم بحجارة من سجیل فجعلهم کعصف ماکول (۱۰۶ : ۱)

اے پیغمبر کیا تم نے نہیں دیکھا کہ تمہارے پروردگار نے اس لشکر کے ساتھ کیا سلوک کیا ' جو ہاتھیوں کا ایک غول لیکر مکہ پر حملہ آور ہوا تھا ؟ کیا خدا نے انکے تمام داؤ غلط نہیں کردیے ؟ اور انپر عذاب کی بدستیوں کے غول نازل نہیں کیے ؟ جنھوں نے انکو سخت بربادی میں مبتلا کردیا جو انکے لیے لکھدی گئی تھی یہاں تک کہ پامال شدہ کھیت کی طرح تباہ ہوگئے

یہ اس دعا کے پہلے ٹکڑے کی قبولیت تھی - ثانی دو التجاؤں کو جس طرح خدا تعالی نے قبولیت بخشی ' اسکی صداقت بھی اس بیت خلیل کی صداقت سے کم نہیں :-

لقد من اللہ علی المومنین اذ بعث فیھم رسولا من انفسھم یتلوا علیھم ایاتہ و یزکیھم و یعلمھم الکتاب و الحکمة و ان کانوا من قبل لفی ضلال مبین (۳ : ۵۸)

بیشک اللہ نے مسلمانوں پر بڑا احسان کیا کہ (دعائے ابراہیمی او قبول فرماکر) انہی میں سے انکی طرف ایک رسول بھیجا جو انکو احکام الہی پڑھکر سناتا ہے ' انکے نفوس کا تزکیہ کرتا ہے اور انکو علم و حکمت کی تعلیم دیتا ہے حالانکہ اس سے پہلے وہ سخت جہل و گمراہی میں مبتلا تھے

اللہ اکبر ! اللہ اکبر ! لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر ! اللہ اکبر و للہ الحمد ! !

* * *

قران کریم میں ایک بہت بڑا حصہ انبیائے سابقین کے قصص و اعمال کا ہے - اسکا عام انداز بیان یہ ہے کہ وہ پہلے ایک خاص تعلیم پیش کرتا ہے ' اور پھر اس تعلیم کی صداقت کیلیے امم گذشتہ اور اعمال انبیائے سابقہ کے حالات و واقعات سے ایک خطابی استدلال کرتا ہے ' تاکہ امت مرحومہ کے سامنے تعلیم ' اور اسکے عملی نمونے اور نتائج ' دونوں موجود ہو جائیں -

لیکن تمام قران میں اگر مسلمانوں کے سامنے کوئی کامل زندگی ' اور کسی زندگی کے اسوہ یا اعمال ' بطور نمونے کے پیش کیے گئے ہیں ' اور انکے اتباع کی دعوت دی گئی ہے ' تو وہ صرف دو نمونے ہیں - خود شریعۂ اسلامیہ کے داعی کرم علیہ الصلوۃ و التسلیم کی نسبت (سورۂ احزاب) میں فرمایا کہ :-

لقد کان لکم فی رسول اللہ " اسوۃ حسنة " لمن کان یرجوا اللہ و الیوم الاخر و ذکر اللہ کثیرا (۳۳ : ۲۱)

بیشک رسول اللہ کی زندگی میں تمہارے لئے (کہ اللہ اور یوم اخرت سے ڈرتے ہو اور کثرت کے ساتھ اسکا ذکر کرنے والے ہو) پیروی و اتباع کے واسطے ایک بہترین نمونہ ہے -

اور پھر (سورۂ ممتحنہ) میں ملت حنیفی کے داعی اول حضرت ابراہیم خلیل اللہ علی نبینا و علیہ السلام کی نسبت ارشاد ہوا :

قد کانت لکم " اسوۃ حسنة " فی ابراہیم و الذین معہ (۶۰ : ۴)

بیشک تمہارے لئے ایک بہترین نمونۂ عمل حضرت ابراہیم اور انکے ساتھیوں کے اعمال زندگی میں ہے -

پھر اسی رکوع میں حضرت ابراہیم اور انکے ساتھیوں کی تعلیم کی تشریح کر کے مکرر کہا کہ -

لقد کان لکم فیھم " اسوۃ حسنة " لمن کان یرجوا اللہ و الیوم الاخر ' و من یتول فان اللہ ھو الغنی الحمید (۶۰ : ۶)

بیشک تمہارے لیے کہ اللہ اور یوم اخرت سے ڈرتے ہو ' ان لوگوں کی زندگی میں ایک بہترین نمونۂ عمل ہے اور جو شخص اس کی طرف سے منہ موڑلے ' تو اللہ تو انسانوں کے اعمال کا کچھ محتاج نہیں ہے -

میں نے ہمیشہ اس امر پر غور کیا ہے کہ -

(۱) تمام قران کریم میں بیسیوں انبیائے سابقین کے حالات و اعمال بیان کیے گئے ہیں ' لیکن کسی کی تمام تر زندگی کو بطور ایک نمونے کے مسلمانوں کے سامنے پیش نہیں کیا ہے ' الا حضرت ابراہیم کی -

(۲) تمام قران میں " اسوۂ حسنہ " کا لفظ صرف تین مقامات میں آیا ہے : اول سورۂ احزاب میں آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کی نسبت ' اور پھر سورۂ ممتحنہ میں دو مرتبہ حضرت ابراہیم کی نسبت - اسکی علت کیا ہے ؟

(۳) سورۂ احزاب اور سورۂ ممتحنہ ' دونوں سورتیں زیادہ تر احکام جہاد و قتال فی سبیل اللہ ' اور بعض مقاتلات کے نتائج و ورود ابتلاؤ آزمایش ' و عجائبات نصرت الہیہ کے بیان سے معمور ہیں - پھر یہ دونوں آیتیں جن رکوعوں میں آئی ہیں ' وہ بھی تمام تر ذکر جہاد پر مبنی ہیں - ضرور ہے کہ اسمیں بھی کوئی علت ہو -

(۴) دونوں مقامات میں پوری مماثلت ' حتی کہ اشتراک جزئیات بیان بھی موجود ہے - سورۂ احزاب میں اس آیت کا وہ موقعہ ہے جہاں جنگ احزاب یا جنگ خندق کے واقعات کا تذکرہ کیا ہے اور زیادہ تر ان منافقین اور ضعیف القلب اشخاص کا حال بیان کیا ہے جو اپنی تین ہزار کی جمعیت کے مقابلہ میں حملہ آور ہونیوالی بارہ ہزار مسلح اور متحدہ قوت دیکھکر گھبرا اٹھے تھے - پھر اس نصرت الہی کا حوالہ دیا ہے ' جس نے محصورین کو کامیاب کیا اور تمام حملہ آور ناکام و خاسر واپس گئے : ھنالک ابتلی المسلمون و زلزلوا زلزالا شدیدا -

بعینہ یہی حال سورۂ ممتحنہ کے پہلے رکوع کا ہے - فتح مکہ سے پیشتر جب آنحضرت نے چڑھائی کا ارادہ کیا ' تو حاطب بن ابی بلتعہ نامی ایک صحابی تھے ' جنکے اہل و عیال مکہ میں موجود تھے انھوں نے پوشیدہ طور پر انکو اطلاع دیدی کہ اپنے تحفظ کا انتظام کر رکھیں - وحی الہی سے یہ حال آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم پر منکشف ہوگیا اور آدمی دوڑا کر وہ خط راہ سے واپس منگوا لیا ' اسپر یہ سورہ نازل ہوئی -

یا ایھا الذین امنوا لا تتخذوا عدوی وعدوکم اولیاء تلقون الیھم بالمودة وقد کفروا بما جاءکم من الحق (۶۰ : ۱)

مسلمانو ! ان کافروں اور دشمنان توحید کو اپنا دوست نہ بناؤ جو ہمارے اور تمہارے دونوں کے دشمن ہیں - (یہ کیسی بات ہے کہ) تم انسے نامہ و پیام جاری رکھتے ہو؟ حالانکہ تمہارے پاس جو حق و صداقت اللہ کیطرف سے آئی ' وہ اس سے انکار کرچکے ہیں ؟

حضرت ابراہیم اور انکے ساتھیوں کے " اسوۂ حسنہ " پر اسی رکوع میں توجہ دلائی گئی ہے -

پھر آیات متعلق حرب و قتال و تشویق جہاد فی سبیل اللہ میں اس "اسوۂ حسنہ" پر توجہ دلانے کی کیا ضرورت تھی ؟

(۱)

اصل یہ ہے کہ قرآن کریم اسلام کی جس حقیقت کو دنیا کے آگے پیش کرنا چاہتا تھا ' اسکے لحاظ سے اگر کوئی زندگی " اسوۂ حسنہ " ہوسکتی تھی ' تو وہ صرف حضرت ابراہیم ہی کی زندگی تھی - اسلام ایک صداقت ہے ' اور اسلیے دنیا میں اسوقت سے موجود ہے ' جس وقت سے کہا جاسکتا ہے کہ دنیا میں صداقت ہے ' لیکن اس صداقت مبین کو ایک شریعت الہیہ کی صورت میں سب سے پہلے حضرت ابراہیم ہی نے پیش کیا تھا ' اور یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے ہرجگہ انکو ملت حنیفی کے اولین واعظ کی حیثیت سے پیش کیا ہے اور انکی سب سے بڑی خصوصیت یہ بتلائی ہے کہ :

اذ قال له ربه اسلم ! جب حضرت ابراہیم سے انکے پروردگار نے کہا کہ

اندر سے اپنی حیات کا ثبوت دیسکتے ہوں - ذی الحجہ کی نویں تاریخ کو دنیا کے سامنے " اسوۂ ابراہیمی " کی لازوال زندگی کا کیسا عجیب منظر ہوتا ہے ' جبکہ تاریخ کئی ہزار برس آگے بڑھکر لوٹتی ہے ' تاکہ اسلام کے واعظ اول کی زندگی کو ایک مرتبہ پھر دھرا دے - لاکھوں انسانوں کا مجمع ہوتا ہے ' جن میں سے ہر وجود پیکر ابراہیم بن جاتا ہے اور " مقام خلت " کی سلطنت ' تعین اور تشخص کو فنا کرکے اس پورے مجمع کو ایک " ابراہیم خلیل " کی صورت میں نمایاں کردیتی ہے !

و وهبنا لهم من رحمتنا و جعلنا لهم لسان صدق عليا (۱۹ : ۴۴)	اور ہم نے حضرت ابراہیم اور انکی اولاد کو اپنی رحمت میں سے بڑا حصہ دیا اور انکے لئے ایک اعلی و اشرف (طراق) ذکر خیر دنیا میں باقی رکھا -

آج ذی الحجہ کی نویں تاریخ ہے ' جبکہ یہ سطور قلم سے نکل

ربنا اني اسكنت من ذريتي بواد غير ذي زرع عند بيتك المحرم ' ربنا ليقيموا الصلوة فاجعل افئدة من الناس تهوى اليهم وارزقهم من الثمرات لعلهم يشكرون (۱۴ : ۴۰)

واذن في الناس بالحج ياتوك رجالا ' وعلى كل ضامر ياتين من كل فج عميق (۲۲ : ۲۸)

قال اسلمت لرب العالمین (۲ : ۵۴) مسلم (یعنے سچے فرمان بردار) ہوجاؤ ' تو انہوں نے کہا کہ میں اسلام لایا تمام جہانوں کے پروردگار کیلیے

چونکہ حضرت ابراہیم اسلام کے پہلے داعی تھے ' اسلیے انکا وجود یکسر پیکر اسلام تھا ' اور اپنے ہر عمل حیات کے اندر اسلام کی حقیقت کا ایک عملی نمونہ رکھتا تھا - وہ اسلام کے واعظ تھے ' اور واعظ کے لیے اولین شے یہ تھی کہ تعلیم کے ساتھہ خود اپنی زندگی کا عملی نمونہ بھی پیش کردے ' اور جن حقیقتوں کی طرف دنیا کو دعوت دیتا ہے ' انکو سب سے پہلے اپنے اوپر طاری کردے - حضرت ابراہیم نے ان حقائق کو اپنے اوپر طاری کیا ' اسلیے انکا ہر عمل ازسرتاپا صداے اسلام تھا اور وہی پیروان اسلام کیلیے عملی نمونہ یا " اسوۂ حسنہ " ہوسکتا تھا - یہی سبب ہے کہ خدا تعالی نے انکی زندگی کے تمام اعمال ہمیشہ کیلیے محفوظ کردیے ' اور انکے ذکر کو بقاے دوام عطا فرمایا - دنیا کے بڑے بڑے کشور ستانوں ' عظیم الشان فاتحوں ' اور خشکیوں اور سمندروں پر حکمرانی کرنے والی قوموں کو ہم آثار قدیمہ کے کھنڈروں پوسیدہ قبروں ' قومی روایتوں ' اور تاریخ کے کہنہ اوراق میں ضرور دیکھہ سکتے ہیں ' مگر تمام مجمع اولین و آخرین میں ایک انسانی ہستی بھی ایسی نہیں ملسکتی ' جسکے اعمال حیات ' صفحوں اور مٹی کے ڈھیروں میں نہیں ' بلکہ کروڑوں زندہ انسانوں کے اعمال کے

رہے ہیں - چشم تصور سے دیکھیے تو آپکے سامنے بندگان مخلصین کا ایک شہر آباد ہے - لاکھوں انسان ایک ہی لباس اور ایک ہی صدا کے ساتھہ ایک ہی کعبۂ دیوانہ وار دوڑ رہے ہیں - بیشک " ابراہیم خلیل " کا وجود تنہا دنیا میں باقی نہیں رہا ' لیکن کیا ان لاکھوں عاشقان الہی میں سے ہر عاشق ' اسی عاشق اول کے فیضان عشق سے مستفیض نہیں ہے ؟ اگر ہے تو یقین کیجیے کہ " خلیل اللہ " آج بھی زندہ ہے اور ہمیشہ زندہ رہےگا - جبکہ میدان حج میں لاکھوں انسانوں کی زبانوں سے صداے لبیک ! لبیک ! اللہم لبیک نکلتی ہے ' تو اس ایک ہی ابراہیم خلیل کی صدا ہوتی ہے جس نے ابسے پانچ ہزار برس پیشتر اپنے دوست کی صداے یا عبدی کے جواب میں عاشقانہ محویت کے ساتھہ لبیک کا نعرہ لگایا تھا - وہ ایک ہی وجود کے اندر کب محدود تھا کہ فنا ہوجاتا ؟ وہ تو اپنے اندر ایک پوری امت رکھتا تھا ' اسلیے آج بھی اپنی امت کی صورت میں موجود ہے ' اور قیامت تک موجود رہےگا :

ان ابراهيم كان امة قانتا لله حنيفا ولم يك من المشركين (۱۶ : ۱۲۰)	بیشک ابراہیم (گویا) ایک پوری اطاعت شعار امت تھا ' اور ایک ہی خدا کا ہو رہا تھا -

ليس على الله بمستنكر * ان يجمع العالم في واحد !

باقی آیندہ

مقالات

الاسلام و الاصلاح

--*--

(۲)

چنانچہ انہوں نے لکھا ہے کہ :

"ہم پر واجب ہے کہ ہم ذمیوں کی شکایت کو سنیں اور ہر ایسے امر کا تدارک کریں جو انکے مصالح کے خلاف ہو - علامہ قرافی لکھتے ہیں کہ مسلمانوں پر واجب ہے کہ وہ کمزور ذمیوں کے ساتھہ نرمی سے پیش آئیں ' انکی ضرورتوں کو پورا کریں' بھوکوں کو کھانا کھلائیں' ننگوں کو کپڑا پہنائیں ' اسے آهستگی اور نرمی سے گفتگو کریں' اگر وہ همسایہ هوں' اور کسی قسم کی ان سے تکلیف پہنچے' توگو اسکی دفع کرنیکی قدرت ہو' لیکن پورا انکی برداشت کرنا چاهیے - نہ اسلیے کہ ان سے ڈرنا چاهیے یا انکی تعظیم کرنا چاهیے ' بلکہ اسلیے کہ انکے ساتھہ نرمی کرنا چاهیے اور انکو مخلصانہ طور پر نصیحت کرنا چاهیے ' اگر کوئی انکو تکلیف پہنچائے تو انکو اس تکلیف سے بچانا چاهیے اور انکے مال و عیال اور آبرو کی حفاظت کرنا چاهیے - خلاصہ یہ کہ انکے ساتھہ وہ تمام برتاو کرنا چاهئیں جو ایک کریم الاخلاق شخص کے لیے زیبا هیں "

اس مدت سے دو نتیجے پیدا هوے هیں -

(۱) ذمیوں سے مشورہ کرنے کو اسلام جائز رکھتا ہے -

(۲) یہودیوں اور عیسائیوں سے کام لینے کو اسلام جائز رکھتا ہے -

اسکی تائید علامہ ماوردی کے اس قول سے بھی هوتی ہے کہ "اگر یہودی یا نصرانی کسی عہدہ کے لیے کار آمد هو تو شرعاً اسکے تقرر سے کوئی امر مانع نہیں گو وہ عہدہ وزارت هی کیوں نہو" -

اصول شریعت اسلامیہ کو جب هم غور سے دیکھتے هیں تو اسمیں بھی کوئی ایسا قاعدہ نہیں پاتے جو مجلس نیابی (پارلیمنٹ) کے خلاف هو بلکہ دو مشہور عالموں کے اقوال سے اسکی تائید هوتی ہے - ابن العربی کہتے هیں کہ " قواعد شریعت کی رو سے باهم مشورہ کرنا بغیر کسی استثناء اور بغیر کسی تفریق کے واجب ہے ' چنانچہ خود رسول معصوم اور انکے بعد کے لوگوں نے ایسا کیا " اور علامہ تفتازانی لکھتے هیں کہ " مجلس شوری کے تمام اعضا بمنزلہ امام واحد کے هیں"-

علاوہ ان دو مشہور عالموں کے صلاح الدین ' عبد الحلیم ' حجۃ الاسلام امام غزالی ' اور بہت سے علما سے منقول ہے کہ قوم سے ملکی معاملات میں مشورہ کرنا نہ صرف جائز ہے بلکہ اسلام کا اصول حکومت اور اصلی نظام خلافت ہے -

لیکن یہ کون نہیں جانتا کہ متاخرین سلاطین اسلام نے ملکی معاملات میں استبداد سے کام لیا اور حکومت و اختیارات اپنے لیے مخصوص کرلیے ' یہاں تک کہ لوگ یہ سمجھنے لگے کہ ڈیڑہ سو برس سے دولت عثمانیہ میں جسقدر نقائص هیں' وہ صرف اسلیے هیں کہ دائرہ اسلام تنگ ہے اور وہ غیر مسلم کے حقوق کا ضامن نہیں هو سکتا - مگر یہ خیال ان لوگوں کے ذهن میں آسکتا ہے جو اسلام سے ناواقف هیں ورنہ اسلام تو عدل گستری' انصاف پروری' اور شخصی اغراض سے پاک هونیکی دعوت دیتا ہے - چنانچہ ایک حدیث سے معلوم هوتا ہے کہ ان صفات سے موصوف هونا مذهبی فخر' رسوخ ملک ' اور حفظ امن کا ذریعہ ہے - ابن خلدون امام کے ضروری صفات میں لکھتا ہے " کہ امام ایسا شخص هونا چاهیے جو جمہور (پبلک) کے حقوق کا لحاظ کرے اور سب کیلیے نیکی کی راهیں آسان کردے

خواہ ذمی هو یا مسلمان " سید حسین اپنے خط میں جو انہوں نے ابن عباد کو لکھا ہے' لکھتے هیں "اصول شریعت کا مقتضی ہے کہ امام کے تمام تصرفات کا مبنی مصلحت عامہ کا ارادہ هو" ابن نجیم کتاب الاشباہ والنظائر میں لکھتے هیں کہ " امام کے تمام تصرفات وابستہ هیں مصلحت عامہ کے ساتھہ - امام کا کوئی فعل جسکا تعلق امور عامہ سے هو شرعاً اسوقت تک نافذ نہیں هوگا جب تک کہ مصلحت عامہ کے موافق نہو' اگر مخالف هوگا تو نافذ نہیں هوگا "

مسلمانوں میں علماء راسخین کو اس امر سے انکار نہیں ہے کہ ممالک اسلامیہ میں اختلال و طوائف الملوکی ' سلاطین کے ساتھہ علماء اسلام کی مداهنت اور انکے هر قسم کی ناجائز و جائز حرکات سے چشم پوشی کرلینے سے پھیلی - سید محمد بیرم لکھتے هیں کہ ان علما کے جہل نے عوام میں یہ خیال پیدا کردیا ہے کہ اصلاح و حریت' مدنیت و مساوات' اسلام کے خلاف هیں اگر درحقیقت ایسا ہے تو همکو مسلمانوں کی ترقی سے مایوس هوجانا چاهیے بلکہ یہ سمجھنا چاهیے کہ باب عالی نے تمام دول یورپ کو اب تک مغالطہ میں رکھا ہے -

لیکن جس شخص نے شریعت اسلامیہ کا مطالعہ کیا ہے وہ اچھی طرح جانتا ہے کہ جن امور کو ارباب غرض اسلام کیطرف منسوب کرتے هیں اسلام ان سے بمراحل دور ہے - ابو عقیل کہتے هیں کہ " حکومت کو چاهیے کہ ان امور سیاست میں جو شرعی هیں اور منصوص نہیں هیں اپنی جولانگاہ نظر کو وسیع کرے حکومت کو غیر منصوص امور میں توقف نہیں کرنا چاهیے جو اسکے خلاف سمجھتا ہے وہ غلطی کرتا ہے "

بعض مغربی مصنفوں کا یہ خیال ہے کہ جب تک مسلمان نصوص قرآنیہ کے پابند رهینگے ' کبھی مدنیت میں ترقی نہیں کرسکتے اسلیے کہ اسلام علوم و معارف کے مناسب نہیں ' مگر انکو یہ وهم اسلیے پیدا هوا کہ وہ مقاصد قرآن (کریم) سے ناواقف هیں - تاریخ اسلام شاهد ہے کہ علماء عرب نے علوم و فنون حاصل کیے ' حکمت کی کتابیں پڑھیں' ارسطو' اقلیدس وغیرہ وغیرہ کی کتابیں عربی میں ترجمہ کیگئیں ' اور آج مدارس عثمانیہ کے نصاب میں ایسے فنون کی کتابیں لازمی طور پر داخل هیں' جنکے متعلق ان مصنفین کا یہ خیال ہے کہ وہ اسلام کے خلاف هیں' حالانکہ وهاں کسی مسلمان نے اسپر اعتراض نہیں کیا - اور سب سے بڑھکر یہ کہ دو اسلامی سلطنتوں مصر اور قسطنطنیہ سے ایک تعداد طلبہ کی انہی علوم کی تکمیل کیلیے یورپ بھیجی جاتی ہے - اسلئے یہ بالکل روشن ہے کہ اسلام نے علوم کیلیے کوئی حد مقرر نہیں کی ہے -

اسلام کے متعلق یورپ میں اس غلط فہمی کا سب سے بڑا سبب یہ ہے کہ یورپ اسلام کو شمشیر و قوت کا مذهب سمجھتا ہے لیکن یہ غلط ہے کہ اسلئے قرآن (کریم) میں ہے " وقاتلوا فی سبیل اللہ الذین یقاتلونکم ولا تعتدوا ان اللہ لا یحب المعتدین" دوسری آیت میں ہے "لا ینهاکم اللہ عن الذین لم یقاتلوکم فی الدین و لم یخرجوکم من دیارکم ان تبروهم و تقسطوا ان اللہ یحب المقسطین "

خلیفہ ثانی نے بطریق بیت المقدس سے جو معاهدہ کیا تھا اسمیں انکی حمایت کی حفاظت کیگئی تھی اور انکو چند اختیارات دیے گئے تھے جو پورے کیے گئے - اسکا یہ نتیجہ هوا کہ عیسائی مسلمانوں کے ماتحت رهکر بھی بیخوف' ترقی پذیر' اور خوشحال رهے ' بلکہ بسا اوقات اپنے هموطن مسلمانوں سے زیادہ ترقی انہیں نصیب هوئی -

دولت عثمانیہ میں فسادات کے اسباب

جو شخص دقت نظر کے ساتھ ان خونریزیوں کے اسباب سے بحث کریگا، جو وقتاً فوقتاً مشرق میں ہوتی رہی ہیں، وہ اس نتیجہ پر پہنچ جائیگا کہ در اصل فتنہ انگیز اغیار کے ہاتھ تھے جو مناسب مواقع پر لوگوں کو آمادۂ فساد کرتے تھے اور وہ اپنی سادہ لوحی کی وجہ سے یہ نہیں سمجھتے تھے کہ اسکا انجام اسدرجہ کشت وخون اور یہ ہولناک واقعات ہونگے - دروز، موارنہ، صقالبہ اور بلغاریوں کے واقعات اسی ذیل میں ہیں -

میں ان مرتکبین مظالم کو بے گناہ ثابت کرنا نہیں چاہتا بلکہ میں یہ کہنا چاہتا ہوں کہ اسلام نے قتل صرف دفاع کیلیے جائز رکھا ہے، چنانچہ قران (کریم) میں ہے : فان انتہوا فلا عدوان الا علی الظالمین -

اسمیں کوئی شک نہیں کہ بعض مسلمان غیرت دینی میں بہت زیادہ غلو کرتے ہیں لیکن یہ غلو خالص ترکوں میں بہت کم ہے جنکی تعداد کئی ملین ہے - زیادہ تر یہ غلو ان باشندگان ملک میں ہے جو اپنے ملک کے فتح ہونیکے بعد خود بھی حلقۂ اسلام میں داخل ہوگئے، لیکن اسلام نے انکے طبائع پر بہت کم اثر کیا، اسلئے انکی قدیمی خانگی عداوتیں، سنگدلی اور خونریزی کا شوق، اپنی اصلی حالت پر باقی رہیں - در حقیقت یہ سخت غلطی ہے کہ انکے یہ صفات تلاوت قران کا نتیجہ قرار دیجاویں اسلیے کہ عثمانی رعایا میں عرب کے علاوہ دیگر قومیں عربی نہیں جانتیں، اور اسلئے قران نہیں سمجھتیں -

ہمارے اس قول کی تائید ان سیاحان یورپ کے بیان سے بھی ہوتی ہے جنھوں نے دولت سلجوقیہ کے زمانہ میں ترکی مرکزوں کا سفر کیا ہے - انکا یہ بیان ہے کہ " ترکوں کا میلان طبع مہمان کی تعظیم، انتظام کی اطاعت، اور اہل ذمہ کے ساتھ لطف ومہربانی کی طرف ہے" -

اگر موقع ہوتا تو میں زیادہ تفصیل کے ساتھ لکھتا مگر ان لوگوں کے رد میں جو کہتے ہیں کہ قران (کریم) مانع اصلاح ہے یا یہ کہ علوم و فنون کی تحصیل سے روکتا ہے یا اہل ذمہ پر جور وستم کو جائز رکھتا ہے صرف اسقدر لکھنا کافی سمجھتا ہوں کہ اسلام اہل ذمہ کو مذہبی آزادی دیتا ہے، مسلم اور غیر مسلم رعایا میں مساوات قائم کرتا ہے، اور انکو ذمی سے ملکی معاملات میں مشورہ کرنے سے نہیں روکتا -

آغاز اصلاح

اصلاح (جسکا وعدہ سنہ ۱۸۵۶ ع میں کیا گیا تھا) اس کی ناکامیابی کا اعلان صحیح نہیں - یہ خیال کہ اسلام مانع اصلاح ہے میں دکھلا چکا ہوں کہ بالکل غلط ہے پس یہ صریح ظلم ہوگا اگر یہ اعتقاد رکھا جائے کہ دولت عثمانیہ اصلاحات کی بابت جو خیالات ظاہر کرتی ہے وہ اسکے اصلی خیالات نہیں ہیں -

دولت عثمانیہ کے لئے سخت مشکلات در پیش ہیں - آبادی مختلف عناصر سے مرکب ہے، جسکے عقائد واغراض مختلف و متضاد ہیں، جن پر وہم پرستی کا قبضہ ہے، جن پر تعصب مذہبی و جنسی چھایا ہوا ہے -

اسکی آبادی میں پہاڑی قوموں کا عنصر بھی ہے، جو کینہ پرور، انتقام پسند، اور فتنہ پرداز ہیں - جنکی عام عادت فساد، خونریزی، وحرمت دری ہے - یہ حالات دولت عثمانیہ ہی کے ساتھ مخصوص نہیں، یورپ پر بھی قرون متوسطہ میں یہ تمام واقعات گزرچکے ہیں کون ایسا ہے جو ان بغاوتوں سے واقف نہیں جس میں ہزاروں بیگناہوں کے خون سے زمین لالہ گوں ہوگئی تھی - مختلف عناصر و متعدد اقوام پر حکمرانی کرنے سے زیادہ مشکل کوئی شی نہیں ہوسکتی تاہم باوجود ان تمام موانع چند در چند کے دولت عثمانیہ اصلاح کی ہمیشہ کوشش کرتی رہی -

یہاں تک کہ غیر مسلم رعایا نے حسب شکایت کی کہ جزیہ کی وجہ سے انمیں اور مسلم رعایا میں اک گونہ تفریق ہوتی ہے، جو اصول مساوات کے خلاف ہے تو دولت عثمانیہ نے جزیہ بھی موقوف کردیا - اسی طرح مذہبی آزادی کا مطالبہ کیا گیا تو قانون ارتداد منسوخ کردیا گیا پس یہ مبالغہ نہیں کہ مساعی اصلاح میں دولت عثمانیہ کی کامیابی کے شواہد نہایت کثرت سے بیان کیے جاسکتے ہیں -

اور یہ تو میرے علاوہ اور انگریز و روسی مصنفین نے بھی نہایت تاکید سے لکھا ہے کہ عثمانی کاشت کاروں کے حسن حال، با امنی و بیخوفی، باغات کی سرسبزی، کھیتوں کی پیداوار، اور انکے جانوروں کے موٹے تازے ہونے پر غیر عثمانی کاشت کار رشک کرتے ہیں - عیسائی کاشت کاروں کے گرجے ہر جگہ ہیں اور بلغاری مزارعین کی حالت مسلمان مزارعین سے کہیں زیادہ اچھی ہے -

جو شخص ان حالات کو جانتا ہے اسکو سخت حیرت ہوتی ہے کہ ان حالات کے ساتھ ان روایات ظلم و تعصب کو کیونکر منطبق کرے جو دولت عثمانیہ کے متعلق بیان کیے جاتے ہیں - میرا تو یہ عقیدہ ہے کہ اس قسم کی افواہ اڑانے والے چند خود غرض لوگ ہیں جو اپنے مصالح کیلیے باب عالی کو بدنام کرتے ہیں اور اسکا سب سے بڑا ثبوت یہ ہے کہ اجتک کوئی قابل تسلیم دلیل ان لوگوں نے نہیں پیش کی اور یہ ظاہر ہے کہ کوئی الزام بغیر ثبوت کے کسیطرح قابل تسلیم نہیں ہو سکتا -

دولت عثمانیہ میں اسوقت تک جس قدر اصلاحات ہو چکی ہیں اسکا وہی شخص اندازہ کرسکتا ہے جو دولت عثمانیہ کے گذشتہ حالات سے واقف ہے - ابتداء تو اسی کا یقین نہیں کیا جاتا تھا کہ دولت عثمانیہ میں اصلاحات کا ہونا بھی ممکن ہے، لیکن جسقدر قلیل مدت میں عظیم الشان اصلاحات جاری ہوگئیں اسکی نظیر یورپ میں بھی نہیں ملسکتی - اسوقت ضرورت صرف اسکی ہے کہ وسیع و پر امن وقت دولت عثمانیہ کو ملے -

موجودہ سفیر برطانیہ کی قابلیت مشہور و معروف ہے، انکا مقولہ ہے کہ اعضاء مجلس شوری عثمانیہ یورپ کی دیگر مجالس شوری کے اعضا سے ذکاوت و قابلیت میں کسی طرح کم نہیں ہیں انکے ہاتھوں بہت سے ایسے کام انجام پاچکے ہیں، جو حب وطن کی روشن دلیل ہیں -

یہ مجلس اصلاح انتظام، ترویج نظامہائے جدید، مختلف عناصر سلطنت کا اتحاد، اور مصلحت عامہ کے مرکز نظر ہونیکی ایک ضمانت ہے، یہ مجلس اس امر کی دلیل ہے کہ عثمانیوں کے آئندہ تمام کاموں کا محور وطن ونفع وطن ہوگا "

ہمکو مسلمانوں کے متعلق یہ بدگمانی نہیں کرنا چاہیے کہ وہ مجلس شوری سے بھاگتے ہیں - یہ قطعاً غلط ہے - ایک مشہور متکلم علامہ احمد بن علاء الدین کہتے ہیں کہ " غیر مسلم کی پیروی کرنا جائز ہے، بشرطیکہ ملک کے فائدہ کیلیے ہو " -

عثمانی قوم کی روشن خیالی و اصلاح خیال کا ایک سبب یہ بھی ہے کہ تمام ملک میں مختلف زبانوں میں نہایت کثرت سے اخبارات و رسائل شائع ہوتے ہیں، جسمیں ملک کے حالات، یورپین اخبارات کے خلاصے، ارباب سیاست کے حالات، موجودہ علوم اور نئے اکتشافات کے تذکرے ہوتے ہیں - یہ معلوم ہے کہ اہل مشرق نہایت ذکی الطبع و زود فہم ہوتے ہیں - ان اخبارات کا انکے طبائع پر بہت جلد اثر پڑتا ہے - ٹائمز، ڈیلی نیوز، کانسٹیٹیوشنل گورنمنٹ وغیرہ کے متعلق آج ہم دوکانداروں کو باتیں کرتے سنتے ہیں - کیا بیس برس پہلے بھی یہ حالت تھی ؟

(باقی آیندہ)

شانِ عثمانیہ

لڑائی کی اغلب رو

ایک تجربہ کار فوجی افسر کے قلم سے

سنہ ۱۸۷۸ ع میں روسی لشکر کے مقدمۃ الجیش نے خوشی کی ترنگ میں جب اس موج کو عبور کیا ' جو صد ہا بجہرہ مار مورا اور انکی نگاہوں میں حائل تھی ' تو انکو دور سے افق پر ایک سیاہ دھبہ سا انکی جانب حرکت کرتا ہوا دکھائی دیا -

اسکے بعد جو کچھ ہوا اسکا ذکر میں کئی مرتبہ اپنے ایک دوست جرمن افسر کی زبان سے سن چکا ہوں - سیاہ بادلوں میں بجلی چمکتی ہے اور پھر آن کی آن میں غائب ہو جاتی ہے - ٹھیک اسی طرح تمام روسی بہادروں کی خوشی چھن گئی ' اور چہرے پر ہوائیاں اڑنے لگیں ' بحری طاقت کا بھرم ایک آن واحد میں نکل گیا ' اسٹمبول پھر اسی طاقت کا حق مانا گیا ' جو اس سے پہلے بحری راستوں پر حکومت کرتی تھی - یہ بھی ثابت ہوگیا کہ روسیوں کی ساری فوج ملکر بھی اسے ترکی سے نہیں چھین سکتی - اسمیں کوئی کلام نہیں کہ لارڈ بیکنس فیلڈ کی " عزت صلح " کی پکار اسی علم کی بنیاد پر تھی -

اسوقت ایک نہایت ہی قلیل التعداد ترکی فوج ہم میدان جنگ میں بھیجنے کیلئے تیار کرسکے (کل ۷۲,۰۰۰ جوان) روسی طاقت اور اسکی فوجی تیاریوں کو پیش نظر رکھکر اسوقت ترکی کی جو حالت تھی ' وہ ریاستہائے بلقان و یونان کے مقابلہ میں آج کی حالت سے بہت بدتر تھی - اب جبکہ وہ اس حالت میں بھی ایک نہایت سخت مقابلہ میں کامیاب ہو چکی ہے ' تو ہمارے اس کہنے میں کونسا بعد عقلی ہے کہ وہ یقیناً موجودہ حملہ آوروں کا بھی باوجود انکی عظیم الشان تیاریوں کے ' قلع و قمع کر دیگی - کیونکہ وہ پہلی سی شوکت و عظمت کے ساتھ درہ دانیال اور بحیرہ اسود پر حکمراں ہے -

کسی قوم کی بری طاقت کا اندازہ ہمیشہ اسکی فوج کی تعداد کی کسی خاص کسر اور اسکی نقل و حرکت کی رفتار کے حاصل ضرب سے ہوا کرتا ہے ' اسلئے حریفان نبرد آزما کی توپوں ' بندوقوں ' سامان اسلحہ ' اور ذخایر حرب کو دیکھکر جو اندازہ فریقین کی قوتوں کا کیا جائیگا ' وہ محض فرضی ہوگا - قوتوں کا اندازہ ہرگز صحیح نہیں ہوسکتا ' جبتک کہ رائج الوقت معربی قواعد کے موافق سڑکوں ' ریلوے لائنوں ' خبر رسانی کے وسائل اور رسد و سامان حرب رسانی کے ذرائع کا پورے طور سے موازنہ نہ کیا جائے -

تعداد فوج اور ذخائر حرب بیشک فریقین کی قوتوں کے موازنہ کے لیے ایک صحیح مقیاس کا کام دیسکتے تھے ' اگر فیصلہ کن جنگ فریقین کے حدود مشترکہ سے برابر کے فاصلہ پر وقوع پذیر ہوتی ' لیکن بصورت موجودہ ترکوں کو بھلا ایسی کونسی ضرورت درپیش ہے کہ وہ خواہ نخواہ جنگ کیلئے ایسے محل کا انتخاب کریں ' جنسے انکو کئی طرح سے نقصان ہے - سین اسٹی فانو کے بعد ترکی اور انگریزی انجنیروں کے درمیان پورا مباحثہ ہوچکا ہے - لہذا اب یہ امر کسی طرح بھی قابل تسلیم نہیں ہوسکتا کہ ترک اپنے مفید مطلب مواقع سے ناآشنا ہوں -

جنگ ہائے ماقبل میں ترکوں کیلئے ہمیشہ اپنے ایشیائی مقبوضات کے مرکزی مقام سے فوجی جمعیت اور سامان حرب کو منتقل کرکے میدان جنگ میں لانا ایک حل طلب معمہ رہا ہے - اناطولی مقبوضہ حدود شرقیہ کی نقل و حرکت اور انکی تیاری کیلئے مہینوں کی ضرورت ہوا کرتی تھی - اثنائے سفر میں ہزاروں تو طعمۂ نہنگ اجل ہوجاتے تھے ' اور اسی قدر چھوڑکر چلے جاتے تھے - مزید براں حدود قفقازیا (کوہ قاف) کی جانب سے روسی حملہ کا دائمی خوف ترکوں کے بہت بڑے اور مفید حصہ کو ہمیشہ ناکارہ رکھتا تھا ' لیکن آج ملک کی حالت بالکل بدل گئی ہے - ایشیائی پہاڑوں کے جنوبی جوانب میں ریل کے جاری ہوجانے اور بحری راستہ کے کھل جانے سے یہ تمام فرضی خطرات بھاپ بنکر اڑگئے ہیں - قسطنطنیہ اور ٹربیزونڈ کے مابین ۵۹۰ میل کا فاصلہ ہے - بحری راہ سے یہ طول طویل فاصلہ کل دو یوم کا قلیل سفر رہگیا ہے - بحیرہ اسود میں آج جتنے جہاز آمد و رفت کیلیے موجود ہیں ' وہ بوقت ضرورت اس کام کیلیے کافی ہیں اگر ترکی حکومت زمانہ گذشتہ میں کل ڈھائی لاکھ فوج مغربی حدود پر لیجا سکتی تھی ' تو اب ترکی حکومت ضرورت پڑنے پر اس سے دگنی فوج اسی قدر مصارف برداشت کرنے پر ایسی عجلت سے محل ضرورت پر پہنچا سکتی ہے ' جو آج سے پہلے کسی کے وہم و گمان میں بھی نہیں تھی -

اب ہم تھوڑے عرصہ کیلئے فرض کرلیتے ہیں (گو یہ مفروضات نہایت ہی غیر ممکن الوقوع اور واہمہ کی حدتک پہنچ جاتے ہوں) کہ یورپین سرحدوں پر معاملات نہایت ہی نازک صورت اختیار کرلیں اور بلغاری اپنے اندر بہت بڑا استحکام اور اجتماع پیدا کرکے جرمنی کی سی تیاریوں کے ساتھ بڑھیں ' اور بہادر ترکوں کو مقدونیہ سے ہٹا کر واپس چلے جانے پر مجبور کردیں ' اور کہ یونانی بیڑا ایسا عجیب الصورت ہوجائے کہ وہ بحیرہ ایجئین پر حکمراں ہوجائے - لیکن پھر بھی اس سے کوئی نتیجہ حاصل نہیں ہوگا - جس بہتر سے بہتر طریقہ سے ممکن ہوگا ' تمام عثمانی جان فروش ایڈریا نوپل سے لیکر قسطنطنیہ تک پھیل جائینگے ' اور جاتے وقت راہ میں کل عیسائی رعایا کو تلوار کی گھاٹ اتارتے جائینگے [ترک مسلمان ہیں اور اسلام میں تو دشمنوں کے درختوں تک کو کاٹنا منع ہے ' بچوں اور غیر محارب رعایا کا تو کیا ذکر -]

ولنگٹن نے فرانسیسیوں کے سامنے ویرانی اور وحشت کا سماں پیش کرنے کی غرض سے تمام جنوبی پرتگال کو خالی کردیا تھا ' تو ایسی صورت میں کونسی وہ اخلاقی ذمہ داری ہے اور کونسا وہ طبعی فرض ہے جو ترکوں کو اپنے گردو پیش کی چیزوں کو تباہ کردینے سے روک سکتا ہے ؟ اب فرض کرو کہ اسوقت یا اس سے کسی پہلے مناسب موقعہ پر ترک ڈھائی لاکھ کی جمعیت وارنا پر لا اتاریں ' جو انکے لئے کچھ بھی مشکل نہوگا ' اور پھر شملا کی جانب بڑھ جائیں تو وہ آسانی سے دنیا کے سامنے دوبارہ پلیونا کا منظر پیش کر سکتے ہیں - اس سے زیادہ انکو اور کچھ کرنا نہ ہوگا ' کیونکہ بعینہ اسی طرح جس طرح پلیونا نے تمام روسی جنگی کارروائیوں کو بے عمل کر رکھا تھا شملا بھی بلغاریوں کو کم از کم حاصل کردہ فوائد سے دست بردار ہونے اور جانب مشرق اپنے علاقہ کو سنبھالنے کیلئے مجبور کردیگا ' جسکی وجہہ یہ ہے کہ شملا ترکوں کے حق میں پلیونا سے بھی زیادہ مفید مقام

ہے علاقے سے فوج سے اسپر حملہ کرنا بھی مشکل ہے - نیز سمندر کے کنارے سے کل پچاس میل کے فاصلہ پر ہونے کی وجہ سے کمک وغیرہ کا پہنچنا نہایت ہی آسان ہے - وارنا اور شملا کا نام لینے سے میرا مقصد صرف ان ہی دو مقاموں کی تخصیص و تحدید نہیں ہے' بلکہ کئی اور ایسے مقام پڑے ہوے ہیں ' جو ان دونوں جیسا ' بلکہ بعض صورتوں میں ان سے بہتر کام دیسکتے ہیں ' اور ترک یقیناً انسے غافل نہیں ہو سکتے -

میرے یہ خیالات یقیناً ان خام کاران سیاست کو جو بہت جلد نتائج نکالنے اور پھر ان سے خوش ہونیکے خوگر ہیں ' بہت دقیانوسی معلوم ہونگے' لیکن امر واقع یہ ہے کہ جو صورت یہ جنگ (جہانتک کہ افواج اور بالخصوص توپخانے کی نقل و حرکت کا تعلق ہے) اختیار کر رہی ہے وہ بھی دقیانوسی ہی ہے -

* * *

ان اضلاع میں جہاں راستہ کا نام و نشان تک نہیں ' اور جہانکی زمین جاڑے کی بارشوں کے بعد ایک بے تہاہ دلدل کی صورت اختیار کرلیتی ہے ' فوری اجتماع محالات سے ہے -

ترک ۱۰۰ میل اندرون ملک میں بیٹھکر کسی صورت میں بھی جنگ کے نتائج سے موثر نہیں ہوسکتے - ترکوں کا کام اسوقت (انکے اپنے مشہور الفاظ میں) صرف " بیٹھہ رہنا " ہوگا - پلیونا کی طرح اب بھی اعدا حملہ کر رہے ہیں اور وہاں توپخانہ کو کسی ٹھیک رخ پر رکھنا طبعاً محال ہے -

توپوں کے کسی رخ ٹھیک نہ بیٹھنے کی وجہ توپوں یا گھوڑوں کی قلت ہرگز نہوگی - اسکا کچھہ سبب تو یہ ہے کہ آنے والی ششماہی میں گھوڑوں کے چارہ وغیرہ کا انتظام بلغاریوں کیلئے ایک مشکل ترین کام ہوگا - نیز ایک بہت بڑا سبب یہ بھی ہے کہ اعلے قسم کے توپخانوں کے سٹاف کو اسکا سلیقہ ہی نہیں کہ بڑی بڑی توپیں خاص حالات میں کیونکر بٹھائی جائیں ؟

مواقع جنگ پر تو شاید فریقین کی پیادہ فوج کے نظام اور استعمال اسلحہ جنگ کے سلیقہ میں کسی قسم کا فرق نہو' اور نہ ہونا چاہیے لیکن مشکل یہ ہوگی کہ ترکی جنرل تو اپنی توپوں کو بکمال جمعیت خاطر استعمال کر رہا ہوگا اور اسکے حریفوں کو ادھر ادھر مناسب مقام مدافعت کی تلاش میں ترکی توپوں کی اشباری میں مارا مارا پھرنا پڑیگا -

ہماری بیٹریاں اس کام کیلئے شاید کافی سے زائد نہوں اور اس کام کیلئے فرانس کی میدانی توپوں کی تعریف میں صرف " کافی عمدہ " سے زیادہ نہیں کہا جاسکتا - جونہی بلغاری سلطنت یا کسی اور مناسب مقام کا (جسکو ترک دوسرا پلیونا بنانا چاہیں) محاصرہ کرلیں گے' قدرۃً اسی دم دوسری ترکی سرحدوں پر بلغاریہ وغیرہ کا دباؤ کم ہوجائیگا اور پھر وقت اور حالات خود بخود ترکوں کو بتا دینگے کہ کہاں انکو اپنی کل طاقت لاکر اکٹھا کرنا چاہیے - اگر یونانی بیڑے کو آخر میں ہزیمت ہو' جیسا کہ یقیناً ہوگا' تو اور اڑھائی لاکھہ کی جمعیت عظیمہ ترک مقدونیہ میں لاکر جمع کردینگے - اگر معاملہ دگرگوں ہو تو برغاس سے جنوب بلقان کی جانب بڑھ جانا یقیناً ترکوں کے حق میں بہت سے مفید نتائج پیدا کریگا -

فی الحال تو آخری نتائج محض بصورت نظریات دماغ میں ہونے چاہئیں - اسوقت جو باتیں ہمارے پیش نظر ہیں وہ یہ ہیں کہ بحیرہ اسود پر غیر متنازع فیہ اثر و اقتدار کی بدولت تمام وہ قیاسات جنگی بنا محض اعداد و شمار کے تناسب پر ہے بالکل بھاپ بنکر اڑجاتے ہیں اور صورت وہی ہو جاتی ہے جو کہ برطانوی فوج کی ایک صدی پیشتر پرتگال میں ہوئی تھی -

رہی ترکوں کی مالی حالت' تو میں اسکے تمام پہلوؤں پر بحث کرنے کی اہلیت نہیں رکھتا ' لیکن اگر ترکی اپنے تمام شاہی حقوق اور اقتدار کو بلا کسی قسم کا صدمہ پہنچائے قرضہ لے سکتی ' تو یہ ایک طے شدہ سوال ہو جاتا بشرطیکہ دول ستہ رخنہ اندازیوں پر اتر نہ آئیں -

معرکہ قرق کلیسا کی تفصیل

تازہ عربی ڈاک سے

— * —

قرق کلیسا کے قریب جو جنگ ہوئی تھی اسمیں عثمانی فوج کی تعداد ۶۰ ہزار سے زائد نہ تھی لیکن انکے مقابلہ میں بلغاریوں کا ایک لشکر گراں تھا جو کسیطرح ڈھائی لاکھہ سے کم نہ تھا - بلغاریا نے جو طریقۂ جنگ تجویز کیا تھا اسکا یہ قدرتی نتیجہ تھا کہ قسطنطنیہ میں فوج بھیجنے کے لیے ٹرینیں نہ رہیں - قسطنطنیہ سے جسقدر ٹرینیں آئی تھیں ' ان سب کو آنے دیا جاتا تھا ' مگر حدود بلغاریا سے قسطنطنیہ کوئی ٹرین واپس جانے نہیں دیجاتی تھی ' بلغاریا کے پیش نظر جو نقطہ تھا وہ قرق کلیسا اور وہ لائن تھی جو ادرنہ اور قسطنطنیہ کے درمیان ہے - دفعۃً اعلان جنگ ہوا - قرق کلیسا میں فوج زیادہ نہیں تھی ' مدد کیلیے فوراً فوج پہنچ سکتی تھی مگر مشکل یہ تھی کہ قسطنطنیہ میں گاڑیاں نہیں تھیں' اسکا انتظام یہ کیا گیا کہ دور دراز مقامات سے گاڑیاں منگوائی گئیں - سپہ سالار عام نے جو نقشہ جنگ تجویز کیا تھا اسکے ذریعہ سے بلغاری پوری طرح کچلے جا سکتے تھے ' مگر عزیز پاشا سے یہ غلطی ہوئی کہ انہوں نے اس جنگ کو (جو ادرنہ کے قریب دھوکا دینے کی غرض سے کی گئی تھی) اصلی جنگ خیال کیا' اسلیے اس نقشہ جنگ پر عمل نہیں کیا گیا جو سپہ سالار عام کی طرف سے تجویز کیا گیا تھا -

اول تو حدسا کہ ہم نے ابھی بیان کیا قرق کلیسا میں بہت تھوڑی فوج تھی اور اسکے مقابلہ میں بلغاری فوج بہت زیادہ تھی ثانیاً عثمانی فوج کو مدد پہنچنے کی کوئی امید نہ تھی -

ایک بلغاری سپہ سالار کی رائے فرانس کے (ماتان) نے بیان کیا ہے کہ عدم قرق کلیسا بلغاری نقطہ خیال سے مہتم بالشان فتح سمجھی جاتی تھی اور اس لیے وہ اپنی پوری قوت خرچ کرڈالنا چاہتے تھے -

یہ تمام واقعات بلغاری فوج کے لیے جسقدر حوصلہ افزا تھے ' اسی قدر عثمانی فوج کے لیے ہمت شکن تھے - ان پر سوء اتفاق سے یہ اور اضافہ ہوگیا کہ عین میدان جنگ میں پرنس عزیز الدین اور چند افسر بھاگ کھڑے ہوئے - پرنس ایک رسالہ کا کمان افسر تھا اسکے ہٹتے ہی وہ رسالہ تباہ ہوگیا اور اسکے بعد تمام فوج میں پریشانی پھیل گئی -

معلوم ہوتا ہے کہ اولاً عثمانی افسروں نے بندوقوں کی فیروں سے بھاگتی ہوئی فوج کو روکنا چاہا مگر کامیابی نہیں ہوئی اور ظاہر ہے کہ ۶۰ ہزار فوج میں جب پریشانی اور پراگندگی پھیل جاے تو اسکو چند گولیاں نہیں روک سکتیں - اسلیے عثمانی فوج کو واپسی کا حکم دینا پڑا - شکست کے یہ بعض اسباب ہیں ' جنکا عثمانی اخبارات کی متفرق خبروں اور تاروں سے پتہ چلتا ہے - اب ہم حملہ کے آغاز سے لیکر سقوط قرق کلیسا تک کی خبریں مسلسل ترجمہ کردیتے ہیں ' جو خبر رسانی کی عثمانی کمپنی ' نامہ نگاران اخبار ' اور ہاواس ایجنسی نے شائع کی ہیں -

شہر آشوب اسلام

یا

تعزیت عید

ہر قوم و ملت کے لیے سال بھر کے چند دن جشن و مسرت کے ہوتے ہیں، اور مسلمانوں کیلیے بھی تھے، لیکن جس قوم کا آفتاب اقبال ڈوب چکا ہو، اسکو صبح عید کی خوشیوں کی جگہہ شام زوال کے ماتم کا انتظار کرنا چاہیے- چراغ خاکستر بجھتا جاتا ہے، اور نہیں معلوم چراغ کی آخری بھڑک کب تک قائم رہے؟ قبل اسکے کہ زمانہ ہم پر ماتم کرے، بہتر ہے کہ خود ہی اپنے اوپر رولیں، اور عید کی تہنیت کی جگہہ ایک دوسرے کو تعزیت کا پیغام پہونچائیں - ہمارے جامے ایسے جو آگ سلگائی گئی ہے، اگر اسے بجھا نہیں سکتے، تو دامن سے ہوا تو دے سکتے ہیں؟

در حسن بے نگارستان ریستاں   آتشم بیرنست و دامان می زنم

اس ہفتے الہلال کی اشاعت کا دن اتفاق سے عین عید اضحی کا دن ہے، جبکہ جشن و طرب کی صحبتوں نے آپکو اپنی طرف مصروف کرلیا ہوگا - تبریک و تہنیت کی صداوں کی آپکے پاس کمی نہ ہوگی، ملامت نہ کیجیے اگر "تہنیت عید" کی جگہہ ایک "تعزیت عید" کی فغاں سنجی بھی آپ چند لمحوں کی طالب ہو- اس عید کا سب سے بڑا عمل راہ الہی میں قربانیوں کا کرنا ہے، سو اس مناسبت سے چند مناظر قربانیوں کے بھی آپکے پیش نظر ہیں - جس وقت آپکے سامنے وہ خون بہہ رہا ہو، جو راہ الہی میں قیمتی جانوروں کا آپنے بہایا ہے، تو اسوقت ان قربانیوں پر بھی ایک نظر ڈال لیجیے گا، کہ انکا خون بھی آسی خداے ذوالجلال کی راہ میں بہا ہے- البتہ فرق اتنا ہے کہ آپکی ہمت صرف یہاں تک تھی کہ اسکے لیے چند روپیوں کے جانور ذبح کرڈالیے، مگر یہ وہ جانفروش تھے جنھوں نے اپنی جانوں اور جسموں کی قربانی تک کو اپنے دوست کو مستحق نہ سمجھا-

علی الخصوص اس موقع اضحیہ عید کی بہائی قربانی، جسکے ذبح کی چھری بھی ابتک اسکے سینے پر موجود ہے .... "

— * —

حکومت پر زوال آیا تو پھر نام و نشاں کب تک   چراغ کشتۂ محفل سے اٹھیگا دھواں کب تک

قبائے سلطنت کے گر فلک نے کردیے پرزے   فضائے آسمانی میں اڑینگی دھجیاں کب تک

مراکش جاچکا، فارس گیا، اب دیکھنا یہ ہے   کہ جیتا ہے یہ ترکی کا مریض سخت جاں کب تک

یہ سیلاب بلا بلقاں سے جو بڑھتا آتا ہے   اسے روکے گا مظلوموں کی آہوں کا دھواں کب تک

یہ سب ہیں رقص بسمل کا تماشا دیکھنے والے   یہ سیر انکو دکھائیگا شہید نیم جاں کب تک

یہ وہ ہیں، نالۂ مظلوم کی لے جن کو بھاتی ہے   یہ راگ ان کو سنائیگا یتیم ناتواں کب تک

* * *

کوئی پوچھے کہ اے تہذیب انسانی کے استادو!   یہ ظلم آرائیاں تاکے یہ حشر انگیزیاں کب تک

یہ جوش انگیزی طوفان بیداد و بلا تا کے؟   یہ لطف اندوزی ہنگامۂ آہ و فغاں کب تک

یہ مانا تم کو تلواروں کی تیزی آزمانی ہے   ہماری گردنوں پر ہوگا اس کا امتحاں کب تک

نگارستان خوں کی سیر گر تم نے نہیں دیکھی   تو ہم دکھلائیں تم کو زخمہائے خوں چکاں کب تک

یہ مانا گرمی محفل کے ساماں چاہییں تم کو   دکھائیں ہم تمھیں ہنگامۂ آہ و فغاں کب تک

یہ مانا قصۂ غم سے تمھارا جی بہلتا ہے   سنائیں تم کو اپنے درد دل کی داستاں کب تک

یہ مانا تم کو شکوہ ہے فلک سے خشک سالی کا   ہم اپنے خون سے سینچیں تمھاری کھیتیاں کب تک

عروس بخت کی خاطر تمھیں درکار ہے افشاں   ہمارے ذرہ ہائے خاک ہونگے زر فشاں کب تک

کہاں تک لوگے ہم سے انتقام فتح ایوبی   دکھاؤگے ہمیں جنگ صلیبی کا سماں کب تک

سمجھ کر یہ کہ دھندلے سے نشان رفتگاں ہیں ہم   مٹاؤگے ہمارا اس طرح نام و نشاں کب تک

* * *

زوال دولت عثماں، زوال شرع و ملت ہے   عزیزو! فکر فرزند و عیال و خان و ماں کب تک

خدا را تم یہ سمجھے ہو کہ یہ تیاریاں کیا ہیں؟   نہ سمجھے اب تو پھر سمجھوگے تم یہ چیستاں کب تک

* * *

پرستاران خاک کعبہ دنیا سے اگر اٹھے   تو پھر یہ احترام سجدہ گاہ قدسیاں کب تک

جو گونج اٹھیگا عالم شور ناقوس کلیسا سے   تو پھر یہ نغمۂ توحید و گلبانگ اذاں کب تک

بکھرتے جاتے ہیں شیرازۂ اوراق یزدانی   چلیگی تند باد کفر کی یہ آندھیاں کب تک

کہیں اڑکر نہ دامان حرم کو بھی یہ چھو آئے   غبار کفر کی یہ بے محابا شوخیاں کب تک

حرم کی سمت بھی صید افگنوں کی جب نگاہیں ہیں   تو پھر سمجھو کہ مرغان حرم کے آشیاں کب تک

* * *

جو ہجرت کرکے بھی جائیں، تو شبلی اب کہاں جائیں   کہ اب امن و امان شام و نجد و قیرواں کب تک

(۲۳ اکتوبر کو یہ تار آیا :)

ہافاس کمپنی کو معلوم ہوا ہے کہ تزار قوسیلو ، الصوندا لولنک اور قرق کلیسا میں جنگ ہو رہی ہے -

اسلیے اسکے قبل قرق کلیسا پر بلقانی استیلا کی جو خبر شائع کی گئی تھی وہ ایک بلقانی آواز تھی ، جو واقعہ کی صورت میں بذریعہ تار تمام دنیا میں شائع کر دیگئی - اسکے بعد ۲۴ اکتوبر کو یہ تار موصول ہوا -

قرق کلیسا میں آج دن بھر شدید جنگ ہوتی رہی عثمانی فوج نے بلغاری فوج سے دو پوزیشن لے لیے - بلغاری فوج کا سخت نقصان ہوا -

اس خبر پر مجبوراً خود لندن میں یہ خیال ظاہر کیا گیا کہ فتح قرق کلیسا کی خبر قبل از وقت شائع کردی گئی تھی ، اسکے بعد ۲۵ کو خاص قرق کلیسا کے متعلق کوئی تار نہیں آیا ۲۶ کو حسب ذیل تار موصول ہوا :

(الضولی حصاری ۲۶ اکتوبر)

قرق کلیسا میں سخت جنگ ہو رہی ہے -

اسی تاریخ کو ایک تار ہافاس کمپنی کے پاس آیا ، جس میں بیان کیا گیا -

کہ محمود مختار پاشا نے پراگندہ فوج کو جمع کر لیا ہے اور اب قرق کیسا پر حملہ کرنے والے ہیں -

یہ اس طویل تار کا ایک حصہ ہے جسمیں پرنس عزیز الدین کے بھاگنے کا حال بیان کیا گیا ہے اسکے بعد ۲۸ کو یہ تار موصول ہوا -

(انضولی حصار ۲۷ اکتوبر شام)

قرق کلیسا کے مفتوح ہونیکے بعد شرقی لشکر گاہ عثمانی کی جانب فوج بھیجی گئی - سخت جنگ ہوئی بہادر ترکوں نے بلقانیوں کو قرق کلیسا سے نکالدیا - دشمن کا سخت نقصان ہوا -

لیکن یقیناً اسوقت تک قرق کلیسا کا قطعی فیصلہ نہیں ہوا تھا چنانچہ اسکے بعد ۳ بجے رات کو یہ تار آیا :

" ادرنہ میں ہم کو شاندار فتح ہوئی ہے اور قرق کلیسا میں بھی غلبہ ہماری طرف ہے " -

اسکے بعد ۲۹ اکتوبر کو یہ تار آیا -

(انضولی حصار ۲۸ اکتوبر ۱ بجے دن)

" قرق کلیسا میں دشمن کے پورے پندرہ رجمنٹ تباہ ہوگئے دشمن کی فوج شکست کھاکے شہر سے دور بھاگ گئی عثمانی فوج کو آگے بڑھنے کا حکم ملا ہے " -

اسی تاریخ کو سرکاری طور پر بھی اسی مضمون کا تار شائع کیا گیا - اسکے بعد ۳۰ کو میدان جنگ کے متعلق کوئی خبر نہیں آئی البتہ ان افسروں کی نسبت جو میدان جنگ سے بھاگے تھے یہ تار آیا کہ انکو گولی ماردی گئی - یہ یاد رکھنے کے قابل بات ہے کہ ان واقعات میں سے یا تو ریوٹر نے کسی کی خبر ہی نہیں دی ، یا دی تو اس طرح کہ اس سے صاف مطلب نہیں نکلتا تھا ، مگر افسروں کے گولی مارے جانیکی خبر نہایت جلی سرخی سے دیگئی تھی -

اسکے بعد سے عربی ڈاک میں خاص قرق کلیسا کے متعلق کوئی خبر نہیں آئی مگر اڈیٹر المؤید نے عثمانی ذرائع سے خبروں کی تمہید میں یہ لکھا تھا :

" ہم کو آستانہ (قسطنطنیہ) کی خبروں سے معلوم ہوا ہے کہ سقوط قرق کلیسا سے قبل کے تمام واقعات کا خوف تو عثمانی افسروں کو تھا ، مگر خود قرق کلیسا کے نکل جانے کا وہم بھی نہیں تھا - لیکن اسکے اسباب ناظرین کو معلوم ہو چکے ہیں - اور اشخاص جنگ نے اسکی یہ تلافی کی ہے کہ قرق کلیسا واپس لے لیا ہے "

اس تمام تفصیل کے پڑھنے کے بعد یہ نتائج اخذ ہوتے ہیں -

(۱) فتح قرق کلیسا کی خبر قبل از وقت شائع کردیگئی تھی -

(۲) اسکے فتح کا سبب بلغاری فوج کی شجاعت نہ تھی بلکہ اسکا تعلق کچھہ تو ان تدابیر سے تھا جنکا انتظام بلغاریا نے اعلان جنگ سے پہلے ہی کرلیا تھا اور کچھہ پرنس عزیز اور بعض دیگر افسروں کی بے ثباتی اور عیسائی فوج کی غداری سے تھا -

(۳) قرق کلیسا عثمانی فوج نے واپس لیلیا مگر ریوٹر نے اس خبر کو بالکل شائع نہیں کیا -

اسکے بعد کیا ہوا ؟ اسکے لیے آئندہ عربی ڈاک کا انتظار کرنا چاہیے -

---

تقویم الحرب

—*—

یعنی جنگ ترکی و یورپ کے مسلسل بترتیب تاریخ حالات

تازہ عربی ڈاک سے

—*—

(اناصولی ۱۲ اکتوبر ۱۱ بجے شب) ۴۰۰ بلغاری ہم نے قید کیے ہیں اور عثمانی بیڑا وارنہ میں ایک تارپیڈو کشتی پر قابض ہوگیا ہے -

---

ہم کو یہ خبر ملی ہے (اور اسکی تصدیق سرکاری طور پر بھی ہوگئی ہے) کہ پرشدینہ کے راستہ میں ایک سخت معرکہ ہوا جسمیں سرویا کی فوج کو بہت بری طرح شکست ہوئی ہے تفصیل ابھی نہیں معلوم ہوئی -

---

اسکوب سے یہ خبر ملی ہے کہ " پانچ دن سے بلغاری پرشدینہ کی طرف سے آرہے ہیں جانجا عثمانی فوج سے مقابلہ ہوا عثمانی فوج نے ہر جگہہ سخت شکستیں دیں ، کئی آدمی قید کرلیے اور کئی گھنٹہ تک انکا تعاقب کرتی رہی "

(اسکوب) مانٹی نیگرو کی فوج ۵۰۰۰ کی جمعیت سے طوزی کی طرف بڑھی اور ایک سخت خونریز جنگ ہوئی جسکے بعد انکو مجبوراً واپس ہونا پڑا پھر مورتکواج پر حملہ کیا اسمیں بھی انکو شکست ہوئی دشمن کو شکست دینے کے بعد ہم چھہ گھنٹہ تک مانٹی نیگرو کے حدود میں بڑھتے ہوے چلے گئے -

---

(اسکوب) اطراف برانہ میں عثمانی فوج کو فتح ہوئی اطراف برانہ کی پہاڑیاں عثمانی فوج نے واپس لیلیں دشمن کا سخت نقصان ہوا -

---

(اسکوب) عثمانی فوج نے مانٹی نیگرو کو شکست دیکے برانہ سے ہٹا دیا برق گورچہ تک انکا تعاقب کیا - اب اس پر عثمانی علم لہرا رہا ہے -

---

(ادرنہ) بلغاری فوج حدود سے تجاوز کرکے درہ عیرواں تک آگئی عثمانی فوج سے مقابلہ ہوا لیکن بالآخر سخت نقصان کے بعد واپس چلی گئی بلغاری فوج نے دو پل ڈالنا مہت سے اڑا دیے تھے جو عثمانی فوج نے پھر تعمیر کرلیے -

(بخارست) کل ریلواج ' عورنی ' اور برعاس کے درمیان سرحد پر عثمانی اور سرروی فوج سے مقابلہ ہوا - چھہ گھنٹہ تک لڑائی ہوتی رہی لیکن اسی درمیان میں عثمانی فوج سرویا کے حدود میں داخل ہوگئی اور انکی فوجی مراکز پر قبضہ کرلیا -

---

(اناصولی ۲۳ اکتوبر شام ۷ بجکے ۴۰ منٹ)

نوریم (ادرنہ) در انک سخت معرکہ ہوا جسمیں عثمانی فوج کو شاندار کامیابی ہوئی دشمن کی فوج میں ۳۰ ہزار آدمی تھے - غنیمت میں ۱۱ توپیں ملیں - ایک افسر اور بہت سپاہی قید کیے گئے -

---

اشوبیا میں بھی یونانی فوج سے ایک لڑائی ہوئی اور اسمیں بھی ہماری فوج کامیاب ہوئی -

---

(بعد کا تار) استبلی ' حالی ' مرق ' اور ماصدکوی ' حدود میں لڑائی شروع ہوگئی ہے اسوقت تک ان تمام مواقع پر عثمانی فوج کو فتح ہو رہی ہے خاص کرلی میں ہمیں پوری فتح ہوگئی اور اسوقت تک اس شہر پر ہمارا قبضہ ہے (خاص کولی بلغاریا کا ایک شہر ہے جو ادرنہ سے ۲۵ کیلومیٹر کی مسافت پر ہے اسمیں اور بلغاری ملی بولی میں سو کیلومیٹر کا فاصلہ ہے الہلال) اسوقت ہم شہر کیمدیل کا محاصرہ کیے ہوے ہیں -

---

(بک ارعلی ۲۴ اکتوبر ۸ بجے) واسی مارز کی جنگ میں بلغاریا کے مقابلہ میں میدان ہمارے ہاتھ رہا -

---

(۵ بجے شام) چہارشنبہ گذشتہ کو ہماری شرقی فوج سے (جو کمالرو کے اطراف میں ہے) لڑائی ہوئی سرویا کی فوج جو اب تک لڑ رہی تھی ' سخت نقصان کے ساتھ شکست کھا کے واپس گئی - ہماری فوج دور تک تعاقب کرتی ہوئی چلی گئی ہے -

---

(قسطنطنیہ ۲۵ اکتوبر ۱۲ بجے دن)

مارش میں بلغاریا سے جو لڑائی ہوئی تھی اسمیں ہماری فوج کو ۹ مترالیوز قسم کی توپیں غنیمت میں ملیں ۱۴ افسر اور بہت سے سپاہی قید کیے ' ہماری فوج قرجہ عاجی (بلغاریا) کی طرف بڑھ رہی ہے - دشمن کو میدان جنگ میں سخت نقصان ہو رہا ہے -

---

باب عالی سے شائع ہوا ہے کہ سرویا کی فوج نے عثمانی فوج پر حملہ کیا جس کا مقابلہ دیر تک جاری رہا سرویا کی فوج کو شکست ہوئی - عثمانی فوج حدود سرویا تک انکا تعاقب کرتی ہوئی چلی گئی - لڑائی جاری ہے -

---

ترکی اخبار اقدام کا نامہ نگار خاص متعینہ حدود یونان دوربہ سے لکھتا ہے :

۲۱ اکتوبر کو یشفطہ اور صونیہ کے درمیانی میدان میں عثمانی اور یونانی فوج میں مقابلہ ہوا - دیر تک سخت جنگ ہوتی رہی جنگ کا خاتمہ پانچ ہزار یونانیوں کے قتل پر ہوا -

باب عالی کی طرف سے شائع کیا گیا ہے :-

عثمانی فوج نے (جو سیاط واقع حدود بلغاریا میں موجود تھی) جب یہ دیکھا کہ جس جگہہ دشمن کی فوج قلعہ بند ہوئی ہے وہ نہایت مضبوط مقام ہے تو اپنی فوج کو لیکے واپس چلا آیا - بلغاریا کی فوج تعاقب کرتی ہوئی عثمانی حدود میں چلی آئی - یہاں پہنچکے عثمانی فوج نے انکے میمنہ پر حملہ کیا جس سے دشمن کی جمعیت منتشر ہوگئی عثمانی فوج کو غنیمت میں دو توپیں ملیں - دشمن کے نقصانات کی صحیح مقدار معلوم نہیں -

---

قسطنطنیہ میں وارنہ کی تباہی کی یہ تفصیل موصول ہوئی ہے :

عثمانی بیڑے نے وارنہ کا سرحدی حصہ تباہ کردیا ' اور ان تمام توپوں کو خاموش کردیا جن سے اس سرحد کے قلعے مضبوط کیے گئے تھے خود قلعوں کو بھی مسمار کردیا - عثمانی بیڑا جب واپس آیا تو دریا میں بلغاریا کی چار تارپیڈو کشتیوں کو دیکھا ان پر گولے پھینکنا شروع کیے ' ان کشتیوں کی دنگوں اور نیز اور دیگر آلات کو اس درجہ خراب کردیا کہ استعمال کے قابل نہیں رہیں -

---

جب عثمانی بیڑا ورعاس پہنچا تو وہاں ایک جنگی نمایش کی گئی مگر کوئی بلغاری کشتی مقابلہ کے لیے نہیں نکلی -

ترکی اخبار صباح کا خاص نامہ نگار احمد ماہر بک سیروز سے لکھتا ہے :

---

۲۱ اکتوبر کو ادھم آغا محافظ موقع لوراوب سے اور بلغاریا کی فوج سے خالار میں مقابلہ ہوا ' محافظ موصوف کو شاندار کامیابی ہوئی - دشمن بھاگ گئے - غنیمت میں دو توپیں ملیں -

---

ترکی اخبار اقدام کا نامہ نگار خاص ادرنہ سے بہ تار دیتا ہے :

۲ اکتوبر کو سرحد پر عثمانی و بلغاری فوج سے سخت لڑائی ہوئی عثمانی فوج نے جو کمین گاہ تیار کی تھی اسمیں چار سو بلغاری پھنس گئے عثمانی فوج نے تمام بلغاریوں کو قتل کر ڈالا -

---

لولیس میں یونانی فوج سے معرکہ ہوا جسمیں یونانیوں کو شکست ہوئی -

---

ازنک کے راستہ میں عثمانی اور مانٹی نگرو کی فوج میں چند عدید معرکے ہوے عثمانی فوج کی تعداد بہت تھوڑی تھی اور اسکے مقابلہ میں مانٹی نگرو کی فوج بہت تھی اسکے علاوہ انکے ساتھ ہزاروں مالسوری بھی تھے لیکن باایں ہمہ عثمانی فوج نے شکست دی -

---

سامسون سے عثمانی فوج واپس آگئی ہے روس ' انگلستان ' اور فرانس نے اسکی حفاظت کی ذمہ داری لی ہے -

---

ترکی اخبار اقدام کا نامہ نگار خاص ماجد بک متعینہ اسکوب سے ۲۳ اکتوبر ۷ بجے شام کو بہ تار بھیجتا ہے :

کمانوو میں عثمانی ' بلغاری ' اور سروی فوج میں شدت سے جنگ ہو رہی ہے - اسوقت تک ہماری فوج کو ۴ بلغاری اور ۶ سروی توپیں غنیمت میں ملچکی ہیں ہماری توپوں کے گولے بیلاجیک اور نانوریتیش میں دشمنوں کو تباہ کررہے ہیں -

یہی تار غالب بختیار بک اور احمد حلیم بک نامہ نگاران اخبار صباح کے پاس سے بھی آیا ہے -

ترکی اخبار صباح کے نامہ نگار خاص نظمی بک ۲۲ اکتوبر کو ادرنہ سے تار دیتے ہیں :

مارائش میں بلغاری فوج تین ہزار کی جمیعت سے برسر پیکار ہوئی ' ۷ گھنٹہ تک برابر جنگ ہوتی رہی لیکن بالآخر بلغاری فوج کو شکست ہوئی ' ہماری فوج قرہ اغاچ تک انکا تعاقب کرتی ہوئی چلی گئی تھی قاضی کوئی میں بلغاری شکست یافتہ فوج کی چار میدانی توپیں اور ۷ جلد چلنے والی توپیں غنیمت میں ملیں ہیں ایک افسر اور بہت سے سپاہی بھی گرفتار ہوے ہیں -

---

مصری انجمن اعانت دولت عثمانیہ کی طرف سے پہلی قسط بیس ہزار مصری پونڈ کی بھیجی گئی ہے -

---

سرفیجہ سے (یونان کے قریب ایک مقام ہے) یہ تار آیا ہے کہ ان متعدد و مسلسل معرکوں میں جو حدود ادرنہ پر ہو رہے ہیں اسوقت تک پندرہ سو یونانی قتل ہوچکے ہیں -

---

۱۸ اکتوبر کو عثمانی فوج فالالا فانی طرف بڑھی اور مانٹی نیگروی فوج کو عثمانی حدود سے نکالدیا اسکے بعد اندرہ ویم پر حملہ کیا اور وہاں دشمن کا شیرازہ برہم کردیا اب وہ پھر اپنی قوت جمع کر رہی ہے -

---

اسکوب کی ایک تار برقی سے معلوم ہوتا ہے کہ نوزی کا معرکہ سخت خونریز تھا - مانٹی نیگروی اور سالبسروی فوج نے ملکے نوزی ' شیدشانق ' فرابدہ ' بان ' اور ہلدم پر حملہ کیا عثمانی فوج نے بہادرانہ مدافعت کی ' اور پھر آرادوش کی طرف سے حملہ کیا دیر تک جنگ ہوتی رہی دشمن کو شکست ہوئی اور وہ سورحمی چھوڑ کے بھاگ گئے -

---

کل ایک عثمانی افسر ہوائی جہاز میں ادرنہ گیا تھا جو بعافیت واپس آگیا اسکا بیان ہے کہ عثمانی فوج کی حالت بہت اچھی ہے دشمن قلعوں کے قریب نہیں آئے ہیں اسوقت تک کسی حصہ پر قابض نہیں ہوے ہیں -

---

جون ترک کو ادرنہ سے یہ خبر معلوم ہوئی ہے کہ ۲۲ اکتوبر کو نشانی قاراق میں عثمانی اور بلغاری فوج میں لڑائی ہوئی جسمیں بلغاری سواروں کا ایک گروہ برباد کردیا گیا -

---

اخبار مذکور کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ قاضی کوی میں شدید خوں ریزی ہوئی - بلغاریوں اور سرویوں کو سخت شکست ہوئی اور سامان جنگ کا بھی شدید نقصان ہوا -

---

اخبار مذکور کو یہ بھی معلوم ہوا ہے کہ مارائش میں سات گھنٹہ تک جنگ ہوتی رہی دشمن شکست کھاکے پیچھے ہٹگئے - عثمانی فوج کو غنیمت میں کئی توپیں ملیں - سرکاری طور پر یہ خبر شائع کی گئی ہے کہ مانٹی نیگروی فوج کو برانہ کی طرف بھی شکست ہوئی ہے اور عثمانی فوج حدود مانٹی نیگرو میں بڑھ رہی ہے -

---

سرفیجہ سے خبر آئی ہے کہ یونانی سواروںکی پلٹن کو (جو السوینہ کی طرف بڑھ رہی تھی) عثمانی فوج نے گرفتار کر لیا ہے اور انکے گھوڑے توپوں میں جوتے جا رہے ہیں -

---

ترکی اخبار صباح کا نامہ نگار میدان جنگ سے لکھتا ہے کہ جنگ مارائش میں دس ہزار بلغاری تھے ۹ گھنٹہ تک مسلسل لڑائی ہوتی رہی اسکے بعد سخت نقصان کے ساتھہ بلغاری واپس گئے -

نامہ نگار مذکور کا بیان ہے کہ " بلغاری فوج نے خاصکوی کی طرف سے حملہ کیا اسمیں انکو شکست ہوئی پھر تاتار حمیدیہ کی طرف سے حملہ کیا اسمیں بھی شدید نقصان کے ساتھہ شکست ہوئی پھر استیلی کے پاس سے حملہ کیا اسمیں بھی ناکام واپس گئے " -

---

نامہ نگار مذکور لکھتا ہے کہ مصطفی پاشا کے پل کے پاس قاضی کوی میں بلغاری پیادوں اور سواروں دونوں کو شکست ہوئی -

---

اخبار صباح کا نامہ نگار سالونکا سے لکھتا ہے کہ ۲۲ اکتوبر کو جنگ دشتقد میں عثمانی فوج حدود سرویا میں دو گھنٹہ تک بڑھتی ہوئی چلی گئی اور فورشوملی پر قبضہ کر لیا براله کی طرف سے مانٹی نیگروی فوج نے تعرض کیا مگر شکست کھا کے بھاگ گئی -

---

شرکۃ عثمانیہ کو ۳۰ اکتوبر کو ذیل کا تار موصول ہوا ہے :

" سپہ سالار عام کے وکیل نے میدان جنگ سے لکھا ہے کہ عثمانی فوج نے (جو اسوقت متمر وفانزا میں ہے) دشمنوں پر حملہ کیا عثمانی فوج کو شاندار کامیابی ہوئی دشمن کی فوج نے شکست فاش کھائی - دشمن کے مقدمۃ الجیش کے کل سواروںکا رسالہ پراگندہ اور منتشر کر دیا گیا -

---

عثمانی فوج نے دشمن کے اس مقدمۃ الجیش پر (جو مار اندرمین ہے) حملہ کیا - دشمن کی فوج سخت نقصان کے بعد سراے دولی وکمال اوی میں پناہ گزیں ہوگئی -

کامل پاشا (صدر اعظم)

سرویا کے مقابلہ میں ہماری کامیابی کی شاندار کامیابی کے بعد دشمن کی فوج نے سرویا اور مانٹی نیگرو کے حدود کی طرف سے قرب و جوار کے چھوٹے چھوٹے دیہاتوں پر حملے کیے جسمیں باشندوں کو قتل عام کیا گیا اور مکانات جلا دے گئے لوگوں کو جب یہ خبر معلوم ہوئی تو اپنی جانیں بچانے کے لیے گھر چھوڑ چھوڑ کے بھاگنے لگے سرکاری ملازموں نے بھی سرکاری مکانات چھوڑ دیے ' دشمن کی فوج کو میدان خالی ملا - اس نے چھوٹے چھوٹے گاؤں پر قبضہ کرلیا ' مگر ہماری شرقی فوج کی حالت اچھی ہے کل ہی سپہ سالار عام کے پاس سے تار آیا ہے اسمیں وہ لکھتے ہیں " کہ شمال ورق کلدسا میں لڑائی ہوئی جسمیں دشمن کی فوج کا اسقدر سخت نقصان ہوا کہ آج تک فوج کا نظم درست نہیں ہوسکا - "

داش (وزیر داخلیہ)

شرکت عثمانیہ کو ۹ نومبر کو حسب ذیل تار باب عالی سے موصول ہوا ہے :

نائب سپہ سالار عام نے ہمارے ایک تار دیا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ کل جنگ میں دشمن کی فوج کو سخت نقصان پہنچا ' توپخانہ کا سامان - پیادوںکے ہتھیار اور دیگر سامان جنگ عثمانی فوج کو غنیمت میں ملا -

کامل (صدر اعظم)

اخبار صباح کا خاص نامہ نگار نظمی بک ادرنہ سے لکھتا ہے :

" ۲۹ اکتوبر کے معرکہ میں ہماری فوج کو دشمنوں کے مقابلہ میں نمایاں کامیابی ہوئی دشمنوں کی توپیں خاموش کردیگئیں مقام حسین آغا میں بلغاری فوج کی تین توپیں ملیں اور بہت سے سپاہی قید ہوے "

اخبار صباح کا نامہ نگار محمد صادق بک تار دیتا ہے " آسٹروی اخبارات کو بلغراد (دارالسلطنت سرویا) سے یہ تار ملا ہے کہ ۲۹ ریل گاڑیاں سروی مجروحین سے بھری ہوئی آئی ہیں "

اخبار صباح کا نامہ نگار اسم بک دمرطاش (ادرنہ) سے تار دیتا ہے کہ قلعہاے ادرنہ کے شرقی حصہ میں بلغاری مقتولین کی تعداد ہزاروں تک پہنچی ہوئی ہے -

---

اخبار مذکور کا نامہ نگار کنعان بک ادرنہ سے لکھتا ہے کہ قلعہاے ادرنہ کے جوانب و اطراف میں بلغاری مقتولین کی ہزاروں لاشیں سڑ رہی ہیں ' بلغاری فوج تو سخت شکست کی وجہ سے انہیں اٹھا نہیں سکی ' مگر اس خیال سے کہ آب و ہوا نہ خراب ہوجاے ' عثمانی فوج ان لاشوں کو اٹھا رہی ہے ' ۲۹ اکتوبر کے معرکہ میں (جسکی لاشوں کا اسوقت ذکر ہے) عثمانی فوج کو بلغاری فوج کی اعلی قسم کی بہت سی بندوقیں اور حیوانات غنیمت میں ملے اور بہت سے سپاہی بھی گرفتار ہوے ہیں -

---

کنعان بک نامہ نگار اخبار اقدام ادرنہ سے تار دیتا ہے :-

" ادرنہ کی عثمانی فوج دو دن تک لڑتی رہی بالاخر ۲۵ کو دشمن کو شکست دی غنیمت میں دس توپیں اور جانور ملے "

نامہ نگار مذکور لکھتا ہے :

" معرکہ مقام حسن آغا کے قیدیوں کی تعداد ۱۲ سو ہے "

(بک اوغلی ۲ نومبر ۷ بجے شام)

بینا حصار کی فتح کے بعد ہمارا لشکر شمال کی طرف بڑھا ' دشمن کے میسرہ پر حملہ کیا - جس سے انکا سخت نقصان ہوا ' غنیمت میں اسلحہ و سامان جنگ بکثرت ہاتھ آیا "

میدان جنگ سے اسوقت تک کی آئی ہوئی خبریں بتلاتی ہیں کہ ایک سخت جنگ ہو رہی ہے غلبہ اسوقت تک عثمانی فوج کو ہے -

(بک اوغلی ۳ نومبر ۹ بجکے ۴۰ منٹ)

عثمانی اور بلغاری فوج میں برابر لڑائی ہورہی ہے اسوقت تک نصرت و فتح ہمارے ساتھ ہے -

کل طونجہ کے معرکہ میں بلغاریوں کو عبرتناک شکست ہوئی غنیمت میں بہت سا سامان جنگ ملا -

ویزہ ' لولوبرغاس ' اور بابا اسکی میں پانچ دن سے برابر جنگ ہورہی ہے ان تمام مقامات میں اسوقت تک فتح ہمارے ساتھ ہے -

فہرست

زر اعانۂ ہلال احمر

ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنۃ

(۱)

نام	رقم	نام	رقم
میاں عمر بخش صاحب	۱۰۰۰	نور احمد صاحب	۱۰
فیروز صاحب زمیندار	۱۰۰	غلام حسن صاحب	۲۵
حافظ غلام سرور صاحب	۱۰۰	محمد عالم صاحب	۱۰۰
فقیر محمد و پیر محمد صاحبان	۱۰۰	محمد حسین صاحب	۱۰
الہ بخش صاحب	۱۰۰	رمضان صاحب	۱۰۰
الہ بخش صاحب مشترکہ	۲۵۰	فقیر محمد صاحب	۵۰
محمد رفیق صاحب	۱۰	شیخ احمد صاحب	۵
میاں محمد صاحب	۱۰	غلام محمد ثنو صاحب	۲۰۰
منشی سلطان خاں صاحب	۴	نواب میاں محمد صاحب	۱۰۰
حاجی جانی صاحب	۵	محمد یحیی و حمید الدین صاحبان	۱۰
قادر یوسف صاحب	۱۰	مستان صاحب	۵۰
محمد غفور صاحب	۲	سلطان خاں صاحب	۱۰
جیلانی قادر صاحب	۱۵	میاں محمد صاحب زمیندار	۱۰
حاجی آغا جان صاحب	۲	ملک قمر الدین صاحب	۲
عبد الحکیم صاحب	۳	محمد کریم صاحب	۲۷
رمضان خاں صاحب	۱۵	محمد سبحان صاحب	۱۰۰
جھوٹا ٹھیرو صاحب	۲۰	حاجی رحمت اللہ صاحب	۵
غلام رسول صاحب کالو	۱۳	احمد خاں صاحب	۵۰
محمد یوسف صاحب	۲۵	گل محمد صاحب	۲
فقیر محمد صاحب	۱۵	سرور خالق شاہ صاحب	۲۵
غلام محمدانی صاحب	۲۵	غلام جیلانی صاحب	۴۰
غلام ربانی صاحب	۵۰	نواب خاں صاحب	۱۰۰
حاجی قادر بخش صاحب ملا ٹھیرو	۴۰	اہلیہ غلام جیلانی صاحب	۲۰۰
غلام حسین صاحب بحوزیا	۵	حاجی غلام محمد صاحب	۱۱۰
حاجی ملا محمد احمد الدین صاحب	۱۰۰	شیخ ولایت صاحب	۱۰۰
غلام محمد نوائی صاحب	۲۰	ملک صاحب	۵
پیر محمد الہی بخش صاحب	۲۰	شیخ کلو صاحب	۲۰
سائیں صاحب	۵	کالی داس صاحب (ایک ہندو فیاض)	۱۰
غلام حسین صاحب	۱	میاں محمد صاحب	۲
پیر محمد صاحب	۴	فضل الہی الہ بخش صاحبان	۲۰
غلام محمد صاحب بقال	۵۰	غلام قادر محمد یوسف صاحب	۸۰
محمد سعید صاحب	۸۰	کشنو بھو (ایک ہندو فیاض)	۲۰۰
عبد الرحمان صاحب	۲۰۰	ابراہیم کمیٹی	۱۰۰
تجمل حسین صاحب	۵۰	غلام قادر صاحب چودھری	۱۵
عبداللہ صاحب	۵	علی محمد صاحب	۱۰
شیر محمد صاحب	۲	غلام جیلانی صاحب	۲
غلام جان صاحب	۱۵۰	میزان	۴۸۱۱

Printed & Published by MOULANA A. K. AZAD, at The HILAL Electrical Prtg. & Pblg. House, 7/1 McLeod Street, CALCUTTA.

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad

7-1, MacLeod street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و محرر خصوصی

[illegible]

مقام اشاعت

۷ ـ ۱ مکلوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ۸ روپیہ

ششماہی ٤ روپیہ ۱۲ آنہ

نمبر ۲۰ | کلکتہ : چہارشنبہ ۱۷ ذی الحجہ ۱۳۳۰ ہجری | جلد ۱

Calcutta Wednesday, November 27, 1912.

فہرست

تصاویر

افسوس اور تعجب ہے کہ اس وقت تک ہم بدھ کے تار کے بہادر اخبارات کے ساتھ منتظر رہے ' مگر ابتک کوئی خبر نہیں آئی - غالباً اسکا سبب یہ ہوگا کہ کوئی اہم واقعہ پیش نہیں آیا - اگر رسالے کے ڈاک میں پڑنے کے وقت تک بھی آگئی ' تو زور اسے ضمیمے میں داخل کرکے فوراً ہر پرچے کے اندر رکھدی جائے گی - اگر اشاعت کے بعد آئی جب بھی انشاء اللہ علحدہ ضمیمے کی صورت میں تمام خریداروں تک پہنچادی جائے گی - صرف کے بارے سے ہماری آنکھیں بند ہیں ' اور جب تک اپنے پریس میں ہے بند رہیں گی -

شذرات

کفر از کعبہ

یہ کیا واقعہ ہے کہ علیگڈھ میں ہندوستان سے باہر کی ایک جنگ کی نسبت جلسہ منعقد کیا گیا ' اکثر ارکان کالج اور مقامی ٹرسٹی اسمیں شریک ہوے ' اور یہاں تک اس پیمان شریعت کے عہد شکنوں کا عدوان بڑھا کہ علانیہ چندے تک ترکوں کے لیے دے گئے : اقتربت الساعۃ وانشق القمر :

چو کفر از کعبہ بر خیزد ' کجا ماند مسلمانی ؟

بدعتوں کو اب یہاں روایت کہ کفر تک نوبت پہنچ گئی ہے - حیران ہیں کہ نصوص قطعیہ اور دلائل صریحۂ شرعیہ کی یہ علانیہ خلاف ورزی کیونکر روا رکھی گئی ؟ افسوس ! آج کوئی نہیں جو گمراہان راہ کی رہنمائی کرے زیادہ حسرت اسپر ہے کہ ابھی کچھہ ایسا زمانہ بھی انحطاط و تنزل کا نہیں گذرا ہے ' صدر اول کے صحبت یافتہ - بحمد للہ - اب تک موجود ہیں ' اور متبعان سنت اولین کی بھی نظاہر کمی نہیں :

هست مجلس بران قرار که بود !

هست مطرب بران ترانہ هنوز !

تہذیب الاخلاق کی اشاعت اول میں سید صاحب مرحوم نے ایک مضمون " شیخ الاسلام " کے عہدے اور اسکے اختیارات کی نسبت لکھا تھا ' اس میں لکھتے ہیں کہ "ہندوستان کے مسلمانوں کا مذہباً یہ فرض ہے کہ اپنے بادشاہ کے ہمیشہ تابع رہیں ' گو وہ ترکوں کے ساتھ کیسی ہی ہمدردی رکھتے ہوں اور گو ترکی میں اور خود قسطنطنیہ میں کچھہ ہی ہوا کرے "

سنہ ۹۷ میں جب ترکی نے یونان پر فتح پائی تو بمبئی کے مسلمانوں نے کہ مسلمان تھے اسلئے مسلمانوں کی فتح اور کفار کی ہزیمت سے خوش ہوے تھے سلطان المعظم کی خدمت میں مبارک بادی کا ایک تار بھیجا ' اسپر سید صاحب کو اسقدر غصہ آیا

کہ انہوں نے علی گڈہ انسٹیٹوٹ گزٹ میں (یعنے یہی آجکل کے انسٹیٹوٹ گزٹ میں) ایک مضمون لکھا ' جسمیں اس حرکت کو "خفیف الحرکتی" سے تعبیر کیا تھا ' نیز لکھا تھا کہ ہم کو صرف اپنی گورنمنٹ سے سروکار رکھنا چاہیے اور جو کچھہ کرنا چاہیے اسکی رضا اور حکم سے ' بمبئی کے مسلمانوں کو ہرگز نہیں چاہیے تھا کہ تاج برطانیہ کے محکوم ہوکر ترکی کو مبارک باد دیں ۔

اس پرچے کی تاریخ اشاعت دفتر "چودھویں صدی" کے ریکارڈ سے ملسکتی ہے -

سنہ ۱۹۰۵ میں انگریزی گورنمنٹ نے ترکی سے باسم مصر (طابہ) حاصل کر لینا چاہا ' اور نوبت یہاں تک پہنچی کہ جنگی بیڑوں کو حرکت دیدی گئی ' اسپر ہندوستان کے اکثر مقامات میں مسلمانوں نے جلسے کیے اور رزولیوشن پاس کیے کہ برطانیہ کی روش انکے لیے سخت دل آزار ہے ' علی گڈہ میں بھی بعض لوگوں نے ایک جلسہ کرنا - جلسے کی جب کارروائی چھپی تو بزرگان علی گڈہ کو کھٹکا ہوا کہ علی گڈہ کے نام سے کہیں یہ نہ سمجھہ لیا جائے کہ وابستگان کالج بھی خدا نخواستہ اس کفر میں شریک ہیں - فوراً مقامی ارکان کی ایک کمیٹی منعقد ہوی اور انکار و بیزاری کا ایک تار پایونیر میں چھاپا گیا -

اس زمانے میں میں وکیل کا اڈیٹر تھا - میں نے اسکی نسبت ایک نوٹ لکھا ' لیکن خدا بخشے نواب محسن الملک مرحوم اسقدر برا شفتہ خاطر ہوے کہ علی گڈہ گزٹ میں "کالج کے نادان دوست" کے نام سے وکیل کے جواب میں ایک پر عصب مضمون لکھا اور اسمیں سید صاحب کے مضامین کے اقتباسات دیکر ثابت کیا کہ ہم مسلمانوں کو ترکوں کے معاملات اور خلافت اسلامی سے کوئی تعلق نہیں ہونا چاہیے - پھر ایک خط میں مجھے بمبئی سے لکھا کہ "ہماری تیس برس کی کمائی کو تم لوگ چاہتے ہو کہ غارت کردو"

اسکے بعد متواتر دو پمفلٹ بھی اردو اور انگریزی میں اس مسئلہ کی نسبت شائع کیے ' اور ان میں غالباً یہ بھی لکھا کہ سواے چند غیر ذمہ دار اور ناقابل عزت مسلمانوں کے اور کوئی معقول اور تعلیم یافتہ مسلمان ترکوں کے ان معاملات سے دلچسپی نہیں رکھتا -

یہ ہیں علی گڈہ کے نصوص شرعیہ اور قدماے شریعت کی تعلیمات و تلقینات ' پھر آج کیا ہوگیا ہے کہ ان تمام روایات کو بھلاکر اور اپنی تقبل الورن پالیسی کو فراموش کرکے سب کے سب "خفیف الحرکتی" میں مبتلا ہو رہے ہیں ؟

کیا اسلیے کہ اگر ایسا نہ کریں تو قوم ہاتھہ سے نکل جاے گی ؟ کیا اسلیے کہ تیس برس تک جس لیڈری کے تخت جلال و جبروت پر جبراً قبضہ رکھا گیا ہے ' اب اسکے پاے ہلنے لگے ہیں ؟ اگر یہی خیال ہے تو یقین کرلیں کہ الحمد للہ قوم تو اب انکے ہاتھہ سے گئی ' تیس برس تک اسکو احمق بننا تھا سو بن چکی ' آور کب تک احمق بنے گی ؟ اب اس لیپ پوت سے کچھہ حاصل نہیں ہوسکتا لوگوں کی آنکھیں کھل چکی ہیں ' اور وہ سب کچھہ دیکھا جارہا ہے ' جسکو آنکھوں پر پٹی باندہ باندہ کر تاریکی میں رکھا جاتا تھا - زمانے سے لڑنا لاحاصل ہے ' اور اب زمانے ہی نے دوسری راہ دکھلا دی ہے -

لیکن سب سے زیادہ دلچسپ اور قابل غور سوال یہ ہے کہ وائسراے ہند کے چندہ دینے سے پہلے یہ حضرات کس کونے میں دبے بیٹھے تھے ؟ کیوں دلوں کی طرح زبانوں پر بھی مہر لگ گئی تھی ؟ یہ قوم کے لیڈر ہیں ' اور ترکوں کی مدد اب اس درجہ ضروری ہے کہ دو وقت کے کھانے کی بھی قیمت دیدینے کا مشورہ دیا جارہا ہے '

پھر کیا انکا فرض نہ تھا کہ یہ جہلیفہ لیڈر ہونے کے سب سے پہلے باہر نکلتے اور اپنی قوم کو اس طرف دعوت دیتے ؟ یہ کیوں ہے کہ ادھر حضور ویسراے کے چندہ کی خبر مشتہر ہوئی ' اور ادھر علی گڈہ کو بھی یاد آگیا کہ بلقان کی وادیوں میں ایک جنگ برپا ہے ؟

کلکتہ میں عید اضحے

امسال کلکتہ میں عید اضحے کی نماز جس اہتمام عظیم اور وحدت و جمعیت کے ساتھہ پڑھی گئی ' وہ ایک ناقابل فراموش واقعہ تھا -

یہ عجیب بات ہے کہ نماز عیدین کے متعلق اصل حکم ' سنت نبوی ' اور عام رسم ' تینوں باتیں اسکی مؤید ہیں کہ شہر سے باہر کسی میدان یا صحرا میں ایک ہی جماعت کے ساتھہ ادا کی جائیں مگر بعض شہروں میں مسجدوں کے اندر پڑھنے کا رواج ہوگیا ہے ' اور اسکی وجہ سے مسلمانوں کی اجتماعی قوت و وحدت کو نقصان عظیم پہنچ رہا ہے -

کلکتہ میں تقریباً سولہ سترہ برس سے حضرت والد مرحوم قلعہ کے میدان میں اپنی جماعت کے ساتھہ نماز عیدین ادا کرنے کی بنیاد ڈال چکے تھے ' اور انکے بعد یہ عاجز بھی ہمیشہ اپنے ہزارہا اخوان طریقت کے ساتھہ وہیں نماز ادا کرتا رہا ' لیکن بد قسمتی سے مسجدوں میں نماز پڑھنے کی رسم اسطرح پڑگئی تھی کہ جب کبھی اور لوگوں کو اس طرف توجہ دلائی گئی ' تو بہت کم لوگ ایسے نکلے جنہوں نے اس سنت اصلی کے احیا کو ضروری سمجھا ہو ' مگر الحمد للہ امسال مصالحت اسلامی کا ایک عمدہ نتیجہ یہ نکلا کہ تمام لوگ ایک جماعت کے ساتھہ میدان قلعہ میں نماز پڑھنے کیلئے مستعد ہوگئے اور باوجود قلت وقت اشاعت ' بلا مبالغہ ایک لاکھہ سے زیادہ مسلمانوں کی جماعت نے ایک ہی جگہہ ' اپنے ایک ہی خدا کے آگے سر نیاز خم کیے -

اس سے پہلے اس عاجز کی جماعت کے علاوہ میدان قلعہ میں حضرات اہل حدیث کی بھی ایک جماعت مخصوص ہوا کرتی تھی ' لیکن یہ کیسا مسرور کن منظر تھا کہ انکے تمام اہلحدیث نے بھی بلا کسی ادنے اختلاف کے اپنی علحدہ جماعت کو ترک کردیا ' اور سب نے ایک جماعت کے ساتھہ پورے اتحاد و یک جہتی کے ساتھہ نماز ادا کی !

ہم نے دیکھا کہ جسقدر اہلحدیث جماعت میں موجود تھے سب نے نہایت اطمینان اور دل جمعی کے ساتھہ سینے پر ہاتھہ باندھے ' رفع یدین کیا ' اور اس زور کے ساتھہ آمین کی صدا بلند کی کہ مسجد نبوی کے گونج اٹھنے کی روایات صحیحہ سامنے آگئیں (۱) ہم نے سوچا کہ آج ایک لاکھہ حنفی یہاں موجود ہیں ' مگر کوئی اسپر برہم نہیں ہوتا ' کوئی نماز توڑ کر مارنے کیلیے آستین نہیں چڑھاتا - یہ کیا بات ہے ؟

اصل یہ ہے کہ آپکے اندر جوش وخروش اور دفع و مقاومت کی قوتیں موجود ہیں ' جب انکے صرف کرنے کیلیے کوئی اصلی مصرف آپ تجویز نہیں کرتے ' تو یقیناً باہمی جنگ و جدال ہی میں خرچ ہونگی ' کیونکہ وہ نابود نہیں ہو سکتیں - لیکن اگر کوئی سب پر چھا جانے والا ' اور پوری قوم کے جذبات کو جلب کرنے والا مصرف انکے لیے سامنے آجاے ' تو پھر انکو باہمی اختلافات میں ظاہر ہونے کی مہلت ہی نہیں ملے گی - مذہب اور سیاست ' دونوں کا یہی حال ہے -

---

یہ اشارہ ہے ابن ماجہ کی اس حدیث کی طرف ' جس کو ابو ہریرہ نے روایت کیا ہے کہ " اذ قال غیر المغضوب علیہم ولا الضالین ' قال آمین ' حتی یسمعہا اہل الصف الاول فیرتج بہا المسجد " -

افکار و حوادث

— * —

جنگ پر ایک ہفتہ اور گذر گیا - مسٹر اسکویتھ بالقابہ کی صحت مزاج کی طرف سے ہم سخت پشرش خاطر ہیں - نہیں معلوم فتح قسطنطنیہ کے انتظار میں انکے قلب راعصاب کا کیا حال ہے ؟ ظالم ریگنر کو بھی اسی وقت خاموش ہونا تھا - وہ مانا کہ متم مند بلغاریا نے شردست دنیاے اسلام پر رحم فرما کر فتح قسطنطنیہ کا ارادہ ملتوی کر دیا ہے ' لیکن اگر بلغاری توپ کام نہیں دیتی ' تو کیا کمبخت ریگنر کی پنسل بھی ٹوٹ گئی ہے ؟ جس طرح "باب مسجیت" مسخر کر لیا گیا ' پچاس ہزار ترکوں کو مچھلیوں کی طرح ایک ہی جال میں گرفتار کر لیا ' سفوطری ' عسکوب ' مناستر ' اور اشقودرہ پہلے ہی دن کے حملے میں قابض ہوگئے ' اسی طرح ایک قسطنطنیہ کے فتح کی خبر اور سہی ·

یقین ہے کہ اب تو مسٹر اسکویتھ بھی ہمارے ساتھہ اقتدات ریگنر کو کوسنے میں شریک ہوگئے ہونگے ' جسکے الفاے روایات نے انکو ان مصائب عظیمہ سے دو چار کیا -

---

هل انبئکم علی من تنزل الشیاطین ؟ تنزل علی کل افاک اثیم ' یلقون السمع و اکثرہم کاذبون ' الشعراء یتبعہم الغاؤن ' الم تر انہم فی کل واد یہیمون ' و انہم یقولون ما لا تفعلون (۱۹ : ۲۲۱)

میں تم کو بتلاؤں کہ کس پر شیطان اترتے ہیں ؟ ہر جھوٹے اور شریر روح پر اترتے ہیں ' شیطان (نامہ نگاران جنگ) سنی سنائی بات ان پر القا کر دیتے ہیں ' اور انہیں سے اکثر تو نرے جھوٹے ہی ہوتے ہیں - یہ شاعر (آجکل کے انشا پرداز نامہ نگار) سچی باتیں کیا کہیں گے ' وہ تو خود گمراہوں (محکمۂ احتساب اخبار یا بلغاری افسروں) کے پیرو ہیں ' اور کیا تم نہیں دیکھتے کہ یہ لوگ (اپنی کذب افرینیوں کے) میدانوں میں سرگرداں پڑے پھرتے ہیں ' اور ایسی باتوں کا دعوا کرتے ہیں ' جو فعل میں نہیں لاتے ؟ (مثلا فتح قسطنطنیہ)

افسوس ہے کہ مسٹر اسکویتھ کی امیدوں کا آفتاب ہمیشہ کیلیے ڈوب گیا ' حالانکہ وہ ایک ایسی حکومت کے وزیر اعظم ہیں ' جسکے اندر آفتاب کبھی نہیں ڈوبتا - اب آپ تمسخر اوڑائیے ' انکی ارزؤں پر ہنسیے ' جو جی میں آے کہیے - جب زمانے ہی نے انکی طرف سے منہہ موڑ لیا ' تو اب اوروں کا شکوہ فضول ہے - مصیبت جب آتی ہے تو تنہا نہیں آتی ' فتح قسطنطنیہ کا انتظار ہی کیا کم تھا ' کہ فلک بے مہر نے اور چرکے لگانے شروع کر دیے - جب تک انہوں نے " باب مسجیت " میں قدم نہیں رکھا تھا ' اس وقت تک ریگنر کے سوا اور سب کی زبانیں گویا سی دی گئی تھیں ' لیکن انکا نکلنا تھا کہ اب چاروں طرف سے تیروں کی بوچھاڑ شروع ہوگئی - جو اٹھتا ہے ' بغیر خنجر و سناں کے بات ہی نہیں کرتا - ایک صاحب خبر سناتے ہیں کہ تین میل تک علم برداران صلیب کی لاشیں ہی لاشیں پڑی ہیں ' ایک اور ظالم آتا ہے اور شتلجا کے حسرت انگیز مسیحی ماتم کا افسانہ سناتا ہے " ٹائمز کے نامہ نگار نے بھی انکھیں بدل لی ہیں ' اسکے پاس بھی مسٹر اسکویتھ کو سنانے کیلیے اب ناظم پاشا کے نا قابل تسخیر توپ خانوں کے قصے ہی رہگئے تھے ' اور پھر سب سے زیادہ جگر شگاف حادثہ تو یہ ہے کہ غیروں کی شکایت کیا کہیے کہ جن اپنوں پر ناز تھا ' انہوں نے ہی کمر توڑ دی - کہاں تو جرمنی کی فتح مندیوں کے ساتھہ قسطنطنیہ کو فرانس بناکر مسخر کرنے کی بشارت عظمے ' اور کہاں صوفیا میں اسکا علانیہ اقرار کہ اب جنگ جاری نہیں رہ سکتی اور قسطنطنیہ ایک طرف ' فتح ایڈریا نوپل کا بھی ارادہ ملتوی !

کیا شکوہ تم سے ' روییے اپنے نصیب کو !

کیا عجیب منظر ہے ! دو طرف دو جماعتیں اپنے دل ہی دل کے اندر کسی چیز کا انتظار کر رہی ہیں - اگر یورپ فتح قسطنطنیہ ' یا بالفاظ دیگر اسلام کی یورپ سے جلا وطنی کا منتظر ہے ' تو ہم بھی اپنے دلوں کے اندر کسی انتظار کی بے چینی رکھتے ہیں - پھر دیکھنا ہے کہ نیرنگ ساز قدرت کس کے انتظار کو پورا کرتا ہے ' اور کس کی امیدوں کو ناکام رکھتا ہے ؟ قد کان لکم آیۃ فی فئتین التقتا ' فئۃ تقاتل فی سبیل اللہ ' واخری کافرۃ یرونہم مثلیہم رای العین ' واللہ یؤید بنصرہ من یشاء ' ان فی ذالک لعبرۃ لاولی الابصار (۳ : ۱۱)

ہم نے اپنی کلکتہ کی تقریروں میں سے ایک تقریر بصورت تحریر شائع کر دی تھی - اسکے دوسرے نمبر میں بعض ان منافقین و ملحدین حال کا ذکر کیا تھا ' جنہوں نے گذشتہ چالیس سال کے اندر ہمیشہ خلافت اسلامی ' اور اتحاد بین الملی کے اثر کو مٹانے کیلیے شیاطین یورپ کا اتباع کیا ہے ' اور علانیہ کہا ہے کہ ہمیں ترکوں کی حکومت سے کوئی تعلق نہیں - یہ ایک بات تھی جو ہم نے کہدی ' مگر ہم دیکھتے ہیں کہ بعض حلقوں میں ایک عجیب بد حواسی پھیل گئی ہے - گمنام خطوں کے علاوہ ایک صاحب نے بڑی شجاعت کے ساتھہ اپنا اسم گرامی بھی ظاہر کیا ہے ' اور لکھتے ہیں کہ آپنے جو کچھہ لکھا ہے یہ (حضرات علی گڈہ) کی نسبت ہے -

---

قران کریم نے اپنے نزول کے وقت رؤساے منافقین کی بعض علامتیں بتلائی تہیں ' مثلاً :

و اذا رایتہم تعجبک اجسامہم و ان یقولوا تسمع لقولہم کانہم خشب مسندۃ ' یحسبون کل صیحۃ علیہم - (۶۳ : ۴)

اور اگر تم انکی ظاہری ڈیل ڈول کو دیکھو تو نہایت نظر فریب اور موثر نظر آئیں ' اور جب بات کریں تو اس طمطراق سے ' کہ تم بڑی دلچسپی سے سنو تمہارے سامنے اسی طرح جم کر اور ٹیک لگاکر بیٹھتے ہیں ' گویا لکڑیوں کے کندے ہیں جو کسی سہارے کھڑے کر دیے گئے ہیں ! اور پھر یہ بھی انکی ایک خاص علامت ہے کہ جب بات کیجیے ' تو ہر زور کی آواز کو سمجھتے ہیں کہ انہی کو للکارا !

آجکل کے منافقین مسلمین پر بھی ان تمام علامتوں کو ایک ایک کرکے مطابق کر لیجیے ! انکی وضع و قطع کیسی شاندار اور قیمتی ہے کہ خواہ مخواہ نظروں میں کھب جاتی ہے ' باتیں سنیے ' علی الخصوص اسوقت کی ' جب مسائل قومیہ و اصلاحیہ میں رطب اللسان ہوں ' تو معلوم ہوتا ہے کہ دلوں کی باگیں انہیں کے ہاتھہ میں ہیں -

پھر جب کانفرنسوں کے اسٹیجوں پر سرگرم سامعہ نوازی ہوتے ہیں اور پتلون کی جیب میں ہاتھہ ڈالکے کسی پر زور جملے کو ادا کرنے کے بعد ٹیک لگا کے کھڑے ہوجاتے ہیں ' تو واقعی معلوم ہوتا ہے کہ " کانہم خشب مسندۃ "

آخري علامت یہ بتلائي ہے کہ کوئی بات بھی زور کے ساتھہ کہئیے ' تو سمجھیں گے کہ ھمارے ھی طرف اشارا ھے ' اس علامت کے انطباق کا کوئی تجربہ ابتک نہیں ھوا تھا ' مگر ان خطوط نے ثابت کردیا کہ یہ علامت بھی بلا ادنے اختلاف کے ٹھیک ٹھیک منافقین حال پر راست آتی ھے - فالحمد للہ علی ذالک -

---

لیکن یوں جناب ! جس کے سر ایک ٹوپی طیار کی تھی ' آپ اپنا سر کیوں ناپنے لگے ؟ ہمکو تو صرف اسکی شکایت تھی کہ ٹوپی تو ایک گنبدی جرنیب ٹوپی ہے ' مگر اسکی لمبا چوڑ کہ آپکی داڑھی میں روئی کے گالے چمٹ کے بھٹکے ہیں ؟ اگر یہ ٹوپی جناب کے سر مبارک پر اس طرح ٹھیک آگئی ہے کہ

جامہ بود کہ بر قامت او دوختہ بود

تو پھر آپ سے چھین کر کسی دوسرے کو دینے کی ضرورت نہیں -

امسال علي گڈھ کانفرنس کے اجلاس لکھنو کے ساتھہ زنانہ مصنوعات کی نمایش بھی ھوگی ' اور معلوم ھوتا ہے کہ غیر معمولی اهتمام سے اسکا سامان کیا جارھا ہے - جن صاحبوں کو چیزیں بھیجنی ھوں ' وہ مسٹر محمد عربی سپرنٹنڈنٹ لا لکھنو کے پتے سے جلد بھیجدیں - نمایش کے متعلق کاغذات آئے ھیں ' مگر ھمیں آجکل ان چیزوں کے دیکھنے کی مہلت کہاں ؟

مرا نہ سشۂ دل در زیارت سنگ ست
کجا دماغ مئے ناب و نغمۂ چنگ ست

الحمد للہ کہ ھمارے مخدوم دوست جناب مولانا سلیم کے زیر مصرری (مسلم گزٹ) اپنے محاسن معنوی میں روز بروز ترقی کر رہا ہے - آجکل عربی اخبارات کے ترجمے ' اور جنگ کی ھر طرح کی خبروں کا جسقدر ذخیرہ اسمیں جمع کیا جاتا ہے ' اسکی نظیر کسی اخبار میں نہیں ملسکتی - ایڈیٹوریل نوٹس کا حصہ بھی اس قدر بڑھا دیا گیا ہے کہ گویا تمام تر ایڈیٹوریل ھوتا ہے - اسپر قیمت نہایت معمولی - یعنے صرف دو روپیہ بارہ آنے - ناظرین الہلال میں سے جو صاحب اب تک اسکے خریدار نہیں ھیں ' انھیں هم صداقت کے ساتھہ مشورہ دیتے ھیں کہ ضرور خریدیں -

---

رائٹ آنریبل سید امیر علی نے تار دیا ہے کہ انکے لئے لیگ کے فیصے کو موقوف اور ' میں نہیں آسکتا ' روپیہ جو تم نے مصارف سفر کے لیے بھیجا ہے ' کہو تو واپس کردوں -

لیکن ارکان لیگ کہتے ھیں کہ یہ ممکن نہیں ' ابکے اگر لیگ نہیں ھوئی تو پھر کبھی بھی نہیں ھوگی ' کیونکہ بہت سے " اهم معاملات " درپیش ھیں -

یا سبحان اللہ ! لیگ کو بھی " اهم معاملات " کے خواب آیا کرتے ھیں ! پچھلے کئی برسوں کے اندر جو اهم معاملات انجام دیے گئے ھیں ' وہ تو ھمارے حافظے نے ابھی بھلائے نہیں ' دیکھیے انکا موسم بہار کیسا گذرتا ہے ؟ غالباً اهم معاملات سے مقصود یہ ھوگا کہ کوئی مسلمان جج ریٹائر ھونے والا ہے ' اسکی کرسی پر دوسرا بوجھہ بھی ایک مسلمانان قلم ھی کا ھو - یا پھر سال بھر کے عطیات و مراحم گوناگوں کے شکریوں کی فہرست طویل ھوگی ' جسکی تحریک و تائید کے خانے بھرنے ھونگے - اور اگر یہ دونوں نہیں ' تو پھر اس رزولیوشن کا پیش کرنا مقصود ھوگا کہ " جنگ بلقان میں جو سعی مشکور صلح و اصلاح کے لیے گورنمنٹ عالیہ نے بکمال مراحم خسروانہ

انجام دی ہے ' اسکے لیے تمام مسلمانان ھند کی یہ قائم مقام پولیٹکل مجلس سجدۂ تحیۃ بجالانے کا فخر حاصل کرتی ہے "

جو مرگیا ہے ' اب اسکو اٹھنے کی زحمت مت دو - اسکی آخری خدمت تمہارے ذمے یہی ہے کہ جس قدر جلد ھوسکے ' اسے دفن کر دو - علیگڈہ کا ایوان غلامی اب دوبارہ تعمیر نہیں ھوسکتا ' مسلمانوں کا چہل سالہ پالٹیکس اب مرچکا ہے ' اسکو دفن کردینا ھی بہتر ہے نئی روحیں پیدا ھوتی ھیں ' مگر قبر سے نکل کر کبھی کوئی واپس نہیں آتا -

---

بڑے مزے کی بات یہ ہے کہ لیگ کی طرف سے ایک نہایت بلیغ اور انشا پردازانہ تار شائع کیا گیا ہے ' جسمیں اپنی مملوکہ قوم کو حکم دیا گیا ہے کہ ترکوں کیلیے چندہ دو ! گویا مسلمان لیگ کے حکم کے انتظار میں بیٹھے تھے ' کہ کب فرمان عالی شائع ھوتا ہے اور ھمیں چندہ جمع کرنے کی اجازت ملتی ہے -

چونکہ حضور وایسراے کے چندے کی نص قطعی ھاتھہ آگئی ہے ' اسلیے اب علی گڈہ میں بھی " خفیف الحرکتی " ھو رھی ہے ' لیگ کے بھی فرامین شائع ھو رہے ھیں ' اور لکھنو کے جلسے میں بھی رقمیں لکھوائی جا رھی ھیں :-

یخادعون اللہ والذین امنوا ' وما یخدعون الا انفسهم وما یشعرون (۲ : ۸)

مگر علی گڈہ کالج کے طلبا نے جنگ طرابلس کے زمانے میں جس جوش اسلام پرستی و کفر دشمنی کا ثبوت دیا ' اور آجکل بھی انکے جو حالات سن رہے ھیں ' وہ فی الحقیقت ھمارے لیے ایک بشارت عظمی ہے - اگر ھم اس وقت وھاں ھوتے ' تو ایک ایک طالب علم کے پاس جاتے ' اور اسکے قدموں کو بوسہ دیتے - یہ زندگی کی وہ روح ہے ' جسکو ظالموں نے برسوں تک پامال کیا ' اور ابھرنے نہیں دیا ' لیکن اب اس ارزکدے میں بت شکنوں کی کمی نہیں : و لعل اللہ یحدث بعد ذالک امرا

سر ایڈورڈ گرے (وزیر خارجہ انگلستان) کے کسی شخص نے گولی ماردی ' اس وقت دو بجے کا تار ہے ' اور بالکل مبہم -

---

دوسرا تار ہے کہ دول نے البانیا کو خود مختار کردینے کا فیصلہ کر دیا ہے -

---

امیر افغانستان کے پاس سلطان المعظم کا ایک خط آیا ہے جسمیں سلطان المعظم نے اپنی اور قوم کی طرف سے امیر صاحب کی اس عملی ھمدردی کا شکریہ ادا کیا ہے جسکا ثبوت انھوں نے اپنے اور اپنے رعایا کے چندہ سے دیا ہے - جلال آباد میں ایک دربار عام منعقد کیا گیا جسمیں یہ خط پڑھا گیا اور مزید چندہ کے لئے ایک فنڈ کھولا گیا -

---

ایک سفیر نے ریوٹر کے نامہ نگار سے بیان کیا ہے کہ دول یورپ کو صلح کے لئے جمع کرنے میں سلطنت برطانیہ نے حیرت انگیز توجہ ظاہر کی ہے -

۲۷ نومبر ۱۹۱۲

— * —

عید اضحی

— * —

الله اکبر ! الله اکبر ! لا اله الا الله و الله اکبر !
الله اکبر ! و لله الحمد !!

(۲)

اسوۂ ابراهیمی (۱) و حقیقت اسلامی ، ذهاب الی الله ، و جهاد فی سبیل الله

— * —

فلما اسلما و تله للجبین ، و نادیناه ان یا ابراهیم ، قد صدقت الرؤیا ، انا کذلک نجزی المحسنین - ان هذا لهو البلاء المبین ، و فدیناه بذبح عظیم ، و ترکنا علیه فی الآخرین ، سلام علی ابراهیم - (۳۷ - ۱۰۳)

— * —

(۲)

یہی سبب ہے کہ حضرت ابراهیم کی ہر ذات " اسلام " تھی ' حقیقت اسلامی میں انکا وجود اسطرح فنا ہوگیا تھا ' کہ خود انکی کوئی هستی باقی نہیں رهی تھی - جبکہ ستاروں کی عجائب و غرائب روشنی انکے سامنے آئی ' چاند کی دلفریبی نے انکو آزمانا چاها ' اور سورج اپنی سطوت و عظمت سے چمکا تاکہ انکی نظر کو مرعوب کرسکے تو " اسلام " هی تھا ' جس نے اندر سے صدا دی کہ " انی لا احب الافلین " [میں فنا پذیر هستیوں کو درست نہیں رکھتا]

انی وجهت وجهی للذی فطر السموات و الارض حنیفا ، و ما انا من المشرکین (۶ : ۷۹)

میں هر طرف سے کٹ کر صرف اُس ایک هی ذات کا هوگیا هوں جس نے زمین اور آسمان کو پیدا کیا ' الحمد لله کہ میں مشرکوں میں سے نہیں هوں [اور اسی طرح هم نے

و کذالک نری ابراهیم ملکوت السماوات و الارض ، و لیکون من الموقنین (۶ : ۷۵)

ابراهیم کو آسمان و زمین کے مناظر و عجائب دکھلاے ' تاکہ وہ کامل یقین کرنے والوں میں سے هوجاے -]

(۱) " اسوہ " کا لفظ اس مضمون میں بار بار آیا ہے ' اسلیے اسکا مفہوم مطلب سمجھہ لینا چاهیے (امام راغب) مفردات میں لکھتے هیں : " الاسوۃ کالقدوۃ ' والقدوۃ الحالۃ التی یکون الانسان علیہ فی اتباع غیرہ ' ان حسنا وان سیئا ' و یقال تاسیت به ' ای اقتدیت به " (یعنی لفظ " اسوہ " مثل قدوہ کے ہے ' اور قدوہ اس حالت کو کہتے هیں ' جس کو کسی دوسرے میں دیکھکر ' انسان اسکی پیروی کرے ' خواہ وہ اچھی هو یا بری ' چنانچہ کہتے هیں کہ " تاسیت به " یعنے میں نے اسکی پیروی کی) پس اسوہ سے مقصود ایسی پیش نظر حالت ہے ' جسکی پیروی اور متابعت کی جاے ' هم نے اسکا ترجمہ " نمونہ " کر دیا ' کیونکہ اردو میں اور کوئی لفظ اس مفہوم کیلیے ذهن میں نہیں آیا - معلوم نہیں شاہ صاحب نے کیا ترجمہ کیا ہے ' پہلی تحریر میں انکے ترجمہ کے نکالنے کی مہلت نہیں ملی -

انہوں نے جب آنکھہ کھولی ' تو انکی چاروں طرف بت پرستی کے مناظر تھے - انہوں نے خود اپنے گھر کے اندر جس کسی کو دیکھا ' اسکے هاتھہ میں سنگ تراشی کے اوزار ' اور بتوں کے ڈھانچے تھے ' وہ کالڈیا کے بازاروں میں پھرے ' مگر جس طرف دیکھا ' بتوں کے آگے جھکے هوے سر تھے ' اور جس طرف کان لگایا ' خدا فراموشی کی صدائیں آرهی تھیں - پھر وہ کونسی چیز تھی ' جس نے تمام ان چیزوں سے هٹا کر ' جو آنکھوں سے دیکھی اور کانوں سے سنی جاتی هیں ' انکے دل میں ایک ان دیکھے معبود کے عشق کی لگن لگا دی ؟ اور ایک ان سنے نغمے کی تلاش میں انکے سامعہ کو آوارہ کردیا ؟ انکے سامنے تو بتوں کی قطاریں تھیں جنکو انکی آنکھیں دیکھتی تھیں ' پھر وہ کون تھا ' جو انکے اندر بیٹھا هوا خداے قدوس کو دیکھہ رہا تھا ؟ اور اس قدرتی جوش و قوت کے ساتھہ ' جو کسی بلندی سے گرنے والے آبشار ' یا کسی زمین سے ابلتے هوے چشمے میں هوتا ہے ' انکی زبان سے فاطر السماوات و الارض کی یہ شہادت دے رہا تھا ؟

الذی خلقنی فهو یهدین ، و الذی هو یطعمنی و یسقین ، و اذا مرضت فهو یشفین ، و الذی یمیتنی ثم یحیین ، و الذی اطمع ان یغفر لی خطیئتی یوم الدین (۲۶ : ۷۸)

وہ ' جس نے مجھکو پیدا کیا اور پھر هدایت کی راهیں کھولدیں ' وہ ' کہ بھوکا هوتا هوں تو کھلاتا اور پیاسا هوتا هوں تو پلاتا ہے - اور وہ ' کہ جب اپنی بد اعمالیوں سے بیمار پڑتا هوں تو اپنی رحمت سے شفا دیدیتا ہے - جو موت کے بعد حیات بخشیگا ' اور جسکی رحمت سے امید رکھتا هوں کہ قیامت کے دن میری خطاؤں سے درگذر کریگا -

اور پھر یہ کیا تھا کہ جبکہ انکا سنگ تراش چچا ' پتھروں سے پرستش کی صورتیں بناتا تھا ' تو یہ اختیار انکے زبان سے نکلتا تھا کہ انی براء مما تعبدون :

و اذ قال ابراهیم لابیه و قومه اننی براء مما تعبدون ، الا الذی فطرنی ، فانه سیهدین (۴۳ : ۲۵)

اور جب ابراهیم نے اپنے باپ اور اپنی قوم سے کہا کہ تم جن بت پرستیوں میں مبتلا هو ' مجھے اس سے کوئی سروکار نہیں البتہ مجھکو اس ان دیکھی ذات سے سروکار ہے جس نے میری خلقت بنائی اور یقین ہے کہ وهی مجھپر اپنی راہ کھولدے گا -

در اصل یہ وهی " حقیقت اسلامیہ " تھی ' جس نے انکے وجود کو آنے والی امتوں کیلئے " اسوۂ حسنہ " بنا دیا تھا ' اور جسکی وصیت انہوں نے اسحاق اور اسماعیل (علیهما السلام) کو کی ' اور پھر انہوں نے یعقوب کو ' اور اسکے بعد نسلا بعد نسل سلسلۂ ابراهیمی میں منتقل هوتی رهی :

و وصی بها ابراهیم بنیه و یعقوب ، یا بنی ان الله اصطفی لکم الدین فلا تموتن الا و انتم مسلمون (۲ : ۱۲۹)

اور یہی اسلام تھا ' جسکی وصیت ابراهیم اپنی اولاد کو کرگئے اور پھر یعقوب بھی ' کہ اے فرزند ! الله نے تمکو اس دین اسلام سے ممتاز فرمایا پس تم زندگی بھر اسی کی تعلیم دینا اور جب مرنا تو اسی طریقہ پر مرنا -

یہی حقیقت وہ " روح اعظم " تھی ' جو آدم کے قالب میں پھونکی گئی :

و نفخت فیه من روحی — اور خداے آدم میں اپنی " روح " پھونکی -

اور یہی وہ روح الہی ہے ' جو شریعت ابراهیمی سے منسوب هوکر سلسلۂ ابراهیمی کی آخری امت ' یعنے امت مرحومہ میں ظهور کرنے والی تھی ' اور جسکے یوم ظهور کی ایک رات ' ایام الہیہ کے گذشتہ هزار مہینوں پر افضلیت رکھتی تھی :

انا انزلناہ فی لیلۃ القدر ، وما ادراک ما لیلۃ القدر ؟ لیلۃ القدر خیر من الف شہر ، تنزل الملائکۃ والروح فیہا باذن ربہم من کل امر ، سلام ہی حتی مطلع الفجر (۹۷ : ۱)

ہم نے اسلام کو بصورت قرآن لیلۃ القدر میں نازل کیا ، اور تم جانتے ہو کہ لیلۃ القدر کیا ہے ؟ وہ ایک ایسی رات ہے جو ہزار مہینوں پر افضلیت رکھتی ہے - اس رات ملائکہ اور " روح " کا نزول ہوتا ہے ، جو اپنے پروردگار کے حکم سے (نظم روحانی) کے تمام امور کیلیے آتے ہیں ، وہ رات امن اور سلامتی کی رات ہے - طلوع صبح تک -

اور یہی وہ حقیقت تھی ، جو ان تمام حقیقتوں سے جو یہودیت یا مسیحیت سے تعبیر کی جاسکتی ہیں ، اعلی و ارفع تھی ، کیونکہ وہ تمام شاخیں اسی حقیقۃ الحقائق کی جڑ سے نکلی تھیں ، پس " اصل " کی موجودگی میں " فرع " بے اثر ہے ، " اور کل " کے سامنے " جز " بے حقیقت ، یہی سبب ہے کہ جب اس " اصل و کل " کی تکمیل کا آخری بروز ہوا ، تو کہا گیا کہ :

وقالوا کونوا ہودا او نصاری تہتدوا ، قل بل ملۃ ابراہیم حنیفا ، وما کان من المشرکین (۲ : ۱۲۹)

یہود و نصارا کہتے ہیں کہ یہودی یا نصرانی بن جاو تاکہ ہدایت پاؤ ، لیکن ان سے کہدو کہ نہیں ، بلکہ صرف ملت ابراہیمی ہی میں تمام ہدایتوں کی حقیقت ہے ، اور وہ تمہاری طرح مشرکوں میں سے نہ تہا -

اور یہی وہ انسان کی " فطرۃ اصلی " ہے جسکو " اسلام " کے سوا قرآن کریم نے " قلب سلیم " کے لقب سے بھی یاد کیا ہے - یعنی قلب انسانی کی وہ بے میل حالت ، جو خارجی اثرات ضلالت سے بالکل محفوظ ہو ، یا فطرۃ اصلی کا وہ ذوق صحیح ، جسکا ذائقہ کسی عارضی بیماری کے اثر سے بگڑ نہ گیا ہو ، کیونکہ انسان کے اندر جو کچھہ ہے وہ اسلام ہے ، اور پھر جب آتا ہے تو باہر سے آتا ہے یہی سبب ہے کہ حضرت ابراہیم کی نسبت تصریح کردی کہ :

اذ جاء ربہ بقلب سلیم (۳۷ : ۸۲)

جب حضرت ابراہیم اپنے رب کی طرف " قلب سلیم " کے ساتھہ متوجہ ہوے -

اور پھر سورہ شعرا کے چوتھے رکوع میں جب حضرت ابراہیم نے آزر کی ضلالت کی طرف اشارہ کرتے ہوئے دعا مانگی ہے ، تو ساتھہ ہی یہ بھی فرمایا ہے کہ :

یوم لاینفع مال ولا بنون ، الا من اتی اللہ بقلب سلیم (۸۸:۲۶) (۱)

وہ آخری روز عدالت ، جبکہ نہ تو مال و دولت کام دیگی اور نہ اہل وعیال کام آئیں گے (یعنی کوئی مادی شے مفید نہوگی) مگر صرف وہ کامیاب ہوگا جسکے پہلو میں " قلب سلیم " ہے

یہی " قلب سلیم " تہا ، جس پر اجرام سماویہ کے مدہش مناظر فتح نہ پا سکے ، اور اس نے ابراہیم کے دل کے اندر سے فاطر ملکوت السماوات و الارض کے وجود پر شہادت دی :

قال بل ربکم رب السماوات والارض ، الذی فطرہن ، وانا علی ذلکم من الشاہدین - (۲۱ : ۵۷)

ابراہیم نے اپنی قوم کو جواب میں کہا کہ وہ آسمان و زمین کا فاطر ، جس نے انکو پیدا کیا ، تمہارا بھی پروردگار ہے - اور میں اسکے وجود پر شہادت دیتا ہوں -

* * *

حقیقت اسلامی کی اصلی آزمایش

اور سب سے آخر یہ کہ جب حقیقت اسلامی کی آخری مگر اصلی آزمایش کا وقت آیا ، تو وہ " اسلام " ہی تہا ، جس نے ابراہیم کے ہاتھہ میں چھری دی ، تاکہ فرزند عزیز کو ذبح کرکے محبت ماسوی اللہ کی قربانی کرے ، اور " اسلام " ہی تہا ، جس نے اسماعیل کی گردن جھکا دی ، تاکہ اپنی جان عزیز کو اسکی راہ میں قربان کردے - جبکہ اس نے پوچھا

یا بنی انی اری فی المنام انی اذبحک ، فانظر ما ذا تری ؟ (۳۷ : ۹۹)

اے فرزند عزیز ! میں نے خواب میں دیکھا ہے کہ گویا تجھے اللہ کے نام پر ذبح کر رہا ہوں ، پھر تیرے خیال میں یہ بات کیسی ہے ؟

تو نہ وجود ابراہیمی کی نہیں ، بلکہ " اسلام " ہی کی صدا تھی - اور پھر جب اسکے جواب میں اسماعیل نے کہا کہ :

یا ابت افعل ما تومر ، ستجدنی انشاء اللہ من الصابرین (۳۷ : ۱۰۰)

اے باپ ! یہ تو گویا اللہ کی مرضی اور اسکے حکم کا اشارہ ہے ، پس جو اسکا حکم ہے اسکو بلا تامل انجام دیجئے - اگر اسی خدا کی مرضی ہوی تو آپ دیکھہ لیں گے کہ میں صبر کرنے والوں میں سے ہونگا -

تو یہ بھی اسماعیل کی نہیں ، بلکہ اسلام ہی کی صدا تھی - پھر جب باپ نے بیٹے کو مینڈھے کی طرح سختی سے پکڑ کے زمین پر گرادیا ، تو وہ اسلام ہی کا ہاتھہ تہا ، جو ابراہیم کے اندر سے کام کر رہا تہا - اور جب بیٹے نے اس شوق و ذوق کے ساتھہ ، جو مدتوں کے پیاسے کو آب شیریں سے ہوتا ہے ، اپنی گردن مضطرب ہو ہو کر چھری سے قریب کردی ، تو وہ حقیقت اسلامی ہی کی محویت کا استیلا تہا جس نے نفس اسماعیل کو فنا کردیا تہا ، اور اسی فنا سے مقام ایمان کو بقا ہے :

سلام علی ابراہیم ! انا کذلک نجزی المحسنین انہ من عبادنا المومنین (۳۷ : ۱۱۱)

پس سلام ہو حقیقت اسلامی کی قربانی کرنے والے ابراہیم پر ! ہم مقام احسان (*) تک پہنچنے والوں کو (بقاے دوام) کا ایسا ہی بدلہ عطا فرماتے ہیں - بیشک وہ ہمارے حقیقی مومن بندوں میں سے تہا -

اللہ اکبر ! اللہ اکبر ! لا الہ الا اللہ واللہ اکبر ! اللہ اکبر وللہ الحمد -

کامل مرو کہ تا در دشت الحرام عشق

صد منزل ست و منزل اول قیامت است

اللہ اللہ ! اس نیرنگ ساز ازل کے کاروبار محبت کی بوقلمونی کو کیا کہئے کہ اسکے حریم محبت کی ساری آرایش دوستوں کے خون کی چھینٹوں اور مضطرب لاشوں کی تڑپ ہی سے ہے - دوستوں کو کٹواتا ہے ، مگر دشمنوں کو مہلت دیتا ہے - باپ کے ہاتھہ میں چھری دیتا ہے کہ بیٹے کو قتل کرے ، اور بیٹے سے کہتا ہے کہ خوش خوش گردن جھکا دے کہ یہاں جان دینا ہی نہیں ، بلکہ جان دینے کو روز عیش و نشاط سمجھنا بھی شرط ہے :

آہ ایں چہ دوستیست کہ سرہاے یکدگر

خویشاں بریدہ بر رہ قاتل نہادہ اند !

ابراہیم کے دل میں اپنی محبت کے ساتھہ بیٹے کی محبت گوارا نہ ہوئی ، اور اسماعیل کے پہلو میں اپنے گھر کو دیکھا تو محبت نفس و جان کی پرچھائیں نظر آئی :

عشق ست و ہزار بدگمانی !

غیرت الہی نے اسکو بھی منظور نہیں کیا - حکم ہوا کہ چلے محبت کے مکان کو ایک ہی مکین کیلیے خالی کردو ، پھر اس طرف نظر اٹھا کر دیکھنا کہ " الغیرۃ من صفات حضرۃ الربوبیۃ " محبت کی

---

(۱) یہ ایک نہایت ضروری اور مستقل بحث ہے ، اور فی الحقیقت اسوۂ ابراہیمی میں سے پہلا اسوہ یہی قلب سلیم یا ذوق فطرۃ کی صحت ہے " - مولانا روم کی اس نکتے پر نظر تھی ، انہوں نے مثنوی کے کئی موقعوں میں اسپر نہایت لطیف بحث کی ہے - کسی وقت ایک مستقل عنوان سے بالتفصیل لکھونگا -

(*) ہم نے محسنین کے ترجمہ میں اعمال حسنہ وغیرہ کا لفظ نہیں لکھا بلکہ " مقام احسان " سے تعبیر کیا ، مقام احسان سے مراد وہ مقام ہے ، جسکی طرف بخاری شریف کی حدیث جبریل میں اشارہ کیا گیا ہے -

عشق آموزي کا پہلا سبق غیرت ہے ' اور یہي معنے ہیں اس آیت کریمہ کے ' کہ :

ان اللہ لا یغفـــر ان یشرک بہ و یغفـــر ما دون ذالک لمن یشـــاء (۴ : ۵۱)	اللہ تعالے تمہارے تمام گناہوں سے درگذر کرسکتا ہے ' مگر اسکو کبھي معاف نہیں کرسکتا کہ تم اسکي محبت میں کسي دوسرے کو شریک کرو ۔

سلطان محبت تمام گناہوں کو معاف کرسکتا ہے ' مگر اسکي عدالت میں دل کي تقسیم کا کوئي قانون نہیں ہے - آپکا دوست ہزار کج ادائیاں کرے ' آپ کا دل محبت پرست اسکي شفاعت سے باز نہ آے گا ' لیکن آپ اس گوشۂ نظر سے کیونکر درگذر سکتے ہیں جو آپکي طرف نہیں ' بلکہ کسي دوسري جانب تھي ؟ آپ کسي کي آنکھوں کي بے مہري کو تو گوارا کر لے سکتے ہیں ' لیکن اس خمار کو کیونکر دیکھہ سکتے ہیں جو صحبت غیر کي شب بیداریوں سے پیدا ہوا ہو؟ اگر کبھي اس کوچے میں گذر ہوا ہے ' تو اپنے دل سے پوچھہ لیجیے کہ میں کیا کہہ رہا ہوں ؟ البتہ اس مسئلہ کے سمجھنے کیلیے مدرسے سے باہر بھي کچھہ سیکھنا ضروري ہے :

کین مسئلہ در نسخۂ محمود و ایاز ست !

عود الی المقصود

اب میں اپنے اصل مقصد سے بہت قریب آگیا ہوں - یہي آخري حالت وہ حقیقت اصلي تھي ' جس کو آغاز مضمون سے میں " حقیقت اسلامي " کے لفظ سے تعبیر کرتا آیا ہوں ' یہي دعوت اسلام کا وہ عملي نمونہ تھا ' جس نے اسوۂ ابراہیمي کي شکل میں ظہور کیا ' یہي لفظ " اسلام " کا وہ شاہد معني تھا ' جسکے روئے مشہد آرا کو دست خلیل اللہ نے بے نقاب کر دیا ' یہي وہ لیلاے حقیقت تھي ' جسکے محمل وصال پر نفس و جان کي قربانیوں کے پردے پڑے ہوئے تھے - لیکن اس عہد خلت کے تاجدار محبت کیلیے مانع نہوسکے ' اور عشاق حقیقت کیلیے اسکي جلوہ فروشیوں کو عام کردیا ' اور یہي وہ اصل اسلامي ہے جس کو قرآن کریم اپني اصطلاح میں " جہاد في سبیل اللہ " سے تعبیر کرتا ہے ' اور کبھي " اسلام " کي جگہہ " جہاد " اور کبھي " مسلم " کي جگہہ " مجاہد " بولتا ہے ' اور پھر یہي وہ " اسوۂ حسنہ " ہے جسکي طرف وہ تمام پیروان ملۃ حنفي کو دعوت دیتا ہے ' اور کہتا ہے کہ :

قد کانت لکم اسوۃ حسنۃ في ابراہیم و الـذین معـــہ	بیشک حضـرت ابراہیم اور انکے ساتھیوں میں پیروي و اتباع کے لیے ایک بہترین نصب العین اور نمونۂ زندگي ہے -

پس قسم ہے اس خداے اسلام کي ' جس نے ابراہیم اور اسماعیل کي قرباني کو برکت بخشي ' اور اسکو ملت حنیفي کیلیے اسوۂ حسنہ بنایا ' (و انہ لقسم لو تعلمون عظیم) کہ " اسلام " اور " جہاد " ایک ہي حقیقت کے دو نام ' اور ایک ہي معنی کے لیے دو مرادف الفاظ ہیں ' اور اسلام کے معنے " جہاد " ہیں اور جہاد کے معنے اسلام ' پس کوئي ہستي " مسلم " ہو نہیں سکتي ' جب تک وہ " مجاہد " نہو ' اور کوئي " مجاہد " ہو نہیں سکتا ' جب تک کہ وہ " مسلم " نہو - " اسلام " کي لذت اس بدبخت کیلیے حرام ہے ' جسکا ذوق ایماني لذت جہاد سے محروم ہو ' اور زمین پر گو اس نے اپنا نام مسلم رکھا ہو ' لیکن اسکو کہدو کہ آسمانوں میں اسکا شمار کفر کے زمرے میں ہے -

فالجہاد ! الجہاد ! الجہاد ! الجہاد في سبیل اللہ ! ایہا المسلمون الغافلون عن حقیقۃ الاسلام و الجہاد ! و اللہ اکبر ! اللہ اکبر ! لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر ! اللہ اکبر و للہ الحمد ! !

* * *

جبکہ ایک دنیا " لفظ جہاد " کي دہشت سے کانپ رہي ہے ' جبکہ عالم مسیحي کي نظروں میں یہ لفظ ایک عفریت مہیب یا ایک حربۂ بے امان ہے ' جبکہ اسلام کے مدعیان حمایت نصف صدي سے کوشش کر رہے ہیں کہ کفر کي رضا کیلیے اسلام کو مجبور کریں کہ اس لفظ کو اپني لغت سے نکال دے ' جبکہ بظاہر انہوں نے کفر و اسلام کے درمیان ایک راضي نامہ لکھدیا ہے کہ اسلام لفظ جہاد کو بھلا دیتا ہے ' کفر اپنے نوحش کو بھول جاے ' اور جبکہ آجکل کے ملحدین مسلمین اور متفرنجین مفسدین کا ایک " حزب الشیطان " بے چین ہے کہ بس چلے تو بورت سے درجۂ تقرب عبودیت حاصل کرنے کیلیے (" یحرفون الکلم عن مواضعہ " کے بعد) سرے سے اس لفظ ہي کو قرآن سے نکال دے ' تو پھر یہ کیا ہے کہ میں نہ صرف " جہاد " کو ایک رکن اسلامي ' ایک فرض دیني ' ایک حکم شریعت بتلاتا ہوں ' بلکہ صاف صاف کہتا ہوں کہ اسلام کي حقیقت ہي جہاد ہے ' دونوں لازم و ملزوم ہیں ' اسلام سے اگر " جہاد " کو الگ کر لیا جاے ' تو وہ ایک لفظ ہوگا ' جسمیں معني نہیں ہے ' ایک اسم ہوگا ' جسکا مسمی نہیں ہے ' ایک مشر محض ہوگا ' جس سے مغز نکال لیا گیا ہے - پھر کیا میں ان تمام اعمال مصلحین متفرنجین کو غارت کرنا چاہتا ہوں جو انہوں نے تطبیق بین التوحید و التثلیث یا اسلام اور مسیحیت کے عقد اتحاد کیلیے انجام دیے ہیں ؟ وہ اصلاح جدید کي شاندار عمارتیں ' جو مغربي تہذیب و شائستگي کي ارض مقدس پر کھڑي کي گئي ہیں ' کیا دعوت جہاد دیکے میں جنود مجاہدین کو بلاتا ہوں کہ اپنے گھوڑوں کے سموں سے انہیں پامال کردیں ؟ اور پھر کیا چاہتا ہوں کہ اسلام کي زندگي کا افق جو حرارت حیات کي گرد سے پاک کردیا گیا تھا ' مجاہدین کي اوڑائي ہوئي خاک سے پھر غبار آلود ہو جاے ؟ ؟

ہاں ! اے غارتگران حقیقت اسلامي ! اے دزدان متاع ایماني ! اور اے مفسدین ملت و مدعیان اصلاح ! ہاں ! میں ایسا ہي چاہتا ہوں ' میري آنکھیں ایسا ہي دیکھنا چاہتي ہیں ' میرا دل ایسے ہي وقت کیلیے بیقرار ہے ' خداے ابراہیم و محمد (علیہما السلام) کي شریعت ایسا ہي چاہتي ہے ' قرآن کریم اسي کو حقیقت اسلامي کہتا ہے ' وہ اسي اسوۂ حسنہ کي طرف اپنے پیروں کو بلاتا ہے ' اسلام کا اعتقاد اسي کے لیے ہے ' اسکي تمام عبادتیں اسي کے لیے ہیں ' اسکے تمام جسم اعمال کي روح یہي شے ہے ' اور یہي چیز ہے ' جس کي یاد کو اس نے ہمیشہ زندہ رکھنا چاہا ' اور " عید اضحی " کو یوم جشن و مسرت بنایا -

پس یہ ہے ' جسکي طرف میں مسلمانوں کو بلاتا ہوں ' پھر تمہارے پاس کیا ہے ' جسکي طرف تم ہم کو دعوت دیتے ہو؟ ہل عندکم من علم فتخرجوہ لنا ؟ (اتجادلونني في اسماء سمیتموہا انتم و اباؤکم ما نزل اللہ بہا من سلطان ؟) ان انتم الا تخرصون ۔

ام یریدون کیداً ؟ فالذین کفروا ہم المکیدون ' ام لہم الہ غیر اللہ ؟ سبحان اللہ عمـا یشرکون (۵۲ : ۴۲)	یا انکا ارادہ مکر و فریب پھیلانے کا ہے ؟ اگر ایسا ہے تو یاد رکھیں کہ یہ مکر خود ہي شیطان کے فریب میں پڑے ہیں - یا پھر خدا کے سوا انکا کوئي اور معبود ہے ؟ اگر یہي بات ہے تو یقین کرو کہ اللہ کي ذات انکے اس شرک سے پاک ہے -

لیکن " جہاد " سے مقصود کیا ہے ؟ اسکا محمل اصلي کیا ہے ؟ کیونکر اسلام کي حقیقت اور جہاد ایک ہے ؟ آغاز مضمون میں جو سوالات کیے گئے تھے انکا حل کیونکر ہے ؟ اگرچہ ان میں سے ہر سوال تفصیل طلب ہے ' اور یکے بعد دیگرے صدہا مباحث پر مشتمل ' لیکن باہم آئندہ نمبر کا انتظار کیجیے کہ چند اشارات عرض کروں فا اللہ اکبر ! اللہ اکبر ! لا الہ الا اللہ و اللہ اکبر ! اللہ اکبر و للہ الحمد -

مقالۂ

الاســــلام و الاصـــلاح

(۳).

یہ تدریجی رفتار ترقی ہمیں بتلاتی ہے کہ اصلاح دولت عثمانیہ سے مایوس ہونا معقول پسندی کے خلاف ہے - ہمکو اعتراف کرنا چاہیے کہ باب عالی نے اصلاح کے ایسے نمونے پیش کردیے ہیں جن سے انکار نہیں کیا جاسکتا اور پھر اتنے ہی پر اکتفا نہیں کیا ہے بلکہ مساعی اصلاح برابر جاری ہیں - سچ یہ ہے کہ جو کچھہ اسوقت تک باب عالی نے کیا ہے اسکی باب عالی کے دوستونکو بھی توقع نہ تھی -

اگر یورپ کی سیاست اسکے مساعی اصلاح کے ساتھہ اتفاق کرے اور کافی وقت دے ' تو دولت عثمانیہ کے تمام رخنونکی درستی ہوسکتی ہے - کیونکہ اسکا ملک سرسبز ہے اور مالگذاری وافر ہے -

مدارات غیر المسلمین

خلیفہ ثانی نے جب بیت المقدس فتح کیا تو عیسائیونکو ہر طرح کی مذہبی آزادی دی تھی ' مثلاً :

تمام کلیسوں کی جایداد میں اور تمام مذہبی معاملات میں بطریق کلیسا کو حق تصرف تھا ' یعنی نکاح ' طلاق ' وصایا ' اموال یتامی کی نگرانی ' اور مذہبی احکام نہ بجا لانے والونکی سرزنش وغیرہ میں کلیسا کو کامل اختیارات تھے -

آل عثمان کے عہد سلطنت میں جب قسطنطنیہ فتح ہوا تو اسوقت صرف دو کلیسے یعنی رومن کیتھولک اور ارمنی کے حقوق تسلیم کیے گئے -

اسکے بعد سنہ ۱۸۵۶ ع میں رومن کیتھولک اور بعض دوسری سلطنتوں کے علی الرغم پروٹسٹنٹ ' ارمن متحدہ ' یونان متحدہ رومانی ' اور بلغاریا کے کلیسے بھی تسلیم کیے گئے - ان نئے کلیسونکو بھی وہ تمام اختیارات دیے گئے تھے جو پہلے دو کلیسونکو حاصل تھے -

تمام انتظامی مجلس میں مسلمان اور غیر مسلمان ' دونوں ممبر منتخب ہوتے ہیں - عیسائی فرقوں کے سردارونکو اس انتخاب میں شرکت کا حق دیا گیا ہے -

روحانی سردارونکو اس کا بھی حق دیا گیا ہے کہ حکومت کے سامنے اپنے ہم مذہبونکی حمایت کریں - اگر یہ معتبد ذات نہوں تو اپنے وکلا کے ذریعہ سے باب عالی تک پہنچائیں - ان وکلا کو باب عالی اسلئے مقرر کرتا ہے کہ آپس میں اور عثمانی رعایا میں واسطہ ہوں -

کلیسولکی تعمیر میں جو دقتیں ہوتی تہیں ' انمیں سے اب ایک بھی نہیں - اسکا تو امریکہ کے لاٹ پادری نے بھی اقرار کیا ہے کہ دولت عثمانیہ میں کلیسونکی تعداد بہت بڑھگئی ہے - خصوصاً غیر ملکی کلیسوں میں تو غیر معمولی اضافہ ہوگیا ہے -

دولت عثمانیہ کی بے تعصبی اور مسامحت کا ثبوت اس سے زیادہ کیا ہوسکتا ہے کہ تمام وہ سامان جو کلیسونکے نام سے لایا جاے ' چنگی کے محصول سے مستثنی ہے -

دولت عثمانیہ کو اپنی غیر مسلم رعایا کی حفاظت کے ساتھہ اسقدر اعتنا ہے کہ اُن کی مذہبی عبادات میں خلل انداز ہونا قانوناً سخت سزا کا مستوجب قرار دیا گیا ہے - انکے مذہب کا اس قدر احترام کیا جاتا ہے کہ پولیس کو حکم ہے ' جب پادری نکلیں ' تو انکو سلام کرو ! !

مساوات کی یہ حد ہے کہ اگر کوئی عیسائی فوج میں عرصہ تک رہنے کے بعد مرجائے ' تو اسکے جنازہ کی مشایعت میں مسلمان سپاہیوں کو بھی شریک ہونا پڑتا ہے - حالانکہ مشرقی عیسائیونکا یہ عام قاعدہ ہے کہ انکے جنازہ میں صلیب وغیرہ بھی ہوتی ہے -

سب سے بڑھکے یہ ہے کہ انکو اختیار ہے کہ ہر قسم کی مذہبی اور دنیاوی فوائد کے لیے جلسے کریں اور جلسونکی قراردادوں سے باب عالی کو مطلع کریں ' تاکہ باب عالی انکے متعلق احکام صادر کرے -

آخر الذکر قاعدہ کی وجہ سے باب عالی کو نہ صرف مسلمانوں سے بلکہ خود چرچوں سے مقابلہ کرنا پڑا - کیونکہ عیسائی چرچ ایک دوسرے سے مختلف ہیں اور ایک دوسرے کے سخت دشمن ' عیسائی دنیا کو ایک اسلامی سلطنت (دولت عثمانیہ) سے سیکھنا چاہیے کہ مذہب کس درجہ نرمی ' مسامحت اور رواداری کی تعلیم دیتا ہے -

باب عالی کے عیسائی رعایا کے ساتھہ حسن سلوک و مراعات حقوق کا اندازہ سنہ ۱۸۲۷ ع کے واقعہ سے ہوسکتا ہے ' جب کہ روس نے اس بنا پر اعلان جنگ کیا تھا کہ ینگ چری فوج نے رومن کیتھولک چرچ کے لاٹ پادری کو گالیاں دیں ' اور وہ اپنے آپ کو اس کا حامی سمجھتا تھا کیونکہ رومن کیتھولک چرچ عرصہ تک اسکے زیر سایہ رہچکا تھا -

ادھر رومن کیتھولک چرچ کا بدلہ لینے کے لیے روس نے باب عالی کے مقابلہ میں اعلان جنگ کیا ' اور ادھر خود اسی فرقہ کے لاٹ پادری نے تمام پادریونکے پاس یہ حکم بھیجا کہ کوئی شخص روس کی مدد نہ کرے ' عثمانی فوج کی مالی و جسمانی ہر قسم کی مدد کی جائے ' اور اسکے نصر و ظفر کے لیے گرجوں میں دعائیں مانگی جائیں - بلغاریا کی بھی یہی حالت تھی - فلپ پولس کے پادریوں نے اعلان شائع کیا تھا کہ ہم کو روس کی حمایت کی ضرورت نہیں -

پس حقیقت یہ ہے کہ باب عالی اصلاح کیلیے خود کوشش کر رہا ہے اور ہم کو اسوقت پوری مساوات حاصل ہے -

یہ اعتراض کہ کامل مساوات اسوقت تک حاصل ہو نہیں سکتی جب تک کہ فوج میں عیسائی بھرتی نہوں ' بالکل صحیح ہے ' مگر سوال یہ ہے کہ اسمیں کسکا قصور ہے ' باب عالی کا یا عیسائی رعایا کا ؟ عیسائی رعایا کیوں فوج میں داخل ہونا منظور نہیں کرتی ؟

الہلال

— * —

(سرو چترورق) کی تحریر ختم ہوگئی ' میں اسطرف کچھہ اس طرح اپنے حالات میں غرق رہا کہ مقالات وغیرہ کے حصے کے دیکھنے کی مہلت نہیں ملی - اب اس مضمون کو دیکھتا ہوں تو متعدد بیانات بحث طلب ' اور کتب اسلامیہ کے حوالے زیادہ تر محتاج رجوع و تحقیق نظر آئے ہیں ' ان میں سے بعض ایسے ہیں ' جو ما نحن فیہ کے لیے زیادہ مفید اور ضروری تھے مگر استدلال کمزور اور محدود رہا ' اور بعض ایسے بھی ہیں جنکا مطلب سمجھنے میں لائق مستشرق نے غلطی کی ' پس ضرورت ہے کہ ان پر نظر ڈالی جاے - انشاء اللہ بشرط گنجایش آئندہ نمبر میں اصل رسالے کو سامنے رکھکر اپنی راے ظاہر کرونگا - (ایڈیٹر)

اقــرار حقیقت

—*—

عثمانی شجاعت کے آگے ایک حق پرست انگریز کا سر بسجود قلم

معــرکۂ لــولی برغــاس

—*—

قرآن کریم نے اپنے نزول کے وقت عیسائیوں کے متضاد خصائل کی طرف اشارہ کیا تھا.

ومن اهل الكتاب من ان تأمنه بقنطار يؤده اليك ، ومنهم من ان تأمنه بدينار لا يؤده اليك الا ما دمت عليه قائما (۳ : ۲۹)

اور یہود و نصارا میں سے بعض ایسے امانت دار ہیں کہ اگر انکے پاس زر و نقد کا ایک ڈھیر بھی امانت رکھدو، تو بھی انکی نیت نہ بدلے اور واپس کردیں - اور بعض ایسے ہیں کہ ایک روپیہ بھی انکے حوالے کرو، تو اسکا واپس ملنا مصیبت ہوجائے، اور دینگے بھی تو اس وقت، جب ہر وقت تقاضے کیلیے ان کے سر پر سوار رہو -

آج بھی ہم دیکھتے ہیں کہ حق اور صداقت کی امانت و دیانت کے لحاظ سے مسیحی دنیا کا یہی حال ہے -

ایک طرف تو واقعہ نگاری کے امانت دار "لیفٹننٹ ویگنر" جیسے طباع ہیں، جو دروغ بافان عصر کا سرخیل، اور فن کذب و کذابی کا معلم وقت ہے - غلط بیانی، مبالغہ طرازی، وضع و ترتیب، حذف و اضافہ، اور سب سے زیادہ یہ کہ قبل از وقوع اشاعت جنگ کے صحیفۂ کذب و افترا کے عام ابواب ہیں، اور پھر دوسری طرف مسٹر (بنیٹ) اور مسٹر (مکالا) جیسے راست بیان اور حق گو اہل قلم ہیں، جنہوں نے جنگ طرابلس کے متعلق تمام یورپ کے آگے اصل حقیقت کی ترجمانی کی، اور جنرل کنیوا کے اس قتل عام کے پوست کندہ حالات بیان کیے، جن سے خبر رسانی کے اس عہد طلائی میں بھی کامل تین ہفتے تک دنیا بے خبر رکھی گئی تھی -

البتہ یہ ضرور ہے کہ اس طرح کے راست باز اشخاص یورپ کے عام افراد میں پیدا ہو جاتے ہیں، مگر جو زبان و قلم ایک ادنی حیثیت بھی جماعت، قوم، اور جنس کی رکھتے ہیں، انکی جگہ بغیر کسی استثنا کے ہمیشہ دوسری ہی صف میں رہی ہے -

ایسے ہی حق گو اشخاص میں سے ایک مشہور انگریز اہل قلم اور پارلیمنٹ کے سابق ممبر مسٹر (ارشمد بارٹلٹ) ہیں -

اگر جنگ یونان و ترکی کو دنیا نہیں بھولی ہے، تو اسے یاد آنا چاہیے کہ عثمانی بطش و باس کی داد کے لیے جب کہ نامہ نگاران جنگ چند صفحے کاغذ اور چند بوندے روشنائی بھی صرف کرنا اصول اقتصاد کے خلاف سمجھتے تھے، تو یہی راست باز قلم تھا، جس نے اسی فراخدلی سے ترکوں کی مردانہ وار جانبازیوں کا اعتراف کیا تھا، جسقدر کہ دوسرے نامہ نگاروں نے اسکے اخفا کی کوشش کی تھی -

غالباً انکی روز نامچہ جنگ یونان کا ترجمہ اردو میں شائع بھی ہو چکا ہے -

ولایت کی تازہ ترین ڈاک سے معلوم ہوتا ہے کہ مسٹر (بارٹلٹ) موجودہ جنگ میں بھی شریک ہیں، اور وہاں سے حال میں ایک مراسلہ (ڈیلی ٹیلی گراف) کو بھیجا ہے، جسمیں نہایت تفصیل سے معرکہ (لولی برغاس) کے چشم دید واقعات لکھے ہیں، اور پہلی مرتبہ واقعات کو روشنی بخشی ہے -

میدان جنگ میں محکمۂ احتساب [illegible] ہے، نامہ نگار جسقدر خبریں بھیجتے ہیں، وہ در اصل اسی کا ایک ساختہ خاکہ ہوتا ہے، جسمیں رنگ بھر دیا جاتا ہے، اسلیے نامہ نگار نہیں ہوتے، بلکہ وہی محکمہ ہوتا ہے - (خود لنڈن ٹائمز) اور (کرانیکل) نے اس امر کا اعتراف کیا ہے کہ صحیح خبروں کے بھیجنے یا جنگی مراسلات لکھنے کی کوئی صورت نہیں - نامہ نگار جنگ کے وقت زیادہ سے زیادہ یہ کرسکتے ہیں کہ گولیوں کی آوازوں کو شمار کرتے رہیں، اور کچھ دیر کے بعد جب ایک افسر آکر نہایت سنجیدگی سے اطلاع دے کہ "بالآخر جنوں اور دیووں کی سی مخفی قوتوں کو کام میں لانے کے بعد ہم نے فلاں مقام فتح کرلیا" تو وہ اپنی انشا پردازی کی آمیزش کے بعد اسی اطلاع کو یورپ تک پہنچادیں! بعض نامہ نگاروں کے بیان سے معلوم ہوتا ہے کہ معرکوں میں شریک رہے ہیں، لیکن تو انکی شرکت کا دعوا بھی اتنی ہی تصدیق کا مستحق ہے، جسقدر بلقانی فتوحات کی روایات، اور پھر واقعی طور پر جو لوگ شریک بھی ہیں، انکی شرکت کیا مفید ہو سکتی ہے، جبکہ انکی کوئی تحریر قلم احتساب کی ترمیم و تنسیخ کے بغیر باہر جا نہیں سکتی، اور اسکے ایک ایک لفظ پر (بقول نامہ نگار ڈیلی اکسپریس مقیم قسطنطنیہ) گھنٹوں بحث کی جاتی ہے؟

لیکن (ڈیلی ٹیلی گراف) کے اس تعجب میں تمام دنیا کو شریک ہونا چاہیے کہ مسٹر (ارشمد بارٹلٹ) کا مراسلہ باوجود محکمۂ احتساب کی نگرانی کے، بغیر کسی ترمیم و تنسیخ کے دنیا تک پہنچ گیا، اور آغاز جنگ سے اس وقت تک یہ پہلا جھوٹ ہے، جسکی اشاعت ان ہمیشہ سچ بولنے والوں نے گوارا کرلی -

مسٹر ارشمد بارٹلٹ لکھتے ہیں:

"میدان کے ایک حصہ میں اسوقت دو معرکے ہو رہے ہیں -

غازی محمود مختار پاشا جنہوں نے بڑی قلعیسی میں گو اصول احتیاط کے خلاف جان دادی کی، تاہم ان مجاہدوں نے ایک ایسی فوج کا مقابلہ جاری رکھا

بلغاری فوج کا ایک حصہ عام فوج سے ہٹ کے سلیم کے ان سواروں پر حملہ کر رہا ہے جو گھوڑوں پر سے اتر پڑے تھے تاکہ اسٹیشن کی طرف بلغاری فوج کی پیش قدمی کو روک دیں۔ جو صرف اسلئے تھی کہ جنگ کے خط پر قبضہ کرلیا جائے اور اڈریا نوپل کی تباہی کا راستہ کھل جائے - اس حصے میں جنگ واقعی شدید ترین جنگ تھی -

عثمانی فوج میں ۸ سو جوان تھے۔ جنہیں سے انسحاب (یعنی ناچار خود ہٹ آنے) سے پہلے ۱۵۰ آدمی کام آچکے تھے - مجھے جو منظر سب سے زیادہ عجیب معلوم ہوا وہ (لولی برغاس) پر حملے کا منظر تھا - بلغاری فوج نے شہر کا محاصرہ نصف دائرہ کی شکل میں کیا تھا - اور اسی مقام سے صف والے ایک پہاڑی کے نیچے بڑھتی ہوئی چلی گئی تھی -

یہاں پہنچ کے ان عثمانی بٹالینوں پر آتشباری شروع کی گئی جو شہر کی خندقوں میں چھپی ہوئی تھیں - اسکے جواب میں عثمانی بٹالینوں نے بھی آتش باری شروع کی اور اپنے حملہ آوروں کو نہایت سخت و شدید نقصان پہنچایا - ان لوگوں کے پاس بچنے کے لیے کوئی آڑ کی جگہہ نہ تھی۔ مگر تاہم پوری جرات کے ساتھ جواب دے رہے تھے - وہاں سے بلغاری توپخانہ ایک ٹیلے کی چوٹی پر لایا گیا۔ اور اس نے شہر اور ترکی خندقوں پر پھٹنے والے گولے پھینکنا شروع کردیے - گولے تعجب انگیز طور پر نشانے پر لگتے تھے اور انکی مہلک آتشباری کے سامنے قائم رہنا قومی شرف کے لیے سب سے بڑی آزمائش تھی۔ مگر جانباز ترک اپنی جگہہ پر پورے استقلال اور ثبات کے ساتھ جمے رہے۔ اور شہر کو نہیں چھوڑا -

* * *

ترکوں کا بہادرانہ ثبات

عثمانی فوج کا یہ مقدمۃ الجیش (ریرگارڈ) نہایت ثابت قدمی اور استقلال سے دو گھنٹہ تک مقابلہ کرتا رہا - دو گھنٹے کے بعد بلغاریا کی پیادہ فوج پہاڑی سے نکل کر آسمان صفوں میں پھیل گئی - دونوں فوجیں ملکے ایک پرشوکت جوش کے ساتھ آگے بڑھیں۔ تاکہ خندقوں پر حملہ آور ہوں - ترکی خندقوں میں ایک شور بلند ہوا - یہ وقت نہایت نازک اور گویا جنگ کی اصلی آزمائش گاہ تھا۔ آزادی اور تیزی سے آگ برسنے لگی - ہر شخص جسقدر جلد سے جلد بندوق بھر کے فیر کرسکتا تھا، کرتا تھا - کوئی شخص افسر کے حکم یا فوجی اشارات کا انتظار نہیں کرتا تھا - ترکوں کی طرف سے گولیوں کی گویا ایک بارش ہورہی تھی -

صدہا بلغاری گولیاں کھا کے زمین پر گر رہے تھے - یہ پیش قدمی اسوقت موقوف ہوئی۔ جب حملہ آور ترکی خندقوں سے صرف سو گز کے فاصلہ پر تھے - مگر اب مدافعین اپنی قدرتی شجاعت و بسالت کے ضعف سے نہیں۔ بلکہ اسباب جنگ کے طرف سے لاچار ہوگئے تھے - وہ اپنا آخری تیر بھی مار چکے تھے۔ اور سامان جنگ ختم ہوگیا تھا۔ گو اب بھی مقدمۃ الجیش اپنی جگہہ قائم رہکر مرجانے پر طیار تھا۔ مگر افسروں کو مجبوراً پیچھے ہٹنا ہی پڑا -

مجھے سخت تعجب تھا کہ ترکوں نے اس موقع سے کیوں فائدہ نہیں اٹھایا جو بلغاریوں کے لولی برغاس پر حملہ کرنے سے انکو ملا تھا؟ میں نے عثمانی باٹری کے کمانڈر سے دریافت کیا کہ تم نے آتشباری کیوں نہیں کی؟ اس نے جواب دیا کہ "مجھے یقین نہ تھا کہ بلغاری ہیں - میں انکو اپنا آدمی سمجھتا تھا - دوسرے مجھے آتشباری کے لئے کوئی حکم بھی نہیں ملا" آخر میں اس نے چند گولے پھینکے تھے۔ مگر کوئی فائدہ نہیں ہوا۔ کیونکہ ٹھیک نشانے پر نہیں تھے اور پاس ہی گر پڑے تھے -

* * *

مقدمۃ الجیش کا انسحاب

عثمانی مقدمۃ الجیش کے انسحاب کے بعد بلغاری شہر میں داخل ہوئے اور ایک مسجد کے اوپر اپنا علم بلند کیا۔ مگر وہ صرف تھوڑی دیر تک قصبہ شہر کے بچا کا انتظام کرسکے۔ کیونکہ ترکوں کے پھینکے والے گولے تمامتر انہی کی طرف آرہے تھے -

اسوقت تک میں نے ان حالات کے بیان کرنیکی کوشش کی ہے جو ترکی خط کے انتہائے میمنہ اور بلغاری خط کے انتہائے میسرہ میں جلد جلد پیش آرہے تھے۔ مگر جسوقت لولی برغاس کو بلغاریوں نے لیا تھا۔ مجھے ایک بار اسکے گرد و پیش نظر ڈالنے کا موقع ملگیا تھا۔ پس اب میں دوسرے واقعات کے بیان کرنے کی کوشش کرتا ہوں۔ وہ ایک ایسی قطعہ زمین میں پے در پے ہورہے تھے۔ جو شمال و مشرق میں ۲۰ میل تک پھیلا ہوا تھا -

وہ قطعہ زمین جس پر جنگ کے رسالے معرکہ آرا تھے۔ ایک وسیع و مواج میدان مع ان متعدد وادیوں کے ہے۔ جو بالکل پایاب ہیں۔ اور جسمیں نیم ویران و منتشر گاؤں پھیلے ہوئے ہیں - یہ گاؤں طبعی طور پر اقدام و دفاع، دونوں صورتوں میں مہتم بالشان ہیں کیونکہ پایاب وادیوں نے انکو ایک محفوظ جنگی مقام بنادیا ہے - یہ قطعہ اس قدر کھلا ہوا تھا کہ ٹیلے کی بلند ترین چوٹی پر سے ترکوں کے تمدن رسالوں کی نقل و حرکت باسانی اور بالکل صاف طور پر دیکھی جاسکتی تھی۔ اگرچہ قدرتی طور پر جنگ کی دلچسپیاں اسی وقت محسوس ہوتی ہیں جبکہ فوج قریب تر آجاتی ہے -

بلغاری سوار جو ترکوں نے گرفتار کرلیا ہے۔ اور عثمانیوں کو حکم دے رہے ہیں کہ ہاتھ اوپر

یہ مدبرے لیے اور یہ صرف میرے لیے بلکہ ہر ایک دیکھنے والے کے لیے ناممکن ہے کہ اس معرکہ کو مفصل بیان کر سکے - کیونکہ اگر اسکی کوشش کی جائے تو داستان جنگ کو ناظرین کے لیے ممکن الفہم بنانے کے واسطے کئی ماہ درکار ہونگے تاکہ فرداً فرداً تمام افسروں کی کارروائیوں کو جمع کیا جائے اور پھر ان میں ایک ترتیب پیدا کی جائے - پس میں ان صفحات پر صرف ان واقعات کو ثبت کر رہا ہوں جو میں نے اپنی آنکھوں سے دیکھے ہیں - تمام معرکہ چوبیس میل کے عرض میں ہو رہا تھا، اور پھٹنے والے گولوں کی روشنی میں صاف نظر آرہا تھا - توپخانہ کی اس آتشباری سے زیادہ شدید آتشباری میں نے آج تک کبھی نہیں دیکھی - ترکوں کی ہر بروئے کار آنے والی باٹری کے مقابلہ کے لیے بلغاری نصف درجن باٹریاں مقرر کر دیتے تھے - یعنی ہر ایک ترک باٹری کے مقابلے میں چھ بلغاری باٹریاں کام کر رہی تھیں درحالیکہ ترکوں کی آتشباری بے ترتیب و پریشانہ تھی اور بلغاریوں کے گولے کم نہ ہونے والے طوفان کی طرح ترکی مقامات (پوزیشن) پر اپنے پورے اثر کے ساتھ پھٹتے تھے -

بلغاریوں کی گولوں سے کوئی شخص بچتا معلوم نہیں ہوا - اسفنق اور میں دونوں برابر چل رہے تھے کیونکہ جو مقام دیکھنے کے لیے ہم انتخاب کرتے تھے، ہم کو یقین ہوتا تھا کہ دشمن کی آگ یہاں سے ہٹ جائیگی - جس جس جگہ ہماری اور تمام ترکی فوج کی حالت کو اسقدر خطرناک بنا دیا تھا وہ یہ تھی کہ ان کارزار میدانوں اور ان جلتے ہوئے کھیتوں میں آگ کا ملنا ناممکن تھا -

اولی بر عاس کے لے لینے کے بعد ترکی میسرہ کے پہلو کے مقابلے میں بلغاریوں نے پیش قدمی کی، مگر ترکی توپخانہ نے دن بھر انکو بڑھنے نہیں دیا اور بالکل روکے رکھا شام کے قریب غروب آفتاب سے دو گھنٹہ قبل یعقوب پاشا کمانڈر فورتھ کارپس نے شہر پر حملہ کرنے کا قصد کر لیا جسمیں وہ توپخانہ بھی شریک تھا، جو بلند زمین سے وادی کی طرف بڑھ رہا تھا - اس حملہ کا رخ نہایت صحیح تھا، اور معلوم ہوتا تھا کہ ضرور کامیاب ہوگا - میں ترکوں کے حملہ اور کمانڈر سے باتیں کرنے لگا - وہ اپنی کامیابی پر نہایت مسرور تھا - اس نے مجھ سے کہا کہ معلوم ہوتا ہے دشمن پیچھے کی طرف ہٹ رہے ہیں کیونکہ انکا توپخانہ اور میٹرالیز سے (ایک قسم کی توپ) جد وجہد کر رہے ہیں -

پرجوش جنگ

میں نے بلغاریا کی پیادہ فوج کے ایک حصہ کو دیکھا کہ وہ ٹیلہ سا پہاڑی کی طرف پیچھے بھاگ رہی ہے، مگر ترکی حملہ جس سے بہت کچھ امیدیں تھیں رات کی وجہ سے بہت بے موقع رک گیا، اور بلغاریوں کو مہلت مل گئی - آگ دونوں طرف سے ایک ایسے مدساری الاصلاع کی شکل میں بلند ہوتی تھی، جسکا ایک ضلع نکال دیا گیا ہو - رائفلوں کی نہ ختم ہونے والی آگ، معلوم ہوتا تھا کہ کسی بہت بڑی مشین سے نکل رہی ہے اور ایک مصلے آتشیں کی صورت میں پھیل جاتی ہے -

ہم دھویں کو دیکھ سکتے تھے جو دھیمے طرف آہستہ آہستہ آگے بڑھ رہا تھا، جسکے معنی یہ تھے کہ سکنڈ آرمی کارپس کی جماعت نہ صرف اپنے مقام پر قائم ہی تھی، بلکہ دفعتاً آگے بڑھ رہی تھی - میں نے جن جن افسروں سے اس کے متعلق گفتگو کی، ان سب کو یقین تھا کہ آج دن ساری عثمانی فوج کے حق میں نہایت کامیاب دن تھا - مگر تاریکی پھیلنے سے پیشتر بلغاری فوج نے سکنڈ آرمی کے مقابلہ میں انتہائی کوشش کی، جس میں انہوں نے نہ صرف اسکی پیش قدمی کو روک دیا بلکہ ان مقامات میں سے جو انکے ہاتھ سے نکل چکے تھے اکثر واپس لے لیے - چونکہ ہم کو قریب تاریکی کی وجہ سے میں اور اسفنق میدان جنگ میں بھٹکنے لگے - ہم دونوں کبھی سوار ہوتے اور کبھی پیادہ چلتے - ہماری حالت نہایت خراب تھی کھانے کی قسم سے ہمارے ساتھ کچھ نہ تھا - اس میدان میں کوئی جگہ نظر نہیں آتی تھی جہاں ہم رات بسر کر سکتے، اور سب سے زیادہ یہ کہ ہم دو آدمیوں میں ایک کمبل بھی نہ تھا کہ ہم اس کو سردی سے ترو تازہ رکھ سکتے -

پیرا (قسطنطنیہ) کے ایک پل پر سے ترک لڑکے والدین کو تلاش کرتے جا رہے ہیں، جنہوں نے بلغاریوں کے مظالم کا حال سن لیا ہے۔

عثمانی فوجی حملہ کا افسر از راہ مہربانی ہمیں یعقوب پاشا کے ہیڈ کوارٹر میں جو ہم سے قریب ترین مقام تھا، لے گیا - پاشا موصوف میدان جنگ میں گشت لگا رہے تھے، اور اپنی فوج کے آخری مقام کا امتحان اور ماتحتوں سے اسکے متعلق معلومات فراہم کرتے جاتے تھے - ہم سے نہایت دوستانہ طریقہ سے ملے - وہ ایک جسیم اور عظیم الجثہ شخص ہے، اور معلوم ہوتا ہے کہ آج کی کارروائی کا اسکو سخت افسوس تھا - اس نے جب ہماری یہ حالت دیکھی، تو کہا کہ میں آپ لوگوں کو نہایت خوشی سے کھانا اور قیامگاہ دونگا -

اس نے یہ بھی کہا کہ میں آج کہیں نہیں جا سکتا، شب بھر حفاظت کرنے والے سپاہیوں کے ساتھ گھوڑے پر یہیں گشت لگاتا رہونگا - کل کی رات بہت خراب تھی - میں سمجھتا ہوں کہ آج کی رات بھی کل رات سے کم نہیں ہوگی - میں آپ لوگوں کو کھلے میدان میں

رہنے کا مشورہ کبھی نہیں دونگا - میرے نزدیک آپ لوگوں کے لیے بہتر ہوگا کہ آپ عبد اللہ پاشا سپہ سالار خاص کے ہیڈ کوارٹر میں جو یہاں سے دس کیلومیٹر کے فاصلہ پر اسکز کولی نامی ایک گاؤں میں ہے' چلے جائیں - دو میرے سپاہی آپکی رہنمائی کرینگے " -

جنگ ایک بد انجام کھیل ہے

پاشا اسکے بعد جنگ کے متعلق گفتگو کرنے لگا - اس نے کہا کہ جنگ ایک بد انجام کھیل ہے جو صرف وحشیوں ہی کے لیے زیبا ہے اور یہ کہ جنگ میں کوئی امر بھی شاندار نہیں - جنرل کا شکریہ ادا کرکے میں اور اسمیٹ اس خوفناک تاریکی میں اسکز کولی کی طرف روانہ ہوئے - گرد و پیش کے مناظر اسوقت بے حد پُر شوکت و پُر عظمت تھے - اشتباری بالکل ختم ہو چکی تھی - ایک سکوت چھایا ہوا تھا' جسمیں توپ کی گرج یا بندوقچیوں کی بندوقوں کی کھڑکھڑاہٹ ابھی ابھی خلل انداز ہو کے یاد دلا دیتی تھی کہ دو لاکھ سپاہی مسلح و مستعد اس انتظار میں لیٹے ہوئے ہیں کہ صبح ہوتے ہی ایک دوسرے کا گلا کاٹنے کے لیے اٹھ کھڑے ہوں - میدان میں جسقدر نظر دیکھ سکتی تھی' ایک ہراساں نظر آتا تھا - چھوٹے چھوٹے گاؤں اور نخلستان جل رہے تھے' جنمیں بلغاریوں نے آگ لگادی تھی - سپاہی بھی جو دن بھر کی مصیبت کے بعد غفلت میں چور تھے بسا اوقات نا دانستہ طور پر اپنے ہموطنوں کے لیے اسی قسم کی بد بختیوں کا سبب ہو جاتے ہیں - اس آگ سے بہت سے ترکی جنرلوں کو یہ دھوکا ہوا کہ بلغاری پیچھے ہٹ رہے ہیں اور یہ کہ صبح دور آگے کے مقامات خالی ملیں گے -

غازی عبد اللہ پاشا کمانڈر ادرنا نوپل

* * *

زخمیوں کی حالت

ہمارا اسکز کولی کا راستہ ہمکو سلاواں اور پہلی آرمی کارپس خطوط کی طرف لے گیا - راستے میں ہمارا گذر بہت سے ایسے لوگوں میں سے ہوا' جن کی حالت نہایت دلگداز تھی - انمیں کچھ لوگ وہ تھے' جو پیچھے رہگئے تھے' اور اس تاریکی میں اپنے رجمنٹ کو تلاش کر رہے تھے - کچھ لوگ وہ تھے جو بہت کچھ لڑنے کے بعد چھوٹ گئے تھے - بہت سے زخمی تھے جنکی نگاہیں کسی پناہ گاہ یا میدان جنگ کے شفاخانے کی جستجو میں آوارہ گردی کر رہی تھیں - مگر آہ ! موخر الذکر کی جستجو فضول تھی - کیونکہ وہاں اسکا نام و نشان بھی نہ تھا - زخمیوں کی حالت بیحد ہولناک اور حسرت زا تھی - ترکوں کا صیغہ معالجات بہت ناقص معلوم ہوتا ہے - زخمی سپاہیوں کو مشکل سے معمولی مدد بھی ملسکتی ہوگی -

اسکز کولی کے راستے میں صدہا زخمی ہمکو روک روک کے پوچھتے تھے کہ سفری شفاخانے یا عام شفا خانے کہاں ملینگے ؟ مگر میں ان بیکسوں کو جواب دیتا تھا کہ وہاں دونوں نہ تھے - ہم نو بجے اسکز کولی پہنچے - گاؤں زخمی اور تھکے ہوئے سپاہیوں سے بھرا ہوا تھا - جنہوں نے تمام مکانات پر قبضہ کر لیا تھا - یہ گاؤں پہلے بہت سر سبز تھا' اور معقول مقدار میں اسمیں بھوسہ اور غلہ کے ذخائر تھے -

سپاہی جنھیں دو دن سے ایک دانہ بھی نہیں ملا تھا' کچا اناج کھا رہے تھے - کچھ اسمیں ایسے بھی تھے جو آٹا پیسکے روٹی پکا رہے تھے' گو یہ روٹی کھانے کے قابل نہ تھی مگر تاہم نہ ہونے سے تو بہتر تھی -

۳۰ اکتوبر چہار شنبہ کو عبد اللہ پاشا اور ان کے اسٹاف کے افسر نور کے تڑکے اٹھے' اور سویرے ہی سے جنگ کی تیاریوں میں لگ گئے - اگرچہ سردی اسقدر شدت سے تھی جس کا بیان نہیں ہوسکتا' مگر آسمان بالکل صاف تھا - اور جنگ کے لیے کوئی چیز مانع نہ تھی - ہمارے ساتھ جنے لوگ تھے سبھوں نے ساری رات نہایت بے چینی کے عالم میں آنکھوں میں کاٹی تھی - سونے کے لیے صرف گھاس کی چند گٹھیاں ہر شخص کو ملی تھیں' اور وہ بھی سر شام جلدی جلدی میں ادھر ادھر سے جمع کرلی گئی تھیں - کیا افسر کیا سپاہی' کسی کو بھی روٹی کا ایک ٹکڑا دو کنار' ایک پیالی چاے تک نہیں ملی تھی - کیونکہ اسکز کولی کے گاؤں میں کھانیکی ایک بھی چیز باقی نہیں رہی تھی - دوسری کور کے کمانڈر شفقت طرعد پاشا نے علی الصباح جو اطلاعی رپورٹ بھیجی - اس سے معلوم ہوا کہ آن ای برج کے دستے کے سامنے - جو ترک بے اور کوانج کے مابین تھی - دشمنوں کی جماعتیں کثیر تعداد میں آ آکر اکٹھی ہو رہی ہیں - عبد اللہ پاشا کے پاس اس وقت کوئی بھی تازہ دم بٹالین نہ تھی - جسے وہ اس نئی جمعیت کے مقابلے میں توپوں کے آگے لا کر کھڑا کرسکے - صرف ایک ہی تدبیر تھی جو آج کے دن ترکوں کو شکست سے بچا سکتی تھی - وہ یہ تھی کہ دوسری کور اس وقت اپنی جگہہ میں جم کر دشمنوں کی مدافعت کرتی رہتی' جب تک کہ محمود مختار پاشا تیسری کور سمیت وہاں آنہ پہنچے -

(باقی آئندہ)
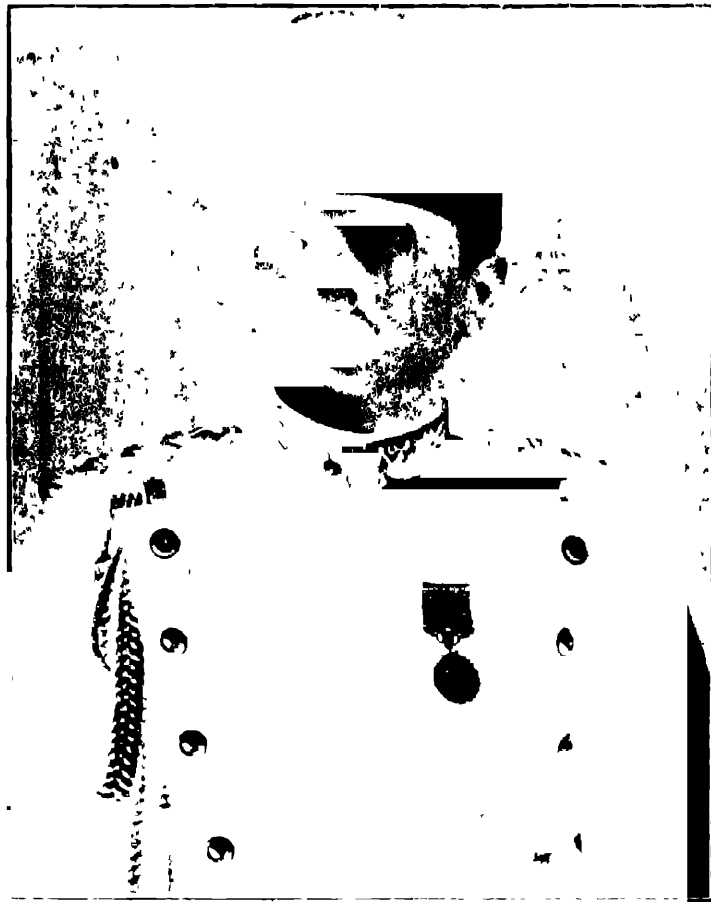
دعوت اصلاح مسلمین و اتحاد اسلامي

— * —

بقیہ الہلال نمبر (۱۷)

(۲)

میري حقیر راے میں مسلمانوں کواپنا اصول زندگاني لفظ بلفظ قرآن کے مطابق کردینا چاهیے ' لیکن فروعات دنیاوي میں اوس ترقي عقلي و اختراعي سے فائدہ اوٹھانا چاهئے ' جو حکم حاذق نے موجودہ زمانہ میں اهل یورپ کو بخشي هے ' اور جس سے وہ مشرق و مغرب پر آج حکمراني کر رهے هیں -

میں ان لوگوں میں نہیں هوں ' جو اسلام کو منجمد سمجھتے هیں ' جو یہ جانتے هیں کہ اسلام ترقي کا ساتھي نہیں هے -

مسلمانوں کو مذهب اور مادیت کو مدغم کرنا هے - صرف مسلمان هي ایسا کرسکتے هیں - اور ایسا کرنے هي سے وہ ان لوگوں پر فتح پاسکتے هیں ' جو صرف ایک هي کے هو رهے هیں -

دیکھیے - مسلمانان طرابلس نے کسقدر کامیابي اس دمعالي ترکیب سے حاصل کي ؟ عربوں کا فوجي جوش اگر اکیلا هوتا ' تو آج طرابلس کے میدان پر بارہ پندرہ هزار نعشیں بے سر تڑپتي هوتیں ' جسطرح سوڈان کے میدان کارزار میں تڑپ چکي هیں - اگر ترکي مادي ساز و سامان جنگ بلا مذهبي جوش و ولولہ کے هوتا ' تو طرابلس کے میدان سے بھي پے در پے اوسي طرح پسپا هونے کي خبریں آتیں ' جسطرح بد قسمتي سے اب آرهي هیں -

خداے کارساز پر مجھے بھروسہ هے - میں جانتا هوں - میرا دل کہتا هے کہ مسلمان کبھي فنا نہ هونگے ' اور خدا اوس امانت کا پاس کریگا جو اونکے سینوں میں محفوظ هے - اهل روحانیت دنیا سے فنا هونے والے نہیں - کبھي مادیت کو کامل فتح نصیب هونے والي نہیں - شاید اسی اعتقاد کي وجہ هے کہ میں اس اندیشہ ناک وقت میں بھي مایوس نہیں هوا - ممکن هے کہ اللہ کریم اس حال کے کروسیڈ سے بھي وهي کام لے ' جیسا اس سے پہلے کے عیسائي کروسیڈ سے لیا تھا - اس زمانہ کے کروسیڈ میں مسلمانوں کو فتح هوئي تھي - خدا کرے اب بھي مسلمان هي فتح پاویں - انشا اللہ ایسا هي هوگا - لیکن اس زمانہ کے کروسیڈ سے عیسائي اور یورپ متمتع هوا تھا - اللہ ایسا کرے کہ اس مرتبہ مسلمان اور اسلامي متمتع هوں -

اوس مرتبہ کے کروسیڈ نے عیسائیوں کی آنکھیں کھول دي تھیں ' انھوں نے دیکھا کہ محض روحانیت سے کام نہیں چلیگا - اور اسلیے انھوں نے اپني توجہ مادی ترقي کی طرف متوجہ کي - اور اپني تہذیب کا مدار مادیت پر رکھا - اختراعات اور ایجادات شروع هوگئے کفر و الحاد کے نمونے کم هونے لگے ' اور دنیاوي کامیابیاں شروع هوگئیں

کیا ان معرکوں سے مسلمانوں کی آنکھیں نہیں کھلینگي - کیا وہ مذهب کے ساتھ عقل معاش کي ترقي کي سعی میں مصروف نہ هوجاوینگے کیا روحاني ترقي کے ساتھ اس مادي ترقي کو - جس سے وہ ترپیڈو بنا سکیں ' زیپلین بنا سکیں ' مارکوني گرام اور اکس ریز کي ایجاد کرسکیں - نہ ملاسکینگے ؟

ایک ایسے شخص کی راے جس کے دل میں مسلمانوں کا درد هے اگر کم وقعت نہ سمجھیے تو اپني روش اخباري کو نہ صرف مذهب پر ' بلکہ مذهب اور معلومات دونوں پر قائم کیجیے -

مجھے اسلام کي قوت پر اسقدر بھروسہ هے کہ اسکا کبھي ڈر نہیں هوتا کہ اسلام کو بھي سائنس یا مادیت اوس طرح زیر کرلیگي ' جسطرح عیسائیت کو اس نے کرلیا هے - اسلام اور صرف اسلام سائنس سے نہ دبنے والا مذهب هے - آپ کیوں مادیت سے ڈرے - اگر آپ ڈرے - اگر مسلمان ڈرے ' تو وهي حالت هوگی جیسی ایک کہانی میں بیان هوئي هے - ایک بہت بڑا عالم فلسفی بادشاہ تھا - اوسکے ارد گرد امرا و وزراء سب عالم اور فلسفي اور منطقی تھے - ان لوگوں نے جنگ کو بہیمیت سمجھا اور فوج کو غارتگر - سپاهي سب موقوف کردیے - پڑوس کے بادشاہ کو اسکي خبر هوئي - موقع پاکر چڑهائي کردي - اودھر سے فوج بڑھتی آتی هے ' ادھر سے علماء پہنچ جاتے هیں کہ جنگ کے نقصانات دکھاویں ' وہ جاکر وعظ کرتے هیں کہ انساني خون بہانا نا جائز هے - جنگ بہیمیت هے - مگر فوج بڑھتي هوئي چلي آئي اور بادشاہ کو تخت سے اوتار کر ملک پر قبضہ کرلیا ' فلسفہ اور منطق تلوار کے آگے سرنگوں هوکر رهگیے -

مجھے امید هے کہ آپ میرے مضمون کو سمجھنے میں غلطی نکرینگے - میري حالت اس شعر کے مصداق هے -

فکاهات

— * —

مسئلۂ الحاق

— * —

مجھکو حیرت تھي کہ تعلیم غلامی کے لیے
وہ بھلا کونسا پہلو هے کہ جو باقی هے

ملے جو بزم کہ خاص تھی اس فن کے لیے
آج جو کچھ هے اُسي درس کي مشاقي هے

آ کے هونے هوے پھر لیگ کي حاجت کیا تھي
جب وهي بادۂ گلگوں هے وهی ساقی هے

ویسی هے عالم بالا کا ابھي تک جاری
استفادہ میں وهي شیوۂ اشراقی هے

غلطی سے جو دلی چیز سمجھتے هیں اسے
یہ فقط وهم غلط کارکی خلاقی هے

— * —

شیخ صاحب نے کہا مجھسے بہ انداز لطیف
اس میں اک راز هے ' اک نکتۂ اشراقی هے

یوں تو هیں جامعہ درس غلامي دونوں
فرق یہ هے کہ وہ محدود یہ ' الحاقي هے

(وصال)

بلغاري فتوحات كي تكذيب

— * —

اخبار " اسٹینڈرڈ " کا فوجي نامه نگار ۳۱ اکتوبر کو میدان جنگ سے لکھتا ہے :

لوگ کہتے هیں که ترک گرادیے گئے ' ممکن ہے که گرادیے گئے هوں لیکن وقت ' واقعات کے چہرے سے پردہ اٹھا دیگا - بلغاریوں کے لبوں پر کل تک تو مہر لگي هوئي تهی ' آج یوں گویا هوے هیں که دو لاکهه عثماني فوج بے تحاشا بهاگی جاتي ہے ' اور بلغاري اسپ سوار بے طرح انکو دوڑا رہے هیں - اسي باتیں گو انسان کی متخیله اور تصور کو سرشار کردیتي هونگي ' لیکن صداقت کا نقشه نہیں دکهاتیں - اس اعجوبه خبر لڑائی میں کوئي انقطاعی جنگ نہیں هوئي ' اگر کچهه هوا ہے تو پے درپے فرار اور جوانگي کا ادعا ' اور جنوں کي سي فتح مندي کی افسانه سرائي !

اس لڑائي پر مجهکو ایک حکایت یاد آگئی - ایک مرتبه چند لڑاکے مرغ ایک کمزور مرغ پر پل پڑے - یه لڑاکے مرغ هر طرح کے هنر ' اور قوي بعض و عدارت سے آراسته تھے - لیکن کمزور مرغ ضعیف و ناتواں ' جنگ سے عاری ' اور صرف قدرت کے دیے هوئے هتیار ' یعنی فرسودہ پروں سے مسلح تها ' لیکن ساتهه هی وہ جسیم بهي تها ' جیوا سخت و ارجمند ' اور اسمیں دفاعی استعداد بهي بے حد تهي - آغاز هی سے تمام لڑاکے مرغ اس پر هار کر چکے تھے - پہلي بار اسکا ایک پر ادهیڑ لیا ' دوسري بار دوسرا ' اور یوں اسکے تمام پر نوچ لیے - لیکن هر هر بار دنیا میں یه مشہور کردیا گیا که ابکے ضرور آخري اور کاري ضرب لگادي ہے -

لیکن حقیقت یه ہے که مرغوں کو کہیں بهي کاري ضرب لگانے کا موقع نہیں ملا اور ضرب کی اصلي جگهه تک رسائي نہیں هوئی - هاں اس ناشاد ترک مرغ کے پر ضرور نوچ لئے هیں ' لیکن جہاں کاري ضرب لگ سکتي ہے ' وهاں تک تو یه نامراد نہیں پہنچ سکینگے -

صوفیا کي تار برقیاں کہتي هیں که " ترکوں کے لشکر کا کامل طور پر تعاقب کیا گیا " - اس فتح عظیم کے دعوے کي بنیاد اس پر ہے که (لولي برغاس) میں ترکي میسرہ " کچل دیا گیا " - سرکاري بیان ہے که ترک لولي برغاس سے (چورلو) کیطرف " بهگادیے گئے " پهر ایک سرکاري بیان ہے که (چورلو) کیطرف ترکي فوج درهم برهم هوکر " بهاگ گئي " - میں ان تمام خبروں کو کذب و افترا خیال کرتا هوں ' اور یه کہنے پر مجبور هوں که ترکي میسرہ لولي برغاس میں عمدہ مقابله و جنگ کے بعد بالکل انتظام و قاعدہ کے ساتهه دریاے ارجن کے پیچهے چلا گیا -

بلغاري یه کہتے هیں که ترکي میسرہ بهگا دیا گیا ' لیکن میں حیران هوں که اس سخت جهوٹ کو کیا کہوں ؟ میمنه اور قلب ' اصلاح و درستگي میں مصروف تھے ' یعنی قلب وائزا کیطرف بڑهه رہا تها ' اور میمنه اسمرانجه پر قابض رهنا چاهتا تها - صوفیا کی روایت کے مطابق ترکي میسرہ نے شکست کهائي اور اسکا قلب و میمنه پیچهے هٹنے پر مجبور هوگیا - صوفیا والے کہتے هیں که ترکوں کے قابو میں دو خط میدان ہے ' وہ چورلو سراے اور اسلونجه کا خط ہے - پس بلغاریوں هي کي زبان سے یه ثابت هوگیا که قسطنطنیه کا راسته ترکوں کے هاتهه میں ہے ' اور بلغاریوں کي پیش قدمي نامراد رهی ہے - خلاصه یه که بلغاریوں کي خود ساخته فتح عظیم کا میں تو قائل نہیں - هاں اسقدر قائل هوں که ممکن ہے ' اس مرغ کے چند پر جهڑ گئے هوں ' لیکن اسکے توپ نما سر کو تو ابهی کوئي کاري ضرب نہیں لگي ہے -

---

عربي و ترکي ڈاک

— * —

المؤید کے خاص تار اور عثماني دفتر جنگ کے اعلانات

— * —

یوناني شکست

(باب عالي ۴ نومبر)

غربي عثماني فوج کے سپه سالار نے همکو اطلاع دي ہے (یانیجه) کے قریب کل جو لڑائي هوئي ہے ' اسمیں یوناني فوج کو سخت شکست هوئي - آج دن کو همارا لشکر پیش قدمي کرتا رهیگا -

---

مناستر

والي مناستر کا تار مظہر ہے که دشمن کي جمعیت ایک هزار سے زیادہ تهي اور اس نے (یعقوب بک) نامي ایک گاؤں میں آگ لگادي لیکن جب عثماني لشکر پہنچا تو بهاگ گئے -

---

یانیجه پر عثماني قبضه

(ایضاً) آج رات کو همارا لشکر (یانیجه) پر قابض هوگیا -

شتالجا کی طرف عمداً ایک جنگي مصلحت پر مبني تها - نه که شکست پر

(اصولي حصاري ۴ نومبر)

مشرقي عثماني فوج نے یه محسوس کیا که موجودہ خط مدافعت وسیع ہے اگر تنگ هوجاے تو کامیابي و غلبه کا پہلو اور زیادہ روشن هوجائیگا - اسلیے چتلجا کے خط مدافعت تک فوج هٹ آئي ہے -

---

ایڈریا نوپل میں بلغاریا کي هزیمت

(اصولي حصاري ۵ نومبر ۳ بجے دن)

قلعهاے (ادرنه) کي محافظ فوج کو حکم دیا گیا ہے که دشمن سے لڑنے کے لیے نکلے - چنانچه فوج نکلي اور لڑائی شروع هوئي - بحمد الله هم کامیاب هوئے - غنیمت میں سامان جنگ بکثرت هاتهه آیا -

---

عثماني فتح عظیم
ایک هزار بلغاري قتل اور ۱۷ سو گرفتار هوے

(شور سو) میں ایک شدید معرکه هوا ' جسمیں بلغاریا کے ایک هزار آدمي کام آئے اور ۱۷ سو هم نے گرفتار کیے - (کامل پاشا)

ریوٹر کي تکذیب
ایڈریا نوپل میں ترکوں کو کوئي شکست نہیں هوئی

(باب عالي ۵ نومبر)

عثماني شرقي فوج کي شکست کي جو خبر ریوٹر نے شائع کي ہے اس کي کوئي اصلیت نہیں - کامل پاشا (وزیر اعظم)

ایڈریا نوپل میں بلغاریوں کي بربادي

(اصولي حصاري ۶ نومبر)

ادرنه میں هماري فوج کو پے درپے کامیابیاں هو رهي هیں بلغاري اب اسقدر تهک گئے هیں که مقابله کي تاب نہیں

اشقودرہ میں مانٹی نگرو کي تباهي

(ایضاً) اطراف اشقودرہ میں مانٹي نگروي فوج سے برابر معرکے هو رہے هیں - ان تمام معرکوں میں دشمن کو سخت شکستیں هوئیں -

ریوٹر ایجنسی کی دروغ بافیوں کی بکلی تردید

(ایضاً) خبر رساں کمپنیاں جو ناگوار خبریں بعض مجہول الحال ذرائع سے شائع کرتی ہیں ' انکی کوئی اصلیت نہیں ہے - اسوقت تک خدا کے فضل سے ہمیں ہمیشہ فتح و نصرت حاصل ہوتی رہی فوجی جمیعت کی ترقی کے ساتھہ ہمارے مقاصد بھی وسیع تر ہوتے جاتے ہیں - (کامل پاشا)

بلغاری قوت کا خاتمہ

(ایضاً) بعض سیاسی حلقوں سے معلوم ہوا ہے کہ کل شب کو آدھی رات کے بعد ایک تار قسطنطنیہ سے اس مضمون کا پہنچا ' کہ چتلجا کے خطوط مدافعت کے سامنے بلغاریا کے پیر اکھڑ گئے ہیں اور گو نئی فوج مدد کے لیے بلوائی گئی مگر پھر بھی شکست ہی ہوئی - فوج کا شیرازہ بکلی درہم و برہم ہو گیا ہے -

---

سلانیک کے میدان جنگ پر قبضہ

(اناطولی حصاری ۵ نومبر ۳ بجے)

قسطنطنیہ میں آئے ہوے تار مظہر ہیں کہ چتلجا کے خط مدافعت کی طرف واپسی میں (جیسا کہ خیال تھا) کامیابی ہوئی اور دشمن کو سخت شکست ہوئی - (درہ آنماج) اور (سلانیک) کے درمیان میں جو خط مدافعت ہمارے ہاتھہ سے نکل گیا تھا ' وہ ہم نے پھر واپس لے لیا ہے -

---

سرویا کو شکست

(باب عالی ۶ نومبر ۲ بجے)

جسطرح کہ ہم نے کل کے معرکہ میں یونانی فوج کو پیچھے ہٹنے پر مجبور کیا تھا ' غنیمت میں بہت سا سامان جنگ ملا تھا اور بہت سے مقامات (پوزیشنز) واپس لے لیے تھے ' اسی طرح آج بھی عربی عثمانی فوج کے سپہ سالار کے تار سے معلوم ہوتا ہے کہ (رابعہ) میں سرویا کا ایک رسالہ اور مستر توپوں کا ایک بلوک درہم برہم کردیا گیا - دشمن کا سخت نقصان یقینی طور پر بیان کیا گیا ہے ' ہمارے افسر اور بے شمار سپاہی کام آئے - غنیمت میں ہمیں پچاس سے زیادہ جانور بھی ہاتھہ آئے -

---

سرویں حدود پر عثمانی قبضہ

(ایضاً ۳ نومبر)

ہماری فوج نے (بالاس) اور (نملی) کو واپس لے لیا اور اس پر اب پورا قبضہ ہے -

---

تسخیر بلاس کی تصدیق

(اناطولی حصاری ۹ نومبر)

ہماری فوج نے شہر (ندی کوئی) واپس لے لیا - شہر (بالاس) مسخر ہوگیا - دشمن نے گاؤں جلانا شروع کردیے ہیں - اندریانوپل میں ہماری حالت بہت اچھی ہے -

---

یونانیوں کی مکرر تعذیب

(باب عالی ۱۰ نومبر)

(سوروپچ) میں ہمارا لشکر یونانی فوج کے مقابلے پر پھر فتحیاب ہوا - ۱۷ توپیں اور بہت سا سامان جنگ غنیمت میں ملا - دشمن کی فوج نہایت بے ترتیبی سے بھاگ گئی -

---

بقیـــہ

شـــذرات

—:*:—

جنـگ یورپ و ترکي

—*—

یورپ کے شطرنج بازان سیاست سے جو لوگ واقف ہیں ' وہ آغاز جنگ سے کہہ رہے تھے کہ چند کوہستانی ریاستیں جنکو غلامی و محکومی کا طوق اتارے ہوے زیادہ عرصہ نہیں ہوا ' کبھی اسقدر پرخطر جرات نہیں کرسکتیں - قطعاً ان مجسمہ ہاے عدوان و فساد میں کوئی دوسری روح ساری ہے ' اور وہی انکو حرکت میں لا رہی ہے - دول یورپ کی پس پردہ سازشیں تو ہمیشہ سے آشکارا ہیں ' مگر چونکہ تمام علم برداران صلیب اس مقدس جنگ سے دم کشاں الگ کھڑے تھے ' یعنی ڈپلومیسی کی زبان میں نیوٹر یلٹی (بے طرفداری) کا اعلان کردیا تھا ' اسلیے ظاہر بین نظریں اس نکتہ تک نہیں پہنچ سکتیں - مگر زمانہ کے ہاتھہ نے اس پردہ کو بہت جلد چاک کر ڈالا ہے اور گو اصلی واقعات ابھی سامنے نہیں آئے ہیں ' تاہم جسقدر اسوقت تک معلوم ہوسکا ' وہ کسب حقیقت کیلیے کافی ہے :

اعلان جنگ کے بعد یورپ نے دو اعلان کیے تھے

(۱) جغرافیۂ بلقان میں کسی طرح کا تغیر نہ ہوگا -

(۲) دول یورپ بہمہ وجوہ بے طرفدار رہیں گے -

لیکن آغاز جنگ میں فتح و شکست کی تقسیم اس قدر خلاف توقع ہوئی کہ یورپ کو اپنے قول اور جنگی خیالات پر نظر ثانی کرنے کی جلد ہی مہلت مل گئی ' اس نے دیکھا کہ وہ بلقان کی آتشباری بہت جلد شش صد سالہ دور جلال عثمانیہ کو زمین کے برابر کر دیگی - ایسی حالت میں اگر یورپ ریاستہاے بلقان کو انکی فرضی جنگ آرائی کے بعد "ثمرات فتوح" سے لذت یاب ہونے نہ دیگا تو مسئلہ مشرقی کے انفصال کی ایک بہت بڑی پیدا کی ہوئی فرصت ہاتھہ سے نکل جائے گی - یہ حکم یورپ کے ارباب سیاست نے صرف اسلیے صادر ہوا تھا کہ اگر فتح و ظفر کا ہاتھہ ترکوں کے ہاتھہ میں ہو ' تو وہ ہمیشہ کے لیے ان مارہاے آستین کو کچل نہ سکے ' اور متعصب گلیڈ سٹون کی زبان میں جو کچھہ " ہلال نے صلیب کے پاس جاتے " وہ پھر ہلال کے پاس واپس نہ آئے - "

حالات کے اس دفعۃً انقلاب (ٹرن اوور) کا رخ بالکل بدلگیا ' اور نہ صرف دنیاے اعلام و صحائف میں ' بلکہ اس عالم سیاست میں بھی ' جہاں کا امتیازی وصف پیش از وقت خیالات کا ظاہر نہ کرنا سمجھا جاتا ہے - ہاوس آف کامنس کے سوال و جواب اور مدبران انگلستان کی تقریروں سے اخبار بین نا آشنا نہیں ہیں -

بے طرفداری پر جسقدر عمل ہوا ' اسکے بیان سے پہلے دول کے باہمی تعلقات کو سمجھہ لینا چاہیے - انگلستان کا شاہی مذہب پروٹسٹنٹ ہے - اگر کوئی بادشاہ پروٹسٹنٹ کے بدلے کوئی اور مذہب قبول کرے تو پھر انگلستان کا عصاے حکومت اسکے ہاتھہ میں نہیں رہسکتا -

بلغاریا اور اسکی ریاستوں کا مذہب ارتھوڈکس چرچ کی پیروی ہے - بلقانی ریاستوں اور روس کا شاہی مذہب بھی یہی ہے - روس حمایت ارتھوڈکس کا مدعی ہے ' اور اسی نام سے وہ ایک بار دولت عثمانیہ کے مقابلہ میں اعلان جنگ کرچکا ہے - انگلستان اور روس کے حدود سلطنت بہت قریب ہوتے جاتے ہیں ' اور اس ہمسائگی کا نتیجہ ایک ہولناک جنگ کا انتظار ہے ' گو بالفعل اتحاد ثلاثہ کے غبار میں وہ نمایاں نہیں -

اس مختصر بیان کو پیش نظر رکھنے کے بعد غور کیجیے کہ اگر انگلستان موجودہ جنگ میں ناطرفدار نہ ہوتا' تو ان چار حکومتوں میں سے کس کی طرف مائل ہوتا ؟

(۱) ریاستہاے بلقان کا سر گروہ اسوقت بلغاریا ہے -

(۲) بلغاریا ہمیشہ روس کی پشت پناہی سے مستفید ہوتی ہے

(۳) روس کے اثر و نفوذ کی توسیع انگلستان کے مصالح ملکی کے لیے مضر ہے -

(۴) ان چاروں حکومتوں میں یونان سب سے کم روس کے اثر میں ہے -

ان مقدمات کی ترتیب سے یہی جواب ملتا ہے کہ انگلستان کی دوستی کا سب سے زیادہ مستحق یونان ہے ' اور وہ اسی کا ساتھہ دیتا -

المؤید نے دو تفصیلی تار شائع کیے ہیں ' جن سے معلوم ہوتا ہے کہ ملکۂ انگلستان نے شاہ یونان کو انکی فتوحات پر تبریک و تہنیت کا تار دیا ' اور روس نے اسی طرح شاہ سرویا کو مبارکباد کا تار بھیجا -

پس یہ ہے انگلستان اور روس کی ناطرفداری !

مگر نقص ناطرفداری کی یہ پہلی منزل ہے ' روس کی پوشیدہ مالی و فوجی مساعدت و حمایت کے واقعات صریح اسکے علاوہ ہیں اور آغاز جنگ سے انکا سلسلہ برابر جاری ہے -

رومانیا کے اخبارات نے جو پردے فاش کیے ہیں ' اور جو تفصیلی حالات لکھے ہیں ' انکو ہم پھر کسی وقت لکھیں گے - یہاں صرف ایک واقعہ درج کر دیتے ہیں - دار الحکومت رومانیا کے اخبارات اطلاع دیتے ہیں کہ روس کے فوج نظامی سے پندرہ ہزار آدمی مع صدہا توپوں ' ذخائر جنگ ' اور تین جنگی ہوائی جہاز کے بلغاریا گئے ہیں ' تاکہ میدان جنگ میں شریک ہوں - ایک اور رومانی اخبار بیان کرتا ہے کہ روسی اسٹیمر جسکا نام (سان جورج) ہے صدہا روسی سپاہیوں کو (روسچق) لے گیا ہے - اسمیں تمام روسی سپاہی اپنی وردیاں پہنے ہوے تھے - یہ صرف ایک دفعہ نہیں ہوا بلکہ روزانہ روسی اسٹیمر بلغاریا کے لیے مہمات جنگ لایا کرتا ہے - حال ہی میں (روسچق) دو ہوائی جہاز پہنچاے گیے ہیں

چتلجا کے خطوط دفاع

— * —

(چتلجا) کے جو حالات تازہ عربی ڈاک سے معلوم ہوے ہیں انکا خلاصہ یہ ہے :

بحر اسود کے قریب بحیرہ (ترکوس) اور بحیرہ (مار مورا) کے درمیان میں ایک خلیج ہے جس کو (بیوک سکمجہ) کہتے ہیں - اس خلیج میں ایک جزیرہ نما ہے جسکا نام (ترادیہ) ہے - چتلجا کے خطوط دفاع اس سلسلہ استحکامات سے پیدا ہوتے ہیں جو اسی جزیرہ نما میں پھیلے ہوے ہیں - یہ قسطنطنیہ سے ۲۵ میل کے فاصلہ پر ہیں - عرض ۱۵ اور ۱۶ میل کے درمیان میں ہے - اسمیں قلعوں اور استحکامات کی تعداد ۳۰ سے زائد ہے - یہ استحکامات اونچے واقع ۵۰ فیٹ بلند ٹیلوں پر ہیں - موسم سرما میں برف و باران کے بدولت استحکامات تک کوئی مصنوعی استحکامات کے پاس نہیں آنے دیتے -

یہاں ریل ہے جو (یاغلیش) اور (چتلجا) کی طرف سے جاتی ہے ' سنہ ۱۸۷۷ ع کی جنگ روس و ترکی میں یہ استحکامات تیار کرالیے گئے تھے - سنہ ۸۸ ع میں روس نے ان پر حملہ کیا اور ایک عرصہ تک محاصرہ کیے پڑا رہا ' مگر آخر کار ناکام واپس گیا - اسکے بعد بھی کچھہ تغیرات ہوئے ہیں ' مگر تفصیل بیان نہیں کی جا سکتی -

ایشیاے کوچک سے جو سیلاب فوج امڈا آرہا ہے ' اسکی وجہ سے محافظ فوج (گیریزن) کی ایک بہت بڑی جمعیت یہاں فراہم ہوگئی ہے اور روزبروز بڑھتی جاتی ہے -

---

ہفتۂ جنگ

— * —

الحمد للہ کہ ہم نے اور تقریباً تمام مسلمانوں نے جنگ کے متعلق جو رائیں قائم کی تھیں ' انکے ظہور میں واقعات نے دیر نہیں لگائی ' اور اس ہفتے قطعی اور آخری تصدیق عثمانی فتح و نصرت اور بلغاری شکست و خسران کی ہوگئی : فقطع دابر القوم الذین ظلموا ' والحمد للہ رب العالمین -

ادھر دو ہفتے سے جنگ کا رخ بالکل بدل گیا تھا ' خبروں نے آہستہ آہستہ لہجہ بدلنا شروع کردیا تھا ' اور خود صوفیا اور بلغراد سے بھی جو خبریں تقسیم کی جاتی تھیں ' اسمیں ادعا اور جوش کا عنصر روز بروز گھٹ رہا تھا ' لیکن پھر درمیان میں بلقانی آتش کذب فروشی میں ایک ابال تازہ آیا ' اور فتح مناستر کی خبر اپنے قدیمی لہجے میں شائع کر دی -

ہم نے جنگ کے تازہ واقعات پر بحث کرتے ہوئے لکھدیا تھا کہ اس خبر کے تمام ابتدائی اجزا جس طرح خود بخود غلط تسلیم کرلیے گئے ہیں ' اسی طرح قریب ہے کہ سرے سے تسخیر مناستر کا واقعہ بھی محض بے سر و پا ثابت ہوگا ' اور زیادہ سے زیادہ انکی اصلیت نکلے گی کہ مناستر کے قرب و جوار میں کہیں جنگ ہو رہی ہے -

اس تار نے اس خیال کو بعینہ واقعہ ثابت کر دیا ' کیونکہ لکھا تھا کہ جنوب میں ایک لڑائی ہو رہی ہے اور تسخیر کی خبر بالکل کذب و افترا ہے -

ہم نے اور جو قیاسات " النبا العظیم " کے دو نمبروں میں ظاہر کیے تھے ' وہ بھی ایک ایک کرکے سامنے آ رہے ہیں ' ہم نے پہلے ہی دن جبکہ تمام عالم ترکوں کی طرف سے مایوس ہورہا تھا ' لکھدیا تھا کہ بلغاریا کی جوکچھہ طاقت تھی ' وہ قرق قلعسی میں ختم ہوگئی اور اب بہت جلد عثمانی مدافعت کی " بنیان مرصوص " کھڑی ہوجاے گی - چنانچہ اس تار کے علاوہ اب خود صوفیا اور بلغراد میں اقرار کرلیا گیا ہے کہ " سردست جنگ از سر نو شروع نہیں کی جا سکتی " اور صلح کی جو شرطیں فاتحانہ حق کے ساتھہ پیش کی گئی تھیں ' انہیں جب باب عالی نے ٹھکرادیا ' تو پھر کہا گیا کہ یہ کچھہ آخری شرطیں نہ تھیں - یہ انکے علانیہ اقرار ہیں ' اور اصلیت کو پوچھیے تو اسکی حالت نہیں معلوم کیا ہوگی ؟

اس تار سے اس ابلیسانہ چالاکی کا بھی پتہ چلتا ہے ' جو مسئلہ صلح کی اشاعت سے یورپ کو مد نظر تھی ' اور جسکے سرالرو خفا یا اب آہستہ آہستہ سامنے آرہے ہیں - در اصل بلغاریا ایک طرف تو اپنی فرضی فتوحات کی اشاعت سے یورپ کو پس پشت علانیہ آجانے کا موقعہ دے رہی ہے ' دوسری طرف ایڈریا نوپل پر موت کا شکار ہو جانے کے بعد چاہتی ہے کہ عثمانی حملہ کے ٹھوکروں سے کسی طرح اپنی نعش کو بچالے - صلح کی درخواست اسی نے پیش کی ' اور اس جنگ میں کسی ایک فرضی فتح کے اعلان کے بعد تمام یورپ کا باسم صلح و اصلاح آ موجود ہونا پیشتر ہی سے طے کرلیا گیا تھا -

نامہ نگاران جنگ بھی اب سچ بولنا کچھہ کچھہ سیکھتے جاتے ہیں - ایڈریا نوپل کے قریب تین میل تک بلغاری لاشوں کے معائنے کی اب ہم کو خبر سنائی جاتی ہے - لندن میں یقین کیا جاتا ہے کہ بلغاریا کا دیوالہ نکل گیا ' اس وقت تک ایک لاکھہ آدمی نہ تیغ ہو چکے ہیں ' اور اب آدمیوں کے قحط کا یہ حال ہے کہ سترہ برس کے لڑکے جنکی مشق جنگ چند ہفتوں سے زائد نہیں ' بھرتی کرکے بھیجے جا رہے ہیں - تعجب ہے کہ ترک تو آغاز جنگ سے صرف گرفتار ہوتے اور بھاگتے ہی رہے ' یہ ایک لاکھہ آدمی کس تلوار کی کاٹ ہے ؟

شتلجا کی مضبوطی اور عثمانی مدافعت - یورپ ارتھر کو دھرا رہی ہے - تمام نامہ نگار اقرار کرتے ہیں کہ ناظم پاشا کی مدافعت نے بلغاریوں کو بدحواس کر دیا ہے - آخری خبر یہ ہے کہ اس وقت ایک لاکھہ جنود مجندہ شتلجا میں موجود ہے : (ان اللہ یحب الذین یقاتلون فی سبیلہ صفاً ' کانہم بنیان مرصوص (۶۱ - ۳)

ہیضے نے بھی عثمانی تلوار سے پہلے کام کرنے کیلیے اپنا لشکر عظیم بھیجدیا ہے اور یہ لاشوں کی کثرت کا ثبوت ہے - رسد کی قلت فاقہ کشی تک پہنچ گئی ہے ' اور روز بروز بڑھتی جاتی ہے :— لیس لہم طعام الا من ضریع ' لا یسمن ولا یغنی من جوع (۸۹ : ۶) ترکوں کا پیچھے ہٹتے آنا اسی وقت کیلیے تھا ' اب بلغاریا نہ تو پیچھے جاسکتی ہے اور نہ آگے کی راہ کشادہ ہے : ثم لا یموت فیہا ولا یحیی (۸۷ - ۱۴) فذاقت وبال امرہا ' وکان عاقبۃ امرہا خسرا [پس وہ اپنے کیے کا وبال اب اچھی طرح چکھہ رہی ہے اور اسکی پیش قدمی کا آخری نتیجہ خسران و ہلاکت ہی تھا]

بلغاریا نے صلح کیلیے ایڈریا نوپل اور سقوطری کے قبضے اور چتلجا کے مزید استحکام کی بندش کو پیش کیا تھا ' مگر باب عالی نے پوری استقامت کے ساتھہ انکار کردیا - اب دوبارہ گفتگو نے صلح کے اجرا کی خبریں آرہی ہیں اور کہا جاتا ہے کہ فریقین کے وکلا بھی نامزد ہوگئے ہیں -

و جنود ابلیس اجمعین

— * —

بالآخر دول یورپ نے باب عالی پر صلح کے لیے با الفاظ مناسب تر اپنے جدید عمل قطع و برید کے آگے سر تسلیم خم کر دینے کے لیے زور دینا شروع کر دیا ' اور اول روز سے اسی وقت کا انتظار تھا -

تار برقیاں ابتک مبہم اور مشتبہ ہیں ' بلقانی اتحاد میں پھوٹ پڑچکی ہے ' یونان اور بلغاریا ایک دوسرے کو گھور رہے ہیں - آسٹریا اور روس کی طیاریوں اور جرمنی کے پوشیدہ انتظامات کی خبریں بھی برابر آرہی ہیں - ترکی کیلیے میدان جنگ نہیں ' بلکہ ہمیشہ بھی وقت نازک رہا ہے ' کامل پاشا کی وزارت اس خطرہ کیلئے خطرۂ عظیم ہے اب تو وقت آگیا ہے کہ ترکی روز روز کی آفتوں کی جگہہ ایک ہی آفت کے لیے مستعد ہو جائے اور اسلام اپنے مستقبل کا انہی گھڑیوں کے اندر فیصلہ کرلے ' پہلو کے زخموں کی کب تک مرہم پٹی کی جائے گی ؟

لیکن آہ اے قسطنطنیہ ! اے محبوب القلوب جمیع عالم اسلامیہ ! اے مایۂ حیات چہل کرور نفوس عالم ! اور اے وہ افق امید کی روشنی جو اقبال اسلامی کے آفتاب کی آخری کرن ہے ! ! یاد رکھہ کہ یہ تیرے امتحان کی آخری منزل ہے - تیرے ثبات و عزم کی انتہائی آزمائش ہے ! چالیس کرور دلوں کی نگاہیں اس وقت تیری طرف ٹکٹکی لگائے ہوے ہیں ! خدارا ایسا نہ کیجیو کہ ہمارے دل زخمی ہوجائیں ' اور ہماری آنکھوں کے لیے دائمی خونباری ہو ! آہ اے حیات اسلامی کی آخری رشتۂ امید ! تجھکو کیا معلوم کہ تیرے لیے ہمارے دلوں کا کیا حال ہے ؟ پھر تیرے ہاتھہ ہے کہ چالیس کرور امیدوں کی عزت رکھہ لے ' یا انکو وقف طعنۂ اغیار کردے ! اگر تیری سرزمین پر تمام بسنے والے کٹ جائیں ' اسکے خون کی چھینٹوں سے تیری عظیم الشان مسجدوں کی دیواریں لالہ گوں ہوجائیں ' قصر چراغاں کا صحن لڑکر مرجانے والوں کی لاشوں سے پٹ جائے ' تو ہمیں تجھسے کوئی شکوہ نہیں ' لیکن اگر تونے ذلت کی فرصت کو عزت کے فیصلے پر ترجیح دی ' اور اپنے سر کو قائم رکھہ کر راضی ہوگئی کہ دیکھتے ہوے دفعۃً اعضا کی کاٹ لیے جائیں ' تو یاد رکھہ کہ گو تو زندہ رہے گی ' مگر ہمارے دل مرجائیں گے - ! !

مسیحی اخلاق و رحم کا اب وقت آگیا

— * —

آج کی تار برقیوں میں ایک تار نہایت دلچسپ ہے :

ایک ذمہ دار شخص نے بیان کیا ہے کہ بلغاریا اپنے بے حد سے زیادہ جوش کے بدلے اب اعتدال اور سنجیدگی اختیار کرنے کی کوشش کر رہی ہے اس سے ' اسکا مقصد یہ ہے کہ یورپ کو اپنی معقول پسندی اور سنجیدگی کا یقین دلائے -

اس خیال سے کہ ترکوں کے جذبات کو صدمہ نہ پہنچے وہ ترکوں کو چتلجا کے چھوڑنے پر مجبور نہیں کریگی - اور ایڈریا نوپل کی محافظ فوج کو جانے کی اجازت بھی دیگی -

اس تار کے بعد بھی کیا دنیا کو بلغاریا کی فتح مندیوں پر اعتماد باقی رہے گا ؟

ہلال اور صلیب

ہلال کی روشنی میں

— * —

جنگ طرابلس جب شروع ہوئی ' تو دوستوں کی غفلت اور بربادی پر دشمنوں نے حسرت کے آنسو بہائے ' اور دشمنوں نے غلغلہ ہائے شادمانی بلند کیے - لیکن پھر اسکے بعد کیا ہوا ؟ سال بھر تک دنیا نے نہ دیکھا ؟ عثمانی اسیروںکی شجاعت اور جانفروشی ہی نہیں ' بلکہ بادیہ نشینان عرب کی آوارہ گردانہ برس کی لڑکیوں نے بھی اپنی عظمت کا اقرار کرا لیا -

یہی حال موجودہ جنگ کا ہے - بلقانیوں کی مکذوبات نے تمام دنیا کو ترکوں کی طرف سے مایوس کردیا ' دوستوں کی رائیں بھی متزلزل ہوگئیں ' لوگ بے اختیار کہہ اٹھے کہ عثمانی خون کی آگ اب بجھہ گئی - خود مسلمانوں میں بعض منافقین نے اپنے نفاق کے اظہار کیلیے اس فرصت کو غنیمت سمجھا ' اور ہندوستان کی حزب المنافقین کے ایک سرگرم ممبر نے تو یہاں تک لکھدیا کہ " چونکہ ترک اپنی حفاظت نہیں کرسکتے ' اسلیے قربانی کی کھالوں کی قیمت دینے کی کچھہ ضرورت نہیں - ہمارے قومی کام بہت سے رکے پڑے ہیں "

میں جب کبھی قرآن کریم کو کھولتا ہوں تو صاف نظر آتا ہے کہ غزوۂ طرابلس کو جس طرح بہت سی باتوں میں آغاز اسلام کے غزوۂ بدر سے مشابہت تھی ' بالکل اسی طرح اس جنگ کو اسماً

و معناً " جنگ احزاب " سے ہے ' جسکا حال سورۂ احزاب میں بیان کیا گیا ہے - فی الحقیقت جس طرح وہ جنگ مسلمانوں کیلیے ایک بہت بڑی آزمایش ' اور نفاق و ضعف ایمانی کے ظہور کیلیے ایک ابتلاے الہی تھی ' بالکل اسی طرح اس جنگ کو بھی خدا نے ہمارے لیے ایک وسیلۂ آزمایش بنایا : ھنالک ابتلی المسلمون و زلزلوا زلزالاً شدیــدا -

لیکن اب واقعات سے پردے اٹھہ رہے ہیں ' اور دوست و دشمن دونوں کی نظریں اصلیت کے احساس و اقرار کو ناگزیر دیکھہ رہی ہیں - ہر نیا روز جو آتا ہے ' کشف حقیقت کا ایک پیام تازہ ہوتا ہے - اس وقت تک پورے حالات روشنی میں نہیں آئے ہیں ' مگر پھر بھی جس قدر سامنے آگئے ہیں ' ان سے معلوم ہوتا ہے کہ نہ تو عثمانی نسل نے اپنی اٹھہ سو برس کی روایات کو ابھی بھلایا ہے ' اور نہ مردان اسلام کی جانفروشیوں نے پرستاران صلیب کے مقابلے میں شکست کھائی ہے - اب بھی ہر ترک سپاہی " ترک سپاہی " ہے ' اور اپنے شرف اسلامی کو بھولا نہیں :

هست مجلس بداں قرار کہ بود
هست مطرب بداں ترانـہ سـرود

اخبار " جرنـل " کے خاص نامہ نگار ام انڈورڈ ھیلسی نے ایک عجیب واقعہ کا اپنے تار میں ذکر کیا ہے ' جس سے ناظرین کو ہمارے بیان کی تصدیق ہوگی وہ لکھتا ہے :

" میں نے رالیکا کے اسپتال میں ایک کمسن ترک افسر کو دیکھا - اسکے جسم کا شاید ہی کوئی حصہ بچ رہا تھا ' جسپر خنجر کی کاٹ نہ پڑی ہو - پیشانی قریباً دو نیم ہوگئی تھی - گلے کا زخم بھی کاری تھا - سینے اور بازؤں میں گہری خندقیں پڑگئی تھیں -

" یہ شیر دل نہایت کمسن شخص تھا - طرابلس کے سامنے کی چوکی اسکے زیر کمان تھی - جس وقت آگ کی بارش ہو رہی تھی وہ اپنا گھوڑا دوڑاتا ہوا بڑھا ' اور مانٹی نگرو کی پلٹنوں کو مخاطب کرکے کہا " تم میں جو شخص سب سے زیادہ بہادر اور شجاع ہو ' میرے مقابلے کو آئے - میں اس سے دست بدست لڑنا چاہتا ہوں "

" اس مقابلے کی صدا سنکر مانٹی نیگرو کی پلٹن سے ایک نہایت مشاق اور تجربہ کار افسر ' جسکے بال سفید ہوگئے تھے ' میدان میں آکھڑا ہوا اور چیلنج کو قبول کرلیا - تماشا دیکھنے کی خاطر لڑائی موقوف کردی گئی اور ہلال کی دھیمی روشنی میں دونوں کی لڑائی دیکھنے لگے "

" مانٹی نیگرو کے افسر کے کاندھے پر سخت زخم آگیا - من چلے ترک نے حیرت انگیز شجاعت کا ثبوت دیا ' لیکن آخر میں گرگیا اسکی وجہہ یہ تھی کہ لڑتے لڑتے اسکا سر اور پیشانی زخموں سے بالکل خون چکاں ہوگئی تھی اور اسے بہہ کر ایک خون کی چادر اسکی آنکھوں کے سامنے آگئی تھی جس سے وہ بالکل مجبور ہوگیا - اسکا دشمن گھوڑے سے تڑپ کر اتر پڑا اور اسکے زخموں کو صاف کرنے کے بعد معالجہ کے لئے رالیکا کے اسپتال میں بھیجدیا "

ایم - ھیلسی لکھتا ہے " یہ ترک جانتا تھا کہ میری زندگی کا پیمانہ لبریز ہوچکا ہے ' اور سانس بہت دن تک نہیں چلنے کا - ۲۴ اکتوبر کو طرابلس کی توپوں کی آواز اسکے کانوں میں پڑی تو اسنے ڈاکٹر سے مخاطب ہوکے کہا " کاش اللہ تعالی میرے دشمن کو گولیوں کا نشانہ بناے " وہ ایک بہادر آدمی ہے - اسکو تلوار کی موت کے سوا اور کسی بہانے نہیں مرنا چاہئے "

فہرست
زراعانـۂ ہلال احمر

ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنہ

(۲)

— * —

نام	رقم
جناب میاں بشیر الدین صاحب	۵۰۰
جناب میاں محمد امین صاحب	۲۰۰
جناب میاں شمس الدین و محمد امین صاحب	۵۰
جناب میاں فضل دین صاحب	۵۰
جناب میاں فضل کریم و کرم دین و محمد امین سنیاسی صاحب	۲۵
جناب میاں فضل الدین و حاجی شمس الدین و محکم الدین صاحبان	۳۰۰
جناب فضل الہی صاحب	۵
جناب محمد دین صاحب	۵
جناب منیر دین و شمس الدین صاحب	۵۰
جناب میاں شمس الدین و غلام نبی صاحب	۲۵
جناب میاں شمس الدین و محمد امین نور صاحب	۱۰
جناب میاں محمد دین صاحب	۱۰
جناب میاں فضل کریم سہگل صاحب	۵۰
جناب میاں غلام محمد سہگل صاحب	۲۵
جناب میاں سوداگر دین صاحب	۵
جناب میاں غلام محمد و محمد صاحب	۵۰
جناب میاں فضل کریم و غلام نبی صاحب	۵
جناب میاں غلام نبی و محمد سعید صاحب	۵
جناب معراج دین عاریوالا صاحب	۱
خورشید جہاں	۵
جناب محمد امین نور صاحب	۵
جناب میاں شمس الدین و احمد دین تجارت والا صاحب	۵۰
جناب غلام نبی صاحب	۵
جناب غلام محمد و محمد امین	۲۰
جناب میاں فضل دین و محمد امین صاحب	۳۰
جناب غلام محمد و غلام نبی صاحب	۵
جناب میاں فضل کریم صاحب	۲۵
جناب میاں فضل کریم و محمد امین صاحب	۲۵
جناب حافظ غلام قادر صاحب	۱
جناب میاں سوداگر الدین صاحب	۱۰
جناب جی - براس نانو صاحب	۵
جناب غلام محی الدین	۱۰
جناب غلام محمد صاحب	۵
جناب عبد الرؤف صاحب	۲
جناب محکم دین صاحب	۲
جناب محمد بخش صاحب	۲
جناب خلاص خان صاحب	۲
جناب محکم دین نورو صاحب	۱
جناب سکندر خان صاحب	۱
جناب بدرو سقائی صاحب	۳
جناب میاں احمد دین صاحب	۲
جناب لعل خان صاحب	۲
جناب چھجو صاحب	۲
جناب محمد خان صاحب	۳
جناب مقبول ردیم صاحب	۳
جناب علی جان صاحب	۱۰
جناب میاں حاجی کرم دین و محکم دین پندار صاحب	۵۰
جناب میاں احمد دین و محمد امین صاحب	۱۰
جناب میاں فضل دین و محکم دین صاحب	۲۵
جناب میاں محمد امین و کرم دین عاریوالا صاحب	۵۰
جناب ملا خان محمد و محمد امین صاحب	۲۰
جناب میاں محمد دین و غلام محی الدین صاحب	۲۰
کرم دین و محمد امین سوداگر صاحب	۵
جناب محمد امین و محمد گل	۱۰
جناب غلام نبی و احمد دین چندروالا صاحب	۲
جناب غلام نبی و سراجدین صاحب	۲
جناب میاں محمد امین سیٹھی صاحب	۲
جناب میاں محمد دین و محکم دین دلال صاحب	۳

میزان	۱۸۱۷
سابق	۴۸۱۱
میزان کل	۶۶۲۸

Printed & Published by MOULANA A. K AZAD, at The HILAL Electrical Prtg. & Pblg. House, 7/1 McLeod Street, CALCUTTA.

لا تهنوا و لا تحزنوا و انتم الاعلون ان كنتم مومنين

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor.

Abul Kalam Azad

7-1, MacLeod Street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

مقام اشاعت

٧ - ١ مکلوڈ اسٹریٹ

کلکتہ

قیمت

سالانہ ٨ روپیہ

ششماہی ٤ روپیہ ١٢ آنہ

جلد ١ | کلکتہ : چہارشنبہ ٢٤ ذی الحجہ ١٣٣٠ ہجری | نمبر ٢١

Calcutta. Wednesday, December 4, 1912.

فہرس

— * —

تصاویر

— * —

توسیع اشاعت

—*—

وہی دہلی کے بزرگ جنکا نام معلوم نہیں	٨
جناب مولانا سید عبد الحق صاحب حقی الاعظمی	
اسسٹنٹ پروفیسر عربی محمڈن کالج (علی گڑہ)	٣
جناب سید حسن صاحب بلگرامی (حیدراباد)	٣
جناب مولوی برکت علی صاحب بی - اے - (قصور)	٣
جناب مولانا عبد السبحان صاحب تاجر (مدراس) مکرر	٣
جناب مولانا ایس - ام - مہدی صاحب (مدراس)	٥
جناب غلام محمد خان صاحب کورٹ انسپکٹر (دہلی)	٢
جناب وحید الدین احمد خان صاحب (رامپور)	٢
جناب ایچ اے - مرزا صاحب ہیڈ کلرک (دہلی)	٢
جناب محمد عبد الرزاق صاحب بسمل (حیدراباد)	٢
جناب نعیم الدین صاحب (ردولی)	٢

بلغاریا اور سرویا کا صلح کیلئے اضطراب

— * —

شتلجا میں ڈیڑھ لاکھ عثمانی فوج کا اجتماع ' ملک کی جنگ کیلیے بیقراری ' حکومت کا استقلال ' التواے جنگ کیلیے بلغاریہ کی منت و زاری ' صلح کیلیے دول کا اصرار ' التوا کی منظوری میں ایک مصلحت عظیم پوشیدہ ' مقدونیہ کی عظیم الشان مداخلت ' نتائج کا انتظار کرنا چاہیے -

— * —

مدیر الہلال

(۴ دسمبر شام کے چھ بجے)

شتلجا میں آج پوری ڈیڑھ لاکھ تازہ دم فوج موجود ہے ' سامان جنگ اور ذخیرۂ رسد بے شمار ' ناظم پاشا کے انتظامات حیرت انگیز و یادگار ہیں ' حالت بالکل منقلب اور دشمنوں کا مہمات کیلئے اضطراب بعد تذلل و انکسار ' التوا میں بحمد للہ جیش اسلام کیلیے ایک مصلحت عظیمہ پوشیدہ ' اور محتاج انتظار نتائج ما بعد ' صلح کیلیے دول کی طرف سے بشدت سلسلہ جنبانی ' مگر باب عالی نے باستقلال تمام انکار کر دیا ' رعایا میں اجراے جنگ کیلیے شورش - سقوطری سے ایک ہفتہ کی جنگ کے بعد دشمن خاسر و نامراد فرار ہوگیا ' دول یورپ کے فیصل خانوں میں باہم اختلاف شدید کی افواہ گرم ہے -

---

شذرات

— * —

اغلاط طبع اگر الہلال کی ضخامت دوگنی کردی جاے اور مجھسے کہا جاے کہ تنہا اسکو مرتب کردوں ' تو میں انشاء اللہ دو راتوں کے اندر مرتب کرلونگا ' لیکن اگر الہلال سولہ صفحے کی جگہہ ایک صفحے کا نکلے ' اور مجھسے کہا جاے کہ اسکو صحیح چھاپنے کا ذمہ لو ' تو میں بعذر ایک مدت کے وقفے کے انکار کر دونگا کیونکہ یہ میرے امکان سے باہر ہے -

الہلال آغاز اشاعت سے جسقدر غلط چھپتا ہے ' اسکا مجھے افسوس ہی نہیں ' بلکہ ہر غلطی کا دل پر ایک داغ ہے ' لیکن کیا کروں کہ صحت کی طرف سے بالکل مایوس ہوگیا ہوں - پروف تین تین مرتبہ اور چار چار مرتبہ دیکھے جاتے ہیں اور اکثر اوقات آخری پروف خود بھی دیکھ لیتا ہوں ' لیکن غلط کمپوز کرنے کی نسبت کمپوزیٹروں کی قسم ' نہیں معلوم کیسی سخت و شدید واقع ہوی ہے کہ کسی طرح اپنے اس ظالمانہ میثاق کی عہد شکنی پر آمادہ نہیں ہوتے -

لکھنو کی چھپائی کی نسبت جہاں ٹائپ میں بعض آسانیاں ہیں ' وہاں سخت مشکلات مزید بھی ہیں - ازانجملہ یہ کہ جسقدر غلطیوں کی گنجایش یہاں ہے ' وہاں نہیں - خوشنویس مسودہ ٹھیک پڑھ نہ سکے تاہم سہواً غلط لکھدے ' تاہم اسکے ہاتھ میں قلم ہوتا ہے ' اور جو کچھ لکھتا ہے ' دیکھکر لکھتا ہے - ٹائپ میں مصیبت یہ ہے کہ کمپوزیٹر محض اپنے ہاتھ کی مشق پر کام کرتے ہیں اور بہت کم ایسا ہوتا ہے کہ جن خانوں سے حرف اٹھاکر رکھتے ہیں ' اور جو کچھ کمپوز کر رہے ہیں ' اسکو دیکھتے بھی ہوں - غلطیوں کا پہلا سر چشمہ حروف کی خانوں میں تقسیم ہے - بہت سے حروف غلطی سے دوسرے خانوں میں پڑجاتے ہیں ' علی الخصوص وہ حروف جو باہم کم امتیاز رکھتے ہیں ' مثلاً " ر " اور " ز " اور " ب " اور " پ " جہاں خانوں میں بد نظمی ہوی ' پھر تمام کمپوز غلط ہوا -

سب سے بڑھکر غضب یہ ہے کہ قرآن کریم کی آیتیں اکثر غلط چھپ جاتی ہیں ' جو یقیناً مطبوعات کیلئے صرف غلطی ہی نہیں ' بلکہ ایک پورا جرم اور معصیت ہے - مجھکو کس قدر شرمندگی ہوئی ' جب حضرت مولانا سید ناصر حسین صاحب قبلہ کی نسبت ایک تحریر آئی کہ " وہ الہلال کو نہایت پسند فرماتے ہیں مگر متاسف ہیں کہ قرآن کی آیات بعض اوقات غلط چھپ جاتی ہیں "

مجھکو کمال استغفار کے ساتھہ اقرار ہے کہ آغاز اشاعت سے لیکر اس وقت تک دو مرتبہ خود مجھکو دو آیتوں کی نسبت تشابہ ہوا ' اور چونکہ الفاظ بالکل قریب قریب اور ہم معنی تھے ' عجلت میں لکھہ گیا ' لیکن اسکے علاوہ اور غلطیاں مثل حذف عطف ' و قلب الفاظ (یعلمون کی جگہہ یعملون وغیرہ - یا جیسا گذشتہ پرچے میں " وجنود ابلیس اجمعون " کی جگہہ اجمعین چھپ گیا) انہی حضرات کی عنایت ہے ' جو نہیں معلوم ان سطور کو بھی صحیح کمپوز فرماینگے یا نہیں -

مضامین میں آیات کے لکھنے کا یہ حال ہے کہ گو نجوم الفرقان ہر وقت میرے سامنے پڑی رہتی ہے ' لیکن عجلت تحریر میں ہر آیت کیلئے قرآن کریم کی طرف رجوع نہیں کرسکتا ' محض حافظے پر اعتماد کرکے لکھدیتا ہوں اور ترجمے اور نمبر کی جگہہ خالی چھوڑ دیتا ہوں - آخری پروف میں نمبر تلاش کرکے درج کیا جاتا ہے اور پھر چونکہ انکے دوبارہ تصحیح و مقابلہ کا وقت نہیں ملتا ' اسلیے بعض اوقات نمبروں میں بھی کمپوزر کی غلطی رہگئی ہے ' مثلاً آیت کے نمبر کی جگہہ سورت کا نمبر ' یا اسکے برعکس -

اکثر اوقات ایسا ہوا کہ اخبار کے ڈاک میں ڈالے جانے کے وقت کوئی پرچہ اٹھا کر دیکھا اور ہر سطر میں کثرت اغلاط کے منظر سے اسدرجہ مضطرب الحال ہو گیا کہ جی میں آیا ' پرچے کی اشاعت روک دوں - ادھر عرصے سے چھپ جانے کے بعد دیکھنا ہی نہیں کہ طبیعت کو بے فائدہ دوقت اور تکلیف ہوگی -

تاہم مثل اور بہت سی باتوں کے اسکے لیے بھی سعی جاری ہے -

ہفتۂ جنگ شتلجا کے سامنے کے میدان کی سخت برف باری نے بلغاری لاشوں کے ساتھہ صوفیا اور بلغراد کی دیگ فتوحات کو بھی ٹھنڈا کردیا ' ہفتے کے آغاز میں سقوطری کے متعلق ایک دو خبریں آئیں ' لیکن اسکے بعد سے بظاہر جنگ کی موقوفی کا اعلان ہے -

بلغاریا نے سب سے پہلے تو صلح کی درخواست کی اور دول یورپ کی سلسلہ جنبانی شروع کرائی ' لیکن جب باب عالی نے صاف انکار کردیا تو پھر التواے جنگ کی گفتگو شروع کی - معلوم ہوتا ہے کہ باب عالی نے دول کے اصرار سے اسکو منظور کر لیا ہے ' اور اگر رپوٹر بلغاری فتوحات کے علاوہ اور خبروں میں قابل تصدیق یقین کر لیا جاے ' تو آج کاغذات پر دستخط بھی ہوگئے -

التواے جنگ کی جن شرائط کا ترکی کی طرف سے پیش ہونا بیان کیا جاتا ہے ' وہ باوجودیکہ بلغاریا کے بیان کردہ فتوحات کے بالکل متضاد اور مخالف ہیں ' لیکن پھر بھی بلغاریا نے اس شادمانی کی عجلت کے ساتھہ انکا خیر مقدم کیا ' جیسے کوئی سزا یافتہ مجرم پھانسی کے تختے پر جان بخشی کے فرمان کا استقبال کرے - یہ امر کہ اب تک فی الحقیقت فتح و نصرت کس کی حلیف رہی ہے ؟ شرائط کی نوعیت سے بیک نظر واضح ہوسکتا ہے - تا اختتام میعاد شرائط ترکی اسکی مجاز ہوگی کہ اپنے محصور قلعوں اور خطوط شتلجا وغیرہ میں رسد اور ذخیرۂ جنگ فراہم کرتی رہے ' مگر بلغاریا اور سرویا کیلئے اسکا کوئی ذکر نہیں -

لندن کے ذریعہ جو تار آیا ہے ' اسمیں یہ تصریح موجود ہے ' لیکن صوفیا کی معذوبات کا سرکل اس موقعہ پر بھی حرکت سے باز نہیں رہا اور اس تار کے ساتھہ ہی ایک دوسرا تار بھی شائع کیا گیا ہے ' جسمیں لکھا ہے کہ بلغاریا اپنے لیے سامان جنگ اور ذخیرۂ رسد ایدریا نوپل کے راستے پہنچاتی رہے گی - لیکن ساتھہ ہی اخری سطروں میں اسکا بھی اقرار ہے کہ ایسا ہونا ممکن نہیں ' اسلیے کہ جو راہ پیش نظر ہے ' وہ ترکی فوج کی دسترس سے اسقدر قریب ہے نہ کسی طرح مفید اور محفوظ نہیں سمجھی جاسکتی -

یونان کی نسبت ظاہر کیاگیا ہے کہ التواے جنگ کا سخت مخالف ہے ' اور اسکا واہمہ ' اسکے ہم کلاسا حکومت کے وزیر اعظم ' یعنے مسٹر ابسکویتھہ سے بھی زیادہ قوت خلاقی رکھتا ہے ' چنانچہ اس وقت رات کی تاربرقی میں یونان شاکی ہے کہ یورپین ترکی کی تکلی ازادی کے مقصد میں التوا نے خلل ڈالدیا ' اسکا معظم الشان بیڑہ اور موج کی تعداد عظیم بلغاریا کی مدد کیلئے پا بہ رکاب تھی ' لیکن التواے جنگ کو منظور کرکے گویا اس نے اپنے ضعف اور عثمانی نصرت کا اقرار کر لیا ہے - مجلس گفتگوے التوا میں بھی اسکا کوئی وکیل شریک نہ تھا ' مگر بلقانی ریاستوں نے عاجز آکر صاف صاف کہدیا ہے کہ اگر یونان کو التوا منظور نہیں تو تنہا جنگ جاری رکھے - ہمارے دست وبازو تو اب شل ہوگئے -

وجنود ابلیس اجمعون

ترکی یورپ کی تیزی سے بڑی جنگ کے معرکوں کو اپنے تئیں مثاکر سر کرلے ' لیکن یورپ کی چھوٹی سے چھوٹی صلح کانفرنس کا آسکے پاس کیا علاج ہے ؟ موجودہ جنگ کی ابتدا سے جو مصنوعی رفتار قائم رکھی گئی ' اور جو نتائج دکھلاے گئے ' وہ گویا ایک یورپین کانفرنس کے انعقاد کی پیشتر سے طے شدہ تمہید تھی - اندریا نوپل کی آخری جنگ کے بعد ہی سے بلغاریا نے صلح کی درخواست کردی اور شتلجا کے استحکام کے ساتھہ ہی تمام یورپ پر یہ نئی حقیقت منکشف ہوگئی کہ " یورپ کے امن کیلیے اب صلح ناگزیر اور لازمی ہے " !

بلقانی ریاستوں کی فوج کے مقابلے میں ترکوں سے جو کچھہ بن آیا کرچکے ' لیکن اب یورپ کے شیطان اعظم کی جنود ابلیس کو کس حربے سے روکیں ؟ بظاہر یورپ کے دماتر خارجیہ موجودہ معاملات پر ایک متفق ہیں ' آسٹریا اور روس کا مسئلہ بھی ابتک کچھہ زیادہ رقیع نہیں ' یورپ کی موجودہ سحر سیاست کے سب سے تیرے کاہن ' یعنے سر اڈورڈ گرے نے اپنی جادو کی چھڑی علانیہ ہلانی شروع کردی ہے ' انہوں نے یورپ کو سر انجمن ' دردانیال اور البانیا کے مسائل پر غور و خوض کرنے کی دعوت دی ہے ' اور یقین کیا جاتا ہے کہ لندن میں کانفرنس کا انعقاد ہو -

بظاہر حالات صلح کا مسئلہ ترکی کیلیے ناگزیر ' اور البانیا اور مقدونیا کی آزادی درپیش - صرف دُول یورپ کی وہ مسیحی رقابت جسکو قران کریم نے " واغرینا بین ہم العداوت و البغضاء الی یوم القیامۃ " سے تعبیر کیا ہے ' ایک سہارا ہے جو اس سازش میں خلل ڈال سکتا ہے -

ہمنے کہا کہ اسٹریا روس کا مسئلہ اسوقت تک چنداں وقیع نظر نہیں آتا ' تاہم نظر انداز کردینے کے بھی قابل نہیں - بلقانی کا نفیڈریسی کی باہمی نااتفاقی بھی اندر ہی اندر سلگ رہی ہے - اس وقت کا تار ہے کہ جرمن چینسلر کی ایک تقریر نے پیرس میں ہلچل ڈالدی ہے ' انہوں نے کہا کہ اگر روس ، اسٹریا کے مسئلے کے ترقی کی تو جرمنی اسٹریا کا ساتھہ دینے پر مجبور ہے - وہ صرف

حق کے ساتھہ ہے ' اگر بلقانی ریاستوں سے ترکی پر زیادتی کرائی گئی تو اس صورت میں بھی جرمنی ترکی کا ساتھہ دے گی "

خدا تعالی کی قدرت سے کچھہ بعید نہیں کہ جس طرح مسئلہ مشرقی کا فیصلہ آج نصف صدی سے محض یورپین رقابت کی بدولت ملتوی ہوتا رہا ہے ' اِس موقع پر بھی کوئی غیر متوقع تبدیلی پیدا کردے اور صلح کانفرنس کی کامیابی خطرے میں پڑ جاے - یہ وقت باب عالی کیلیے ایک ایسی آخری آزمایش ہے جو باوجود محصور اجانب و اعدا رہنے کے آجتک کبھی بھی پیش نہیں آئی - مگر افسوس کہ اس وقت ترکی کی قسمت ایک ایسے وزیر اعظم کے ہاتھہ میں ہے ' جسکے پاس اپنے ملک مظلوم کیلئے انگلستان کے احکام کے آگے سر بسجود رہنے کے سوا نہ کوئی سیاست ہے اور نہ کوئی دماغ !

اس وقت سعید پاشا کی زندہ وزارت کی ضرورت تھی ' جس نے مہدوں اٹلی اور اسکے حامیوں کی تمام مدت و زاریوں کو حقارت کے ساتھہ ٹھکرادیا ' جو وہ مسئلہ صلح کے لیے کر رہے تھے ' مگر انگلستان نے بھی اسی دن کے کیلیے سعید پاشا کو راہ سے ہٹا دیا تھا -

بہرحال یہ سب کچھہ اسلام کی اخری سیاسی طاقت کے بقا و فنا کے سوالات ہیں ' اور خواہ کوئی عثمانی وزارت ہو ' لیکن اللہ ' اسکے ملائکہ ' اور چالیس کروڑ مسلمانوں کی لعنت ہو اُس وزارت پر ' جو اس وقت بال برابر بھی ضعف اور کمزوری دکھلاے اور ایک فیصلہ کن موت پر ' ذلت اور مسکنت کی مجروح زندگی کو ترجیح دے !!

ویرحم اللہ عبداً قال آمینا !

آل انڈیا محمڈن کانفرنس

- - * —

اجلاس بست و ششم سنہ ۱۹۱۲ - لکھنؤ

اعلان ہذا کے ذریعہ مشتہر کیا جاتا ہے کہ آل انڈیا محمڈن اینگلو اورینٹل ایجوکیشنل کانفرنس کے چھبیسویں سالانہ اجلاس کے جلسے بہ مقام بارہ دری قیصر باغ لکھنؤ بتاریخ ۲۷ , ۲۸ , ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ منعقد ہونگے اور اونمیں بہت سے اہم تعلیمی مسئلے متعلق مسلمانان ہند جن میں مجوزہ یونیورسٹی کے متعلق مسائل بھی شامل ہونگے ' مباحثہ کے لیے پیش کیے جاینگے - میجر سید حسن صاحب بلگرامی ممبر پنشن یافتہ انڈین میڈیکل سروس صدارت کے لیے منتخب ہوئے ہیں -

استقبالی کمیٹی نے ممبران کانفرنس کے قیام و طعام کا کل ضروری اہتمام اپنے ذمہ لیا ہے اور جملہ ممبران کو دعوت دیتی ہے کہ لکھنؤ تشریف لاکر اجلاس کانفرنس کی شرکت فرمائیں - جو اصحاب اب تک ممبر کانفرنس نہیں ہوئے ہیں مگر آیندہ ممبر اور شریک اجلاس کانفرنس ہونا چاہیں اونکا بھی خیر مقدم کیا جائیگا ' لیکن جملہ اصحاب سے درخواست کیجاتی ہے کہ وہ اپنی شرکت اجلاس کے ارادہ سے جسقدر جلد ممکن ہو ' خاکسار کو مطلع فرماینگے ' تاکہ اونکے قیام و آرام کا ضروری بندوبست کیا جاسکے -

خاکسار سید ظہور احمد وکیل ہائیکورٹ
انریری سکرٹری استقبالی کمیٹی

افكار و حوادث

— * —

ايک هفته فتح قسطنطيه کے انتظار ميں اور بهي گذر گيا ' مگر مسٹر ايسکويتهه بالقابه کي صف ماتم اب تک بچهي هوئي هے - اس هفتے ايک تار تها که برطانيه ميں اس سال برف باري اور سردي کي شدت کا يه حال هے که ابهي سے پاره صفر تک آتر آيا هے - هم نے کها که قدرت کو اس انتظار کے مصائب برداشت کرنے کيليے يهي زمانه چهانٹ کر قرار دينا تها ؟

سرايڈ ورڈ گرے تو فرانس کے ديهاتوں ميں وحشت انتظار کي گهڑياں بهلاتے رهے ' مسٹر اسکويتهه کي نسبت تو کوئي ايسي خبر بهي نهيں آئي -

قرآن کريم نے کفر کے خصائص ميں سے ايک علامت يه بهي بتلائي هے ' که " همرا بما لم ينالوا " انهوں نے اس بات کا اراده کيا ' جس کو حاصل نه کر سکے -

---

اب جبکه شتلجا ميں ايک لاکهه عثماني تلواريں خون کي تشنگي سے بيقرار هيں ' هزاروں بلغاريوں کي لاشيں سڑ سڑ کر تمام بلغاري حدود ميں با وجود برف باري کے هيضه پهيلا رهي هيں ' سترہ برس کے لڑکے اور سال جديد کے رنگروٹ سپاهيوں کي جگهه بهرنے کيليے پکڑے جا رهے هيں ' تو ايک تار برقي ميں يورپ کے مدبرين کي يه راے ظاهر کي جاتي هے که جنگ کا اختتام قدرتي اور ناگزير هو گيا هے ' اور اينده جنگ جاري رکهنا محض جنون اور حماقت هے -

حماقت تو ضرور هے ' کيونکه اب اگر ايک هفته بهي اور جنگ جاري رهے ' تو ترکوں کے نيزے صوفيا کے جگر ميں اتر جائيں ' اور اس منظر کو ديکهنے سے بڑهکر اور کونسي حماقت هو سکتي هے ؟

ليگ معناً تو کب کي دنيا سے رخصت هو چکي تهي ' اب لفظاً بهي داغ مفارقت دے گئي : انا لله و انا اليه راجعون - اس حادثے کو ماتم گساران ليگ نے اپنے بازار سياست کي هڑتال سے تعبير کيا هے ' کيونکه ترکي کے مصائب سے وه بهت غمگين هيں ' اور اسليے بازار بند کرکے گهر ميں بيٹهه رهنے کي تجويز کي گئي هے -

---

اصل يه هے که آج دو سال سے هندوستان کے اندر جو کچهه هو رها هے ' وه ليگ کے پاليٹکس کيليے ايک پهانسي کي رسي تهي هي ' که جنگ بلقان نے مسلمانوں ميں هيجان تازه پيدا کرکے اسے گلے ميں پهنا هي ديا ' اب اگر ليگ کا جلسه هوتا تو قوم کي آواز کا مقابله محال تها - ممکن هے که وه آزادي جسکو ليگ اور ليگ کے مائے خمير علي گڈه نے چاليس سال تک دبايا هے ' بے اختيار زبانوں سے نکلتي ' اور قيامت کبرى قائم هو جاتي - اسيليے ليگ کي امپيريل گورنمنٹ اور گورنمنٹ اف انڈيا ' دونوں نے اسي ميں مصلحت ديکهي که سرے سے جلسے هي کو اڑا ديا جاے -

---

علي گڈه ڈيوٹي کا مکهن وفاداري کي ڈبل روٹي کيليے بهترين دهنيت هے ' اور اب کچهه دنوں سے توس کے دونوں طرف لگايا جاتا هے - جلسه هوتا تو شايد پهولي هوئي ڈبل روٹي نئي آزادي اور بقيه غلامي کي کشمکش کے فشار ميں عجب نهيں که پچک کر رهجاتي -

---

سب سے زياده يه که يونيورسٹي کے حامي کے مقصد کو بهي اس اجتماع سے نقصان عظيم پهنچتا ' يهي کانفرنس ' تو اسي فريب کے پاس برسوں سے رها هي کيا هے که لوگ اسکے لعير دوڑيں گے ؟

جهاں تکک هم کو معلوم هے لهگ کے التوا پر تقريباً تمام قوم بر آشفته هے ' ليکن بر آشفته تو هو ' اس سے هوتا هي کيا هے ؟ ليگ جنگي تهي ' انکے جيب ميں جو آيا ' کرديا ' اگر آپکے اندر کوئي قوت هے تو آپ کيوں هاتهه پر هاتهه دهرے بيٹهے هيں ؟ اگر مسلمان چاهيں تو ليگ کے مهجورہ جلسے سے بهتر اور حقيقي معنوں ميں ايک قائم مقام جلسه لکهنؤ ميں منعقد کر سکتے هيں ' اور اپنے پوليٹکل افکار کے اس اصلي اور ايک هي وقت سے فائده اٹها سکتے هيں -

---

الحمد لله نماز جمعه کيليے سرکاري ملازموں کو چهٹي دينے کي نسبت جو تحريک گذشته دو سال سے مسلمانوں ميں پهيلي هوئي تهي اسکو گورنمنٹ بنگال نے سب سے پہلے منظور فرماکر ايک بڑي اسلامي شکايت دور کردي -

اخيري دنوں کے اندر آنريبل مسٹر اے - کے غزنوي نے اس بارے ميں جو سعي کي ' لائق تحسين و امتياز هے -

ليکن شايد ناظرين ميں سے اکثر صاحبوں کو ياد دلانے کي ضرورت نهيں که اس اشد ترين شکايت اسلامي پر سب سے پہلے کس طرف سے توجه دلائي گئي تهي ؟ ياد هوگا که سب سے پہلے اسکي نسبت جناب مولانا حکيم نور الدين صاحب رئيس جماعت احمديه نے دربار دهلي کے موقعه پر آواز بلند کي تهي ' اور گو اس وقت اس پر توجه نهيں کي گئي ' ليکن بعد کو اکثر اسلامي مجالس اور علي الخصوص ندوة العلما نے ايک رزوليوشن کي صورت ميں پاس کيا - هم جناب حکيم صاحب کو مبارک باد ديتے هيں که انکي آواز بالاخر کارگر هوئي ' اور اگر مسلمان نماز پڑهيں ' تو انکے ليے اب کوئي عذر باقي نهيں رها -

---

عثماني دفتر جنگ کے اعلانات

— * —

قريه يعقوب بک ميں آگ لگا دي گئي

کل رات کو ۱۲ بجے والي (مناستر) کے پاس سے وزير اعظم کو اس مضمون کا تار موصول هوا که ايک هزار بلقانيوں نے (يعقوب بک) نامي ايک گاؤں ميں آگ لگادي تهي - خبر سنکر فوجي دستے روانه کيے گئے ' جنهوں نے ان اشرار کا شيرازه برهم کرديا اور سب بهاگ گئے -

---

عثماني نصرت عظيم

(يانجه) ميں ۲۰ هزار يونانيوں کو شکست فاحش

اسي تار ميں والي موصوف اطلاع ديتا هے که (يانيجه) ميں جيش عثماني نے ۲۰ هزار يونانيوں کو شکست عظيم دي - توپيں اور هر قسم کا سامان جنگ بکثرت غنيمت ميں هاتهه آيا -

۴ دسمبر ۱۹۱۲

عید اضحی

الله اکبر ! الله اکبر ! لا الہ الا الله والله اکبر !
الله اکبر ولله الحمد ! !

(۳)

اسوۂ ابراھیمی و حقیقت اسلامیہ ! جہاد فی سبیل الله و ذھاب الی الله !

فلما اسلما وتلہ للجبین ، ونادیناہ ان یا ابراھیم ! قد صدقت الرویا انا کذالک نجزی المحسنین ، ان ھذا لھو البلاء المبین ، و فدیناہ بذبح عظیم ، و ترکنا علیہ فی الاخرین ، سلام علی ابراھیم ! (۳۷ : ۱۰۳)

(۳)

حقیقت اسلامیہ

سب سے پہلے اس امر پر غور کرنا چاھئے کہ اسلام کی وہ کونسی حقیقت تھی ، جو حضرت ابراھیم کی زندگی پر طاری ھوئی ، اور جس کو قران کریم نے امۃ مرحومہ کیلیے " اسوۂ حسنہ " قرار دیا ؟

اسلام کا مادہ لفظ " سلم " ھے ، جو باختلاف حرکات مختلف اشکال میں آکر مختلف معانی پیدا کرتا ھے ، لیکن لغت کہتا ھے کہ " سلم " (بفتحتین) اور " سلام " کے معنی کسی چیز کے سونپ دینے ، طاعت و انقیاد ، اور گردن جھکا دینے کے ھیں - اسی سے " تسلیم " بمعنی سونپ دینے کے ، اور استسلم (ای انقاد و اطاع) آتا ھے ، اور فی الحقیقت لفظ " اسلام " بھی انھی معانی پر مشتمل ھے - قران کریم میں ان معانی کے شواھد اس کثرت سے ھیں کہ ایک مختصر مضمون میں سب کا استقصا ممکن نہیں ، تاھم ایک دو آیتوں پر نظر ڈالیے تو یہ امر بالکل واضح ھو جاتا ھے - مثلاً احکام طلاق کی آیات میں ایک موقعہ پر فرمایا :

وان اردتم ان تسترضعوا اولادکم فلا جناح علیکم اذا " سلمتم " ما اتیتم بالمعروف - (۲ : ۲۳۳)

اگر تم چاھو کہ اپنے بچے کو کسی دایہ سے دودھ پلواو تو اسمیں بھی تم پر کچھہ گناہ نہیں ، بشرطیکہ دستور کے مطابق انکی ماؤں کو جو دینا کیا تھا ، وہ انکے " حوالے کردو "

اس آیت میں " سلمتم " حوالہ کردینے کے معنی میں صاف ھے - اسی طرح بمعنی اطاعت و انقیاد و گردن نہادن کے بیسیوں جگہہ فرمایا ھے :

ولہ " اسلم " من فی السماوات والارض طوعا وکرھا (۳ : ۱۴۲)

اس اسمان و زمین میں کوئی نہیں جو چار نا چار دین الہی کا حکم بردار اور مطیع و منقاد نہو -

(۲)

وقالت الاعراب امنا ! قل لم تومنوا ، ولکن قولوا " اسلمنا " - (۴۹ : ۱۴)

اور یہ جو عرب کے دیہاتی کہتے ھیں کہ ھم ایمان لاے ، تو انسے کہدو کہ تم ابھی ایمان نہیں لاے (کیونکہ وہ دل کے اعتقاد کامل کا نام ھے جو تمھیں نصیب نہیں) البتہ یوں کہو کہ ھم نے اس دین کو مان لیا -

ھر شے کی اصلی حقیقت وھی ھو سکتی ھے ، جو اسکے نام کے اندر موجود ھو - دین الہی کی حقیقت ، لفظ اسلام کے معنی میں پوشیدہ ھے - لفظ اسلام کے معنے اطاعت ، انقیاد ، گردن نہادن ، اور کسی چیز کے حوالہ کردینے کے ھیں ، پس اسلام کی حقیقت بھی یہی ھے کہ " انسان اپنے پاس جو کچھہ رکھتا ھے ، خدا تعالے کے حوالے کردے - اسکی تمام قوتیں ، اسکی تمام خواھشیں ، اسکے تمام جذبات ، اسکی تمام محبوبات ، حتکہ سر کے بالوں کی جڑ سے لیکر پانوں کے انگوٹھے تک ، جو کچھہ اسکے اندر ھے ، اور جو کچھہ اپنے سے باھر اپنے پاس رکھتا ھے ، سب کچھہ ایک لینے والے کے سپرد کردے - وہ اپنے تمام قواے جسمانی و دماغی کے ساتھہ خدا کے آگے جھک جاے ، اور ایک مرتبہ ھر طرف سے منقطع ھوکر اور اپنے تمام رشتوں کو توڑ کر ، اسطرح گردن رکھدے ، کہ پھر کبھی نہ اٹھے - نفس کی حکومت سے باغی ھو جاے ، اور احکام الہیہ کا مطیع و منقاد "

یہی وہ حقیقت اسلامی کا قانون فطری ھے ، جو تمام کائنات عالم میں جاری و ساری ھے - اسکی سلطنت سے زمین و آسمان کا ایک ذرہ بھی باھر نہیں - ھر شے جو اس حیات کدۂ عالم میں وجود رکھتی ھے ، اپنے اعمال طبیعی کے اندر اس حقیقت اسلامی کی ایک مجسم شہادت ھے - کون ھے جو اسکی اطاعت و انقیاد سے آزاد ، اور اسکے سامنے سے اپنے جھکے ھوے سر کو اٹھا سکتا ھے ؟ اس نے کہا کہ میں " کبیر المتعال " ھوں ، پھر کونسی ھستی ھے جو اسکی کبریائی و جبروت کے آگے اپنے اندر اسلامی انقیاد کی ایک صداے عجز نہیں رکھتی ؟ زمین پر ھم چلتے ھیں ، اور اسمان کو دیکھتے ھیں ، لیکن کیا دونوں اسی حقیقت اسلامی کی طرف داعی نہیں ھیں ؟

ملکوت السماوات و الارض اور حقیقت اسلامی کا قانون عام

زمین کو دیکھو جو اپنے گرد و غبار کے اندر ارواح نباتاتی کی ایک بہشت حیات ھے ، جسکے الوان جمال سے اس حیات کدۂ ارضی کی ساری دلفریبی اور رونق ھے ، جسکی غذا بخشی انسانی خون کیلیے سرچشمۂ تولید ھے ، اور جو اپنے اندر زندگیوں اور ھستیوں کا ایک خزانۂ لا زوال رکھتی ھے ! کیا اسکی وسیع سطح حیات پرور پر ایک ذرہ ھستی بھی ھے ، جو اس حقیقت اسلامی کے قانون عام سے مستثنی ھو ؟ کیا اس کی کائنات نباتاتی کا ایک ایک ذرہ خداے اسلام کے قائم کیے ھوے حدود و نوامیس کا مسلم یعنے اطاعت شعار نہیں ھے ؟

بیج جبکہ زمین کے سپرد کیا جاتا ھے ، تو فوراً لے لیتی ھے ،

کیونکہ اسکے بنانے والے نے اسکو ایسا ہی حکم دیا ہے - لیکن پھر اگر تم وقت سے پہلے واپس مانگو' تو نہیں دیسکتی' کیونکہ اسکا سر خدا کے آگے جھکا ہوا ہے' اور خدا نے ہر بات کیلیے ایک وقت مقرر کر دیا ہے (ولکل اجل کتاب) - پس محال ہے کہ اسکی خلاف ورزی کرے' اور حقیقت اسلامی کے قانون عام کی مجرم ہو -

قانون الہی نے زمین کی قوت نامیہ کے ظہور کیلیے مختلف دور مقرر کر دیے ہیں' اور ہر دور کیلیے ایک وقت خاص لکھدیا ہے - زمین کی درستگی کے بعد اس میں بیج ڈالا جاتا ہے' آفتاب کی تمازت اسکو حرارت پہنچاتی ہے' ابر و ہوا اور موسم موافق کی رطوبت اسکی پیوست میں اعتدال پیدا کرتی ہے' پانی کا بمقدار مناسب حصول اسکے نشو و نما کو زندگی کی تازگی بخشتا ہے - یہ تمام چیزیں ایک خاص ترتیب و تناسب کے ساتھہ اسکو مطلوب ہیں' پھر بیج کے گلنے اور سڑنے' مٹی کے اجزاے نباتاتی کی آمیزش' کونپلوں کے پھوٹنے' انکے بتدریج بلند ہونے' اور اسکے بعد شاخوں کے انشعاب اور پتوں اور پھولوں کی تولید : ان تمام مرحلوں سے اس بیج کا درجہ بدرجہ گذرنا ضروری ہے' اور ہر زمانے کیلئے ایک خاص حالت اور مدت مقرر کردی گئی ہے - یہی تمام مختلف مراحل و منازل زمین کی پیداوار کیلیے ایک شریعت الہیہ ہیں' جسکی اطاعت کائنات نباتات کی ہر روح پر فرض کردی گئی ہے - پھر کیا ممکن ہے کہ زمین ایک لمحہ' ایک منٹ' اور ایک سکنڈ کی مثال کیلیے بھی اس شریعت کے مسلم ہونے یعنے اسکی اطاعت سے انکار کردے ؟ اور پھر اگر اسکی خلاف ورزی کی جاے' تو کیا ممکن ہے کہ ایک دانہ بھی بار آور اور ایک پھول بھی شگفتہ ہو ؟

ایک درخت ہے جو پانچ سال کے اندر پھل لاتا ہے' پھر تم کتنی ہی کوشش کرو' پانچ مہینے کے اندر وہ کبھی پھل نہیں دیگا - ایک پھول ہے' جسکے پودے کو زیادہ مقدار میں حرارت مطلوب ہے' پھر یہ محال ہے کہ وہ سایے میں زندہ رہسکے - کیوں ؟ اسلیے کہ پانچ سال کے اندر اسکا حد بلوغ کو پہنچنا' اور دھوپ کی تمازت میں اسکا نشو و نما پانا' شریعت الہی نے مقرر کردیا ہے' پس وہ مسلم ہے' اور حقیقت اسلامی کا قانون عام اسکو سرکشی و خلاف ورزی کا سر اٹھانے نہیں دیتا :

ولہ من فی السماء والارض کل لہ قانتون (۳۰ : ۲۵)
اور جو کچھہ آسمان میں ہے' اور جو کچھہ زمین میں ہے' سب اسی کا ہے' اور سب اسی کے حکم کے تابع اور منقاد ہیں -

پس فی الحقیقت زمین کے عالم نظم و تدبیر میں جو کچھہ ہے' حقیقت اسلامی ہی کا ظہور ہے :

وفی الارض آیات للموقنین (۵۱ : ۲۰)
اور زمین میں ارباب یقین کیلیے خدا کی ہزاروں نشانیاں بھری پڑی ہیں -

یہ سربفلک پہاڑوں کی چوٹیاں' جو اپنے عظیم الشان قامتوں کے اندر خلقت کائنات کی سب سے بڑی عظمت رکھتی ہیں ! یہ شیریں اور حیات بخش دریا' جو کسی مخفی تعلیم کے نقشے کے مطابق زمین کے اندر کاہ مستقیم' اور گاہ پر پیچ و خم راہ پیدا کرتے رہتے ہیں ! یہ خوفناک و قہار سمندر' جنکی بے کنار سطح مہیب کے نیچے طرح طرح کے دریائی حیوانات کی بے شمار اقلیمیں آباد ہیں ! غور کیجیے کہ کیا سلطان اسلام کی حکومت سے باہر ہیں ؟ پہاڑوں کی چوٹیوں کے سر گو بلند ہیں' مگر اطاعت کے اسلام شعارانہ سر جھکے ہوے ہیں - زمین کا جو گوشہ اور حصہ انکو دیدیا گیا ہے' ممکن نہیں کہ وہ ایک انچ بھی اس سے باہر قدم رکھہ سکیں - انکے ارتقاے جسمانی کیلئے جو غیر محسوس رفتار نمو شریعت الہی نے مقرر کردی ہے' محال ہے کہ اس سے زیادہ آگے بڑھسکیں - انقلابات طبیعیہ کا حکم الہی انکو ریزہ ریزہ کردے' پر وہ اپنی جگہہ سے ہل نہیں سکتے - اسی طرح دریاؤں اور سمندروں کی طرف کان لگائیے کہ انکی زبان حال اس حقیقت اسلامی کی کیسی عجیب شہادت دے رہی ہے ؟ آپنے سمندروں کے طوفانوں اور موجوں کی صورت میں دیکھا ہے کہ پانی کی سرکشیاں کیسی شدید ہوتی ہیں ؟ لیکن اسی سرکش اور مغرور دیو پر جب حقیقت اسلامی کی اطاعت و انقیاد کا قانون نافذ ہوا' تو اس عجز و تذلل کے ساتھہ اسکا سر جھک گیا' کہ ایک طرف میٹھے پانی کا دریا بہہ رہا ہے' اور دوسری طرف کھارے پانی کا بحر ذخار ہے - دونوں اس طرح ملے ہوے ہیں کہ کوئی شے ان میں حائل نہیں' مگر نہ تو دریا کی یہ مجال ہے کہ سمندر کی سرحد میں قدم رکھے' اور نہ سمندر باایں ہمہ قوت و قہاری اس کی جرأت رکھتا ہے کہ اپنی سرکش موجوں سے اسپر حملہ کرے :

مرج البحرین یلتقیان بینہما برزخ لا یبغیان' فبای آلاء ربکما تکذبان ؟ (۵۵ : ۱۷)
اس نے کھارے اور میٹھے پانی کے دو سمندروں کو جاری کیا کہ دونوں آپسمیں ملے ہوے ہیں' مگر پھر بھی ایک دوسرے سے مل نہیں سکتے' کیونکہ دونوں کے درمیان اس نے ایک حد فاصل مقرر کر دی ہے -

دوسری جگہہ فرمایا :

وہو الذی مرج البحرین ہذا عذب فرات' و ہذا ملح اجاج' وجعل بینہما برزخا وحجرا محجورا (۲۵ : ۵۵)
اور وہی قادر مطلق ہے' جس نے دو دریاؤں کو آپسمیں ملادیا' ایک کا پانی شیریں و خوش ذائقہ اور ایک کا کھارا کڑوا' اور پھر دونوں کے درمیان ایک ایسی حد فاصل اور روک رکھدی کہ دونوں باوجود ملنے کے بالکل الگ رہتے ہیں !

اب نظر ذرا اوپر اٹھاؤ' اور ملکوت السماوات کے ان اجرام عظیمہ کو دیکھو' جنکے مرئیات مشہدہ سے یہ سطح نیلگوں' ادراک انسانی کا سب سے بڑا منظر تعبیر ہے - یہ عظیم الشان قہرمان تجلی' جو روز ہمارے سروں پر چمکتا ہے' جسکی فیضان بخشی حیات تمیز قرب و بعد سے ماورا ہے' جسکا جذب و انجذاب کائنات عالم کیلیے مرکز نظم ہے' جسکا سرچشمۂ ضیا و نور اجسام سماویہ کے لیے تنہا وسیلۂ ظہور ہے' اور جسکا قہر حرارت کسی تجلی گاہ حقیقی کا سب سے بڑا عکس و ظلال ہے : غور کرو تو اپنے اندر حقیقت اسلامی کی کیسی موثر شہادت

مجال رکھتا ہے ؟ وہ جسکی جبروت وعظمت کے آگے تمام کائنات عالم کا سر جھکا ہوا ہے کیسے مسلم شعارانہ انکسار کے ساتھ فاطر السموات کے آگے سر بسجود ہے کہ ایک لمحے اور ایک عشر دقیقے کیلیے بھی اپنے اعمال و افعال کے مقرر کردہ حدود سے باہر قدم نہیں رکھہ سکتا :

تبارک الذي جعل في السماء بروجاً وجعل فیہا سراجاً وقمرا منیرا (۲۵ : ۶۲)

کیا مبارک ہے ذات قدوس اسکی جس نے آسمان میں (گردش سیارات کے) دائرے بنائے اور اسمیں آفتاب کی مشعل روشن کردی اور نیز روشن و منور چاند بنا یا !!

پھر اسی طرح اور تمام اجرام سماویہ کو دیکھو اور انکے افعال و خواص کا مطالعہ کرو ! انکے طلوع و غروب ' ایاب و ذہاب ' حرکت و رجعت ' جذب و انجذاب ' اثر و تاثر اور فعل و انفعال کے لیے جو قوانین رب السماوات نے مقرر کردیے ہیں کس طرح انکی اطاعت و انقیاد کی زنجیروں میں جکڑے ہوے ہیں ؟ یہی قوانین ہیں جنکو قرآن کریم " حدود اللہ " کے لفظ سے تعبیر کرتا ہے ' اور یہی " دین قیم " ہے جو تمام نظام کائنات کیلیے بمنزلۂ مرکز قیام و ثبات ہے - عالم ارضی و سماوی کا کوئی مخلوق نہیں جو اس دین الہی کا پیرو نہو ' اور آفتاب سے لیکر خاک کے ذرے تک کوئی نہیں جو اسکی اطاعت سے انکار کرے -

الشمس والقمر بحسبان ' والنجم والشجر یسجدان ' والسماء رفعہا ووضع المیزان ' الا تطغوا في المیزان - (۵۵ : ۴)

اسی کے حکم سے سورج اور چاند ایک حساب معین پر گردش میں ہیں ' اور تمام عالم نباتات کے سر اسی کے آگے جھکے ہوے ہیں اور اسی نے آسمان کو بلندی قرار دیا اور (قانون الہی) کا میزان بنایا تاکہ تم لوگ اندازہ کرنے میں حد عدل سے متجاوز نہو -

پس نظام شمسی میں جسقدر نظم و تدبیر ہے ' سب اسی " حقیقت اسلامی " کا ظہور ہے - حقیقت اسلامی کی اطاعت و انقیاد نے ہر مخلوق کو اپنے اپنے دائرۂ عمل میں محدود کردیا ہے ' اور ہر وجود سر جھکاے ہوے اپنے اپنے فرض کے انجام دینے میں مشغول ہے - اگر زمین اپنے محور پر حرکت کرتی ہوی اپنے دائرے کا چکر لگاتی ہے ' اگر آفتاب کی کشش اسکو ایک بال برابر بھی ادھر ادھر نہیں ہونے دیتی ' اگر ہر ستارہ اپنے اپنے دائرۂ حرکت کے اندر ہی محدود ہے ' اگر تمام ستاروں کی باہمی جذب محیط ہمیشہ اس تسویہ و میزان کے ساتھ قائم رہتی ہے ' کہ عظیم الشان قوتوں کے یہ پہاڑ آپسمیں نہیں ٹکراتے ' اگر انکی حرکت و سیر کی مقدار اور اوقات مقررہ میں طلوع و غروب ' ایک ایسا ناممکن التبدیل قانون ہے ' جسمیں کبھی کمی بیشی نہیں ہوتی ' اور اگر :

لا الشمس ینبغي لہا ان تدرک القمر ' ولا اللیل سابق النہار ' وکل في فلک یسبحون (۳۶ : ۴۰)

نہ تو آفتاب کے اختیار میں ہے کہ چاند کو جالے ' اور وہ رات کے بس میں ہے کہ دن سے پہلے ظاہر ہوجاے ' اور تمام اجرام سماویہ اپنے اپنے دائروں کے اندر ہی پیر رہے ہیں '

تو پھر اسکے کیا معنے ہیں ؟ کیا یہ اعمال کائنات اس امر کی شہادت نہیں ہیں کہ دنیا میں اصلی قوت صرف " اسلام " ہی کی قوت ہے ' اور اس عالم کا ہر وجود صرف اسلیے زندہ ہے کہ وہ " مسلم " ہے ' اور حقیقت اسلامی اس پر طاری ہوچکی ہے ؟ ورنہ اگر ایک لمحہ کیلیے بھی اس حقیقت کی حکومت دنیا سے اٹھ جاے ' تو تمام نظام عالم درہم برہم ہوجاے :

افغیر دین اللہ یبغون ولہ اسلم من

کیا یہ دین الہی کو چھوڑ کر کسی اور کے آگے سر جھکانا چاہتے ہیں ؟

في السماوات والارض طوعا وکرہا والیہ ترجعون (۳ : ۱۴۲)

حالانکہ اسمان و زمین میں کوئی نہیں جو اس دین الہی کا مسلم یعنے مطیع و منقاد نہو -

اور اسمان و زمین پر کیا موقوف ہے ' اگر خود اپنے اندر بھی دیکھیے ' تو جسم انسانی کا کونسا حصہ ہے ' جس پر حقیقت اسلامی طاری نہیں ؟ خود آپکو تو اسکے آگے جھکنے سے انکار ہے ' لیکن اسکی خبر نہیں کہ آپکے اندر جو کچھہ ہے ' اسکا ایک ایک ذرہ کس کے آگے سربسجود ہے ؟ دل کیلیے یہ شریعت مقرر کردی گئی کہ اپنے قبض و بسط سے جسم کے تمام حصوں میں خون کی گردش جاری رکھے ' کہ اسکا اضطراب والتہاب ہی روح کے سکون حیات کا ذریعہ ہے - نیز حرکت کی ایک مقدار مقرر کردی ' اور خون کے دخل و خرچ کیلیے ایک پیمانۂ اعتدال بنا دیا - پھر ذرا اپنے بائیں پہلو پر ہاتھہ رکھکر دیکھیے کہ اس عجیب و غریب مضغۂ گوشت نے کس استغراق و محویت کے ساتھہ حقیقت اسلامی کا سر جھکا دیا ہے کہ ایک لمحہ کیلیے بھی اس سے غافل نہیں ' اور اگر ایک چشم زدن کیلیے بھی سرکشی کا سر اٹھاے ' تو نظام حیات بدن کا کیا حال ہو ؟ اسی طرح کارخانۂ جسم کے ایک ایک پرزے کے تشریحی فرائض پر نظر ڈالیے اور دیکھیے کہ آپکے اندر سر سے لیکر پاؤں تک جسقدر زندگی ہے ' اس حقیقت اسلامی ہی کے نظام سے ہے - آنکھوں کا ارتسام انعکاس ' کانوں کی قوت سامعہ ' معدے کا فعل انہضام ' اور سب سے بڑھکر طلسم سراے دماغ کے عجائب و غرائب ' سب اسی لیے کام دے رہے ہیں کہ " مسلم " ہیں ' اور حقیقت اسلامی کے اطاعت شعار - آپکے جسم کی رگوں کے اندر جو خون دوڑ رہا ہے ' کبھی آپنے یہ بھی سونچا کہ کس کے حکم کی سطوت و جبروت ہے ' جو اس کو لیل و نہار دوڑا رہی ہے ؟ :

وفي انفسکم افلا تبصرون ؟ (۵۱ : ۲۱)

اگر باہر کی طرف سے تمہاری آنکھیں بند ہیں تو کیا اپنے نفس کے اندر بھی نہیں دیکھتے ؟

اور یہی اشارہ ہے ' جو اس آیت کریمہ میں کیا گیا ہے کہ :

سنریہم آیاتنا في الآفاق وفي انفسہم ' حتی یتبین لہم انہ الحق - (۴۱ : ۵۳)

ہم اپنی نشانیاں عالم کائنات کے مختلف اطراف و جوانب میں بھی دکھلائیں گے ' اور انسان کے نفس کے اندر بھی ' یہاں تک کہ ان پر ظاہر ہوجاے گا کہ یہ دین الہی برحق ہے -

اور یہی حقیقت اسلامی کی وہ اطاعت شعاری ہے ' جس کو لسان الہی نے عالم کائنات کی تسبیح و تقدیس سے تعبیر کیا ہے - کیونکہ فی الحقیقت اس عالم کا ہر وجود اپنے فناے اسلامی کی زبان حال سے اس سبوح و قدوس کی عبادت میں مشغول ہے :

تسبح لہ السماوات السبع والارض ومن فیہن ' وان من شيء الا یسبح بحمدہ ' ولکن لا تفقہون تسبیحہم ' انہ کان حلیما غفورا (۱۷ : ۴۵)

تمام آسمان اور تمام زمینیں ' اور جو کچھہ انکے اندر ہے ' سب کے سب اسی خدا کی تسبیح و تقدیس میں مشغول ہیں ' اور کائنات میں کوئی چیز نہیں جو زبان اطاعت سے اسکی حمد و ثنا اور تسبیح و تقدیس نہ کرتی ہو ' مگر انکی اس آواز کو نہیں سمجھتے اور اسپر غور نہیں کرتے -

جنگ بلقان اور دول یورپ

— * —

انگلستان اور اسلام

(۱)

ایک محرم سیاست انگریز اہل قلم کا انکشاف حقیقت
اور الہلال کے تنا صاف و آرا کی توثیق

— * —

جنگ بلقان کی حقیقت ' اور کیونکر یہ جنگ وقوع میں آئی ' اسکی پوری کیفیت میں اپنے پچھلے مہینے کے مراسلے میں مفصل بیان کر چکا ہوں کہ یہ جنگ محض ایک خود غرضانہ سازش کا نتیجہ ہے ' جس میں روس ' انگلستان ' اور اطالیہ ؛ تینوں حکومتیں برابر کی شریک ہیں - میں اس حقیقت کو آشکارا کر چکا ہوں کہ جب ان تینوں حکومتوں نے دیکھا کہ سلطنت عثمانیہ جنگ طرابلس کو موقوف کرنے اور ان شرطوں کو جو اطالیوں نے صلح کے لئے پیش کی تھیں' منظور کرنے پر کسی طرح راضی نہیں ہوتی ' تو انہیں یہ فکر دامنگیر ہوئی کہ کوئی چال ایسی چلنی چاہیے ' جس سے باب عالی کو خود بخود مجبور ہوکر اطالیوں کی شرطوں کو مان لینا اور ان کے آگے سر تسلیم خم کر دینا پڑے - آخر میں میں دکھا چکا ہوں کہ یہی سازش عملی ترکیب کی صورت اختیار کرکے جنگ بلقان کی شکل میں نمودار ہوئی - بانیان سازش کو اس کا شان و گمان تک نہ تھا کہ یہ ترکیب عملی اسدرجہ کامیاب ہو جائیگی - بالخصوص سر اڈورڈ گرے کو تو شاید کبھی اس کامیابی کا خواب تک نہ نظر آیا ہوگا - انہوں نے اس سازش میں صرف اس خیال سے شرکت کرلی تھی کہ ترکوں سے ہار منوالینے کے لئے بلقانی ریاستوں کی طرف سے جنگ کی ایک مختصر سی دھمکی بس کریگی - ادھر بلقانیوں نے جنگ کی داستاں چھیڑی ' ادھر باب عالی مضطرب الحال ہوگئی اور اس نے ڈر کے مارے سہم کر اور آنکھیں بند کرکے جھٹ شرائط صلح کی منظوری پر دستخط کردیے ! کہاں کی جنگ اور کیسی لڑائی ؟ یہاں تک نوبت ہی نہ آسکی - انگلستان کا دیرینہ دوست کامل پاشا تو انگلستان کے ہر فرمان کو سر آنکھوں سے بجا لانے کے لئے کب کا کمر باندھے کھڑا تھا ' لیکن اسکا کچھ بس نہیں چلتا تھا ' کیونکہ نوجوان ترکوں کا فریق ان حکموں کی بجا آوری کا کسی طرح موقع ہی نہیں دیتا تھا - اب بھی باوجود اس کے کہ بلغاریا میں لڑائی کا جن ہر ننھے منے کے سر پر سوار ہوگیا تھا ' اور جنگ ! جنگ ! کی پکار ہر گلی کوچے سے آرہی تھی - ممکن نہ تھا کہ یہ سازش کامیاب ہو جاتی اگر روس اور اطالیہ دونوں ملکر شاہ مانٹی نگرو کو ' جو شاہ اطالیہ کا خسر ہے - شہ دے دے کر نہ ابھارتے اور گھبراہٹ کی حالت میں جلدی جلدی اسے میدان کارزار میں دھکیل کر خود اسیکی زبان سے جنگ کا اعلان نہ کروادیتے -

اس بات کا صاف طور پر پتہ نہیں چلتا کہ سر اڈورڈ گرے اس آخری کارروائی میں بھی شریک تھے یا نہیں - مگر میرا تو خیال ہے کہ بالمورل میں جب انہیں موسیو سازانوف (وزیر روس) کی زیارت کا افتخار حاصل ہوا تھا ' تو منجملہ اور بہت مباحثوں کے انہوں نے اس کارروائی کا تذکرہ بھی ضرور کیا ہوگا - اگرچہ آخری وقت سر اڈورڈ ہندوستان کے مسلمانوں کی اس عام برافروختگی و آشفتگی سے ڈر گئے ' جس کا اظہار ان کی روسیوں کے ساتھہ اس درجہ علانیہ دوستی اور شرکت پر کیا جانے لگا تھا اور اس کارروائی کو عمل میں آنے سے روکدینا چاہا ' لیکن اب یہ ارادہ لا حاصل تھا اور وقت ہاتھ سے نکل چکا تھا -

جنگ طرابلس کی تمام خونریزیوں کے لئے تو سر اڈورڈ اور انگریزی حکومت ' دونوں قابل الزام رہ ہی چکے ہیں - اب جنگ بلقان بھی جوں جوں ترقی کرتی جاے گی ' اور بندگان الہی کا جتنا کچھ خون اس جنگ میں بہتا جائیگا ' اسکے لئے بھی سر اڈورڈ گرے اور موجودہ انگریزی حکومت اسی درجے تک مورد الزام رہے گی ' جس درجے تک کہ دیگر طاقتیں اور ریاستیں ہیں - پس مناسب ہے کہ تمام اسلامی دنیا کو حقیقت حال کا اب پورا پورا علم ہو جاے -

پارسال انگلستان کے اختیار میں تھا کہ جس وقت چاہتا اپنے جنگی بیڑے کو بحر قلزم کی طرف حرکت دیدیتا اور اطالیوں کے ترکی حدود پر نامردانہ حملے کی ہمیشہ کیلئے جرأت کو روکدیتا - مگر وہ ایسا کاہے کو کرنے لگا تھا ؟

میرا خیال ہے کہ روس اور اطالیہ کے ساتھہ انگریزی گورنمنٹ کے شریک اور انکا ساتھی بنجانے کا اصلی سبب دنیا کو پوری طرح معلوم نہیں ہے - مجھسے سن لیجیے کہ وہ کیا تھا - قسطنطنیہ کی وزارت سعید پاشا میں جرمنی کی طرفداری کی ہوا زوروں کے ساتھہ چل رہی تھی ' اور یہ خیال بھی شاید کیا جا رہا تھا کہ سارا بیکا کا بندر گاہ طبروق ایک مدت معینہ کے لئے قیصر جرمنی کو اجارے پر دیدیا جاے تاکہ وہ اسے کوئلے کی ایک تجارت گاہ اور جنگی جہازوں کا ایک اسٹیشن بنالے - یہ افواہ اڑتی اڑاتی ہمارے محکمۂ خارجہ کے دفتر تک بھی پہنچ گئی - بس پھر کیا تھا ! سر اڈورڈ گرے ' جنکی ساری مدبری کا راہبر اور رہنما وہ خوف ہے جو جرمنی کی طرف سے ان کے دل میں سمایا ہوا ہے ' اور جن کی روح جرمنی کا نام سنتے ہی کانپ اٹھتی ہے - ڈر کے مارے حواس باختہ ہوگئے ' اور اسی سراسیمگی کی حالت میں جھٹ اطالیوں کو دن دہاڑے ڈکیتی کی نہ صرف رضامندی ہی دیدی بلکہ بہت دور تک ان کے حامی بھی بن گئے - انہوں نے شاید خیال کیا ہوگا کہ اگرچہ اس حمایت میں بھی خطرہ ہے ' مگر اتنا نہیں ہے ' جتنا خدا نخواستہ جرمنی سے مقابل ہو جانے میں ہے - اسی خیال سے لارڈ کچنر بہادر کو جھٹ پٹ مصر بھی بھیجدیا گیا ' تاکہ وہ وہاں برطانیہ کی موجودہ غیر جانب داری بزور قائم رکھیں ' اور اس طرح اطالیوں کی مہمات میں ان کی مدد کریں - مجھے یقین واثق ہے کہ یہی وہ سچا اور اصلی سبب تھا ' جس نے انگلستان کو ایک ایسی برائی میں شریک کردیا ' جس سے غالباً کوئی بھی مسلمان کسی حال میں درگذر نہیں کرسکتا -

میں پھر ڈنکے کی چوٹ کہتا ہوں کہ انگلستان اطالیوں کی اس نئی صلیبی لڑائی کو ابتدا ہی میں ایک ذرا سی گھڑکی سے روک سکتا تھا - اس کا اطالیوں کو ایک اشارہ کافی سے زیادہ ہوجاتا مگر انگلستان نے ایسا نہیں کیا ' بلکہ اسکے خلاف اطالوی فوج کو طرابلس کے میدان میں اترنے دیا - اس مداخلت بیجا کے لیے انہیں تنبیہ و سرزنش کرنا ایک طرف رہا ' اپنی موافقت اور رضامندی دے کر اور انکے حوصلے بڑھا دیے - علاوہ بریں صرف اپنی ناطرف داری کے اعلان ہی پر قانع نہیں رہا ' بلکہ ساتھہ ہی اس پر بھی زور دیا کہ مصر - جو خدائی قانون سے قطع نظر کرکے قوانین بین الملی کی رو سے بھی سلطنت عثمانیہ کو مدد پہنچانے کا پابند ہے - غیر جانب داری کا اعلان کرے ' اور اس ترکیب سے افریقہ کی عثمانی فوج تک خشکی کی راہ سے کمک پہنچنے کا راستہ بالکل بند کردیا جاے - بعد ازاں جب دیکھا کہ اتنی حمایت سے بھی کام نہیں بنتا ' اور اطالی اپنے شکار کو لقمہ بنانے میں کامیاب نہیں ہوسکتی ' تو سر اڈورڈ اور ہمارے محکمۂ

ترکیب بند

—:*:—

از حضرۃ مولانا شبلی نعمانی مد فیوضہ

—):*:(—

اے کہ نیرنگ سرا پردۂ عالم دیدی * جاہ کیخسرو و فر حشم جم دیدی
گونہ گون بازی گردون بہ نگہ آوردی * پیکر آرائی این در شدہ طارم دیدی
مسند آرائی جم را بہ نظر آوردی * تاج سلجوق و خم طرۂ دیلم دیدی
داستانہائے جہانگیری خسرو خواندی * زور بازوئے کمند افگن رستم دیدی
فر افسر و دیہیم تماشا کردی * سر بر افراختن رایت و پرچم دیدی
ہم جہانگیری شمشیر و سنان بشنیدی * ہم طرازندگی خامہ و خاتم دیدی
الغرض ہرچہ جہان را سر و سامان باشد * ہمہ را دیدی و خود گیر کہ پیہم دیدی
خود گرفتیم کہ در جلوہ گہ دولت و جاہ * آنچہ ہرگز نتوان دید تو آن ہم دیدی

لیک بالا تر ازین جملہ جہانے دگرست
کہ درو کالبدے دیگر و جانے دگرست

عالمے ہست کہ آنجا سخن از جان باشد * عالمے ہست کہ دردش ہمہ درمان باشد
عالمے ہست کہ ہر ذرہ ازو یابد فروغ * پنجہ در پنجۂ خورشید درخشان باشد
عالمے ہست کہ آن جا نہ رہ و رسم ایاز * چرخ و انجم ہمہ سر بر خط فرمان باشد
خاک او معتکف دیلم و سلجوق نبود * درگہش سجدہ گہ قیصر و خاقان باشد
سخن آنجا رود از منبر و محراب دعا * گر حکایت ہمہ از گنبد و ایوان باشد
تو حدیث از جم و کیخسرو و دارا گوئی * سخن آنجا ز مسیح و ز سلیمان باشد
سامری دم نتواند زدن آنجا کہ خود او * پنجہ بر تافتۂ موسی عمران باشد
داستانہای تو افسانۂ شاہ است و وزیر * حرف آن بزم ز پیغمبر و یزدان باشد
گفتگوئے تو ز توقیع و ز دیوان و ادعا * سخن از وحی و ز الہام و ز فرقان باشد
تو حدیث از جم و دارا سرائی و آنجا * گفتگو از عمر و حیدر و عثمان باشد
ہیبت دارا عدل عمری برگوید * گر حکایت ز دم خنجر خاقان باشد
تو بہ فرمودۂ اسپنسر و بیکن نازی * سخن آنجا ہمہ از گفتۂ یزدان باشد
کم ز آئین جہانداری سولن نبود * آن اساسے کہ بسر آوردۂ نعمان باشد
زین دو عالم کہ ترا در نظر آمد اکنون * تو کرا خواہی و کارت بچہ عنوان باشد

ہان مگوئیم کہ آن گیری و این بگذاری
حیف باشد کہ تو سر رشتۂ دین بگذاری

خوش بود این کہ ترا جاہ و حشم ہم باشد * لیک حیف است اگر حرمت دین کم باشد
ملک و دین ہر دو بہا گشتۂ [illegible] ہم اند * اندران کوش کہ این باشد و آن ہم باشد
بایدت سعی بدان سان کہ بہر داوریے * دین و دنیا بہم آمیزی و توام باشد
شرط اسلام نباشد کہ بہ دنیا طلبی * التفات تو بہ دین نبوی کم باشد
روز بازار بود فلسفہ و ہندسہ را * نامۂ شرع پراگندہ و درہم باشد
رسم اسلام نباشد کہ بتحصیل علوم * ہیئت و ہندسہ بر شرع مقدم باشد
نکتۂ شرع بہ افسانہ باور نکنی * یورپ ار گپ زند آن نیز مسلم باشد
حل ہر مسئلۂ فقہ ز یورپ طلبی * شرع پیش تو ز تقویم کہن کم باشد
وین نہ ہیچی کہ ز آئین خرد دور بود * اینکہ بیگانہ بہ ہمرازی محرم باشد
از ابوبکر و عمر ہیچ بہ یادت ناید * گرچہ بزم تو از سیزر اعظم باشد
ور سخن بگذرد از سیرت و شان نبوی * ہرچہ گوئی ہمہ از گفتۂ ولیم باشد
آنچہ حق بینی ترا در نظر آید باطل * آنچہ شہد است بکام تو ہمہ سم باشد

کار ملت ہمہ آشفتہ و ابتر گشتہ است * صف جمعیت ما ہم صف ماتم باشد
آن کہ خود خاتمۂ زندگیش ' این شدہ است * آہ کز امت پیغمبر خاتم باشد

تو دریں غم کہ زر و زور و زمین نگداریم
ما دریں فکر کہ سر رشتۂ دین نگداریم

درد دین گر قدرے نیز بود بس باشد * زان گذشتیم کہ بسیار و فزون می باید
کار امروز بہ فردا نتوان وا گذاشت * زین سپس انچہ توان کرد کنون می باید
فرصت از دست بشد ہر چہ کنی زود بکن * این نہ کاری کہ در و صبر و سکون می باید
این چنین کار نہ تمکین و سکون بر تابد * اندکے نیز دریں شیوہ جنون می باید
کار ملت نہ بہ افسانہ و افسون باشد * سینۂ سوختہ و درد درون می باید
شدہایا وقت دعا شد قلم از دست بنہ * آہ پر سوز ' و دل آغشتہ بہ خون می باید

ما نہ آنیم کہ جاہ و حشمے می خواہیم
داورا از تو نگاہ کرمے می خواہیم

(بقیہ مضمون صفحہ ۸)

خارجہ نے دفتر نے اطالیوں کو ساحل عرب پر کھلے بندوں گولہ باری کرنے کی پوری پوری اجازت مرحمت فرمادی - پھر جب اس سے بھی مقصد برآری ہوتی نظر نہ آئی ' تو نا طرفدارانہ حمایت کا ایک قدم اور آگے بڑھا ' اور پہلے جزائر ابحیین اور پھر جزیرۂ رودس پر قبضہ کرلینے کی ترکیب انہیں سجھادی - اور آخر میں درۂ دانیال پر گولہ باری کی دھمکی کا بھی خیال اُن کے دل میں القا کردیا - لیکن یہ ساری ترکیبیں بے سود ثابت ہوئیں ' اصلی مطلب اسی ایک سے بھی پورا نہوا -:

اطالیوں کے ان تمام دزدانہ اور راہزنانہ حملوں کے لیے انگلستان آئندہی مجرم اور جواب دہ ہے جیسا کہ پولیس کا وہ جوابدار اُس چور کے جرم کے لیے قرار دیا جاسکتا ہے' جسے وہ اپنے ساتھہ اتفاق کر کسی گھر پر نقب زنی کرنے کے لیے چھوڑ دے - گھر بھی ایسا ' جسکی حفاظت کے لیے خود یہی جوابدار اس جگہہ متعین کیا گیا ہو !

بالاخر جب سر اڈورڈ گرے نے دیکھا کہ نوجوان ترکوں کی مجلس پر ان سارے دھمکیوں کا ذرا بھی اثر نہیں پڑتا ' اور وہ ٹس سے مس نہیں ہوتی بلکہ حب الوطنی کے جوش میں بدستور بھری ہوئی ہے ' تو اُنھوں نے روسی حکومت کے ساتھہ ایک دوستانہ قرار داد کرلی ' جسکا پہلا اور فوری مقصد یہ تھا کہ کسی نہ کسی طرح سعید پاشا کی وزارت کو اقتدار سے گرادے ' اور اُسکی جگہہ کوئی ایسی مجلس قائم کرادے' جس کے ارکان انگریزی احکام کے پورے مطیع اور فرمانبردار ہوں - روسی حکومت نے پہلے تو البانیا میں فتنہ و فساد پھیلایا - پھر فوجوں کو یہ اُمید دلا کر غدر برپا کرانے کی تدبیر کی جانے لگی کہ معزول سلطان عبد الحمید پھر سے تخت پر بٹھایا جائیگا - خوش قسمتی سے باب عالی نے عبد الحمید کو سالونیکا سے قسطنطنیہ لا کر پہلے سے زیادہ محفوظ مقام میں مقید کردیا اور اس طرح اس فساد کی جڑھی کاٹ دی - اسکے بعد بلقانی ریاستوں کو جنگی سامان بہم پہنچانے اور لڑائی کی تیاریاں کرنے پر ابھارا ' یہ سارے دسائس روسیوں کے تھے ' مگر اسمیں انگریزوں کا اشارہ بھی کام کر رہا تھا - اُس کارروائی سے جو نتیجہ منتظر تھا وہ بالاخر نکل آیا ' اور قسطنطنیہ میں ایک ایسی وزارت قائم ہوگئی ' جسمیں سب سے زیادہ اقتدار کامل پاشا جیسے یورپین سیاست کے حلقہ بگوش غلام کو حاصل ہے -

سر اڈورڈ گرے کو اس بات کا پورا یقین اور اس خیال پر کامل بھروسہ تھا کہ کامل پاشا طرابلس کے ان عربوں کو جنھیں اطالوی اب تک شکست نہ دے سکے تھے ' ان کی قسمت پر چھوڑ کر اٹلی کی پیش کردہ شرائط صلح منظور کرلیگا ' اور اس طریقے سے سلطان کے اس شاہانہ اقتدار کو جو اسے ایک خالص اسلامی سرزمین پر حاصل ہے - کمینہ پن کے ساتھہ حملہ آوروں کے حوالے کر دیگا - کامل پاشا جو یہودی الاصل ہے' اور جو مدتوں انگلستان کا پناہ گزیں اور نمکخوار رہچکا ہے ' قدرتی طور پر ایسی توقعات اور امیدوں کا مستحق تھا -

سر اڈورڈ گرے کا یہ خیال کہ کامل پاشا سلطان کو دھوکا دینے اور اپنے کو خلافت کا خائن ثابت کرنے میں کوتاہی نہ کریگا ' غلط نہ تھا - مگر اس کا پورا نتیجہ جلد ظاہر نہ ہوا - قسطنطنیہ میں اسلامی جذبات اتنے کمزور نہ تھے ' جو کامل پاشا کی کوششوں سے دب جائے - پس اسکے لئے اس سے بھی زبردست دباو اور تحکمانہ دھمکی کی ضرورت ہوئی -

اس اینگلو رشین " اطالوی " سازش کے سب سے اخیر جلسے میں جنگ بلقان صرف دھمکی ہی کی صورت میں نہیں رہی ' بلکہ اسکی ابتدا بھی کردی گئی - بلغاریا اور سرویا پر ایک حد تک (آسٹریا) کا رعب غالب تھا ' اور اگرچہ ان ملکوں میں جنگ کا صفراوی مادہ عوام میں حد سے زیادہ زور کر آیا تھا ' پھر بھی یہاں کے بادشاہوں پر اس کا اثر زیادہ نہیں پڑا تھا - دونوں اپنے کو روکے ہوئے بیٹھے تھے ' مگر شاہ مانٹی نگرو ' جسکی بیٹی ملکۂ اطالیہ ہے ' اس بات پر آمادہ ہوگیا اور داماد کی خاطر آسٹریا کی بھی ناراضگی کا خیال دل سے بھلادیا " سلطان کو آخری دھمکی اعلان جنگ ' اور عملی مخاصمانہ کارروائی کے ذریعے دیدی گئی ' اور آج ہم سن رہے ہیں کہ وہ شرمناک معاہدہ جسکا مطالبہ سلطان سے کیا گیا تھا - اطالویوں کے ساتھہ ہورہا ہے اور اُس پر منظوری کے دستخط بھی کیے جا رہے ہیں ! میری رائے تو یہ ہے کہ عثمانی خلافت کے اس بقیہ اسلامی اقتدار کا جو اسے بحیثیت حکومت کے حاصل ہے ' اس کارروائی کے ذریعے بالکل خاتمہ کردیا گیا '

باقی آیندہ

شانِ عثمانیہ

اقرار حقیقت

—:*:—

مسٹر ارشمیڈ بارتلٹ کا مراسلۂ تلغرافی

— * —

(بسلسلۂ اشاعت گذشتہ)

صبح ہی کے وقت مجھے عبد اللہ پاشا کے ساتھہ ایک مختصر سی گفتگو کرنے کا موقع ملا - بظاہر اگرچہ وہ ہر طرح مطمئن معلوم ہوتے تھے' مگر اُن کے بشرے سے صاف ٹپکتا تھا کہ ان کا دل ہجوم افکار سے بھرا ہوا ہے - اُنہوں نے مجھہ سے پوچھا " اب آپکا کیا ارادہ ہے ؟ " میں نے جواب دیا " اگر آپ اجازت دیں تو میں اختتام جنگ تک آپ ہی کے ہمراہ رہوں - بعد ازاں میں کسی طرح شورلو چلا جاؤنگا - ممکن ہے کہ وہاں میرے گھوڑے ملجائیں " عبد اللہ نے کہا " آپ سیدھے اُن پہاڑیوں پر چلے جائیں جو ترکے اسی جانب ہیں - وہاں سے آپ کو اصلی جنگ کا نظارہ تمام و کمال نظر آئیگا - "

اتنا کہکر جنرل اور اُن کے اسٹاف کے افسر اپنے اپنے گھوڑوں پر سوار ہو ہو کر روانہ ہوگئے - میں اور اسحٰق بھی اُن کے پیچھے مگر اُن کے ساتھہ چلدیے - یہ راستہ ان اونچی نیچی پہاڑیوں تک جاتا تھا جو سائز کوئی کے سامنے ہی ہیں - راہ میں مجھے میدان جنگ سے بھٹکے ہوے بہت سے سپاہی نظر آئے - جو اِدھر سے اُدھر مارے مارے پھر رہے تھے - اِن کی تعداد سینکڑوں بلکہ ہزاروں تک پہنچتی تھی - انہیں دیکھکر مجھے حیرت و استعجاب نے گھیر لیا کہ الٰہی یہ کیا ماجرا ہے ! انہیں تو اسوقت اپنی پلٹنوں کے ساتھہ میدان جنگ میں ہونا تھا - یہ اس طرح کھانے کی تلاش میں کہاں کہاں مارے مارے پھر رہے ہیں " اُن کے اسٹاف کے افسر ہرچند چاہتے تھے کہ اسی طرح سمجھا بجھا کر انہیں میدان جنگ کی طرف پھیر دیں - مگر ان کی یہاں کون سنتا تھا ؟ اکثروں کی حالت تو در حقیقت واجب الرحم تھی - نا توانی سے دو قدم چلنا بھی انہیں دوبھر تھا - متواتر تین دن تک کسی قسم کی غذا کا حلق سے نہ اُترنا - اور پھر اسی حال میں برابر دو روز تک لڑتے رہنا - کوئی ہنسی کھیل نہیں ہے !

جس پہاڑی پر عبد اللہ پاشا نے اپنی جگہہ قرار دی تھی یہہ گویا اس نصف دائرے کے قوس کا مرکز تھا جو لولی برغاس اسٹیشن کی ریلوے سڑک سے شروع ہو کے قارا غاش تک بنتا ہے - تھوڑے ہی عرصے میں یہہ بات ظاہر ہوگئی کہ بلغاری چاہتے ہیں' ترکوں کے میسرہ کو یا تو بالکل تتر بتر کردیں' یا پیچھے ہٹادیں - نیز اگر ممکن ہو تو شورلو سے پیچھے ہٹنے والی فوج کا راستہ روک دیں - ساتھہ ہی ساتھہ قلب کی فوج کو بھی' جو خود عبد اللہ کے ماتحت ہے تباہ و برباد کر ڈالیں - یہہ نہو سکے تو دوسری آرمی کور کا مقابلہ کر کے آگے بڑھنے سے روکتے رہیں -

عبد اللہ پاشا نے یہہ تدبیر سوچی تھی کہ میسرہ میں پہلی اور چوتھی کور کو قائم رکھے' اور قلب فوج سے جس میں اسوقت دوسری کور کے سپاہی تھے' دشمنوں پر حملہ کردے' پھر محمود مختار کی ماتحتی میں تیسری کور کو اچانک اُن کے میسرہ پر بھیج دے' اور اس طرح اُنکا خاتمہ کردے - سچ پوچھیے تو یہی ایک تدبیر تھی' جس میں کامیابی کی ذرا بھی شکل نظر آتی تھی - اس خیال سے کہ تیسری کور کو وزا سے یہاں تک پہنچ جانے کے لئے کافی وقت مل جائے - عبد اللہ نے دوسری کور کے افسر شفقت طرغد پاشا کو حکم دیا کہ " اپنی پوری کور کو - نہیں تو جتنے لوگ کور میں باقی رہگئے ہیں صرف اُنہیں کو لیکر آگے بڑھجاؤ - اور دشمنوں پر حملہ کردو "

شفقت طرغد کی فوج نہایت عظیم الشان دلیری کے ساتھہ اِس حملے کے لئے آگے بڑھی - کوئی آدھہ میل تک توپوں اور بندوقوں کی قطار لگادی گئی - اور سر فروش ترک کھلے میدان پر گولہ باری کرتے ہوئے آگے بڑھنے لگے - یہاں تک کہ وہ اُن جھاڑیوں تک پہنچکر جن کا ذکر پہلے کرچکا ہوں - قریب قریب نظروں سے غائب ہوگئے -

کچھہ دیر تک تو دیکھنے والوں کو یہی یقین ہوتا رہا کہ حملہ ضرور کامیاب ہوگا - کیونکہ فوج نہایت ہمت و استقلال کے ساتھہ آگے بڑھتی گئی - دشمن کی طرف سے صرف اُسکا توپخانہ تھا جو اِن بڑھتے ہوئے ترکوں کا مقابلہ کر رہا تھا - مگر یک بیک بندوقوں کی زور شور کی آواز میدان میں گونج اُٹھی' اور ساتھہ ہی ساتھہ بے شمار کل کی بندوقوں کی ہولناک گرج بھی سنائی دینےلگی - آواز اسقدر مہیب اور شدید تھی کہ سننے والوں کے کان بند ہو ہو جاتے تھے - لیکن تھوڑی ہی دیر کے بعد تمام منظر میں خاموشی چھاگئی -

پھر کیا دیکھتے ہیں کہ ترکوں کی بقیہ جماعت جھاڑیوں میں سے نکلی چلی آرہی ہے ! ان کی پوری آدھی تعداد توپوں کا نشانہ بن چکی تھی - پس ماندوں میں ترتیب اور انتظام باقی نہ رہا تھا - چھوٹی چھوٹی ٹولیوں میں وہ اپنے حامی اور مخصوص دستوں کی طرف ہٹتے چلے آرہے تھے - افسروں کی بھی کوشش تھی کہ اور زیادہ ہٹنے سے فوج کو روکیں' لیکن انکی کوشش کار گر نہیں ہوتی تھی - یہاں تک کہ تمام لوگ اُس مقام کے پیچھے پہنچ گئے' جہاں ہم کھڑے تھے -

ترکوں کی دو بیٹریوں نے اِس نازک وقت میں مدد دینے کی کوشش کی - اور دشمن کی توپوں کی طرف گولے برسانے شروع کردیے - مگر چونکہ یہہ بیٹریاں نظر نہ آتی تھیں - دشمن کی گولہ باری پر اِن کا اثر ذرا بھی نہ پڑا - صرف اتنا ہوا کہ دشمن کے پھٹنے والے گولے' جن کے سبب سے ترکوں کی فوج میں اِس قدر ہلچل پیدا ہوگئی تھی' اِن توپخانوں کی طرف بھی آنے لگے - ایسا معلوم ہوتا تھا کہ میدان جنگ میں ترکوں کے پاس اگر کچھہ بارود اور تھی' تو اِنہیں دو بیٹریوں میں تھی - یہہ بیٹریاں بھی تھوڑی ہی دیر میں نکمی کردی گئیں - اُن میں سے ایک کے کل توپچی کام آگئے - صرف سات باقی بچے - ڈیڑھہ سو نکمے بناکر گھوڑوں پر لٹھاکر لائے گئے - دن چڑھے نئی جماعتیں اِن بیٹریوں کو لاکر رکھنے کی غرض سے بھیجی گئیں - دوسرے دن میں نے اِس بیٹری کا نہایت غور سے معائنہ کیا - دشمن کے پھٹنے والے گولوں نے توپوں کے شیلڈ کو بالکل نکما کر دیا تھا - اور ایک پورا گولہ توپ کے شیلڈ کے اندر سے نکل گیا تھا -

جن واقعات کا میں اِس وقت ذکر کر رہا ہوں - دوپہر کے وقت ظہور میں آئے تھے - اِس وقت تھوڑی دیر کے لئے دوسری کور آگے بڑھتے بڑھتے یکایک رک گئی' اور پیادہ فوج دور تک پیچھے ہٹ آئی - اور یہاں

گھنٹوں دشمن کے پھٹنے والے گولوں کے منھہ پر جمي رهي - یہ ایک نہایت سخت نازک موقعہ تھا ' دشمن کے مہلک گولوں کي بے امان بارش هو رهي تهي ' مگر باوجود اسکے ترک پورے استقلال کے ساتھہ گولوں کے سامنے کھڑے رہے ' وہ نہ تو آگے بڑھہ سکتے تھے ' اور نہ چاهتے تھے کہ پیچھے ایک انچ بھی قدم هٹائیں !

اِدھر تو دوسري کور کے سامنے یہ زهرہ گداز لڑائي هو رهي تهي ' اُدھر بلغاریوں نے عبد اللہ کی فوج کے قلب اور میسرہ پر کئي حملے کر دیے تھے ' جو کسي طرح اِدھر کے حملے سے کم سخت نہ تھے - اِس حصے میں چوتھی کور تو بائیں بازو کے سرے پر تھي - اور پہلي کور لولی برغاس اور ترک بے کے بیچ میں - اِس حملے کا سارا زور چوتھی کور پر پڑا - جو خود هي کم زور هو رهی تھی - اور یہي وہ جان باز کور تھي جس نے شب گذشتہ کو پہاڑوں پر کے اُن تمام مورچوں کو جو لولي برغاس کے سامنے تھے - دشمن سے محفوظ رکھا تھا -

یہاں بھي ترکوں کي مدافعت کا راستہ دشمن کے توپخانے کي بڑھی هولی گولہ باریوں نے مسدود کر دیا - وهي ترکي ناکامی کي اصلي علت پیش آئي کہ ترکی باتوپہاں گولہ بارود کي کمي کے سبب سے جنگ میں کوئي حصہ نہیں لے سکیں ! باوجود اسکے اُس پیدل فوج سے جوانمردوں کي طرح لڑنے کي توقع کي جانے لگي ' جو فاقہ کشي اور تکان سے نیم جان هو رهي تهي !

دن بھر بلغاري ترکوں کے میسرہ کي طرف بڑھتے چلے گئے - جب ریلوے اِسٹیشن پر قبضہ کر لیا ' تو وہ چوتھي کور کي حدود کے آگے تک پھیل گئے - چونکہ اب راہ کے مسدود هو جانے کا خوف پیدا هو گیا تھا ' اسلیے چوتھي کور کو مجبوراً پیچھے هٹنا پڑا -

سالم پاشا کے رسالے نے پوري جوانمردي کے ساتھہ چاها کہ بڑھکر دشمن کو آگے بڑھنے سے روک دے ' مگر اِسکی بھي کوشش رائگاں گئی - اور دشمنوں کي خوفناک گولہ باري کے آگے هار ماننا پڑا - کیونکہ ترکوں کے پاس گولہ بارود هي نہ تھا ' جس کے بغیر اب محض شجاعت اور جاں فروشي کام نہیں دے سکتی تھی ' عبد اللہ اور انکے اِسٹاف کے افسروں کو جو سا کز کوئی کے سامنے تھے - دشمن کی دھوادھار آتشباري - جو اِس وقت فوج کے بائیں بازو پر هو رهي تهي ' چوتھي کور کا رفتہ رفتہ گھرتا جانا اور پسپا هونا ' صاف نظر آرها تھا - اس بات کا خطرہ هر لحظہ بڑھتا جاتا تھا کہ کہیں یہہ آکر اس حصے کو گھیر نہ لیں ' اور پہلی اور دوسري کور کے شور لو تک واپس جانے کے راستے کو مخدوش نہ کر دیں -

دو بجے بجے عبد اللہ کي فوج کي حالت بالکل نازک هو گئي - یاس کا عالم چھا گیا - افسر لوگ سب کے سب دوربینیں لے لے کر ویزا کي جانب اُتر پورب کي طرف دیکھنے لگے - اِس طرف سے محمود مختار تیسري کور کے ساتھہ بڑھہ آنے کی جان فروشانہ کوششیں کر رها تھا ' اور صبح سے لے کر اِسوقت تک ایک سخت اور خونریز جنگ جاري تھي - گو ٹھیک ٹھیک کوئي نہیں کہہ سکتا تھا کہ حالت کیسي ہے ؟ لیکن تاهم پھٹتے هوئے گولوں کے دھوئیں سے اِس بات کا صاف پتہ چلتا تھا کہ تیسري کور ابتک استقلال کے ساتھہ آگے بڑھتي چلي آرهی ہے -

خبر رساں خبریں لے لے کر پہنچے تھے کہ محمود مختار اپنے سامنے سے دشمنوں کو هٹاتا هوا اور راستہ صاف کرتا هوا ' بڑھتا چلا آرها ہے - دشمن کي جو فوج اِس کا مقابلہ کر رهي ہے اُس میں بے ترتیبي اور بد انتظامي پھیلتي جاتي ہے - اُمید ہے [illegible] پھرتے هوئے وہ دوسري کور کے بائیں بازو تک پہنچ جائیگا -

اب میں اِس فیصلہ کن جنگ کا اختتامي حصہ بیان کرونگا ' جو مثل ایک کہانی کے افسانہ خیز ہے - ممکن ہے کہ اِس لڑائي کا شمار دنیا کي معدودے چند قطعي لڑائیوں میں کیا جائے ! في الواقع دوپہر تک محمود مختار جس دلیري اور جان بازي سے بڑھتے هوے چلے آ رہے تھے وہ ایک تعجب انگیز اقدام تھا ' لیکن افسوس کہ تین بجے کے بعد سے حالات متغیر هو گئے اور انکا اقدام بالکل روک دیا گیا -

عبد اللہ اور اُسکے اِسٹاف کے افسروں نے صاف سمجھہ لیا کہ حالت قریب قریب مایوسي کی ہے ' تاوقتیکہ اِس آخري وقت میں بھي کوئي ایسي تدبیر اختیار نہ کي جائے ' جس سے لڑائي کا رخ پھیر دیا جا سکے - واٹرلو میں نپولین نے گروچي کی امد کا اُس اضطراب کے ساتھہ انتظار نہ کیا هوگا ' جو اِس وقت عبد اللہ کے دل میں محمود مختار کے بڑھہ آنے کي خبر کے لئے موجزن تھا - صاف ظاهر تھا کہ اگر دشمن کي اُس صف کو جو دوسري آرمي کور کے مقابل ہے - اُلٹ نہ دیا جائیگا ' تو میدان هاتھہ سے جاتا رهیگا -

ترکي فوج کي اِس وقت کي حالت میں پھر ایک بار بیان کئے دیتا هوں - چوتھي کور کے پسپا هوکر پیچھے هٹادیے جانے سے انکا میسرہ بالکل دشمنوں کے نرغے میں آگیا تھا - پہلي کور ' جو چوتھي کور کے پیچھے هي تھي ' رفتہ رفتہ همت هارتي جاتی تھي - دوسري کور اگرچہ باوجود دشمنوں کي خوفناک گولہ باري کے اپني جگہہ پر قائم تھي ' لیکن صاف نظر آرها تھا کہ خود بڑھکر حملہ کر دینا اب اُسکے بھي اِمکان میں نہیں رها تھا - دائیں جانب سرے پر پچھلي صف میں تیسري کور بھي رکي هوئي تھي - ایسي حالت میں اگر محمود مختار اب بھي پسپا کر دیا جائے اور چوتھي اور پہلي کور ذرا اور دور تک پیچھے هٹادي جائے ' تو دوسري کور کے لئے جو نصف دائرے کے قوس کے مرکز پر هوگی ' یہ خطرہ پیش آجائیگا کہ کہیں بقیہ فوج سے الگ هوکر دائیں بائیں گھر نہ جائے - (باقي آیندہ)

عربی و ترکي ڈاک سے تار برقیاں

— * —

شور لو پر عثماني قبضہ

(اضرلی حصاري ۱۱ نومبر)

هماري فوج نے موضع (شور لو) کو ایک شدید معرکہ کے بعد کے واپس لیلیا - بلغاریوں کو سخت نقصان برداشت کرنا پڑا - هماري فوج کو غنیمت میں چند توپیں اور سامان جنگ هاتھہ آیا -

---

چتلجا میں ایک عظیم الشان کامیابي

— * —

۳۶ توپیں و ذخائر جنگ ' ۸ هزار بلغاری قیدی ' مقتولین و مجروحین بیشمار -

(۱۷ اضرلي حصاري)

جیش عثماني اور بلغاریا میں ایک هولناک معرکہ هوا ' جسمیں ۸ هزار بلغاري قید هوے ' ۳۶ توپیں غنیمت میں ملیں اور انکے مقتول و مجروح بیشمار - هماري فوج آگے بڑھ رهي ہے - انشاء اللہ العزیز اس معرکۂ عظیمہ کا خاتمہ بھي هماري کامیابي پر هوگا -

---

اسي تاريخ كو شريعي پاشا المويد كو تار ديتے هيں " (چٹلجا) ميں كل سے ايک شديد معركه جاري تها ' دشمن كے ميمنه كو عظيم الشان شكست هوئي - بطل الكبير - محمود مختار پاشا كے زير كمان فوج نے ما فوق العادت شجاعت و بسالت دكهائي - ۸ هزار بلغاري گرفتار هوے اور بهت سي توپيں اور ذخائر جنگ غنيمت ميں هاتهه آيا -

---

موجوده جنگ كے متعلق اهم معلومات

— * —

تازه عربي و عثماني ڈاک سے

— * —

قرق كليسا

— * —

المويد كا نامه نگار قسطنطنيه سے ۵ نومبر كو لكهتا هے :—

ناظم پاشا جس وقت ميدان جنگ پهنچے هيں تو يه وه وقت تها كه فوج كي قلت ' موسم كي نامساعدت ' اور عيسائي عثماني فوج كي غداري سے عثماني مشرقي فوج قرق كليسا كے چهوڑ دينے پر مجبور هو چكي تهي اور انتظامات و حالات بهت ابتر تهے ' ليكن ناظم پاشا نے پهنچتے هي حالات جنگ بالكل بدل ديے اور اسي تهوڑي سي فوج كو ليكر متوكلاً على الله جنگ جاري كردي - يه جنگ پانچ دن تک متواتر جاري رهي ' اور بلغاريا كو اسقدر شديد نقصان پهنچا ' كه گذشته پورے تين هفتوں كے اندر مجموعي جنگ كے اندر اسقدر نقصان نهوا هوگا -

اس جنگ ميں شرقي فوج كا ميمنه بدستور محمود مختار پاشا كے زير كمان تها ' جس نے جنگ كے پہلے دو دنوں كے اندر هي حريف كو عظيم الشان شكستيں ديں ' اور آگے بڑهكے بارها انكے سامان جنگ پر شجاعانه قبضه كرليا - اسكے بعد يه حصه (بنار حصار) كي طرف بڑها ' اور اس تمام عرصه ميں ميسره اور قلب برابر بلغاري حملوں كو روكتا رها - اور با وجود قلت فوج و سامان جنگ هر مرتبه دشمن كو سخت نقصان كے ساتهه پسپا كرديا گيا - ليكن عثماني اركان جنگ نے اسكے بعد چاها كه اپني فوج دشمن كو گهيرلے ' ايسا هونا ممكن نه تها ' كيونكه انكي تعداد بهت كم تهي اور ابتک مزيد كمک نهيں پهنچي تهي ' پس طے پايا كه فوج كي ابتدائي صفيں چهوٹي كردي جائيں اور استحكامات چٹلجا كي طرف واپسي كا حكم ديا جاے تاكه وهاں آئنده اقدامات كا انتظام كيا جاے - كل دن تک فوج كي يهي حالت تهي - واپسي كے متعلق عيني شهادتيں موجود هيں كه بالكل انتظام كے ساتهه هوئي - فوج ميں كسي قسم كي بے ترتيبي يا پراگندگي نه تهي - اس سے صاف ظاهر هے كه عثماني فوج كو بلغاريوں نے نهيں بهگايا ' بلكه وه خود مصلحةً پيچهے هٹ آئي تهي -

ليكن بلغاريا نے عثماني فوج كي واپسي كي جو تفصيل بهيجي هوگي ' اسميں عثماني فوج كے نقصانات اور اپني غنائم كي مقدار ميں خوب دل كهولكے كذب بياني و بهتان سرائي كي هوگي -

حقيقت يه هے كه دولت عثمانيه كے مقابله ميں دفعةً جنگ شروع كي گئي ' دشمن كي فوجيں نهايت تيزي كے ساتهه هر طرف سے اسوقت بڑهكر مجتمع هوئيں ' جب كه وه فوج كي كافي تعداد جمع نهيں كرسكي تهي - دنيا كو تعجب كرنا چاهيے كه جس وقت بلغاريا اور اسكے پس پرده معاون دو لاكهه كي جمعيت وافر علاوه سرويا اور مانٹي نيگرو كے ' ميدان ميں بهيج رهے تهے ' اس وقت كل ۶۰ هزار بے سامان فوج مصطفے پاشا سے ليكر ايڈريا نوپل تک موجود تهي اور ديگر مقامات ميں بهي كوئي مزيد كمک نهيں پهنچ سكي تهي - يهي سبب هے كه عثماني فوج مصطفے پاشا اور قرق كليسا ميں هٹ آنے پر مجبور هوگئي ' ليكن با اين همه موانع ' جب اس جنگ كے پورے حالات دنيا كے سامنے آئيں گے تو يورپ ديكهيگا كه اس چوطرفه حمله كے مقابلے ميں عثماني فوج نے جيسي مدافعت كي اور حمله آوروں كي زندگي كا جس طرح برسوں كيلئے خاتمه كرديا ' اسكي نظير مسيحي يورپ اپني بڑي بڑي تاريخي مدافعتوں ميں بهي نهيں ديكهسكتا -

ليكن يورپ كے اخبارات كي يه حالت هے كه وه صرف دشمن كي خبريں شائع كرتے هيں اور ديده و دانسته حق كو چهپانے كي كوشش كرتے هيں - اخبار طان ميں آپ كو اسكے علاوه اور كچهه نهيں مليگا كه آج فلاں مقام كے معركه ميں سرويا كو ۱۰۰ توپيں مليں - كل كے فلاں معركے ميں ۱۲۰ توپيں بلغاريوں كے هاتهه آئيں - فلاں مقام پر بلغاريوں نے عثماني فوج كو سخت شكست دي ۵۰۰۰ هزار عثماني گرفتار كرليے - دس هزار گهوڑے ' اسقدر باٹرياں ' اسقدر سامان جنگ ملا - هم يهاں ان خبروں كو پڑهتے هيں ' اور هنستے هيں ' كيونكه ان كا دسواں حصه بهي به مشكل صحيح هوتا هے - اس سے زياده عجيب ماجرا يه هے كه معركه قرق كليسا ميں حكومت بلغاريا نے عثماني توپوں كے ملنے سے انكار كرديا ' مگر يورپ كے اخبارات نے مشهور كيا كه بلغاريا كو ۱۲۰ توپيں مليں !

محمود مختار پاشا بفضله تعالى صحيح تمام ميدان جنگ ميں عثماني شجاعت كے جوهر دكها رهے تهے مگر ان بداندیشوں نے اڑاديا كه گرفتار هو گئے - اس سے زياده عجب يه كها كه پرنس عزيز بعيد حيات موجود هيں اور دنيا ميں مشهور كرديا كه انهيں محكمه جنگ كے حكم سے گولي ماردي گئي - اس خبر كي بنا پر بعض مصري اخبارات نے خاندان خديويه كو مخاطب كركے تعزيت كے مضامين تک لكهنا شروع كرديے -

بيشک عثماني فوج پيچهے هٹي - اور كيسے نه هٹتي كه مجبور تهي - مگر اس طرح هٹي ' كه معركه ميں جتنے شهيد هوے ' اس سے كهيں زياده دشمن كے ته تيغ كيے - غنيمت ميں بے شمار توپيں اور بكثرت ديگر سامان جنگ ملا - هزارها آدمي گرفتار كيے - عثماني فوج نے كوئي مقام سخت مدافعت سے پہلے نهيں چهوڑا ' يه ايسي بات هے كه اسكا اعتراف دشمن بهي اپني زبان سے كرچكے هيں - مگر اسكا كيا علاج كه دشمن تعداد سے كهيں زياده نكلے ' عثماني اركان جنگ كا يه اندازه تها كه چاروں رياستيں ۶ لاكهه سے زائد فوج جمع نهيں كرسكتيں ' جنميں سے ۴ لاكهه ۵۰ هزار جنگ آرا هوسكيں گے - ليكن ميدان جنگ ميں معلوم هوا كه جنگ آرا فوج كي تعداد ۷ لاكهه سے بهي زياده هے اور بعض اندازه كرنے والے تو كهتے هيں كه ۸ لاكهه تهي - يورپ كے مستند اور ثقه جرائد كا بهي ايسا هي بيان هے - يه تعداد ان يوناني ' ماليسوري ' اور غدار عيسائيوں كے علاوه هے جو عثماني ممالک ميں تهے اور جنگ كے چهڑتے هي دشمنوں سے جا كر ملگئے ' يا جنهوں نے گاؤں جلادیے ' مار كاٹ دیے ' عمارتيں منهدم كرديں ' پل اڑا ديے ' ريل كي پٹرياں اولٹ ديں - اسوقت دولت عثمانيه عجيب كشمكش ميں تهي ' نه صرف چار بيروني دشمنوں سے مقابله كرنا تها جو مختلف مقامات پر نهايت تيزي سے پے در پے حملے كر رهے تهے ' بلكه ان لاكهوں اندروني دشمنوں كا بهي مقابله كرنا تها ' جو متفرق فسادات برپا كركے دولت عليه كو يكسوائي كے ساتهه دشمن كا مقابله كرنے نهيں ديتے تهے -

---

موجودہ جنگ

اور عثمانی مشکلات

(مقتبس از جراید آستانہ)

— * —

(۱) ریاستہاے متحدہ عرصہ سے جنگ کے لیے تیار ہو رہی تھیں - اعلان جنگ انمیں باہم طے پا چکا تھا - یہ محض قیاس ہی نہیں' بلکہ نفس واقعہ ہے - ایک روسی اخبار اعلان جنگ سے ایک ماہ قبل پیشینگوئی کر چکا تھا کہ ۱۵ اکتوبر کو اعلان جنگ ہوگا -

لیکن دولت علیہ جنگ طرابلس کی طرح اس موقع پر بھی دول کے پرفریب اقوال کو باور کرتی رہی اور وقوع جنگ کی تصدیق نہ کی - یہاں تک کہ ۱۷ اکتوبر کو حقیقت منکشف ہوگئی اور دشمنوں نے اعلان جنگ کردیا -

اعلان جنگ کے بعد دولت علیہ نے اناطولی سے لشکر روانہ کرنا شروع کیا' لیکن خواہ کتنی ہی جلدی کی جاتی' مگر دشمنوں کی برابری نہیں کی جاسکتی تھی - کیونکہ وہ پہلے سے تیار تھے' انکے شہر تنگ اور مختصر تھے' اور اس پر مزید یہ کہ میدان جنگ کے موقعے بہت قریب اور سرحد بالکل متصل - اسلئے انہوں نے فوراً فوج جمع کرلی اور سرحدوں پر پہنچ کر عثمانی حدود میں بڑھنے لگے - جب کہ دشمن کی طرف سے اس حد تک کارروائی ہوچکی تھی' تو اسوقت دولت عثمانیہ اناطولی سے فوج بھیج رہی تھی !!

باوجود اس کوشش کے جو دولت علیہ نے فوج کی روانگی میں کی' پھر بھی ۳ لاکھ سے زیادہ تمام مقامات جنگ میں جمع نہ کرسکی - یہ ایک راز ہے جسکا افشا پہلے ممکن نہ تھا' مگر چونکہ نتائج ظاہر ہوگئے ہیں' اسلئے اب انکے اظہار میں کوئی حرج نہیں -

(۲) عثمانی دشمن کو نہایت حقیر و کمزور تصور کرتے تھے - جس افسر سے پوچھا جاتا تھا' یہ جواب دیتا تھا کہ ہماری طاقت کافی ہے - اسکے معنی یہ نہ تھے کہ درحقیقت ان کو اپنی تعداد و سامان جنگ کی طرف سے اطمینان تھا' بلکہ واقعہ یہ تھا کہ وہ موجودہ ریاستوں کی فوج کو حقیر سمجھتے تھے' اسلئے یہ خیال تھا کہ اگر اتفاقاً ہم ان سے تعداد میں یا سامان میں کم بھی ہونگے' تو بھی اپنی شجاعت و جنگ جوئی کی وجہ سے غالب رہینگے - حالانکہ یہ انکی سخت اصولی غلطی ہے' خصوصاً ایسی حالت میں جب کہ بلغاریا نے ایک ایسی باقاعدہ فوج تیار کرلی ہو' جو یورپ کی بہترین باقاعدہ فوجوں کے برابر ہو - یونان نے اپنی فوج کی اصلاح کرلی ہو - سرویا نے بھی لشکر میں غیر معمولی اضافہ کرلیا ہو' اور یہ چھوٹی سی ریاست مانٹی نیگرو ۴۵ ہزار کی جمعیت فراہم کرلینے کیلیے مستعد ہوجاے - پھر سب سے زیادہ یہ کہ دول یورپ انکو در پردہ مدد دے رہے ہوں - ہزاروں روسی جنمیں صدہا افسر اور کمانڈر تھے والنٹیر بنکر بلقانی فوج کی طرف سے لڑنے جاتے ہوں - مالی مدد بے شمار دی جا رہی ہو - اور روسی جنگی جہاز علانیہ طور پر (طونہ) آتے ہوں اور ہر قسم کا ضروری سامان پہنچاتے ہوں -

(۳) بلغاری اس یقین کے ساتھ لڑتے تھے کہ سارا یورپ انکی پشت پناہی کے لیے موجود ہے' خواہ وہ غالب ہوں یا مغلوب' ترکی انکی بالشت بھر زمین نہیں لے سکتی - اسی ضرورت سے آغاز جنگ میں دول نے اعلان کردیا تھا کہ بلقان کا نقشہ کسی حالت میں نہیں بدلے گا -

لیکن عثمانی کی حالت اس سے بالکل مختلف تھی - اسکو یقین تھا کہ خواہ کتنی ہی شاندار کامیابیاں اسے نصیب ہوں اور کتنی ہی دور تک وہ دشمن کے ملک میں بڑھتا ہوا چلا جائے'

مگر جہاں سے وہ گیا ہے وہیں اسکو واپس آنا پڑیگا -

(۴) لوگ کہتے ہونگے کہ ارناؤط' وہ خونریز و جنگجو قوم' کہاں ہے ؟ مگر ان کو بتانا چاہتا ہوں کہ ارناؤط اب نہیں رہے - بیشک انمیں سے چند ہزار بطور والنٹیر کے شریک جنگ ہوے' لیکن اس قوم کی تعداد کے لحاظ سے انکی تعداد کچھہ بھی نہیں تھی - ارناؤطیوں کی طرف سے یہ عذر دیا گیا تھا کہ اسلحہ لے لینے کی وجہ سے وہ بے دست و بازو ہیں مگر جب دولت عثمانیہ نے انمیں ہتھیار تقسیم کیے' تو کچھہ تو ہتھیار لیکے چلے گئے' اور بعضوں نے دولت عثمانیہ سے انتقام لینا چاہا' چنانچہ اکثروں نے ترکی افسروں کا تعاقب کیا اور بعض سرویا کی فوج میں چلے گئے جو عرصہ دراز سے ان میں دسائس کے جال پھیلا رہی تھی' اور جسمیں گرفتار ہونے کے بعد وہ اسکی مخالفت کی جرات نہیں کرسکتے تھے - اسلامی دنیا کو عنقریب ان مسلمانوں کی پوری حالت معلوم ہو جائیگی' اور یہ بھی معلوم ہو جائیگا کہ اُن مسلمانوں سے' جو لاطینی رسم الخط میں لکھنا رسم الخط قرانی کے مقابلہ میں زیادہ پسند کرتے ہیں' نصرت دین کی امید ہرگز نہیں رکھنی چاہیے - لیکن اس موقع پر ان بلغاری مسلمانوں کی غیرت دینی کی بے اختیار داد دینی پڑتی ہے جو پوماق کہلاتے ہیں' اور جنہوں نے دولت عثمانیہ کی نصرت و حمایت میں واقعی گرانقدر حصہ لیا' البتہ یہ ضرور ہے کہ انکی تعداد بہت کم ہے -

(۵) سامان غذا کی فراہمی میں سخت کوتاہی ہورہی ہے - غذا بہت عرصہ کے بعد ملتی ہے - حتی کہ بعض اجنبی ذرائع سے معلوم ہوا ہے کہ چار چار دن اس حالت میں گذرے ہیں' کہ سپاہیوں کو ایک سوکھا بسکٹ بھی نہیں ملا !!

(۶) آج قسطنطنیہ میں ۱۵ ہزار زخمیوں سے زیادہ آئے ہیں بعض کہتے ہیں کہ ان زخمیوں کی تعداد بیس ہزار سے زیادہ ہے لیکن مجروحین کی کثرت عثمانی فوج کی کمزوری یا میدان جنگ سے بھاگنے کی علامت نہیں ہے کیونکہ جنگ کی حالت قدرتی طور پر اسی کی مقتضی تھی - اسکے مقابلے میں دشمنوں کی حالت دیکھنی چاہیے کہ ہمارے ایک شہید کے مقابلے میں بلا شائبہ اغراق دس سے کم مقتول نہیں ہوے ہیں - بلغاریا کے شفا خانے زخمیوں سے بھرے پڑے ہیں' مگر وہ اپنے نقصانات کے اخفا کی سخت کوشش کررہی ہے اور اسمیں بڑی حد تک کامیاب بھی ہوگئی ہے -

(۷) ہمارے فوجی افسروں کا سیاست میں حصہ لینا اور اتحادی اور ائتلافی پارٹی مہلک نے بھی عثمانی فوج کو ضرور نقصان پہنچایا - ہماری فوج میں ایسے افسر موجود تھے جو قیام قسطنطنیہ کے زمانہ میں ہر اس فتنہ و فساد کا' جس سے اتحادیوں کو نقصان پہنچ سکتا ہو' نہایت جوش قلبی سے خیر مقدم کرتے تھے' خواہ وہ بجاے خود کتنا ہی سخت ملک کیلیے ضرر رساں ہو - ان افسروں میں بعض نئی پارٹی کے ایسے حامی تھے جنہوں نے ارناؤط کے باغیوں سے سازش کرلی تھی' صرف اسلیے تاکہ انجمن اتحاد و ترقی کو شکست ہو -

لیکن با ایں ہمہ اگر یورپ جھوٹے وعدوں سے فریب نہ دیتا' اور باب عالی ان پر اعتماد نہ کرلیتی اور اسکے بعد دفعۃً اعلان جنگ نہ ہوجاتا' تو ہماری فوج کی شجاعت تمام گروہ بندیوں اور باہمی اختلافات کی تلافی کردیتی' اور اول حملے ہی میں صوفیا پر ہمارے قدم ہوتے - مگر مجبوریوں نے ہم کو صرف مدافعت پر مجبور کردیا اور مدافعت کی مہلت میں! حملہ کی طیاری کرنی پڑی -

(۷) یہ واقعہ پایہ ثبوت کو پہنچ چکا ہے کہ جب محمود شوکت پاشا سے کہا گیا کہ وہ حدود یونان پر عثمانی فوج کی کمان قبول کریں

تو انہوں نے یہ عذر کرکے صاف انکار کردیا کہ میں صرف ۱۵ ہزار فوج سے ایک لاکھ بیس ہزار فوج کا ہرگز مقابلہ نہیں کرسکتا ' خواہ میری فوج کتنی ہی شجاع ہو -

غازی مختار پاشا کا بیان

عثمانی فوج کی مشکلات کی نسبت

غازی مختار پاشا نے ایک فرانسیسی نامہ نگار سے دوران گفتگو میں فرمایا کہ رسد پہنچانے کے ذرائع ہمارے پاس بالکل نہیں ہیں - نتیجہ یہ ہوا کہ ہمارے بہادر سپاہیوں کو چار چار دن تک بے آب و دانہ لڑنا پڑا - ایسی حالت میں اگر قرق کلیسا سے پیچھے نہ ہٹتے تو کیا کرتے ؟

عثمانی قواد (کمانڈر) نے غور کیا کہ ایسی قلت تعداد و عدم آذوقہ و سامان یہاں رہنا مناسب نہیں - انکو ایک ایسے میدان کی جستجو تھی جہاں وہ مزید کمک کا انتظار کرسکیں اور جو انکی فوجی نقل و حرکت کے لیے مناسب ہو - اس مقصد کے لیے چتلجا کا میدان سب سے زیادہ موزوں تھا - چنانچہ افسروں نے اسی میدان کی طرف ہٹ آنے کا حکم دیدیا -

یہاں ہماری فوج آنے والی فوج کا انتظار کرسکتی ہے اور فوج کے دونوں بازو یعنی میمنہ و میسرہ نہایت سرعت سے آگے بھی بڑھ سکتے ہیں اور پیچھے بھی ہٹ سکتے ہیں - قلب کے لیے یہ بالکل آسان ہے کہ برابر اقدام کرتا رہے -

بلغاریا کے مظالم

(۱) اوائل اکتوبر میں چند مسلمان اسٹیشن پر گئے - وہاں چند عیسائی بلغاریوں نے ملکر انکو اسقدر مارا کہ بے ہوش ہوگئے -

(۲) (دو غانچلر) کے بلغاری (اوہ اللر) کے مسلمان باشندوں پر چڑھ آئے - کچھہ تو بھاگ گئے ' جو بچے ' انکو بلغاریوں نے قتل کردیا - اسیطرح (بادارکوی) اور (محمود کوئی) کے مسلمانوں کو بھی بکثرت مقتول و مضروب کیا -

(۳) زار غرد کے ایک مسلمان سے ایک ہزار پاونڈ چھین لیے -

(۴) (اسکی جمعہ) کے لوگوں نے تمام دکانیں بند کردی ہیں اور مسلمان گھروں میں چھپ گئے ہیں - کیونکہ نکلتے ہیں تو عیسائی تمسخر کرتے ہیں اور طرح طرح کی اذیتیں پہنچاتے ہیں -

(۵) بلغاری حکومت نے فوج کے لیے جبراً مسلمانوں کے تمام جانور لیلئے ہیں - دستکاروں کو بیگار میں پکڑ لیا گیا ہے اور ان سے شب و روز فوج کی خدمت گزاری کرائی جاتی ہے - بلغاری مسلمانوں کے گھروں میں گھس جاتے ہیں اور نقد غلہ وغیرہ جو کچھہ پاتے ہیں ' لے آتے ہیں - مردوں کو پکڑ لیجاتے ہیں اور ان سے مسلح پولیس کی خدمت لیتے ہیں ' کیونکہ مسلح پولیس جسقدر تھی ' وہ فوج کے ہمراہ چلی گئی ہے - راہ میں مسلمانوں کے جسقدر گھر ' مسجدیں ' اور مدرسے پڑتے ہیں ' سب پر لشکر کے رہنے کے لیے قبضہ کرلیا جاتا ہے -

(۶) (فلی پولی) میں قریباً سب مسلمان ہیں - وہاں بلغاریوں کے ظلم اس درجہ وحشیانہ ہیں کہ کوئی مسلمان اسکو سنکر اپنے آپے میں نہیں رہ سکتا ' بشرطیکہ مسلمان ہو - جان و مال تو ایک طرف رہا ' مسلمان عورتوں کی عفت پر بھی حملے کیے جارہے ہیں - اسوقت بہ مشکل شہر بھر میں کوئی ایسی دوشیزہ لڑکی ملے گی ' جس کی عصمت انکی دست درازی سے محفوظ رہی ہو -

(۷) محمد شکری افندی مفتی فلی پولی کے گھر میں بلغاریوں کا ایک گروہ گھس گیا اور انکی بیوی کی طرف دست درازی کرنی چاہی ' وہ روکنے کے لئے اٹھے ' تو انکو اسقدر مارا کہ زیست کی امید نہیں -

(۸) ادہم روحی افندی ایک ترکی اخبار کے اڈیٹر ہیں ' انکو قید کردیا ہے - نہیں معلوم زندہ بھی ہیں یا نہیں - کیونکہ سنا ہے کہ قیدیوں کو کھانا نہیں دیتے - اور گولی یا تلوار سے مارنے کے بدلے فاقے کی تکلیف میں مبتلا کرکے مار ڈالتے ہیں -

سب سے آخری خبر جو فلی پولی سے موصول ہوئی ہے ' یہ ہے کہ تمام مسلمان شرفاے شہر کو امام شہر محمد افندی کے گھر میں حکماً جمع کیا گیا اور ایک شخص کو دروازہ پر اسلیے کھڑا کردیا کہ کسی کو گھر سے نکلنے نہ دے - اسکے بعد تمام عیسائی مسلمانوں کے گھروں میں پھیل گئے اور بے بس عورتوں کی عفت و عصمت پر حملہ آور ہوے - ایک بلغاری فوجی افسر ایک نوجوان مسلمان کے گھر میں گھسا ' افسر کے ہاتھہ میں ایک چھہ نال کا طپنچہ تھا - یہ طپنچہ اسکے سینہ پر رکھدیا ' اور کہا کہ اگر وہ اپنی بیوی حوالے نہ کردیگا ' تو اسی طپنچہ سے اسکا خاتمہ کردیا جائیگا - چونکہ وہ تنہا تھا ' اسلیے ایک روشن دان سے سڑک پر کود کر بھاگ گیا ' تاکہ اپنی آنکھوں سے یہ بے عزتی نہ دیکھے -

شتلجا میں اجتماع افواج عثمانی

(از قسطنطنیہ ۵ نومبر)

اس شدید جنگ کے بعد جو عثمانی شرقی فوج اور حدود بلغاریہ میں ۴ تا ۵ دن تک ہوتی رہی ' ہماری فوج نے یہ ہی مناسب سمجھا کہ خط چتلجا کو آئندہ کیلیے اجتماع افواج کا مرکز بنائے - امید ہے کہ اس سے ہماری قرق کلیسی کے نقصانات کی تلافی ہوجائیگی - ایسی جنگ میں جو آجکل جاری ہے صرف قرق کلیسا کی ناکامی کوئی مہتم بالشان نہیں ہوسکتی - جنگی نقطہ خیال سے فیصلہ کن مقامات وہی اہتمام و حوصلہ کن ہوتے ہیں جن کے بعد جنگ کا جاری رہنا نا ممکن ہوجاتا ہے - میں مناسب سمجھتا ہوں کہ مجملاً اخیر ترین معرکہ کے حالات بیان کردوں -

قرق کلیسا کے آغاز جنگ میں ہم بالکل کامیاب تھے - بلغاری میدان جنگ میں اپنے مجروح و مقتول اور دو ہزار کی مقدار کثیر چھوڑ چھوڑ کے بھاگ رہے تھے - بلغاری افسروں نے فوج کی یہ حالت دیکھی تو اسکو مختلف موقعوں پر جمع کرنا شروع کیا ' اور اس عرصہ میں ایک عظیم الشان کمک بھی پہنچ گئی - سب سے زیادہ یہ کہ رومانیا کی طرف سے ہزاروں کی تعداد میں والنٹیر آگئے - ان والنٹیروں میں بہت سے افسر بھی شامل تھے - نئی کمک اور روسی و رومانی جمعیت نے بلغاری فوج میں نئی طاقت پیدا کردی - اسوقت بلغاریوں کی طرح ہمکو بھی کوئی تازہ کمک ملگئی ہوتی ' تو با وجود قلت تعداد و سامان جنگ کے صوفیا میں جاکر دم لیتے -

یورپین ترکي اور ریاست هاے بلقان

— * —

آستانه سے مقصود قسطنطنیه ' اور ادرنه سے ایڈریا نوپل هے - " سکک حدید " یعنی ریلوے سڑک کا خط ' اور " حدود " سے مقصود وہ موٹي جدول هے ' جو ترکي کي حدود حکومت کو ریاست هاے بلقان سے ممتاز کرتي هے -

فهرست

زراعانۂ هلال احمر

— * —

ان الله اشتري من المومنین انفسهم و اموالهم بان لهم الجنه

(۳)

بذریعه جناب منشي محمد یوسف حسن خاں صاحب فاروقي از بهوپال -

	روپیه	آنه	پائي
جناب محمد یوسف حسن خاں صاحب	۲۵		
جناب منشي منظور احمد صاحب	۲۵		
جناب سید یوسف حسن صاحب	۲۰		
جناب دلاور خاں صاحب	۱۹		
جناب عبد الحق صاحب	۱۰	۴	
جناب منیر الدین صاحب	۱۰		
جناب محبوب علي صاحب	۵		
جناب مولوي عبدالصمد صاحب	۳		
جناب نبي داد خاں صاحب	۲		
جناب سید احمد علي صاحب	۳		
جناب سلطان الحسن صاحب		۴	
جناب کهلسي خاں صاحب برقندار		۴	
جناب گهسیا صاحب		۲	
جناب رمانگ صاحب		۸	
جناب وزیر حسن برقندار صاحب		۸	
جناب شمشاد علي سلحدار صاحب	۴		
جناب اعجاز نبي صاحب افسر	۱		

(باقي آئنده)

Printed & Published by MOULANA A. K AZAD, at The HILAL Electrical Prtg. & Pblg. House, 7/1 McLeod Street, CALCUTTA.

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor

Abul Kalam Azad.

7-1, MacLeod street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مدیر مسئول و خصوصی
احمد آزاد الدہلوی

مقام اشاعت
٧-١ مکلاوڈ اسٹریٹ
کلکتہ

قیمت
سالانہ ٨ روپیہ
ششماہی ٤ روپیہ ١٢ آنہ

جلد ١

کلکتہ : چہارشنبہ ١ محرم الحرام ١٣٣١ ہجری

Calcutta: Wednesday, December 17, 1912.

نمبر ٢٢

فہرس

— * —

تصاویر

— * —

شذرات

— * —

عالي جناب نواب وقار الملک نے مسئلہ یونیورسٹي کي نسبت اپني راے گرامي جو علي گڈہ گزٹ میں شائع فرمائي تھي' اسکے ایک موقعہ پر انگریزي تعلیم یافتہ حضرات کے مذہبي تساہل کا بھي درد و افسوس کے ساتھہ ذکر کیا ہے' اور مثال میں نماز کو پیش کیا ہے - یہ لفظ بعض حضرات کو نہایت ناگوار گذرا - وہ کہتے ہیں کہ یونیورسٹي جیسے اہم موضوع بحث سے نماز روزے کے قصے کو کیا مناسبت ؟

سچ ہے' یقیناً یہ نواب صاحب قبلہ کي بڑي غلطي ہے' جس چیز سے آج اسلام کے سب سے زیادہ قیمتي نمونوں کو مناسبت نہیں' اس سے مسلمانوں کي تعلیم و تربیت کي بحث کو کیا مناسبت ہو سکتي ہے ؟

و اذا تتلى علیہم ایاتنا بینات تعرف في وجوہ الذین کفروا المنکر' یکادون یسطون بالذین یتلون علیہم ایاتنا' قل افا نبئکم بشر من ذلکم ؟ النار' وعدہا اللہ الذین کفروا و بئس المصیر (٢٢ : ٧٠)

اور جب انکو ہماري آیتیں پڑھکر سنائي جاتي ہیں' تو تم ان منکروں کے چہروں پر کیسي سخت ناگواري اور ناخوشي کے آثار دیکھتے ہو' یہاں تک کہ قریب ہو جاتا ہے کہ ہماري آیتیں اور احکام سنانے والوں پر جوش غضب میں آکر حملہ کر بیٹھیں ! لیکن ان سے کہدو کہ احکام الہي کا ذکر تو تمہارے لیے بڑي مصیبت ہي ہے' مگر اس سے بھي بدتر ایک چیز تمہیں بتلاؤں ؟ آتش دوزخ ! جسکا اللہ نے منکروں سے وعدہ کیا ہے اور وہ بہت ہي برا ٹھکانا ہے -

خیر ' جو حالت ہے وہ ظاہر ہے ' لیکن نواب صاحب قبلہ کی تحریر میں یہ چند سطور پڑھکر ہمارے خیالات میں ایک سخت درد انگیز جنبش پیدا ہوگئی - نواب صاحب کی یہی وہ ایات خصائص ہیں ' جنکی وجہ سے ہم انکی عزت اپنے دل سے نہیں نکال سکتے ' اگرچہ انکی جناب میں بہت سی شکایتیں بھی رکھتے ہیں -

یونیورسٹیاں بنائی جا رہی ہیں ' تعلیم کے نظام و قواعد کیلیے کمبریج اور اکسفورڈ کے سراغنے و مشاہدے میں اس قدر استغراق و استہلاک کا دعوی ہے کہ ماسوا کی طرف نظر اٹھانے کی مہلت نہیں ' تعلیم و تربیت کے انقلاب کا اسدرجہ غل مچایا جاتا ہے کہ تکاد السموات یتفطرن منہ و تنشق الارض و تخر الجبال ھدا (۱۹ : ۹۲) اور پھر یونیورسٹی کے مناصب و فضائل کا ترکش جب خالی کیا جاتا ہے تو قوم کی جیبوں کو مجروح کرنے کیلیے سب سے بڑا بے امان تیر مذہب ہی کا ہوتا ہے ' لیکن باوجود اسکے کسی بندہ خدا کو اسکا خیال تک نہیں [تا کہ اگر یونیورسٹی مسلمانوں کیلیے بنائی جارہی ہے ' اور اگر اسلام ایک مذہب ہے ' جو بغیر اعمال کے قائم نہیں رہسکتا ' تو مسلمانوں کے عملاً مسلمان رہنے کے مسئلے پر بھی چند لمحے صرف کیے جائیں - لیکن ایسا کرنے کو کون کہے ؟ علی گڈہ کالج کو یونیورسٹی بنایا جاے گا - یہی وہ تکمیل اسلام کا نصب العین ہے ' جسکا عہد و میثاق علی گڈہ سے روز اول لیا جا چکا ہے ' پس یونیورسٹی کے یہ معنی ہیں کہ پہلے علی گڈہ کی ہر چیز کو ناپیے ' اور پھر اسقدر ہاتھ پھیلائیے کہ ہر شے موجودہ پیمایش سے دوگنی پیمایش کی ہو جاے - اور ترقی کے یہ معنی ہیں کہ جہاں تک ممکن ہو ' اسی پیمانے کو دوگنے سے تگنا ' اور تگنے سے چوگنا کرتے جایہے - آپ جس قدر بڑھتے جائیں گے ' ترقی بھی ہوتی جاے گی - پھر مذہب کے بارے میں علی گڈہ کی جو موجودہ پیمایش ہے ' وہ پیش نظر ہے ' اسی کو المضاعف کرکے ہم جب چاہیں یونیورسٹی کو بھی دیکھ سکتے ہیں -

ہمارے مخدوم مولانا حبیب الرحمن صاحب شروانی برہم ہیں کہ تم کالج کی مذہبی حالت کی نسبت " پایہ تحقیق سے گری ہوی باتیں " لکھدیا کرتے ہو ' ہم نے عرض کیا تھا کہ جب خود ہی آپنے یہ داستان چھیڑدی ہے تو براہ کرم ذرا آگے بڑھیے ' اور ان جملوں پر لکیر کھینچ کر خاص طور پر توجہ بھی دلائی تھی ' لیکن آج کئی ہفتے گذر گئے کہ انکے انتظار میں چشم براہ ہیں ' اب اسکے سوا کیا چارہ ہے کہ خود ہی آگے بڑھیں ' اور عجیب و غریب کمیٹی ٹرسٹیان کے ممبر جن باتوں کو جانتے ہیں مگر نہیں بولتے ' انکو اب ایک مرتبہ پوری تفصیل و تشریح کے ساتھ پیش کر دیں -

کالج کے طلبا کی مذہبی حالت کی نسبت ابھی رہنے دیجیے ' سب سے پہلے ہمیں اُن ارکان کالج کی نسبت " جو بعض طور پر سات کروڑ مسلمانوں کے نائب ہیں " یعنی اُس اسلام کے پیرؤں کے ' جس نے پانچ وقت کی نماز پڑھنے کیلیے اور رمضان کا روزہ رکھنے کیلیے فرض کیا ہے ' چند تحقیق طلب باتیں دریافت کرنی ہیں -

ہم نے نماز روزے کا لفظ خاص طور پر اس لیے لکھدیا کہ آجکل کی تہذیب یافتہ سوسائٹی کیلیے انہی لفظوں میں سب سے بڑی چڑھ ہے : و اذا نادیتم الی الصلوۃ ' اتخذوھا ھزوا و لعبا ' ذالک بانہم قوم لا یعقلون (۵ : ۶۳) ورنہ مقصود تمام مذہبی احکام و اعمال ہیں -

---

صلح جنگ

جب وقت مسئلہ التوا نے یونان کی علحدگی کی خبر آئی ہے ' اسی وقت ہم کو خیال ہوا تھا کہ یہ ایک فرضی اختلاف ہے ' جو صرف اسلیے ہے کہ باب عالی سرویا اور بلغاریا کے تذلل و عاجزی سے زیادہ مغرور نہو جاے ' چنانچہ روزانہ ضمیمہ میں ایک تاربرقی کے نیچے یہ خیال ظاہر کر دیا تھا -

لیکن اب ایک تاربرقی میں خود لندن کے سیاسی حلقوں کا یہ خیال ظاہر کیا گیا ہے کہ یونان کی مخالفت کوئی اصلی مخالفت نہ تھی چنانچہ لندن کانفرنس میں وہ اپنے وکلا بھیج رہا ہے -

سرویا اور اسٹریا کا مسئلہ بدستور ہے - وائنا سے ۷ کی ایک تاربرقی میں ظاہر کیا گیا ہے کہ سرویا نے کئی توپخانے دریاے ڈینیوب کے کنارے بھیجدیے ہیں ' جو رومانیا اور سرویا کا سرحدی حصہ ہے -

اسٹریا کے وزیر جنگ اور سپہ سالار فوج کا مستعفی ہوجانا بھی یقیناً اس مسئلے سے ایک گہرا تعلق رکھتا ہے -

التوا کے شرائط کی نسبت اور کوئی تفصیلی خبر نہیں آئی ' لیکن اب لندن کی کانفرنس صلح کی طیاریاں ہو رہی ہیں ' ترکی وکلا کا انتخاب ہوچکا ہے : صالح پاشا وزیر بحری ' رشید پاشا وزیر زراعت ' نظامی پاشا سفیر جرمنی مقرر ہوئے ہیں ' اور بار بار بیان کیا گیا ہے کہ لندن میں کانفرنس کے انعقاد کیلیے خود دولت عثمانیہ نے راے دی تھی - اسلیے ' تاکہ انگلستان کی وزارت خارجہ کے صلاح و مشورے سے مستفید ہو !

لندن میں خیال کیا جاتا ہے کہ سب سے پہلے یورپین مقبوضات کا ترکی سے فیصلہ کرلیا جاے گا اور اسکے بعد باہمی حصے بخرے کی بحث شروع ہوگی ' اور یہ بات نہایت اہم ہے - کیونکہ بلقانی ریاستوں کی باہمی پھوٹ جو نئے مقامات کے حصول میں خارج ہوتی ' اور ترکی کیلیے مفید ' تقسیم کی بحث کو پیچھے ڈالکر اس طرح اسکا دفعیہ کیا جارہا ہے -

۴ دسمبر تک ایڈریانوپل کے اطراف میں جنگ جاری رہی ' اور اسی تاریخ کو التوا کے کاغذات پر دستخط ہوے ہیں - ناظم پاشا نے مکرر باب عالی کو اطلاع دی ہے کہ ہم سب نے آخر دم تک لڑنے کا فیصلہ کرلیا ہے -

---

یا للاسف و یا للعار !!

لیکن ان تمام حالات کے اندر ہم جو کچھ دیکھ رہے ہیں ' اس پر بہت کم لوگوں کی نظر ہوگی -

جب طوفان آتا ہے ' تو آسمان پر بجلی چمکتی ہے ' اسمیں روشنی بھی ہوتی ہے ' لیکن اس روشنی کو کیا کیجئے جو اپنے عقب میں طوفان کی ایک سخت تاریکی رکھتی ہو ؟

ترکوں کے مقابلے میں قرق قلعسی کے قلعوں کے سامنے جو طوفان آیا تھا ' وہ خطرناک نہ تھا ' لیکن جو طوفان اب انگلستان کے نظارت خارجہ سے اٹھنے والا ہے ' اور جسکی بجلی صلح و التواے جنگ کی صورت میں چمک رہی ہے ' یہی ہے جو موجودہ شیطنت آباد یورپ کے سب سے بڑے شیطان کا تخت بچھاے گا - ہلاکت اور بربادی کے دیو اسکے نیچے سے نکلیں گے ' شرارت اور دسائس کے عفریت اسکے سامنے صف باندھکر کھڑے ہونگے ' اسکے بعد نوے برس کی ایک یہودی الفضل لاش ملکی خیانت کی قبر سے اٹھکر آے گی ' ملک کی لعنت کا عصا اسکے ہاتھ میں ہوگا ' غداری کے بوجھ سے اسکی کمر جھک گئی ہوگی ' اور اس ہئیت مقموع اور صورت

ملبوس کے ساتھہ - دنیا دیکھ گئی - کہ وہ اس تخت کے سامنے آکر سربسجود ہوگئی !

الہلال کے دوسرے یا تیسرے نمبر میں ہم نے ایک افتتاحیہ مضمون " قسطنطنیہ میں تصادم احزاب " کے عنوان سے لکھا تھا ' اور پھر اسکے بعد نمبر (۱۴) میں ایک دوسرا مضمون " تزاحم احزاب و تنافس اقلام " کی سرخی سے لکھا تھا - ناظرین کے پاس اگر الہلال کی فائل محفوظ ہو ' تو براہ کرم ان دونوں مضمونوں پر ایک نئی نظر ڈال لیں ' اور اسکے بعد (مسٹر بلنٹ) کا وہ مضمون پڑھیں جو پچھلے نمبر اور آج کی اشاعت میں " انگلستان اور اسلام " کے عنوان سے درج کیا گیا ہے ' ساتھہ ہی گذشتہ چند ماہ کے حوادث و واقعات کو بھی پیش نظر رکھیں ' اور پھر غور فرمائیں کہ جو خیالات الہلال نے ظاہر کیے تھے (اور جو مسلمانان ہند کے عام خیالات و رجحان کے بالکل مخالف تھے) وہ کیونکر حرف بحرف ظاہر ہو رہے ہیں ' اور مسٹر بلنٹ کا انکشاف سرالرکس درجہ انکا مؤید ہے ؟

ہم نے پہلے مضمون میں لکھا تھا کہ " حزب الحریۃ والائتلاف " کی نئی پارٹی پچھلی جماعت کی طرح محض اندرونی مناقشات یا اختلاف راے کا نتیجہ نہیں ہے ' بلکہ اجانب کا ہاتھہ اسکے اندر کام کر رہا ہے ' اور در اصل انگلستان نے اپنے بڑھے غلام کامل پاشا کو اسکی قبر سے نکلنے کی زحمت صرف اسلیے دی ہے کہ انجمن " اتحاد و ترقی " کی اُس قومی وزارت کو کسی طرح شکست دے جو اٹلی سے صلح کر لینے کیلیے راضی نہیں ہوئی ' اور مسئلۂ مصر کے فیصلے میں ایک سخت روک ہے - ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ جنگ طرابلس ' مصر میں لارڈ کچنر کا تقرر ' شورش البانیا ' مسئلۂ بلقان ' اور نئی وزارت کے قیام کی سازشیں ' یہ سب ایک ہی چادر حکمت عملی کے دور و دراز گوشے ہیں ' جو انگلستان کے نظارت خارجہ میں طیار کی گئی ہے -

مسٹر بلنٹ کے مضمون کو پڑھئے ' اس بقرارانہ عجلت کو یاد کیجئے جو مختار پاشا کے وزیر اعظم ہوتے ہی اٹلی سے صلح کر لینے میں ظاہر کی گئی ' عبد العزیز شاویش کی گرفتاری کو سامنے لائیے ' جسکی بلا تامل اجازت دیدی گئی ' اور غور کیجئے کہ واقعات کی اصلیت کیا ہے ؟

اسکے بعد پارلیمنٹ توٹ گئی ' اور " حزب الحریۃ " کی وزارت قائم ہوئی - ہم نے دوسرے مضمون میں اس انقلاب کو ایک سخت مصیبت قرار دیا ' اور بعض استعارات میں اصلیت کی طرف اشارہ کیا - ہم نے لکھا تھا کہ " حزب الحریۃ کا نیا جال قسطنطنیہ کے برٹش سفارت خانے میں بنا جا رہا تھا " اور یہ اس طرف اشارہ تھا کہ نئی پارٹی کے قیام کیلیے برٹش سفارت خانے میں مجلسیں منعقد ہوا کرتی تھیں ' اور (طنین) نے وہ اوقات تک بتلا دیے تھے ' جنمیں کامل پاشا اور اسکے رفقا وہاں جا کر شریک صحبت ہوا کرتے تھے - ہم نے لکھا تھا کہ " جس جال کے بننے کیلیے کامل پاشا کے بستر پیری کی چادر سے تار نکالے گئے تھے ' اور جسکے لیے اسماعیل کمال بے انگلستان جاکر وہاں کی آہنی سلائیاں لایا تھا " اور یہ اس طرف اشارہ تھا کہ اسماعیل کمال بے عرصہ تک لندن میں رہا تھا ' اور (طنین) نے لندن سے آئے ہوے وہ خطوط چھاپ دیے تھے ' جن میں کمال بے کی پولیٹکل سازشوں کی شہادتیں جمع کی گئی تھیں - ہم نے عیسے بولا تین کا ذکر کیا تھا ' جس نے اب البانیا میں خود مختاری کا اعلان کیا ہے ' اور لکھا تھا کہ " اس جال کے سوراخوں میں البانی زہر کا ڈنک پیوست کیا گیا ہے " یعنی محض انجمن اتحاد و ترقی کی وزارت کو شکست دینے کیلیے ایک البانی سازش بھی کی گئی ہے - ہم نے یہ بھی لکھا تھا کہ " اسکے لیے مصری کپاس کی گٹھریاں کھولی گئی تھیں " اور اس سے مقصود یہ تھا کہ ان تمام معاملات کے اندر " مسئلۂ مصر " کے فیصلے کی جلدی بھی پوری طرح شامل ہے -

مسٹر بلنٹ کے مضمون سے ان میں سے ہر بات کی توثیق ہوتی ہے ' اور حالات نے بھی یکے بعد دیگرے ظاہر ہوکر انکی صداقت منکشف کردی ہے - ایک زمانہ تھا ' جب ترکی کا سب سے بڑا دشمن روس سمجھا جاتا تھا ' لیکن اب فی الحقیقت اسلام کا سب سے بڑا دوست انگلستان ہے ' اور آج ڈیڑھ دو سال سے اسلامی دنیا کے مختلف گوشوں میں جو کچھہ ہو رہا ہے ' اسکے اندر ایک ہی ہاتھہ ہے ' جو کام کر رہا ہے - اٹلی کا حملہ اُس وقت شروع ہوا ' جب لارڈ کچنر مصر پہنچ گئے ' اسلیے کہ مسئلہ مصر کے فیصلے کیلیے یہی وقت موزوں سمجھا گیا تھا ' پھر جب سعید پاشا کی وزارت نے صلح سے انکار کر دیا ' تو کامل پاشا کو اٹھایا گیا ' اور البانیا میں شورش پھیلائی گئی ' اب بلقان کیلیے صلح کی کانفرنس تجویز کی گئی ہے ' اور سر ایڈورڈ گرے یورپ کو دعوت دیتے ہیں کہ البانیا ' جزائر ایجیئن اور دردانیال کے مسائل پر بحث کی جاے ' ادھر احکام کے اجرا کیلیے سر ایڈورڈ گرے ہیں ' اور ادھر سر بسجود ہونے کیلیے کامل پاشا - کہا جاتا ہے کہ لندن میں کانفرنس کے انعقاد کی تجویز خود کامل پاشا نے پیش کی ہے ' اور یہ کچھ بعید ہے جب ایسا ہوا ! پیشتر سے طے شدہ تھا - اب جو کچھہ کانفرنس میں ہوگا ' اسکو بھی مسٹر بلنٹ نے پوری صداقت کے ساتھہ سمجھا ہے ' اور تمام حالات اسقدر صاف ہیں کہ تھوڑے سے تامل کے بعد ہر ذی عقل آئندہ موسم کی حالت بتلا سکتا ہے -

مسٹر بلنٹ نے جس وقت یہ مضمون لکھا تھا ' اس وقت لڑائی کے صرف چند ابتدائی ایام گذرے تھے ' اور صلح کانفرنس کا ابھی کسی کو گمان بھی نہ تھا ' لیکن ناظرین دیکھیں گے کہ انھوں نے لندن میں کانفرنس کے انعقاد کی نسبت جو پیشین گوئی کی تھی وہ کس طرح صحیح ثابت ہوئی ' اور خبر کے ایک حصے کی صحت ہمیشہ باقی حصوں کی صحت کیلیے ضمانت ہوا کرتی ہے -

جس وقت کہ اس جنگ کے ابتدائی ایام اندوہ جلد جلد گذر رہے تھے ' ترکی شکستوں اور فراروں کی خبریں غیر منقطع تھیں ' صبح کو آنکھہ کھلتی تھی ' تو انتظار ہوتا تھا کہ کہیں قسطنطنیہ کے مفتوح ہو جانے کی خبر رائٹر ایجنسی کے دفتر میں نہ پہنچ چکی ہو ' اس وقت ہمارا قلب مضطر ' اور روح غمگین تھی ' لیکن ناظرین متعجب ہونگے کہ آجکل ' جب کہ عثمانی ثبات و استحکام کی خبر پایۂ ثبوت کو پہنچ چکی ہے ' شتلجا کے استحکام نے مقدونی امیدوں کا خاتمہ کردیا ہے ' بلغاریا کی بالکل ہلاکت اور تباہی ایک نا قابل انکار صداقت ہے ' اور جنگ نہیں ' بلکہ صلح کا میدان ایک سر زمین امن و عدل میں گرم ہونے والا ہے ؛ اُس وقت سے بدرجہا زیادہ مضطرب الحال ' اور غمگین و محزون ہیں - کیونکہ اُس وقت دشمن نما دشمن کی تلوار سے مقابلہ تھا ' جسکا جواب بہرحال تلوار سے دیا جاتا ' اور اب دوست نما دشمن کی صلح سے ہے ' جسکی کاٹ کیلیے کوئی ڈھال نہیں :

امید صلح ازاں با شکیب ایوب ست
کہ دشمن آشتی انگیز و دوست محجوب ست

ممکن ہے کہ کانفرنس میں انگلستان کی طرف سے ایک نمایشی حمایت ترکی کیلیے ظاہر کی جاے ' جیسی کہ برلن کانگریس میں لارڈ سالسبری نے آسٹریا کو بوسنیا اور ہرزیگوینا دلاتے ہوے دکھلائی تھی ' لیکن یہ بھی صرف اسلیے ہوگا کہ بموجب کسی خفیہ قرار داد کے جو شاید کامل پاشا کے ساتھہ ہو چکا ہے ' اسکے معاوضے میں

مصر کا دائمی اور مستقل قبضہ حاصل کر لیا جائے - لارڈ کچنر مصر میں جو کچھ کر رہے ہیں وہ اس امر کا ثبوت بین ہے کہ انگلستان اب مسئلہ مصر کا بہت جلد فیصلہ کر دینے کیلیے بیقرار ہو رہا ہے ' اگر پہلا نقشہ کامیاب ہوگیا ہوتا ' اور اٹلی طرابلس پر قابض ہو جاتی ترکیب کا فیصلہ ہو چکا ہوتا ' لیکن کامل پاشا کی بدولت اب بھی کچھہ نہیں گیا ہے - حزب الوطنی پر پے در پے مقدمات ' اور بالآخر قومی جماعت کے آخری آرگن (العلم) کے بند کر دینے میں بھی بہت سی مصلحتیں مضمر ہیں -

---

"حق اخوت" یا حق جہاد ؟ ہم ان خیالات کو پچھلی اشاعت سے بھی پیشتر ظاہر کرنا چاہتے تھے ' مگر پھر اس خیال نے خاموش کردیا کہ وقت نازک ' اور جو کچھہ ہندوستان میں ہو رہا ہے بہت قیمتی ہے ' ممکن ہے کہ اس طرح کی اشاعات سے بعض غیر مستقل طبیعتیں افسردہ ہو جائیں - لیکن اب دیکھتے ہیں تو الحمد لله اپنے اخوان ملت کے موجودہ جوش دینی اور غیرت ملی کو اس سے بدرجہا ارفع پاتے ہیں کہ وہ ان حالات سے متاثر ہو - مسلمانان ہند کو صرف اپنا فرض محسوس کرنا چاہیے - جو لوگ ترکوں کی مدد کو " حق اخوت " یا کسی اور ایسے ہی لفظ سے تعبیر کرتے ہیں ' وہ در حقیقت سچ بولکر بھی سچ کو بالکل خالص رکھنا نہیں چاہتے -

بیشک ترک انسان ہیں اور نیز مظلوم ' پس دنیا میں ہر منصف اور نیک روح کیلیے انکی مدد انسانی ہمدردی اور نوع پرستی میں داخل ہے ' لیکن ہم صاف صاف کہتے ہیں کہ مسلمانان ہند کے لیے انکی مدد نہ تو محض حق اخوت ہے اور نہ محض انسانی ہمدردی ' بلکہ صریح اور بین طور پر " حق جہاد و قتال فی سبیل الله " ' ولو کرہ الکافرون ' و من تبعهم من المنافقین والمتفرنجین المارقین -

پس مسلمانوں کو صرف اس امر پر نظر رکھنی چاہیے کہ دنیا کا ایک اسلامی حصہ ہے ' جسپر صلیب برداروں نے (لعنهم الله) حملہ کر دیا ہے ' مسلمان مجاہدین کی ہزاروں لاشیں تڑپ چکی ہیں اور زخمیوں کی کثرت سے قسطنطنیہ کی مسجدیں تک بھر گئی ہیں ' ایسی حالت میں اسلام ان سے اپنا حق طلب کرتا ہے ' اگر انہوں نے اس فرض کے انجام دینے میں ذرا بھی غفلت کی ' تو یاد رکھیں کہ قیامت کے دن الله کے آگے یہ عذر نہیں چلیگا کہ " کامل پاشا کی مغشوش پارٹی بر سر وزارت تھی ' اسلیے ہم ہزارہا مسلمان زخمیوں کی مدد سے باز رہے "

نظر بہ مستقبل موجودہ حالات میں صرف دو صورتیں ہیں ' جنمیں امید کی جھلک پائی جاتی ہے ' یا قسطنطنیہ میں عام قومی و ملی جوش و اضطرار کا ظہور ' اور جو نوجوان ترک کامل پاشا کے تسلط اور قید کرنے سے بچ رہے ہیں ' انکا خروج تاکہ وزارت میں تبدیلی ہو - قسطنطنیہ کی موجودہ حالت یہ ہے اکثر لیڈر گرفتار کرلیے گئے ہیں ' اخبارات بند ہیں ' اور " طنین " گو جاری ہے مگر قلم تفتیش کے زیر احتساب - وہ بطل دستور ' وہ قہرمان حریت ' وہ عربی النسل عظیم الشان عثمانی ' وہ قسطنطنیہ کا ایک ہی خادم ملت ' یعنی محمود شوکت پاشا ' معلوم ہوتا ہے کہ آجکل نہایت بیقرار ہے ' اور سعی و جہد سے غافل نہیں ' لیکن مخالفین کا استبداد و احاطہ مہلت کار نہیں دیتا - (المؤید) کا نامہ نگار [جسکے لیے یقیناً کامل پاشا نے بھی کوئی ماہوار رشوت کا وظیفہ مقرر کر دیا ہے ' جس طرح مختار پاشا نے تیس پاونڈ مقرر کیے تھے ' اور جس کو حال کی ایک ملاقات میں کامل پاشا نے گرم قہوہ کی پیالی دیکر ' اسکے اخبار کی خلعت فروشی کے بارے کو انتہائی درجے تک چڑھا دیا ہے] خبر دیتا ہے کہ انجمن اتحاد و ترقی کے ممبر آجکل زیر ریاست شوکت پاشا ایک نئی قومی اور وطنی وزارت قائم کرنے کی فکر میں ہیں ' اور بہ تحقیق معلوم ہوا ہے کہ شوکت پاشا کی آمد و رفت ولی عہد سلطنت کے یہاں بہت بڑھی ہوئی ہے -

اس سے معلوم ہوتا ہے کہ موجودہ نسل اسلامی کا یہ سب سے بڑا سپاہی باوجود مخالفین کے استیلا و تسلط کے ' خدمت ملت سے دستکش نہیں ہوا ہے ' اور عجب نہیں کہ الله تعالی ایک ہیجان داخلی پیدا کر کے اعمال مفسدین و خائنین ملت کو اسکی تیغ حقانیت سے ویسی ہی سزا دلادے ' جیسی جولائی سنہ ۱۹۰۷ ع میں تین دن تک ارتجاعی سرغناوں کو دلائی تھی : وما ذالک علی الله بعزیز -

اور یا پھر دول یورپ کے باہمی رقیبانہ تعلقات ' اسٹریا اور سرویا کی پیچیدگی ' اٹلی اور یونان کی کشیدگی ' اتحاد ثلاثہ کا ائتلاف ثلاثہ سے اختلاف ' اور جرمنی کا موجودہ رویہ ' امید دلاتا ہے کہ شاید یورپ کے چند ٹکڑوں پر اسلام کے گذشتہ قافلۂ حکومت کے جو دو آخری نقش قدم باقی رہگئے ہیں ' انکے مٹانے کی مہلت کچھہ دنوں کیلیے بڑھا دی جائے - اسٹریا کے وزیر جنگ کی تبدیلی اس امید کو قوی کرتی ہے اور عجب نہیں کہ اس ہفتے کے اندر ہی معاملات میں ایک تغیر عظیم ہو -

---

بقیہ عثمانی ڈاک

٦٠٠ - بلغاری مقتول اور بیشمار غنیمت

—*—

باب عالی اطلاع دیتی ہے کہ ہماری فوج کا دشمن کی فوج سے ایک موقع (پوزیشن) پر مقابلہ ہوا ' جسمیں ٦٠٠ بلغاری مارے گئے - غنیمت میں بیشمار بندوقیں اور بکثرت سامان غنیمت ہاتھہ آیا -

---

عثمانی بیڑے کی آتشباری

عثمانی جنگی جہاز جو چتلجا کے ساحل پر لنگر انداز ہیں ' دشمن کی اس فوج پر آگ برسا رہے ہیں ' جو ساحل کے قریب موجود ہے - کل توپوں کی شدت آتشباری سے مجبور ہو کر دشمن کی فوج ۱۰ میل شمال کی طرف فرار کرگئی -

---

نامور ان غزوۂ بلقان

آئندہ نمبر سے " ناموران غزوۂ طرابلس " کی طرح " ناموران غزوۂ بلقان " کا باب بھی شروع کردیا جائےگا ' چونکہ اب تک جنگ کے تفصیلی حالات نہیں آئے تھے ' اسلیے عام خبروں اور عربی مراسلات کے تراجم کے سوا مخصوص طرز کا کوئی مضمون نہیں لکھا جا سکا -

---

کوئی خبر نہیں

اس ہفتے کوئی خاص تار دفتر میں نہیں پہنچا لیکن قسطنطنیہ کے عام قومی آراؤ رجحان کی تحقیق کیلیے ہم تار روانہ کر چکے ہیں -

یا للعار !!!

—:•:—

این شرف الاسلام ؟ واین مجد المسلمین ؟ هل فقد المسلمون کل ذالک ؟ ام علی قلوب اقفالها ؟ ؟

طرابلس کی مسجد کے منارے پر اب اٹالین سپاہی چڑھ گیا ہے، تاکہ شہادت گاہ توحید پر صلیب کا علم نصب کرے

— * —

الله الله ایها المسلمون !!

هل بعد هذا الذل تسکتون ؟ و ای عیش بعده تطلبون ؟ و علی ای شی تحافظون ؟

" فبای حدیث بعده تؤمنون " ؟ ؟ ؟

— * —

اما بها لعین فی الاسلام وامتحنت * حتی خلت منه اقطار و بلدان

تبکی الحنیفیة البیضاء من اسف * کما بکی لفراق الالف هیمان

علی دیار من الاسلام خالیة * قد اقفرت و لها بالکفر عمران

حتی المحاریب تبکی وهی جامدة * حتی المنابر ترثی وهی عیدان

الا نفوس ابیات لها همم * اما علی الخیر انصار و اعوان؟

لمثل هذا یذوب القلب من کمد * ان کان فی القلب اسلام و ایمان

— * —

قلی بولی کی جامع مسجد کے محراب و منبر، جنکو اب مہینوں سے "الله اکبر" کی صداے توحید نصیب نہیں، اور جنکے سامنے صفوف صلوۃ و دعا کی جگہہ بلغاری صلیب پرستوں کے بوٹوں کا گرد و غبار اڑ رہا ہے !!

الہلال

١١ دسمبر ١٩١٢

عید اضحی

اللہ اکبر ! اللہ اکبر ! لا الہ الا اللہ واللہ اکبر !
اللہ اکبر وللہ الحمد ! !

(٤)
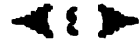
اسوۂ ابراهیمي و حقیقت اسلامیه ، جہاد في سبیل اللہ و ذهاب الی اللہ !

— * —

فلما اسلما وتله للجبین ، ونادیناه
ان یا ابراهیم ، قد صدقت الرویا
انا کذالک نجزي المحسنین ، ان
ھذا لھو البلاء المبین ، و فدینا
بذبح عظیم ، وترکنا علیه في
الاخرین ، سلام علی ابراهیم
(٣٧ : ١٠٣)

— * —

خلافت انسانی اور حقیقت اسلامی -

اور یہي وہ عہد و میثاق عبودیت تھا ، جسکا اقرار صحبت ازل کے هر جرعه نوش جام " بلی " سے لیا گیا ، اور حقیقت اسلامی کی محبوبیت اولی نے سب کي زبان سے بے اختیارانه اقرار انقیاد کرا لیا :

و اذ اخذ ربک من بنی آدم من ظهورهم ذریتهم و اشهدهم علی انفسهم : الست بربکم ؟ قالوا : بلی ! (٧ : ١٧١)

اور وہ وقت یاد کرو ، جب تمهارے پروردگار نے بنی آدم سے اسکي ذریت کو (بصورت تعین اولی) نکالا اور انکے مقابلے میں خود انہي سے شہادت دلادي - اسطرح ، که ان سے پوچھا ، کیا میں تمهارا آمر و حاکم اور رب الارباب نہیں هوں ؟ سب نے اطاعت کے سر جھکا دیے که بیشک ، تو هی مستحق اطاعت ہے -

اور اسی حقیقت اسلامی کے سر جھکانے کا نتیجہ وہ سربلندي ہے ، جو انسان کو تمام مخلوقات ارضیه میں حاصل ہے ، اور جسکی وجہہ سے وہ اللہ تعالی کے صفات کاملہ کا مظہر ، اور زمین پر اسکا خلیفه قرار پایا - اس نے جب اللہ کے آگے سر اطاعت جھکا دیا ، تو اللہ نے ان تمام مخلوقات ارضیه کو ، جنکے سر اسکے آگے جھکے هوے تھے ، حکم دیا که اس جھکنے والے کے آگے تم بھی جھک جاؤ ، که من تواضع للہ ، رفعه اللہ

ولقد کرمنا بنی آدم وحملناهم فی البر والبحر ورزقناهم من الطیبات (١٧ : ٨٢)

اور هم نے شرف و کرامت عطا فرمایا نسل انساني کو اور تمام خشکي اور تري کي چیزوں کو حکم دیا که اسکے مطیع هو جائیں ، اور اسکو اٹھا لیں ، اور اسکے لیے دنیا میں بہترین اشیا پیدا کردیں -

حقیقت اسلامیه کا ضد حقیقي یا قوت شیطاني

کائنات کي هر مخلوق نے اس حکم کي تعمیل کی ، کیونکه انکے سر تو اسکے آگے جھکے هوے تھے ، پر ایک شریر هستي تھي ، جس نے غرور و تکبر کے ساتھه کفر کا سر اٹھایا ، اور اسلام کي اطاعت سے انکار کر دیا :

وإذ قال ربک للملائکة اسجدوا لآدم ، فسجدوا الا ابلیس ، ابی واستکبر ، وکان من الکافرین (٢ : ٣٢)

اور جب تمهارے پروردگار نے ملائکه کو حکم دیا که تم آدم کے آگے اطاعت کے سر جھکا دو ، تو سب جھک گئے مگر ایک ابلیس تھا ، جس نے انکار کیا اور کبر و غرور کا سر اٹھایا ، اور وہ یقیناً کافروں میں سے تھا -

" وکان من الکافرین " کیونکه اسلام کے معني جھکنے کے هیں ، اور کفر نام ہے سرکشي کا - " ابلیس " نے جھکنے سے انکار کیا اور سرکشي کا سر اٹھایا ، پس " وہ ضرور کافروں میں سے تھا " -

یہی ایک شریر طاقت ہے ، جو تمام سرکشیوں اور هر طرح کے ظلم و طغیان کا عالم میں مبدء ہے ، یہی وہ تاریکي کا اهرمن ہے جو یزداني نور و ضیاء کے مقابلے میں اپنے تئیں پیش کرتا ہے ، یہي وہ قهرمان ضلالت ہے ، جو انسان کے پانوں میں اپني اطاعت کي زنجیریں ڈالکر اسکو اسلامی اطاعت سے باز رکھتا ہے ، یہي وہ ابو الکفر ہے ، جسکي ذریت انسان کے اندر اور باهر ، دونوں میں پھیلي هوئي ہے ، اور جو جب چاهتا ہے ، انسان کے مجراے دم کے اندر پهنچکر اپني ضلالت کے لیے راہ پیدا کر لیتا ہے ، اور یہی وہ اسلام کی حقیقت کا اصلی ضد ، اور اسکی قوت هدایت کا قدیمی دشمن ہے ، جس نے اپنے کفر کے پہلے هی دن کہدیا تھا که :

قال ارایتک هذا الذي کرمت علی لئن اخرتن الی یوم القیامة لاحتنکن ذریته الا قلیلاً (١٧ : ٦٥)

شیطان نے آدم کي طرف حقارت کے ساتھه اشارہ کر کے کہا که یہي ہے جس کو تو نے مجھه پر فوقیت دي ہے - لیکن اگر تو مجھکو روز قیامت تک مہلت دے ، تو میں اپنی قوت ضلالت سے اسکي تمام نسل کو تباہ کردوں ، البته وہ تھوڑے سے لوگ ، جن پر میرا جادو نه چلے گا ، میري حکومت سے باهر رهجائیں گے -

لیکن خدا تعالے نے یه کہکر جھڑک دیا که :

اذهب فمن تبعک منهم ، فان جهنم جزاؤکم جزاء موفورا واستفزز من استطعت منهم بصوتک ، واجلب علیهم بخیلک ورجلک ، وشارکهم في الاموال والاولاد وعدهم ، وما یعدهم الشیطان الا غرورا (١٧ : ٦٦)

جا دور هو ! جو شخص نسل آدم میں سے تیري متابعت کرے گا ، اسکے لیے اور تم سب کیلیے عذاب جہنم کي پوري پوري سزا هوگی - ان میں سے جن جن کو تو اپني پر فریب صداؤں سے بہکا سکتا ہے ، بہکالے ، ان پر اپني فوج کے سواروں اور پیادوں سے چڑھائی کردے ، انکي مال و دولت اور اولاد و فرزند میں شریک هو کر اپنا ایک حصه لگالے ، اور انسے جتنے جھوٹے وعدے کرسکتا ہے کرلے ، شیطان کے وعدے محض دھوکے اور فریب سے زیادہ نہیں هیں -

پھر یہي ہے جس کو خواہ تم اپنے سے خارج دیکھو ، یا خود اپنے اندر تلاش کرو ، اسکے حکم ضلالت کے احکام دونوں جگهه جاري هیں - وہ کبھي تمهاري رگوں کے اندر کے خون میں اپني ذریات کو اتار دیتا ہے تاکه تم پر اندر سے حمله کرے ، کبھي باهر سے آکر تمهارے دماغ وحواس پر قابض هو جاتا ہے تاکه تم کو اپنے آگے جھکا کر خدا کے آگے جھکنے سے باز رکھے - وہ کبھي تمهارے مال ومتاع میں ، کبھي محبت اهل و عیال میں ، اور کبھي عالم محبوبات ومرغوبات دنیویه میں شریک هو جاتا ہے ، اور اسطرح تمهاري هر شے خدا کي جگهه اسکے لئے هو جاتي ہے - تم چلتے هو تو اسکے لیے ، کھاتے هو تو اسکے لیے ، اور پہنتے هو تو اسکے لیے ، حالانکه حقیقت اسلامي چاهتي ہے که تم جو کچھه کرو خدا کے لیے کرو -

ہر تاریکی جو روشنی کو چھپانا چاہتی ہے ' ہر سیاہی جو سفیدی کے مقابلے میں ہے ' ہر تمرد و سرکشی جو اطاعت الہی کی ضد ہے ' اور ہر وہ شے ' جو حقیقت اسلامی سے خالی ہے ' یقین کرو کہ شیطان ہے اور دنیا کی ہر لذت ' اور ہر راحت ' جسکا انہماک اس درجہ تک پہنچ جاے کہ وہ حقیقت اسلامی کے انقیاد پر غالب آجاے ' شیطان کی ذریت میں داخل ' پس اسکے وجود کی نسبت کیوں سونچتے ہو کہ وہ کیسا ہے اور کہاں ہے ؟ اسکو دیکھو کہ وہ تمہارے ساتھہ کر کیا رہا ہے ؟ - (مسیح) نے کہا کہ ایک نوکر دو آقاؤں کو خوش نہیں کرسکتا ' اور قرآن کریم کہتا ہے کہ :

ما جعل اللہ لرجل من قلبین فی جوفہ (۳۳ : ۴)

اللہ نے کسی انسان کے پہلو میں دو دل نہیں رکھے ہیں - بلکہ دل ایک ہی ہے -

پس ایک دل کے سر بھی دو چوکھٹوں پر نہیں جھک سکتے ' اور دنیا میں دل ہی ایک ایسا جوہر ہے ' جسکی تقسیم نہیں ہوسکتی - یا وہ قوت شیطانی کا مطیع و منقاد ہوگا ' یا قوت رحمانی کا - یا وہ شیطان کا عبادت گذار ہوگا ' یا خداے رحمان کا - اور عبادت و پرستش سے مقصود یہی نہیں ہے کہ پتھر کا ایک بت تراش کر اسکے آگے سر بسجود رہو - یہ تو وہ ادنی شرک ہے ' جس سے قریش مکہ کا خیال بھی بلند تھا - بلکہ ہر وہ انقیاد ' ہر وہ سطوت و شدید انہماک ' اور ہر وہ استغراق و استیلا ' جو حقیقت اسلامی کے انقیاد اور محبت الہی پر غالب آجاے اور تم کو اسطرح اپنی طرف کھینچ لے کہ جسکی طرف تمہیں کھینچنا تھا ' اسکی طرف سے گردن موڑ لو ' در حقیقت وہی تمہاری پرستش و عبادت کا بت ہے اور تم اسکے بت پرست ' اور اصلی و حقیقی شرک کے مشرک - یہی سبب ہے کہ حقیقت شناسان توحید نے فرمایا : من شغلک عن اللہ فہو صنمک ' و من الہاک فہو مولاک (جس چیز نے تم کو اللہ سے الگ کر کے اپنی طرف متوجہ کرلیا ' وہی تمہارے لئے بت ہے ' اور تم اسکے پوجنے والے ہو) - خواہ وہ جنت کی ہوس اور حور و قصور کا شوق ہی کیوں نہو ؟ (رابعۂ بصریہ) سے جب پوچھا کہ : ما الشرک ؟ شرک کی حقیقت کیا ہے ؟ تو اس نے کہا کہ طلب الجنۃ ' و اعراض عن ربہا - جنت کی طلب کرنا ' اور مالک جنت کی طرف سے غافل ہوجانا ! یہی سبب ہے کہ قرآن کریم نے ہواے نفس کو معبود و الہ کے لفظ سے تعبیر کیا ہے :

افرایت من اتخذ الہہ ھوا ؟ ( )

کیا تم اس گمراہ کو نہیں دیکھتے ' جس نے اپنی ہواے نفس کو معبود بنالیا ہے ؟

اور کس قدر میرے مطلب کو واضح تر کر دیتی ہے سورہ یاسین کی وہ آیت ' جبکہ فرمایا کہ :

الم اعہد الیکم یا بنی آدم ان لا تعبدو الشیطان ' انہ لکم عدو مبین ' و ان اعبدونی ھذا صراط مستقیم ! (۳۶ : ۶۰)

کیا ہم نے تم سے اے اولاد آدم ! اسکا عہد نہیں لے لیا تھا کہ شیطان کی پوجا سے باز رہو ' کیونکہ وہ تمہارا ایک کھلا دشمن ہے اور صرف ہماری ہی عبادت کرو کہ یہی ہدایت کی حقیقی راہ ہے ؟

یہاں شیطان کی اطاعت کو بندگی اور عبادت کے لفظ سے تعبیر کیا ' اور عبادت الہی کے اس عہد و میثاق کو یاد دلایا ' جو " الست بربکم " کے سوال کے جواب میں تمام بنی آدم سے لیا جا چکا ہے - پس حقیقت اسلامی یہ چاہتی ہے کہ انسان قوت شیطانی سے باغی ہوکر صرف خدا تعالی کا ہو جاے ' اور اسکے آگے سر انقیاد جھکا کر اپنے " میثاق بلی " کی تجدید کرے - تاکہ وہ اللہ کا بندہ ہو ' اور اللہ کا بندہ وہی ہے جو شیطان کا نہیں ہے :

ان " عبادی " لیس لک علیہم سلطان و کفی بربک وکیلا (۱۷ : ۶۷)

خدا تعالی نے شیطان سے کہا کہ جو " میرے بندے " ہیں ' ان پر تیری حکومت نہیں چلنے کی - اور خدا اپنے بندوں کی کارسازی کیلیے بس کرتا ہے -

یہاں ان بندگان مخلصین کو جو شیطان کے اثر و استیلا سے محفوظ ہوں ' خدا نے اپنی طرف نسبت دی کہ " ان عبادی " جو لوگ میرے بندے ہیں ' حالانکہ کون ہے جو اسکا بندہ نہیں ہے ؟ مگر مقصود یہ تھا کہ میرے بندے تو وہی ہیں ' جو صرف میرے لیے ہیں ' لیکن جنہوں نے میرے آگے جھک کر ' پھر اپنے سر کو دوسری چوکھٹوں پر بھی جھکا دیا ہے ' تو در اصل انہوں نے بندگی کا رشتہ کاٹ دیا - گو وہ میرے تھے ' لیکن اب میرے باقی نہیں رہے ' کیونکہ انہوں نے توحید محبت کو شرکت غیر سے محفوظ نہیں رکھا [افسوس کہ یہ موقعہ اس بیان کی تشریح و تفصیل کا مقتضی نہیں ' اور مطالب اصلی منتظر رجوع]

رجـــوع الی المقصـــود

پس لفظ اسلام کے معنے ہیں کسی چیز کے حوالہ کردینے ' دے دینے ' اور گردن رکھدینے کے ' اور یہی حقیقت دین اسلام کی ہے کہ انسان اس رب الارباب کے آگے اپنی گردن رکھدے ' اور اس انقطاع اور انقیاد حقیقی کے ساتھہ ' گویا اس نے اپنی گردن اسکے سپرد کردی اور کوئی حق و ملکیت اور مطالبہ اسکا باقی نہیں رہا - اب وہ اپنی کسی شے کا ' خواہ وہ اسکے اندر ہو یا باہر ' مالک نہیں رہا ' بلکہ ہر شے اسی قوت الہیہ کی ہوگئی ' جسکا نام " اسلام " ہے - !

مہـــالک و خطـــرات حیـــات

انسان کے اندر اور انسان کے باہر ' سیکڑوں مطالبات ہیں ' جو اسکو اپنی طرف کھینچ رہے ہیں - اسکے اندر سب سے بڑے مظہر ابلیس ' یعنے نفس کی قوت قاہرہ کا دست طلب بڑھا ہوا ہے ' اور وہ ہر دم اور ہر لمحے اسکی ہر شے کو اس سے مانگ رہا ہے تاکہ اسکو خدا کی جگہہ اپنا بنا لے - باہر دیکھتا ہے تو محبوبات دنیوی اور مہلک حیات کے دام قدم قدم پر بچھے ہوے ہیں ' اور جسطرف جاتا ہے ' اس سے اسکا قلب و دماغ مانگا جاتا ہے تاکہ اسے خدا سے چھین لیں - جذبات اور خواہشوں کے بے اعتدالانہ اقدامات کی فوجوں نے اسکے دماغ کا محاصرہ کر لیا ہے ' اور آزمایشوں اور امتحانوں کی کثرت سے اسکا صبر اور دل ایک دائمی شکست سے مجبور ہے - اہل و عیال ' عزت و جاہ ' مال و دولت کے " قناطیر مقنطرہ " اور تمام وہ چیزیں ' جنکو قرآن زینت حیات دنیا سے تعبیر کرتا ہے ' اسکے کمزور دل کیلئے اپنے اندر ایک ایسی پر کشش سوال رکھتی ہیں ' جسکو رد کرنا اسکے لیے سب سے بڑی آزمایش ہو جاتا ہے :

زین للناس حب الشہوات من النساء و البنین و القناطیر المقنطرۃ من الذہب و الفضۃ و الخیل المسومۃ و الانعام و الحرث - (۳ : ۱۲)

انسان کی حالت اس طرح کی واقع ہوئی ہے ' کہ اسکے لیے دنیا کی مرغوب چیزوں مثلاً اہل و عیال ' سونے چاندی کے ڈھیر ' عمدہ گھوڑے ' مویشی اور کشت کاری میں بڑی دلبستگی ہے -

پس انقیاد اسلامی کے معنی یہ ہیں کہ انسان اپنی جنس دل و جان کے بہت سے خریدار نہ بناے ' بلکہ ایک ہی خریدار سے معاملہ کرلے - وہ ان تمام مانگنے والوں سے جنکے ہاتھہ اسکی طرف بڑھے ہوے ہیں ' اپنے تئیں بچاے ' اور اس ایک ہاتھہ کو دیکھے ' جو باوجود اسکی طرح طرح کی بے وفائیوں کے پھر بھی وفاے محبت کے ساتھہ اسکی طرف بڑھا ہوا ہے ' اور گو اس نے اپنے متاع دل و جان کو کتنا ہی ناقص اور خراب کر دیا ہو ' لیکن پھر بھی بہتر سے بہتر

قیمت دیکر خریدنے کیلیے موجود ہے ' اور صداے محبت " من تقرب الی شبرا ' تقربت الیہ ذراعا " (۱) سے ہر آن و ہر لمحہ عشق نواز ہر قلب مشتاق ہے - یہ خواہ کتنی ہی پیمان شکنیاں کرے ' لیکن وہ اپنا عہد محبت آخر تک نہیں توڑتا کہ : یا ابن آدم ! لو بلغت ذنوبک عنان السماء ثم استغفرتنی لغفرت لک (۲) اور جسکی وفاے محبت کا یہ حال ہے کہ خواہ تم تمام عمر اپنے سے کتنا ہی روٹھا ہوا رکھو ' لیکن اگر انابت و اضطرار کا ایک آنسو بھی سفارش کے لیے ساتھہ لیجاؤ تو وہ پھر بھی منانے کیلیے طیار ہے - اور جس کے دروازے سے خواہ کتنا ہی بھاگو ' لیکن پھر بھی اگر شوق کا ایک قدم بڑھاؤ تو وہ دو قدم بڑھکر تمہیں لینے کیلیے منتظر ہے " الا طال شوق الابرار الی لقائی ' وانا الیہم لاشد شوقا (۳) ولنعم ما قیل :

عاشقاں ہر چند مشتاق جمال دلبر اند
دلبراں بر عاشقاں از عاشقاں عاشق ترند

جسکا دروازہ قبولیت کبھی بند نہیں ' اور جسکے یہاں مایوسی سے بڑھکر اور کوئی جرم نہیں :

قل یا عبادی الذین اسرفوا علی انفسہم لا تقنطوا من رحمة اللہ ! ان اللہ یغفر الذنوب جمیعا ' انہ ہو الغفور الرحیم (۳۹ : ۵۴)	اے وہ میرے بندو ! کہ گناہوں میں ڈوب کر تم نے اپنے نفوس پر سخت زیادتیاں کی ہیں ' خواہ تم کیسے ہی عرق معصیت ہو ' مگر پھر بھی اس محبت فرما کی رحمت سے نا امید نہو - یقیناً وہ تمہارے تمام گناہوں کو معاف کردیگا ' بیشک وہی درگذر کرنے والا ہے اور اسکی بخشش رحم عام ہے -

ما گنہگاراں بگوییم تا ببخشدارند دل
من وفاے دوست را در بے وفائی دانستم

(٤)

اب اسقدر توطیۂ و تمہید کے بعد قرآن کریم کی طرف رجوع کرو کہ وہ اسی حقیقت اسلامی کو بار بار دہراتا ہے یا نہیں ؟ اول تو خود لفظ اسلام ہی اس حقیقت کے وضوح کیلیے کافی ہے ' لیکن اگر کافی نہو ' تو جس قدر کہہ چکا ہوں ' اس سے زیادہ کہنے کیلیے ابھی باقی ہے -

قرآن کریم میں جہاں کہیں اسلام کا لفظ آیا ہے ' غور کیجیے تو اس حقیقت کے سوا اور کوئی معنی ثابت نہونگے :

ومن یسلم وجہہ الی اللہ وہو محسن ' فقد استمسک بالعروة الوثقی (۳۱ : ۲۱)	اور جس کسی نے اپنا منہ اللہ کی طرف جھکا دیا (یا اپنی گردن اللہ کے حوالے کردی) اور اعمال حسنہ انجام دیے ' تو بس دین الہی کی مضبوط رسی اسکے ہاتھہ آگئی -

ایک دوسری جگہہ فرمایا

ومن احسن دینا ممن اسلم وجہہ للہ وہو محسن (۴ : ۱۲۴)	اور اس شخص سے بہتر کس کا دین ہوسکتا ہے جس نے اللہ کے لیے اپنا سر جھکا دیا (یا اللہ کے لیے حوالے کردیا) اور اعمال حسنہ انجام دیے ؟

سورۂ آل عمران کی ایک آیت میں جو اسلام کی حقیقت کی تفصیل و تشریح کیلیے ایک جامع ترین آیت ہے ' اسلام کا ذکر کرتے ہوے فرمایا :

ان الدین عند اللہ الاسلام (۳ : ۲۲)	دین اللہ کے یہاں صرف ایک ہی ہے اور وہ اسلام ہے -

پھر اسکے بعد کہا :

وان حاجوک ' فقل اسلمت وجہی للہ ومن اتبعنی ' وقل للذین اوتوا الکتاب والامیین : ء اسلمتم ؟ فان اسلموا ' فقد اہتدوا ' وان تولوا ' فانما علیک البلاغ ' واللہ بصیر بالعباد (۳ : ۱۸)	اور اگر منکرین اس بارے میں تمسے حجت کریں تو کہدو کہ میں نے اور میرے پیروؤں نے تو صرف اللہ ہی کے آگے اپنا سر جھکا دیا ہے - اور پھر یہود و نصاریٰ اور مشرکین عرب سے پوچھو کہ تم بھی اسکے آگے جھکے یا نہیں ؟ سو اگر وہ جھک گئے (یعنی مسلم ہوگئے) تو بس انہوں نے ہدایت پالی اور اگر انہوں نے گردنیں موڑ لیں ' تو وہ جانیں ' اور انکا کام جانے - تمہارا فرض تو حکم الہی پہنچا دینا تھا ' اور اللہ اپنے بندوں کو ہر حال میں دیکھہ رہا ہے -

اسی طرح ایک دوسری جگہہ تعلیم فرمایا کہ کہو :

وامرت ان اسلم لرب العالمین - (۱۴ : ۶۸)	اور مجھکو حکم دیا گیا ہے کہ ہر طرف سے منہہ پھیر کر اسکے آگے جھک جاؤں جو تمام جہانوں کا پروردگار ہے -

اسلام کے مقابل " ولی " اور " تولی "

یہی وجہہ ہے کہ قرآن کریم میں ہر جگہہ اسلام کے ساتھہ ' منکرین اسلام کیلیے " ولی " اور " اعرض " کا لفظ استعمال کیا گیا ہے ' " ولی عن الشی " کے معنی لغت میں " اعرض " کے ہیں اور " تولی عنہ " ای " اعرض عنہ " ہر جگہہ پاوگے ' یعنی کسی چیز کی طرف سے منہ موڑ لینا ' اور گردن پھیر لینی :—

واذا تتلی علیہم ایاتنا ولی مستکبرا کان لم یسمعہا (۳۱ :)	اور جب ان میں سے کسی منکر کو قرآن کی آیتیں سنائی جاتی ہیں تو ہیجان غرور سے اکڑا ہوا گردن پھیر کر چل دیتا ہے -

اسی طرح اور سینکڑوں مقامات میں فرمایا : " فان تولوا ' فقل حسبی اللہ " اگر وہ تیری طرف سے گردن پھیر لیں تو کہدے کہ مجھکو خدا بس کرتا ہے - " ولوا علی ادبارہم نفورا " جب کفار کے آگے ذکر الہی کرو تو وہ پیچھے کی طرف منہ موڑ کر نفرت کناں چل دیتے ہیں -

چونکہ اسلام کی حقیقت اللہ کے آگے سر کا جھکا دینا ' اور اپنی گردن سپرد کر دینا ہے ' اسلیے اس سے انکار کو ہر جگہہ " تولی " اور " اعرض " سے تعبیر کیا گیا -

کذالک یتم نعمتہ علیکم لعلکم تسلمون - فان تولوا فانما علیک البلاغ المبین (۱۶ : ۸۳)	اور اسی طرح اللہ اپنی نعمتیں تم پر پوری کرتا ہے تاکہ تم اسکے آگے جھکو ' اور اے پیغمبر ! اگر باوجود اسکے بھی لوگ گردن نہ جھکائیں ' تو تمہارا فرض تو صرف حکم الہی پہنچا دینا ہی ہے -

---

(۱) صحاح کی مشہور حدیث قدسی ہے کہ اللہ تعالی انسان کو مخاطب کرکے فرماتا ہے " جو شخص میری طرف ایک بالشت بھر بڑھے گا ' میں ایک گز بڑھکر اس سے ملونگا (۲) اے ابن آدم ! اگر تیرا گناہ اسقدر بڑھجاے کہ زمین سے لیکر آسمان تک اسکا ایک ستون بن جاے ' لیکن پھر بھی اگر تو توبہ و انابت کا سر جھکائیگا ' تو مایوس نہو کہ میں تجھے بخشدونگا -

(۳) یعنی میرے دیدار کیلیے میرے مشتاقوں کا شوق بڑھا ہوا ہے حالانکہ میں انکے لیے انسے زیادہ مشتاق ہوں - (صاحب فردوس نے ابی درداء کی روایت سے اس حدیث قدسی کو لکھا ہے ' اور پھر امام غزالی احیاء میں لاے ہیں ' لیکن احادیث کے بارے میں امام صاحب کی بے احتیاطیاں جس حد تک پہنچی ہوئی ہیں ' ارباب نظر سے مخفی نہیں - مجھے یہ حدیث لکھتے وقت بکایک یاد آگئی اور ذوق مطلب سے بے اختیار ہوکر لکھہ گیا ' لیکن اب کہ پروف دیکھہ رہا ہوں ' ظاہر کر دیتا ہوں کہ اس حدیث کو بلحاظ معنی کے لکھا ہے نہ بلحاظ الفاظ - چونکہ اسکا مطلب مشہور حدیث صحیح " من تقرب الی شبراً تقربت الیہ ذراعاً " کے بالکل مطابق ہے ' اسلیے اسکا ذکر احتیاط حدیث کے منافی نہیں -

مراسلات

فکاھات

خطاب

بہ رائٹ آنریبل سید امیر علی

انغماض چلتے وقت مروت سے دور تھا
اس وقت پاس آپ کا ہونا ضرور تھا

ہر چند لیگ کا نفس واپسیں ہے اب * اس ہستی دو روزہ پہ جسکو غرور تھا
وہ دن گئے کہ بتکدہ کو کہتے تھے حرم * وہ دن گئے کہ خاک کو دعوای نور تھا
وہ دن گئے کہ شان غلامی کے ساتھہ بھی * ہر بوالہوس ہمارِ سیاست میں چور تھا
وہ دن گئے کہ " شارع اول " کا حرف حرف * ہم پایۂ کلام سخنگوے طور تھا
وہ دن گئے کہ فتنۂ آخر زماں کے بعد * گویا کہ اب امام زماں کا ظہور تھا
اب معترف ہیں دیدہ وران قدیم بھی : * اس نقش سیمیا میں نظر کا قصور تھا
اس دست مرتعش میں نہ تھی قوت عمل * ایک کاسۂ تہی بہ سر پر غرور تھا
یہ لمعۂ سراب، نہ تھا چشمۂ بقا * یہ تیرگی تھی، جسکو سمجھتے تھے نور تھا
آئین بندگی میں تملق کی شان تھی * اخلاص و صدق، شاہدۂ مکر و زور تھا
ان کی دکان کی وہ ہوا، اب اُکھڑ چلی * جن کے گھروں میں جنس وفا کا وفور تھا
اب یہ کھلا کہ واقف سر تھا اسی قدر * جو جس قدر مقام تقرب سے دور تھا
ہر دم برادران وطن کی بدگمانیاں! * ظاہر ہوا، کہ فتنۂ ارباب زور تھا
بس مٹ گیا سیاست سی سالہ کا طلسم * اک ٹھیس سی لگی تھی کہ وہ شیشہ چور تھا

* * *

لے دے کے رہگیا تھا سہارا بس آپ کا * یہ جسم مردہ منتظر نفخ صور تھا
امید تھی کہ انکے بدل جائیں گے اصول * مٹ جائیگا نظام میں جو کچھہ فتور تھا
ہو گی کچھہ اب نظام حکومت پہ گفتگو * جس دن کا منتظر کہ ہر اک با شعور تھا
دینگے برادران وطن کو پیام صلح * آویزش عدش سے ہر اک دل نفور تھا
یہ کیا ہوا کہ آپ نے بھی بیرخی سی کی؟ * کیا آپ کو بھی راز نہان پر عبور تھا؟
یا یہ سبب ہوا کہ پرا گندہ تھا مزاج * ارسنکہ " آمدنامہ " میں شور دشور تھا؟

ممکن ہے اور بھی ہوں کچھہ اسباب ناگزیر
یہ سب سہی، پہ آپ کو آنا ضرور تھا

(وصاب)

احیاء دعوت قرانی و مقتضیات حالیہ

— * —

از مولانا عطا محمد صاحب امرتسری مصنف حقیقت اسلام وغیرہ

جناب مولانا وبالفضل اولانا دام مجدکم - السلام علیکم - کل میں نے آپکے رسالہ الہلال کا اقتباس اخبار وکیل مطبوعہ ۲۶ ماہ رواں میں پڑھا اور از حد مسرور ہوا - مزید اشتیاق میں دفتر وکیل میں اصل الہلال کو دیکھنے گیا اور دیکھتے ہی بے اختیار زبان سے سبحان اللہ اور صل علی نکل گیا - آپ نے مسلمانوں کی ایک اشد ضرورت ہی کو پورا نہیں کیا، بلکہ ایک سچے اور صحیح اصول پر چلنے کی انکو رہنمائی کی - خدا آپ کی عمر میں برکت دے اور آپ کے پرچہ کی عمر دراز ہو -

ما از تو برخوریم و تو از عمر بر خوری

میں آپ کو الہلال کے اجراء پر دلی مبارکباد عرض کرکے آپ کی توجہہ کو ایک امر کی طرف مبذول کرانا چاہتا ہوں ' اور وہ یہہ ہے کہ قرآن پاک کا یہ فرمودہ بالکل صحیح اور سچ ہے کہ "انتم الاعلون ان کنتم مومنین" اسلیے الاعلون کا انعام حاصل کرنے کے لیے مدعیان اسلام کو مومن بنانا لازمی شرط ہے ورنہ اذا فات الشرط' فات المشروط کا حال ہوگا - پس آپ کے پرچہ کا مقصود اولین یہہ ہونا چاہیے کہ مدعیان اسلام کو مومنین کے زمرہ میں داخل کرسکیں' آپ اس امر کو جانتے ہیں کہ اگر کسی شہر کی میونسپلٹی یہہ حکم جاری کرے کہ جو شخص بازار میں بیٹھیگا ' اسپر ایک آنہ یا دو آنہ جرمانہ ہوگا' تو اس حکم کے اجراء پر کوئی شہری اس حکم کی خلاف ورزی کا مرتکب نہ ہوگا ' لیکن قرآن کریم میں باوجودیکہ مناہی اور ملاہی پر متواتر وعید موجود ہیں' پھر بھی ہم مدعیان اسلام اسکی خلاف ورزی کے مرتکب ہوتے ہیں اور بہت بری طرح پر - اس سے دو بدیہی نتیجے پیدا ہوتے ہیں : یا معاذ اللہ ہمکو قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونیکا یقین نہیں ہے' یا یقین تو ہے' لیکن نقد و نسیہ کا فرق ہے ' اور یا خداوند کریم کی وسعت رحمت کے سبب قرآن کریم کی خلاف ورزی کا ڈر نہیں رہا - ان دونوں صورتوں کا مآل واحد ہے کہ ہمکو قرآن پاک پر ویسا یقین نہیں ہے جیساکہ کمیٹی کے ادنے سے ادنے' احکام کا ہے' اور اسی واسطے قرآن پاک کے مواعید کا وہ احترام ہمارے دل میں نہیں ہے' جو میونسپلٹی کے احکام کا ہے -

پس میرا یقین ہے کہ ہم مدعیان اسلام کے دلوں میں جب تک قرآن پاک کے منجانب اللہ ہونیکا یقین مثل محسوسات کے نہ ہوگا' ہم میں کسی قسم کی ترقی نہیں ہوسکتی - رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے صحابہ کے دلوں میں اسلام کے منجانب اللہ ہونیکا یقین محسوسات سے بڑھکر تھا' اور اسی واسطے وہ ترقی کے تمام مدارج کو باوجود ہر طرح کی بے سروسامانی کے اعلے علیین تک پہونچا گئے ہیں -

اسلام پر ایسا یقین مسلمانوں کے دلوں میں صرف دو طرح پر حاصل ہوسکتا ہے - اللہ جل شانہ یا تو ہمکو قلب سلیم عطا کرے اور اسلام کے واسطے ہمارا شرح صدر کردے اور صدیق اکبر رضی اللہ کا دل ہمکو عطا کرے کہ بلا کسی خارجی دلیل کے رسول اللہ صلی علیہ وسلم کے منجانب اللہ ہونے پر تصدیق قلب حاصل ہوجاوے یا ایسے محکم دلائل و براہین سے ہم اسلام کی حقیقت کو تمام دنیا کے مقابل ثابت کرسکیں کہ سائنس اور فلسفہ کو جائے دم زدن نہ رہے - امر اول کا انحصار تو محض فضل الہی پر ہے اور یشرح صدرہ الاسلام کے تحت میں داخل - لیکن دوسری شق کی نسبت میں چاہتا ہوں کہ الہلال میں اسکے واسطے جگہہ نکالی جاوے - اسلام یا قرآن کریم کے ہر عقیدہ کی صداقت ایسے محکم اور بین دلائل سے ثابت کی جاے کہ مشککین فی الاسلام اور منکرین اسلام بشرط توفیق اس سے مستفید ہوسکیں - اس حصہ الہلال میں صرف وہی محققہ دلایل اسلام کی صداقت میں پیش کرنا چاہیئں جو فلسفہ سے بے خوف ہوں اور سائنس سے متزلزل نہوں' نیز ملاحدہ کے وہ قیاسات جو ابھی تک سائنس کے رتبہ کو نہیں پہنچے یا صرف قیاسات ہی ہیں' اور کسی اسلامی عقیدہ کے مخالف یا منافی' انکی تردید کی جاوے -

جب تک مدعیان اسلام کو قرآن کریم کی صداقت پر مثل محسوسات کے یقین حاصل نہ ہوجاے گا' تب تک اسکے احکام کی تعمیل کا یہی حال رہیگا - ہم سے اگر کوئی شخص یہہ کہے کہ میاں اس سوراخ سے ہٹ کر بیٹھو' اس میں ابھی ایک سانپ گھسا ہے' تو باوجودیکہ الخبر یحتمل الصدق و الکذب ہے' ہم ہرگز اس سوراخ کے پاس نہ جائیں گے - لیکن افسوس ہے کہ باوجودیکہ ہم قرآن کریم کے منجانب اللہ ہونیکے زبان سے مدعی ہیں' لیکن اسکے احکام اور مواعید کی سراسر خلاف ورزی کر رہے ہیں - ہم ان مواعید کا اتنا احترام بھی نہیں کرتے' جتنا ایک شخص کے کہنے کا' جسکے صدق و کذب کا ہنوز امتحان بھی نہیں ہوا - پس آپ تمام دنیا پر بڑا احسان کرینگے' اگر الہلال میں صداقت اسلام کے ثابت کرلینے کے واسطے اسکا ایک حصہ مخصوص کردینگے -

---

دعوت الہلال کی نسبت

— * —

از جناب نواب حاجی اسماعیل خاں صاحب رئیس دہلی

مخدومی و مکرمی جناب مالک و اڈیٹر صاحب (الہلال) -

میں اول آپکو مبارک باد دونگا کہ آپنے ایک اولوالعزمانہ کام شروع کیا ہے - شاید اردو میں ایسا اعلی درجہ کا کام ابتک کسی مسلمان کے ہاتھہ میں نہ تھا اور میں دلی دعا دونگا کہ خداوند تعالی آپکو کامیابی اور آپکے کاروبار میں روز افزوں ترقی عطا فرماے -

جیسا کہ جناب کو معلوم ہے' شاید ایک ہفتے کے قریب ہوا ہے کہ میں نے آپکا اخبار خریدنا اور پڑھنا شروع کیا ہے اور آپ اور آپکے معزز اخبار کے منشا پر اس عرصہ میں کسی قدر غور بھی کیا ہے' پس میں واسطے تبدیل خیال اور اپنے اخوان دینی اور آپکے غور و فکر کے واسطے ان چند سطروں کو لکھونگا - میں اگرچہ آپکے مشن کے کام کو اسوجہہ سے نہایت ضروری اور مفید جانتا ہوں کہ اوس سے بیداری پیدا ہوتی ہے اور عالم غنودگی زایل ہوتا ہے' مگر میں جناب کے اس دعوے کو کہ انسانی حیات دینداری کے اس قدر تابع ہوجاے کہ ہر قدم پر اوسکو مفتی اور مجتہد کی ضرورت ہو' تسلیم کرنے پر آمادہ نہیں ہوں -

بلاشبہ یہ خیال اگر کسی کا ہو تو قابل ملامت ہے کہ ہمکو دین کی کچھہ پروا نہیں ہے - ہم نماز یوں کرینگے یا یوں نہ کریں گے - اور غالباً یہ گستاخی متصل بہ کفر ہوگی - لیکن کلام بلیغ (لا رہبانیۃ فی الاسلام) اور نیز وہ کھجوروں پر کھجور کے پھول ڈالنے سے ممانعت' اور جب اوس سے ضرر ہوا تو جناب رسالتماب صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ ارشاد کہ (انما انا بشر اذا امرتکم بشی من امر دینکم ' فخذوہ و اذا امرتکم بشی من رائی' فانما انا بشر) تمام جھگڑوں کو مٹاتا ہے اور بتاتا ہے کہ دنیا داری کو اسطرح دین کا تابع کرنا ' جیسا کہ جناب کا منشا معلوم ہوتا ہے ' صحیح نہیں ہے ' اور بلاشک ہم مسلمان آزاد ہیں کہ دنیوی معاملات میں (الہلال کی خریداری یا عدم خریداری میں) اپنی مصلحت کے اوپر کاربند ہوں -

آیت شریفہ (لا رطب ولا یابس الا فی کتاب مبین) کے یہ معنی لگانا کہ قرآن پاک ہی میں ہر ایک ایجاد و اختراع اور مشرقی اور مغربی فلسفہ کے توارن کا بوضاحت تذکرہ حقیقیہ موجود ہے ' میرے نزدیک کلام الہی کی بے ادبی ہے اور میرا عقیدہ یہ ہے کہ ارشادات فرقانی کا رتبہ اس سے بہت برتر ہے - معاش اور معاد ضرور دو جدا گانہ شے ہیں ' اور انکو گڈ مڈ کرنا باعث خرابی ہے -

میں جناب کی اور ہر اوس شخص کی ' جو نیک نیتی سے اصلاح چاہے ' بلا لحاظ اسکے کہ اسکی راے صحیح ہو یا نہو ' دلسے تعظیم کرتا ہوں ' اور امید کرتا ہوں کہ جناب میری اس تحریر سے ناراض نہ ہونگے ' اور یقین فرمائنگے کہ میں آپکی ترقی کا خواہاں ہوں اور یقیناً میری اس دعا میں آپ شریک ہونگے کہ اللہ تعالے مسلمانوں کو اوس راستہ پر لاے ' جو اونکی دنیا اور دین ' دونوں کے واسطے بہتر ہو ' اور اللہ تعالے اس گمراہی سے اونکو نکالے ' جسکی وجہہ سے وہ تباہی میں پڑے ہوے ہیں -

مقالات

انگلستان اور اسلام

— * —

ایک محرم سیاست (مسٹر بلنٹ) کا انکشاف حقیقت
اور الہلال کے قیاسات و آرائی توثیق

(۲)

ایک مسیحی صوبے کا کسی حکومت مسیحی کو واپس ملجانا جائز سمجھا جاسکتا ہے' نہ کہ ایک ایسے صوبہ کا ' جو خالص اسلامی ہو' اور جسکو دشمنان اسلام ابھی تک فتح نہ کرسکے ہوں ' جسمیں بہادر عرب غیر مسلموں کے خلاف اب تک جہاد فاتحانہ میں مشغول ہوں' جسکے باشندے ایمان کی خاطر اپنے عزیز خون سے سر زمین وطن کو تر کر رہے ہوں ' اور جو ابھی تک دشمن کے مقابلے میں بے خوف و خطر اسلحہ بلند کیے ہوے ہوں - ایسی ذلت کی مثال تاریخ سلطنت عثمانیہ میں نہیں ملسکتی ' بلکہ میں کہونگا کہ انگلستان کی شہنشاہی مشرقیہ میں بھی ' جسکو دس کرور مسلمانوں پر فرمانروائی کا فخر حاصل ہے' ایسی ذلت کی مثال کا پتہ نہیں چل سکتا - فوری نتیجہ جو کچھ ہوگا ' اسکی نسبت پیشین گوئی شاید خطرناک ہو' مگر ایک بات ہم ضرور دیکھہ لینگے کہ حکومت انگریزی طرابلس میں اپنا منشاء پورا کرانے کے بعد اپنی بد خواہی اسلام کا رخ دوسری جانب پھیر دیگی' جسکا اظہار سلطنت عثمانیہ کے حصے بخرے لگانیکی صورت میں ہوگا - سر اڈورڈ گرے باتفاق ام سازانوف سلطان کو مقدونیہ اور دیگر بقیہ یوروپین صوبجات کی تقسیم کی ترغیب دیکر ریاستہاے بلقان سے بھی صلح کرانیکی کوشش کرینگے - اگر سلطان کو برطانیہ کی صلاح ماننے سے انکار ہوگا ' تو انگریزی دباؤ سے کام لیا جائیگا اور انگریزی بیڑہ جو اطالیہ کے خلاف متحرک نہیں ہوا تھا ' ترکی کے مقابلہ پر روانہ ہوجائیگا اور یہ سب کچھہ " امن مقدس " کے قیام کیواسطے عمل میں لایا جائیگا - نیز دردانیال پر جہازکشی کا ایسا زور ڈالا جائیگا کہ ترکی بیڑہ خوف زدہ ہوکر جنگ میں موثر خدمت انجام نہ دیسکیگا - کامل پاشا طرفدار صلح ہوگا ' نتیجہ ایک ذلت آمیز حوالگی ہوگی' اور سلطان اپنے بے ایمان وزیر کے دھوکے میں آکر صلح کرلینگے ' جسکے بعد انکے تمام یوروپین مقبوضات میں سے انکے زیر فرمان صرف قسطنطنیہ اور ایک قطعہ ملک باقی رہجائیگا ' جسمیں ممکن ہے ' کہ دردانیال بھی بایں شرط داخل ہو ' کہ روس اپنا بیڑہ جب چاہے وہانسے گذار سکے -

صرف یہی نہوگا ' بلکہ ہمارے دفتر خارجیہ اور کامل پاشا کے درمیان یہہ طے ہو چکا ہے کہ اگر کامل پاشا برسر وزارت رہیگا تو وہ انگریزی قبضۂ وادی نیل کو (مقبوضات خدیویہ کا انگلستان کو دوامی ٹھیکہ دلاکر) باضابطہ بنادیگا - آئندہ وہاں سلطان کی شہنشاہی برائے نام رہیگی ' خراج ملتا رہیگا ' لیکن انگلستان کو مقبوضات خدیویہ پر حکمرانی کرنیکے لیے فوجی قبضہ اور کلیۃً انتظامی اقتدار کا حق حاصل ہو جاے گا - اس تجویز سے خدیو معظم نے اپنی برائے نام حکومت کے جاری رکھنے اور کسیقدر ذاتی اختیارات حاصل ہونے کے وعدے پر اتفاق کرلیا ہے - اب خدیو بھی آئندہ مثل نوابان ہند کے ظاہری عظمت و شان تو رکھتے ہونگے' لیکن فی الحقیقت انگلستان کے عامل ہونگے ' اور ازروے معاہدہ جس پر سلطان سے دستخط لیے جائینگے' حقیقی حکومت و اختیارات قانون' حکومت برطانیہ کو منتقل ہو جاے گا - جب یہ سب کچھہ ہو لیگا تو مصر کی برائے نام ایک کمیٹی جسکا نام مجلس النواب ہوگا ' قائم کیجائیگی - اور اس طریق پر ترکوں کی افریقی شہنشاہی کی تدریجی تقسیم درجۂ تکمیل کو پہنچائی جائیگی -

تاہم اس تجویز کی تکمیل کا کچھہ حصہ ترکوں کی فتوحات بلقان پر' اور کچھہ نوجوان ترکوں پر منحصر ہے کہ وہ کامل پاشا کی وزارت کے اجرا کو پسند و برداشت نہ کریں - جو کچھہ مصر میں ہونے والا ہے ' وہ بھی مصریوں کے حب وطن اور قوت ملی پر موقوف ہے -

محض کیفیت بیان کردینے سے زیادہ میں اسوقت اور کچھہ کہنا نہیں چاہتا - صورت معاملات کی تبدیلی کا دار و مدار فتوحات ترکی پر ہے -- اگر اسلحۂ عثمانی کو شکست نصیب ہوئی ' تو وادی نیل میں بھی بقیۃ السیف اسلامی آزادی کا خاتمہ ہے -

تتمہ

اثنائے تحریر میں اخبار ڈیلی میل نے اپنے ایک نامہ نگار قسطنطنیہ کی سلطان سے ملاقات کا حال شائع کیا ہے ' جس سے ظاہر ہوتا ہے کہ کامل پاشا نے سلطان کو حالت انگلستان و دفتر خارجیہ کے دوستانہ رخ کی نسبت کس اطمینان کے ساتھہ دھوکا دیا ہے ؟ چنانچہ وہ لکھتا ہے :

" جلالتماب سلطان المعظم نے فرمایا : کل مجھسے کامل پاشا نے بیان کیا ہے کہ اس جنگ میں انگلستان کی پبلک ہمدردی ہمارے ساتھہ ہے - میں انگریزوں کی خیر خواہی کی قدر کرتا اور تہ دل سے انکا شکریہ ادا کرتا ہوں - انگریزی قوم کو اپنی شوکت و عظمت پر ناز ہے اور ترک ایسی قوم کی ہمدردی کا بڑا لحاظ رکھتے ہیں "

درانحالیکہ انگریزی مخلوق ریاستہاے بلقان ' اطالیۃ' اور حکومت برطانیہ کے ساتھہ ' جسکی بخلاف اسلام روس سے پکی سازش ہے ' اپنی مذہبی ہمدردی کا شور و غل مچا رہی ہو' کامل پاشا کا سلطان سے ایسا بیان کرنا ' کسقدر درد انگیز شرارت ہے ؟ ڈیلی میل پھر آگے چلکر لکھتا ہے :

" دو روز ہوے کہ انگریزی وزیر خارجیہ نے گورنمنٹ ترکی کو بذریعہ تار صلاح دی کہ وہ اطالیہ سے صلح کرلے' لیکن وزارت خانۂ عثمانی میں کامل پاشا کی صلاح ماننے سے انکار کردیا گیا - کل صبح روایات سیاسیہ کے خلاف مارکوئس امپریلی دفتر خارجیہ میں گیا اور سر اڈورڈ گرے کو اطلاع دی کہ اگر ترکی حکومت نے اب زیادہ لیت و لعل کی کوشش کی تو اطالی بیڑہ فوراً بحر ایجین میں کارروائی شروع کرکے جنگ کو ختم کردیگا - سر اڈورڈ گرے نے فوراً سر جرارڈ لوتھر سفیر انگریزی کو تار دیا ' جسنے اس برقی پیغام کو خفیہ طور پر کامل پاشا تک پہنچایا - اسوقت ترکی وزارت کا جلسہ ہو رہا تھا - جب یہ جلسہ ختم ہوا ' تو آرچی کونائین ترکی کے نام اطالی شرایط تسلیم کرلینے کی نسبت تار دیدیا گیا "

(ایجپٹ)

شئونِ عثمانیہ

انکشافِ حقیقت

— * —

معرکۂ لولی برغاس

مسٹر ار شمنڈ بارٹلٹ کے مراسلۂ تلغرافی کا بقیہ

— * —

ابھی تک یہ موقعہ باقی تھا کہ اگر عبد اللہ پاشا ۲ فوج کے سامنے حریف پر ایک سخت حملہ کرسکتے' تو دن بھر کے تماشے کا نظارہ دم بھر میں تبدیل ہوجاتا - کیونکہ اگر اس حملہ میں کامیابی حاصل ہوجاتی اور دشمن پیچھے ہٹنے پر مجبور ہوجاتا تو عقب سے شوکت تُرغت' اور سامنے سے محمود مختار پاشا اس کی خبر لیتے اور آکے تباہ کردیتے - لیکن اب پھر وہی صبح والا موقع پیش آگیا اسوقت بھی ترکی سپہ سالار کے پاس تھوڑی سی تازہ دم فوج یا توپخانہ ہوتا' یا گولہ بارود ہی ہوتا' جس کے قحط کی وجہہ سے موجودہ توپیں بھی بیکار ہورہی تھیں' تو ہزیمت نہ اُٹھانی پڑتی - اس پر بھی عبد اللہ پاشا نے نیپولین کی مثال کی تقلید کرنی چاہی' یعنی جسطرح اس نے میدان واٹرلو میں اپنے پرانے بادی گارڈ کو لڑائی کی کی نذر کردیا تھا' وہ بھی بالاخر طیار ہوگئے کہ اپنے بڈی گارڈ کی آخری قربانی عزت وطن پر کردیں اور نمبر ۲ فوج کے سامنے سے فیصلہ کن حملہ آور ہوں مگر ابھی یہ حرکت شروع ہی ہونے پائی تھی کہ دشمن بھانپ گئے اور انھوں نے اپنے بہترین توپخانہ کی ۱۲ توپوں کا رخ ان دستوں کی طرف پھیردیا - سپاہی سکڑ کر ایک دوسرے سے مل گئے' ان سکڑے ہوے دستوں کے سروں پر دھولیں کی دھار اسطرح اُٹھکر بلند ہوتی تھی ' گویا ایک سیلاب دخان ہے' جس میں سے گولیاں اور انسانی ہلاکت کا سامان برس رہا ہے - خواہ کیسی ہی فوج کیوں نہ ہوتی' اس گولہ باری کی ہرگز تاب نہ لاسکتی تھی - معلوم ہوتا تھا کہ سپاہ کسی آتشیں سمندر میں غوطے کھا رہی ہے' اور موت و حیات کی سرحدیں باہم مل گئی ہیں -

ترکی فوج کی قطاریں متحرک ہوئیں' لیکن قدم اُٹھاتے ہی اس لا علاج بلائے ناگہانی کے باعث منتشر ہوکر عقب کو ہٹ گئیں - بلغاریوں نے اس موقع کا فائدہ کوشش کرکے حاصل کیا - وہ اس سرعت سے ان کے پیچھے گئے کہ ترکوں کو دوبارہ جمع ہونیکا موقعہ ہی نہ ملا - ترکی ہزیمت اب نا قابل تلافی تھی' انکے ہزاروں جوان کھیت رہے' اور گو دشمن کو بھی اتنا ہی نقصان اُٹھانا پڑا' لیکن اس نے اپنا مقصد حاصل کرلیا -

زخمی حوالۂ موت

راستہ کا نظارہ نا قابل تحریر تھا - جو مضبوط تھے وہ فوراً آگے نکل گئے لیکن بیچارے مجروح اور بیمار پیچھے رہکر جان بچانے کے لئے ایسی جد و جہد کر رہے تھے کہ سنگین دل بھی پانی ہوے بغیر نہیں رہسکتا تھا - ہزارہا مجروحوں نے نہایت درد انگیز اور اندوہ نگیز طریقوں سے کوشش کی کہ کسیطرح اپنے تندرست ہمراہیوں کیساتھ رہیں لیکن یہ ناممکن تھا - کیونکہ تندرست اس قابل نہ تھے کہ کسی کو امداد دے سکیں - کئی غیر مجروح سپاہی بھی ایسے ناتواں ہوگئے تھے کہ وہ جب راستہ میں گرے' تو پھر اس قابل نہ رہے کہ اُٹھکر دوبارہ چلنے کی کوشش کریں - ان سب سپاہیوں نے تین دن سے ایک دانہ بھی نہیں کھایا تھا' بلکہ کئی تو اس سے بھی پہلے کے بھوکے تھے - جوں جوں ہم اپنی مراجعت کے اثنا میں میدان جنگ سے دور تر ہوتے جاتے تھے' اتنا ہی نظارہ ایسا دردناک ہوتا جاتا تھا کہ نظر دیکھنے کی تاب نہ لاسکتی تھی - متعدد زخمی ایسے تھے جو یہانتک تو بدقت تمام چلے آئے مگر اب آگے بڑھنے سے قاصر ہونے کی باعث سڑک سے اترکر کنارے پر موت کی راہ دیکھ رہے تھے - بعض لاشوں کے شریف دل ہمراہی راہ میں ٹھہرکر اور چھوٹا سا گڑھا کھود کر لاش کو اس کے سپرد کردیتے تھے' لیکن ایسوں کی تعداد انگلیوں پر گنی جاسکتی تھی - زیادہ تر لاشیں برہنہ پڑی ہوئی طعمۂ زاغ و زغن ہو رہی تھیں - جو سپاہی بچ گئے تھے اگرچہ انکی تعداد بھی ہزاروں پر مشتمل تھی' تاہم ان میں افسر کوئی نہ بچا - راستہ میں ہمیں تازہ دم سپاہ ملی' جو شارلو سے ہماری کمک کو آ رہی تھی' اور اس حسرتناک انجام سے ناواقف تھی مگر جب اسکو ان حالات کا پتا لگا' تو اسکے لیے پلٹنے کے سوا کوئی چارہ کار باقی نہیں رہا تھا -

بعد کی عظیم الشان مصیبت

شارلو کی طرف جانیوالی شاہراہ عام کا نصف حصہ طے کرنے کے بعد ہم ایسی اونچی جگہہ پہنچ گئے' جہاں سے گرد و نواح کے علاقہ پر بخوبی نظر پڑسکتی تھی - اسوقت آنکھوں کے سامنے عجیب منظر پیش تھا' ہر راستے پر انسان' گھوڑے' توپیں' اور بیل گاڑیاں تھیں - ہر انسان اسی کوشش میں تھا کہ میں آگے نکل جاؤں - سب کی سعی یہی تھی کہ ان دو سڑکوں میں سے کسی ایک پر چڑھ جاے جو شارلو کو جاتی تھی - یقیناً ان میدانوں میں اسوقت پچاس ہزار آدمی موجود تھے' ان میں سے ہر ایک یہی کوشش کر رہا تھا کہ غروب آفتاب کے قبل شہر میں جا داخل ہو -

بہرحال میں عثمانی سپاہ کی ہزیمت پر جسقدر زیادہ غور کرتا ہوں' اتنا ہی زیادہ اسے قوانین فطرت کے عین مطابق پاتا ہوں - سیڈن کے بعد یہ سب سے بڑی جنگی تباہی ہے' جو کسی قوم کو پیش آئی ہے - موجودہ جنگ میں حملہ کرنے کی صلاحیت تو اسکی فوج میں سے بالکل زائل کردی ہے اور یہ امر بھی اب مشتبہ ہوگیا ہے کہ مشہور عالم شتلجہ کی لائینوں پر بھی ترک مدافعت کرسکیں گے یا نہیں ؟ ہاں اگر پھر کوئی عثمان پاشا پیدا ہوجائے' تو عثمانی فوج کو جمع کرکے اپنی حسن تدبیر سے مستعد کردیسکتا ہے کہ وہ ایک دفعہ پھر اپنے آبائی ملک کی عزت کیلیے خون بہالے اور اسکی عظمت کو اس سب سے بڑے نازک وقت میں محفوظ رکھہ لے - میں خود تو سکزکولی کے معرکہ کے عثمانی نقصانات کا صحیح اندازہ پیش نہیں کرسکتا' البتہ جن ترکی افسروں سے میں نے اس بارے میں گفتگو کی ہے وہ مقتولین و مجروحین کا اندازہ چالیس اور پچاس ہزار کے درمیان لگاتے ہیں اور غنیم کا نقصان اپنے سے بھی زیادہ بتاتے ہیں جو غالباً درست ہے - اس ہزیمت کا سب سے بڑا اور اہم سبب عثمانی سپاہ کی وہ پریشانی تھی' ہے جو ہر بات اس سے پوشیدہ رکھنے اور کئی روز تک رسد نہ ملنے سے اس میں پیدا ہوگئی تھی -

نقصان کی وجہ

اس تباہی کے لئے ترکی سپاہ کسی طرح جوابدہ نہیں ہوسکتی - سپاہی اب بھی ویسے ہی جانفروش اور دلیر ثابت ہوئے ہیں جیسے کہ پہلے تھے - اور یہ انہی کی جانبازی اور ثابت قدمی تھی' جس نے کرک کلیسا اور لولی برغاس کی لڑائی کو تین دن کا طول دیدیا' ورنہ کوئی اور فوج تو اس حالت میں ایک دن بھی نہ ٹھہرسکتی - البتہ اس کے ذمہ دار وہ با اختیار ترکی حاکم اور اعلی عہدہ دار ہیں' جو اپنے اوپر حد سے زیادہ اعتماد کرتے تھے اور بلغاریوں کو طفل مکتب سمجھکر یہ تصور کئے بیٹھے تھے کہ عثمانی سپاہ پر غلبہ پانا ممکن نہیں' حملہ کے وقت ترکی فوج ہرگز جنگ کے لئے تیار نہ تھی - ذمہ دار فوجی حکام کا یہ زعم غلط تھا جو یہ سمجھے بیٹھے تھے کہ کاغذ پر اپنی سپاہ کی تعداد زیادہ دکھانے سے اس فوج کے مقابلے میں شکست کا منھہ دیکھنا نہ پڑے گا' جو اگرچہ تعداد میں تو قلیل ہے' مگر ۲۵ سال سے برابر جنگی تیاریوں میں مشغول ہے - میرے لئے نا ممکن ہے کہ پوری صحت سے بدنظمی اور بے ترتیبی کا خاکہ کھینچوں اور پھر کسی کو اس کی صداقت پر یقین کرنے کے لئے مجبور کروں جو ترکی فوجوں میں ہر جگہہ موجود ہے - ترک سپاہی تین شبانہ روز بے آب و دانہ و بے پناہ پڑا رہا' پھر بھی اس نے جوہر مردانگی دکھا کر جان دی - افسوس کہ دنیا کی نہایت جانفروش اور انتہا درجہ کی شجاع فوج بے پروائی' نادانی' اور غلط پر خود اعتمادی پر قربان کردی گئی ! ! -

فوج میں با قاعدہ کمسریٹ کا انتظام تک نہیں ہے - دار السلطنت سے میدان کارزار صرف ۵۰ میل کے فاصلہ پر تھا اور مزید سہولت یہ تھی کہ ریلوے لائن بالکل فوج کے عقب میں تھی مگر اس حالت میں بھی ترکی ذمہ دار حکام ایک برگیڈ کو خوراک نہ پہنچا سکے بلکہ انہوں نے ان چار فوجی جمعیتوں کو خوراک اور سامان حرب بھیجنے کی کوشش ہی نہیں کی اور یہ سمجھکر انہیں بھوک کے حوالے کردیا تھا' کہ خداے رزاق آسمان سے انکے کھانے کیلئے تمام سامان اتاردے گا اور پینے کے لئے چٹانوں سے پانی کے چشمے جاری کردے گا - اس قربانی کی انسانی روحوں کو قربان گاہ کی طرف تو روانہ کردیا' لیکن کسی کو اسکا خیال تک نہ آیا کہ مجروحوں کی تیمار داری کے لئے بھی کسی سامان کی ضرورت پڑیگی - بھیجنے کو توپخانہ بھی بھیجا مگر سامان چند ہی گھنٹوں کا کافی سمجھا گیا اور پچاس میل تک اس کے لئے امدادی فوج بٹھانے کی لازمی ضرورت پر توجہ نہ کی -

ترکوں کے پاس میں نے ایک بھی مشین سے چلنے والی توپ نہیں دیکھی اور اگر کوئی ہے' تو خدا جانے اسکا کیا حال ہے ؟ دوران جنگ میں بلغاری توپخانہ نے بے مثل کاردانی دکھائی - نہ صرف ترکی مدافعت ہی کو توڑا بلکہ اپنی آتشیں قادر اندازی سے فوراً ہر ایک حملے کی نقل و حرکت کو بھی روکدیا اور ترکی سپاہیوں کا ارمان دل کا دل ہی میں رہ گیا - اس میں کوئی شک نہیں کہ ترک سپاہیوں نے حیرت انگیز طاقت برداشت دکھائی' لیکن آخر اسکی بھی ایک حد ہونی چاہیے - افسوس کہ ترک حکام نے اپنے اعلی درجہ کے سپاہیوں کے لائق بالائی مگر جنگ کے لئے اشد ضروری باتوں کا انتظام نہ کیا' اور ایسے دشمن کو غلبہ پانے کا موقعہ دیدیا' جو معمولی حالت میں ہرگز کامیاب نہ ہوسکتا - لولی برغاس کا معرکہ بڑا اہم تھا' اور اگر ترک بلغاریوں کو ایک کاری ضرب لگا دیتے جسکا اپنی سپاہ کی شجاعت و جانبازی کے لحاظ سے انہیں پورا موقعہ حاصل تھا' تو وہ جنگ کا رخ بدل دیتے' اور بلغاریوں کو پیچھے دھکیل کر' مغربی علاقہ میں سرویوں اور یونانیوں کی خبر لے سکتے -

---

دنیا کی ایک بہترین مگر مظلوم قوم

ایک مشہور فرانسیسی مصنف کی راے

فرانس کے مشہور نارلسٹ " پیری لوتی " نے اخبار فگارو میں اپنا ایک نہایت فصیح و بلیغ مضمون شایع کرایا ہے' جسکا عنوان یہ ہے : " ترک لوگ قتل عام کر رہے ہیں " - (یہ ایک فقرہ ہے جسے فرانس کے گلی کوچوں کے اخبار بیچنے والے لڑکوں نے اپنی صدا بنالی ہے) اس مضمون میں اُن بعض اعتراضات کے جواب دیے گیے ہیں' جو مخالفین کی جانب سے ترکوں پر کیے جاتے ہیں - شروع مضمون میں موسیو لوتی نے عربوں کے اُس قتل عام کی طرف اشارہ کیا ہے' جو طرابلس میں اطالیوں کے ہاتھہ سے وقوع میں آیا تھا' پھر یورپ کی اُن خوفناک کارروائیوں کا ذکر ہے جو چین میں باکسروں کی شورش کو فرو کرنے کی غرض سے اختیار کی گئی تھیں' پھر خرطوم کے درویشوں کے مار ڈالنے کی طرف اشارہ ہے' جو انگلستان کے ہاتھوں انجام پایا' پھر کبھیوں کے انتہا کرنے کا مذکور ہے' جو ٹرانسوال میں واقع ہوا تھا' پھر فرانسیسیوں کی اُس وحشیانہ سفاکی کی طرف توجہ دلائی ہے' جسکا ثبوت اُنہوں نے الجزائر میں عورتوں اور بچوں کا دم گھونٹ گھونٹ کر مار ڈالنے سے دیا ہے - ان ساری تمہیدوں کے بعد ترکوں کی حالت کی طرف نظر کرتے ہوئے لکھتے ہیں :

" غریب ترک ! اگر یہہ سچ ہے کہ اس حد درجہ بیرحمانہ جنگ میں جو اونکے خلاف چار طرف سے بیک وقت چھیڑی جا رہی ہے' انہوں نے قتل سے کام لیا ہے' تو اوسکے لئے حالات ہی خواستگار معافی ہیں - بہت سے لوگوں کو میں جانتا ہوں جو اپنی جگہہ اور ایسے خطرناک گھڑی میں بڑی خفگی کے ساتھہ اس علت میں گرفتار کئے جائنگے کہ اونہوں نے قتل سے کام لیا ہے - یہہ سچ ہے کہ بمقابلہ ہم لوگوں کے اونکی قدامت زیادہ ہے - وہ زیادہ زبردست ہیں' اگرچہ بہتر عصہ ور اور عادتاً شریف تر ہیں - زیادہ خطرناک اور ایسے ہیں کہ جب کوئی دوسرا اونکو حد سے زیادہ غصہ دلاے' تو مارے غصہ کے سرخ ہوجائنگے - زیادہ قدیم - بالخصوص وسط اناطولیہ اور دشت کی سرحدوں کے وہ کاشتکار' جو ڈاکوؤں کے خلاف جلدی سے مسلح کرالئے جاتے ہیں' اور جنکو اپنے ہاتھوں میں ہم لوگوں کی شیطنت کے آلات نشانہ اندازی لینے پڑے ہیں - فطرتاً اون لوگوں سے وہ کیسے معمر ہیں' جو عیسائی کہلاتے ہیں' یہ سب سچ ہے لیکن اس کیفیت کے محسوس کرنے سے وہ کیونکر باز رہسکتے ہیں کہ وہی لوگ (عیسائی) آس پاس میں ظاہراً خواہ چھپے چوری' ترکوں کے فنا کرنیکی سازش میں لگے ہوے ہیں ؟ ہم فرانسیسیوں نے الجیریا' تونس' مراکو لے لیا' برطانیہ نے مصر پر قبضہ کرلیا - ایران کو قریب قریب محکوم ہی بنا لیا گیا ہے - اطالیہ نے حال میں طرابلس کو خون سے سیراب کرکے بیرحمانہ اور ظالمانہ شکار کرنیکا نشان بھی دکھا دیا ہے - اون تمام مقبوضات میں ہم میں سے ہر ایک اپنے اپنے طریقہ کے مطابق اونکو مجبور کرتا ہے کہ ہمارے تنفر اور بالا دستی کو محسوس کریں - ہمارا ادنی سے ادنی حاکم بھی مسلمانوں کے ساتھہ غلاموں کا سا برتاو کرتا ہے - ان اعتقادات سے رفتہ رفتہ ہم اونکی نمازیں بھی اونسے لیتے چلے جاتے ہیں - ان نیند کے ماتوں پر ہم دباؤ ڈالتے ہیں اپنی بے فائدہ شورشوں کا' چست و چالاک کرنیکی خفگی کا' اپنی شراب کا' غرضکہ اپنی انسانیت کی جملہ خرابیوں اور آلودگیوں کا - جہاں کہیں ہماری نگہبانی ہے'

وہاں ہم اپنے ساتھہ غیر مستقل ہوا و ہوس اور نا امیدی لیے جاتے ہیں -

غریب ترکونکو ایسی بیرخی کے ساتھہ تمام اونلوگوں نے چھوڑ دیا جو معلوم ہوتا تھا کہ یورپ میں اونکے مددگار ہونگے - اخبارات بھی اونسے کنارہ کش ہوکر اونکی توہین وتضحیک کرتے ہیں- امانت داران سیاست جو اونکی حمایت کرنے کے ذمہ دار تھے اونسے الگ ہوگئے - دول بھی اسی علحدہ ہوگئیں' جو کبھی ترکوں کی دوستی پر فخر کرتی تھیں ! یقیناً ہملوگ اپنے ناموران پیشین کو نہیں پہچانتے ہیں - پلونا کے ناموروں کو' گذشتہ جنگ کے ناموروں کو' جنہوں نے یونان کا تقریباً خاتمہ کر دیا تھا ' یہاں تک کہ کل کے ناموروں کو بھی ہم بھول گئے ' جن میں سے دس دس نے ہزار ہزار کے مقابلے میں داد شجاعت دی ہے - اچھا ' پہلے ہملوگ فرض کرلیں کہ وہ طیار نہ تھے اور یہ کہ اونکے افسر اچھے نہ تھے ' اور یہ کہ اپنے سرداروںکی غفلت سے وہ بھولوں مر رہے تھے - لیکن اسکے بعد تو ہمیں یقینی طور پر تسلیم کرنا پڑیگا کہ اونکی فوج کا یہہ زوال ہمیں لوگوں کی کارستانی ہے - اسکے باعث وہ ہمیں ہیں جو مشرق کے معترف اخلاق ہیں - اور وہ ہمیں ہیں' جنہوں نے ایک حیرت انگیز سرعت کے ساتھہ سخت مہلک یوٹوپیا (۱) سے اونکو بالکل خراب و خستہ کر دیا ہے -

فوج میں مسیحی

اور پھر موجودہ حکومت کے قایم ہو جانے پر سنگین جرم جو اونسے سرزد ہوگیا وہ یہہ تھا کہ عیسائیوں کو میدان جنگ کی افواج میں بھرتی کرلیا - خدا نہ کرے کہ مسیحیت کے نام کو ہم بدنام کریں - لیکن ترکی افواج کے مسیحی بلغاریا اور یونان کے تھے ' جو فطرةً اپنے ہم مذہبوں کے خلاف لڑنا نہیں چاہتے ...... اگر ترکی افواج میں صرف ترک ہی ہوتے' تو شاید غنیم کو بھی اپنے ساتھہ اسی وقت لے مرتے' جسوقت کہ ریاستوں نے چالاکی سے حملہ کرنے کے منصوبے بنائے تھے - ہر حالت میں ہم سے کم اتنا تو ضرور کرتے کہ اپنی سر فروشی کی ایک آخری یادگار صفحہ عالم پر نقش کر جاتے -

اس سے بڑھکر اور کیا غصہ دلایا جائے گا ' کہ وہ دیکھتے ہیں کہ وہ مغربی ' جنہوں نے ترکوں کے ملک میں کبھی قدم بھی نہ رکھا ہوگا - ترکوں کی نسبت غلط خیال قایم کرتے ہیں اور اونپر آوازے کستے ہیں ؟ میرے خیال میں تو صفحۂ عالم پر کوئی دوسری قوم نہیں ہے ' جو ایسی عمدہ ' بہادر ' مطیع ' اور شریف ہو- البتہ جنہوں نے ہمارے مدرسوں میں تربیت پائی ہے اور جنپر ہمارے یہاں کی سیرگاہوں میں مردنی چھاگئی ہے انمیں سے چند کی نسبت مجھکو استثنا کرنا ہوگا - یعنے وہ حضرات جو آخر کو افسر ہوگئے' میں اسکو الگ کر دیتا ہوں - لیکن عوام جو حقیقت میں آدمی ہیں' جو کسی قصبے کے ادنی باشندے ہیں' یا پھر ترک کاشتکار' تو اُنسے کون بہتر ہو سکتا ہے ؟ ہم میں سے وہ جو مشرق میں رہ چکے ہیں' یہاں تک کہ ہمارے پادری اور مسیحیت کے پھیلانے والے (مشنری) جنکی وہاں بڑی تعظیم کی جاتی ہے' پوچھے جائیں کہ آیا وہ ووقعت دیتے ہیں ' آیا وہ تمام مشرقی عیسائیوں کو پسند کرتے ہیں ؟ تو اونکا جواب جو کچھہ ہوگا ' وہ مجھے پیشتر سے معلوم ہے - ان میں سے ایک ایک پادری کہے گا کہ یہ بلغاری ' بے بہا حرات والے (جسکو تسلیم کرنے کے لیے سب سے

---

(۱) یوٹوپیا کے لفظی معنے ہیں کہیں نہیں - امر موہوم - خیال خام - غیر ممکن اصلاح - ایک خیالی جزیرہ جسکو سرٹامس مور نے اپنے اس مشہور سیاسی افسانہ میں فرض کیا ہے جو سنہ ۱۵۵۱ میں لاطینی سے انگریزی میں ترجمہ کیا گیا تھا -

پہلے میں طیار ہوں) - جو نغمۂ "تی دیوم"(۱) اور اپنے کلیساؤں کے گھنٹوں کی تانوں سے مست ہو ہوکر حملے کر رہے ہیں - بہ حیثیت قوم کے ہزار درجہ مسلمانوں کے مقابلہ میں غدار تر اور خونخوار تر ہیں ... حقیقت میں خونخواری انکا پیشہ ہے ! ہسپانیہ کے وہ سانڈ مجھے یاد ہیں ' جنکو ایرینا (۲) میں لے جاتے ہوے میں نے دیکھا تھا - وہ بڑی نیک بختی سے آتے ہیں - بعض ایسے ہوتے ہیں جو ذرا بھی وحشی نہیں ہوتے - لیکن وہاں لانے کے بعد یہ ہوتا ہے کہ نیزوں سے ڈرا ڈرا کر' بے رحم تیروں سے ایذا پہنچا پہنچا کر' اونمیں ایسا مادہ پیدہ کرادیا جاتا ہے کہ وہ ہر شخص کے خون کے پیاسے ہو جاتے ہیں ' اور مجنونانہ غصہ میں آکر آدمیوں پر حملہ آور ہوجاتے ہیں "

اسکے بعد مسٹر ام لوتی نے ترکوں کے اخلاقی صفات کو بیان کرکے متعدد مثالیں دی ہیں اور پھر اونکے اخلاق ' اونکی ہمدردی ' اونکے صادق القول ہونے کی شہادت دینے کے بعد' مضمون کو اس طرح ختم کر دیا ہے :

" اس امید کے بغیر کہ میری ناچیز التجا سنی جائیگی ' میں اسکی ضرورت محسوس کرتا ہوں کہ یورپ کے آگے باآواز بلند چلاؤں کہ " ترکوں پر رحم کرو - جو ناحق دھکیلے گئے ہیں اونکو بخشدو - اونمیں ایمانداری اور ہمت اسی اعلی درجہ کی ہے ' جسکی مثال کہیں دوسری جگہہ نہیں مل سکتی - اونمیں ہی امن ' تنظیم ' پرہیز ' خاموشی ' اور وقار نے اپنے آخری پناہ کی جگہہ پائی ہے ' پس ان پر رحم کرو اور انکو چھوڑدو ! ! "

میرے خیال میں ایک فرانسیسی بھی ایسا نہیں ہے ' جو اونمیں رہا ہو اور دل رکھتا ہو ' اور باوجود اسکے ترکونکی اس شدید مصیبت کی گھڑی میں میرے جوش و خروش کا شریک حال نہو' وہ جوش' جس نے میرے سر کو فرانس کے آگے خم کر دیا ہے ' تاکہ وہ انکی مدد کرے -

مجھے معلوم ہے کہ یہ عاجزی بیکار ہے - اور آہ ! میرا یہ سر عجز خم کرنا پھولوں کے اوس غم فزا ہار کی مثال ہے ' جو قبروں پر چڑھائے جاتے ہیں ! ! "

آل انڈیا مسلم یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کا جلسہ

اس سے پیشتر اخبارات کے ذریعہ سے اعلان ہوچکا ہے کہ مسلم یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کا جلسہ اخر ہفتہ دسمبر میں بمقام لکھنو منعقد ہونے والا ہے - اس اعلان میں استدعا کیگئی تھی کہ ملک کے مختلف اضلاع اور اسلامی جماعتوں کی طرف سے قایم مقام منتخب ہوکر شریک جلسہ ہوں اور جیسا کہ پیشتر عرض کیا جا چکا ہے مسلم یونیورسٹی کانسٹی ٹیوشن کمیٹی نے اون امور کا تصفیہ جو مسلم یونیورسٹی اسکیم کے متعلق آنریبل سر هارکورٹ بٹلر بالقابہ نے اپنے معروف مراسلہ مورخہ ۹ اگست سنہ ۱۲ ع میں درج فرمائے ہیں ' فونڈیشن کمیٹی کے سپرد کیا تھا ' لہذا یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کا جلسہ اس غرض سے طلب کیا گیا ہے کہ کمیٹی کے منتخب قائم مقام ایک جگہہ جمع ہوکر بعد تبادلۂ خیالات با ہمدگر غور و بحث اون امور کا فیصلہ کریں - اب یہہ اعلان عام اطلاع کی غرض سے شائع کیا جاتا ہے کہ مسلم یونیورسٹی فونڈیشن کمیٹی کا مجوزہ جلسہ بمقام لکھنو ۲۷ - دسمبر سنہ ۱۲ ع یوم جمعہ کو منعقد ہوگا جسقدر منتخب ڈیلیگٹ صاحبان کے اسماے گرامی کی صدر دفتر کو اطلاع مل چکی ہے اور آیندہ ملیگی ' اونکی خدمتمیں براہ راست بھی علحدہ علحدہ بذریعہ عریضہ تاریخ جلسہ کی اطلاع بھیجی جا رہی ہے - امید ہے کہ جملہ ڈیلیگیٹ صاحبان تاریخ مقررہ سے پیشتر لکھنو پہونچکر حسب قرار داد شریک جلسہ ہوں گے -

---

(۱) ایک قسم کا مذہبی گانا ہے - (۲) ایرینا کہتے ہیں اکھاڑے یا دنگل کے ایک حصہ کو ' جہاں وحشی اور خونخوار جانور آپسمیں لڑاے جاتے تھے

کامل پاشا کا اپنے دوستوں سے شکوہ

—•—

کامل پاشا نے دول یورپ کے خلاف ایک تحریر شائع کی ہے - اسکا بیان ہے کہ ہماری طیاریاں بمشکل شروع ہوئی ہونگی کہ ہمکو ایک ایسے اعلان جنگ کے جواب پر مجبور کیا گیا جو یوروپین سازش کا نتیجہ تھا - اس سے انکا اصلی مقصد یہ تھا کہ کسی طرح ہمارے یوروپین مقبوضات کے آپس میں حصے بخرے کرلیں - قریباً دو ہفتے کا ذکر ہے کہ ہمنے دول سے مداخلت کے لئے درخواست کی کہ وہ التوائے جنگ پر فریق کو رضامند کریں' مگر وہ ایسا کیوں کرنے لگے تھے ؟ اسوقت تک دشمن ہمارے مورچوں اور شہروں پر قابض نہیں ہوئے تھے - کچھہ روز تماشہ دیکھنے کے بعد دول یورپ نے عام طور سے مداخلت کرنے کا فیصلہ کیا - اسوقت غنیم مقامات پر قابض ہوگئے تھے' اور ساتھہ ہی یہ وہ وقت تھا کہ ہماری طیاریاں شروع ہو چکی تھیں اور آخری جنگ میں غنیم کو یقین ہو گیا تھا کہ اب ترکوں سے بر سر پیکار ہوکر فتح حاصل کرنے کا خیال محال ہی نہیں بلکہ موہوم ہے - جب انکو ہر جنگ میں ذلت بخش شکستوں کا سامنا کرنا پڑا' تو (مرتا کیا نہ کرتا) بلغاریا نے مسلم دستوں کے دن دہاڑے گانوں جلانے شروع کردیے' اور ضعیف مرد و عورتوں اور بچوں کو کھلے بندوں قتل و غارت کیا - ہزاروں مسلمان خاندان انکے مظالم کے خوف سے جلدی میں بھاگ کھڑے ہوئے اور نہایت ذلیل حالت کے ساتھہ دار السلطنت میں پہنچے' جنکو ایشیائے کوچک میں بھیج دیا گیا - کیا ہی اچھا ہوتا اگر دول عظام پہلے ہی سے بغیر وقت ضائع کئے ہماری التوائے جنگ کی درخواست کی بابت اتحادیوں سے نامہ و پیام کرتے اور اس طرح توقف جنگ سے ہزار ہا انسانوں کی جانیں تلف ہونے سے بچ جاتیں جو جنگ میں ضائع ہوئیں' نیز وہ مسلمان بھی جلا وطن ہونے سے بچ جاتے جو بلغاری مظالم کا شکار ہوئے - آخر کار ہم میں اور بلغاریوں میں براہ راست گفتگو ہوئی اور اب بلقانیوں نے اپنے وکلا منتخب کر لئے ہیں' جو ہمارے سپہ سالار کے ساتھہ التوائے جنگ کی بابت گفتگو کرینگے -

بالفرض اگر جنگ کا فیصلہ ہمارے حق میں ہوتا اور شاہی فوج بلغاریا میں داخل ہوجاتی تو کیا دول عظام اسوقت بھی ایسی ہی ناموافقت کا اظہار کرتے جیسا وہ آج کر رہے ہیں ؟ کیا وہ ہم کو بلغاریا چھوڑنے کے لیے مجبور نہ کرتے' جیساکہ انھوں نے ایک مرتبہ پیشتر ہمکو ایتھنس میں بطور فاتح کے داخل ہونے سے روکدیا تھا اور ہمارے مفتوحہ مقامات یونان کو دلوادئے تھے جن پر کہ ہماری سپاہ نے قبضہ کیا تھا ؟ اگر جواب اثبات میں ہے تو بتلاو کہ انکی وہ تہذیب و انسانی ہمدردی کدھر ہے جسکی وہ دنیا کو تعلیم دینا چاہتے ہیں' اور انکے انصاف کو کیا ہوا' جسکا انکو دعوی ہے ؟

عثمـــان گزٹ

عثمـــانی ڈاک

—◯(•)◯—

دفتر جنگ کے اعلانات

انہی تاریخوں کے ریوٹرس تلیگرام سے مقابلہ کیجئے

(باب عالی ۱۸ نومبر)

قائد عام عثمانی اطلاع دیتے ہیں کہ ۱۷ نومبر کو جو جنگ خط چتلجا پر شروع ہوئی تھی' وہ شام کو اسطرح ختم ہوئی کہ ہمارے لشکر کے قلب و میمنہ کے بالمقابل دشمن کی فوج کو ایک شکست فاحش ہوئی اور تین باٹریاں بھی ضائع ہوئیں -

اشقودرہ میں ایک عظیم الشان فتح

— × —

قریباً ایک ہزار بلغاری مقتول اور ایک ہزار سے زائد مجروح

-- : * : --

مغربی فوج کے قائد عام اطلاع دیتے ہیں کہ دامن (خادم کوئی) میں (جو اشقودرہ کے قریب ہے) دو دن سے جنگ ہو رہی تھی اسکا خاتمہ دشمن کی شکست پر ہوا - ہمارے لشکر کو غنیمت میں تین جھنڈے' بے شمار بندوقیں' اور دیگر سامان جنگ ملا - دشمن کے مقتولین کی تعداد ایک ہزار ہے - مجروحین کی تعداد اس سے بھی زیادہ -

قبالر اور استروغہ پر قبضہ

— * —

(قبالر) اور (استروغہ) کے اگلے موقع (پوزیشن) پر ہماری فوج قابض ہوگئی ہے' یہ موجودہ نقشہ جنگ میں اہم ترین مقامات تھے -

(ملسلیم) کی واپسی اور قورانہ کی طرف پیش قدمی

— * —

ہمارے لشکر نے (ملسلیم) واپس لے لیا' اور عنقریب (قورانہ) کی طرف بڑھیگا -

ایک نصرت عظیم

— * —

۹ ہزار بلغاری قید ہوے

— * —

تمام خطوط (چتلجا) پر پرسوں سے اس وقت تک جیش عثمانی اور جیش بلغاری میں ایک شدید معرکہ ہوتا رہا -

عثمانی بیڑے کی توپوں نے دشمن کی اس فوج کے بہت بڑے حصہ کو تباہ کردیا' جس نے جیش عثمانی کے میمنہ پر مارکوپس کی طرف سے حملہ کیا تھا - لیکن بالاخر نصرت الہی کا ظہور ہوا اور ایک ایسی ذلت بخش اور یادگار شکست کے ساتھہ تمام بلغاری فوج تباہ ہوگئی' جسکی مثالیں کم ملینگی -

علاوہ اور نقصانات عظیمہ کے ۹ ہزار بلغاری گرفتار کرلیے گئے -

دشمن کو ایک اور ہزیمت

— * —

بلغاری فوج کے قلب کو شکست فاحش اور ۱۸ توپوں کی تباہی

جیش عثمانی اور بلغاری کے حصۂ قلب میں باہم ایک شدید معرکہ ہوا - لیکن بالاخر قلب کے دشمن کو شکست ہوئی' اور ۱۸ توپیں بھی انکی ضائع ہوگئیں -

ایک اور فتح

— * —

عثمانی بیڑے کی مدد سے

عثمانی بیڑے نے اس بلغاری فوج پر گولہ باری کی' جو (بیوک شکمجہ) کی طرف عثمانی میمنہ پر حملہ کر رہی تھی - بیڑے کی شدت آتشباری سے حملہ آوروں کی کئی توپیں ضائع ہوگئیں' اور انکو مجبوراً حملہ کا رخ (بیوک شکمجہ) سے (مرا دلی) کی طرف پھیرنا پڑا -

جرمنی اور دولت علیہ

— * —

جرمنی کی صلاح یہ ہے کہ جنگ جاری رہے

— * —

دولت علیہ کو جرمنی صلاح دیتی ہے کہ جنگ جاری رکھنی چاہیے -

چتلجا میں ایک اور معرکہ

— * —

جیش عثمانی کے قائد عام کے پاس سے اس مضمون کا تار موصول ہوا ہے " دشمن کی فوج جو ۱۸ نومبر کو میمنۂ عثمانیہ اور ۱۹ نومبر کو میسرے کی طرف بڑھی تھی' نہایت شدید نقصانات کے ساتھ واپس گئی - توپوں کی گولہ باری جاری ہے -

بلغاریا کی قادر اندازی کا خاتمہ ہوگیا

— * —

چتلجا کا دوسرا معرکہ اب تک ختم نہیں ہوا' بلغاری فوج کے میمنہ و میسرہ کو شکست ہوچکی ہے اور اسکا شیرازۂ نظام بالکل برہم ہے -

عثمانی فوج کا جبہۃ الجیش (فوج کا سامنے کا حصہ) آتشباری کر رہا ہے - بلغاریا کے نقصانات کی تعداد ہزاروں تک پہنچ چکی ہے - ہر مرتبہ سخت و شدید نقصانات کے ساتھ غنیم کو فرار کرنا پڑا -

چتلجا میں معرکہ ثانیہ

— * —

آخری ہزیمت کے بعد سے بلغاریا کی قادر اندازی کا خاتمہ ہوگیا ہے - اب بلغاری توپوں کے گولے نشانے پر نہیں لگتے -

۴ سو سپاہی اور ۲۰ افسر

— * —

(۱۱ نومبر)

باب عالی کو جیش عثمانی کے قائد عام اطلاع دیتے ہیں :

" جیش شرقی میں بندوقیں اور توپیں نہایت شدت اور حیرت انگیز کامیابی کے ساتھ آج صبح کام کرتی رہیں - ہمارے دو توپخانوں نے بلغاری پیادوں کو شکست دی' اور انکی کئی باٹریوں کو بالکل خاموش کر دیا - ہماری فوج کے ایک رسالے نے دشمن کی کمینگاہوں پر بھی حملہ کیا' اور بالآخر انکو شکست عظیم ہوئی -

غنیمت میں اسلحہ اور دیگر سامان بکثرت ہاتھ آیا ہے - دشمن کی اس فوج کے ۴ سو سپاہی اور ۲۰ افسر بھی کام آئے' جس نے ہمارے میمنہ کے مرکز پر حملہ کیا تھا "

ایک اور شکست

— * —

باب عالی کو قائد عام نے یہ اطلاع دی ہے کہ " چتلجا " میں توپیں اور بندوقیں برابر آتشباری کر رہی ہیں - بلغاری پیادوں نے یہ چاہا تھا کہ قلب جیش کی طرف سے بڑھیں' مگر ہماری فوج نے انہیں پیچھے ہٹا دیا' اور انکی تمام باٹریوں کو خاموش کر دیا - غنیمت میں میٹرلوز قسم کی دو توپیں بھی ہاتھ آئیں -

باب عالی اطلاع دیتی ہے کہ " چتلجا " میں ہماری فوج نے قریب مغرب بلغاریا کی اس فوج پر حملہ کیا' جو کمینگاہوں میں چھپی ہوئی تھی - الحمد للہ کہ ہماری فوج نے دشمن کی فوج کا بڑا حصہ تباہ کر دیا - غنیمت میں ۱۲ سو بندوقیں اور بکثرت ذخائر جنگ ہاتھ آیا -

فوج بلغاریا کا فرار

خط چتلجا سے

— * —

(۲۰ نومبر)

بقیہ بلغاری فوج " چتلجا " کے خط دفاع سے فرار کر کے (باباس) اور (بورغاس) کے خط دفاع کی طرف چلی گئی ہے کیونکہ اب یہاں اسکے لیے تباہی کے سوا اور کچھ نہیں ہے -

فہرست

زراعانۂ ہلال احمر

— * —

ان اللہ اشتری من المومنین انفسہم و اموالہم بان لہم الجنۃ

(٤)

	آنہ	روپیہ
جناب حاجی مصلح الدین صاحب کلکتہ		۵۰
جناب یوسف حسن خاں صاحب - فاروقی سب انسپکٹر جےپور		۴۲۵
بذریعہ جناب عبد الغفور و رسول صاحبان - بلدانہ		۳۰۰
جناب عاشق علی خاں صاحب صوبہ دار - بہار (منی آڈر فیس ۱ روپیہ ۲ آنہ)	۷	۹۳۲
جناب چودھری محمد اسحاق صاحب - کلکتہ		۸۰
فتح محمد کاتم الاسرار مجلس حق پرست ڈیرہ اسماعیل خاں		۷۸
جناب کنڈکٹران ٹراموے کمپنی - راجہ بازار ڈپو کلکتہ	۱۰	۳۴
انجمن رونق الاسلام - کلکتہ	۱	۲۷
جناب شیخ تراب علی صاحب - شام نگر		۱۰
جناب لطف علی صاحب - شام نگر	۱۱	۹
جناب پیارے صاحب - مخدوم پور - گیا	۴	۱۶
جناب محمد یوسف صاحب - بانکہ	۱۲	
جناب محمد یعقوب صاحب - وریکاپٹم		۵
سید ناظر الحسن صاحب - انار بستی		۵
مولانا حکیم محمد عبد الحکیم صاحب سیف شاہجہانپور		۱۵
جناب سید محمد فرخ سیر صاحب زیدی		۲
معرفت محمد عبد العزیز صاحب - ملماہ		۴
میزان ۰	۱۲	۹۹۴

Printed & Published by MOULANA A. K. AZAD, at The HILAL Electrical Prtg. & Pblg. House, 7/1 McLeod Street, CALCUTTA

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul-Kalam Azad.

7-1, MacLeod street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

مسئول و مدیر خصوصی

ابوالکلام الدهلوی

مقام اشاعت

۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ

کلکته

قیمت

سالانہ ۸ روپیه

ششماهی ۴ روپیه ۱۲ آنه

نمبر ۲۳ — کلکته : چهارشنبه ۸ محرم الحرام ۱۳۳۱ هجری — جلد ۱

Calcutta: Wednesday, December 18, 1912.

فهرس

— * —

تصاویر

— * —

بقیہ عید اضحی

— * —

اس هفتے "مسلم لیگ" کے مضمون نے اسقدر جگهه لے لی که "عید اضحی" کا آخری نمبر درج نہوسکا - انشاء الله آئنده نمبر میں ختم کر دیا جاے گا که اسکا سلسله بھی ارادے سے زیادہ بڑھگیا ہے -

اس هفتے کا افتتاحیه مضمون اگرچه ایک هی موضوع پر داستان طویل ہے ' تاهم نظر به اهمیت موضوع و مناسبت وقت ' امید ہے که آپ اول سے آخر تک پوری توجه سے اسے ایک بار پڑھ لیں گے -

شذرات

— * —

هفتۂ جنگ ۱۶ کو صلح کانفرنس کا انعقاد هوا - سر اڈورڈ گرے نے اپنی تقریر میں وکلاے صلح کی طرف خطاب کرتے هوے کہا :

" جنگ کے بعد جب کبھی صلح هوا کرتی ہے ' تو اِس میں خواه مخواه دقتیں پیش آیا هی کرتی هیں - میں نہیں چاهتا که آپ صاحبوں کی حالت کا اندازه کروں - اِس سے بڑھکر شرافت اور انسانیت کا کوئی کام نہیں هوسکتا که ان مشکلات پر غالب آکر پنے اپنے تمام مساعی جمیله کا اختتام صلح پر کیا جاے - مجھے یقین ہے که اگر آپ ایسا کرینگے تو وہ سنگ بنیاد ڈال دینگے جسپر سچی دانائی اور مدبری کے هاتھوں آپ میں سے هر ایک کی اخلاقی ' اقتصادی اور قومی ترقی کی عمارت کھڑی کی جاے گی - اگر ایسی مدبری نه هو تو آیندہ نسل کے لئے جنگ کے فوائد کسی کام کے نہیں هوتے اور انہیں کوئی فائدہ نہیں پہنچتا - اگر ایسی مدبری کو کام میں لایا جاے ' تو جنگ کے نقصانات تک کی بخوبی تلافی هو جاسکتی ہے ' اور تلخیاں صلح کی نعمتوں کے ساتھه خوشگوار بن جاتی هیں - میں زیادہ کچھه نہیں کہتا - دعا کرتا هوں که آپ اپنے مقاصد میں کامیاب هوں ' اور آپکا کام انجام کو پہنچے - میں آپکو یقین دلاتا هوں که جس نیک غرض سے آپ یہاں جمع هوے هیں - اِس میں هر فرد کی همدردی آپکے شامل حال ہے - نیز اگر آپ صلح کرلینگے ' تو تمام یورپ کی نظروں میں اپنی عزت کا منظر پیش کردینگے "

اسکے بعد وکلا کی طرف سے ان عمدہ اظہارات کیلیے سر ایڈورڈ گرے کا شکریه ادا کیا گیا اور انسے اعزازی صدارت کی درخواست کی -

۱۷ کو وکلا کی دوسری نشست صبح کو هوئی اور تیسری عصر کو -

اس سے پہلے ۱۱ دسمبر کی تقریر میں سر ایڈورڈ گرے نے کہا کہ اگر لندن کی کانفرنس کے بعد ضرورت ہوی تو پیرس میں ایک با قاعدہ کانفرنس بھی منعقد کی جاے گی - مقامی معاصر امپائر کا ایک خاص تار مظہر ہے کہ سفارتی گفتگو کے حالات کچھہ زیادہ قابل اطمینان نہیں پاے جاتے - سر ایڈورڈ گرے کی تقریر سے بھی تشویش ظاہر ہوتی تھی -

اسکے بعد خیال ظاہر کیا ہے کہ دول یورپ کے حالات بھی اچھے نہیں ہیں ' لیکن ہم کو تو سر ایڈورڈ گرے بالقابہ ہی کی نسبت عرض کرنا ہے :

> تلنے سب سچ سہی لیاقت ہے
> لیکن آگے تمہاری قامت کے ؟

یونان کی جنگی متعدد پردازیاں جاری ہیں - آج کا تار ہے :

" ترکی بیڑوں اور یونانی جہازات (اسکوڈرن) میں کل صبح دردانیال اور امبروس کے مابین گھنٹے بھر تک مقابلہ ہوتا رہا - قسطنطنیہ کی خبر ہے کہ یونانی کروزر " جارجیو سیوروف " پر ٹھیک گولے لگے ' یہاں تک کہ اسکی بڑی توپ بھی خاموش کردیگئی اور بالا خر یونانی بیڑہ پیرس کی جانب بھاگ گئے - ترکوں کو کسی قسم کا نقصان نہیں پہنچا - برخلاف اسکے یونانیوں کا بیان ہے کہ ترک قلعہ کی آڑ میں رہے - اور آخر کار دردانیال کی طرف نکل گئے - پانچ یونانیوں کو ہلکے ہلکے زخم بھی لگے ہیں "

مسلم لیگ ۱۰- تاریخ کے اسٹیٹسمین میں ۹ دسمبر کی بھیجی ہوئی ایک تار برقی اس مضمون کی شائع ہوئی تھی

The political CONFERENCE under the auspices of the Council of the All-India Moslem League will be held at Lucknow on the 31st instant. جسکا صاف مطلب یہ ہے کہ "۳۱ دسمبر کو لیگ کی سرپرستی میں ایک پولیٹکل کانفرنس ہوگی " مگر اب لیگ کی جانب سے ایک اعلان اخبارات میں شائع کیا گیا ہے - اس سے معلوم ہوتا ہے کہ وہ صرف لیگ کی کونسل کی ایک مخصوص میٹنگ ہوگی تا کہ چند مسائل پر غور کرے - ہم نہیں سمجھہ سکتے کہ ان مختلف بیانات میں راہ تطبیق کیا ہے ؟

پہلے تار میں ایک کانفرنس کا اعلان ہے جو لیگ کے کونسل کے ممبروں کی نہیں ' بلکہ اسکے اہتمام سے ہوگی ' لیکن اعلان میں خود کونسل کے ایک اجلاس کا ذکر ہے - اگر دوسرا اعلان صحیح ہے تو پھر یہ جلسہ محض ایک بیکار شے ہے ' اور التواے لیگ کی تلافی کی امید کا کسی طرح مستحق نہیں -

۹ کا تار زیر بحث مسائل میں " موجودہ پولیٹکل حالت " کو بھی ایک مسئلہ قرار دیتا تھا ' لیکن اعلان سے وہ اوڑا دیا گیا ہے - اس وقت نہ صرف مسلمانان ہند کی پولیٹکل حالت کا مسئلہ درپیش ہے ' بلکہ سب سے اہم تر خود اسلام کی پولیٹکل حیات کا - ضرورت اسکی ہے کہ مسلمانوں کا ایک عظیم الشان مجمع اپنے ان اصلی جذبات کا اظہار کرے ' جو انگلستان کے موجودہ رویے سے انکے دلوں میں اضطراب پیدا کر رہے ہیں ' اور جنکے اظہار میں رنگون کے باعزت مسلمانوں نے قابل صد تحسین پیش قدمی کی ہے -

افسوس ہے کہ کارکنان لیگ لیگ کو دو بارہ زندہ کرنے کی ایک بہترین فرصت کھو رہے ہیں ' اور اس طرح خود اپنی موت کا اعلان کرتے ہیں - یہ سچ ہے کہ چند آدمیوں کی عبودیت کی کی زنجیریں انکے پانوں میں ' اور اپنے نفس خائف کی غلامی کا حلقہ انکے کانوں میں پڑا ہے ' مگر باوجود اسکے بھی چاہیں ' تو اپنے دماغوں کے آپ مالک بن سکتے ہیں -

کیسا نازک ' اور اظہار افکار کا اصلی وقت ہے ' جو مسلمانوں کے سامنے ہے ' جو کم اس موسم میں نہ کوشش و سعی تک نہیں کا -

ہم نے آج کی اشاعت کے افتتاحی مضمون میں جو کچھہ لکھا ہے ' ناظرین اسے غور سے پڑھیں - ہم کو یقین ہے کہ افکار عمومیہ کی موجودہ حرکت انشاء اللہ ضائع نہ جاے گی ' اور قوم اپنے اس نئے دور حیات کیلیے ایک نئی راہ پیدا کرلے گی -

---

ارشاد الملوک ہز آنر سر جیمس مسٹن کی پوری اسپیچ علی گڑھ کا ترجمہ پچھلی اشاعت میں درج کرنے کیلیے کمپوز ہوچکا تھا مگر اخر میں قلت گنجایش کے سبب سے رکھنا ' اس مغز بھی تمام صفحات رکے ہوے ہیں ' اسلیے صرف اس کا ایک ٹکڑا شائع کیا جاتا ہے -

انکی اسپیچ کے اکثر مقامات ایسے ہیں کہ غور کے ساتھہ پڑھے جائیں ' علی الخصوص انہوں نے علی گڑہ کالج کی موجودہ حالت کے متعلق خوف انگیز خیالات و حالات کے ظہور ' قدیم و جدید جماعات کی کشمکش ' طلبا کے نئے افکار و جذبات ' عدم استقلال سیاسی ' اور اسی طرح کے مطالب مہمہ کی نسبت جو کچھہ فرمایا ہے ' اسکا ہر حصہ بحث طلب ہے ' مگر اس وقت اس ٹکڑے کو دیکھنا چاہتے ہیں جسمیں ہز آنر نے موجودہ اسلامی مصائب کی نسبت نہایت موثر اور دل نشین طریقے سے ہمدردانہ خیالات ظاہر فرمائے ہیں -

ہم انکی مخلصانہ ہمدردی کی ممنونیت میں اگر کمی کریں تو یہ نا شکری ہوگی - جو کچھہ اسٹریچی ہال میں کہا گیا وہ بہت اچھا ہے اس سے ' جو گلڈ ہال میں کہا گیا تھا - ہز آنر کے پر محبت ارشادات و اعترافات پڑھکر بے اختیار جی میں آیا کہ انگلستان کی وزارت کے لیے درحقیقت مسٹر اسکوئتھہ سے زیادہ بہتر سر جیمس مسٹن ہیں - ہمارا بس چلتا تو ہم گورنمنٹ اف انڈیا اور انگلستان کی شاہنشاہی میں باہم ایک مبادلۂ حکومت کی خواہش کرتے اور کہتے کہ انگلستان کی وزارت پر سر جیمس بالقابہ نامزد ہوں اور انسے کہا جاے کہ گلڈ ہال میں بلقانی مسئلہ پر ایک تقریر کریں ' لیکن مسٹر اسکوئتھہ کو صوبجات متحدہ کی حکمرانی کیلیے منتخب کیا جاے - تا کہ علی گڈہ میں تشریف لاکر ہمیں باب مسیحیت کا ایک نظارہ دکھلا دیں - یہاں انکے ساتھہ جیسی گذرتی ' گذرجاتی لیکن دراصل فکر وہاں کی تھی -

ہز آنر نے مسلمانوں کے تاریخی افتخارات کی طرف کیسا ہمدردانہ اشارہ فرمایا ہے ؟ انہوں نے ہمارے کارنامے ایک ایک کرکے گنائے ہیں ' انہوں نے مرحوم بغداد کا ذکر کیا ' اور اسپین بھی یاد دلایا ' جہاں سے آٹھہ برس کی حکومت کے بعد ہم مسیحی اسپتلا سے نکالے گئے ' لیکن آہ کہ انہوں نے سب کے آخر میں اس " خوبصورت شہر " کا بھی ذکر فرمایا جو " ہم نے بیزنطانی فرماں رواوں سے لیا تھا اور جس پر اب تک قابض چلے آتے ہیں " شاید اس ذکر کو نظر انداز کر دیا جاتا تو بہتر تھا ' کیونکہ اس طرح بہت سے بے موقع افکار دماغ میں جمع ہوگئے - ہمکو بے اختیار یاد آگیا کہ یہی " خوبصورت شہر " اور ہماری آخری متاع جمال ہے ' جسکے لئے تمام مسیحی یورپ ہمارا رقیب ہے ' جسکی وجہہ سے صلیب کے مقدس دیوتا پر ہماری قربانی جائز سمجھہ لی گئی ہے ' اور جسکے فتح کی خبر کو تھوڑی ہی دیر کے اندر انگلستان کا وزیر اعظم سننا چاہتا ہے !!

قسطنطنیہ میں صلح کی مخالفت

— * —

تلغراف خصوصی بنام الہلال

(۱۴ دسمبر) " صلح کی طیاری سے ملک میں آثار شورش و اضطراب ' گرفتاریاں عمل میں آرہی ہیں " -

دیدۂ سعدي و دل همراہ تست * تا نہ پنداري کہ تنہا مي روي !

— * —

اے وہ لوگو کہ زخمیوں کے ملک میں جا رہے ہو ! جب وہاں پہنچکر زخموں کو دھونا ' تو خدارا سختي نہ کرنا ' کہ وہ زخم ' اُن زخمیوں کے نہیں ' بلکہ اسلام کے ہیں !

— * —

شفی اللہ مرضی بالعراق ' فانني * علی کل مرضی بالعراق شفیق

البعثۃ الطبیہ للہلال الاحمر الهندیہ

یعنے ہلال احمر کا میڈیکل مشن ' جو ڈاکٹر انصاري کی سرکردگي میں ۱۵ کو بمبئی سے روانہ ہوگیا - یہ گروپ بھوپال کے اسٹیشن پر مسٹر تمکین محمد خاں صاحب متعلم ارٹ اسکول بمبئي نے کھینچا تھا - بالکل وسط میں ڈاکٹر انصاري ہیں ' اور انکے بائیں جانب اس تحریک کے روح رواں مسٹر محمد علي ایڈیٹر کامریڈ '

نویں صلیبی جنگ

— * —

صوفیا کے شہری گرجے میں شاہ بلغاریا کو قسیس اعظم صلیبی جنگ کی
کامیابی کیلیے برکت دے رہا ہے

— * —

شتلجا

یہ وہ ہلاکت فشاں عثمانی مشین گن ' جس نے ١٦ نومبر کے معرکے میں حملہ آور بلغاریوں کی تمام سامنے
کی صفیں اوڑا دیں' اور جس کے صلے میں افسر توپ خانہ '
محمود حصاری کو تمغۂ سلطانی مرحمت ہوا -

الجهاد ! الجهاد !!

— * —

الجهاد في سبيل الحرية !

— * —

انفروا خفافا و ثقالا !

— * —

وفاداري اور بغاوت

درنوں کا وقت آگیا

وفاداري گورنمنٹ سے ' اور بغاوت مفسد لیڈروں سے

— * —

فلا تخافوهم' و خافون ان کنتم مومنین (٣ : ١٧٠)

کسي سے مت ڈرو' الله سے ڈرو اگر تم مومن هو !!

— * —

اس وقت هے دعا و اجابت کا وقت مهر !

ایک نعرہ توحیدي پیشکش مبسم کا کر !

— * —

وعظ یوسفي

— * —

یا صاحبي السجن ! ارباب متفرقون خیر ام الله الواحد القهار ؟ ما تعبدون من دونه الا اسماء سمیتموها انتم و اباؤکم ما انزل الله بها من سلطان' ان الحکم الا لله! امر الا تعبدوا الا ایاه' ذلك الدین القیم' و لکن اکثر الناس لا یعلمون (١٢:٤١)	اے یاران مصیبت ! بہت سے مالک اور آقا بنا لینا اچھا هے یا ایک هي خداے قهار کے آگے جهکنا ؟ تم جو الله کو چهوڑکر اور معبودوں کو پوج رهے هو' تو یه اسکے سوا کیا هے که چند نام هیں جو تم نے اور تمهارے پیش روؤں نے گهڑلیے هیں ؟ حالانکه خدا نے تو انکے لیے کوئي سند بهیجي نہیں - اے گمراهو ! یقین کرو که تمام جہان میں حکومت صرف اس ایک خدا هي کیلیے هے ! اس نے حکم دیا هے که صرف اسي کے آگے جهکو ! یهي دین اسلام کا سیدها راسته هے ' لیکن افسوس که اکثر لوگ هیں جو نہیں جانتے -

— * —

تاریخ آزادي هند ' جو لکهي جاے گی

جو هونے والا هے اسکو کوئي قوم اپنی نحوست سے نہیں روک سکتي - یقیناً ایک دن آے گا ' جبکه هندوستان کا آخري سیاسي انقلاب هو چکا هوگا' غلامي کي وہ بیڑیاں جو اس نے خود اپنے پانوں میں ڈال لي هیں' بیسویں صدي کی هواے حریت کي تیغ سے کٹ کر گر چکي هونگي' اور وہ سب کچهه هو چکے گا ' جس کا هونا ضرور هے - فرض کیجیے که اس وقت هندوستان کی ملکی ترقي کي ایک تاریخ لکهي گئي' تو آپکو معلوم هے که اسمیں هندوستان کے سات کروڑ انسانوں کي نسبت کیا لکها جاے گا ؟

اسمیں لکها جاے گا که ایک بدبخت اور زبوں طالع قوم ' جو همیشه ملکي ترقي کیلیے ایک روک ' ملک کی فلاح کیلیے ایک بدقسمتي ' راہ آزادي میں سنگ گراں' حاکمانه طمع کا کهولنا' دست اجانب میں بازیچۂ لعب' هندوستان کي پیشاني پر ایک گهرا زخم' اور گورنمنٹ کے هاتهه میں ملک کی امنگوں کو پامال کرنے کیلیے ایک پتهر بنکر رهي !!

اسمیں لکها جاے گا که ایک قابل رحم مگر مقهور انسانوں کا گله ' جسکے هر فرد کو کسي زبردست کاهن نے اپنے منتر سے جانور بنا دیا تها' جو اپنے اٹهانے والے آقا کے هاتهه میں اپنے گردن کی رسي دیکهتي تهی اور خوش هوتی تهي' جسمیں کوئي انساني ارادہ' کوئي انساني دماغ' کوئي انساني حرکت ' اور کوئي انساني زندگي کا ثبوت نه تها - جو نه اپنے دماغ سے سونچ سکتی تهی ' نه اپني آواز سے بول سکتی تهي - نه اپنے پانوں سے چل سکتي تهي ' اور نه اپنے هاتهوں کو اپنا هاتهه سمجهکر اٹها سکتی تهی - ایک معمول ' جو مسمرائزر کے ارادے پر زندہ هو - ایک وجود شل ' جو صرف زمین کیلیے بار هو - ایک درخت ' جو حرکت کیلیے هوا کا منتظر هو' ایک پتهر' جو بغیر کسي دي روح کے حرکت دیے هل نه سکتا هو' اور سب سے آخر یه که ایک بدبختی کا داغ ' جو انسانیت کي پیشاني پر هو :

لهم قلوب لا یفقهون بها' ولهم اعین لا یبصرون بها' ولهم اذان لا یسمعون بها' اولئك کالانعام ' بل هم اضل' اولئك هم الغافلون (٢٨ : ٨٤)	انکے پاس دل هیں' مگر سوچتے نہیں' آنکهیں هیں' مگر دیکهتے نہیں' کان هیں مگر سنتے نہیں - انکي مثال چارپایوں کی سی هے بلکه اس سے بهي بدتر رهی هیں' جنکو غفلت کي سرشاري نے انسانیت سے محروم کر دیا هے -

اسلام کي تذلیل کا ایک درد انگیز منظر

پهر اسمیں لکها جاے گا که یه حالت اس قوم کي تهي ' جو آہ تم آہ ! که " مسلم " تهي ' جو اپنے ساتهه انساني شرف و جلال کي ایک عظیم ترین تاریخ رکهتي تهي ' جسکو دنیا کی وراثت اور خلافت دي گئي تهی' جو دنیا میں اسلیے بهیجی گئي تهي' تاکه انساني استبداد و استعباد کي زنجیروں سے بندگان الهي کو آزاد کرائے - جو اسلیے بهیجي گئي تهي که بیڑیوں کو کاٹے ' نه اسلیے که خود اپنے پانوں میں بیڑیاں پهنے ' جو اسلیے آئي تهي که تمام اُن زنجیروں کو' جو خدا کي بندگي کے سوا اور شیطاني قوتوں کي (اور هر وہ اسنبلا جو الله کے ما سوا هے ' اسلام کي اصطلاح میں یهي نام رکهتا هے) انسان کي گردنوں میں پڑي هیں ' ٹکڑے ٹکڑے کر دیے' نه اسلیے که سب سے بهاري زنجیر کو خود هي اپنی گردن کا زیور بناے - جو خدا کي نائب اور خلیفه تهي ' تاکه دنیا کو اپنا محکوم بناے - نه یه که خود محکومي پر ناز کرے - جسکے قدموں پر قوموں کو گرنا تها تاکه وہ اٹهاے' نه یه که وہ خود خاک مذلت و غلامي پر لوٹے اور ٹهکرائي جاے -

جو اس ملت حنیفی کی پیرو تھی ' جو دنیا میں صرف اسلیے ہے کہ حاکم ہو ' نہ اسلیے کہ غلام و مملوک ہو - آہ ! جو " مسلم " تھی ' اور پھر کونسا انسانی شرف باقی رہگیا ہے ' جو اس اللہ کے منہہ سے نکلے ہوئے خطاب محبوب و اقدس میں نہیں ہے ؟ جو " مسلم " تھی ' اور اسلیے قدرتی طور پر اسکا فرض تھا کہ ہندوستان میں وہ سب کچھہ کرتی ' جو اوروں نے کیا !! اور جسکو اپنے وجود ربوں سے اس نے ہمیشہ روکا - جو مسلم تھی ' پس چاہیے تھا کہ ہندوستان کی آزادی اور ملک کی ترقی کا جھنڈا اسکے ہاتھہ میں ہوتا ' اور ہندوستان کی تمام قومیں اسکے پیچھے پیچھے ہوتیں ' کیونکہ اسکے پاس " اسلام " تھا اور " اسلام " آگے رہنے کیلیے ہے ' پیچھے رہنے کیلیے نہیں - وہ ایک قوت ہے تاکہ قومیں اسکے آگے جھک کر روحانی و جسمانی نعمات پالیں ' پر وہ کسی کے آگے جھکنے کا محتاج نہیں ہے -

وکذلک جعلنا کم امة وسطا ' لتکونوا شہداء علی الناس و یکون الرسول علیکم شہیدا (۲ : ۱۳۷)

اور اسی طرح ہمنے مسلمانو تم کو درمیانی قوم بنایا تاکہ وہ تمام انسانوں کی ہدایت کے شاہد ہوں ' اور ختم المرسلین انکے لیے شاہد ہو - اور اللہ کی راہ میں جہاد کرو ' جو حق جہاد کرنے کا ہے - اس نے تم کو تمام دنیا کی قوموں میں سے برگزیدگی اور امتیاز کیلئے چن لیا - پھر جو دین تم کو دیا گیا ہے ' وہ ایک ایسی شریعت فطری ہے جسمیں تمہارے لیے کوئی رکاوٹ نہیں - یہی ملت تمہارے مورث اعلی ابراہیم خلیل کی ہے ' اور اس نے تمہارا نام " مسلمان " رکھا ہے ' گذشتہ زمانوں میں بھی اور اب بھی - تاکہ رسول تمہارے لیے ' اور تم تمام عالم کی ہدایت اور نجات کے لیے شاہد ہو - پس ' اللہ کی رسی کو مضبوط پکڑو ' جان اور مال دونوں کو اسکی عبادت میں لٹاو ' وہی تمہارا ایک آقا اور مالک ہے اور پھر جسکا خدا مالک و حاکم ہو ' اسکا کیا اچھا مالک ہے اور کیسا قوی مددگار !

و جاہدوا فی اللہ حق جہادہ ' ہو اجتبا کم ' وما جعل علیکم فی الدین من حرج ' ملة ابیکم ابراہیم ' ہو سما کم المسلمین من قبل و فی ہذا ' لیکون الرسول شہیدا علیکم ' وتکونوا شہداء علی الناس ' فاقیموا الصلوة و اتوا الزکوة ' واعتصموا باللہ ' ہو مولا کم ' فنعم المولی و نعم النصیر ! (۲۲ : ۷۸)

دماغ سوچنے کے لیے ہے ' نہ کہ غفلت کیلیے - پس تمہارے پاس دماغ ہے تو اسے غفلت کو بیداری ' اور موت کو حیات سمجھنے والو ! خدا را مجھکو بتلاؤ کہ اگر ایسا نہیں ہے تو پھر تمہاری نسبت کیا لکھا جائے گا ؟ یقین کرو کہ اس وقت ' جبکہ یہ سطریں لکھہ رہا ہوں ' میرے دل میں ایک سخت اضطراب ہے ' میری روح بیچین ہے ' میرے جگر میں تپش ہے ' میرے دل کے زخموں کے ٹانکے کھل گئے ہیں ' اور میرے ہیجان افکار کا ساتھہ دینے سے قلم عاجز آگیا ہے - یہ کیا ہے کہ میں ایک شے کو اپنے سامنے دیکھہ رہا ہوں تم سب کے پاس بھی آنکھیں ہیں ' لیکن تم کو نظر نہیں آتا ؟ یہ کیسا ہے کہ ایک آواز میرے کانوں میں آرہی ہے ' میں سن رہا ہوں پر تم نہیں سنتے ؟ آہ ! اے لوگو کہ میں نہیں سمجھتا تم کو کیا کہوں ' مجھکو خدا را بتلاؤ کہ کیا یہ سچ نہیں ہے کہ تم دین قویم کے پیرو ' خطاب اسلام سے متصف ' اور امانت الہی کے حامل ہو ' یہ سچ ہے تو تم صرف اسلیے ہو تاکہ نڈر ہو ' بے خوف ہو ' جری ہو ' آزاد ہو ' خود مختار ہو ' نہ صرف اتنا ہی کہ خود آزاد ہو ' بلکہ قوموں کو آزادی بخشنے والے اور ملکوں کو بند استعباد سے نجات دلانے والے ہو ' اور میں آگے بڑھتا ہوں کہ تم اسلیے ہو ' تاکہ جانفروش ہو ' تاکہ راہ حق میں سربکف ہو ' پھر یہ کیا ہے کہ یہ سب باتیں غیروں میں دیکھتا ہوں ' لیکن اے بدبختو تم انسے محروم ہو - یہ کیا بوالعجبی اور کیا تماشاے عقل سوز ہے ؟

پری نہفتہ رخ و دیو در کرشمہ و ناز
بسوخت عقل ز حیرت کہ ایں چہ بوالعجبیست ؟ !

تاریخ ہند کا ایک خاص باب

اگر تم کہو کہ تاریخ ہند میں ہمارے لیے بھی ایک شرف و عظمت کا باب ہوگا تو تم خاموش رہو ' اور مجھے کہو کہ میں آگے بڑھوں - بیشک ایک باب ہوگا ' مگر جانتے ہو کہ اس میں کیا ہوگا ؟ اسمیں لکھا ہوگا کہ ہندوستان ملکی ترقی اور ملکی آزادی کی راہ میں بڑھا ' ہندؤں نے اسکے لیے اپنے سروں کو ہتیلی پر رکھا ' مگر مسلمان غاروں کے اندر چھپ گئے - انہوں نے پکارا ' مگر انہوں نے اپنے منہ اور زبان پر قفل چڑھادیے - ملک غیر منصفانہ قوانین کا شاکی تھا ' ہندوں نے اسکے لئے جہاد شروع کیا ' پر اس قوم مجاہد نے یہی نہیں کیا کہ صرف چپ رہی ' بلکہ مجنونانہ چیخ اٹھی کہ تمام کام کرنے والے باغی ہیں -

افسانۂ استبداد ہند

ملک کہ ایک خالص زرعی ملک تھا ' اسکے کاشتکار تباہ و برباد ہو رہے تھے ' ملک کی دولت انگلستان کے معدے میں بھری جا رہی تھی ' اور اس طرح ہضم ہو جاتی تھی کہ چند لمحوں کے بعد پھر ھل من مزید کا نعرہ سنائی دیتا تھا - ریلوے کی توسیع کے انگلستان کو ٹھیکے دیے جا رہے تھے ' تاکہ وہ دولت جذب کرے ' مگر آبپاشی کیلیے روپیہ نہ تھا ' کہ ہندوستان کی زمین اپنی دولت اوگلے - زبان سے اقرار کیا جاتا تھا کہ تم وفادار ہو ' مگر اسلحہ کو چھونے کی اجازت نہ تھی ' کہ تم غدار ہو - ملک کی تمام دولت ستر ہزار سرخ رنگ سپاہیوں کو سونا اور چاندی کھلا کر لٹائی جا رہی تھی ' مگر ملک کے فاقہ مست تعلیم اور حفظ صحت کے انتظام سے محروم تھے - نمک بھی ملتا تھا تو محصول دیکر ' اور تعلیم بھی ملتی تھی ' تو کھر بار بیچکر - پھر زمام حکومت اپنے ہاتھہ میں لیتے ہوے محبت کے لہجے میں وعدہ کیا گیا تھا کہ تمیز رنگ و زبان اور امتیاز حاکم و محکوم کا یہاں سوال نہیں ' اور جو راہ اپنے لئے باز ہے ' وہی سب کی آمد کی منتظر - لیکن جب پاؤں اٹھے ' اور ہاتھوں نے حرکت کی ' تو تمام دروازے بند تھے ' اور امتیاز حاکم و محکوم کے نشے سے ہر انگلستان کی مٹی کا پتلا مخمور -

یہ اور ایسے ہی حالات تھے ' جنمیں ملک مبتلا تھا - ہندو اٹھے اور انہوں نے اپنی تمام قوتوں کو ملکی جہاد کیلیے وقف کر دیا - لیکن عین اس وقت جبکہ وہ یہہ سب کچھہ کر رہے تھے ' مسلمانوں نے نہ صرف اپنے ہی ہاتھہ پاؤں توڑے ' بلکہ چاہا کہ جنکے ہاتھہ پاؤں ہیں ' انکو بھی اپنا ہی سا لولا لنگڑا بنا دیں - جبکہ وہ ملک اور ملک کی آزادی کی آگ سلگا رہے تھے ' تو یہ تعلیم کی ایک ٹھنڈی لاش لیے بیٹھے تھے ' انکے کانوں میں ایک جادو کا منتر پھونکدیا گیا تھا کہ " وقت نہیں آیا " اور یہ اسی میں مسحور تھے - ایک الف لیلہ کا عفریت تھا ' جس نے جادو کے زور سے انکو پتھر کی چٹان بنا دیا تھا ' پس یہ ملک کی ترقی کی راہ میں روک بنکر پڑے تھے -

مسلمانوں کے ملکی کارنامے

اسکے بعد وہ آنے والا مورخ، جو ہندوستان کا وقائع نگار ہوگا، لکھیگا کہ بالآخر وہ سب کچھ ہوا جو ہونا تھا، بیسویں صدی میں کوئی ملک غلام نہیں رہسکتا تھا اور نہیں رہا، برٹش گورنمنٹ ایک کانسٹی ٹیوشنل گورنمنٹ تھی، چنگیز خاں کا تخت قہر نہ تھا - پس ملک آزاد ہوا، اور انگلستان نے اپنا فرض ادا کردیا، لیکن دنیا یاد رکھے کہ جو کچھ ہوا، اُس قوم کی سرفروشی سے ہوا، جو مسلم نہ تھی، پر جو "مسلم" تھے، انھوں نے ہمیشہ آزادی کی جگہہ غلامی کی، اور سر بلندی کی جگہہ سجدۂ مذلت کی کوشش کی - ہندوستان کی ملکی نجات یقیناً ایک عظمت اور عزت کی یادگار ہے، لیکن اس عزت میں مسلمانوں کا کوئی حصہ نہیں - اگر ملک کے قوانین کی ترمیم ہوی، نئے مفید قوانین بنائے گئے، برباد کن محصولوں اور ٹیکسوں سے انسانوں نے نجات پائی، تعلیم جبری اور عام ہوئی، فوجی مصارف میں تخفیف ہوی، اور سب سے آخر یہ کہ ملک کو حکومت خود اختیاری ملی، تو صرف ہندوں، قابل عزت ہندوں، مسلمانوں کیلیے تازیانۂ عبرت ہندوں کی وجہہ سے، کیونکہ انھوں نے پالیٹکس کو شروع کیا، اور پھر پالیٹکس اسی کو سمجھا، مگر مسلمانوں نے اسکو معصیت سمجھکر کفارہ کشی کی، اور جب شروع بھی کیا تو شیطان نے یہ سمجھایا کہ گورنمنٹ کے آگے سجدہ کریں، تا اسکے آگے بھیک مانگنے کیلیے روئیں، اور پھر مانگیں بھی تو اشرفی نہیں، چاندی سونا نہیں، لعل و جواہر نہیں، بلکہ تانبے کا ایک زنگ آلود ٹکڑا، یا سوکھی روٹی کے چند ریزے ! ذالک مثل القوم الذین کذبوا بآیاتنا، فاقصص القصص لعلہم یتفکرون (۷ : ۱۷۵)

مسلم لیگ

بیشک مدتوں کے بعد بند ٹوٹے، جس کو کفر کہا تھا اسکے ثواب و طاعت ہونے کا فتوا دینا پڑا، لیکن کیونکر؟ اپنی قوت سے، اپنے دماغ سے، اپنی ہستی اور اپنی روح سے؟ نہیں بلکہ

ان ہم نسبتی عمزۂ مردم سکار دوست !

پہلے حاکم کے حکم سے گمنامی کی غاروں میں چھپے تھے، اب انھی کے حکم سے باہر نکلے تاکہ مندر میں جاکر اسکے آگے سر بسجود ہوں - بیشک شملہ ڈیپوٹیشن کے تماشے کے بعد اسکا آخری پارٹ کھیلا گیا اور اسکا نام "لیگ" رکھا گیا، لیکن اگر تم ایک برف خانہ بنا کر اسکا نام آتشکدہ رکھدوگے، تو کیا برف کی سل آگ کا انگارا ہو جائے گی؟ اگر تم ایک کھلونے کا پتلا لیکر اسکے سینے کے پاس کی کل کو انگوٹھے سے دباؤگے، تاکہ اپنے دونوں ہاتھہ ہلاکر تالی بجائے، تو کیا اس تماشے سے وہ انسان کا بچہ سمجھ لیا جائے گا؟ نادانو ! چپ کیوں ہو؟ مجھکو جواب دو ! شاید ہی آجتک دنیا میں کسی قوم نے پالیٹکس کی ایسی صریح تذلیل و توہین کی ہوگی، جیسی کہ چھہ سال تک تم نے کی - تم نے، اے چاندی اور سونے کو پوجنے والو ! تم نے کی - تمہارا وجود یکسر سیاست کی تحقیر، اور تمہارے اعمال اسکی معزز پیشانی پر ایک کلنک کا ٹیکا ہیں - تم نے غلامی کا ایک بتکدہ بنایا، اور اسکا نام سیاست کی مسجد رکھا، تم نے سجدے کا سر جھکایا، اور قوم کو دھوکا دیا کہ ہم عزت کا سر بلند کر رہے ہیں - تم دلدل میں اپنے پانوں ڈالکر کود رہے تھے، تاکہ اور خسف و غرق ہو، لیکن قوم کو کہتے تھے کہ ہم میدانوں میں دوڑ رہے ہیں - تم خود گمراہ تھے، پر اس پر بس نہ کی، دوسری قوم کو گمراہ کرنا چاہا - ضلوا فاضلوا، فویل لہم ولاتباعہم :

حریفاں رہ دیر کردند گم
فویل لہم، ثم ویل لہم ! !

بارہا گفتہ ام و بار دگر می گویم

کہ سوال چھت کا نہیں بلکہ اُن اینٹوں کا ہے جو بنیاد میں رکھی گئی ہیں - یہ بحث فضول ہے کہ دیوار کا کیا حال ہے، دیکھنا یہ ہے کہ بنیاد تو ٹیڑھی نہیں - پالیٹکس ایک آگ ہے جو خود بھڑکتی ہے، اور پھر بھڑکائی جاتی ہے - وہ برف کا گلاس نہیں ہے جو کسی سرد مہر ساقی کی بخشش پر موقوف ہو - اولین گمراہی یہ تھی کہ برسوں کی موت کے بعد زندگی کی کروٹ لی بھی تو اپنی امنگ، اپنے جوش، اور اپنی ہستی قوت کے اعتماد پر نہیں، بلکہ محض کسی کے اشارۂ چشم، اور جنبش دست دعوت پر - نتیجہ یہ ہوا کہ پالیٹکس غلامی کی ایک دوسری شکل بن گیا، اور راہ مقصود سے باز رکھنے کیلئے ایک کھلونے کا کام دینے لگا - پھر اسکے بعد ساری قوت اسپر صرف کی جانے لگی کہ گورنمنٹ سے مراعات طلب کی جائیں اور جس طاقت کو گورنمنٹ کے مقابلے میں خرچ ہونا تھا، اسکو ہندوں کے مقابلے میں صرف کیا جائے - یہ اُس خمار کیلیے ترشی کا ایک پورا جرعہ ثابت ہوا - اصل یہ ہے کہ قوم کا یہ محسوس کرنا ہے کہ وہ اپنے پانوں پر کھڑی ہے نہ کہ کسی لکڑی کے سہارے، لیکن مراعات کی طلب جب پیدا ہوگی، خواہ اسکا کچھہ ہی نام رکھا جائے، یقیناً اپنی قوت کی جگہہ، محض معطی کے احسان و کرم پر اعتماد ہوگا - بیشک مسلمانوں کو اپنے حقوق قومی کے تحفظ سے غافل نہیں ہونا چاہیے، لیکن ساتھہ ہی اصلی سعی اسکی ہونی چاہیے کہ درخت اپنی جگہہ پر مضبوط ہو - تم درختوں کے سایے میں آرام و راحت لیتے ہو، لیکن کبھی اسپر بھی غور کیا ہے کہ تمہارے باغچوں میں کونسی شے جلتی ہے؟ وہ بھی درخت ہے، لیکن جو درخت اپنی قوت نشو و نما سے محروم ہو جاتا ہے، اسکو کاٹ کر چولھے ہی کے سپرد کیا جاتا ہے - پس زندگی صرف قوت میں ہے اور اعتماد کی جگہہ دل ہے نہ کہ کسی کی چوکھٹ -

ملک کی غلامی کیلیے مسلمانوں کی قربانی

ہندو مسلمانوں کا سوال بھی ایک بازیگر کا کھیل ہے، اور بدبختی سے ناچنے والے ناچ رہے ہیں - فوج میں پھوٹ پڑگئی ہے اور عدم مطمئن ہے - یہ خیال کہ "تم نے ابھی تعلیم میں ترقی نہیں کی، اسلیے تمہارا پالیٹکس یہی ہے کہ پہلے ہندوں سے اپنے غصب کردہ حقوق چھین لو" غور کرو یہ حریف شاطر کی کس قیامت کی چال تھی؟

وہ رہزن اور پھر ایسے دشمن سے !

سات کرور انسانوں کی قوت کا نشانہ وہ خود کیوں بنے، جبکہ تم اُس قوت کو کسی دوسرے جگہہ خرچ کرنے کیلیے طیار ہو؟ یاد ہوگا کہ ہم نے ایک بار اسکی طرف اشارہ کیا تھا - ہندوستان میں قدرتی طور پر برٹش گورنمنٹ کو اپنے فوائد کے استحکام کیلیے ایک بڑی قربانی کی ضرورت تھی، کہ کوئی ایک قوم ملک کو چھوڑ کر اسکے ساتھہ ہو جائے، اور اپنے ملک کی امیدوں کی قربانی کے خون سے اسکے اغراض کے درختوں کو سینچے - مسلمانوں نے خود اپنے تئیں اس قربانی کیلیے پیش کر دیا، اور جس بوجھہ کے اٹھانے سے ہندوستان کی تمام قوموں نے انکار کر دیا تھا، اسکے لیے اول روز خود ہی اپنی گردن پیش کر دی کہ :

بنشین در دل ویرانہ ام اے گنج مراد !
کہ من این خانہ بسودائے تو ویران کردم

انہ کان ظلوماً جہولا

الذين نسو الله ، فانساهم انفسهم !

اگر مسلمانوں کي آنکھوں کو لیڈروں کے عمل السحر نے بند نہ کر دیا ہوتا ، تو وہ اس منظر کو دیکھتے اور خون کے آنسو روتے - وہ دیکھتے کہ یہہ کیا بد بختي ہے کہ ملک کي ترقي و فلاح کا مسئلہ ہي سرے سے " ہندو مسئلہ " ہوگیا ہے ، اور مسلمانوں کو من حیث القوم اس سے کوئي تعلق نہیں رہا - ہاوس آف کامنس میں بحث آئے یا کانگریس کے اسٹیج پر ، " مسئلہ ہند " کے معنے " ہندو مسئلہ " کے ہیں ، حالانکہ ملک کي ترقي و آزادي کي کي ذمہ داري اگر ہندوں پر ملک کي طرف سے تھي ، تو اسے اپنے تئیں بھولنے والو ! تمہارے سر تو خداے ذو الجلال کے طرف سے تھي ! دنیا میں صداقت کیلیے جہاد ، اور انسانوں کو انساني غلامي سے نجات دلانا تو اسلام کا قدرتي منصب ہے ، پس تم تھے کہ تم کو خدا آگے کرنا چاہتا تھا ، لیکن افسوس کہ تم نے پہلے خدا کو ، اور پھر اپنے آپ کو بھلایا ، نتیجہ یہ نکلا کہ پیچھے کي صفوں میں بھي تمہارے لیے جگہہ نہیں ، فیا حسرتا ! و یا ویلتا !؟ !

ولا تکونوا کالذین نسو الله فانساهم انفسهم اولئلک هم الفاسقون (۵۹ : ۱۹)	اور ان لوگوں کي طرح مت بنو ، جنہوں نے خدا کو بھلا دیا ، نتیجہ یہہ نکلا کہ خود اپنے ہي کو بھول گئے - وہ یقیناً فاسقوں میں سے تھے -

جمود حرکت نما

ممکن ہے کہ آپ فرمائیں ، یہہ قصۂ طویل اب داستان بے وقت ہے ، کیونکہ در اصل تمام پچھلي باتیں بھلائي جا چکي ہیں ، غلطیوں کا اعتراف کیا جا رہا ہے ، تقسیم بنگال کي تنسیخ کي ضرب محکم نے (کہ في الحقیقت آغاز عہد برطانیہ سے لیکر اس وقت تک ایک سب سے بڑي انساني خدمت ہے جو اس نے انجام دي) ان ہاتھوں کو بھي جو شل ہوگئے تھے پیٹھہ تک پہنچا دیا ہے کہ چوٹ سخت لگي ہے - خود اب لیگ پچھلي غلطیوں کي تلافي اور آئندہ کي اصلاح پر ملتفت ہے ، مانا کہ اسکا سر برسوں بادۂ غرور و کبر سے سرشار رہا ، مگر اس عہد خمار کو بھي تو دیکھیے ، کہ اب قومي خواہشوں کے آگے :

سر تسلیم خم ہے جو مزاج یار میں آئے !

آپنے کہا کہ اولین شے لیگ کے نظام کي تبدیلي ہے ، انہوں نے کہا کہ بہت بہتر - آپنے شکایت کي کہ اگر ہلال احمر فنڈ کي فکر نہ کي تو پھر لیگ کس مرض کي دوا ہے ؟ ارشاد ہوا کہ انکے یہ بھي لیجیے ، آپکا بڑا رونا نہ تھا کہ سفر بے منزل ، اور سعي بے مقصود ہے ، انہوں نے کہا کہ اس سے بھي انکار نہیں ، آپکے " نصب العین " کي کي جستجو میں بھي نکلیں گے - ابھي سامنے کي بات ہے کہ لیگ کے التوا پر آپکو بہت غصہ آیا تھا ، تجویزیں تھیں کہ ایک علحدہ کانفرنس کا انعقاد ہو ، انہوں نے معاً کہا کہ اور طرف کیوں جاتے ہیں کہ یہاں ایک مجلس خاص اس کے لیے بھي طیار ہے - پھر جب حالت یہاں تک روبا صلاح ہو چکي ہے ، تو اب پچھلے گلے شکوے کا کون موقع ہے ؟ اپنو پراني باتوں کو تہہ کیجئیے ، اور امیدوں کا دروازہ کھولیے کہ مدتوں کے دبے دبائے ارمانوں کے نکلنے کا وقت آگیا :

دیدار شد میسر و بوس و کنار هم
از بخت شکر دارم و از روزگار هم

لیکن میں عرض کرونگا کہ ذرا صبر کیجئے اور زبانوں کو نہ روکیے کہ در اصل شکوے شکایت کا وقت پہلے نہ تھا ، وقت تو اب آیا ہے ، ہم بھي اسي روز آزمایش کے منتظر تھے :

کچھہ ہو رہے گا عشق و ہوس میں بھي امتیاز
آیا ہے اب مزاج ترا امتحان پر

لیکن کہیں ایسا نہو کہ :

حکم اخیر کي تھي توقع بروز حشر
باقي رہا نہ دن ہي جب انتظار ہوچکا !

ہاے اس زود پشیماں کا پشیماں ہونا ! !

اول تو :

کي میرے قتل کے بعد اس نے جفا سے توبہ

اور پھر یہ جو کچھہ ہے ، صرف الفاظ ہیں ، جن میں معاني کا نزول باقي ہے ، محض جستجو کے ارادے سے منزل نہیں مل سکتي ، آپ سرخي اور چونا مہیا بھي کر لیں ، پھر بھي محل نہیں بن سکتا جب تک کہ معمار نہوں - شاید لیگ کي یہ نئي ادائیں تو بہ شکن ضرور ہیں ، لیکن ابھي ایسي نہیں ہیں کہ واپس لیا ہوا دل پھر اسکے حوالے کر دیں :

نہلے کیسا دل در و دیوار کے آثار باقي ہیں
ہوا ہر چند گھر ویران صحرا ، پھر بھي صحرا ہے

البتہ بعض خام کاران ہوس پیشہ سے کھٹکا ضرور لگا ہے کہ کہیں ان صبر آزما اداؤں پر لوٹ نہ ہو جائیں :

وہ حلقہ ہاے زلف ، کمیں میں ہیں اے خدا !
رکھہ لیجیو میرے دعوے وارستگي کي شرم !

نظام ترکیبي کي اصلاح اور نصب العین کي جستجو یقیناً ازالۂ مرض کیلیے اصلی علاج کي تلاش ہے ، مگر تلاش کا ہونا ہي صحیح تشخیص اور مفید نسخے کے مہیا ہو جانے کیلیے کافي نہیں ، ضرورت ہے کہ تشخیص کي جستجو صحیح راہ پر ہو ، اور نسخہ جو تجویز کیا جاے ، وہ دفع مرض کا اصلي علاج ہو - لیگ اگر یہاں تک کیلیے راضي ہوگئي ہے تو زہے نصیب ! لیکن ابھي یہ پوچھنا باقي ہے کہ :

کہئے کچھہ تو رہے بھي ہمت ہوئي ؟

راضي نامہ

اصل یہ ہے کہ لیگ کي طرف سے پوري مایوسي تھي اور ہے ، جب تک کہ وہ اپنے تئیں اب امید کا مستحق ثابت نہ کر دے - قوم نے اچھي طرح دیکھہ لیا ہے کہ نہ صرف اہم امور سیاسیہ کیلیے ، بلکہ ادنی درجہ کي سیاسي ضروریات کیلیے بھي لیگ بیکار ہے ، اور اس لحاظ سے سخت مضر ، کہ قوم کا آئندہ راستہ روک کر کھڑي ہے - پس عین اس وقت جبکہ صاف صاف یہ ہے کہ ہم لیگ کو کالعدم یقین کر کے اپني راہ ڈھونڈہ رہے ہیں ، اور دل کے ایک نئے ٹھکانے کي فکر میں (الحمد لله) کہ پہلے سے اچھي حالت میں ہیں - لیگ مکرر سامنے آئي ہے اور کہتي ہے کہ پچھلي باتوں کو بھول جاو اور اب پھر مجھي کو دیکھو ! اچھي بات ہے ، پہلي پہر خواہ کیسي ہي بے مزہ گذري ہو ، لیکن رات کا آخري حصہ تو ابھي باقي ہے ، اور گو مرغ سحر کي چیخیں چاروں طرف سے سنائي دے رہي ہیں ، مگر ہم فرض کیے لیتے ہیں کہ جو کچھہ گذر چکا ہے دن تھا ، اور در اصل شب وصل اب سے شروع ہوئي ہے :

وصال یار ہے جو وصل ، امتحان کر دیکھو
امیدیوں ہي سہي ، چند روز مر دیکھو !

اگر لیگ اب پھر ہمارے دلوں پر قبضہ کرنا چاہتي ہے ، تو بہتر ہے کہ ہم میں اور اسمیں ایک راضي نامہ ہو جاے - یہ ضرور ہے کہ ہم نے اُسے طلاق دیدي تھي ، لیکن اب پھر وہ آنا چاہتي ہے

تو عقد رجعت سے انکار نہیں ' البتہ اسکو تو اپنی غیرت کبھی گوارا نہیں کرے گی کہ " حلالہ " کو منظور کرلیں :

همره غیری و می گوئی بیا عرفی تو هم
لطف فرمودی ' برو ' کین پاے را رفتار نیست

یہ راضی نامہ بالکل ایک مخلصانہ معاہدہ ہوگا ' اور شرائط میں کوئی پیچ و خم نہیں - لیگ پچھلی باتوں کو بھلادے ' اپنے گھر کو صحبت اغیار سے خالی کرے ' اور هم سے لگاو رکھنا ہے تو غیروں سے لگاوٹ چھوڑدے - پھر هم بھی دوسرے ٹھکانوں کی فکر چھوڑکر اُسی کے ہو رہتے ہیں - لیکن یاد رہے کہ یہ معاہدہ آخری ہوگا ' اگر پھر کبھی اغیار کی پرچھائیں بھی نظر آئی تو .

بس لیجئے سلام ' اپنا بھی وعدہ ہے کسی سے

اسکو بھی کھول کر کہدیں کہ صحبت غیر سے کیا مطلب ہے ؟ ابھی اسکا وقت نہیں آیا ہے کہ آپ سے غیرت عشق کے انتہائی مطالبات کیے جائیں - ہمیں اس سے کوئی چڑ نہیں کہ گورنمنٹ سے پورے تعلقات رہیے ' کانگریس کی موجودہ حالت کی نظیر آپکے سامنے ہے ' ابتو گورنمنٹ خود امیدوں کی جرات افزائی کر رہی ہے - لیکن تعلقات کے یہ معنی سمجھئیے کہ اچھے وقتوں میں اپنے وقار اور متانت کے تحفظ کے ساتھہ دو چار گھڑی هنس بول لیا ' یہ نہیں کہ :

همہ شب شراب خوردن ' همہ روز خواب کردن

شرائط صلح

<u>نصب العین</u>

سب سے مقدم ہر مسئلہ پولیٹکل جد و جہد کیلیے ایک نصب العین کی جستجو ہے ' اور اگر آپکو زندہ رہنا ہے تو کسی مقصد بلند کی انگیٹھی سلگاییے جو ہر وقت اپکے دل کو گرم رکھے - یہ بار بار کہا جا چکا ہے - کوئی قوم اپنے جد و جہد میں اصلی سرگرمی اور جذبات و قوی کا ایثار نہیں کرسکتی جب تک اسکے سامنے ایک جاں طلب نصب العین نہو ' اور اب آپکو کیا سمجھائیں کہ ازادی تو وہ مقصود ہے ' جسکا تصور بھی دل کی زندگی کیلیے کافی ہے -

رہے پہلو میں وہ یا اس کا خنجر
غرض دل تھہرتا ہے هم نشیں سے

لیگ تلاش میں نکلی ہے تو اسکو بھٹکنا نہیں چاہئے - ہندوستان میں سیاسی نصب العین کا سوال ایک ہی ہے ' گو اس بارے میں ہماری راہ عام شاہراہ سے الگ ہے ' اور هم اس چیز کو دوسری طرف سے آکر لینا چاہتے ہیں ' لیکن لیگ سے اسکی توقع لا حاصل ہوگی ' پس اسکو چاہئے کہ اس ایک ہی نصب العین کا اعلان کردے کہ " انگلستان کے ماتحت ہندوستان کی حکومت خود اختیاری "

مر ۰ بالا کی کہ اررائی هنور

یاد رکھو کہ یہ نصب العین جو هم نے تجویز کیا ' تو کوئی بہت اونچے درجہ کی بات نہیں کہی کہ ہماری ہمت کا آشیانہ اس شاخ سے بھی بلند تر جگہہ ڈھونڈھتا ہے - تا هم یہی بہتر ہے کہ آپ "سلف گورنمنٹ" کو اپنا نصب العین سیاسی قرار دیں ' اور آجکے دن سے سفر شروع کر دیں - اگر ایک دلکش منزل آپکے سامنے ہوگی تو پھر سفر کی تکلیفیں بھی بھول جائیے گا !

رہروان را خستگی راہ نیست
عشق هم راہست و هم خود منزل ست

تیس برس سے جو پیچ اس مسئلے کی نسبت پڑے ہوے ہیں انپر ادھر بار بار لکھا جا چکا ہے - ہندونکی مجارتی ' مختلف عناصر کی باہمی رقیبانہ کشاکش ' ہندو مسلمانوں کی گذشتہ تاریخ کے اثرات ' ملک کی عدم طیاری ' مسلمانوں کیلیے ہندوستان میں باہر کی حکومت کی بہتری ' اور اسی طرح کے وہ تمام وساوس و نزعات نفسانیہ ' جو مسلمانوں کے دلوں میں جاگزیں کیے گئے تھے ' ہمیں حسن ظن ہے کہ اب بھلاے جاچکے ہیں - سلف گورنمنٹ اسی لیے نہیں مانگی جاتی کہ ملک کی استعداد اور عدم استعداد کا افسانہ دھرایا جاے ' مقصود ایک نصب العین کو سامنے رکھنا ' اور بتدریج اُس تک پہنچنا ہے - ہندو مجارتی کے عفریت کا خوف بھی اب خدا کیلیے دل سے نکال دیجئے ' یہ سب سے بڑا شیطانی وسوسہ تھا ' جو مسلمانوں کے قلب میں القا کیا گیا - طاقت محض تعداد پر نہیں بلکہ اور باتوں پر موقوف ہے - اصل شے قوموں کی معنوی طاقت ہے ' جو اسکے اخلاق ' اسکے کیریکٹر ' اسکے اتحاد ' اور در اصل ہماری اصطلاح میں خشیۃ الہی ' اور اعمال حسنہ سے پیدا ہوتی ہے : وکم من فئة قليلة غلبت فئة كثيرة باذن الله ! اسلام کی طاقت کبھی بھی وابستۂ دام قلت و کثرت نہیں رہی ہے ' اور اب بھی جن دلوں میں اسلام ہو وہاں اکثریت بالکل بے اثر ہے لا تهنوا ولا تحزنوا ' و انتم الاعلون ان كنتم مومنين - یہ تمام وساوس اسلیے پیدا ہوے ہیں کہ ملک کے سامنے کوئی مشترک اور بلند نصب العین نہیں ہے ' اگر روز اول ہی سے یہی ہوگیا ہوتا کہ سب ملکر ایک ہی نصب العین اعلی کی طرف دیکھنے لگے ' تو اور کسی طرف دیکھنے کی مہلت ہی نہیں ملتی ' اور وہ تمام قوتیں جو آج باہمی جدال و قتال میں صرف ہو رہی ہیں ' اسی کے پیچھے صرف ہوتیں -

بے توجہی سے یہ سمجھیے کہ ایک بہت بڑا نکتۂ عمل کہہ رہا ہوں ' اور اپنے طرز بیان نا شاکی ہوں کہ اسرار و رموز کی باتیں بھی حسن و عشق کی کہانی بنجاتی ہے - اپنے سامنے ایک جانستان جلوہ گاہ حسن پیدا کر لیجئے ' پھر اگر آپ دوسری طرف دیکھنا چاہیں گے بھی تو نہیں دیکھہ سکیں گے - آپکی تمام بے راہ روی ' نفس پرستی ' اغراض پسندی ' باہمی جنگ و جدال ' ایثار و مدوت فراموشی ' اور ہر قسم کے اشغال ضلالت صرف اسلیے ہیں کہ سامنے کوئی کشش نہیں ' اور جس بلاے عقل و ہوش کو هم دیکھہ رہے ہیں ' آپنے ابھی دیکھا ہی نہیں - جس دن ایک اوچٹتی ہوئی نظر بھی " ازادی " کے حسن پر پڑگئی ' پھر آپ خود بخود یہ تماشہ بقول غالب کے :

لو يسمعون كما سمعت كلامها
خروا لعزة سجدا و ركوعا (۱)

مشکلات راہ

بہت سے لوگ ہیں جو یہاں تک ہمارے ساتھہ آگئے ہیں کہ مسلمانوں کو بھی یہی نصب العین اپنے لئے تجویز کرنا چاہیے ' مگر مشکلات راہ سے گھبراتے ہیں اور کہتے ہیں کہ شراب کڑوی ہے ' نشۂ و سرور کے انتظار میں حلق و دہان کو کون بد مزہ کرے ؟ لیکن اب هم اسے کیا کہیں کہ کوئی گھونٹ حلق سے نیچے اترا ہی نہیں - کسی طرح منہ بنا کر ایک جرعہ اتار لیجئے ' پھر پوچھیں گے کہ کڑوی ہے یا میٹھی ؟

حریف صافی و دردی نئی ' خطا اینجا ست
تمیز ناخوش و خوش میکنی ' بلا اینجا ست

اے اخوان غفلت شعار ! نہیں معلوم اب تک آپ کس وهم میں پڑے ہیں ؟ یہ مقتل سیاست ہے ' یہ مشہد آزادی و حریت

(۱) اگر انھوں نے بھی غرہ (معشوق) کی صدا اسی طرح سنی ہوتی ' جیسی کہ میں سن رہا ہوں ' تو معا اسکے آگے سجدے میں گر پڑتے .

ہے - آپ کا سیاسی میدان لہو و لعب نہیں ہے - اگر آپ مشکلوں سے گھبراتے ہیں تو اپکے لیے بہتر جگہہ پھولوں کی سیج ہے' یہ آپ سے کس کمبخت نے کہا ہے کہ اس خار زار میں قدم رکھیے ؟ یہاں آئیے گا تو قدم قدم پر کانٹے ملیں گے ' ہر لمحے مصائب کا نزول ہوگا - آپ مشکلات سے گھبرا رہے ہیں ' حالانکہ یہاں تو جانوں اور زندگیوں کی قربانی کا سوال در پیش ہے ' یہاں ہوس پرستوں کا گذر نہیں ' اس میدان کے مرد وہ جانفروشان الہی اور مجاہدین حق پرست ہیں ' جنکے سر گردنوں پر نہیں ' بلکہ ہتھیلیوں پر رہتے ہیں :

در مدرسہ کس را نرسد دعوئے توحید
منزلگہ مردان موحد سر دار ست

سیاست کی جنس اتنی سستی نہیں ہے کہ چند تحریریں لکھکر اور شکریے کے سجدے کرکے اپنے عیش کدوں میں چھپ جائیے گا ' اور وہ آسمان سے ڈھولکتی ہوی آپکے سامنے آموجود ہوگی ! آپسے کوئی نہیں کہتا کہ آئیے ' لیکن آنے کا ارادہ ہے تو اپنے دل و جگر کی طاقت کو تول لیجیے کہ اس طریق عشق کی شرطیں آپکو معلوم نہیں :

ترک جان و ترک مال و ترک سر
در طریق عشق اول منزل ست

غلامی کے پتلے اور سیاست کی روح کا دعوا

آپکے گذشتہ اعمال سیاست سامنے آجاتے ہیں ' تو ہنسی بھی آتی ہے اور رونا بھی - آپ نے ' رسوں سیاست کے ساتھہ جو تمسخر کیا ہے ' اسکی نظیر شاید ہی کسی قوم کی ضلالت و گمراہی میں ملے - ہر خوشامد و غلامی کی غلاظت کا پتلا جسکا وجود اغراض پرستی کی کثافت سے متعفن ہوتا تھا ' نکلتا تھا اور دعوا کرتا تھا کہ میں مرد میدان سیاست ہوں ' اور قوم کے پولیٹکل اعمال کا مصلح ! جن عیش پرستوں کو کسی آزمایش میں پڑنے کی ہمت ایک طرف ' انکو یہ بھی برداشت نہ تھی کہ گورنمنٹ کے چشم و ابرو کی ذرا سی بے مہری بھی گوارا ہو ' اسکا دعوا ہوتا تھا کہ ہم قوم کے پولیٹکل کارزار اعمال کے سپہ سالار ہیں ' اور نکلے ہیں تاکہ اس معرکے میں اپنی تلوار کے کاٹ دکھلالیں ! ارباب نظر ان ہوس پرستوں کو دیکھتے تھے ' ہنستے بھی تھے اور زمانہ کی بوالعجبی پر روتے بھی تھے :

ہر بوالہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروے شیوۂ اہل نظر گئی

اللہ اللہ ! جس متاع یوسفی کے لیے زلیخا آباد حریت میں تڑپتی ہوئی لاشیں اور کٹی ہوئی گردنیں بھی طلب کی جائیں تو اپنے اوج طالع پر ناز کریں کہ مفت ہاتھہ آئی ' اس کی قافلۂ لیگ میں یہ ارزانی ' کہ چند کھوٹے درہم ہاتھوں میں لیکر بولیاں بولی جاتی ہیں ! و شروہ بثمن بخس دراہم معدودہ ' و کانوا فیہ من الزاہدین :

لیجائیے دکھلانے اسے مصر کا بازار
خواہاں نہیں پر کوئی وہاں جنس گرانکا

اے بیصبرو ! یاد رکھو کہ زندگی کی خواہش ہے تو مشکلات سے گھبرانا لاحاصل ہے - کیونکہ مشکلیں زندہ اور متحرک انسانوں ہی کیلیے ہیں ' ایک بے روح لاش کیلیے نہیں ہیں - آرام کی خواہش ہے ' تو اسکی سب سے بہتر جگہہ قبر ہے ' بیٹھے رہوگے تو یقیناً ٹھوکر نہیں لگے گی ' پر جب چلوگے تو ٹھوکریں کھانا ضرور ہے -

اصلاح و تغیر نظام

آخر میں چند الفاظ لیگ کے نظام کی تبدیلی کی نسبت بھی کہدینا چاہتے ہیں - نہیں معلوم کارفرمایان لیگ نے اسکا کیا مطلب سمجھا ہے ' مگر ہم نے مدتوں سے جو کچھہ سمجھا ہے ' اسکے سوا چارۂ کار نہیں - یاد رہے کہ لیگ کی اصلی بنیادی گمراہی اسی مسئلے میں پوشیدہ ہے ' دنیا میں تمام کاموں کیلیے تقسیم عمل کا اصول ہے ' اور پھر ہر گروہ کے حالات مختلف ' اور اسلیے ایک ہی کام کیلیے سب موزوں نہیں ہوسکتے - مسلمانوں نے اصولی غلطی یہ کی کہ پولیٹکل کاموں کیلیے بھی طبقۂ خواص و امرا کی رہنمائی میں ہاتھہ دیا ' جو سر سے لیکر پاؤں تک ہزاروں زنجیروں میں لپٹا ہوا ہے اور آپ سے بھی ملیگا تو انہیں زنجیروں میں جکڑ بند کرکے چھوڑیگا - اسکے پاس یا دولت ہے یا زنجیریں ' تیسری شے نہیں ہے -

پس اصول عمل یہ ہے کہ آزادی کے کام کرنے والے صرف آزاد ہوں ' اور پھر ان میں جو دولت کے ساتھہ دماغ بھی رکھتے ہیں ' وہ صرف اپنی دولت اور دماغ سے الگ رہکر فائدہ پہنچائیں - امریکہ میں کارنیگی اور راکفیلر کے پاس بہت خزانہ ہے ' لیکن پھر یہ نہیں ہے کہ وہی امریکہ کے پریسیڈنٹ بھی ہوں -

در اصل آں بزرگان خواص کا بھی اتنا قصور نہیں ' جسقدر کہ آپکا قصور ہے - آپ انکو اپنے میں کھینچتے ہیں تو انکو آنا پڑتا ہے ' حالانکہ وہ اپنے حالات سے معذور ہیں اور کچھہ عجب نہیں کہ ہم بھی انکی جگہہ ہوتے تو وہی کرتے جو وہ کر رہے ہیں - پس لیگ کی زندگی کیلیے ایک اقدم کام یہ بھی ہے کہ وہ اس امر کا قطعی فیصلہ کردے ' اور اپنے پالٹیکس کی باگ دولت کے ہاتھہ سے نکالکر دماغ کے سپرد کرے - جس شخص کو اپنی دولت اور جائداد کی حفاظت کی فکر سے رات کو نیند نہیں آتی ' اسکی صبح کو زبان کیا کھلے گی ؟

اسی اصل کی ایک شاخ یہ غلطی بھی ہے کہ لیگ نے پالیٹکس کا درخت علی گڈہ کی سرزمین میں بویا ' حالانکہ وہاں پیشتر ہی سے جو درخت موجود تھا ' اسی کے جڑ میں گھن لگ چکا تھا '

قید کی نقدہ معیاد

وقت آگیا ہے کہ اشخاص کی جگہہ قوم کے ہاتھہ میں لیگ دیدی جاے ' اور طبقۂ خواص کے آگے ہاتھہ جوڑ کر عرض کیا جاے کہ اب آئندہ کیلیے معاف کیجیے ' اور ہمارے قصوروں کو بخشدیجیے - ہمارے قصور واقعی بڑے سنگین ہیں ' ہم نے آپکی گاڑیاں کھینچیں ' پھولوں کے ہار پہناے ' خود جانور بنے ' اور اپنی رسی آپکے ہاتھہ میں دیدی - یقیناً اسکی سزا بھگتنی تھی اور اچھی طرح بھگت لی - اب اگر آپ کے دفتر تعزیرات میں چند سال سزا کے اور باقی رہگئے ہیں ' تو ہماری قید کے پچھلے سالوں کے چال چلن پر نظر ڈالیے ' اور گورنمنٹ کا قانون ہے کہ قیدی اطاعت شعار ہو تو آخر کے چند مہینے معاف کردیے جاتے ہیں ' پس آپ بھی رحم کیجیے ' ہم کو چھوڑ دیجیے ' اور حکم دیجیے کہ بیڑیاں کاٹ دی جائیں -

محض لیگ کے قواعد و ضوابط کی تبدیلی سے کچھہ نہیں ہوسکتا جب تک کہ اس مسئلے کا فیصلہ نہو -

مسلم پولیٹکل فنڈ

ایک عملی سوال یہ ہے کہ اگر لیگ چند دولت نثار اشخاص کے بند غلامی سے آزاد کردی جاے ' تو اسکے کاموں کے لیے روپیہ کہاں سے آے گا ؟ اب تک تو ایک حاتم وقت کی فیاضی تھی ' جسکی دریا دلی سے تمام خشک کھیتیاں سرسبز تھیں ' لیکن اگر آزادانہ اسپرٹ پیدا کی گئی ' نصب العین کا اعلان کیا گیا ' اور

اصلی کاموں پر ملتفت ہوے ' تو وہ تمام لوگ جو کلکٹر صاحب کے حکم کے بغیر پانی پینا گناہ سمجھتے ہیں ' یا جنکے نزدیک کمشنر کی اجازت کے بغیر کسی جلسے کی ریسپشن کمیٹی کا صدر بننا حرام ہے ' قطعاً الگ ہو جائیں گے ' اور کہیں گے کہ " اذہب انت و ربک " اور پھر اس دست کرم کی بخشش بھی موقوف ہو جاے گی جسکی خاطر ایک سجدے کیے ہیں ' اور موت کو زندگی پر ترجیح دی ہے -

لیکن ہمارے خیال میں یہ مسئلہ ایک لمحہ کیلیے بھی مانع کار نہیں ہوسکتا - ہم نے جیسا کہ کلکتہ میں اپنے مکرم دوست جناب سید وزیر حسن صاحب سے زبانی بھی کہا تھا - اگر آج لیگ کی نسبت قوم کو یقین ہو جاے کہ وہ سر آغا خاں کی نہیں بلکہ قوم کی ہے ' تو جسقدر روپیہ آپکو مطلوب ہے ایک لمحہ کے اندر جمع کر لیجیے - آپ قوم کے جذبات سے جب کام ہی نہیں لیتے تو قوتوں کا ظہور کیونکر ہو ؟

ہمارا خیال ہے کہ اگر لیگ اصلی راہ کی طرف متوجہ ہو تو اسکو فوراً ایک قومی سیاسی فنڈ کے قیام کا اعلان کر دینا چاہیئے ' جسکا مقصد یہ ہو کہ پولیٹکل کاموں کیلیے روپیہ کی طرف سے اطمینان ہو جاے - لیگ کی ممبری کی رقوم ابھی موجودہ تعداد سے المضاعف ہو سکتی ہیں ' اور چند دنوں کے اندر بغیر کسی دقت کے ایک ایسا مستقل مالی انتظام ہو جا سکتا ہے ' جو سر آغا خان کے موجودہ وظیفہ سے دوگنے تگنے تک پہنچ جاے - ہم کامل یقین اور اعتماد کے ساتھہ کہتے ہیں کہ ایک حقیقی پولیٹکل مجلس کی اعانت کیلئے تمام قوم طیار ہے ' بشرطیکہ قوم محسوس کرے کہ یہ ہماری چیز ہے نہ کہ غیرونکی -

فالجہاد فی سبیل الحریہ

مضمون بہت بڑھگیا ہے ' لیکن اس بارے میں ہم اپنے خیالات کے ہجوم کے آگے مجبور محض ہیں - بہت سی باتیں ابھی باقی ہیں ' لیکن جو باقی ہے ' اسکی ترجمانی کو اپنی زبان کی جگہہ آپکے دل کے سپرد کرتا ہوں ' اور صرف چند لفظوں کے عرض کرنے کی اور اجازت چاہتا ہوں -

غفلت و سرشاری کی بہت سی راتیں بسر ہو چکیں ' اب خدا کے لئے بستر مدہوشی سے سر اٹھا کر دیکھیے کہ آفتاب کہاں تک نکل آیا ہے ؟ آپکے ہم سفر کہاں پہنچ گئے ہیں اور آپ کہاں پڑے ہیں ؟ یہ نہ بھولیے کہ آپ اور کوئی نہیں بلکہ " مسلم " ہیں ' اور اسلام کی آواز آپ سے آج بہت سے مطالبات رکھتی ہے - کب تک اس دین الہی کو اپنی اعمال سے شرمندۂ عالم کیجیے گا ؟ کب تک دنیا کو اپنے اوپر ہنسائیے گا اور خود نہ روئیے گا ؟ اور کب تک ہندوستان میں اسلام کی قوت کا خانہ خالی رہے گا ؟ اگر مصائب کا تازیانۂ غفلت کی ہشیاری کا ذریعہ ہے تو کونسے مصائب ہیں جنکا آپ پر نزول نہیں ہوچکا ہے ؟ و لقد اخذنا ہم بالعذاب فما استکانوا لربہم و ما یتضرعون -

یاد رکھیے کہ ہندوں کیلیے ملک کی آزادی کیلیے جد و جہد کرنا داخل حب الوطنی ہے ' مگر آپکے لیے ایک فرض دینی ' اور داخل جہاد فی سبیل اللہ - آپ کو اللہ نے اپنی راہ میں مجاہد بنایا ہے ' اور جہاد کے معنی میں ہر وہ کوشش داخل ہے ' جو حق اور صداقت ' اور انسانی بند استبداد و غلامی کے توڑنے کیلیے کی جاے - آج جو لوگ ملک کی فلاح اور آزادی کیلیے اپنی قوتوں کو صرف کر رہے ہیں ' یقین کیجیے کہ وہ بھی مجاہد ہیں اور ایک ایسے جہاد میں مصروف ' جس کے لئے در اصل سب سے پہلے آپ کو اٹھنا تھا - پس اٹھہ کھڑے ہو کہ خدا اب تم کو اٹھانا چاہتا ہے اور اس کی یہی مرضی ہے کہ مسلمان جہاں کہیں ہیں ' بیدار ہوں ' اور اپنے فراموش کردہ فرض جہاد کو زندہ کریں - ہندوستان میں تم نے کچھہ نہیں کیا ' حالانکہ اب تمہارا خدا چاہتا ہے کہ یہاں بھی وہ سب کچھہ کرو ' جو تم کو ہر جگہہ کرنا ہے - فجاہدوا فی اللہ حق جہادہ ' ولا تکونوا کالذین قالوا سمعنا ' وہم لا یسمعون ' ان شر الدواب عند اللہ ' الصم البکم الذین لا یعقلون :-

فبشر عبادی الذین یستمعون القول ' فیتبعون احسنہ ' اولئک الذین ہدا ہم اللہ و اولئک ہم اولو الالباب (۳۹ : ۱۹)

پس اللہ کے طرف سے بشارت ہے اللہ کے اُن بندوں کیلیے ' جو کلام حق کو کان لگا کر سنتے ہیں ' اور اسکی اچھی باتوں پر عمل کرتے ہیں - یہی وہ لوگ ہیں جنکے دلوں کو خدا نے ہدایت کیلیے کھول دیا ہے ' اور یہی عقل سلیم رکھنے والے ہیں -

---

ہز ہاینس سر جیمس میسٹن لفٹنٹ گورنر صوبجات متحدہ

کی

اسپیچ علی گڈہ کالج میں

— * —

حضرات ! اب میں دوسری کیفیات کیطرف متوجہ ہوتا ہوں - وہ کیفیات جو آج خاصۃً مجھکو علی گڈہ لانے کی علت ہوئی ہیں - اصل میں میرا ارادہ یہہ تھا کہ اس موسم کے اخیر میں جب بہ تقریب سفر میں صوبہ کے اس حصہ میں آؤں ' تو اپنے بچے ہوے اوقات میں اس کالج کا معاینہ کروں - لیکن گذشتہ ستمبر سے جب میں اس خدمت پر مامور ہوا ہوں ' کالج کے ہوا خواہ اور معترضین ' دونوں کی طرف سے اس مدرسۃ العلوم کی نسبت بہت کچھہ سن رہا ہوں اور بالخصوص ان جذبات دلی کے متعلق بھی ' جو اسوقت ساری اسلامی دنیا میں موجزن ہیں - جو کچھہ میں نے سنا اسنے کالج کے ایک مربی ہونے اور ہندوستانی مسلمانونکے سرگرم دوست ہونیکی حیثیت سے مجھے سواے اسکے اور کوئی ارادہ نہیں کرنے دیا ' کہ بلا توقف مزید یہاں چلا آؤں ' تاکہ اب لوگوں سے ' جو ان صوبجات کے مسلمانونکے خیالات کے نائب ہیں ' صلاح و مشورہ کروں اور جو کچھہ نصیحت نامدد مجھہ سے ہوسکے آپکو دوں - جلیل القدر سید کو میں جانتا تھا اور انکی تعظیم کرتا تھا - وہ اولوالعزم اور دور اندیش محب وطن ' جسکی روح اسوقت ہمارے ساتھہ ہے - انکے مخلص اور چیدہ احباب کو بھی میں بخوبی جانتا تھا اور میرے ابتداے زمانہ میں انکی مہربانیاں میرے ساتھہ کچھہ کم نہ تھیں - مثلا مولوی زین العابدین جو مدت ہوئی کہ اس دنیا سے گذر گئے - علیگڈہ کے سیکڑوں طلبا کے ساتھہ میں نے کام کیا ہے اور انکو بخوبی دیکھتا رہا ہوں - میں نے ان لوگوں سے جو علیگڈہ کو محبوب رکھتے ہیں اور اُن سے جنکو خوف ہے کہ وہاں کی ساری باتیں اچھی نہیں ہیں بڑی دلچسپی سے گفتگو کی ہے - اس لحاظ سے مجھے یہ دعوی کرنے کی عزت حاصل ہے کہ صرف یہانکی امیدوں اور یہانکے گذشتہ ذی عقلوں کے ارادوں ہی کے متعلق میری معلومات اصلی نہیں ہیں ' بلکہ اوس اختیار کے متعلق بھی ' جو آپکا کالج اپکے ہمقومونکی زندگی اور اطوار پر رکھتا ہے - ان معلومات نے میرے دل میں محبت اور خوف دونوں پیدا کر دئے - محبت ان بلند پروازیونکی جو جو سید آپکے لئے چھوڑ گئے ' اور ڈر اوس خوف کا ' جو ان بلند پروازوں

کو خطرہ میں ڈالدیگا - میں ان خطرات کو دیکھہ رہا ہوں اور میں محسوس کرتا ہوں کہ آپکے کالج کا میں مربی نہ ہونگا بلکہ خواب میں نظر آنے والا مہیب دیو - آپکی قوم کا دوست نہ ہونگا بلکہ دوست نما دشمن - اگر آپکو صاف صاف جتا دینے سے قاصر رہا کہ میرے خیال میں وہ خطرات کہاں ہیں اور اونکے دفع کرنیکی کیا صورت ہوسکتی ہے ؟ میری نصیحت کو چاہے مانیں چاہے نہ مانیں ' اسکے مختار آپ ہیں - آپکی ذمہ داریونکو میں لے نہیں سکتا ' لیکن میں جو اپنی مدد پیش کر رہا ہوں وہ خالص اور بے غرضانہ ہے -

اسلام کے ساتھہ ہمدردی

جو لوگ اسلام سے واقف ہیں ' وہ اسکو بھی بخوبی جانتے ہیں کہ اونکے دلوںپر آج کل کیسی گذر رہی ہے - میری غلطی ہوگی اگر یہاں پر اونکے اون مصایب کے وجوہ بیان کرونگا - آپنے اڈریس میں اس امر کی طرف اشارہ کرنے سے اپنے کو باز رکہا ہے جو قابل تعریف احتیاط ہے - لیکن اسقدر کہنے کی آپ مجکو اجازت دینگے کہ برطانی گورنمنٹ ہند نے اون مصایب کو بے رخی سے نہیں دیکھا ہے - پیروان اسلام بالطبع صاحب ناز ہیں - اونکو ناز قرون وسطی کی اوس سلطنت پر ہے ' جسکی بغداد عرب کے ریگستانوں کے ایک چھوٹی سی پہاڑی میں پڑی اور رفتہ رفتہ یہانتک بڑھی کہ رومۃ الکبری کی زبردست حکومت کو دھمکیاں دینے لگی - اونکو ناز ہے اوس تمدن اور علم پر ' جس سے عرب نے ساری دنیا کو مالا مال کردیا - اونکو ناز ہے قرطبہ ' دمشق ' اور قاہرہ کے کارہائے نمایاں پر - اونکو ناز ہے اوس خوشنما شہر پر ' جو گولڈن ہارن پر واقع ہے اور جسکو ساڑھے چار سو سال ہوتے ہیں کہ مسلمانوں نے بیزنطانی بادشاہوں سے چھین لیا ' اور اوسوقت سے اب تک مذہب اسلام اور اسلامی حکومت کا وہ مرکز رہا ہے - ہم برطانیوں کے لئے مایۂ ناز ہماری تاریخ ہے جو اسلام کے ناز کے ہم خیال ہونیکی ہمیں تحریک کرتی ہے - اور اب جبکہ آپکے ناز پر مصیبت نے پردہ ڈال دیا ہے ' تو ہماری خاموشانہ اور اوسیقدر مخلصانہ ہمدردی آپکے ساتھہ ہونی ہے - آپکے ساتھہ ہم بھی اس آرزو میں شریک ہوتے ہیں کہ برے ایام گذر گئے - ہماری خواہش ہے کہ اب آپ اپنی آنکھیں اوس چمکتی ہوئی روشنی کیطرف پھیریں ' جو گذشتہ چند ماہ کی ظلمت کو مٹاتی جا رہی ہے - ترکی افواج کی بہادری کی طرف دیکھئے جو باوجود سخت قلت سامان ' کمی ملبوسات ' عدم موجودگی رسد ' اور عوارض کی پامالی کے بھی ثابت قدم رہی - میدان کارزار میں اونکی اون نیک ہمت اور غنیم کو آگے بڑھنے کا موقع دینے میں مصلحۃ آہستہ آہستہ ہٹ جانے کی نمایاں کارروائیونکو دیکھئے - ناظم پاشا کی فوج کے ساتھہ اخبار ٹائمز کا فوجی نامہ نگار تھا - اوسکے ایک مضمون کو پڑھکر میں آپکو سناتا ہوں - لولی برغاس کے ہیبتناک واقعات بیان کرتے ہوئے وہ لکھتا ہے :-

" ترکی کمک نے جس طریقہ سے اپنی جگہہ اختیار کی ' وہ مجھے بے حد پسند آیا - مقررہ ہوئے خطوط میں فوج ' درفوج بڑی بے پروائی کی رفتار سے کام کرتے ہوئے ' اپنی جگہوں تک چلے گئے - پھر بندوق چلائے اور صفیں قائم کرنے کے لئے پلٹ پڑے - ادھر ادھر سپاہیونکی لاشیں گرتی جاتی تہیں مگر اسپر بھی دارو گیر اور اضطراب کا اونمیں ذرا بھی اثر نمایاں نہ تھا - گویا موت کا سامنا کرنے کے لئے یہہ طریقہ اختیار کیا گیا تھا - ایک بجے دوپہر کے بعد طرف مخالف نے اپنی توپوں کو ہٹا دیا ' اور بدلا لینے کے لئے حملہ کرنے کو جو افواج جمع کی تہیں ' اونکو منتشر کردیا - دس منٹ میں میدان توپوں سے صاف ہوگیا - سوائے اون توپوں کے جو اس مقام میں نہیں ' اور جو بڑی ثابت قدمی سے اپنی جگہہ کو قائم رکھی رہیں - اسکے بعد فوجی دستے پیچھے ہٹنے لگے ایسا معلوم ہوا کہ بلغاری توپ والے گویا اسکے منتظر تھے کہ کمینگاہوں سے بلغاری توپیں جمع شدہ ترکوں پر شعلہ باری کرنے لگیں - جنگ کے بد نصیب تماشوں کے دیکھنے کا مجکو بہت بڑا تجربہ ہے ' لیکن ترکی پیدل افواج کے پیچھے ہٹ جانیکا بہترین نقشہ جو میں نے دیکھا ' اس سے بہتر منظر کبھی نہیں دیکھا تھا ' جسطرح چل پھر کر اونہوں نے حملہ لیا تھا ' اوسی طرح اس تباہ کن سزا کو برداشت کرتے ہوئے چل نکلے - پیچھے ہٹنے میں کوئی جماعت نہیں لی گئی تھی - ایسا دکھائی دیتا تھا کہ گویا یک بیک نشیب کی زمین سیکڑوں آدمیوں سے آباد ہوگئی ہے - لیکن وہ سب کے سب حیرت انگیز طریقہ پر تمام میدان میں پھیلے ہوئے تھے ' اور گولیوں کے مینہ جو اونپر برسائے جارہے تھے اوسکی اونکو کچھہ پروا بھی نہ تھی - آہستہ آہستہ ' باحتیاط ' چپ چاپ ' ارادتہ ' حفظ مراتب کے ساتھہ ترکی پیدل افواج ہٹ گئیں اور پیچھے پیچھے ہملوگ بھی ہٹ گئے - اوسوقت خبر رسانی کی اوس راہ سے ہملوگ بہت دور تھے ' جس راہ سے انکی بہادری کے واقعات بھیجے جا سکتے تھے "

ایک قوم جو ایسے شجاعوں کو پیدا کرے ' جسکے ایسے کارنامے لکھے جائیں ' واقعی ایک قوم ہے ' جواب بھی اسکا فخر کرسکتی ہے ' اور ذی فہم اور روشن خیالوں کے راستہ پر لگانے سے اب بھی ایک نمایاں مستقبل پیش نظر رکھتی ہے -

مسلمانان ہند کے لئے پیغام

بہرحال اسلام کے موجودہ صدمات مسلمانان ہند کے لئے دوسرا قابل غور پیغام رکھتے ہیں - یہی وہ پیغام ہے جسکی طرف توجہ مبذول کرنیکی میں آپکو اسوقت تکلیف دیتا ہوں - ایران کی بد قسمتیوں اور ترکی کے خطرات سے اگر ہمیں کچھہ سکھایا ہے ' تو وہ یہی ہے کہ دنیا میں کوئی قوم اپنے ایام گذشتہ کے کار نمایاں اور عزتوں کی حکایات کو یاد کرکے قایم نہیں رہ سکتی - موجودہ زندگی کی مہیب ریس نے ان ساری باتونکو باطل ٹھرادیا ہے اور کامیابیونکی بنیاد صرف قوت اور قابلیت پر رکھدی ہے - قوت بھی وہ جو اخلاقی اور مادی ہو - اور قابلیت بھی وہ جو دماغی اور جسمانی ہو - بس یہی اوصاف ہیں جو اسلام کو بچاسکتے ' اور مسلم کا فرض اول یہہ ہے کہ اپنے صدمے اوٹھاتے ہوئے فخر و مباہات کو بھول کر اور تاسف و ماتم سے الگ ہوکر اون اوصاف کو حاصل کرلے - ہر سچے مسلمان کا یہہ کام ہے کہ زیادہ بک بک اور فضول گوئی نہ کرے - بے فایدہ و مہمل مضامین اخبارات میں نہ لکھا کرے - بلکہ آدمیونکی طرحسے کام کرے - تفرقہ کو بند کرے ' دور ازکار گفتگو کو چھوڑ دے ' فضول رنجشوں سے باز آئے ' موجودہ نسل کی کمزوریوں سے نوخیزوں کو بچائے - فرض منصب کی حقیقت بعنوان شایستہ اونکے ذہن نشین کرے ' اور اونکی زندگی میں فایض المرام ہوںگا اس سے زیادہ موقع دے جو اونکے والدین کو حاصل نہ تھا - "

سالانہ اجلاس کانفرنس کی تاریخیں

قبل ازیں بذریعہ اخبارات اعلان کیا جاچکا ہے کہ امسال آل انڈیا محمڈن ایجوکیشنل کانفرنس کا سالانہ اجلاس ۲۷ ' ۲۸ ' ۲۹ دسمبر سنہ ۱۹۱۲ کو بمقام لکھنؤ منعقد ہوگا - لیکن بوجہ مسلم یونیورسٹی فاونڈیشن کمیٹی کے اجلاس کے ' جو ۲۷ دسمبر سنہ ۱۲ کو لکھنؤ میں منعقد ہوگا کانفرنس کے اجلاس کی تاریخیں اب بجائے ۲۷ ' ۲۸ ' ۲۹ دسمبر سنہ ۱۲ کے ۲۸ ' ۲۹ ' ۳۰ دسمبر ۱۹۱۲ ع قرار پائی ہیں - استقبالی کمیٹی لکھنؤ نے ممبران اور مہمانان کانفرنس کے قیام اور طعام کے متعلق جو انتظامات کئے ہیں ' انکی بابت کمیٹی مذکور کا اعلان اخبارات میں طبع ہوا ہے - اس سے معلوم ہوگا کہ کمیٹی مذکور نے ممبران کانفرنس کے قیام اور طعام کا کل ضروری اہتمام اپنے ذمہ لیا ہے اور جملہ ممبران کو مدعو کیا ہے - امید ہے کہ امسال بوجہ ان اہم تعلیمی مسایل کے جو اس اجلاس میں بغرض تصفیہ پیش ہونگے تمام وہ حضرات جو مسلمانوں کی تعلیم سے دلچسپی رکھتے ہیں اجلاس کانفرنس میں شرکت فرماینگے -

خاکسار افتاب احمد آنریری جائنٹ سکریٹری کانفرنس

مراسلات

الهلال روزانه

—:—

آپ خیال فرمائیں که پبلک کا مذاق اخبار بینی آجکل کسقدر بڑھ گیا ہے - هفته وار اخبارون سے (گو وہ کیسے هي اچھے هوں) اونکي پیاس نہیں بجھتي -

هندوستان میں مسلمانوں کے روزانه اخبارات کا وجود و عدم وجود برابر - چند اردو روزانه نکل رہے هیں - اونکي بهي جو کیفیت ہے ' آپ سے چھپي نہیں - روزانه زمیندار نے البته کچهه اولوالعزمي دکھائي ہے که براہ راست ریوٹر سے برقي پیامات وصول کرنے کا سلسله قائم کیا ہے -

امید تهي که مشهور همدرد قوم مسٹر محمد علي صاحب کا روزانه همدرد مستقل و اعلی پیمانه پر نکل کے پبلک کے دامن کو بھر دیگا ' مگر هنوز روز اول کا مضمون ہے - آپ نے روزانه الهلال شائع کرنے کي تجویز سے پبلک کو روشناس کیا ہے - گو آپکو رائے دینا آفتاب کو مشعل دکھانا ہے ' مگر یه ترمیم میرے ذهن ناقص میں آئی ہے - اور میں عرض کرنا چاهتا هوں - غالباً آپ اور آپ کے ناظرین اس سے اتفاق کریں گے -

آپ کي تجویز سے معلوم هوتا ہے ' که هفته وار الهلال بدستور جاري رہے اور روزانه علحده شائع کیا جائے ' اور ماهوار البیان بهی علاحده شائع هو - میں تجویز اول و دوم کو ایک کر دینا زیادہ پسند کرتا هوں که روزانه الهلال پوري آب و تاب سے شائع کیا جائے - اور هفته وار بند کر دیا جائے -

بجائے هفته وار الهلال کے اسي صوري و معنوي خصوصیات کے ساتهه چار پانچ جزکي ضخامت میں رساله البیان ماهوار شایع کیجئے - چونکه آپ کے بیش بها مضامین کي پبلک زیادہ قدرداں ہے اسلیے آپ کو بهي پبلک کے مذاق کي قدر کرني چاهیے - میرے اس عریضه کو عام رائے کے اتفاق کے لیے الهلال کے کسي گوشه میں جگهه دیکر ممنون کیجئے -

(ابوالاعجاز عرشي)

[الهلال] بیشک میرا اراده تو یهي ہے که هفته وار حسب معمول جاري رہے اور روزانه الگ شائع هو ' لیکن اگر ناظرین هفته وار کے التوا کو منظور فرمائیں اور اسکي جگهه روزانه اور ماهوار شائع هو ' تو مجھے کوئي عذر نہیں که اور بوجهه هلکا هوتا ہے - باقي " همدرد " کي نسبت جو آپنے لکها ہے ' تو آپکو کامرید پریس کي مشکلات کا علم نہیں ' ساري دقت دہلی کے ٹائپ کي وجهه سے هو رهي ہے ' تاهم امید ہے که همدرد جلد شائع هو اور ملک کي توقعات کا اپنے تئیں پورا مستحق ثابت کرے -

فکاهات

—:—

جزر و مد

--)*(--

الهلال کا لب و لہجه

— * —

دیکهکر حدت فکر کا یه دور جدید * سوچتا هوں که یه اتنی حد ہے که نہیں ؟

رهنماؤں کي یه تعبیر ' یه انداز کلام * اس میں کچهه شائبهٔ رشک و حسد ہے که نہیں ؟

اعتراضات کا انبار جو آتا ہے نظر * اس میں کچهه قابل تسلیم و سند ہے که نہیں ؟

نکته چیني کا یه انداز ' یه آئین سخن * دوم تہذیب میں مستوجب رد ہے که نہیں ؟

جس نئي راہ میں هیں سادہ پیمانه لوگ * کوئي اس جادۂ مشکل کا دلیل ہے که نہیں ؟

شاطروں نے جو نئي آج بچهائي ہے بساط * اس میں ان پر کبهی کہنے سے کوئي رد ہے که نہیں ؟

پہلے گر شان غلامی تهي ' تو اب خیرہ سري * اس دو راہے میں کوئي بیچ کي حد ہے که نہیں ؟

* * *

فیصله کرنے سے پہلے ' میں ذرا دیکهه تو لوں

" جزر " جیسا تها اُسي زور کا " مد " ہے که نہیں ؟

(کساب)

الهلال کے گذشته پرچے

— * —

اب بہت کم رهگئے هیں اور نمبر (۹) (۱۰) (۱۱) بالکل ختم هوگئے - علاوہ ان تین نمبروں کے باقي تمام پرچوں کي مجموعی قیمت ۵ روپیه ہے ' دسمبر تک کے نمبر ان میں شامل هونگے -

عقل سلیم سے ایک التجا

" بے شبہ اس بارہ میں تو سبکے سب هم آواز هیں که کسی کو جنگ پسند نہیں ' لیکن هر شخص جنگ کی تیاریاں کر رها ہے - ولیعہدوں ' رازداران سلطنت ' اور سپہ سالاران افواج کے درمیان جو پر اسرار دید و باز دید هوئی ہے ' وہ کسی ناجایز کار روائی کی طرف اشارہ کر رهی ہے - منطقۂ خدشات رومانیا ہے - اگر کوئی جنگ هوئی ' تو یقیناً پہلی ضرب اوسی پر پڑیگی ' اور جسطرح وہ هرطرف دشمنوں سے گھری هوئی ہے ' یہ ضرب اسی سخت هوگی که پاش پاش کردیگی - روس سرویا کو منع کر رها ہے ' لیکن یہ بھی امانت داران اتحاد کے قابل افسوس بہانوں میں سے ایک بہانہ ہے - البتہ کسی حدتک آسٹریا کا رومانیا کو روکنا نمایش نہیں ' امانت داران اتحاد گفتگوے صلح کے سلسله کو اوسوقت تک جاری رکھنے کی کوشش کرینگے ' جب تک که (۱) نا لطیکی موسم سرما کی شدت رهیگی ' اسکے بعد پھر سیدھی سیدھی اور صاف صاف باتیں کی جائیں گی ' اگر اوسوقت بھی دول متفق الراے هونے سے مجبور رهیں ' تو جنگ ضرور هوگی - بلغاریا ' سرویا ' اور مانٹی نگرو تو روس کے ساتھ اپنی اپنی قسمت کا پانسه پھینکیں گے ' اور رومانیا آسٹریا کے ساتھ - یونان کو کچھه فائدہ نه پہونچے گا ' بلکه اوس لڑائی میں وہ بہت کچھه کھو بیٹھے گا - آسٹریا اور اطالیه دونوں ادریا ٹک (۲) اور ایجین (۳) پر اپنا هاتھه صاف کرینگے - اور پھر تو ایک واقعی آرماجیڈون (۴) هی هو جایگا "

اوپر کی عبارت ڈیلی نیوز کے اڈیٹر کے پر زور قلم سے نکلی ہے - حقیقت میں یہ ایک راے ہے جو موصوف نے لوینٹ فریبرر کے ایک قابل قدر مضمون سے اخذ کرکے قایم کی ہے - اوس مضمون کی سرخی ہے " لڑائی کوئی نہیں چاهتا " اوسکے ذریعه سے نامه نگار نے عقل سلیم رکھنے والوں کو اسطرف متوجه هونے کی دعوت دی ہے - چونکه اس مضمون سے اون مسودوں کا حال معلوم هوتا ہے جو یورپ نے ترکوں کے فنا کردینے کے لیے بنا رکھے هیں ' اسلیے اسکا مفصل ترجمه ذیل میں درج کردینا نامناسب نه هوگا - یقین ہے که اس سے وہ حالات ایک حدتک ظاهر هو جاینگے جو مسلمانوںکی خانه ویرانی کے متعلق هیں -

کہوں کیا خوبی اوضاع ابناے زماں غالب
بدی کی اوسنے جس سے هم نے کی تھی بارها نیکی

" جنگ بلقان کی اصلی دقتیں اب نظر کے سامنے هیں - یہ دقتیں کبھی سخت نه هوں ' اگر یورپ کے لوگ اپنے خیالات صاف صاف ظاهر کر دیں - عقبد تمندی کا ایک نہایت سخت طوفان سارے مغرب میں برپا هوگیا تھا ' جبکه چند روز گذرے هیں که سنڈیکی اقوام یک زبان هوکر کہنے لگیں تھیں که ترکوں کو (یورپ سے) نکل جانا پڑے گا ' اور یہ که بلقانی ریاستیں آزاد هوجائیگی - اسی طرح کا اگر کوئی دوسرا تموج (خیالات) اس هفتے اپنی حرکت یکجا کرلیے ' اور ایک عام قضیۂ آزادی کے ایسے جنگ پیدا کرنیکی غیر معمولی غلطی کو یورپ کے لوگ روک دیں ' تو اون نقصان رساں بکھیڑوں کا ضرور خاتمه هو جایگا ' جو اب پیدا هونے کو هیں - اس بارہ میں هم کو حکومتوں کی طرف نظر کرنے کی ضرورت نہیں ' اور نه امانت داران اتحاد کی طرف ' بلکه یورپ کے عوام کی رایوں کی نا محدود قوت کی طرف دیکھنا چاهیے -

کسی حد تک برطانیه عظمی کے لوگوں کے خیالات میں کچھه ایسا بڑا فرق نہیں ہے - جب مسٹر اسکویتھه نے شنبه کی مجلس میں قبل از وقت لوگوں کو اون منتشر سوالات کے پیش کرنے سے روکا ' جو جنگ بلقان کے باعث پیدا هوگئے هیں ' تو اونھوں نے جمله اقوام برطانیه کے طرف سے ایسا کہا تھا -

عیسائیت کے مقدس نام کے ساتھه ایک جنگ برپا کرنے سے ' ترکوں کو یورپ میں آگے بڑھنے کا موقع دیتا ہے ' اور بلقانیوں کو ایسے نا گفته به افلاس میں ڈال دیتا ہے که پانسو سال تک اوسکی اصلاح نه هو سکے گی - کیا اسوقت یورپ ' اسقدر زور پکڑے هوے ترکوں کو خارج از وطن کرکے ' آزادی کے پاک نام کے ساتھه ایک ایسی عظیم الشان جنگ کرنے کے لیے مستعد ہے ' جسمیں یورپ خود کشی سے کام لے ؟ -

مسیحیت کی تاریخ میں چوتھی صلیبی جنگ ایک نه مٹنے والا دھبه ہے ' تمدن یورپ کو ایسی هی جنگ نے آگے بڑھنے سے روک دیا ' کیونکه بالڈون ' فلانڈرس ' اور اوسکے لالچی دمسازوں کے قسطنطنیه پر قبضه کر لینے سے ایشیائی اقوام کے حمله آور هونے کا راسته کھل گیا - بلقانی اقوام نے تو صدیوں کے مظالم کے بعد آخر کار اون برائیوں کے دھبے کو بھی مٹا دیا جو چوتھی صلیبی جنگ سے پیدا هوگئے تھے - اگر آج یورپ اس امر کو ذهن نشین کرلے که بالڈون کی سی خرابی پیدا کرنے والے کارنمایاں حاصل کرنے کے بعد ' ایک عالم گیر جنگ سخت گناہ کبیرہ ہے ' جو بلقانیوں کے طوق غلامی گلے سے نکال دینے کی کوشش کا شرطیه نتیجه هوگا ' تو یقین ہے که سامان فوج کے درست کرنے اور جنگی جہازات کی نقل و حرکت کرنے کی خبریں هم لوگ کبھی نه سنینگے -

اهل سرویا کے اطوار

پیش نظر قضیه تو سرویا کا ہے - اور قبل اسکے که هم لوگ سرویا کے همدرد هوں ' بہتر هوگا که سرویا کے قومی اطوار اور سرویا کی بلند پروازیوں پر ایک غایر نظر ڈال لیں - اهل سرویا قومی حیثیت سے اهل بلغاریا کے بالکل برعکس هیں - اون میں بلغاریوں کی طرح کم گوئی ' کند ذهنی ' اور خاموشی نہیں ہے - بیکاری کے اوقات میں وہ هوائی باتیں کرنے والی اقوام کے طرح هیں - اور ابھی تو بہادر

---

* بالطیکی یعنی دریاے بالٹک سے اسم صفت جو ایک وسیع خلیج کا نام ہے اور جسکے ساحل پر روس کا دارالسلطنت شہرسان پطرسبرگ آباد ہے - یہاں کا جاڑا سخت هوتا ہے - ۲ عربی میں اس خلیج کو بحر الادریا تیکی کہتے هیں - اس میں بہت سے جزیرے واقع هیں - ۳ عربی میں اس خلیج کو بحر ایجه کہتے هیں اس میں مجمع الجزایر ہے - ۴ اہو کالیس کا وہ مشہور میدان جنگ جہاں نیک و بد طاقتوں کے درمیان آخری لڑائی لڑی جائیگی - یہ نام میجڈو کے مشہور میدان جنگ سے مشتق کیا گیا تھا ' جو دشت اسد رئلوں میں واقع ہے - مختصر یوں سمجھئے ارماجیڈون اصل میں جہاد اسلام ہے -

اصل سرویا کے سروں پر خوب زیب بھی نہیں دیتے -

اس امر کے تسلیم کرلینے کے لئے وجوہ کافی ہیں کہ حقیقت میں سرویا کی بے حد خواہش یہی ہے کہ ایک بندرگاہ بطور حصار قائم کرے' جس سے وہ صرف تجارت ہی کا مصرف نہ لے' بلکہ اس سے بھی سوا اپنی بڑی بلند پروازیوں کو وسعت دینے کے کام میں لائے - اس قسم کا بندر اگر سرویا کی مطلب براری کے لئے مفید ہوگا' تو اوسکو بحر ادریا تک پر واقع ہونا چاہئیے - اور اس صورت میں آسٹریا ہنگری کے اعتراضات فوراً ہی بالکل قدرتی ہو جاتے ہیں - آسٹریا ہنگری کی چھوٹی سی ساحلی سرحد ایک تنگ خلیج پر واقع ہے - بحر ادریا تک کے دروازہ پر بحری قوت کے حصار کا قائم کیا جانا ہی آسٹریا ہنگری کی محدود بحری طاقت کے لئے کافی دھمکی ہو جائیگی - یہہ متفقہ بادشاہت اسوقت اطالیہ سے اپنی تشفی کرلینے پر ہمیشہ کے لئے مطمین نہیں ہو سکتی نہ ہوتے ہوئے بحر روم میں بلغاریا کی بحری حکومت ہو جائیگی - روس کا بحر الاسود کا جنگی جہاز دردانیال سے آمد و شد کرنیکی آزادی حاصل کرنے ہی کو ہے - اگرچہ سرویا کی تجارت ہر طرف بڑھ رہی ہے' پھر بھی آسٹریا اوسکا بہترین تاجر ہے - پس سرویا کے مطالبات جو وائنا میں مشتبہ نگاہوں سے دیکھے جا رہے ہیں' کیا اوسپر کسی کو تعجب ہو سکتا ہے ؟

باقی آیندہ

ترکوں کو ایک سخت شیطانی دھوکا دیا گیا

— * —

لکڑی کی گولیاں

— * —

اس بات کے معلوم ہو جانے کے بعد کہ ترکی مرج کا نہ صرف انتظام ہی برا تھا بلکہ اسکے افسر بھی افسری کے شایان نہ تھے اور پھر انکے پاس لکڑی کی بنائی ہوئی نقلی گولیاں کارتوس میں تھیں - مقدونیا میں انکی شکست کا سبب اب کچھہ اور ہی معلوم ہوتا ہے - مسٹر ولیم لی کولبس نے ایک مراسلہ اخبار ڈیلی میل کو بھیجا ہے - اس میں لکھتے ہیں کہ میں نے ایسی گولیاں میدان جنگ میں بچشم خود پڑی ہوئی دیکھی ہیں - ڈیلی مرر کے ایک فوجی نامہ نگار مسٹر فرانک مساگی ایسی گولیوں کے بہت سے خول اپنے ساتھہ لائے ہیں - کمانورا کے میدان جنگ سے جب ترک چلے گئے' تو وہ ایسی گولیوں سے بھرے ہوے خول ہر جگہہ چھوڑ گئے تھے - پانچ پانچ کارتوس ایک ایک پلندے میں بندھے تھے اور ٹین اور لوہے کے بکس میں تھے - گولیوں پر لال رنگ چڑھایا ہوا تھا - ترکوں کو یہ کارتوس کارسروک سے ملے تھے - ان بکسوں پر جو لیبل لگا تھا - اسمیں لکھا تھا - " مصنوعی (چھوٹی لڑائی) کے لئے لکڑیوں کے کارتوس " - یقیناً یہ گولیاں صرف چھوٹی یعنے مشق کی لڑائیوں میں استعمال کئے جانے کی غرض سے بنائی گئی تھیں' لیکن اس بات کا پتہ نہیں چلتا کہ یہ کارتوس ان سپاہیوں کے پاس کیونکر آگئے جو سرویا والوں کی توپوں اور بندوقوں کا مقابلہ کر رہے تھے ؟ یہ لکڑی کی گولیاں صرف چند گز کے فاصلے تک نقصان پہنچا سکتی ہیں' مگر انکا زیادہ دور تک کچھہ بھی اثر نہیں ہو سکتا' ضرور اس میں کوئی سخت راز چھپا ہوا ہے جو شاید کبھی منکشف ہو -

---

عثمانی ڈاک

— * —

چتلجا میں ایک شب

— * —

نامہ نگار المؤید کی چٹھی

— * —

آغاز جنگ سے مجھے آرزو تھی کہ کاش میرے حالات کسی ایک میدان کارزار تک بھی جانے کی اجازت دیتے تاکہ میں قریب رہکے بلقانی اور نیز اپنی فوج کے اصلی حالات مطالعہ کر سکتا' اور ناظرین المؤید کو صحیح ترین خبریں دیتا -

پرسوں جب مجھے محسوس ہوا کہ چتلجا میں عنقریب سنگین معرکے برپا ہونے والے ہیں' تو میں نے ایک یورپین اخبار کے نامہ نگار سے طے کر لیا کہ میں اور وہ ملکے چتلجا تک کے لیے ایک موٹر کرایہ پر لے لیں' چنانچہ موٹر کرایہ پر لے لی اور ہم دونوں روانہ ہو گئے - دو گھنٹہ میں صرف ۴۵ کیلو میٹر مسافت طے ہوئی' کیونکہ آستانہ علیہ سے یہاں تک راستہ نہایت دشوار گزار ہے - جب ہم لوگ (سین اسٹی فانو) کے اسٹیشن پر سے گزرے' تو ہم نے دیکھا کہ اسکی سنگلاخ زمینوں میں جوش عثمانیہ کا ایک سیلاب موجزن تھا' جنکی پیشانیوں پر نشاط شجاعت کے علامات نہایت روشن حروف میں مرسوم تھے - ہم نے معسکر عام (جنرل کیمپ) کو اپنے شمال کی طرف چھوڑ دیا اور سیدھے ساحل بحر ادریا تک کے خط پر چلے گئے ڈیڑھ گھنٹہ کی سست رفتار کے بعد بحیرہ (ترقوس) نظر آیا - ہم کو ایک ٹیلے کی چوٹی پر اترنا پڑا جہاں سے ہم نے اس عثمانی لشکر پر پہلی نظر ڈالی' جو ٹیلے کی بائیں جانب اترا ہوا تھا' اور جس کی طرف آج تمام عالم امید و بیم میں نگراں ہے -

ٹیلے پر سے ہم کو دشمن کے بھی چند دستے ان ٹیلوں پر معلوم ہوتے تھے جو ساحل بحیرہ تک پہنچے ہوے ہیں - اس ٹیلے کے عثمانی دستہ کے قائد سے ہم نے درخواست کی کہ وہ شب باشی کے لیے ایک سفری خیمہ نصب کرنے کی اجازت دے - اس نے بکمال لطف اجازت دیدی' ہم نے اپنا خیمہ نصب کیا اور شام کا کھانا کھانے کے بعد سفر کا تکان رفع کرنے کے لیے لیٹ گئے -

ہم کو سوئے ہوے چند گھنٹوں سے زیادہ نہیں گذرے تھے کہ دفعتہ گولوں کی دہشت انگیز آواز جو ہمارے خیمہ کے پاس سے چھوٹ رہے تھے' اور جنکی وجہ سے خیمہ میں زلزلہ سا پڑ گیا تھا' کانوں میں آنے لگی - ہم فوراً اٹھہ بیٹھے اور آسمان کو دیکھا تو بالکل دخان آلود ہو رہا تھا - تھوڑی دیر کے بعد معلوم ہوا کہ تمام گولے اور گولیوں کے چھوٹنے کے مقامات تین ہیں -

(۱) ہمارے ٹیلے کے پاس کا وہ مستحکم موقع (پوزیشن) جہاں عثمانی دستے اترے ہوے تھے -

(۲) ساحل (ترقوس) کے پاس کے وہ ٹیلے' جہاں بلغاری موجود پائے گئے تھے -

(۳) بحر اسود' جسمیں عثمانی بیڑا زیر قیادت جہاز آہن پوش (طور غود رئیس) موجود تھا -

چند منٹ کے بعد بلغاری توپیں خاموش ہو گئیں' ہم سمجھے کہ انکو شکست ہو گئی - لیکن اس عرصہ میں عثمانی بیٹریاں برابر گولہ باری کرتی رہیں - بعد کو معلوم ہوا کہ بلغاری توپوں کی خاموشی ہزیمت کی بنیاد پر نہیں تھی -

اس خاموشی کی اصلی وجہ یہ تھی کہ بلغاری ارکان جنگ نے

محسوس کرلیا تھا کہ اس موقع پر جنگ کا جاری رکھنا انکی فوج کے لیے سخت ہلاکت بخش ہے ' پس انہوں نے چاہا کہ آتشباری کی تخفیف سے عثمانی فوج کو مغالطہ میں ڈال دیں اور اپنی پیادہ فوج کو بحیرہ (ترقوس) وساحل بحراگریانک کے درمیانی گذرگاہوں سے مڑتے ہوے قسطنطنیہ کی طرف پیش قدمی کا موقع دیں ' نیز اس عرصہ میں عثمانی فوج اس بلغاری فوج کے مقابلہ میں مشغول کردی جاے ' جو بحیرہ (ترقوس) کی دوسرے جانب موجود تھی -

عثمانی بیڑہ برقی روشنی سے بلغاریوں کی نقل و حرکت دیکھہ رہا تھا - وہ انکے ارادوں سے باخبر ہوگیا تھا - لیکن باایں ہمہ اس نے اُن کے مقاصد اور نقل و حرکت سے اپنی لا علمی ظاہر کی

آتش باری شروع ہوئی - گولوں کی آوازیں اسقدر سخت تہیں کہ ہم نے مجبوراً کان بند کرلیے - ہزاروں بلغاری زمین پر گر رہے تھے - بلغاری اپنی آتش باری کا رخ کبھی عثمانی بیڑے کی طرف پھیرتے تھے اور کبھی بری فوج کی طرف ' مگر بر و بحر دونوں انکی مبہوت وار آتش باری پر خندہ زن تھے - جب بلغاری بحیرہ (ترقوس) اور ساحل بحر کے درمیانی مقامات میں جمع ہوگئے تو عثمانی بیڑے نے عثمانی بری فوج کو مشورہ دیا کہ وہ بھی اسکے ساتھہ بلغاریوں پر آتش باری میں شریک ہو - عثمانی بیڑے کی برقی روشنی نے بلغاری فوج کے دیکھنے میں (جب کہ وہ عثمانی آتشباری کی ہلاکت سے نجات یابی کے لئے عبث کوشش کررہے تھے) ہماری بہت مساعدت کی - ہم نے دیکھا کہ بلغاری بحیرہ (ترقوس) کے شرقی جانب (بحشابش) نامی ایک گاوں میں پناہ گزینی کی کوشش کررہے ہیں - لیکن ایک عثمانی دستہ نکلا ہے جس نے ہم سے پہلے انکو دیکھلیا ہے اور تمام میدان کارزار اپنی توپوں اور بندوقوں کے آتش بار دہانوں سے روشن کردیا ہے - ہماری فوج کے نعرہ ہاے اللہ اکبر کی بلند آوازیں گولوں کی بھنبھناہٹ کی آوازوں سے پہلے دشمن کی کر زمین پر گرا رہی ہیں -

اس اثنا میں جیش بلغاری نے دوبارہ حملہ کرنا چاہا مگر اس حرکت میں بھی انکو شکست ہی ہوئی -

بالاخر ۹ بجے دن کو دشمن کی مقابلہ میں عثمانی فوج کی فتحیابی پر اس جنگ کا خاتمہ ہوگیا -

ایک چرکسی والنٹیر کی محیر العقول شجاعت

— * —

المؤید کا نامہ نگار آستانہ علیہ سے لکھتا ہے :

تمام لوگ چرکسی والنٹیر کی شجاعت فائقہ کی ستایش میں یک زبان ہیں - چرکسی والنٹیروں نے دس دس سواروں کے چھوٹے چھوٹے دستے بنا لیے تھے جو مختلف اطراف میں پھیل گئے تھے - دشمن کی طرف کا جو آدمی انہیں ملجاتا تھا ' یہہ اسکا تعاقب کرتے تھے - ان دستوں میں ایک دستے کا قائد (کمانڈر) عزیز بک ' ایک ۱۸ سالہ نوجوان تھا - عزیز بک نے دیکھا کہ ایک طرف سے آگ کے شعلے کبھی بلند ہوتے ہیں اور کبھی غائب ہوجاتے ہیں - اس نے اپنے گھوڑے کو ایڑ دی اور ہوا کی طرح اس مقام کی طرف لپکا ' جہاں سے شعلہاے آتش بلند ہو رہے تھے - عزیز بک نے دفعةً دیکھا کہ بلغاریوں کا ایک دستہ کمینگاہ میں چھپا ہوا ہے - قبل اسکے کہ وہ اپنے رفقا کو اطلاع دیسکے ' بلغاریوں نے اس پر آگ برسانی شروع کردی - اس نوعمر قائد نے بھی ترکی بہ ترکی جواب دیا - جنگ چھڑگئی - عزیز بک تنہا تھا ' اور اسکے مقابلہ میں ۱۷ بلغاری - لیکن باایں ہمہ اس نے اپنے دل کے اندر اسلامی طاقت کی ایک فوج دیکھی اور نہایت بے جگری سے ان پر پے در پے حملے کرتا رہا ' یہاں تک کہ اس نے ۱۷ بلغاریوں میں سے ۹ کو قتل کرڈالا اور ۳ کو سخت زخمی کردیا - بقیة السیف بھاگ گئے - عزیز بک کے قلفاق میں (ایک ٹوپی ' جو سر کی حفاظت کے لیے پہنی جاتی ہے) گولی لگی تھی ' مگر بفضلہ تعالی اسکے سر کو کوئی صدمہ نہیں پہنچا - بارود کی آواز سنکے اور چرکسی بھی مدد کے لیے آگئے تھے - ان کا بھی مقابلہ بلغاریوں کی ایک ٹکڑی سے ہوا - ۲۵ بلغاری مارے گئے اور ۲۲ گرفتار ہوے - غنیمت میں خیمے ' بندوقیں ' اور دیگر ذخائر جنگ بکثرت ہاتھہ آیا - چرکسی والنٹیروں میں سے صرف ایک شخص شہید اور ۱۵ زخمی ہوا -

اسلام کی سر زمین اب تک بانجھ نہیں ہوئی ہے ' لیکن افسوس کہ اس جنگ میں اسکے فرزندوں کے کارہاے نمایاں دنیا کی نظروں سے پوشیدہ رہیں گے -

عثمانی دفتر جنگ

— * —

تلغرافات

— * —

(اناضولی حصاری ۲۵ نومبر)

چتلجا میں آج بلغاریوں سے کوئی معرکہ نہیں ہوا ' لیکن بلغاری سراش کوئی سے ہٹگئے ہیں [سرکش کوئی چتلجا سے براہ ریلوے تیس میل کے فاصلہ پر ہے اور (شور لو) سے بیس میل - الہلال]

محاصرۂ سالونیکا

— * —

(مناستر) سے جو عثمانی غربی فوج ہٹالی گئی تھی ' اس نے (سالونیکا) پہنچکے شہر کا محاصرہ کرلیا ہے -

نصرت عظیم

— * —

۱۲ ہزار بلغاری مقتول و مجروح

— * —

(اناضولی حصاری ۲۹ نومبر)

(ادرنہ) کی عثمانی محافظ فوج نے نکل کے بلغاریوں پر ایک سخت حملہ کیا ' فریقین میں شدید جنگ شروع ہوگئی لیکن بالاخر جنگ کا خاتمہ عثمانی فوج کی فتحیابی پر ہوا - ۱۲ ہزار بلغاری مقتول و مجروح ہوے ' اور ۷ میل تک پیچھے بھاگتے ہوے چلے گئے -

زراعانہ ہلال احمر

(۵)

	روپیہ آنہ پائی
بذریعہ جناب شاہ محمد عثمان و چودھری لطیف الحق صاحبان ممبران انجمن اتحاد موضع لکھنداں ضلع مونگیر	۴۰۰ - -
بذریعۂ جناب محمد عبد اللہ صاحب اورسیر ملماک	۴۰ • •
میزان	۴۴۰ • •

دونوں رقموں کی تفصیل آیندہ شائع ہوگی ' فہرست نمبر (۱) کی رقم جا چکی ہے -

Printed & Published by MOULANA A. K. AZAD, at The HILAL Electrical Prtg. & Pblg. House, 7/1 McLeod Street, CALCUTTA

لا تهنوا ولا تحزنوا وانتم الاعلون ان كنتم مؤمنين

الہلال

ایک ہفتہ وار مصور رسالہ

Al-Hilal,

Proprietor & Chief Editor:

Abul Kalam Azad.

7-1 MacLeod street,

CALCUTTA.

Yearly Subscription, Rs. 8.

Half-yearly „ „ 4-12.

مدیر مسئول و خصوصی
احمد المکلام الدہلوی

مقـام اشاعت
۷ - ۱ مکلاوڈ اسٹریٹ
کـلـکـتـه

قیمت
سالانہ ۸ روپیہ
ششماہی ۴ روپیہ ۱۲ آنہ

جلد ۱ | کلکته : چہارشنبہ ۱۵ محرم الحرام ۱۳۳۱ ہجری | نمبر ۲۴

Calcutta. Wednesday, December 25, 1912.

فہرست

— * —

تصاویر

— * —

اطلاع

— * —

(۱) آئندہ ہفتہ پرچہ شائع نہوگا - آخر سال کی صرف ایک ہی تعطیل دفتر میں رکھی گئی ہے -

(۲) جن خریداروں نے ششماہی قیمت ادا کی تھی انکا چندہ دسمبر میں ختم ہوگیا ، جنوری کا پہلا پرچہ انکی خدمت میں وی - پی بھیجا جائے گا - لیکن وی - پی ششماہی کا ہو یا سالانہ کا ؟ نیز وہ آئندہ بھی خریدنا پسند فرماتے ہیں یا نہیں ؟ امید ہے کہ پہلی جنوری تک ایک کارڈ لکھکر آپ اسکی اطلاع دیدیں گے - جن صاحبوں کی طرف سے اطلاع نہیں آئے گی - انکا نام رجسٹر سے خارج کر دیا جائے گا -

الہلال کی سہ ماہی اول کے نمبروں میں سے ۱ سے ۸ نمبر تک کی بہت تھوڑی کاپیاں رہگئی ہیں - نمبر ۹ ، ۱۰ ، ۱۱ ، ۱۲ کی تمام کاپیاں ختم ہوگئی ہیں ، دوسری سہ ماہی کی مکمل جلدیں موجود ہیں جنمیں ۱۳ سے ۲۴ نمبر تک شامل ہیں جلد مجلد ہے ، پشت پر طلائی حروف میں (الہلال) منقش ہے ، سہ ماہی اول کے مسلسل آٹھ پرچوں کی قیمت دو روپیہ آٹھ آنہ - سہ ماہی دوم کی مکمل جلد (مجلد) کی قیمت چار روپیہ آٹھ آنہ -

منیجر

شذرات

—*—

اب چھیڑ یہ رکھی ہے کہ عاشق ہو تم کہیں
القصہ خوش گذرتی ہے اُس بدگمان سے

—*—

آج کے صفحۂ مراسلات میں کالپور کی ایک مراسلت درج کی گئی ہے ' چند کلمات انکی نسبت عرض کرنا چاھتا ھوں :

جناب نے از راہ لطف جو کچھہ ارقام فرمایا ہے ' سب سے پہلے اسکے لیے شکرگذار ھوں -

(۱) لیڈر بننے کی خواهش اور سعی کی نسبت جناب نے لکھا ہے - سچ یہ ہے کہ خدع نفس کے اثر سے بچنا بہت مشکل ہے - کچھہ عجب نہیں کہ نفس مجھکو دھوکا دے رھا ھو اور جیسا کہ جناب کا خیال ہے ' یہی خواهش اندر کام کر رھی ھو ' پس بہتر ہے کہ میرے حق میں دعا فرمائیے کہ اللہ تعالی میری نیت اور ارادے کو روح اخلاص سے محروم نہ رکھے اور یہ جواب مختصر ' بہتر ہے بہت سی طوا لتوں سے -

لکھنؤ کی دوسری چٹھی کے جواب میں اپنی حالت عرض کر چکا ھوں نیز الہلال نمبر (۱۴) میں ایک نوٹ " لیڈر بننے کا مستحق کون ہے " کے عنوان سے بھی لکھہ چکا ھوں - اسمیں جو شروط پیش کیے ھیں ان پر ایک نظر ڈال لیجئے تو بہتر ہے - مشکل یہ ہے کہ لفظ " لیڈر " کے مفہوم و تخیل ھی میں باھم اس درجہ اختلاف و تضاد ہے کہ اگر کچھہ اپنے تصورات و افکار عرض کروں ' تو آپ اسپر غور نہیں فرما سکیں گے - آپ معذور ھیں کہ آپکو ھماری حالت معلوم نہیں - اپنا تو یہ خیال ہے -

هر بو الہوس نے حسن پرستی شعار کی
اب آبروے شیوۂ اهل نظر گئی

آپ تو دیکھتے ھیں کہ ھم اس متاع کس مصر کیلیے لیجا رہے ھیں ' یہاں اگر مفت بھی ملے تو تامل ہے - نیت اور خلوص تو اگر فروخت ھی کرنا پڑا ' تو کم از کم " ایڈری " سے تو زیادہ قیمت پر فروخت کرینگے -

(۲) بیشک پالیٹکس ایسی ھی چیز ہے کہ ابھی کچھہ عرصے تک حاصل کی جاے ' اسکے لیے مجھکو مستعد تصور فرمائیے ' البتہ یہ متعین ھو جاے کہ کونسا پالیٹکس ؟ اگر علیگڈہ اور لیگ کا پالیٹکس مقصود ھو تو اسکے صاف اور سادہ اصول تو اسقدر آسان ھیں کہ اب اسے سیکھنے کے لیے کیا نکلیں ؟ مثلاً گورنمنت کے تمام احکام عالیہ کی تعمیل محض ' کانگریس کی هر آواز سے اختلاف ' وفا داری کے ادعا کا تکرار اور پھر اس سے کبھی نہ تھکنا - بلابیے ' سر جھکانے ' اور ایک مذمین آواز کی صدا لگاتے رھنے میں اونسے دقائق و رموز ھیں ' جنکے سیکھنے کیلیے آپکو تلاش کروں ؟

(۳) درست ہے - لوکل بورڈ وغیرہ وغیرہ میں شرکت کا شرف کبھی حاصل نہیں ھوا اور نہ آیندہ امید ہے کہ حاصل کیا جاے - والحمد للہ علی ذالک لیکن -

جناب اپنے تجارب سے قوم کو مستفید فرمائیں -

(۴) میں مسلمانوں کی دل آزاری نہیں کرتا بلکہ اُس ضلالت کی ' جو اسلام کے ساتھہ جمع نہیں ھو سکتی - گو یہ امر تنسیخ تقسیم بنگال کے فلسفہ جتنا دقیق نہیں ' تاھم دقیق ہے -

" دل دشمناں ھم نکردند تنگ "

کا ذرا مطلب سمجھہ لیجیے یعنی اپنے اغراض کیلیے ' اور اپنے شخصی منافع کے خیال سے ' ورنہ اگر یہ مطلب ھو کہ سیاہ کو سیاہ اور سفید کو سفید نہ کہا جاے ' تو پھر نہ آپ میری خود غرضی پر متاسف ھوں اور نہ میں آپکی نصیحت کا شکرگذار -

(۵) میں نے کب دعوا کیا ہے کہ اسلام کی دعوت جمہوریت ایک نئی شے ہے جس کو الہلال پیش کرتا ہے ؟ بلکہ میں تو نئی چیز اس استبداد اور غلامی کو کہتا ھوں ' جو مسلمانوں نے اختیار کر لی ہے ' انکی پرانی چیز تو حریت و اجتہاد ہے -

جو خیال آپکے دل میں گذرا ہے ' یہ بھی نیا نہیں ' بہت پرانا ہے -

و اذا تتلی علیہم ایاتنا ' قالوا قد سمعنا لو نشاء لقلنا مثل ھذا ' ان ھذا الا اساطیر الاولین (۸ : ۳۱)	اور جبکہ ھماری آیات انکے آگے پڑھی جاتی ھیں تو کہتے ھیں کہ بس کرو ' ھم نے سن لیا ' اگر ھم چاھیں تو ھم بھی ایسی باتیں کہہ سکتے ھیں ' یہ تو وھی اگلے لوگوں کی کہانیاں ھیں -

ھدایت کی آواز کبھی بھی نئی نہیں ھوتی کہ دنیا کی بہت سی سے زیادہ پرانی چیز ہے ' البتہ قلوب مومنین کیلیے اللہ تعالے اسکے تکرار اور اعادہ و تجدید کو موثر بنا دیتا ہے ' اور یہی نئی چیز ہے جو محض اسکے فضل پر موقوف ہے - آپنے سورہ توبہ میں پڑھا ھوگا :

واذا ما انزلت سورۃ ' فمنہم من یقول ایکم زادتہ ھذہ ایمانا ؟ فاما الذین آمنوا ' فزادتہم ایمانا و ھم یستبشرون (۹ :)	اور جس وقت قرآن کی کوئی سورت نازل کی جاتی ہے تو بعض لوگ کہتے ھیں کہ بھلا اس بیان کے اترنے سے تمہارا کونسا ایمان بڑھگیا ؟ لیکن نہیں جانتے کہ جو لوگ ایمان لے آئے ھیں انکا ایمان تو واقعی بڑھگیا ' اور وہ اسکی خوشی محسوس کر رہے ھیں

آپ پوچھتے ھیں کہ " مسلمانوں کیلیے اس قسم کی حکومت مفید ھوگی ؟ " میں تو سمجھتا تھا کہ اب یہ بل نکل گیا ' مگر آپ بیس برس کا پرانا سبق ابھی بھولے نہیں - پھر ' مسلمانوں کی تعداد کم ہے ' سلف گورنمنٹ ھندو گورنمنٹ ھو جاے گی ' ھندو مسلمانوں کو چیر پھاڑ ڈالیں گے ' پس مسلمانوں کو ھمیشہ غلام و مملوک بنکر رھنا چاھیے - اگر یہ فلسفہ اب تک باقی ہے تو باقی رہے ' تم کو غلامی ھی مرغوب ہے ' تو انشاء اللہ خدا ھمیشہ غلام ھی بناکر رکھے گا - وجعلنا علی قلوبہم اکنۃ ان یفقہوہ وفی اذانہم وقرا کا میرے پاس علاج نہیں ہے -

البتہ بطور تحدیث نعمت کے عرض کرتا ھوں کہ اللہ تعالی نے مجھکو یہ راہ سوجھائی کہ مسلمانوں کے پولیٹکل نصب العین کو بھی قرآن کریم سے ماخوذ ھونا چاھیئے ' اور انکو اس راہ میں بھی از روے مذھب قدم رکھنا چاھیے ' نہ کہ با تمام حریت جدیدۂ یورپ و تقلید اخوان وطن ' پھر یہ اسکا ایک فضل ہے اور اسمیں گلے شکوے کی گنجائش نہیں - آج چالیس برس سے مسلمان پالیٹکس پر انکار یا اقرار کے لحاظ سے بحث کر رہے ھیں ' لیکن براہ کرم بتلائیے کہ آجتک ایک صدا بھی تمام اسلامی ھند میں اس کی بلند ھوئی ہے ؟

آجتک مسلمانوں نے اور انکے تمام لیڈروں نے پولیٹکل آزادی کو ھمیشہ ھندؤں کی آرزو اور یورپ کے نئے آزادانہ دور کا نتیجہ سمجھا ' لیکن کسی نے اس پہلو پر نظر نہ ڈالی کہ خود اسلام بھی مسلمانوں کو انکی سیاست کیلیے کوئی بلند جگہ دیتا ہے یا نہیں ؟ اسکا دعوا کس کو ہے کہ نئی بات دکھلا دی ' البتہ ایک کھوئی ھوئی بصارت تھی جو اب واپس ملگئی -

(۶) لکھنؤ کی خبر نہیں ' مگر کلکتہ میں ایک دل ہے ' جسکے اندر ایک مجمع آرزو موجود ہے :

گرچه ماداریم کنج تنهـالي
محشر عشق را حشر سالیم

اسي کو کوئي خفیه انجمن سمجهه لیجئے ' رها الهلال اور مسلم گزٹ کا معاملہ ' تو اسے حسب ارشاد شائع کردیتا هوں - یعنے " تعاونوا علی البر والتقوی ' ولا تعاونوا علی الاثم والعدوان " کا معاهده باهمیں کرلیا هے -

آخر میں گذارش هے که الهلال کا معامله اب بهتر هے که خدا کے سپرد کردیجیے ' وہ وقت دور نہیں جب زمانه هدایت و ضلالت کا فیصله کردے گا ' اور نیتوں کے کهوٹ بهي اگر هیں ' تو دلوں سے پیشانیوں پر آجائیں گے - آپ نہیں دیکهتے لیکن میں الحمد لله اس وقت کو دیکهه رها هوں - عنقریب کهل جاے گا که میں قوم کو کس طرف بلا رها هوں اور دوسرے کس طرف لیجانا چاهتے هیں ؟ خدا کا هاتهه هم سب سے بهتر فیصله کن هے اور وہ اپنے جس بندے کو چاهتا هے اپنے هاتهه کي نصرت کیلیے چن لیتا هے ' پهر اسمیں نه آپکا زور چل سکتا هے نه میرا :

یـا قـوم اعملـوا علـی مکانتکـم انی عـــامل فسوف تعلمون من تکون لـه عاقبــة الــدار ؟ (۳۹ : ۴۱)	اے لوگو ! تم بهي اپني جگهه کام لیے جاؤ اور میں بهي کر رها هوں ' اور عنقریب جان جاوگے که الله کي نصرت کس کے ساتهه هے اور کس کو آخر کي کامیابی نصیب هوتي هے ؟

ترکي بحري و بري فوج کے شتلجا میں جنگي کارنامے

یه تصویر " شتلجا " کي پچهلي جنگي حالت کو اچهي طرح واضح کرتي هے - دو عثماني جنگي جهاز بلغاري مورچوں پر گوله باري کر رهے هیں ' اور ادهر ترکي بیڑے بهي مصروف آتش فشاني هیں ' توپ کے گولے پهٹ رهے هیں ' اور قلعه چهوڑ کر توپ خانه کے لئے دوسري موزوں تر جگه اختیار کي گئی هے - دهني جانب اوپر کي طرف ناعاریه کا توپخانه هے ' اور اسکے پیچهے بخط مستقیم اوپر دیکهئے تو عثماني توپ خانه کا مقام نمایاں هو جاتا هے ' عثماني توپ خانے کي بائیں جانب شتلجا کے قلعه کا جهنڈا لہرا رها هے ' جو اس وقت خالي کردیا گیا هے -

آپکے بائیں هاتهه پر سامنے بحرا سود هے جس کو ایک پل کے ذریعه " خلیج بیوک سکمجه " سے الگ کردیا گیا هے اور اسي سے شتلجا کا خط دفاع شروع هوتا هے - بحرا سود میں دو عثماني جنگي جهاز کهڑے هیں ' اور گوله باري کر رهے هیں - جو سلسله عمارات کا دونوں جانب نظر آرها هے یهي ابادي هے جو خلیج کي نسبت سے " بیوک سکمجه " اور " ترافیه " کے نام سے مشهور هے -

ایک شیر

جس کو دھوکے سے زخمی کیا گیا

غازی محمود مختار پاشا کے پاؤں میں گولی لگنے کا واقعہ مشہور ہو چکا ہے، یہ تصویر عین اس حالت کی ہے جبکہ وہ زخمی ہو کر گرے تھے -

۱۸ نومبر کی صبح کو غازی موصوف صرف چند ساتھی افسروں کے ساتھ کیمپ سے نکلے، تاکہ چند گڑھیوں کا معائنہ کریں - کچھ دور گئے تھے کہ چند بلغاریوں نے اپنی کمین گاہوں کے اندر سے موقعہ کی فرصت کو دیکھ لیا اور پستول کے چھوٹنے کی آواز کے ساتھ ایک گولی آکر انکے گھٹنے میں لگی -

پچھلے دنوں خبر آئی تھی کہ قسطنطنیہ کے جرمن ہاسپٹل میں زیر علاج ہیں اور صحت کی حالت نہایت طمانیۃ بخش ہے - امید ہے کہ اس وقت تک صحیح و توانا ہو چکے ہونگے -

بلغاریا کی وہ پانچ عورتیں جنھوں نے مسلمانوں کے محلے میں آگ لگادی، اور اس خدمت کے صلے میں انکی تصویریں اخبارات نے شائع کی ہیں -

۲۱ دسمبر ۱۹۱۲

— * —

الہلال کي پہلي ششماهي جلد
کا اختتام

— * —

گویم غم دل بمردمِ جہد * زنہار جہان جہان نگویم
از دیدہ و نیشتر نہ گریم * وز دشنہ و استخوان نگویم
* * *
کس نیست متاع را خریدار * با آنکہ بہا گران نگویم
صرف نمد و پلاس دارم * حرف خز و پرنیان نگویم
زان رو کہ خریداران گیتی * رنجند چو قدردان نگویم
تا چار متاع عرصہ دارم * بے رونقی دکان نگویم
سرمایہ ز دست رفتہ ، وانگاہ * گاہے سخن از زیان نگویم
گر تیر بہ من رسد وگر تیغ * دم در کشم ، الامان نگویم

للہم لا تجعلنا بنعمائک مستدرجین ، ولا بثناء الناس مغرورین ، و من الذین یاکلون الدنیا بالدین ، و صل و سلم علی حبیبک سید المرسلین ، و علی آلہ و اصحابہ اجمعین -

— * —

پہنچا تو ہوگا سمع مبارک میں حال مہر ؟
اس پر بھي جي میں آئے ، تو دل کو لگایئے !

— * —

الہلال کی جلد هم نے شش ماهی کے حساب سے رکھی ہے ، تا کہ مجلد ہونے کے بعد موزوں ضخامت حاصل کرسکے ، پس یہ ۲ نمبر اسکي پہلي جلد کا آخري رسالہ ہے ، اور جنوري سے دوسري جلد شروع ہوگی : فالحمد للہ فی البدایۃ و الانتہاء ، و الشکر لہ فی السراء و الضراء ،

اگرچہ چھہ ماہ کا زمانہ ایک نہایت قلیل زمانہ ہے ، اور انسان کی حیات شخصي میں یہ محض بدو طفولیت کا زمانہ ہوتا ہے ، جبکہ گویا انساني وجود عدم اور وجود کے درمیان معلق ہوتا ہے ، اور تمام جسماني اور دماغي قوتیں پردۂ خفا میں مستور رهتی هیں لیکن تاهم دنیا مزدوروں کي جگہہ ہے ، فلسفیوں کی نہیں ہے ، کام کرنے والوں کیلیے اسکا ایک لمحہ بھي بہت ہے ، اور بیکاروں کیلیے اسکي پوري عمر بھي زیادہ نہیں ، انسان کي سب سے بڑي غلطي یہ ہے کہ وہ همیشہ اپنے گرد و پیش کي مجبوریوں سے مرعوب رهتا ہے ، مگر کبھي خود اپنے اندر کي کمزوري کو نہیں دیکھتا - یہ مانا کہ اسکے هاتھہ کي کڑیاں بہت مضبوط تھیں ، لیکن اسکے دست و بازو کي قوت کو کیا ہوا ؟ یقیناً عرفي سقراط اور ارسطو سے بہتر ہے جبکہ وہ کہتا ہے :

هزار رخنہ بدام و مرا بسادہ دلی
تمام عمر در اندیشۂ رهائي رفت !

احتساب اعمال

همکو کاتبان اعمال کي خبر دیگئي ہے جو همارے یمین و یسار هر وقت موجود رہتے هیں ، تاکہ همارے تمام اعمال قلمبند کرتے رهیں اور جنکي موجودگي مسکین عرفي کو بہت شاق تھی :

رقم کشان یمین و یسار دشمن من
کہ می کنند سخن سنجي و قلمراني

لیکن یہ هماري کیسي ناداني ہے کہ هم اپنے اعمال کي کتابت کراماً کاتبین کے ذمے چھوڑ دیتے هیں ، پر خود کبھي اپنے اعمال کا احتساب نہیں کرتے ؟ بہتر ہے کہ انسان خود هی اس خدمت کو اپنے ذمے لیلے ، اور قبل اسکے کہ " رقم کشان یمین و یسار " اسکا نامہ اعمال اسکے سامنے لائیں ، چند لمحوں کیلیے خود هي اپنے اوپر ایک نظر احتساب ڈال لے اور اپنے ضمیر کو مخاطب کرکے کہے :

اقرا کتابک ، کفي بنفسک الیوم علیک حسیبا (۱۷ : ۱۵)	اپنے اعمال کي اس کتاب کو پڑھلے آج کے دن کسي دوسرے کاتب و شاهد کي ضرورت نہیں ، خود تیرے ضمیر هي کا احتساب تیرے لیے کافي ہے -

خواهي کہ عیب هاے تو روشن شود ترا
یک دم منافقانہ نشین در کمین خویش

اور في الحقیقت همارے اعتقاد میں انسان کیلیے اصلي " کراماً کاتبین " اور " ترقیم اعمال " خود اسکا ضمیر اور نور ایمان هي ہے - قرآن کریم نے جہاں کہیں احتساب اعمال کا ذکر کیا ہے ، اگر غور سے دیکھیے تو وهاں اسي ضمیر کے فطري احتساب کي طرف اشارہ ہے - اعمال حسنہ کے وہ آثار سرور و انبساط جو چہروں پر سے " نضرۃ النعیم " کي خبر دینگے ، درحقیقت دنیا میں بھي فرشتۂ ضمیر کي تبلیغ بشارت سے موجود هیں ، وہ " نور ایمان " جسکو " یسعي بین ایدیہم " سے تعبیر کیا گیا ہے ، یعنی ایک روشني ہوگي جو ارباب ایمان کے آگے آگے چلے گي ، اور انکي عظمت و جبروت کو تمام صفوف اولین و آخرین میں نمایاں کرے گي ، کیا ضروري ہے کہ آپ اسکو قیامت هی کے دن کیلیے اٹھا رکھیں ، اور دنیا کو بھي اسکا مصداق نہ قرار دیں ؟ یوم لا یخزي اللہ اور وہ دن ، جبکہ اللہ تعالی اپنے پیغمبر اور

النبي والذين امنوا معه ' نورهم يسعى بين ايديهم و بايمانهم ' يقولون ربنا اتمم لنا نورنا واغفر لنا ' انك علي كل شي قدير : (٦٦ : ٨)

ان لوگوں کو جو اسکے ساتھہ ایمان لاے هیں رسوا نہیں کریگا ' انکے ایمان کي روشني انکے آگے آگے ' اور دهني طرف ساتھہ ساتھہ چل رهي هوگی ' اور انکي زبانوں پر یه دعائیں هونگي که خدایا ! اس روشني کو همارے لیے آخر تک قائم رکھیو اور ختم نه کردیجیو ! نیز همارے قصوروں کو معاف کردیجیو ! بیشک تو هر چیز پر قادر هے ! !

اس آیت ' اور اسکے مثل صدها آیات میں قران کریم نے ارباب ایمان کے جن تنعم اور ابتہاج و سرور کا ذکر کیا هے ' یه وهی حالات هیں ' جنکو دنیا میں هر نیک هستي اپنے اعمال حسنه کا احتساب کرکے اپنے سامنے مشاهده کرسکتي هے -

جن لوگوں نے اپنے نفس نفس کے تسلط سے نکال کر خدا کے هاتھوں میں دیدیا هے' اور جنکے کاموں نے " ایمان و ایقان " کي روح اپنے اندر پیدا کرلي هے' وہ جب اپنے اعمال کا احتساب کرتے هیں تو یقیناً خوشیوں اور راحتوں کی ایک جنت میں هوتے هیں' جس پر سرور دائمي اور عیش سرمدي کي فضا چهائي هوئي هے ' جسکے اندر شادماني و کامراني کي نہریں بہه رهي هیں' جسکا گوشه گوشه سکون ابدي کے حسن و جمال سے "حور مقصورات " کا جلوه گاه هے ' جسکی هر جانب سے " سلم علیکم طبتم فادخلوها خالدین " کے نغمات خوش آهنگ بلند هو رهے هیں' جہاں نامرادي و حرمان کے فغان و ماتم کي جگهه هر زبان پر " الحمد لله الذي اذهب عنا الحزن " کا ترانهٔ شکر جاري هے' جہاں ناکامی و خجالت کي تپش و حرارت کا نام و نشان نہیں ' کیونکه کامیابی کے عیش و سرور کے اس تخت طمانیت پر بٹھادیے گئے هیں' جہاں ٹیک لگاکر جس کسي کو بٹھا دیا جاتا هے' پھر اسے کسی مخل راحت حرکت سے سابقه نہیں پڑتا : متکئین فیها علی الارائک ' لا یرون فیها شمساً ولا زمهریرا .

کلا ' ان کتاب الابرار لفي علیئین و ما ادراک ما علیون ؟ کتاب مرقوم ' یشهده المقربون ' ان الابرار لفي نعیم ' علی الارائك ینظرون ' تعرف في وجوههم نضرة النعیم ' یسقون من رحیق مختوم ' ختامه مسك ' و في ذالك فلیتنافس المتنافسون (۸۳ : ۱۸)

بیشک نیک اعمال لوگوں کے اعمال اعلی درجه کے لوگوں کي فہرست میں لکھے جاتے هیں' اور تم جانتے هو که وه فهرست کیا چیز هے ؟ وه ایک کتاب اعمال هے ' جو همیشه لکھي جاتی هے ' اور مقربان بارگاه الهي اسکے شاهد و گواه هیں ' یقیناً ان نیک اعمال لوگوں کي زندگي نہایت ارام اور راحت میں هوگي ' وه سکون و طمانیة کے تخت پر بیٹھے هوے بہشت کي سیر کر رهے هونگے - تم اگر اسکو دیکھو تو خوش حالی کي تر و تازگی ان چہروں سے نمایاں هو - انکو جنات سرمدي کي وه شراب خالص پلائي جاے گي ' جسکي بوتلیں سر بمہر هونگي اور ان پر مشک کی مہریں لگي هونگي - پس یه زندگی هے ' که تقلید کرنے والوں کو اسکي تقلید کرني چاهیے !

لیکن جن لوگوں کي زندگي روح ایماني سے خالي هوتي هے' جن کے اعمال سلطنت الهي کے ماتحت نہیں' بلکه قوت شیطاني کے تحت کے سایے میں انجام پاتے هیں ' خواه دنیوي ساز و سامان' اور مادي اسباب و جمعیت کتني هي فراهم کرلیں' لیکن بالاخر جب ضمیر کي آواز انکے کانوں میں آتي هے' اور وه اپنے نامهٔ اعمال کو اپنے سامنے رکھتے هیں تو حرمان و نامرادي رسوائي و خجالت سے انکے چہرے سیاه پڑجاتے هیں اور " نور ایمان " کي جگهه ضلالت کي تاریکي کو اپنے هر طرف محیط پاتے هیں :

و تری الظالمین مشفقین مما کسبوا ' و هو واقع بهم ' والذین امنوا و عملوا الصالحات في روضة الجنت لهم ما یشاؤن عند ربهم ذلك هو الفضل الکبیر (۴۲ :)

اور نافرمانوں کو تم دیکھوگے که انہوں نے جیسے جیسے عمل انجام دیے هیں اسکے وبال سے ڈر رهے هونگے (یعني انکا ضمیر ترا رها هوگا) حالانکه اسکے نتائج انکو ضرور بھگتنے هیں - اور (البته) جو لوگ ایمان لاے اور اعمال حسنه انجام دیے تو وه ضرور بہشت کے سبزه زاروں میں هونگے' جو کچهه وه چاهیں گے' انکے پروردگار سے انکو ملے گا' یہي بدله هے' جو نیک کام انجام دینے والوں کیلیے سب سے بڑا فضل الهي هے -

پس در حقیقت احتساب اعمال ' اور ضمیر کي ملامت یا اسکي تحسین ' ده جنت و دوزخ کي دو زندگیاں هیں ' جو اس دنیا میں هر انسان کے لیے عاقبت کار میں موجود هیں ' اور هر عامل وجود جو اپنے اعمال گذشته کا احتساب کرے ' ان دونوں حالتوں کو اپنے سامنے پا سکتا هے - یہي انسان کیلیے اصلي نامهٔ اعمال ' اور یہي هر وقت اسکے بدن و دماغ میں مصروف رهنے والا قلم احتساب هے ' اور یہي هے جسکے احتساب سے کوئي فرد بچ نہیں سکتا ' کیونکه ده انسان سے باهر نہیں ' بلکه انسان کے اندر موجود هے' اور اسکے نتائج کي فرد کو همیشه اسکي آنکھوں کے سامنے کردینے والا هے :

و کل انسان الزمناه طائره في عنقه ' و نخرج له یوم القیامة کتاباً یلقاه منشورا (۱۷ : ۱۵)

اور هم نے هر انسان کے عمل کی برائي اور بھلائي کے نتائج کو خود اسکے وجود کے اندر اسطرح رکھدیا هے گویا اسکے گلے کا هار هے' اور قیامت کے دن هم اسکے اس نامه اعمال کو نکالکر اس کے سامنے کردینگے اور وه اسکو اپنے سامنے کھلا هوا دیکھے گا -

اس بنا پر ضرور هے که چهه ماه کي مدت خواه کتني هي اقل قلیل مدت هو مگر هم اپنے کاموں کا آج احتساب کریں ' اور دیکھیں که اس عرصے میں الهلال اوراسکي دعوت کا کیا حال رها ؟

اسمیں شک نہیں که هم اس گذشته چهه ماه کي مدت پر نظر ڈالتے هیں ' تو بے اختیار اقرار کرنا پڑتا هے که جو کچهه کرنا تها ' وه هم سے نہوسکا ' اور جو کچهه کرسکتے تھے' وه نه کیا - نفس کي کمزوریاں همیشه عمل میں هارج رهیں ' اور همت کي پستي نے همیشه بام مقصد تک پہنچنے میں لیت و لعل کیا' هم کو معلوم هے که الله کے لطف و کرم نے ایک نئي جماعت پیدا کردي ' جو شاید هماري خدمات کي نسبت مایوس نہیں هے ' اور اگر تحسین کي نہیں ' تو ملامت کا بھي مستحق نہیں سمجھتي - لیکن تاهم اسکو کیا کریں که خود اپنے تئیں دیکھتے هیں ' تو تحسین کا نہیں بلکه ملامت هی کا مستحق سمجھتے هیں :-

رستم ز مدعي بقبول غلط ' ولي
می تابم از شکنجهٔ طبع سلیم خویش

هم نے درحقیقت اس فرصت سے کچهه بھی فائده نہیں اٹھایا ' اپنے ارادوں میں سے بڑے بڑے ارادے ذهن وتخیل سے آگے نہیں بڑھے ' اور اکثر چیزیں تو دماغ سے قلم تک پہنچ هي نه سکیں - مضامین میں همیشه ابتري رهي ' کئي اهم ابواب شروع هي

نہیں ہوے ' اکثر چیزوں کی لکھنے کی نوبت نہیں آئی اور جو لکھی گئیں ' وہ شائع نہیں ہوئیں ' الہلال کے علاوہ جو علمی خدمات پریس کے متعلق تھیں ' وہ تقریباً شروع ہوئیں بھی تو انکی رفتار نہایت سست رہی - دفتر کی انتظامی حالت بھی پوری طرح درست نہوسکی ' اور اکثر لطف فرماوں کو شکایتوں کا موقعہ ملا ' بہ حیثیت مجموعی ہم دیکھتے ہیں تو اسوقت یہ گذشتہ چھہ ماہ کی مدت کمزوریوں اور غفلتوں کے سوا کچھہ اپنے اندر نہیں رکھتی اور خواہ نفس مدح طلب کتنا ہی مضطر ہو ' مگر حق یہ ہے کہ ہم اپنے تئیں کسی طرح بھی مستحق تحسین نہیں سمجھتے

* * *

لیکن اگر بار بار اپنی حالت کا افسانہ دھرانا داخل شکایت نہونا (اور وہ رحیم و کریم ہر حال میں شکر ہی کا مستحق ہے) تو شاید ہم اس وقت اپنی کمزوریوں کو کسی قدر تفصیل سے عرض کرتے - یہ چھہ ماہ کا زمانہ جس حال میں بسر ہوا ہے ' اور الہلال کے ۲۴ پرچے جس عالم میں مرتب کیے گئے ہیں انکی سرگذشت اب کیا کہیے کہ وقت گذر چکا ہے ' اور سامنے ماضی نہیں بلکہ مستقبل ہے ' فی الحقیقت ہمارے حالات ابھی اس کے بالکل مقتضی نہ تھے کہ الہلال کی اشاعت شروع کر دی جاتی لیکن مہلت کے انتظار نے ہمیں اسقدر مضطرب کردیا تھا کہ مزید صبر کی طاقت جواب دیچکی تھی خیال کیا کہ جو چیز شاید کبھی بھی ملنے والی نہیں ہے ' اسکے انتظار میں کب تک زندگی کو صرف لا حاصل کیا جاے ' اور خدا کا دیا ہوا دماغ اور اسکا بخشا ہوا قلم کب تک معطل رکھا جاے ؟ بہتر ہے کہ موجوں کے فرو ہونے کے انتظار کی جگہ موجوں میں پڑکر تیرنے کی کوشش کی جاے ' اور راہ کے خالی ہونے کی توقع کی جگہ صفوں کو چیر کر راہ پیدا کرنے کی جستجو کی جاے - بالآخر ہم نے گذشتہ جولائی میں متوکلا علی اللہ کام شروع کردیا -

دنیا کے کاموں میں ہمیشہ اسباب مادی اور ساز و سامان دنیوی کی موجودگی ' دل کی قوت ' اور ہمت کی استواری کا ذریعہ ہوتی ہے ' روپیہ کی کثرت ' مددگاروں کی معیت ' اور آثار نفع عاجل کا اجتماع ' یہی چیزیں ہیں ' جن پر اس عالم اسباب میں بھروسہ کیا جاتا ہے ' لیکن یہاں انمیں سے ایک شے بھی میسر نہ تھی ' البتہ ایک چیز تھی ' جسکی طاقت بحثیت عالم مادی سے ماورا ' اور جسکی جرات افزائی ساز و سامان دنیوی سے بے پروا ہے ' اور یہ اس امر کا یقین کامل اور ایمان واثق تھا کہ " خلوص کیلیے موت نہیں ' اور حق و صداقت کیلیے ناکامی نہیں " دنیا میں ہر چیز مٹ سکتی ہے ' پر حق اور صداقت ہی ایک بیج ہے جو پامال نہیں ہوسکتا - واللہ سبحانہ یقول " انی لا اضیع عمل عامل منکم من ذکر و انثی "

* * *

اس حکیم کریم کی اس نیرنگ سازی کو کیا کہیں کہ جس وقت تک الہلال جاری نہیں ہوا تھا ' اس وقت تک پھر بھی دن کے چند گھنٹے اور رات کا ایک پہر گوشہ گیری کیلیے میسر آجاتا تھا ' لیکن الہلال کا ابھی اعلان ہی شایع ہوا تھا کہ مصایب ابتلا کا بھی ایک نیا سلسلہ شروع ہوگیا ' اور جو کچھہ میسر تھا ' وہ بھی اپنی بد اعمالیوں کی پاداش میں چھین لیا گیا - ناظرین نے ہمیشہ اچھی بری صورت میں الہلال کا ہر نمبر اپنے سامنے موجود پایا ہے ' انہیں کیا معلوم کہ وہ کس عالم اور کس حالت میں مرتب کیا جاتا تھا ؟ جن مضامین کے حسن و قبح کی نسبت وہ راے قائم فرما رہے ہونگے - انہیں معلوم نہیں کہ ان میں سے اکثر مضمون بسا اوقات رات کے دو تین بجے ایک بستر مرض کے قریب بیٹھکر اس حالت میں لکھے گئے ہیں جب کہ دل ' نفس علائق پرست کی کمزوریوں سے بیقرار ' اور دماغ مسلسل شب بیداریوں کی وجہ سے قلم کے اختیار میں نہ تھا - اکثر اوقات ایسا ہوا ہے کہ اخبار کی اشاعت کے وقت میں صرف ایک رات کا وقفہ باقی رہگیا ہے ' اور کمپوزیٹروں کو رات بھر روک کر بیمار و تیمار دار دماغ پر جبر کیا گیا ہے کہ رات کے چند گھنٹوں کے اندر صفحہ (۲) سے (۸) تک کا مضمون طیار کردے ' علی الخصوص گذشتہ ماہ صیام مبارک جس عالم میں بسر ہوا ' اور جسطرح پانچ پرچے مرتب ہوے ' اسکی حالت صرف اس علیم و خبیر ہی کو معلوم ہے ' جس کو شاید اپنے بندوں کی ابتلا و آزمایش سے بڑھکر اور کوئی بات پسند نہیں - یہاں تک کہ آخر میں مجھکو یقین ہوگیا تھا کہ شاید جس علم کے اعتماد پر دنیا کے کار زار میں فتح یاب ہونے کا گھمنڈ رکھتا تھا ' وہ ابھی منظور نہیں ہوئی ' اور اس خداے قدوس کو گوارا نہیں کہ اسکے کلمۂ مقدس کی خدمت کا شرف میرے پر معاصی وجود کی شرکت سے ملوث ہوا ما اصابک من حسنۃ فمن اللہ ' و ما اصابک من سیئۃ فمن نفسک (۴ : ۸۲) و ما ظلمہم اللہ و لکن کانوا انفسہم یظلمون (۳ : ۱۱۴)

ہم نے ان حالات کو " مجبوریوں " کی جگہہ " کمزوریوں " کے لفظ سے تعبیر کیا ' کیونکہ انسان اپنے اندر اور باہر کے جن حالات کو مجبوریوں سے تعبیر کرتا ہے ' فی الحقیقت اوسکے نفس کی کمزوریاں ہی ہیں - دنیا دار العمل ہے ' اور جو کام کرنے والے ہیں وہ باغ و چمن کے گوشوں ہی میں نہیں بلکہ کانٹوں پر چلکر بھی کام لیتے ہیں - خدا نے ہم سے کوئی معاہدہ نہیں کیا ہے کہ وہ ہمارے وہم و خیال کے پیدا کیے ہوے اسباب راحت ضرور مہیا کر ہی دیگا ' زندگی ایک میدان جنگ ' اور یہاں کام کرنے کے یہی معنے ہیں کہ تلواروں کے سایے اور نیزوں کی قطاروں کے نیچے رہکر کام کیا جاے دریا کی موجوں میں سے تیرنے والے اپنی راہ پیدا کر لیتے ہیں ' لیکن کنارے کے عافیت پسندوں کیلیے انتظار کے سوا کچھہ نہیں ہے - پس نہ جو کچھہ تھا ' خواہ کتنا ہی سخت و شدید ہو ' لیکن پھر بھی ہم اسے اپنے لیے کوئی موجب عذر جرم نہیں سمجھتے ' اور صاف صاف اپنی کمزوری کا اقرار کرتے ہیں کہ اس چھہ ماہ کے عرصے میں جو کچھہ ہم کر سکتے تھے ' افسوس کہ ہم نے نہیں کیا !

البتہ نہ ہماری کمزوریاں نہیں لیکن ذرہ روشنی سے محروم ہے ' تو آفتاب درخشاں تو اپنے نور و ضیائی بخشش سے عاجز نہیں ؟ باغبان کا ضعف اگر اس کو مہلت نہیں دیتا کہ بیج بو کر اسکی آبیاری کرے ' تو باران رحمت کی فیضان بخشی تو اسکے ضعف کی تلافی کر سکتی ؟ یہ سچ ہے کہ ہم کمزور تھے اور کمزوریوں میں مبتلا ' لیکن وہ حکیم و قدیر تو کمزور نہ تھا جو حق کو باوجود اسکے بے ساز و سامان ہونے کے نصرت بخشتا ' اور ضلالت کو باوجود اسکی طاقت و شوکت کے شکست دلاتا ہے ؟

اللہ ولی الذین آمنوا	اللہ ایمان والوں کا حامی اور مددگار ہے '
یخرجہم من الظلمات	وہ انکو تاریکی سے نکالتا اور کامیابی و بامرادی
الی النور ' و الذین	کی روشنی میں لاتا ہے - اور جن لوگوں
کفروا اولیاءہم	نے راہ کفر و ضلالت اختیار کی ' سو انکے
الطاغوت یخرجونہم	حامی انکے بناے ہوے معبودان باطل
من النور الی	ہیں ' وہ انکو روشنی سے نکالکر اور تاریکی
الظلمات اولائک	میں مبتلا کرتے ہیں ' یہی لوگ اصحاب

اصحاب النار هم فیها خالدون (۲ : ۲۵۷) نار هیں اور آتش نامرادي میں همیشه جلنے والے -

اسکا اپنے اوپر اعتماد کرنے والوں سے وعدہ ہے کہ وہ کبھي انکو دنیا میں ذلیل و رسوا نہیں کرتا' انکے جھکے ہوے سروں کو عزت کي بلندي بخشتا ہے ' اور گو وہ خود کتنے ہي ذلیل و حقیر ہوں پر وہ انکو اپنا سمجھکر انکي عزت پر اپني عزت کي چادر اوڑھا دیتا ہے کہ : یوم لا یخزي الله (نتائج و عواقب امور کا) دن ' جبکہ الله النبي و الذین اور وہ اپنے رسول اور ان لوگوں کو ' جنہوں نے اسکي معیت معه و نورهم کا قرب و صحبت حاصل کرلیا ہے ' کبھي رسوا اور یسعی بین ذلیل نہ کریگا ' اور انکي کامیابي اور کامراني ایدیهم و بایمانهم کي شمع انکے آگے جاے گي -

گرمن آلودہ دامنم چه عجب !
همه عالم گواہ عصمت اوست !

اس پہلو سے اپنے کاموں پر نظر ڈالئے تو حالات و نتائج میں ایک انقلاب ہوجاتا ہے ' اور مناظر بالکل بدل جاتے ہیں ' پہلے اپني کمزوریوں کي وجہہ سے اگر اپنا وجود ضعیف و حقیر نظر آتا تھا ' تو اب اُس قوي و عزیز کي نصرت فرمائی سے طاقتوں اور قوتوں کا ایک ناممکن التسخیر ستون آهني دکھائي دیتا ہے ' پہلے اگر اپنے قصوروں کي وجہہ سے عاجزي کا سر جھکا ہوا تھا ' تو اب اسکي عزت بخشي سے سر افتخار بلند نظر آتا ہے پہلے چونکہ ایک انساني هستي کے کاموں پر نظر تھي ' اسلیے عجز و تذلل کے سوا چارہ نہ تھا ' پر اب انساني کاروبار پر نہیں ' بلکہ انہي اعمال پر نظر ہے ' اسلیے الحمد لله کہ فتح و نصرت کی عزت و عظمت سے هم کامگار و شاد کام هوں :

گرچه خوردیم ' نسبتی ست بزرگ
ذرہ آفتاب تابانیم ! !

* * *

غور کیجیے کہ الهلال کس عالم میں نکلا ' اور پھر کس حالت میں جاري رہا ؟ بالکل ایک نئے قسم کا کام تھا ' اور اس طرح کا کام کہ هندوستان میں آج سو برس سے پریس موجود ہے ' مگر آجتک ایک ماهوار رسالہ بھي اس پیمانے کو سامنے رکھکر کسي بڑے سے بڑے پریس سے شائع نہوسکا ' پھر کسی طرح کي مالي اور دماغي اعانت میسر نہ تھي ' اور سوا اپني جیب اور قلم کے اور کسي پر اعتماد نہ تھا - ان امور سے بھي بڑھکر یہ کہ الهلال کي دعوت ' اسکا لب و لہجہ ' اور عام انداز تحریر ملک کے موجودہ مذاق اور حالات سے اس درجہ متباین تھا کہ کوئي ذي عقل بھي اس بیج کے لئے آجکل کے موسم کو موزوں نہیں کہہ سکتا تھا ' لیکن با وجود کام کي اهمیت اور دست عمل کي کمزوري کے باوجود تمام ناموافق اسباب و حالات کے ' اور باوجود هر طرح کي مددگاروں اور اسباب سعي و جہد کے فقدان کے ' اس چھہ مہینہ کے قلیل زمانے میں جو حیرت انگیز اور محیر العقول مقبولیت الهلال نے پیدا کي ہے وہ هر لحاظ سے اردو پریس کي تاریخ میں ایک غیر معمولی واقعہ ہے - شاید هي آجتک کوئی چھپي هوئي چیز اس کثرت اور اس شغف کے ساتھہ پڑھی گئی ہے ' جسقدر گذشتہ چھہ ماہ کے عرصے میں الهلال کے اوراق پڑھے گئے هیں - و ذلک فضل الله یؤتیه من یشاء ' و الله ذو الفضل العظیم -

* * *

ضرورت تھي کہ اس لحاظ سے بھي الهلال اور اسکي دعوت کے گذشتہ ایام پر ایک نظر ڈالي جاتي نیز انکي آیندہ حالت کي نسبت بھي کچھہ اپنے خیالات عرض کرتے لیکن بموجودہ هم اس حصے کو نئي جلد کے افتتاحي مضمون کیلیے اٹھا رکھتے هیں '

صرف چند ضروري معروضات الهلال کي مالي حالت کي نسبت پیش کرکے پہلي جلد کو ختم کردیتے هیں -

الهلال کي مالي حالت اور اسکي اولین درخواست

اس امر کے ظاهر کرنے کي ضرورت نہیں گذشتہ چھہ ماہ کے عرصے میں هم نے الهلال کی نسبت کبھی ایک حرف بھی نہیں لکھا ' اور نہ کبھي ناظرین کو اس کی نسبت کوئی زحمت دي ' هم نے اس طرف سے بکلی خاموشي کا ارادہ کرلیا تھا اور الحمد لله کہ اس ارادے کو اسوقت تک نبھایا - لیکن اب ' جبکہ چھہ مہینے کے اندر هم نے کم از کم الهلال کے کاموں کا ایک نمونہ آپکے سامنے پیش کردیا ہے ' اتنا عرض کردینے کیلیے مجبور هیں کہ اب آخري فیصلہ کرلینے کا وقت آگیا ہے - اس وقت تک اخبار کی مالی حالت جیسي کچھہ رهي ہے اسکي نسبت صحیح اعداد و شمار انشاء الله اپنے موقعہ میں دیکھیں گے ' لیکن سردست آپ اس سے اندازہ کرلیجیے کہ صرف چھہ ماہ کے اندر کم از کم چھہ هزار روپیہ علاوہ مصارف ابتدائي اور علاوہ خریداري کی ماهوار آمدني کے صرف کرچکے هیں اور ابھي سالانہ خریداروں کا چھہ ماہ دفتر کے ذمے واجب الادا ہے !

اگر آپ الهلال کے قیام کو ضروري سمجھتے هیں تو دفتر کسی طرح کا مالی بار آپکے ذمے نہیں ڈالنا چاهتا ' اور نہ قیمت بڑھانا چاهتا ہے جسکا اُسے واقعی حق تھا ' صرف اتنے کا طالب ہے کہ موجودہ خریداران الهلال میں سے هر بزرگ کم از کم دو خریدار نئے پیدا کردیں اور اگر اتنا هوگیا ' تو یہ اخبار کے مالي اطمینان کیلیے کافي هوگا -

یہ پہلی درخواست ہے جو الهلال کے صفحات پر درج کی گئی ہے ' اگر آپ متوجہ هوں تو موجب تشکر ' ورنہ یقین کیجیے کہ نہ تو اصرار ہے اور پھر اسکا اعادہ ' هم نے پہلے هي دن عرض کردیا تھا :

گل فشاناں بہ بستر همه چوں عرفي و من
مشت خس چندم و بر بستر خواب اندازم

شئون عثمانیہ

ولایت کي ڈاک

—*—

غنیم کي افواج میں ہیضہ کي شدت

—*—

جنگ بلقان کے قتل و غارت کو ہیضہ کی شدت نے اور مہیب بنا دیا ہے بلقانی افواج میں اسکي شدت ایسی بڑھي ہوئي ہے کہ انکا آگے بڑھنا دشوار ہے - جہاں جہاں جاتے ہیں' اسکو پھیلاتے جاتے ہیں - اموات کي کثرت ناگفتہ بہ ہے - ایک روز تو پانچ ہزار تک تعداد پہونچگئي تھي - طبي انتظامات اچھے سے اچھے کیوں نہ ہوں پھر بھي اس شدت کو روکنا دشوار معلوم ہوتا ہے - ریلوے پلیٹ فارم مریضوں اور مرنے والوں سے بھرے ہوتے ہیں (ہادم کوبي) کي سڑک پر تو کشتوں کے پشتے لگے ہیں - اکثر زیادہ تر وہ مریض تھے جو ہیضہ میں مبتلا ہوتے ہي شہر کے ہسپتال کیطرف جاتے جاتے مر گئے -

(ڈیلی نیوز)

بانی فساد کون ہے ؟

—*—

" تو پھر جنگ کون کرا رہا ہے ؟ " اسکا جواب یورپ کے اوس محکمہ سے ملیگا جسکو یورپ کے رازداران سیاست سے تعلق ہے - جو آدمیوں کي جان کے ساتھہ ایک مدت سے وہ چال چل رہے ہیں جس سے شطرنج کي سطح پر پیادوں سے کام لیا جاتا ہے - اور جو حکمت عملی کے مقولوں اور مثالوں کے دام تزویر میں اسطرح الجھے ہوئے ہیں کہ اصلي تکلیف کے وجود کو (جسکے ساتھہ وہ مہملات سے کام لے رہے ہیں) محسوس ہي نہیں کرتے - پس اسطرح جنگ اوسوقت تک بڑھتي ہي چلي جائیگی' جب تک کہ وہ بڑي جماعتیں جو پیشہ ور چالبازوں اور خواب دیکھنے والوں سے بھری ہیں - دنیا میں باقي رہیں گی' وہ دائمي صلح پیدا نہ کرسکینگے کیونکہ یہ نا ممکن ہے' بلکہ یہہ ارادہ ظاہر کرینگے کہ صرف انصاف' جواز' اور ترقي کے لیے لڑائیاں لڑي جائیں - اگر وہ الفاظ جو امن کے متعلق ہیں کبھي زبان سے نکالنے کے لیے ہوتے تو اسوقت سے زیادہ بہتر کوئی موقع نہ ہوتا - لیکن ہمیں یقین ہے کہ وہ اوسوقت زبان سے نکالے جاینگے جب موقع باقي نہ رہیگا " -

(ٹائمز لنڈن)

یونانیوں کي سر فروشي

—*—

" ممالک متحدہ امریکا میں یونانیوں اور دیگر مسیحي اقوام کي وطن پرستي کے متعلق سر فروشي کے واقعات بیان کیے جاتے ہیں - سان فرانسسکو میں ایک یوناني تھا' اوسنے اپنا ایک قہوہ خانہ دو پاونڈ دو شلنگ میں فروخت کردیا جسکي اصلي قیمت دو ہزار پاونڈ تھي - اگر وہ میدان جنگ سے آگیا تو پھر اپنا کار و بار شروع کریگا اور اگر لڑائي میں کام آگیا تو مزید قیمت دیے بغیر قہوہ خانہ خریدار کا ہوجایگا - نیویارک میں سرویوں کا ایک عظیم الشان جلسہ ہوا - اوسمیں صدر نشیں نے جبکہ کہا کہ دس ہزار پاونڈ کا چندہ میں دیتا ہوں " تو ایک شخص جو ظاہرا دریوزہ گر معلوم ہوتا تھا نزدیک ہي سے اوٹھا اور کہنے لگا :- میرا نام میلان یووانو ویچ ہے - میں بخوشي میدان جنگ میں جاؤنگا - لیکن میري ایک بیوي اور چند بچے ہیں اور مقام مونطانا میں کچھہ جائداد بھي ہے میرے پاس کل سات ہزار پاونڈ ہیں - جس میں سے پانچ ہزار سرویا کو دیتا ہوں - " یہہ کہکر اوسنے ایک تھیلا دکھایا جس میں نوٹ بھرے تھے اور اوسیطرح صدر نشیں کے حوالہ کردیا - "

(مانچسٹر گارجین)

قسطنطنیہ کی حالت

—*—

مسٹر گیٹس رابرٹ کالج واقع قسطنطنیہ کے صدر ہیں - ۲۴ نومبر کو انہوں نے اخبار ٹایمز کے نام لکھا تھا - " جنگ کے زمانہ میں شہر کو با امن رکھنے کے لئے سلطان کي گورنمنٹ نے جس قابلیت' عقلمندي اور سختی سے کام لیا ہے وہ حد درجہ قابل ستایش ہے - مسٹر گیٹس کا بیان ہے کہ اس کارروائی میں گورنمنٹ کو سخت دقتیں پیش آئیں - سیاسي جماعتوں نے تو ایسي کوشش کي تھي کہ گورنمنٹ کا زور کم ہوجاتا اور شاہ فرڈیننڈ کے اعلان سے مذہبي جذبات حد درجہ ابھرنے لگے تھے' لیکن ان مصایب پر بھي شہر میں شورش نہ ہوئي - اس اعلی انتظام پر مسٹر گیٹس اظہار تعجب کرتے ہیں - وہ کہتے ہیں کہ غیر ملکوں کے اخبارات میں جو خبریں شایع ہوئي ہیں وہ نامہ نگاروں کے ان خیالات کے نتایج ہیں جو اونکے دماغ میں تھے - حالانکہ صورت حال کچھہ اور ہي ہے اور خطرناک سي مدت جنگ میں قسطنطنیہ میں حد درجہ امن قایم رہا ہے - ترکوں نے ساري مصیبتوں کو بڑي خودداري اور تحمل سے برداشت کیا ہے - "

مسئلہ صلح

—*—

التواے جنگ معاہدہ ترکي و ریاستہاے بلقان کے مسودہ میں یہہ مذکور ہے کہ آٹھہ دن تک جنگ ملتوي رہیگي - اس اثناء میں دونوں حریف جہاں ہیں' وہیں اپنے سامان درست کرلیں - مسٹر ٹرنر جو نامہ نگار ڈیلی کرانیکل متعینہ قسطنطنیہ کا بیان ہے کہ " پیغامات اور آپس کي گفتگو کا نتیجہ التواے جنگ ہوا - باوجودیکہ اس امر کا یقین ہے کہ صلح شرطیہ ہوگي " - ڈیلي ٹیلگراف کے نامہ نگار متعینہ قسطنطنیہ کا بیان ہے کہ " مسودہ التواے جنگ پر دستخط کرنے کے لیے صرف وقت جو دیا گیا ہے' وہ اسلیے ہے تاکہ بلغاري نائب دستخط کرنیکي اجازت حاصل کرسکیں - مسودہ میں صرف ۴۸ گھنٹے کي مہلت ہے - اوسکے بعد اسکي اطلاع ہے کہ اگر گفتگو سے صلح غیر ممکن ثابت ہوئی تو جنگ پھر چھڑ جائیگي - سواے ان پرانے افسروں کے جو دوبارہ جنگ کے اجرا کو مہمل سمجھتے ہیں' تمام ترکی افواج صلح کي حد درجہ مخالف ہے - سینکڑوں ترکي عورتیں اپنے شوہروں کے ساتھہ بتا رہي ہیں جو مورچہ بندي میں مصروف ہیں - اڈریانوپل میں رسد فراہم کرنے کا مسئلہ معمہ کو حل کردیتا ہے - اس کام کو کریگا کون ؟ اطراف و جوانب کے گاؤں بالکل غارت و برباد ہوگئے ہیں' اور اسلیے سامان قسطنطنیہ سے لایا جاے گا - اس کام کے لئے بلغاریوں کي

رضامندی کی ضرورت ہوگی کہ ریلوے کو استعمال کرنے دیں " -

ڈیلی میل کے نامہ نگار متعینہ صوفیا کا بیان ہے " بلقانی ریاستیں ترکی سے ۴۸۰۰۰۰۰۰ پاؤنڈ تاوان جنگ طلب کرنا چاہتی ہیں علاوہ ازیں یہہ بھی کہ سواے قسطنطنیہ و دردانیال کے ترکی جملہ یوروپین مقبوضات انکے حوالہ کردے "

خبررسانی وسطی ایجنسی مظہر ہے کہ " بلغاریا و دیگر ریاستوں میں ناچاقی پیدا ہوگئی ہے ' جسکی وجہ شاہ فرڈیننڈ کی بے حد طماعی اور یہ خواہش ہے کہ بلقانیوں کو محکوم بنائے - سب سے پہلے سالونیکا پہونچنے کی کوشش میں بلغاریوں نے جبریہ دھاوے سے کام لیا ہے - حالانکہ یہ نہ سمجھے کہ جنگ کا موقعہ اونکے شتلجا میں رک جا ہونیکی ضرورت کو ظاہر کررہا ہے - برناکی حماعتوں میں بمقام ایتھنز یہ خیالات ظاہر کیے جارہے ہیں کہ صلح کی گفتگو کا بانی شاہ فرڈیننڈ بلغاری ہے جسکا ارادہ ہے کہ یونانیوں کو تباہ کرکے خود بادشاہ بن بیٹھے "

ترکی افسرونکی جانبازی

—*—

" جب بلغاری تارپیڈو نے ترکی جنگی جہاز (حمیدیہ) کو سواحل بحر اسود پر سوراخ دار کردیا تو اوسکے افسروں نے بڑی بہادری سے کام لیا اور مردانگی و ہمت کی اعلی مثال دکھاتے ہوے سمندر کے درمیان سے جہاز کو نکال لے گئے اور اوپنی حالت پر اسکو گولڈن ہارن لے آے - جہاز حمیدیہ نے تمام اہل جہاز کو لیکر اسطرح سمندر کو طے کیا کہ صرف آٹھہ انچ اوسکے اوپر کا حصہ پانی سے نکلا ہوا تھا -

لندن ۲ دسمبر کو ڈیلی کرانیکل کو قسطنطنیہ سے مسٹر ڈونوھو تار دیتا ہے " جب سے ترکی مورچہ ہٹ کر شتلجا میں مجتمع ہوئی ہے اسی ہزار (۸۰۰۰۰) سے بھی زیادہ نئی اور تازہ دم افواج ایشیاے کوچک سے پہونچ چکی ہیں - ترکی افواج کے پڑاو سے چھہ میل مغرب کی طرف بلغاری دمدمہ بندی میں مشغول ہیں

مصائب جنگ

—*—

" صرف یہی نہیں ہے کہ جنگ بلقان میں بہت سی قدیم طرز کی بیرحمیاں ہوئیں ہیں جنمیں ایک مثال بھی ایسی نہیں ہوئی کہ ان بیرحمیوں کے کم کرنے کی کوشش کی گئی ہو " اخبار ٹیلیگراف کہتا ہے کہ " صرف یہی نہیں ہے کہ بدلہ لینے کے لیے مخاصمت کے جذبات ایسے ابھرے ہوے ہیں جسکو مسلم یورپ نے پشتہا پشت سے نہ دیکھا ہوگا - یہی نہیں ہے کہ دونوں جانب کے ہزاروں بیکس زخمیوں کو قبل از وقت ایسی موت نصیب ہوئی ہے جسکا خیال میں آنا بھی محال ہے ' بلکہ ہم دیکھتے ہیں کہ واقعات قتل عام اور بیماریوں کے پھیلنے سے حادثات بھی بے حد ہوئے ہیں - ہمیں یہ بھی ذہن نشین کرنا چاہئے کہ عداوتوں اور کینوں نے مصائب میں اور اضافہ کردیا ہے اور جو لوگ نہیں لڑ رہے ہیں ان پر بھی ایسی تباہی آرہی ہے کہ ہمارے زمانہ میں کسی جنگ میں نہیں آئی ہوگی - نیم متمدن کسانوں کی غربت و افلاس ' انکا خوف ' انکی بیکسی یہ ساری برائیاں خاص کر اسی جنگ سے پیدا ہوئی ہیں - وہ پناہ گیر جو قسطنطنیہ سے باہر کے مقبروں میں شب باش ہوتے ہیں ' ایک جماعت اس بے خانماں گروہ کی ہے ' جو مبتلاے فلاکت ہے " -

جرمن پولیس کے احکام

—)*(—

" ۱۸ نومبر کو برلن میں مسلسل جلسے منعقد ہوے جنکے مقاصد یہہ تھے کہ جنگ بلقان کو روکا جاے اور دولتہاے یورپ اپنی سازشوں سے باز آجائیں تاکہ عالمگیر جنگ پیدا ہونے سے رک جاے - اس کے علاوہ جرمن کی پولیس نے ایک فرمان بھی شایع کرایا ہے کہ جلسونمیں سواے جرمن زبان کے اور کسی زبان میں گفتگو نہ کی جاے - اس سے غرض یہہ ہے کہ جرمن کی خارجی پالیسی کو کسی دوسرے طریقہ کی ترغیب نہ دی جاسکے - چنانچہ مسٹر رو گراڈی نے جو انگریزی مزدوروں کا لیڈر ہے ' ارادہ کیا تھا کہ انگریزی میں گفتگو کرے ' لیکن روک دیا گیا اور اوسکی تحریر کو انگریزی سے جرمن میں ترجمہ کرکے سنایا گیا " -

عثمان نظامی پاشا

—*—

" عثمان نظامی پاشا ترکی سفیر متعینہ برلن یک بیک قسطنطنیہ طلب کرلئے گیے ' صلح کے متعلق جملہ امورات سپرد ہوے ہیں - برلن میں ایک ملاقات کے موقع پر انھوں نے سخت افسوس ظاہر کیا کہ اس کام کے لیے اونکو کیوں منتخب کیا گیا - اونھوں نے علانیہ کہا کہ اوس مسودہ صلح پر جسکا بہ ظن غالب یہی نتیجہ ہوگا کہ حکومت عثمانیہ کے مزید حصے الگ ہوجائینگے - دستخط کرنے سے پیشتر بہتر تھا کہ میں اپنا ہاتھہ کاٹ کر پھینک دیتا - اسکے خیال میں کسی حیثیت سے بھی حالت اسقدر ناامید نہیں ہے کہ ترکی صلح کے لیے مجبور ہو -

سرویا کی غیر معمولی امیدوں کی نمائش کے خلاف با اثر آوازیں بلند کی جارہی ہیں - ان دو اقوام میں سفارت کے متعلق جو واقعہ ظہور میں آیا تھا وہ غالباً طے پا گیا - اور باوجودیکہ اس سے بھی بڑھکر اہم مسئلہ سرویا کے لیے بحر ادریاٹک پر ایک بندر حاصل کرنے کا یورپ کو اضطراب میں ڈالدینے کی دھمکی دے رہا ہے لیکن پھر بھی یہاں عام راے یہ ظاہر کی جارہی ہے کہ سرویا آخر رضامند ہوجایگا - بشرطیکہ اوسکو ریلوے اور ایک بے طرف بندر کا یقین دلایا جاے -

اگر جنگ عالمگیر ہوئی تو کیا ہوگا

—*—

ایک ذمہ دار فرانسیسی جو ملکی اخراجات کے اصول پر عبور رکھتا ہے بیان کرتا ہے کہ " اگر جنگ پھیل گئی تو یورپ کو ماہوار اٹھارہ کروڑ (۱۸۰۰۰۰۰۰۰) پاونڈ صرف کرنے پڑینگے جو اور مصارف کو قطع نظر کرنے سے حاصل ہو سکتے ہیں - یورپ کی چھہ بڑی سلطنتیں مجتمع ہوکر دو کروڑ (۲۰۰۰۰۰۰۰) آدمیوں کو فوج میں داخل کرسکتی ہیں جو اونکے پاس ہیں - اس سے صاف ظاہر ہوتا ہے کہ عملی طور پر بکار آمد آدمیوں کا طبقہ جو ساری آبادی کی جان ہے ' تجارتی اور محنتی زندگی سے علیحدہ کردیا جایگا - جسکا نتیجہ آخر یہی ہوگا کہ ساری آبادی بیکار ہوجائیگی - تجارت کے لیے جہاز رانی نہ ہوگی - خرید و فروخت کا سلسلہ بند ہو جائگا - درآمد و برآمد مال اور تجارت ' سارے قصے ختم ہوجاینگے - صرف اونہی اقوام کو نقصان نہ پہونچے گا جو شریک جنگ ہونگی ' بلکہ یہ نقصانات اونکو بھی اپنی طرف کھینچ لینگے جو امن کی زندگی بسر کرتے ہونگے - مدتیں درکار ہونگی کہ یہ عالمگیر نقصانات دفع کیے جائیں " (یہ ہے اون نقصانات شدید کی فہرست کا ایک معمولی سا نقشہ ' جو ہماری جیسی تباہ حال قوم کے فنا کرنیکی کوشش سے دنیا میں پیدا ہو سکتے ہیں - الہلال)

علمی خزانے بطور نتیجۂ جنگ

بطور نتیجہ جنگ دو بڑے علمی خزانے بر آمد ہونگے جو اب تک کسی کو معلوم نہ تھے - یہ دونوں ان کلیساؤں کے اندر ہیں جو جبل

أتھوس میں واقع هیں - یه پهاڑ اوس جزیرہ نما پر هے جو سالونیکا سے یورپ کیطرف واقع هے' جسکے قدیم نام کو مدرسه کے طلبا اپنے والدین سے زیادہ جانتے هیں - کہتے هیں که یه علمي خزانے اجنبیوں کی دست و برد سے ترکوں کي حکومت میں بالکل محفوظ رهے هیں - انگریزوں میں صرف ایک شخص ڈاکٹر لیک نامی ان خزانوں سے واقف هے جسنے انسے کچھه فائدہ بهي اوٹھایا هے جرمن کے عالم بهی اس سے فائدہ اوٹھاتے رهے هیں - خیال یه هے که عام طور پر ان کتب خانونکي قیمت بہت بڑھا چڑھا کر بیان کی جاتی هے - دوسرا علمي خزانه جو بطور مال غنیمت حاصل کہا جا سکتا هے ' سینٹ صوفیا میں هے - یه خیال غلط هے که اس عظیم الشان گرجه کو مسجد بنا دینے کے بعد اسکی ممانعت کر دیگئي هے که مسیحی اسمیں داخل نه هوں ان چند لوگوں میں سے جنکو معاینه کی اجازت دیگئي تهي ایک مسٹر موبرلي بل هیں جو ٹایمز کے نامه نگار تهے - اسکے سوا اور کسي کو اجازت نه ملی که اون قلمی نسخوں کے ذخایر کو الٹ پلٹ کرسکے جو گرجه کے ته خانوں میں محفوظ هیں - ان ذخیروں میں عهد قسطنطنین کے نسخے اکثر هونگے - اور لیوي و سافو کے کانے کي کتابیں بهي اسمیں هونگي جنکے متعلق کہا جاتا هے که ضایع هو گئیں -

(ڈیلی نیوز)

بلغاریا کي جنگی تیاریاں

(گزٹ دي نوران) کا نامه نگار معسکر عثمانی سے ایک طویل مضمون میں لکھتا هے که ایک نهایت معتبر بلغاري ذریعه سے معلوم هوا هے که بلغاریا اس جنگ کے لیے بہت عرصه سے تیار هورهي تهی اسي لیے شاہ بلغاریا کو مسئله فوج کے ساتهه خاص اعتناء و اهتمام تها اور اسی اعتناء و اهتمام کي وجه سے اس نے همیشه فوج کو سیاست کے زهر آلود اثر سے محفوظ رکھنے کي سخت سے سخت کوشش کي یه اسي کی سعي و کوشش کا نتیجه هے که آج بلغاریا کي فوجي حالت اسقدر عمدہ هے که اسکي موج ترقي یافته ممالک کي باقاعدہ فوجوں کے همپایه هے -

شاہ فرڈیننڈ همیشه پارٹي فیلنگ سے علیحدہ رها ' آج تک اس نے سیاسي نزاعات میں حصه نهیں لیا اور اپنے گرد همیشه ارباب تجربه و سیاست کو جمع رکھا -

بلغاري ارکان جنگ میں بہت سے افسروں نے خود آکے ان میدانوں کو دیکھا هے جہاں اسوقت جنگ هو رهی هے - انهوں نے تمام قلعوں کي کمینگاهوں اور پوزیشنوں کو خود آکے دیکھا اور نهایت اهم اطلاعات فراهم کیں - بعض افسروں کو اس باب میں اسقدر جوش تها که انهوں نے مزدوروں کا بھیس بدلکے (ادرنه) اور (قرق کلیسا) میں مزدوري کي - اسي کا یه نتیجه هے که جنگ کے وقت وہ عثمانی اسلحه خانوں ' ذخائر جنگ کے گوداموں ' توپوں ' اور قلعوں کے تفصیل وار حالات سے واقف تهے -

لوگ کہتے هیں که در دانیال کا نقشه شاہ بلغاریا هي نے اطالویوں کو دیا تها اور اسي نقشه کے وثوق پر اطالوي تارپیڈو کشتیوں نے رات کو آبنائے کو عبور کرنے کا ارادہ کیا تها - یه صرف گذشته واقعات نهیں بلکه اسوقت بهی جبکه جنگ هو رهي هے صدها بلغاري جاسوس عثمانی فوج میں پھیلے هوے هیں اور انکي تمام نقل و حرکت ' اور مقامات اجتماع کي اطلاع بلغاري ارکان جنگ کو دے رهے هیں -

نامه نگار آخر میں کہتا هے که ان امور کے معلوم هونے کے بعد هم کو یه صاف نظر آتا هے که بلغاریوں نے اس جنگ کے لیے نهایت مکمل تیاري کي هے اور انکي تدبیریں قوت سے فعل میں آ رهی هیں -

عقل سلیم سے ایک التجا

— * —

(بقیه اشاعت گذشته)

— * —

همارے جمله اسباب بحث کا نکته یهه هے که اگر سرویا کے پاس وجوہ کافي هیں ' تو آسٹریا هنگري کے پاس بهي وجه هے که سرویوں کے دعوے کے لئے غیر منصفانه اور برانگیخته کرنے والے طریقوں سے دباؤ ڈالا جاتا هے - مزید براں اسی میں وہ همیشه کے لئے البانیوں کي بلند پروازیونکے روکنے کو بهي شامل کرلینے هیں - وہ مقوله جسکو اقوام یورپ نے پرجوش هنسی خوشي سے مانا ' یهه تها که " بلقان بلقانیوں کے لیے هے " " بلقان بلقانی اتحادیوں کے لئے هے " یهي ایک دعوی هے ' جسکو نه تو آسٹریا هنگري اور نه اطالیه هي قبول کرتا هے ' اور نیز یهه دعوی ایسا هے که متفق هوکر بهي سارا یورپ شاید اسکو تسلیم نه کریگا - البانیه کي خود مختاري کامیاب ثابت نهیں هوسکتي ' بلکه اوسکا امتحان کیا جائیگا - وهاں ایسے سر برآوردہ البانی ضرور هیں جو اس لائق هوسکتے هیں که ایک چهوٹی ریاست میں اپنے هموطنوں کي کافی تعداد کو مضبوطي کے ساتهه مجتمع کرلیں لیکن یهه مسئله تو سبکے لئے کهلا هوا هے که آیا وہ قوم جو ٹیکسوں (چونگي) کے دینے میں موروثی ناراضگي سے کام لیتي هو' کبهي اس قابل بهی هوسکتي هے که اپنے پاؤں کهڑي هو؟ اسي ضمن میں جو کچهه یقیني هے وہ یهه هے که اهل سرویا البانیوں کو کامیابي کے ساتهه اپني ماتحتی میں هرگز نه رکهه سکینگے ' اور مملکت سرویا کے اوس حصے میں جو البانیا کے قلب سے نکل کر ایک بندرگاہ تک پهونچگیا هے ' پهر نئے بلقاني فساد اور بکهیڑے پیدا هو جائینگے -

لیکن ان خوبیوں کا همیں سچا سچا اندازہ کرنے دو - مقدونیا کي جنگ نے تهریس کی سی اهم جنگ کي صورت کبهي نهین اختیار کی - مقدونیا میں ترکي افواج کي بد انتظامي حد سے زیادہ تهی ' انکي رهنمائي بهي بري طرح سے کی گئي ' اور جسقدر همیں یقین دلایا گیا تها اوس سے کهیں زیادہ انکی تعداد کم تهي - سروي افواج کے کچهه دستے بمقام کمانوجان حوکهم میں ڈالکر لڑے ' لیکن ترک جو اوس لڑائی میں تهے ' اونکی تعداد شاید بیس هزار سے زیادہ نه هوگی - مقدونیا کي فتح اور سرویوں کے قدیم دار السلطنت اسکوب کو پهر حاصل کرلینے پر سرویوں کا فخر و مباهات کرنا جایز هوسکتا هے ' لیکن ساتهه هی یورپ نے اس فتوحات کے نشه اور شراب میں تهوڑا سا پاني بهي ملا دیا -

یورپ کے هر ملک میں سرویوں کي بهادري تسلیم کرنے حد سے سوا داد دي گئي - وہ اذیتیں جو سرویوں نے ترکوں کے هاتهوں برداشت کي تهیں ' یاد دلائي گئیں - مزید براں اسکو بهي ذهن نشین کیا گیا که حال کے چند سالوں میں آسٹریا هنگري کي حاسدانه نا لائقي سے بهي سرویوں کو بهت کچهه برداشت کرنا پڑا هے - اهل سرویا اپنے ساتهه یورپ کي همدردي رکهتے تهے ' لیکن اسکا اب بیجا مصرف لینے لگے - اونکے افسر اب یدن سرویں خیالات اور ایک عظیم الشان سروي مملکت قائم کرنے کي باتیں کرتے هیں اور برلن جیسے شهروں یا ایسے هي کسي اور ملک پر جو اونکي وحشیانه اور بیهودہ بلند پروازیوں کے سد راہ هو چڑهه دوڑنے کے منصوبے باندهتے هیں والدنا سرویا کے اخبارات برانگیخته کرنے والے هوگئے هیں - سرویا کے وزرا عقل سے بعید خیالات کا عام طور پر اظهار کر رهے هیں -

سرویا ایک شکایت رکھتی ہے - اہمیت رکھتی ہے ' اور جسکی طرف حد درجہ توجہ مبذول کرینکی ضرورت ہے - اسے ایک بندرگاہ چاہیے - اور بلا خوف تردید اسکو اسکی ضرورت ہے لیکن یہاں تو شاید ہی ایسے بہادر ہیں جو سرویا کے لئے عملی طور پر مفید ثابت ہوں - سروی افواج جو دشوار گذار پہاڑوں سے ہوکر دورازو کیطرف بڑھ رہی ہیں ' وہاں پہونچنے پر انکو اسکا پتہ چلے گا کہ سرویا کے موجودہ سلسلہ ریلوے کو کبھی اور کوئی ریلوے دورازو سے ملحق نہیں کرسکتی - مختلف حالتوں میں دو مقامات سان گیوانئی ڈی میڈوا اور سالونیکا ہیں - انمیں سے اول الذکر بندرگاہ پر تو مانٹی نگرو کی طامع نگاہ ہے - رہا سالونیکا ' تو اوسکی نسبت تجویز اسقدر وحشیانہ نہیں ہے جس قدر کہ ابتدا میں لوگ سمجھتے تھے - ٹرکی سے خاص طور پر انتظام کرکے سرویا نے فی الحال براہ سالونیکا جانور اور اسکی تجارت کے لئے ایک اچھی صورت برآمد کی قایم کرلی ہے -

<u>ایک تجارتی ریلوے</u>

سرویا کے مطالبات سے جو مسائل پیدا ہوگئے ہیں اسکے حل کرنیکی صورت ایک خاص تجارتی ریلوے کے قایم کرنے ' اور البانیا کو خود مختار بنا دینے سے شاید نکل آئیگی - ان قضیوں کی طرف امانت داران اتحاد کو جنگ کے ختم ہوجانے پر متوجہ ہونا چاہئے - یہ خیال کہ سرویا کے بحرہ کان خلزیر اور سرکیے بیرون کے لئے بندرگاہ قایم کرنے کا مسئلہ دول یورپ کے دو مجتمع حصوں کو بر سر خونریز جنگ کردیگا بالکل مہمل ہے - اس سے زیادہ ذلیل بہانے جنگ کے لئے کبھی نہیں ڈھونڈھے گئے ہیں - ان دو حصوں میں سے کوئی ایک سلطنت اگر جنگجوئی کرنا چاہتی ہے تو سمجھہ لو کہ اوسکی وجہ کوئی اور بد نیتی ہے - یورپ کی اقوام اور عوام جنکو داد شاہوں ' کار دانان سلطنت اور سفرا کی ذاتی عداوتوں سے کوئی سرو کار نہیں اس بارہ میں متفق ہو جائیں تو ایسی جنگ ناممکن الوقوع ہوجائے - انگلستان اپنے دوستوں کے پہلو میں کھڑا ہونے کو مستعد ہے مگر استحکام یورپ کو مستوجب بد ترین گناہ ہوکر برباد کرنے اور جنگ آزادی سے اوماجبتوں کے پیدا کردینے کا وہ ہرگز شریک نہیں ہوسکتا -

---

عرب میں جہاد کی طیاری

ذیل کی عبارت وسطی عرب کے عربی اخبار عریضہ نامی میں شائع ہوئی ہے :— حال کی خبریں ظاہر کر رہی ہیں کہ امیر ابن رشید اسوقت بیس ہزار (۲۰۰۰۰) آدمیوں سے زیادہ کا سردار ہے اور یہ آدمی قبایل عرب کے ہیں - سبکے سب کافی طور پر مسلح اور سامان جنگ کے ساتھہ ہیں - مقام لیبوا کے نزدیک امیر موصوف نہایت سرگرمی سے مشغول ہیں اور اسکا انتظار کر رہے ہیں کہ اونکو بادشاہ علم جہاد بلند کرنیکا حکم دیں - حکم کے پاتے ہی وہ چلے شخص ہونگے کہ مخالفین اسلام پر حملہ کردینگے - کہتے ہیں کہ اونکی خواہش ہے کہ جملہ قبایل عرب کے لئے ایک مثال قایم کردیں اور چند قبیلوں کو اسپر آمادہ کردیں کہ اون قبایل کی وہ سرکوبی کریں جو حکومت کے بد خواہ ہیں اور اون لوگوں کو پوری سزا دیں جو ملک میں نفاق پھیلا رہے ہیں - امیر موصوف کی کوششوں کا یہ نتیجہ ہوا ہے کہ بہتیرے قبایل عرب اونکا ساتھہ دینے کے لئے اوٹھہ کھڑے ہوئے ہیں - اور عرب میں نا معلوم واقعات ظاہر ہونے والے ہیں - "

عثمانی ڈاک

—

شتلجا کی ایک رات

(۵)

بقیہ مراسلہ نامہ نگار المؤید

— × —

فوج کے قلب و میسرہ کو جو سواحل بحر مارمورا کے قریب تھے اس ٹیلے سے نہیں دیکھہ سکے - لیکن جب چھاونی میں آئے تو وہاں کے بھی حالات معلوم ہوگئے جن کو بالتفصیل لکھتا ہوں :

بلغاری اور سروی فوجوں نے ملکے عثمانی فوج کے ان دستوں پر حملہ کیا جو بحر (شکمچہ) کے شمال میں جمع ہوئے تھے - دشمن کی فوج ساحل بحر کے (قالیقر اینا) نامی گاوں کی طرف بڑھی ' لیکن عثمانی بیٹری کو انکی حرکت کا رخ معلوم ہوگیا ' اسلئے اس نے مقابلہ کے لئے تیاری شروع کردی رات کو جبکہ ۴ بجنے میں صرف دس منٹ باقی تھے عثمانی بیٹری نے دشمن کی فوج پر گولہ باری شروع کردی عثمانی توپیں مسلسل ۲۵ منٹ تک دشمن پر آگ برساتی رہیں -

ایک طرف عثمانی بیٹری کی آتشباری ان کو ساحل سے اندروں قریہ کی طرف ہٹنے پر مجبور کر رہی تھی اور دوسری طرف عثمانی قلعوں سے گولیوں کی بارش ہو رہی تھی (جنگ ترقوس) کی طرح یہاں بھی تین مختلف جانبوں سے آتش باری ہو رہی تھی -

اس معرکہ میں ہر دو آہن پوش جہاز (بار باروش) اور (مسعودیہ) کے کارنامے نہایت شاندار اور یادگار تھے - ان دونوں آہن پوشوں کی آتشباری نے دشمن کی توپوں کی ایک باٹری بالکل تباہ کردی اسکے علاوہ دشمن کے بیشمار پیادے اور سوار چند لمحوں کے اندر فنا ہوگئے -

صبح کو ساڑھے آٹھہ بجے تک تمام خطوط شتلجا پر جنگ شروع ہوگئی - عثمانی بری فوج کے کمانڈر نے عثمانی بیٹری کے قاعدوں کو مشورہ دیا کہ وہ (با باس لوغاز) اور (شتلجا) کے درمیانی مورچوں پر گولہ باری کریں - اس تدبیر سے دشمن کی جسقدر باٹریاں وہاں موجود تھیں سب خاموش ہوگئیں اور (با باس لونجاز) تو بالکل برباد ہوگیا -

(ماند برہ) اور (العنہ) میں دشمن کی جسقدر باٹریاں موجود تھیں تھوڑی دیر کے بعد وہ بھی تباہ ہوگئیں اور بالآخر دشمن کے قایم کردہ استحکامات ' قلعوں ' اور مورچوں کا نام و نشان تک باقی نہیں رہا -

جب شام ہوئی تو اسوقت دشمن کو پوری شکست ہوچکی تھی اور عثمانی فوج نے اپنی مادی و ادبی حالت اچھی طرح مضبوط کرلی تھی - ان حالات کی بنا پر میں نے اور میرے رفیق نے باتفاق رائے یہ طے کیا کہ اب آستانہ علیہ واپس چلنا چاہئے -

---

مجاہدین طرابلس اور صلح

— * —

(برقہ) کے قبائل اور زاویوں کے مشائخ کی طرفسے المؤید میں حسب ذیل تار شائع ہوا ہے :—

ہم کو یہ معلوم ہوا ہے کہ وطن میں دشمن کی موجودگی کے باوجود ایسی صورت میں صلح ہوئی ہے جس سے تمہاری سلطنت کی بزرگی کو صدمہ پہونچتا ہے اور ہماری قومی شرف پر حرف آتا

ہے اسلیے ہم حقیقت حال سے آپکو اطلاع دیتے ہیں براہ مہربانی اسکو اپنے اخبار میں شائع فرما دیجیے -

تمام عالم کو جاننا چاہیے کہ اسباب خواہ کچھہ ہي کیوں نہوں هم کسي طرح ایسي صلح پر جس سے همارے شرف و عزت پر حرف آتا ہے راضي نہیں هیں - یہ حق کي آواز ہے جو نعرہ الله اکبر کے ساتھہ یہ کہتی هوئي ظاهر هوئي ہے کہ جبتک هماري رگوں میں خون ہے هم کبھي اپنے شرف و ناموس کو سپرد کرنے پر راضي نہیں هونگے - بلکہ هم موت کو زندگي پر ترجیح دینگے اپني عزت اور اپنے آبا و اجداد کي قبروں کي مدافعت میں اپنی جانیں قربان کر دینگے هم اپنے قائدوں اور افسروں کو اسوقت تک نہیں جانے دینگے جبتک کہ دشمن همارے وطن میں ہے یا اس همہ هم کو جلالتمآب سلطان المعظم ایدہ الله احکامہ و نصرہ علی اعدائہ کے تخت سے نہایت مخلصانہ محبت ہے -

هم میں کا جب تک ایک مرد بهی زندہ ہے اپنے وطن عزیز کي مدافعت کبھي ترک نہیں کرینگے همارا یہ فیصلہ کن قول ہے اور جو کچھہ هم کہتے هیں خدا اس پر گواہ ہے -

۷ ذیحجہ سنہ ۱۳۳۰ هجري

اس تاریر ۳۸ زاویوں اور بڑے بڑے قبیلوں کے مشائخ نے دستخط کیے هیں -

---

بسلسلہ مظالم بلغاریا

گذشتہ نمبروں میں هم بلغاریا کي سفاکیوں کي ایک طویل فہرست شائع کرچکے هیں تازہ عربي ڈاک بهي بلغاریا کي خونریزي' عصمت دري' اور غارتگري کے بے شمار دلدوز و جان گداز واقعات سے لبریز ہے جسمیں سے بغرض اختصار اسوقت صرف دو اهم واقعے نقل کئے جاتے هیں

حکومت عثمانیہ کو ابراهیم پاشا نے اطلاع دي ہے کہ اعلان جنگ ہوتے هی همکو (ادرنہ) کي طرف جیوش عثمانیہ سے ملنے کے لیے روانگی کا حکم ملا (دیموتک کولي) اور (ادرنہ کولي) سے فوج کو گئے هوئے صرف چند دن هوئے تے کہ بلغاري فوج کے چند دستے ان دونوں مقامات پر حملہ آور هوئے ' جنکو اثناء حملہ میں بلغاري باشندوں سے مدد ملتي رهي بلغاري دستوں نے دونوں مقامات کے مسیحي باشندوں کو مسلمانوں کے قتل عام کے لیے برانگیختہ کیا اور مع اپنے شیاطین کے مسلمانوں پر ٹوٹ پڑے ' سو آدمیوں کو جنمیں عورتیں اور بچے بهي تے شہید کر ڈالا ان اشقاء کي یہ سنگدلي و سفا کی دیکھکے (دیموتک کولي) (ادرنہ کولي) (معلقرہ) اور (کوش) سے بیس هزار مسلمان اپني جائداد' روپیہ اور مویشي چهوڑ کے هجرت کر گئے هیں -

---

ایک مسلمان مهاجر کي سرگذشت اور پانچ مسجدوں کي بربادي

— * —

حسن آفندي عبد الرحمن نامي ایک شخص (قولہ) سے هجرت کرکے مصر آیا ہے اس مهاجر نے اپنی هجرت کي کیفیت اور بلغاریوں کي جفا کاري کي داستان نہایت تفصیل سے بیان کي ہے جو درج ذیل ہے -

میں شہر (نورروکوب) میں رهتا تها - بلغاریوں نے جب اس پر حملہ کیا' تو میں شہر میں تها - شہر میں اسوقت نہ ایک عثماني سپاهي تها' اور نہ باشندگان شہر کے پاس ایک هتیار تها - دشمن کے هاتھہ سے اپني آبرو اور جان بچانے کے لیے همکو مجبوراً تمام مال و جائداد چهوڑ کے شہر سے روانہ هونا پڑا - هم ستم زدہ مهاجرین (دراما) پہنچے -

مگر همارے (دراما) پہنچنے کے بعد ' بلغاریوں نے (دراما) پر حملہ کیا - (دراما) میں جو عثماني فوج موجود تهي اسمیں اور بلغاري فوج میں جنگ چهڑي - عثماني فوج دو سو سے زاید نہ تهی - کئي گهنٹہ تک عثماني فوج نہایت بے جگري سے انکا مقابلہ کرتي رهی - لیکن چند گهنٹہ کے بعد ' آخر کار عثماني فوج کو پیچهے هٹنا پڑا - بلغاري فوج نے شہر پر قبضہ کرلیا - باشندگان شہر کو ان اشقیاء کي سفاکی و غارتگري کا علم تها ' اسلیے وہ رات هي کو (قولہ) کي طرف روانہ هوگئے (دراما) کے مهاجرین کے همراہ (نورروکوب) کے مهاجرین بهي روانہ هوئے (قولہ) بغیر ادنی مقابلہ کے' قونصل کي ضمانت پر حوالہ کردیا گیا تها - لیکن قونصل کي ضمانت ذرا بهي مفید ثابت نہ هوئي ' اور بلغاري فوج نے داخل هوتے هي کشت و خون غارتگري و عصمت دري' شروع کردي ان جفاکاروں کي دست درازي زیادہ تر دولتمند مسلمانوں پر تهي - حکومت بلغاریا کا بیان ہے کہ ان جرائم کے مرتکب بلغاري جرگے تے' بلغاري فوج نہ تهي - بهر حال (قولہ) میں (نورروکوب) (دولاب) اور (برواشتہ) تین مقامات کے مهاجرین جمع تے جب (سیروز) میں مسلمانوں کا قتل عام شروع هوا تو وهاں کے مهاجرین بهي (قولہ) آگئے - (سیروز) کے قتل عام میں کچھہ اوپر چهہ سو مسلمان شہید کیے گئے - (قولہ) میں مسلمانوں کو بےعزت اور ذلیل کرنے کے لیے جبراً قسع (ایک قسم کي ٹوپیاں جو خاص نصراني پہنتے هیں) پہنائي گئی - (قولہ) میں پناہ گزیدوں کي تعداد ایک لاکھہ سے زائد هوگئي تهي - گراني بیحد بڑهگئی تهي ' درآمد بالکل موقوف تهی ' باشندگان (قولہ) کے دن شب و روز بالکل فاقے میں کاٹتے - یہ لوگ بالکل جاں بلب تے کہ (محروسہ) یعنی خدیو مصر کي وہ کشتي جو انہوں نے مهاجرین کے لانے کے لیے مقرر کي ہے پہنچي ' اسکے آنے سے انکو عید کے آنے سے زیادہ خوشی هوئی ' اور اسکو یہ معلوم هوا کہ گویا مسلمانوں نے (قولہ) واپس لیلیا -

" عین عرفات کے دن بلغاریوں نے پانچ مسجدیں منہدم کردیں - انمیں سب سے بڑي مسجد جامع السوق تهی جو مسجدیں' منہدم نہیں کی گئیں انکے مناروں سے هلال کے جهنڈے گراکے صلیب کے جهنڈے بلند کیے گئے ! !

جب بلغاری مساجد منہدم کرنے کے لیے اندر داخل هوئے تو یہ مسجدیں نمازیوں سے بهري هوئي تهیں - کچھہ مسلمان تو بهاگ گئے لیکن بہت سے نمازي مسجدوں میں رہ گئے کہ وهیں ذبح شہید هوگئے -

(قولہ) سے مهاجرین کي روانگي سے پہلے بلغاریا نے سب کو اپنے اپنے وطن واپس جانے کا حکم دیا تها - مگر کوئي شخص اسلئے واپسي کي جرأت نہیں کرتا تها کہ راستہ میں ' مسلمانوں پر حملے کئے جاتے تے مگر حکومت کے حکم کي وجہ سے با دل ناخواستہ مهاجرین واپسي کی تیاري کر رہے تے کہ (خیري بک) اڈیکانگ خدیو المعظم نے یہ اعلان کیا کہ جو شخص بذریعہ (محروسہ) هجرت کرنا چاهے وہ چل سکتا ہے -

اسوقت عجب حالت تهي باپ اپنے بچوں اور بیویاں اپنے شوهروں کو بهول گئي تهیں - بہت سے لوگ اپنے بچوں کو (قولہ) میں چهوڑ کے خود (محروسہ) پر سوار هوگئے - بہت سي عورتوں نے اپنے شوهر کا انتظار نہیں کیا اور اپنے بچوں کو لیکے سوار هوگئیں

[یہ کشتي ۵ دسمبر کو اسکندریہ پہنچگئي - مهاجرین اسوقت مصر میں مقیم هیں - [الهلال]

مراسلات

دعوت الہلال کي نسبت

جناب ایڈیٹر صاحب - السلام علیکم

کہتے ہو مجھے خواب میں معراج ہوئي ہے
جبریل کا تکیہ میں کوئي پر تو نہیں ہے

الہلال کے مختلف نمبروں میں جو خیالات جناب کے اب تک ظاہر ہوے ہیں ' انپر غور کرنے سے ہر اہل نظر پر یہہ حقیقت کھل گئي ہے کہ جناب کو بھي کسي ضرورت نے لیڈر بننے پر مجبور کیا ہے اور اسي غرض کیلئے بزرگان قوم پر طعن تشنیع کي بوچھاڑ کرکے انکو قوم کي نظروںسے گرانے کے کوشش میں جناب اپنا زور قلم صرف کر رہے ہیں -

زاہد خلوت نشین دوش بہ میخانہ شد

گو کہ صاف لفظوں میں مصلحۃ ادعاے لیڈري نہیں ہوا ' مگر ضمناً الہلال کا ہر نمبر آپ کے اس نئے فیشن کي دلدادگي کا پتہ دیتا ہے - اپني کسر نفسي کا اظہار ' خدمات قومي کي غرض سے پرچہ جاري کرنے میں زیر بار ہونے کا دعوی ' نامہ نگاروں سے اپنے تئیں استاد کہلوانا ' اور پھر اس خطاب سے گریز کرنا ' قبول عطیہ سے انکار ' اور معطي کي جھوٹي - فقر اور انانیت کے دعوے ' قران مجید سے ناواقفیت کے اظہار کے باوجود آیات قراني کا ہر موقعہ اور محل پر سپر بنانا ' کیا یہہ اور اس قسم کي صدہا مثالیں اسکي کافي دلیل نہیں ہیں کہ جناب نے ہوا کا رخ بدلتے دیکھکر اپني وضع بھي بدل دي ؟ اس سے میرا یہہ مطلب ہرگز نہیں ہے کہ سوٹ اور سگار چھوڑکر آپ نے عمامہ اور ہندوستاني پوشاک زیب تن کي - بلکہ غرض کہنے کي یہہ ہے کہ خانقاہ چھوڑکر آپ بھي اوس علیگڈہ کے مدرسہ میں شریک ہوگئے جس سے آپ اظہار منافرت کرتے رہتے ہیں -

معاف فرمائیے آپ لیڈر بننے کے ابھي اہل نہیں ہیں ' آپ ناراض نہوں ' قوم کو آپ سے یہ سوال کرنے کا حق ہے کہ آپ نے پالیٹکس میں کہانتک تعلیم پائي ہے اور ہندوستان کے پالیٹکس پر آپ نے کتنے عرصہ تک غور کیا ہے موجودہ پولٹکل مسائل میں سے مثلاً تقسیم بنگال کي تنسیخ اور تبدیل دار الخلافت کے ہر پہلو پر آپ نے کبھي خالي الذہن ہوکر فکر کیا ہے - نہایت ادب سے التماس ہے کہ ابھي کچھہ عرصہ تک تصوف میں اور مشق کیجئے ورنہ پالٹکس اور تصوف دونوں سے ہاتھہ دھونا پڑیگا - پالٹکس میں تو جناب کو جتنا دخل ہے اوسکا اندازہ آپ خود ہي خوب کرسکتے ہیں - رہا تصوف اس سے بھي آپ بہت دور جا پڑے ہیں - مسلمانوں کي دل آزاري اور انپر بلا وجہ لعن طعن کرنا ' میں نہیں سمجھتا کہ تصوف کے کسي شعبے یا کسي سلسلہ میں جائز رکھا گیا ہے -

شنیدم کہ مردان راہ خدا
دل دشمنان ہم نکردند تنگ
ترا کے میسر شدہ ایں مقام
کہ با دوستانت خلاف است و جنگ

سر سید مرحوم یا اونکے جانشینوں اور مقلدوں نے کبھي بھي مسلمانوں کو کتاب اللہ و سنت رسول سے انحراف کي تعلیم نہیں دي اور نہ بیجا خوشامد ونسے مسلمانوں کے حقوق کو پامال کیا ' اور نہ خود لیڈر بننے کا دعوي کیا - اسمیں شبہ نہیں کہ کئي ایک شخص قوم میں ایسے بھي موجود ہیں ' جنھوں نے اپنے نفس کو قوم کے فلاح پر ترجیح دے رکھا ہے ' مگر آپ بتا سکتے ہیں کہ ان حضرات نے مسلمانوں کو کوئي نفع پہونچایا ہو - اس امر سے قطع نظر کرکے تمام بزرگان قوم کو ایک ہي نظر سے دیکھنا آپ ہي کي مصلحت اندیشي کا تقاضا ہو سکتا ہے -

خود نواب وقار الملک قبلہ جنکے آپ بھي ستائشگر معلوم ہوتے ہیں اونکے طرز عمل کي آج تک کسي کو شکایت نہیں ہوئي اور کہ اونھوں نے کبھي مسلمانوں کي دل آزاري کو جائز رکھا ' مگر افسوس ہے کہ آپ کو اس طرز عمل کیلئے آج تک قران کریم میں کوئي آیت نہیں ملي - جن بزرگان قوم پر آپ حرف گیري کر رہے ہیں اونکے خلوص نیت میں شبہ کرنا ایک بہتان عظیم ہے اور ایسي تحریرات کي غرض خود نمائي سے زیادہ وقعت نہیں رکھتي -

بزعم خود جس انوکھے پالیٹکس پر آپ قوم کو چلانا چاہتے ہیں وہ کوئي جدید پالیٹکس نہیں ہے - حکومت جمہوري کو ہر شخص آج حکومت شخصي پر ترجیح دیتا ہے ' اور جن بزرگان قوم کے آپ پیچھے پڑگئے ہیں ' معاف کیجیگا ' وہ آپ سے بہتر اس مسئلہ کو جانتے ہیں - آپ قران کریم کے حوالہ سے ثابت کرتے ہیں کہ پارلیمنٹري حکومت مسلمانوں کا دستور العمل ہونا چاہیے ' مگر کیا آپ کي رائے میں ہندوستان کي موجودہ حالت کے لحاظ سے مسلمانوں کے لیے اس قسم کي حکومت مفید ہوگي ؟ کیا آپ نے کبھي کسي کونسل یا لوکل بورڈ میں شرکت کرنیکي زحمت گوارا فرمائي ہے ! اندیشہ ہے کہ جس راستہ پر آپ قوم کو چلانا چاہتے ہیں ' وہ خطرناک ثابت ہو ' بظاہر آپ خود بھي اس امر کو محسوس کرتے معلوم ہوتے ہیں ' ملاحظہ ہو الہلال کا وہ نمبر ' جس میں آپ نے قوم کو پالٹیکس کي ابتدائي تعلیم دي ہے اور پھر غور کیجئے کہ علیگڈہ کے پالیٹکس اور آپ کے جدید پالیٹکس میں کیا فرق ہوگیا -

بعض اصحاب کو شبہ ہے کہ لکھنؤ اور کلکتہ کي جدید پارٹیاں اپنے ذاتي اغراض کیلیے سر سید کي اس پالیسي کو مٹانا چاہتي ہیں ' جس سے اب تک قوم کو نفع پہونچتا رہا ہے - ہمارے صوبہ کا جدید اخبار " مسلم گزٹ " تو آپ کے پرچہ کے وجود میں آنے سے پہلے ہي آپ کو لبیک کہہ چکا ہے ' اور آپ کے خیالات اور اخبار کي اشاعت کي ترویج میں آپ سے زیادہ سرگرم ہے - آپ میں اور اوس میں اگر کوئي سمجھوتہ ہوگیا ہو ' تو آپ اگر مناسب سمجھیں تو پبلک کو مطلع فرما دیں -

براہ کرم اگر آپ کو کانفرس اور لیگ سے اتفاق نہیں ہے تو صراحت کے ساتھہ ایک دستور العمل جو آپ کے ذہن میں ہو ' قوم کے سامنے پیش کیجیے - معماؤں اور چیستانوں سے کام نہیں چلیگا جیسا کہ ایک نمبر میں اپني پالیسي کي توضیح سے آپ نے گریز کیا ہے -

آپ کے مطبوعہ خط کے جواب میں بصد ادب التماس ہے کہ خدا کے واسطے قوم پر رحم کیجیے ' اور خلوص کو کام میں لائیے ' جسکي صراحت مختصر لفظوں میں یہ ہے کہ طریق عمل میں ترمیم کیجیے اور اس اصول کو مد نظر رکھکر کہ " مسلمانوں میں گم شدہ قراني روح پیدا ہو " اونکو آفات ارضي و سماوي سے محفوظ رکھنے کي کوشش کیجیے -

فضل الرحمن بي - اے - ایل ایل - بي وکیل لاہور

طلباء یونیورسٹی کیلئے پانچ خاص لیکچر

ڈاکٹر ماٹ اور مسٹر ایڈی نے بریڈ لا ہال لاهور میں چند لکچر دیئے تھے - اون اشتہارات سے ' جو طلباء یونیورسٹی میں تقسیم کئے گئے ' ظاهر هوتا تھا که اول الذکر صاحب ممالک غربیه میں اور موخر الذکر صاحب ممالک شرقیه میں پھر آئے هیں اور اون کی غرض یه ہے کہ دنیا بھر کے طلبا کے دلوں پر اپنے خیالات نقش کریں - وہ محسوس کرتے هیں که وہ هندوستان کو موجوده کشمکش سے آزادی حاصل کرنے میں مدد دینے کے لئے آئے هیں - اونکا یقین ہے که اون کی کوشش سے یورپ' چین' اور جاپان کے طلبا کی تشنگی آزادی بجھی ہے' کہا جاتا ہے که ڈاکٹر ماٹ صاحب ورلڈ اسٹوڈنس کرسچین سوسائٹی (یعنی تمام دنیا کے مسیحی طلباء کی سوسائٹی سکریٹری هیں)

لکچروں کے اشتہارات کا عنوان " طلباء یونیورسٹی کے لئے پانچ خاص لکچر" تھا - هال میں جانے کے لیے ٹکٹ تھے' جو علاوہ دیگر ذرائع کے مختلف کالجوں کے پروفیسروں کے ذریعه سے هر طالب علم تک پہونچائے گئے تھے' بلکه کالجوں کے اکثر طلباء سے لکچروں میں لازمی طور پر شریک هونے کے لئے دستخط دیے لیے گئے تھے - تقریباً تمام طلباء یونیورسٹی ان تقریروں میں بایں امید شریک هوتے رہے' که وهاں کوئی علمی مذاق کی باتیں سنیں گے - بہت سے طلبا کا تو یہه خیال تھا که یه لکچر پنجاب یونیورسٹی کی طرف سے هیں کیونکه اشتہارات پر لکچر دینے والوں کے نام نه تھے -

مجھے اس امر کا اعتراف ہے' که یہه تقریریں کئی پہلو سے دلچسپ تھیں - دونوں صاحب بہت فصیح اللسان تھے - اگرچه مسٹر ایڈی صاحب فصاحت میں بڑھے هوے تھے - ان تقریروں میں فاضل لکچراروں نے طلباء کی چند اخلاقی اور تمدنی برائیوں کا ذکر کرنے کے بعد فرمایا که " صرف بائبل اور یسوع مسیح کو خدا اور انسان اور اوسکے مرکز جینے کو ماننے سے طلبا ترقی کے معراج پر پہونچ سکتے هیں " - ایک تقریر میں اناجیل اربعه کے مطالعه کا عہد کرنے کے لئے طلباء میں دستخط کے واسطے کارڈ تقسیم کئے گئے جن پر چند طلباء نے دستخط بھی کیے - ان تقریروں کے متعلق صرف ایک قابل افسوس امر یه ہے که اگرچه لکچرار صاحبان بڑے عالم اور فاضل تھے اور اونکو تمام دنیا کے طلبا سے میل جول کرنے کا بہت موقع ملا' مگر پھر بھی اونھوں نے دنیا کے طلباء کے مختلف مذاهب کا غور سے مطالعه نہیں کیا - اگر وہ ایسا کرتے' تو یقیناً انہیں طلباء عالم کی رهنمائی کے لئے مسیح کی الوهیت' اور کفارہ سے بدرجہا بہتر خیالات مل سکتے تھے - عیسائیوں کے یه خیالات زمانۂ گذشته کے بقایا توهمات هیں جنکا اس عقل و علم کے زمانه میں سننا نا ممکن ہے - مسلمانوں کے سامنے الوهیت مسیح اور تثلیث کا وعظ کہنا محض مضحکه خیز ہے اور اونکو ابتداے زمانه کے مذهبی خیالات کی طرف واپس بلانا ہے - عیسائی صاحبان ان ابتدائی هندوانے خیالات سے زیادہ ترقی یافته خیالات پیش کرنے پر تیار نہیں کرسکتے - جنکے بموجب تین بتوں اور اوتاروں پر ایمان لایا جاتا ہے - اگر ابتدائی هندوؤں کے خیالات میں اور مذهب عیسوی کے خیالات میں کچھه فرق ہے تو صرف اسقدر ہے که هندو اوتاروں جیسے کرشن جی مہاراج اور رام چندر جی مہاراج نے بہت بہادری دکھلائی - مگر یسوع مسیح نے صلیب پر بہت هی کمزوری دکھلائی -

اسوقت صرف هندوستان هی میں عیسائیت پھیلانے کے لئے پادری صاحبان کو جوش نہیں ہے' بلکه تمام ایشیا میں مشنری جوق درجوق پھر رہے هیں - عملی پہلو سے عیسائیت یورپ کے $\frac{9}{10}$ حصه نے چھوڑ دی ہے - کیونکه اکثر لوگ معقول خیالات کی پیروی کرنے لگے هیں اور اب عیسائیوں کے مسئله کفارہ اور تثلیث پر یقین نہیں کرسکتے اس لیے پادری صاحبان نے ایشیا کو عیسائی بنانے کی طرف توجه فرمائی ہے -

اهل ایشیا کے لئے اب وقت آگیا ہے که اس بڑے صلیبی حمله کے مقابله کے لیے مستعدی سے کام لیں - هم تمام مسلمانوں اور دیگر خدا پرست اصحاب کو جو اس بر اعظم هندوستان میں رهتے هیں' اس بڑے مذهبی خطرہ کی طرف متوجه کرتے هیں - اور استدعا کرتے هیں که انسان کو خدا بنانے کی اس بڑی تحریک کے خلاف سب متفق هوکر کارروائی کریں -

هم یه ثابت کرسکتے هیں که یسوع نے خود خدائی کا دعوے نہیں کیا تھا - اور یہه عقیدہ صرف اناجیل میں ملتا ہے' جو مسیح کی وفات کے بہت عرصه کے بعد لکھی گئی هیں - جسمیں خود اکثر عیسائیوں اور اهل الراے یوروپین مصنفوں کے نزدیک بھی تحریف هو چکی ہے -

انجمن احمدیه لاهور نے مفصله ذیل خط ان دو پادری صاحبان نے یعنی ڈاکٹر ماٹ اور مسٹر ایڈی کے نام اس مضمون کا لکھا ہے که " اسلام اور عیسائیت کے مابین اختلافی امور پر ایک علم مباحثه منظور فرماویں " اگر فاضل پادری صاحبان کے پاس وقت نہو تو وہ لاٹ پادری صاحب لاهور کو اپنی جگه مقرر فرما سکتے هیں - اهل اسلام کی طرف سے جناب مولوی محمد علی صاحب ایم - اے اڈیٹر ریویو اوف ریلیجنز و سکریٹری صدر انجمن احمدیه قادیاں پادری صاحبان سے مناظرہ کرینگے -

یه خط مسٹر ایڈی صاحب کے پاس لاهور میں گیا تھا اور هم اونکی خدمت میں عرض کرتے هیں که اسکا جواب خواہ براہ راست یا کسی معزز اخبار کے ذریعه سے ارسال فرماویں -

انگریزی چٹھی کا ترجمه جو صاحبان موصوف کے نام ارسال کی گئی ہے درج ذیل ہے -

مائی ڈیر ایڈی - لاهور کی احمدی جماعت کی طرف سے میں آپ کو یہه چند - سطور لکھنے کی جرات کرتا هوں که هم آپ کے اور ڈاکٹر ماٹ صاحب کے ان ' دلچسپ تقریروں کی وجه سے ' جو آپ نے لاهور کے طلبا کے واسطے کی هیں - بہت ممنون هیں دنیا کے اهم مذهبی مسئله میں آپ کی گہری دلچسپی اور مختلف ممالک کے نوجوانوں کی طرف توجه کرنے کی خواهش بہت قابل تعریف ہے - اور آپ کے لکچروں کا طرز یقیناً اثر پزیر هوگا تا که لوگوں کی توجه انسانی زندگی کے مدعا کے متعلق اهم مسائل کی طرف مائل هو - انجمن احمدیه لاهور کی طرف سے مجھے هدایت هوئی ہے' که آپ کی اس کوشش کا شکریه ادا کروں اور آپ سے دریافت کروں که کیا آپ اسلام اور عیسائیت کے متعلق مباحثه کرنا منظور فرماویں گے تا که دونو مذاهب کی خوبیوں کا موازنه هو جاوے - مباحثه بالکل دوستانه رنگ میں کیا جاویگا - صرف اس غرض سے که لوگوں کو انسانی زندگی اور خواهشات کے نشو و نما کے متعلق ان دونوں مذاهب کی تعلیم اور عقاید سے آگاہ کیا جاوے میں یقین کرتا هوں که یه مباحثه طرفین کے لئے و نیز عوام الناس کے لئے بہت مفید ثابت هوگا - اگر آپ اس تجویز سے اتفاق کریں تو شرائط بالتفصیل بعد میں طے هو سکتی ہے -

مرزا یعقوب بیگ - ایل - ایم - ایس -

فغان مسلم

از مولانا عبد الحکیم صاحب سیف (شاہجہانپوری)

رہے گا پھر یہ جسم ناتواں بے روح وجاں ہوکر
اگر ...سرا لباس پادشاهي دهجیاں ہوکر
تو پهٹا ہے دل پردرد جب دفرات سینے میں
تو پھر اے همنشیں کسطرح بیٹھیں شادماں ہوکر
کچھہ ایسا کوه غم ٹوٹا ہے اپنے ناتواں دلپر
نکلتي ہے زباں سے بات بهي آہ وفغاں ہوکر
جلایا آتش غیرت نے ایسا جان معزوں کو
کہ سب چہرے کي سرخي اڑگئي آخر دهواں ہوکر
کمر بهي ہوگئي خم ' مضمحل اعضا ہوے سارے
یہ دن اب زندگي کے کٹ رہے ہیں نیم جاں ہوکر
هم ایسي زندگي پر موت کو ترجیح دیتے ہیں
کہ جب ہر روز گذرے هم پر اک کوہ گراں ہوکر
خلاف شان غیرت اسمیں اک پہلو نکلتا ہے
اگر اسطرح هم زندہ رہے بهي سخت جاں ہوکر
مگر یہ سخت جاني بهي کہانتک آنکو روکے گي
بلائیں رور جب آئیں گي مرگ ناگہاں ہوکر

* * *

خبر کیا تهي کہ قسمت میں ہے سنگ آستاں ہونا
نہیں تو اسطرح کیوں سر اٹھاتے آسماں ہوکر
قیامت ہے گرے وہ قوم ایسے قعر ذلت میں
رهي ہو مدتوں دنیا میں جو صاحبقراں ہوکر
نہ کیونکر خوف ہو ہر وقت اسکو زخم تازہ کا
جسے رہنا پڑے بتیس دانتوں میں زباں ہوکر

* * *

اگر عہد وفا کو هم نہ دلسے یوں بهلا دیتے
تو پیش آتے بهلا اسطرح وہ نامہرباں ہوکر
معاذ اللہ وہ دل ہو نہیں سکتا دل مومن
جگہہ جس دل میں کفر و شرک نے کي روح وجاں ہوکر
همیں نے اُن سے منہ موڑا ' همیں اُن سے ہوے باغي
نہیں تو همکو وہ یوں بهولجاتے مہرباں ہوکر
ملے سرجوش عصیاں نے همیں جب کر دیا بیخود
تو وہ بهي ہوگئے غافل همارے پاسباں ہوکر
گناہوں کي نجاست سے نہو جسمیں جگہہ باقي
وہ ایسے دل میں بیٹھیں کسطرح آرام جاں ہوکر
نظر آتا نہیں کچھہ ' کہا رہے ہیں ٹھوکریں پیہم
سیہ کاري کا سر پرابر چھایا ہے دهواں ہوکر
گرایا گمراهي نے قوم کو چاہ ضلالت میں
رہا اسلام بیکس یوسف بے کارواں ہوکر

* * *

مرے آزار دل کا کر علاج اے چارہ گر ' لیکن
یہ تدبیریں تري رہجائیں گي سب رائگاں ہوکر
خدا را اے اجل اب تو هماري دستگیري کر
کہ چھوٹیں کاش اس ذلت سے بے نام ونشاں ہوکر

* * *

جو عاشق امتحان عشق میں اے سیف مرتا ہے
تو اسکو موت آتي ہے حیات جاوداں ہوکر

الہلال

پس از سپاس ابلهہ تیره فلرشہ نیم
کہ یکسر از رقم پرسش نہاں جالي سبب

آپ کے نالہاے بیباک کے ترنم سے هم آهنگ ہونا میرا کام نہیں لیکن اس کو کیا کروں کہ میں فطرتاً موسیقي کا شیدا ' اور کشتۂ لحن ہوں ' اور اس لئے بے اختیار تمام جوارح متحرک ہو جاتے ہیں ' اور پهر بالخصوص آپ کا سرود ' جو ارتعاش رگ جاں اور جنبش زخم ہاے سرمدي کا نتیجہ ہے -

اسوقت ضرورت ہے کہ سینۂ صدچاک عریاں کیا جائے ' اور ایک جگر خراش شیون سے سارا جہان معمور کردیا جاے :

خاموشي ما گشت بدآموز بتاں را
زیں پیش وگرنہ اثرے بود فغاں را

آپ کا لب ولہجہ ' آپ کا انداز بیان ' واللہ ' مجھہ نے تو وقائع جان چاهتا ہے ' اور لوگ اسکو کرخت و سخت کہتے ہیں !! باللہ العظیم ' اگر آپ کي زبان میں مجھے کوئي گالیاں بهي دے ' تو میں اسے ہر وقت چهیڑا کروں کہ

کچھہ تو لگیگي دیر سوال وجواب میں

آپ اپنے کام میں مصروف رہیں ' وہ زمانہ دور نہیں ' جب اک عالم کي نگاہ اس رنگ میں کتوب کے خونناہہ چکاں نظر آے گي - موجودہ لیڈران قوم کو برهم ہونے دیجیے - لطف تو اوس وقت آے گا ' جب وہ اپنے بلدگان مسحور کو ' آپ کي طرف پروانہ وار دوڑتے ہوے دیکھکے اپني نازش گاہ سے بے اختیار چلا اوٹھیں گے کہ کیا غضب ہوا !!

صید از حرم کشد خم جعد بلند تو
فریاد از تطاول مشکین کمند تو

آپ کي نیت میں خلوص ہے ' اور وہ خلوص مبني ہے ایک ایسي ذات کے کلام معجز نظام پر ' جسکو کبهي ' کسي زمانہ میں ' اک آن کے لئے بهي فنا نہیں ہونا ہے ' اسلئے میري راے تو یہ ہے کہ بالکل بیخوف ہو جائیے ' بلکہ نڈرا اور بیدردي سے کام لیجئے دلوں کو توڑ دیجیے کہ یہاں جڑنے سے پہلے ٹوٹنے کي ضرورت ہے -

(نیاز محمد خاں نیاز از قلم پور)

فہرست ہلال احمر

(٦)

گذشتہ نمبر میں انجمن ہلال احمر کي طرف سے دو چندوں کي مجموعي رقمیں شایع کي گئیں تهیں اُن میں سے ایک کي تفصیل آج شایع کیجاتي ہے -

	پائي	آنہ	روپیہ
جناب محمد عبد العزیز صاحب اورسیر	-	-	۱۰
جناب ڈاکٹر اے - ایچ - شیخ صاحب	-	-	۱۰
جناب بي - عبد المجید صاحب بلگرامي	-	-	۱۰
جناب بي - محمد آریف صاحب ٹرانسلیٹر	-	-	۵
جناب ایس - کي - بنرجي صاحب ٹرانسلیٹر	-	-	۵
میزان	-	-	۴۰

Printed & Published by MOULANA A. K. AZAD, at The HILAL Electrical Prtg. Pblg. House, 7/1 McLeod Street, CALCUTTA.

حادثۂ دهلي

— * —

قبل اسکے که یه پرچه ناظرین تک پهنچے ' وه ایک سخت تعجب انگیز اور افسوس ناک حادثے کي خبر سن چکے هونگے -

میں اس وقت ریل میں هوں ' اور حادثے کي نسبت آخري اطلاع سے بے خبر ' تاهم کل سه پهر اور آج صبح تک جو حالات معلوم هوئے هیں ' انکي پر اسرار حالت ' واقعه کے تاسف کو اور زیاده بڑهاتي هے -

عین اس وقت ' جبکه دهلي میں حضور وسراے کا جلوس چاندني چوک سے گذر رها تها ' بمب کا گوله پهینکا گیا ' اور غالباً پشت کي طرف سے هودج میں پهنچکر پهٹا دو اردلي پیچهے کهڑے تهے ' انمیں سے ایک هلاک اور ایک زخمي هوا ' اور پهر اسکے اندر کے مهلک اوزار کندهے سے گذر کر لارڈ هارڈنگ تک پهنچے ' اور پیٹهه اور ران میں سے گذر گئے -

امید کي جاتي هے که زخم سخت نهیں هیں مگر انکا اثر صرف گوشت تک پهنچا هے -

لیڈي هارڈنگ بالکل محفوظ رهیں -

هز ایکسلنسي اسي وقت موٹرکار پر گورنمنٹ هاوس پهنچا دیے گئے ' اور داخلے کے مراسم اور دربار عام کا دربار ایک سینئر ممبر کونسل کي قائم مقامي میں انجام پایا -

افسوس که جدید اصلاحات کے بعد ملک میں جس سکون اور امن کي امید کي گئي ' اسکو اس حادثے نے مضروب کر دیا ' یه کهنا ضروري نهیں که هندوستان کے تمام باشندے بلا استثنا اس درد انگیز اور منحوس حادثے کے درد و افسوس کو محسوس کر رهے هونگے -

مرید بعضل

— * —

اب میں الٰه آباد پهنچ گیا هوں اور آج کا پاینر ملگیا - کل شام سے پہلے هي اس حادثے کي خبر لندن پهنچ گئي تهي ' بلا تاخیر ڈیلي ٹیلیگرام انڈیا افس اور ملک معظم تک پهنچا دیا گیا ' اور اسي وقت اخبارات کے ضمیمے عام طور پر شائع کردیے گئے - اس خبر سے تمام انگلستان میں ایک سناٹا چها گیا هے اور افسوس اور غصے سے هر شخص مضطر هے - ویسٹ منسٹر گزٹ لکهتا هے که " لارڈ هارڈنگ کے ساتهه یه ظالمانه سلوک انتهاے غصے کو حرکت میں لاتا هے ' تاهم غم کے ساتهه اسکي خوشي بهي هے که لارڈ هارڈنگ بچ گئے اور لیڈي هارڈنگ کو کسي طرح کا صدمه نهیں پهنچا " ڈیلي نیوز لکهتا هے که " اس حادثے کي خبر نے یهاں جسقدر افسوس اور غصه پیدا کردیا هے ' امید هے که هندوستان کا طول و عرض بهي ایسے هي جذبات سے مملو هوگا " نیز یه که " یه جو کچهه هوا کسي ایک مخبوط الحواس اور شریر شخص کا مجنونانه فعل هے اور امید هے که اسکي وجه سے حکومت هند کي موجوده پالیسي پر کوئي اثر نهیں پڑیگا "

لیڈي هارڈنگ نے حادثے کے بعد هي ملک معظم کي خدمت میں تار بهیجا تها ' جسکا اسي وقت جواب ملگیا ' وه اس حادثے پر بهت غمگین مگر انکي سلامتي پر الله کے شکرگذار هیں -

حادثے کي تفصیل یه هے که ٹهیک گیاره بجے حضور وسراے کي اسپیشل ٹرین دهلي پهنچي - حکام و رؤسا موجود تهے ' جنهوں کا ایک شاندار جلوس مرتب هوا اور " ملکه کے باغ " سے گذر کر قلعه کي طرف روانه هوا - حضور وسراے کا هاتهي بهت بلند تها اور انکے سر پر چتر شاهي ایک ایسي چیز تهي جو واضح طور پر انکو نمایاں کرتي تهي - جلوس ملکه کے باغ سے پچاس گز آگے بڑها تها که ایک ایسے مقام پر پهنچا ' جهاں بائیں جانب ایک بهت بڑا سه منزله مکان تها - معاً ایک سخت تڑاقے کي آواز لوگوں نے سني اور اسکے بعد دهواں بلند هوا - یه ایک بمب کا کامل طریقے پر بنایا هوا گوله تها جو حضور وسراے کے هاتهي پر پشت کي جانب آیا ' اور غالباً وهیں پهنچکر پهٹا - پشت کي جانب ایک تو راجه بلرام پور کا اردلي چتر لیئے کهڑا تها ' اور دوسرا خود حضور وسراے کا خاص اردلي "گهنگرو" نامي تها سب سے پہلے گولے نے بلرام پور والے اردلي کو هلاک کیا اور وه خون میں غرق هوکر لٹک گیا - ساتهه هي گهنگرو بهي سخت زخمي هوا مگر نه اتنا که اپني جگه پر قائم نه رهسکے کها جاتا هے که ابتدا میں ایک دو لمحے ایسے گذرے که باوجود زخمي هو جانے کے لارڈ هارڈنگ حادثے کو محسوس نه فرماسکے ' حتی که حادثے کے بعد بهي تقریباً پچاس قدم هاتهي نے اور طے کر لیے تهے ' مگر گهنگرو نے انهیں حالت پر توجه دلائي اور معاً هاتهي روک لیا گیا ' اس اثنا میں اور لوگ بهي دریافت حال کیلیے جانوروں پر سے اتر کر آرهے تهے جن میں وسراے کے خاص سرجن بهي شامل تهے ' سب سے پہلے لیڈي هارڈنگ اتاري گئیں اور انکے بعد حضور وسراے کو بدقت اتارا گیا اور ایک موٹر کار پر نئے گورنمنٹ هاؤس پهنچا دیا گیا -

زخم کي نسبت معلوم هوا که مخدوش اور هڈي تک پهنچا هوا نهیں هے البته چار انچ تک گوشت میں بمب کے ٹکڑے پهنچ گئے تهے - یه بهي معلوم هوا که [illegible] ضعف و اخراج خون سے انپر غشي طاري هوگئي تهي - شام کے چهه بجے [illegible] اور حالت امید افزا هے -

علاوه اردلي کے ایک پنجابي بچه جو تماشائیوں [illegible] سخت زخمي ' اور آج مرگیا - کئي آدمي تماشائي بهي زخمي هوے ' بمب سخت خطرناک اور [illegible] لبریز تها - سپاهیوں کي ٹوپیوں پر اسکے اڑے هوے [illegible] بکثرت نشان پاے گئے - بعض کہا گیا هے که یه بمب [illegible] ساخت کا تها ' اسمیں اسکرو اور کیلیں بهي پائي گئیں ' اور [illegible] ساخت اور قسم کا تها ' جیسے بنگال میں ریل پر پهینکے گئے -

جس مکان کي نسبت خیال کیا جاتا هے که اسي کي چهت [illegible] بمب پهینکا گیا تها ' وه سه منزله هے ' اسکي نیچے کي منزل میں پنجاب نیشنل بنک کا دفتر اور اور تجارتي دکانیں اوسپر اور لوگ رهتے هیں ' مکان کا پولیس نے محاصره کرلیا اسمیں کوئي مشتبه چیز نهیں پائي گئي ' البته بعض لوگوں [illegible] معلوم هوا که ایک کونے میں دو تین آدمي تهے جو حادثے کے بعد چلے گئے ' ایک پولیسمین کا بیان هے که اسنے بمب کے پهٹنے کے ساتهه هي کهیں سے یه آواز سني تهي که " شاباش خوب " بعضوں نے کہا که اس مکان سے محاصره سے پہلے کچهه لوگ نکلکر کٹره اشرف کي طرف گئے ' وهاں پولیس گئي تو ایک مکان میں دو باهر کے آدمي زخمي ملے ' جنکو بند کرلیا گیا لیکن یه ان لوگوں میں سے تهے جو بمب کے اڑنے والے ٹکڑوں سے زخمي هوئے تهے -

بهر حال ابتک کوئي راه تجسس کهولنے والا سراغ نهیں لگا هے -

ترکي میں مسئله صلح سے اضطراب

الحمد لله که نئي خبریں اس اضطراب اور شورش کي خبر دیتي هیں جس کا مسئله صلح و التواے جنگ کي وجه سے پیدا هونا متوقع تها ' هم نے پچهلي اشاعت میں وه خاص تار برقي درج کردي تهي ' جو دفتر الهلال میں ٹرکي سے پهنچي تهي مگر آج ۲۴ کي ایک اور تار برقي کہتي هے که فوجي حلقے صلح کي وجه سے سخت ناراض هورهے هیں - وه کہتے هیں که " التواے جنگ کو ایسي حالت میں کیوں منظور کیا گیا جبکه مقامات جنگ میں مزید رسد اور سامان جنگ کي روانگي کا سلسله هم جاري نهیں رکهه سکیے - پچهلے هفتے خاص اسي مسئله کیلیے ٹرکي سے جو اشخاص کانفرنس میں بهیجے گئے تهے وه اسي شورش کا نتیجه تها " - قسطنطنیه کي موجوده حالت یه هے که جنگي تیاري پورے زور و شور سے جاري هے - کردستان اور شام سے برابر فوج آرهي هے اور آلات جنگ تقسیم هو رهے هیں کیونکه ملک میں یقین کیا جاتا هے که گفتگوے صلح کا کوئي نتیجه نهیں نکلیگا ' اور جنگ پهر جاري هوگي - تاهم دانشمند طبقه (یعني موجوده برسر حکومت پارٹي) ان امور کو اهمیت نهیں دیتا اور وه سمجهتا هے که یه جنگي مصروفیتیں بیکار هیں -

Printed & Published by MOULANA A. K. AZAD, at The HILAL Electrical Prtg. Pblg. House, 7/1 McLeod Street, CALCUTTA.

عرق ماء اللحم انگوری نو آتشہ

جو قسم کے گوشت طیور اور انگور سیب و ناشپاتی وغیرہ سات قسم کے میوہ جات اور ایک سو دس ادویہ وجڑی بوٹیوں کا جوہر جنکی مختصر تفصیل حسب ذیل ہے

(۱) وہ جڑی بوٹیاں جو رگ پٹھوں میں طاقت بخشتی ہیں - اور اصل نسل کے پیدا کرنے کی خواہش پیدا کرتی ہیں - جیسے سیب وغیرہ -

(۲) وہ ادویہ شامل ہیں جو خراب شدہ مثانہ ، تباہ شدہ معدہ ، کمزور شدہ دماغ ، صدمہ رسیدہ جگر ، زائل شدہ قوت اور اسی قسم کے امراض کو فائدہ بخشنے میں مفید ثابت ہوئی ہیں -

(۳) وہ ادویہ شامل ہیں جن سے خون صالح بکثرت پیدا ہوتا ہے - یہی وجہ ہے کہ لاغری وکمزوری تھوڑے دنوں کے استعمال کرنے سے دور ہوجاتی ہے - انسان فربہ اور موٹا تازہ ہوجاتا ہے -

(۴) ایسی نایاب ادویہ شامل کی گئی ہیں - جن سے کمزور پھیپھڑا مضبوط ہوتا ہے وہ طالبعلم اور وہ لوگ جنکے خاندان میں تپ دق اور سل سے مرے ہوں اسکے استعمال سے تپ دق ، سل اور جیالتی سے خون آنے سے محفوظ رہتے ہیں - تپ دق نابود اور سوتے سے خون آنا بند ہوجاتا ہے -

(۵) ایسی نایاب ترکیبیں بھی موجود ہیں جنکے استعمال سے وہ امراض جو ایام سرما میں سردی لگنے سے پیدا ہوتے ہیں - مثلاً نمونیا ، ذات الجنب ، ضیق النفس (دمہ) ، کھانسی ، نزلہ اور زکام دور ہوجاتے ہیں اور اگر کثرت دمہ یا کھانسی سے بلغم نکلتا ہو تو اسے آزماؤ -

(۶) وہ اجزا شامل ہیں جو پژمردہ دل اور سست خون کو چلاتے ہیں ، روح کو تازگی بخشتے ہیں اور سب سے بڑھکر مقوی اعصاب رئیسہ ہیں - یہی وجہ ہے کہ اسکی دو خوراک کے پینے سے طبیعت میں سرور اور غم کافور ہوجاتا ہے - بزدل جوانمرد اور بوڑھا جوانوں کی طرح خم ٹھوکنے لگتا ہے -

(۷) اس میں وہ دوائیں بھی شامل ہیں جن سے وہ زائل شدہ قوتیں پھر عود کر آتی ہیں جو کثرت مسکرات سے زائل ہوگئی ہوں یہی باعث ہے کہ یہ عرق ماء اللحم عجیب الاثر مانا گیا ہے -

(۸) اس میں ایسی تریاقی ادویہ شامل ہیں کہ جو لوگ کثرت شراب سے جگر اور پٹھوں کو خراب کرکے رعشہ میں مبتلا ہو بیٹھے ہوں - اگر اسکو استعمال کریں تو مہلک بیماریوں سے بچ سکتے ہیں -

(۹) اگر آپ شراب اور افیون کو ترک کرنا چاہیں تو اس کے استعمال سے وہ بد عادتیں بھی چھوٹ جاتی ہیں

الغرض یہ عرق مولد خون صالح اور مصفی خون غم ربا راحت افزا خوش مزہ ، خوش رنگ ، خوشبودار قابل اسکے ہے کہ اسکو ایک دفعہ آزما کر فیصلہ کیا جاوے کہ اس کو واقعی انگریزی ادویات پر فوقیت ہے یا نہیں انگریزی ادویات کے مرکبات جس قدر اسوقت مروج ہیں ان میں مندرجہ ذیل نقص ہیں جو خالی از خوف و خطرہ نہیں - علاوہ اسکے بدمزہ ہوتے ہیں - اول ان میں اکثر زہریلے اجزاء شامل ہیں جو کم و بیش خوراک ہوجانے سے ہلاکت پر لوبت پہنچاتے ہیں گویا بجائے فائدہ کے نقصان پہنچاتے ہیں اور نیز ہماری طبائع کے اکثر موافق نہیں ہوتے - دوم ان میں شراب کی طرح صرف اعضاء کو تحریک ہوتی ہے جب انکو چھوڑ دیا کچھ اثر باقی نہیں رہتا برخلاف اسکے یہ ماء اللحم مرض کو جڑ سے دور کرکے دوا چھوڑنے کے بعد فائدہ مستقل رکھتا ہے اور غذا و دوا دونوں کا کام دیتا ہے

تین بوتل ۹ روپیہ - ٦ بوتل گیارہ روپیہ درجن - ۲۰ روپیہ

(۱) نئے خریدار قیمت پہلے روانہ کریں ویلو پے ایبل روانہ نہ ہوگا -

(۲) تین بوتل سے کم باہر روانہ نہ ہوگا - (۳) بذریعہ ریل منگانے میں محصول کم لگیگا اسلئے قریب کے ریلوے سٹیشن اور ڈاکخانہ کا نام خوشخط لکھیں

جوہر عشبہ مغربی

مع چوب چینی وغیرہ

جس کو انگریزی میں سارس اپریلا کہتے ہیں

جن امراض کا عروج شد ومد سے سلطنت جسم میں تباہی کرنیوالا ہوتا غروب کرنے کا آلہ (تارپیڈو) اگر کوئی ہے تو یہ جوہر ہے - جب بگاڑ خون درجہ تک پہنچکر خون کو ردی کردے اس وقت اسکو درست کرنا چاہو جوہر عشبہ کو استعمال کرو - یہ مرض کو تدواہی نہیں بلکہ عالم [illegible] - جوہر عشبہ انسان کے خون کو صاف کرنے کی مسلمہ دوا ہے - اسکے خون گندہ نہیں ہوتا - اس واسطے یہ محافظ صحت ہے - جوہر میڈیکل افیسر - پروفیسر علوم طب اور حکما نے خون کے [illegible] کرنے کا علاج قرار دیا ہے - جوہر عشبہ تبدیلی موسم کی وجہ سے جو پھوڑے ، پھنسیاں ، دھبے وغیرہ ہوتے ہیں ان سب کو دور کرتا ہے - جوہر خنازیر کے باعث جب زخم یا ناسور یا بھگندر یا چنبل یا سیاہ داغ جس پر پڑ گئے ہوں یا زرد آب نکلتا ہو یا خارش زیادہ ستاتی ہو یا خاص موسموں میں یا جسم پر دانے پیدا ہوتے ہوں - ہوائے سرد سے سر بھاری ہو جاتا ہو یا دھپڑ نکلتے ہوں ، سب کے لئے اکسیر ہے -

انگریزی دوکانوں اور ولایت کے تیار کردہ

عشبے بوجہ آمیزش شراب اپنے تر ملعباً ناپاک دوسرے خون کو گرم [illegible] ہیں کیونکہ وہ سرد ملکوں کے لئے گرم اجزاء سے بنائے جاتے ہیں -

ہمارے جوہر عشبہ وچوب چینی کی فضیلت

یہ ہے کہ یہ اس دیس کی طبائع کے حیالات کو ملحوظ رکھ کر سرد و تر [illegible] جوش خون کو روکنے والی ادویہ سے مرکب کیا گیا ہے - جس سے خون [illegible] ٹھنڈک پیدا ہوتی ہے اور جوش خون دور ہو جاتا ہے -

— * —

تجربہ کرکے دیکھ لو! { جب ہاتھ پاؤں میں سوزش ہو - جب [illegible] میں درد ہو - جب چہرہ پر سیاہی [illegible] } جب ہڈیاں پھول جائیں اور رات کو درد ستائے - جب سر یا داڑھی کے [illegible] لگیں - جب سر پر سلم کھرنڈ بننے سے گنج کی صورت بنجائے تو اسکو پلانے سے شکایتیں دور ہو جاتی ہیں - برسوں کے زخم ، ناسور ، بھگندر دنوں میں [illegible] ہیں -

— * —

بڑی مستند شہادت { اس جوہر کے مؤثر ، سریع العمل اور مفید ہونے [illegible] ہے - کہ موجودہ اور گذشتہ اطباء یکزبان ہوکر لکھ [illegible] } اگر یہ جڑی بوٹی دنیا میں ظاہر نہ ہوتی تو ہم نہیں کہ سکتے ہزاروں مر[illegible] ملک اور شہر میں لاعلاج ہوکر زندہ درگور ہوجاتے - مگر چوب چینی و [illegible] کے ظاہر ہونے سے پھوڑے پھنسیاں اور خون میں سمیت حیوانی یا نباتی [illegible] ہونے سے جو ردی و سودی امراض پیدا ہوں سب دور ہو جاتے ہیں - جس [illegible] جسم پر خارش ہو - خراب اور مرطوب آب و ہوا میں رہنے سے بھوک بند ہو[illegible] عرق العسا ستائے تو اسے آزمایئے -

قیمت فی شیشی تین روپے

پتہ :-

حکیم غلام نبی زبدۃ الحکما - لاہور

یورپین ٹرکي اور ریاست ہاے بلقان

فرہنگ بعض الفاظ عربیہ

— * —

(آستانہ) قسطنطنیہ
(ادرنہ) ایڈریا نوپل
(بحر مرمرا) مار مورا
(بحر ابجہ) ایجان سی (جس میں جزائر ساموس وغیرہ واقع ہیں)
(نہر الدانوب) دریاے ڈینیوب (جو کسي وقت ترکی روسي سرحد تھا)
(النمسا والمجر) آسٹریا ہنگري
(البوسنہ والهرسک) بوسنیا، ہرزیگووانا
(الجبل الاسود) مانٹي نیگرو
(اثینا) اتھنس دار الحکومت یونان
(سکک حدید) یعنی ریلوے لائن کا خط - (حدود) یعنی وہ موٹی جدول، جو ترکي حدود حکومت کو ریاست ہاے بلقان ویونان سے علحدہ کرتی ہے -

(یہ نقشہ قسطنطنیہ کے مکتبۂ حربیہ کے جغرافیے سے لیا ہے، اور اصل نقشے کا بعینہ عکس ہے)